من یرد اللہ بہ خیرا
یفقھہ فی الدین
(بخاری مسلم عن معاویہؓ)
تصحیح شدہ ایڈیشن
العلم المنور
اردو شرح
الفقہ المیسر
جلد اول
مبتدی منتہی طلبائے کرام
بالخصوص ائمہ مساجد کیلئے انتہائی مفید
۱ مکمل وصحیح اعراب
۲ حل لغات
۳ صرفی تحقیق
۴ آسان لفظی ترجمہ
۵ مسائل کی حسب ضرورت مکمل ومدلل تشریح
۶ ابواب کے مناسب مفید مسائل کا اضافہ
تالیف
حضرت مولانا احسان اللہ دولی صاحب
مکتبہ ابن عباس
تخت بھائی (مردان) فون: 0336-9559130

تصحیح شدہ ایڈیشن

جلد اوّل

اَلْعِلْمُ الْمُنَوَّر

اردو شرح

اَلْفِقْهُ الْمُيَسَّر

مبتدی و منتہی طلبائے کرام بالخصوص ائمہ مساجد کیلئے انتہائی مفید

کتاب الصلوٰۃ تا کتاب الجنائز

مقاصد

- مکمل صحیح اعراب
- حل لغات
- سہل تحقیق
- آسان لفظی ترجمہ
- مسائل کی حسب ضرورت مکمل و مدلل تشریح
- ابواب کے مناسب مفید مسائل کا اضافہ

تالیف

ابو جریر حضرت مولانا احسان اللہ دولی صاحب مدظلہ

فاضل مدرسہ عربیہ رائیونڈ، استاذ جامعہ ابن عباس تخت بھائی مردان خیبر پختونخواہ

مکتبہ ابن عباس

(اندرون جامعہ ابن عباس تخت بھائی (مردان)) 0336-9559130

email:abusauda81@gmail.com

نام کتاب: العلم المنير شرح الفقه الميسر

تالیف: ابوحمزہ حضرت مولانا احسان اللہ ولی صاحب

کمپوزنگ و ترتیب: **مولوی اختر عالم** فاضل جامعہ ابن عباس تخت بھائی

صفحات: 408

طبع اول: جمادی الثانی 1439ھ بمطابق مارچ 2018ء

طبع دوم: ذوالقعدہ 1440ھ بمطابق جولائی 2019ء

طبع سوم: ذوالقعدہ 1441ھ بمطابق جون 2021ء

ناشر: مکتبہ ابن عباس تخت بھائی

عرض ناشر: الحمدللہ اگرچہ العلم المنير کی تصحیح، طباعت میں ہر ممکن احتیاط سے کام لیا گیا ہے لیکن کبھی کبھی اس کے باوجود کوئی غلطی رہ جاتی ہے لہٰذا اگر کسی صاحب علم کو کوئی غلطی نظر آئے تو براہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔

مکتبہ دار الاخلاص پشاور | مکتبہ حذیفہ چارسدہ | مدنی کتب خانہ صوابی

مکی کتب خانہ صوابی | مکتبہ الاحرار مردان | مکتبہ امیرزادہ پشاور

مکتبہ عمر فاروق پشاور | مکتبہ الیاس مردان | مکتبہ نعیمیہ مردان

مکتبہ اسلامیہ شیرگڑھ | کتب خانہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک | مکتبہ ابوطلحہ ملاکنڈ

مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک | مکتبہ صدیقیہ چکدرہ | مکتبہ الحرم اکوڑہ خٹک

ادارۃ النور جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی | دینی کتب خانہ تیمرگرہ | اسلامی کتب خانہ لاہور

مکتبۃ الرشید نزد جامعہ دار العلوم کراچی | مکتبۃ الحسن بونیر

مکتبہ دیوبند کوہاٹ | مکتبہ مصطفیٰ چکدرہ

فہرستِ مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بے پناہ حمد وثناء اور تعریف اُس خدائے برحق کے لیے ہے جس نے گوشت کے لوتھڑے سے انسان کو پیدا کیا، اس کو نامعلوم چیزوں کا علم دیا اور قلم کے ذریعے علم کی اشاعت کے گر بتائے۔ لاکھوں درود وسلام ہو اللہ تعالیٰ کے اُس نبی عربی - فداہ ابی و امی - پر جس نے جہالت وگمراہی کی گھنگھور گھٹاؤں میں بلبلاتی انسانیت کے سامنے علم وہدایت کی مشعل روشن کی اور اپنے خون ولہو سے اس کی حفاظت کی، اور آپ ﷺ کے برگزیدہ ساتھیوں، پاک فرزندوں اور امت کے ان صلحاء وعلماء پر جنہوں نے حالات اور مشکلات کے تیز وتند ہواؤں میں، اسباب ووسائل کے فقدان اور کس مپرسی کی حالت میں بھی بہ اندازِ خسروانہ اس چراغ کو فروزاں رکھا۔

رسول اللہ ﷺ اِس سرزمین پر اللہ تعالیٰ کے آخری قاصد، آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت آخری اور ابدی شریعت، آپ ﷺ پر نازل ہونے والا قرآن کتابِ ہدایت کا آخری اور سب سے مکمل ایڈیشن ہے، جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اس کائنات کے خالق ومالک نے لی ہے۔

کتاب وسنت کی حفاظت کا ایک جزء "فقہ" ہے، بلکہ کہنا چاہیے کہ وہ اس کا سب سے اہم اور بنیادی حصہ اور اس کے مقاصد اور روح کا ترجمان ہے، اس لیے فطری طور پر ہر دور میں علمائے کرام نے اِس کی طرف غایت درجہ توجہ دی، اور قرآنی احکام کے مجموعے، سنتِ نبوی کے احکام کے مجموعے، فقہی اصول، فقہی کلیات، اشباہ ونظائر، متون، شروح، شخصی فتاویٰ، حکومتِ اسلامی کے زیرِ نگرانی ترتیب پانے والے فتاویٰ اور دیگر مختلف طریقوں سے "علم فقہ" کو مدون ومرتّب کیا۔

اسی فقہی سلسلے کی ایک کڑی "الفقه الميسّر" ہے جو اسم با مسمّٰی ہے اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے حضرت مولانا شفیق الرحمن ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی الندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر مبتدی طلبہ کے لیے مرتب فرمائی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے طہارت، نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور قربانی سے متعلق فقہی مسائل کو آسان اور جامع انداز میں جمع کیا ہے۔ اس کتاب کی چند ایک خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

1. ہر باب کی ابتداء اس باب سے متعلق آیتِ قرآنیہ اور حدیثِ نبوی ﷺ سے کی گئی ہے۔ اس سے پڑھنے والے کو قرآن اور حدیث میں اس باب کا مأخذ معلوم ہو جاتا ہے۔
2. ہر باب کی ابتداء میں متعلقہ فقہی اصطلاحات کی لغوی اور شرعی تعریف کی گئی ہے۔

۳۔ اس کتاب میں عصر حاضر کے بعض اُن مسائل کا بیان بھی آیا ہے جو جدید دور کی پیداوار ہے، مثلاً: ریل اور جہاز میں نماز پڑھنے کے احکام کا بیان، اسی طرح قدیم اوزان شرعیہ کی جدید اوزان کے ساتھ تطبیق، وغیرہ وغیرہ۔

۴۔ اندازِ بیان آسان اور سہل اختیار کیا گیا ہے۔

یہ اور ان جیسی دیگر خصوصیات کی بنیاد پر یہ کتاب مبتدی طلبہ کے لیے بالخصوص اور منتہی طلبہ کے لیے بالعموم انتہائی مفید ہے۔ کتاب اگرچہ آسان عربی زبان میں ہے، مگر درجِ ذیل وجوہات کی بنیاد پر اس کا ترجمہ اور تشریح لکھنے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی:

۱۔ یہ کتاب آسان اور مرتب اسلوبِ بیان کی خصوصیت کی حامل ہے، جس کی وجہ سے جدید تعلیم یافتہ حضرات، سکول اور کالج کے طلبہ اور دیگر وہ احباب جو عربی زبان سے واقف نہیں، کے لیے اس کتاب کی مدد سے متعلقہ فقہی ابواب کے بارے علم حاصل کرنے میں مفید ثابت ہو سکتی تھی، مگر عربی زبان سے ناواقفیت استفادہ میں رکاوٹ تھی۔ کتاب کی افادیت کو بڑھانے اور ان حضرات کے اس مشکل کو آسان کرنے کے لیے ترجمہ اور مختصر تشریح ناگزیر تھی۔

۲۔ مدارس میں یہ کتاب عموماً مبتدی طلبہ جو ابھی عربی زبان بلکہ عربی کی اساس "صرف و نحو" سے بھی ناواقف ہوتے ہیں، کو پڑھائی جاتی ہے۔ ان کو کتاب کا اردو ترجمہ وغیرہ سمجھنے میں مشکل پیش آسکتی تھی۔

۳۔ اس کتاب میں اگرچہ مسائل کو آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے، مگر بندہ کے خیال میں دورانِ تدریس ان مسائل سے متعلق ضروری فقہی تفصیل، اور ان کے بارے میں پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات مدرسین حضرات کے علم میں ضرور ہونے چاہئیں۔

۴۔ کتبِ فقہ کی چھان بین اور ضرورت کے مواقع میں مسائل کی مختصر مگر تسلی بخش تشریح میں بسا اوقات کتاب کی سلاست اور دیگر درسی و غیر درسی سرگرمیاں اور مصروفیات رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

ان امور کے پیشِ نظر دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس کتاب کا ترجمہ، تشریح اور مختصر صرفی و لغوی تحقیق قلم بند کی جائے۔ چنانچہ بندہ نے بسم اللہ کر کے معتبر کتبِ فقہ جن میں "الدر المختار مع رد المحتار" اور "مراقی الفلاح مع شرح الطحطاوی" سرفہرست ہیں، سے استفادہ کرتے ہوئے اس کتاب کا لفظی مگر آسان ترجمہ، وضاحت طلب مقامات کی مناسب تشریح، اور عربی عبارت کے حل کے لیے صرفی و لغوی تحقیق کا کام شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے "طہارت" اور "نماز" سے متعلق حصے پر کام مکمل ہو چکا ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

شرح کا انداز تقریباً یکساں ہے۔ ہر مقصد یعنی:

- ترجمہ
- تشریح

- حل لغات
- صرفی تحقیق

میں توازن برقرار رکھنے کا خصوصی خیال کیا گیا ہے۔ ہر مقام پر اس کے مناسب تشریح کی گئی ہے، نیز اتمام فائدہ کی خاطر جابجا ابواب سے متعلق "چند متفرق مسائل" کے عنوان سے مفید مسائل کا اضافہ بھی معتبر کتبِ فقہ کے حوالے سے کیا گیا ہے، غیر متعلقہ مباحث چھیڑنے یا کسی وضاحت طلب مقام کو تشنہ چھوڑنے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ یہ کتاب نہ صرف مدارسِ عربیہ کے طلبہ وطالبات کے لیے مفید ہو، بلکہ سکول اور کالج کے طلبہ بھی اگر کسی مستند عالم دین سے پڑھ لیں، اسی طرح اگر ائمہ مساجد دن میں کسی وقت اس کا تھوڑا سا حصہ مقتدیوں کو سمجھا دیا کریں تو وہ بھی بآسانی احکام اسلام کے اس ضروری حصے سے واقف ہو سکیں۔

اس کتاب کی تالیف کے سلسلے میں جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے، ان کے ناموں کی فہرست کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔ دورانِ تشریح بھی مسائل کے ساتھ ان کا حوالہ دیا گیا ہے۔

دعا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو شرفِ قبولیت سے نوازیں، اور تمام امتِ مسلمہ خصوصاً نونہالانِ امت کے لیے اس کو نافع بنائیں، اور ناچیز راقم الحروف، اس کے والدین، اساتذۂ کرام، مشائخ عظام، اعزہ واحباب اور ان تمام دوستوں کے لیے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ مغفرت بنائیں جنہوں نے کسی طرح سے بھی اس کتاب کی تالیف اور زیورِ طباعت سے آراستگی میں تعاون فرمایا ہے، بالخصوص مولوی اختر عالم، متعلم درجہ سادسہ جامعہ ابن عباس، تخت بھائی، مردان، جنہوں نے کمپوزنگ اور پروف کی اصلاح کے اہم اور کٹھن مرحلے میں تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو علمِ نافع اور علم لدنی کی دولت سے مالا مال فرمائیں۔ آمین۔

صاحبزادہ گزارش

اہل علم حضرات سے مخلصانہ گزارش ہے کہ کتاب میں کوئی کمی، ابہام یا غلطی موجود ہو تو اس عاجز کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی تلافی کی جا سکے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اپنے شایانِ شان اجر عطا فرمائیں گے۔

ابو جریر احسان اللہ ولی عفی عنہ

خادم علوم نبویہ جامعہ ابن عباس، تخت بھائی، مردان

بمطابق ۱۵ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ شب اتوار ۱۰:۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہیدی باتیں: تمہید کہتے ہیں راستہ ہموار کرنے کو یعنی وہ باتیں جن سے آنے والے مضامین کو سمجھنے کیلئے ذہن کا راستہ ہموار ہو جائے اور آسانی سے وہ مسائل اور مضامین سمجھ میں آ سکیں۔

ہر علم سے پہلے چند باتوں کا جاننا ضروری ہے۔(نمبر۱) تعریف،(نمبر۲) موضوع،(نمبر۳) غرض وغایت،(نمبر۴) حکم۔ اور یہ کتاب فقہ کی ہے اس لئے علم فقہ کو شروع کرنے سے پہلے مذکورہ بالا باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

نمبر۱: فقہ کی تعریف، نمبر۲: فقہ کا موضوع، نمبر۳: غرض وغایت، نمبر۴: علم فقہ کا حکم۔

پہلی بات تعریف ہے: فقہ کی دو تعریفیں ہیں:(۱) لغوی،(۲) اصطلاحی۔

لغوی تعریف کا خلاصہ: "فِقْہٌ" مصدر ہے باب سمع سے بھی آتا ہے بمعنی کسی چیز کو جاننا اور سمجھنا اور باب کرم سے بھی آتا ہے بمعنی فقیہ ہونا، یعنی علم فقہ میں ماہر ہونا، اور باب تفعیل سے بھی آتا ہے بمعنی دوسرے کو سمجھانا، فقیہ باب کرم سے اُس عالم کو کہتے ہیں جو شریعت کے احکام واضح کرے اور فقہ میں کمال اور مہارت حاصل کرے۔ فقہ لغۃً جاننا پھر یہ علم شریعت کو جاننے کیساتھ خاص ہوا۔(در مختار)

اصطلاحی تعریف کا خلاصہ: هُوَ عِلْمٌ بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْفَرْعِيَّةِ مِنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيلِيَّةِ، یعنی فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو احکام کے ادلہ تفصیلیہ سے معلوم ہو۔ یہ اہل شرع کی اصطلاح میں فقہ کی مشہور تعریف ہے۔

جن احکام کا تعلق عمل سے ہو ان کو احکام فرعی اور جن احکام کا تعلق عقیدے سے ہو ان کو احکام اصلی کہتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَا لَهَا وَمَا عَلَيْهَا، یعنی جائز ناجائز، حلال حرام کو جاننے کا نام فقہ ہے۔ احکام کے ادلہ چار ہیں۔(۱) قرآن پاک،(۲) حدیث،(۳) اجماع،(۴) قیاس۔ ان کی تفصیل اور وضاحت بڑی کتب میں ہے۔

دوسری بات **موضوع** ہے: علم فقہ کا موضوع مکلف آدمی کا فعل۔ مکلف سے مراد عاقل، بالغ، مسلمان ہے۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ موضوع مطلق نہیں ہوتا بلکہ کسی قید کیساتھ مقید ہوتا ہے۔ مثلاً نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے اور "مِنْ حَيْثُ الْإِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ" کی قید کیساتھ مقید ہے، اور علم صرف کا موضوع کلمہ ہے "مِنْ حَيْثُ التَّصْرِيفِ" کی قید کیساتھ۔ اسی طرح مکلف کا فعل من حیث الحلال والحرام کی قید کیساتھ مقید ہے۔ یعنی مکلف کے فعل کا صحیح ہونا صحیح نہ ہونا۔ فرض ہونا نہ ہونا۔ حلال ہونا حرام ہونا۔

تیسری بات **غرض وغایت** ہے: غرض اُس ارادہ کو کہتے ہیں جس کیلئے کوئی کام کیا جائے۔ اور غایت اُس نتیجہ کو کہتے ہیں جو اُس کام پر مرتب ہو مثلاً قلم خریدنے کیلئے بازار جانا غرض اور قلم خریدنا غایت ہے۔ علم فقہ کی غرض وغایت "اَلْفَوْزُ بِسَعَادَةِ الدَّارَيْنِ"۔ دارین سے مراد دنیا و آخرت ہیں یعنی دنیا و آخرت کی نیک بختی حاصل کرکے کامیاب ہونا۔ دنیا کی کامیابی یہ ہے کہ علم فقہ کے ذریعہ عالم جہالت کی تاریکی سے نکل کر خود بھی علم کی روشنی میں آئے گا اور دوسروں کو بھی لائے گا۔ پھر احکامات پر عمل کیا جائے گا۔ اور آخرت کی کامیابی یہ ہے کہ فقیہ جس کی چاہے گا سفارش کرے گا اور جنت حاصل کرے گا۔

چوتھی بات **حکم** ہے: علم فقہ کا حکم یہ ہے کہ ضروریات دین کا سیکھنا فرض ہے اور اس کے علاوہ کا علم حاصل کرنا مستحب ہے۔

مُقَدِّمَہ

چند ضروری اصطلاحات جو فقہ اور کتبِ فقہ میں استعمال ہوتے رہتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ جو احکامِ خداوندی بندوں کے افعال واعمال کیساتھ تعلق رکھتے ہیں ان کی آٹھ قسمیں ہیں: نمبر ا۔ فرض، ۲۔ واجب، ۳۔ سنت، ۴۔ مستحب، ۵۔ حرام، ۶۔ مکروہِ تحریمی، ۷۔ مکروہِ تنزیہی، ۸۔ مباح۔

فرض: وہ حکم ہے جو دلیلِ قطعی (یعنی قرآن یا حدیثِ متواتر مشہور) سے ثابت ہو، اسکا بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق ہے اور عذاب کا مستحق، اور جو اسکا انکار کرے وہ کافر ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ۔

پھر فرض کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ا: فرضِ عین، ۲: فرضِ کفایہ۔

فرضِ عین: وہ حکم ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک پر ضروری ہو۔ اور بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہو۔ جیسے پانچ وقت کی نماز، جمعہ کی نماز۔

فرضِ کفایہ: وہ حکم ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک پر ضروری نہ ہو بلکہ کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جاتا ہے اور اگر کوئی بھی اس کو ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہونگے جیسے نمازِ جنازہ۔

واجب: وہ عمل ہے جو دلیلِ ظنّی (دلیل ظنی خبر واحد کو کہتے ہے) سے ثابت ہو، اُس کا بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے بشر طیکہ بغیر کسی تاویل، حیلہ، یاشبہ کے چھوڑے اور اس کا انکار کرنے والا بھی فاسق ہے مگر کافر نہیں۔ جیسے وتر کی نماز، عیدین وغیرہ۔

سنت: وہ عمل ہے جس کو نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) سنتِ مؤکدہ، (۲) سنتِ غیر مؤکدہ۔

سنتِ مؤکدہ: وہ عمل ہے جس کو نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو اور بغیر کسی عذر کے کبھی نہ چھوڑا ہو، اس کا حکم بھی عمل کے اعتبار سے واجب کی طرح ہے یعنی بلا عذر چھوڑنے والا اور چھوڑنے کی عادت بنانے والا فاسق اور گنہگار ہے اور حضور ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ ہاں! کبھی ایک آدھ مرتبہ چھوٹ جائے تو کوئی بات نہیں مگر واجب کو چھوڑنے میں گناہ زیادہ ہے۔

سنتِ غیر مؤکدہ: وہ عمل ہے جس کو نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور بغیر کسی عذر کے کبھی چھوڑا بھی ہو، اسکا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور چھوڑنے والا عذاب کا مستحق نہیں ہے۔ نیز اسکو سنتِ زائدہ، سنتِ عادیہ بھی کہتے ہیں۔ جیسے عشاء سے پہلے چار رکعت۔

مستحب: وہ عمل ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے کیا ہو لیکن ہمیشہ نہیں بلکہ کبھی کبھی۔ اس کا کرنے والا بھی ثواب کا مستحق اور نہ کرنے والے پر کسی قسم کا گناہ نہیں ہے۔ اور فقہاء کی زبان میں اس مستحب کو نفل، مندوب، تطوّع بھی کہتے ہیں۔ جیسے چاشت، اوابین۔

حرام: وہ فعل ہے جسکی حرمت دلیلِ قطعی (قرآن یا حدیث متواتر مشہور کو دلیل قطعی کہتے ہیں) سے ثابت ہو اس کے حرام ہونے کا منکر کافر اور بغیر عذر کے اُس کا کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ جیسے کفر، شراب، زنا، یتیم کا مال کھانا۔

مکروہ تحریمی: وہ فعل ہے جو دلیل ظنی (خبر واحد کو دلیل ظنی کہتے ہیں) سے ثابت ہو، اس کا انکار کرنے والا فاسق [illegible]
کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے۔ جیسے فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل۔

مکروہ تنزیہی: وہ فعل ہے جس کے کرنے میں عذاب نہ ہو اور نہ کرنے میں ثواب ہے۔ جیسے بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

مباح: وہ فعل ہے جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہو۔ کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں گناہ نہ ہو۔ (ردالمحتار ماخوذ از بہشتی زیور)

بسم الله الرحمن الرحیم

(شروع کرتا ہوں) ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا (ہے)۔

صاحب کتاب الفقہ المیسر نے اپنی کتاب کو بسم اللہ سے شروع کیا اسکی دو وجہیں ہیں: (نمبر ۱) قرآن پاک کا اتباع کرتے ہوئے۔ (نمبر ۲) حدیث کا اتباع کرتے ہوئے۔ کیونکہ قرآن پاک بھی بسم اللہ سے شروع ہوا ہے اور حدیث پاک میں بھی آتا ہے کُلُّ أَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَایُبْدَأُ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ أَقْطَعُ"۔ (رواہ ابو داؤد، وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ) کہ جس مہتم بالشان کام کی ابتداء بسم اللہ الرحمن الرحیم سے نہ کی گئی ہو وہ بے برکت ہوتا ہے۔

کِتَابُ الطَّهَارَةِ

حلِّ لغات: کِتَابٌ: کی جمع کُتُبٌ بمعنی کتاب۔ طَهَارَةٌ، نصر، کرم، سے مصدر ہے بمعنی پاک ہونا، باعتبار انواع اور اقسام اسکی جمع طَهَارَاتٌ آتی ہے۔ (مصباح)

ترجمہ: (یہ) کتاب پاکی کے (احکام کے بیان میں) ہے۔

تشریح: اس مذکورہ بالا جملے میں تین باتیں ہیں: نمبر ۱: نحوی ترکیب، نمبر ۲: لفظِ کتاب سے متعلق، نمبر ۳: لفظِ طہارت سے متعلق۔

پہلی بات کا خلاصہ: نحوی ترکیب کے لحاظ سے اس جملہ میں تین احتمال ہیں۔

پہلی بات: کِتَابُ الطَّهَارَةِ مرکب اضافی ہو کر خبر ہو مبتداء محذوف هٰذَا کی یعنی هٰذَا كِتَابُ الطَّهَارَةِ۔ **دوم:** یہ مبتداء ہو اور اسکی خبر محذوف ہو یعنی كِتَابُ الطَّهَارَةِ هٰذَا۔ **سوم:** یہ کہ فعل محذوف (خُذْ) کا مفعول بہ ہو یعنی خُذْ كِتَابَ الطَّهَارَةِ، یا اِقْرَأْ کا مفعول بہ ہو یعنی اِقْرَأْ كِتَابَ الطَّهَارَةِ لہٰذا پہلے دو احتمالوں کے مطابق كِتَابُ الطَّهَارَةِ مضموم الباء ہوگا اور تیسرے احتمال کے مطابق مفتوح الباء ہوگا مفعول بہ ہونے کی بناء پر۔

دوسری بات کا خلاصہ: کہ کتاب اور کتابت کا لغوی معنی ہیں کسی شئ کو جمع کرنا، اور کتاب کا نام کتاب اسی لئے ہے کہ اس میں حروف جمع کئے جاتے ہیں۔ کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ۔ اور اصطلاح میں "کتاب" مسائل کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جو مستقل طور پر معتبر ہو اور مختلف انواع پر مشتمل ہو۔ جیسے "كِتَابُ الطَّهَارَةِ" میں مختلف انواع مثلاً استنجاء، وضو، پانی، کنوئیں کے مسائل ہیں۔

تیسری بات کا خلاصہ: طہارت: لغت میں تین طرح بولا جاتا ہے، بفتح الطاء، طَهَارَتْ، بضم الطاء، طُهَارَتْ، بکسر الطاء، طِهَارَتْ۔ بفتح الطاء مصدر ہے بمعنی نظافت یعنی صفائی ستھرائی اور بضم الطاء، اس پانی کو کہتے ہیں جس سے پاکی حاصل کی جائے، یا طہارت کے بعد بچ جائے۔ اور بکسر الطاء آلۂ نظافت وصفائی وستھرائی جیسے، لوٹا وغیرہ۔ اور شریعت کی اصطلاح میں طہارت نجاستِ حکمیہ (حدث اکبر یعنی جنبی ہونا، حدثِ اصغر یعنی بے وضو ہونا) اور نجاستِ حقیقیہ (بدن یا کپڑے کا ظاہری گندگی سے آلودہ ہونا) سے پاک ہونے کو کہتے ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (البقرۃ ۲۲۲)

حل لغات: یُحِبُّ، مضاعف ثلاثی بابِ افعال سے مضارع کا صیغہ ہے بمعنی پسند کرنا۔ اَلتَّوَّابِیْنَ، اَلتَّوَّابُ کی جمع ہے اور تَوَّابٌ صیغہ مبالغہ ہے اجوف واوی باب نصر سے تَابَ یَتُوْبُ تَوْبَۃً بمعنی رجوع کرنا، گناہ چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا تو تَوَّابٌ بمعنی بہت زیادہ اللہ کی طرف متوجہ ہونے والا۔ (مصباح اللغات)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلاشبہ اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے بہت پاک رہنے والوں کو۔

تشریح: مصنف رحمہ اللہ نے آیتِ وضو سے کتاب کا آغاز کیا تیمناً برکت حاصل کرنے کیلئے۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: «اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ» (رواہ احمد)

حل لغات: طُهُوْرٌ، بضم الطاء مصدر ہے نصر، کرم سے بمعنی پاک ہونا۔ شَطْرٌ، بمعنی جز، نصف، جانب کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور اسکی جمع اَشْطُرٌ، شُطُوْرٌ ہیں۔ (مصباح)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: پاکی ایمان کا آدھا حصہ ہے۔

اَلطَّهَارَۃُ هِیَ اَسَاسُ الْعِبَادَاتِ فَلَا تَصِحُّ الصَّلَاۃُ اِلَّا بِالطَّهَارَۃِ۔

حل لغات: اَسَاسٌ، کی جمع اُسُسٌ بمعنی بنیاد۔ عِبَادَاتٌ، جمع ہے عِبَادَۃٌ کی، مصدر ہے نصر سے بمعنی پرستش کرنا، پوجنا۔ لَاتَصِحُّ، مضارع منفی کا صیغہ ہے مضاعف ثلاثی از باب ضرب بمعنی تندرست ہونا، ہر عیب سے پاک ہونا۔ صَلٰوۃٌ، ناقص واوی سے بمعنی نماز۔ جمع صَلَوَاتٌ۔ بِالطَّهَارَۃِ، میں "با" مصاحبت کیلئے ہے بمعنی ساتھ۔

ترجمہ: پاکی ہی عبادتوں کی بنیاد ہے لہٰذا نماز درست نہیں مگر پاکی کے ساتھ۔

تشریح: حدیث میں طہارت کو نصفِ ایمان فرمایا گیا۔ محدثین فرماتے ہیں کہ: جب ایک کافر مسلمان ہوتا ہے تو اسکے پچھلے گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، معاف ہو جاتے ہیں۔ اور جب کوئی مسلمان وضو کر کے پاکی حاصل کرتا ہے تو اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ نہیں اسلئے طہارت نصفِ ایمان ہوئی۔

بعض شراح فرماتے ہیں کہ ایمان سے مراد اس حدیث میں نماز ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ صحتِ صلوٰۃ کیلئے طہارت اہم ترین شرط ہے۔ تو گویا کہ طہارت نصفِ صلوٰۃ ہوئی۔

دوسری یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دین کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ ۱: ایمانیات (اعتقادیات) ۲: عبادات، ۳: معاملات، ۴: معاشرت (آداب) ۵: سیاست و قضا (عقوبات)۔

اس کتاب میں مصنف رحمہ اللہ نے صرف دوسری بات کو بیان فرمایا ہے۔ باقی باتیں بڑی کتب میں موجود ہیں۔ پھر عبادات میں سے اہم ترین عبادت نماز ہے۔ کیونکہ ایمان کے بعد نماز ہی کا ذکر ہے۔ "اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ"۔ حدیث میں ہے: "اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ"۔ اسلئے مصنف رحمہ اللہ نے نماز کو زکوٰۃ، روزے، حج وغیرہ سے پہلے بیان کیا۔

پھر نماز کیلئے طہارت ضروری ہے، "مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ"۔ اسلئے مصنف رحمہ اللہ نے پہلے طہارت کے مسائل بیان کئے پھر نماز کے۔ چنانچہ مصنف رحمہ اللہ نے طہارت کے مسائل کا آغاز آیت اور حدیث سے کیا۔ اسکی دو وجہیں ہیں۔ (نمبر۱) تیمنا و تبرکا برکت حاصل کرنے کیلئے (نمبر۲) طہارت کے وجوب پر دلیل بناتے ہوئے۔

پھر مصنف رحمہ اللہ نے دعویٰ کیا کہ طہارت عبادات کی بنیاد ہے، مراد عبادات سے یہاں نماز ہے۔ لہذا بغیر طہارت کے نماز جائز اور مقبول نہیں ہے جس طرح مکان بغیر بنیاد کے بے کار ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُوْرُ﴾ (رواہ احمد والترمذی)

حل لغات: مِفْتَاحٌ: بمعنی کنجی۔ جمع مَفَاتِيْحُ۔ جَنَّةٌ: بمعنی باغ۔ جمع جِنَانٌ، جَنَّاتٌ۔ (مصباح)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی پاکی ہے۔

تشریح: مصنف رحمہ اللہ نے اپنے دعوے کی دوسری دلیل حدیث سے پیش کر دی۔ کہ جس طرح تالا بغیر کنجی کے نہیں کھلتا اسی طرح جنت میں داخلہ بغیر نماز کے نہیں ہو سکتا اور جس طرح تالا لگا ہوا بند کمرہ بغیر کنجی کے نہیں کھل سکتا اسی طرح بغیر طہارت کے نماز میں آدمی داخل نہیں ہو سکتا۔

مَعْنَى الطَّهَارَةِ

اَلطَّهَارَةُ فِي اللُّغَةِ اَلنَّظَافَةُ۔ وَالطَّهَارَةُ فِي الشَّرْعِ تَنْقَسِمُ إِلٰى قِسْمَيْنِ: (۱) طَهَارَةٌ مِنَ الْحَدَثِ، وَتُسَمَّى الطَّهَارَةَ الْحُكْمِيَّةَ۔ (۲) وَطَهَارَةٌ مِنَ النَّجَاسَةِ، وَتُسَمَّى الطَّهَارَةَ الْحَقِيْقِيَّةَ۔

حل لغات: معنٰی: مقصود اور مطلب کو کہتے ہیں۔ جمع مَعَانِي۔ لُغَةٌ: ہر قوم کی وہ زبان جس سے وہ اپنے مقاصد ظاہر کرے، یہاں عربی زبان مراد ہے۔ جمع لُغَاتٌ۔ نَظَافَةٌ: مصدر ہے باب کرم سے بمعنی صاف ستھرا ہونا، بارونق و حسین ہونا۔ شَرْعٌ یا شَرِيْعَتٌ: اللہ کے مقرر کئے ہوئے احکام یعنی دین اسلام۔ جمع شَرَائِعُ۔ تَنْقَسِمُ: مضارع مؤنث غائب کا صیغہ ہے صحیح از باب انفعال، بمعنی تقسیم ہونا۔ قِسْمَيْنِ: تثنیہ ہے قِسْمٌ کی، جمع أَقْسَامٌ۔ حَدَثٌ: بمعنی نئی چیز، ناپاکی۔ جمع أَحْدَاثٌ۔ تُسَمّٰى: مضارع مجہول مؤنث غائب کا صیغہ ہے ناقص واوی از باب نصر بمعنی نام رکھنا۔ حُكْمِيَّةٌ: بمعنی حکم والی، اسم منسوب ہے۔ حَقِيْقِيَّةٌ: بمعنی حقیقت والی۔ (مصباح)

ترجمہ: طہارت کا معنی: طہارت لغت میں صفائی کو کہتے ہیں۔ اور طہارت شریعت میں دو قسموں کی طرف تقسیم ہوتی ہے۔ صفائی ناپاکی سے اور اس کا نام طہارتِ حکمیہ رکھا جاتا ہے اور صفائی گندگی سے اور اس کا نام طہارتِ حقیقیہ رکھا جاتا ہے۔

تشریح: مصنف رحمہ اللہ طہارت کے مسائل میں لگنے سے پہلے طہارت کا مفہوم بتاتے ہیں کہ طہارت عربی زبان میں صفائی اور پاکی کو کہتے ہیں۔ اور شریعت کی زبان میں پاکی کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: حدث سے پاکی، حدث سے مراد بے وضو ہونا یا جنبی ہونا۔ اور اس طہارت کو طہارتِ حکمیہ کہتے ہیں اسلئے کہ جب آدمی بے وضو ہو جائے یا جنبی ہو جائے تو ظاہری اعضاء پر کوئی گندگی نظر نہیں آتی۔ لیکن شریعت پھر بھی اس آدمی پر ناپاک ہو۔۔۔

کا اسم لگتی ہے۔ تو گویا کہ یہ بندہ جو بے وضو ہے یا جنابت کی حالت میں ہے۔ حکماً ناپاک ہے اب اس [illegible]
کہیں گے۔

دوسری قسم: نجاست سے پاکی۔ نجاست سے مراد وہ گندگی ہے جو نظر آتی ہو جیسے پیشاب، پاخانہ، خون [illegible] حقیقتاً نظر آتی ہے اور عقل بھی مانتی ہے اس لئے اس نجاست کو حقیقیہ اور اسکے دور کرنے کو طہارت حقیقیہ کہتے ہیں۔

أَمَّا الطَّهَارَةُ مِنَ الْحَدَثِ فَتَحْصُلُ بِالْوُضُوْءِ أَوْ بِالْغُسْلِ أَوْ بِالتَّيَمُّمِ إِذَا تَعَذَّرَ اِسْتِعْمَالُ الْمَاءِ۔

حل لغات وترکیب: أَمَّا: شرطیہ ہے کیونکہ آگے "فا" آرہی ہے اور یہی أَمَّا کے شرطیہ ہونے کی علامت ہے۔ [illegible] مِنَ النَّجَاسَةِ" طہارت سے حال ہے۔ ذوالحال حال مل کر مبتدأ متضمن بمعنی شرط۔ فَتَحْصُلُ: [illegible] تَحْصُلُ: مؤنث غائب کا صیغہ ہے مضارع سے صحیح از باب نصر، بمعنی حاصل ہونا، ثابت ہونا۔ وُضُوْء: اس لفظ میں تین [illegible] وُضُوْء، وَضُوْء، وِضُوْء۔ واو کے ضمہ کیساتھ وُضُوْء فعل مخصوص یعنی مخصوص اعضاء (چہرہ، ہاتھ، پاؤں) کو دھونے اور [illegible] کا نام ہے۔ اور واو کے فتحہ کیساتھ وَضُوْء اس پانی کا نام ہے جو وضو کیلئے مہیا کیا گیا ہو۔ اور واو کے کسرہ کیساتھ وِضُوْء آلۂ طہارت کا نام ہے۔ جیسے لوٹا وغیرہ۔ غُسْل: کے لفظ میں بھی تین اعراب ہیں۔ غین کا ضمہ غُسْلٌ: تمام بدن کا دھونا، یا وہ پانی جس سے غسل کیا جائے۔ [illegible] فتحہ غَسْلٌ مصدر ہے بمعنی دھونا۔ غین کا کسرہ غِسْلٌ وہ چیز جس سے سر دھویا جائے جیسے خطمی، صابن، شیمپو وغیرہ۔ تَيَمُّمٌ: مصدر ہے باب تفعّل مثال یائی مضاعف سے بمعنی قصد کرنا اور ارادہ کرنا۔ اِسْتِعْمَالٌ: باب استفعال کا مصدر ہے بمعنی استعمال کرنا، کام میں لانا۔ مَاءٌ: بمعنی پانی اسکی جمع مِيَاهٌ ہے۔ "بِالْوُضُوْءِ وغیرہ" میں باسببیہ ہے۔ (مصباح)

ترجمہ: بہرحال حدث سے پاکی تو وہ حاصل ہوتی ہے وضو کے ذریعہ یا غسل کے ذریعہ یا تیمم کے ذریعہ جبکہ پانی کا استعمال مشکل ہو۔

تشریح: ربط ماقبل کے ساتھ: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے طہارت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کی، پھر طہارت کی قسمیں بیان کیں۔ اب یہاں سے طہارت کے حصول کا طریقہ بتلا رہے ہیں۔ تو فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: طہارت حدث (یعنی نجاست حکمیہ) سے حاصل ہوتی ہے وضو کے ذریعہ جبکہ آدمی صرف بے وضو ہو۔ یا غسل سے جبکہ آدمی جنبی ہو یا پاکی حاصل ہوتی ہے تیمم سے جبکہ پانی کا استعمال دشوار ہو۔ دشوار ہونے کے دو مطلب ہیں یا پانی ہی نہ ملے یا پانی تو ہو لیکن استعمال نہیں کر سکتا جسکی تفصیل انشاء اللہ باب التیمم میں عنقریب آجائے گی۔ اسی طرح وضو اور غسل کو بھی مصنف رحمۃ اللہ علیہ آگے بیان کریں گے۔

وَأَمَّا الطَّهَارَةُ مِنَ النَّجَاسَةِ فَتَحْصُلُ بِإِزَالَةِ النَّجَاسَةِ بِوَسَائِلِ الطَّهَارَةِ مِنَ الْمَاءِ الْخَالِصِ أَوِ التُّرَابِ الطَّاهِرِ أَوِ الْحَجَرِ أَوِ الدَّبْغِ۔

حل لغات: نَجَاسَةٌ: مصدر ہے باب کرم سے بمعنی گندا ہونا، ناپاک ہونا۔ لیکن یہاں معنی مصدری مراد نہیں بلکہ وہ نفس گندگی مراد ہے جو بدن یا کپڑے وغیرہ کو لگ گئی ہو۔ إِزَالَةٌ: مصدر ہے باب افعال کا اجوف واوی سے بمعنی ہٹانا، دور کرنا۔ وَسَائِلُ: جمع ہے وَسِيْلَةٌ کی بمعنی ذریعہ۔ خَالِصٌ: اسم فاعل ہے باب نصر کا صحیح سے بمعنی پانی کا صاف ہونا۔ تُرَابٌ: مٹی۔ جمع أَتْرِبَةٌ، تُرْبَانٌ۔ طَاهِرٌ: بمعنی پاک [illegible] فاعل ہے باب کرم سے۔ حَجَرٌ: بمعنی پتھر۔ جمع أَحْجَارٌ۔ دَبْغٌ: مصدر ہے فتح، نصر، ضرب سے بمعنی چمڑا پکانا، مسالہ لگانا۔ [illegible]

ترجمہ: اور بہر حال ظاہری گندگی سے پاکی تو وہ حاصل ہوتی ہے گندگی کو دور کرنے کیساتھ پاکی کے اسباب کے ذریعہ یعنی پانی، پاک مٹی یا پتھر یا دِباغت (چمڑے کو مسالہ لگانے) کے ذریعہ۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ طہارت کی دوسری قسم طہارتِ حقیقیہ کے حصول کا طریقہ بتلا رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: طہارت نجاست یعنی نجاستِ حقیقیہ سے حاصل ہوگی اس نجاستِ حقیقیہ کو دور کرنے سے پاکی کے اسباب میں سے کسی سبب کو استعمال کرنے کے ذریعہ۔ آگے "مِنْ" بیانیہ ہے وسائل سے کہ وہ ذرائع اور اسباب خالص پانی ہے یعنی وہ پانی جو گندگی وغیرہ سے محفوظ ہو، (پاک اور ناپاک پانی نیز کونسے پانی سے طہارت حاصل ہو سکتی ہے اور کونسے پانی سے نہیں یہ آگے بیان ہو رہا ہے) دوسرا سبب پاکی کا مٹی ہے، جیسے موزہ جب اس کو جسم دار نجاست لگ جائے جیسے پاخانہ، گوبر وغیرہ تو مٹی پر یا زمین پر رگڑنے سے بھی پاک ہو جائے گا۔ تیسرا سبب پتھر ہے۔ مثلاً جب پیشاب، پاخانہ نکلے اور اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھے تو پتھر سے استنجا کرنے سے بھی پاک ہو جائے گا بشرطیکہ وہ تر ہو، اگر خشک ہو جائے تو پھر وہ جگہ صرف دھونے سے پاک ہوگی۔ چوتھا سبب دِباغت ہے مثلاً مردار جانور کے چمڑے کو مسالے لگائے گئے تو وہ پاک ہو جائے گا، ان اسباب میں سے ہر ایک کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اَلْمِيَاهُ الَّتِي تَحْصُلُ بِهَا الطَّهَارَةُ

تَحْصُلُ الطَّهَارَةُ بِالْمَاءِ الْمُطْلَقِ وَالْمَاءُ الْمُطْلَقُ : هُوَ الْمَاءُ الَّذِي بَقِيَ عَلَى أَوْصَافِ خِلْقَتِهِ وَلَمْ تُخَالِطْهُ نَجَاسَةٌ وَلَمْ يَغْلِبْ عَلَيْهِ شَيْءٌ۔

حلِّ لغات: مُطْلَقٌ، اسم مفعول ہے باب افعال کا صحیح سے، بمعنی چھوڑا ہوا۔ بَقِيَ، بمعنی باقی رہنا ماضی غائب کا صیغہ ہے باب سَمِعَ سے ناقص یائی۔ أَوْصَافٌ، جمع ہے وَصْفٌ کی، بمعنی خوبی۔ خِلْقَةٌ، بمعنی فطرت، پیدائش، ہیئت۔ جمع خِلَقٌ۔ لَمْ تُخَالِطْ، واحد مؤنث غائب نفی جحد بلم کا صیغہ ہے باب مفاعلہ صحیح سے، بمعنی ملنا۔ لَمْ يَغْلِبْ، نفی جحد باب ضرب سے بمعنی غالب آنا۔ شَيْءٌ، بمعنی چیز۔ جمع أَشْيَاءُ۔ (مصباح)

ترکیب: اَلْمِيَاهُ الَّتِي تَحْصُلُ بِهَا الطَّهَارَةُ، یہ عبارت موصوف صفت سے مل کر خبر ہے مبتدأ محذوف هٰذِهٖ کیلئے۔

ترجمہ: وہ پانی جن سے پاکی حاصل ہو سکتی ہے (وہ یہ ہیں) پاکی حاصل ہوتی ہے مطلق پانی سے، اور مطلق پانی وہ پانی ہے جو اپنی فطری خوبیوں پر باقی ہو۔ اور اس کیساتھ کوئی گندگی نہ ملی ہو۔ اور نہ ہی اس پانی پر کوئی اور چیز غالب آئی ہو۔

تشریح: ربط ما قبل کیساتھ: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے طہارت کی دو قسمیں بیان کیں، پھر ان میں سے طہارتِ حکمیہ کو پہلے بیان کیا اسلئے کہ اسکی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ پھر چونکہ طہارت کی دونوں قسموں میں پانی کی ضرورت پڑتی ہے اور اکثر پانی استعمال ہوتا ہے، اس لئے اب پانی کے احکام بیان کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: طہارت حاصل ہوتی ہے مطلق پانی کے ذریعہ، آگے مصنف خود مطلق پانی کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ مطلق پانی وہ ہے جو اپنے فطری اور طبعی اوصاف پر برقرار ہو (اور پانی کے طبعی اوصاف اسکا باریک اور پتلا ہونا اور بہنا ہے، اور رنگ، مزہ، بو کا درست ہونا ہے۔) آگے فرمایا کہ: اس پانی میں کسی قسم کی گندگی بھی نہ ملی ہو۔ اور نہ ہی کوئی دوسری چیز پانی پر

آئی ہو چاہے وہ پاک کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر پاک چیز مل گئی پانی میں اور ابھی تک پانی پر غالب نہیں ائی تو وہ بھی مطلق پانی ہے اس سے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔

وَيَنْدَرِجُ فِي الْمَاءِ الْمُطْلَقِ. مَاءُ السَّمَآءِ. مَاءُ النَّهْرِ. مَاءُ الْبِئْرِ. مَاءُ الْعَيْنِ. مَاءُ الْبَحْرِ. مَاءٌ ذَابَ مِنَ الثَّلْجِ. مَاءٌ ذَابَ مِنَ الْبَرَدِ.

حلِّ لغات: يَنْدَرِجُ: واحد مذکر غائب مضارع صحیح از باب انفعال بمعنی داخل ہونا۔ سَمَآءٌ: بمعنی آسمان، فضاء جمع سَمَاوَاتٌ۔ نَهْرٌ: بمعنی ندی، دریا۔ جمع أَنْهَارٌ۔ بِئْرٌ: بمعنی کنواں۔ جمع آبَارٌ (یہ مؤنث ہے)۔ عَيْنٌ: بمعنی چشمہ۔ جمع عُيُوْنٌ۔ بَحْرٌ: بمعنی سمندر۔ جمع بِحَارٌ۔ ذَابَ: واحد مذکر غائب ماضی اجوف واوی از نصر بمعنی پگھلنا۔ ثَلْجٌ: بمعنی برف۔ جمع ثُلُوْجٌ۔ بَرَدٌ: بمعنی اولہ۔

ترجمہ: اور مطلق پانی میں داخل ہے بارش کا پانی، نہر کا پانی، کنویں کا پانی، چشمے کا پانی، سمندر کا پانی، وہ پانی جو برف سے پگھلا ہو، وہ پانی جو اولوں سے پگھلا ہو۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ: طہارت مطلق پانی سے حاصل ہوتی ہے۔ پھر مطلق پانی کی تعریف اور پہچان کرائی اب یہاں اس عبارت سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض مطلق پانی کی مثالیں بیان کرنا ہے۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مطلق پانی میں بارش کا پانی داخل ہے۔ بارش کے پانی کو کتاب والے نے "مَاءُ السَّمَآءِ" کہا یعنی آسمان کا پانی۔ کیونکہ "سماء" کا ترجمہ ہے اوپر کی جانب، اور بارش بھی اوپر سے اترتی ہے اس لئے بارش کو "مَاءُ السَّمَآءِ" کہا۔ تو بارش کے پانی سے طہارت حاصل ہو سکتی ہے اس لئے کہ بارش کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے: "وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا" ہم نے آسمان سے پاک پانی برسایا۔ لہٰذا اگر بارش کا پانی کسی برتن یا پاک گھڑے میں جمع کر دیا جائے پھر اس سے وضو یا غسل کیا جائے تو جائز ہے۔ دوسری مثال نہر کا پانی، تیسری مثال کنویں کا پانی، چوتھی مثال چشمے کا پانی یہ بھی در حقیقت بارش کا پانی ہے۔ پانچویں مثال سمندر کا پانی اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "هُوَ الطَّهُوْرُ مَاؤُهُ" یعنی سمندر کا پانی پاک ہے۔ چھٹی مثال برف کا پانی، ساتویں مثال اولے کا پانی چونکہ برف اور اولہ بھی در حقیقت آسمان کا پانی ہے جو منجمد ہو جاتا ہے، یا مشین کے ذریعہ جیسے آج کل فریج وغیرہ ہیں یا قدرتی طور سے جیسے ٹھنڈے علاقوں میں پہاڑوں پر برف گرتی ہے۔ اور اولہ وہ بارش کا پانی جو فضا میں جم جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان سب پانیوں سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔

أَقْسَامُ الْمِيَاهِ وَأَحْكَامُهَا

تَقْسِيْمُ الْمِيَاهِ بِاعْتِبَارِ الْمِيَاهِ الَّتِيْ تَحْصُلُ بِهَا الطَّهَارَةُ وَالْمِيَاهِ الَّتِيْ لَا تَحْصُلُ بِهَا الطَّهَارَةُ إِلَى خَمْسَةِ أَقْسَامٍ۔

حلِّ لغات: أَقْسَامٌ: جمع ہے قِسْمٌ کی بمعنی تقسیم شدہ چیز کا ایک حصہ۔ أَحْكَامٌ: جمع ہے حُكْمٌ کی کسی چیز پر مرتب ہونے والے اثر کو کہتے ہیں مثلاً کسی نے پاک پانی سے وضو کیا تو اس پر یہ اثر مرتب ہوا کہ طہارت حاصل ہو گئی اور اس وضو سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

ترکیب: أَقْسَامُ الْمِيَاهِ مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ، وَأَحْكَامُهَا مرکب اضافی ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف ملکر خبر ہوئی مبتدا محذوف هٰذِهٖ کی۔

ترجمہ: پانیوں کی قسمیں اور احکام۔ پانیوں کی تقسیم اُن پانیوں کے اعتبار سے جن سے طہارت حاصل ہوتی ہے اور ان پانیوں سے جن سے طہارت حاصل نہیں ہوتی۔ پانچ قسموں کی طرف ہے۔

تشریح: ربط: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ان پانیوں کی تفصیل بیان کی جن سے طہارت حاصل ہو سکتی ہے۔ اب یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ مختلف قسم کے پانیوں کو بمع انکے احکام بیان کریں گے۔ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: پانی کی اس اعتبار سے کہ کونسے پانی سے طہارت حاصل ہوتی ہے اور کونسے پانی سے نہیں۔ پانچ قسمیں ہیں، آگے خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ ان پانیوں کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

۱۔ طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ غَيْرُ مَكْرُوْهٍ: وَهُوَ الْمَآءُ الْمُطْلَقُ فَإِنَّهُ طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ تَحْصُلُ بِهِ الطَّهَارَةُ ۔ ۲۔ طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ مَكْرُوْهٌ: وَهُوَ الْمَآءُ الَّذِيْ شَرِبَتْ مِنْهُ الْهِرَّةُ ۔ أَوِ الدَّجَاجَةُ ۔ أَوْسِبَاعُ الطَّيْرِ ۔ أَوِالْحَيَّةُ ۔ يُكْرَهُ الْوُضُوْءُ وَالْإِغْتِسَالُ بِذَالِكَ الْمَآءِ إِذَا كَانَ الْمَآءُ الْمُطْلَقُ مَوْجُوْدًا وَلَا كَرَاهَةَ فِيْ إِسْتِعْمَالِهٖ إِذَا لَمْ يُوْجَدْ غَيْرُهٗ۔

حل لغات: مُطَهِّرٌ؛ صیغہ اسم فاعل باب تفعیل صحیح سے بمعنی پاک کرنے والا۔ مَكْرُوْهٌ؛ صیغہ اسم مفعول باب سمع صحیح سے بمعنی ناپسند کیا ہوا۔ شَرِبَتْ؛ صیغہ واحد مونث غائب ماضی صحیح از باب سمع بمعنی پینا۔ اَلْهِرَّةُ؛ بمعنی بلی۔ جمع هِرَرٌ۔ دَجَاجَةٌ؛ بمعنی مرغی۔ جمع دُجُجٌ۔ سِبَاعٌ؛ سَبُعٌ کی جمع ہے بمعنی درندہ۔ طَيْرٌ؛ بمعنی پرندہ۔ جمع طُيُوْرٌ۔ سِبَاعُ الطَّيْرِ بمعنی پرندوں میں سے چیر پھاڑ والے یعنی شکاری پرندے۔ حَيَّةٌ؛ بمعنی سانپ۔ جمع حَيَّاتٌ۔ مَوْجُوْدًا؛ وُجِدَ مجہول سے اسم مفعول کا صیغہ مثال واوی باب ضَرَبَ بمعنی پانا۔ غَيْرٌ؛ بمعنی علاوہ جمع أَغْيَارٌ۔ تَنْزِيْهاً؛ مصدر ہے باب تفعیل کا بمعنی بری بات سے دور کرنا۔ يُكْرَهُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع مجہول صحیح از باب سمع بمعنی ناپسند کرنا۔

فائدہ: يُكْرَهُ؛ یہ صیغہ اکثر مجہول استعمال ہوتا ہے چاہے ماضی میں ہو جیسے كُرِهَ، چاہے مضارع میں ہو جیسے يُكْرَهُ، مگر جس وقت اسکی نسبت کسی معلوم فاعل یعنی انسان کی طرف ہو جیسے كَرِهَ الْعُلَمَاءُ تو پھر معروف ہوگا۔ اسلئے کہ اس کا ترجمہ مکروہ سے کیا جاتا ہے اور مکروہ اسم مفعول ہے اور اسم مفعول فعل مضارع مجہول سے بنتا ہے۔ لہٰذا اس کو معروف كَرِهَ يَكْرَهُ استعمال کرنا غلط ہے۔

ترکیب: تَنْزِيْهاً تمیز ہے يُكْرَهُ فعل مجہول سے۔ طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ غَيْرُ مَكْرُوْهٍ، یہ تینوں خبریں ہیں مبتداء محذوف اَلْقِسْمُ الْأَوَّلُ کی۔

ترجمہ: (ان پانچ قسموں میں سے پہلی قسم وہ پانی ہے) جو پاک ہو، پاک کرنے والا ہو، مکروہ نہ ہو۔ اور وہ مطلق پانی ہے کیونکہ مطلق پانی پاک ہے، پاک کرنے والا ہے۔ اور اس سے طہارت حاصل ہوتی ہے۔ (دوسری قسم وہ پانی ہے) جو پاک ہو، پاک کرنے والا ہو، مکروہ ہو۔ اور یہ وہ پانی ہے جس سے بلی نے پیا ہو یا مرغی نے یا شکاری پرندے نے یا سانپ نے۔ اس سے وضو اور غسل مکروہ ہے کراہت تنزیہیہ کیساتھ۔ جبکہ ماء مطلق موجود ہو۔ اور اس پانی کو استعمال کرنے میں کوئی کراہت (ناپسندیدگی) نہیں جبکہ اس کے علاوہ اور پانی نہ ملے۔

تشریح: پچھلی عبارت کے ساتھ ربط یہ ہے کہ اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: پانی کی پانچ قسمیں ہیں، اب ان قسموں کی تفصیل بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: پہلی قسم وہ پانی ہے جو خود بھی پاک ہو اور پاک کرنے والا بھی ہو اور مکروہ بھی نہ ہو۔ جس پانی میں کوئی نجاست نہ گری ہو تو وہ پانی پاک ہے پھر اگر وہ پانی ثواب کی نیت سے استعمال بھی نہیں کیا گیا تو پاک کرنے والا بھی ہے اور اگر بلی، آزاد پھرنے والی مرغی اور گھر کے کیڑے مکوڑوں نے اس پانی کو جھوٹا بھی نہیں کیا تو وہ مکروہ بھی نہیں۔

آگے وَهُوَ الخ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ بتارہے ہیں کہ یہ طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ غَيْرُ مَكْرُوْهٍ پانی ہے مطلق ہے کیونکہ ۔۔۔
ہے مکروہ نہیں ہے۔ یہ عبارت الفقه الميسر کے اکثر نسخوں میں اس طرح ہے۔ وَالْمَاءُ الْمُطْلَقُ طَاهِرٌ وَتَخَصَّصَ بِهِ ۔۔۔
لیکن صحیح وہی نظر آتی ہے جو ہم نے نقل کی کیونکہ آگے باقی پانی کی اقسام میں بھی یہ عبارت ہے۔

دوسری قسم وہ پانی ہے جو پاک ہو، پاک کرنے والا ہو لیکن مکروہ ہو اور یہ وہ پانی ہے جس کو بلی یا مرغی یا شکاری پرندے یا سانپ نے جھوٹا کیا ہو کیونکہ ان کا گوشت حرام ہے اصل تو اس پانی کو ناپاک ہونا چاہیئے تھا لیکن ان چیزوں سے بچنا مشکل ہے کیونکہ اکثر یہ گھروں میں رہتے ہیں اور برتن میں منہ ڈال دیتے ہیں اس وجہ سے ناپاک تو نہیں لیکن مکروہ ضرور ہے لیکن یہ مکروہ اس وقت ہے کہ جب بلی نے چوہا کھانے کے فوراً بعد پانی میں منہ نہ ڈالا ہو۔ اگر چوہا کھانے کے فوراً بعد پانی میں منہ ڈال دے تو پھر وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔

آگے يُكْرَهُ الخ سے اس پانی کا حکم بیان فرمارہے ہیں کہ جب ماء مطلق (پاک پانی) موجود ہو تو پھر اس پانی سے وضو یا غسل کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ تنزیہی کا مطلب ہم اصطلاحات میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ اس سے وضو کرنے میں گناہ نہیں لیکن وضو نہ کرنا بہتر ہے۔ اور اگر اس پانی کے علاوہ اور پانی نہ ملے تو پھر بلا کراہت اس پانی کو استعمال کر سکتے ہیں۔

۳۔ طَاهِرٌ وَلٰكِنْ وَقَعَ الشَّكُّ فِيْ كَوْنِهٖ مُطَهِّرًا: وَهُوَ الْمَاءُ الَّذِيْ شَرِبَ مِنْهُ الْحِمَارُ اَوِ الْبَغْلُ فَاِنَّهٗ طَاهِرٌ بِدُوْنِ شَكٍّ وَلٰكِنْ هَلْ يَصِحُّ بِهِ التَّوَضُّؤُ اَمْ لَا يَصِحُّ بِهِ التَّوَضُّؤُ. فَقَدْ وَقَعَ الشَّكُّ فِيْ ذٰلِكَ۔ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ غَيْرَهٗ تَوَضَّأَ بِهٖ وَتَيَمَّمَ وَلَهُ الْخِيَارُ اِنْ شَآءَ قَدَّمَ الْوُضُوْءَ عَلَى التَّيَمُّمِ وَاِنْ شَآءَ قَدَّمَ التَّيَمُّمَ عَلَى الْوُضُوْءِ۔

حلِّ لغات: حِمَارٌ: بمعنی گدھا۔ جمع حَمِيْرٌ۔ بَغْلٌ: بمعنی خچر۔ جمع بِغَالٌ۔ تَوَضُّؤٌ: باب تفعّل کا مصدر ہے مہموز اللام سے بمعنی وضو کرنا۔ لَمْ يَجِدْ: مضارع غائب مثال واوی سے نفی جحد ہے وِجْدَانٌ مصدر ہے بمعنی پانا۔ تَيَمُّمٌ: بمعنی قصد کرنا، پاک مٹی کا ارادہ کرنا۔ شَآءَ: ماضی غائب مہموز اللام اجوف یائی بمعنی چاہنا۔ قَدَّمَ: ماضی غائب باب تفعیل صحیح سے بمعنی آگے کرنا۔

ترجمه: تیسری قسم (وہ پانی ہے) جو پاک ہو لیکن شک واقع ہو اس کے پاک کرنے والا ہونے میں اور یہ وہ پانی ہے جس سے گدھے یا خچر نے پیا ہو پس یقیناً یہ پانی پاک ہے بغیر کسی شک کے لیکن آیا اس پانی سے وضو کرنا صحیح ہے یا اس سے وضو کرنا صحیح نہیں؟ پس تحقیق اس بات میں شک واقع ہوا ہے۔ پس اگر (وضو کا ارادہ رکھنے والا) نہ پائے اس پانی کے علاوہ تو اس پانی سے وضو کرے اور تیمم کرے اور اس کو اختیار ہے، اگر چاہے تو وضو کو مقدم کرے تیمم پر اور اگر چاہے تو تیمم کو مقدم کرے وضو پر۔ (دونوں طرح جائز ہے)

تشریح: تیسری قسم (وہ پانی ہے) جو پاک ہو لیکن اس بات میں شک ہو کہ یہ نجاستِ حکمیہ کو دور کر سکتا ہے یا نہیں اور یہ وہ پانی ہے جس کو گدھے یا خچر نے پی کر جھوٹا کیا ہو۔ اب اسکے پاک ہونے میں کوئی شک نہیں لہٰذا اگر یہ پانی کپڑے، بدن وغیرہ کو لگ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہونگے۔ اسی طرح ناپاک کپڑا دھویا جائے تو وہ بھی پاک ہو جائے گا۔ البتہ طہارتِ حکمیہ (وضو اور غسل) اس سے حاصل ہو گی یا نہیں؟ اس بات میں شک ہے۔ اب شک کی تفصیل کہ شک کیوں ہے یہ بڑی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ الخ: سے اس مشکوک پانی کا حکم بیان کرتے ہیں کہ اگر اس پانی کے علاوہ پاک غیر مشکوک پانی دستیاب نہ ہو تو اس مشکوک پانی کو بھی استعمال کرنا ضروری ہے اور ساتھ ہی ساتھ تیمم کرنا بھی ضروری ہے۔ اب رہی یہ بات کہ کونسا کام پہلے کرے ۔۔۔

میں بندے کو اختیار دیا گیا ہے، چاہے تو پہلے پانی کا استعمال کر کے وضو کر لے بعد میں تیمم کرے چاہے اس کے برعکس کرے دونوں سے طہارت حاصل ہو جائے گی۔

۴۔ طَاهِرٌ غَيْرُ مُطَهِّرٍ: وَهُوَ الْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ فَإِنَّهُ طَاهِرٌ وَلٰكِنَّهُ غَيْرُ مُطَهِّرٍ لَا يَصِحُّ بِهِ التَّوَضُّؤُ۔ وَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ هُوَ الْمَاءُ الَّذِيْ أُسْتُعْمِلَ فِي الْوُضُوْءِ. أَوِ الْغُسْلِ لِرَفْعِ حَدَثٍ أَوْ لِقُرْبَةٍ كَالْوُضُوْءِ عَلَى الْوُضُوْءِ بِنِيَّةِ الثَّوَابِ۔

حل لغات: رَفْعٌ مصدر ہے فتح سے بمعنی اٹھانا۔ یہاں مراد ہے دور کرنا۔ کیونکہ جو چیز اٹھالی جائے وہ دور ہو جاتی ہے۔ قُرْبَةٌ بمعنی نیک کام جس سے اللہ کا قرب حاصل ہو۔ اسی طرح جگہ یا مرتبہ کی نزدیکی۔ جمع قُرَبٌ. قُرُبَاتٌ۔ نِيَّةٌ بمعنی قصد اور ارادہ نِيَّاتٌ جمع ہے۔ ثَوَابٌ اعمال کا بدلہ اچھا ہو یا برا۔ لیکن اچھائی میں اسکا استعمال زیادہ ہے۔ (مصباح)

ترجمہ: چوتھی قسم (وہ پانی ہے) جو پاک ہو پاک کرنے والا نہ ہو۔ اور یہ وہ پانی ہے جو استعمال کیا گیا ہو۔ پس بیشک یہ پاک تو ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں۔ اس سے وضو کرنا درست نہیں۔ اور ماءِ مستعمل وہ پانی ہے جو استعمال کیا گیا ہو وضو میں یا غسل میں ناپاکی کو دور کرنے کیلئے، یا ثواب کیلئے، جیسے وضو پر وضو کرنا ثواب کیلئے۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ پانی کی چوتھی قسم بیان فرمارہے ہیں۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: چوتھی قسم وہ پانی ہے جو خود تو پاک ہو لیکن دوسرے کو پاک نہ کرے اب یہ کونسا پانی ہے؟ آگے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ یہ ماءِ مستعمل ہے۔ ماءِ مستعمل خود تو پاک ہے لیکن اس سے نجاستِ حکمیہ کو زائل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس میں اتنی طاقت نہیں کہ دوسرے کو پاک کردے۔ اور اس سے وضو اور غسل بھی درست نہیں کیونکہ وضو اور غسل میں نجاستِ حکمیہ کو دور کرنا ہوتا ہے۔

وَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ الخ: سے اس کی تعریف کرتے ہیں۔ کہ ماءِ مستعمل وہ پانی ہے جس میں دو باتیں ہوں۔ پہلی بات یہ کہ اس پانی کو کسی حکمی ناپاکی کو دور کرنے کیلئے استعمال کیا گیا ہو۔ مثلاً بے وضو آدمی نے اس سے وضو کر کے حدثِ اصغر کو دور کیا ہو یا جُنبی آدمی نے غسل کر کے حدثِ اکبر کو دور کیا ہو (حدثِ اصغر سے مراد بے وضو ہونا، حدثِ اکبر سے مراد جنابت) تو یہ پانی مستعمل بن گیا۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس پانی کو رفعِ حدث (حکمی ناپاکی کو دور کرنے) کیلئے تو استعمال نہیں کیا گیا البتہ ثواب کی نیت سے استعمال کیا گیا۔ مثلاً ایک آدمی کا وضو ہے اس نے ثواب حاصل کرنے کیلئے دوبارہ وضو کیا تو اس دوبارہ وضو کرنے میں جو پانی استعمال ہوا یہ بھی ماءِ مستعمل ہے۔ اور ماءِ مستعمل کا حکم مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے "لَا يَصِحُّ بِهِ الْوُضُوْءُ" سے بتادیا اگر ایک بے وضو آدمی وضو کرے یا جُنبی آدمی غسل کرے اور پانی کو کسی برتن میں جمع کرے تو اب اس پانی سے دوسرا آدمی وضو یا غسل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ مستعمل پانی ہے جو خود تو پاک ہے لہٰذا اگر کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو بدن اور کپڑا تو ناپاک نہیں ہوگا لیکن دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا۔

فَإِنْ تَوَضَّأَ بِالْمَاءِ مُتَوَضِّئٌ لِتَحْصِيْلِ الْبُرُوْدَةِ. أَوْ لِتَعْلِيْمِ الْوُضُوْءِ. لَمْ يَكُنِ الْمَاءُ مُسْتَعْمَلًا۔ وَإِنْ تَوَضَّأَ بِالْمَاءِ مُحْدِثٌ لِتَحْصِيْلِ الْبُرُوْدَةِ أَوْ لِتَعْلِيْمِ الْوُضُوْءِ صَارَ الْمَاءُ مُسْتَعْمَلًا۔ وَيَصِيْرُ الْمَاءُ مُسْتَعْمَلًا إِذَا أُسْتُعْمِلَ وَانْفَصَلَ عَنْ جَسَدِ الْمُتَوَضِّئِ أَوِ الْمُغْتَسِلِ۔

حل لغات: تَحْصِيْنٌ؛ مصدر ہے باب تفعیل صحیح سے بمعنی حاصل کرنا۔ بُرُوْدَةٌ؛ مصدر ہے باب کرم کا صحیح سے بمعنی ٹھنڈ سے۔ مُحْدِثٌ؛ اسم فاعل ہے باب افعال صحیح سے بمعنی بے وضو ہونا۔ صَارَ؛ ماضی غائب کا صیغہ اجوف یائی سے بمعنی بننا، ہونا۔ اُسْتُعْمِلَ: ماضی مجہول کا صیغہ ہے صحیح سے باب استفعال کا، بمعنی کام میں لانا۔ اِنْفَصَلَ؛ ماضی غائب صحیح از باب انفعال، بمعنی جدا ہونا۔ جَسَدٌ؛ بدن انسانی جمع اَجْسَادٌ۔ مُتَوَضِّئٌ؛ اسم فاعل باب تفعّل مثال واوی مہموز اللام بمعنی وضو کرنے والا۔ مُغْتَسِلٌ؛ اسم فاعل ہے باب افتعال کا صحیح سے، بمعنی غسل کرنے والا، نہانے والا۔ (مصباح)

ترجمہ: پس اگر کسی باوضو آدمی نے پانی کیساتھ وضو کیا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے یا وضو سکھانے کی غرض سے۔ تو پانی مستعمل نہیں بنا۔ اور اگر کسی بے وضو آدمی نے پانی کیساتھ وضو کیا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے یا وضو سکھانے کیلئے۔ تو پانی مستعمل بن گیا۔ اور پانی مستعمل بنے گا اس وقت جب پانی استعمال کیا جائے اور پانی جدا ہو جائے وضو کرنے والے یا غسل کرنے والے کے بدن سے۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ: پانی مستعمل بنتا ہے دو باتوں میں سے ایک بات سے۔ (۱) یا حدث کو دور کرنے کیلئے استعمال کرنے سے (۲) یا ثواب کی نیت سے استعمال کرنے سے۔ اب یہاں سے دو صورتیں بتاتے ہیں کہ جن میں پانی مستعمل بنتا ہے اور جن میں نہیں بنتا۔ چنانچہ اگر کوئی باوضو شخص (متوضی کا مطلب در ترجمہ وضو کرنے والا نہیں بلکہ پہلے سے باوضو شخص) وضو کرے اور مقصود صرف ٹھنڈک حاصل کرنا ہو یا کسی کو وضو کا طریقہ سکھانے کیلئے وضو کرے تو یہ پانی جو اس وضو میں استعمال ہو گا اس پر ماء مستعمل کا حکم نہیں لگے گا کیونکہ نہ تو یہاں رفع حدث پایا گیا ہے کیونکہ وہ تو پہلے سے باوضو ہے۔ اور نہ ثواب کی نیت ہے اور اگر پانی سے کوئی بے وضو آدمی ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے یا وضو سکھانے کی غرض سے وضو کرے تو اس صورت میں پانی مستعمل ہو جائے گا۔ کیونکہ اب اس پانی سے ناپاکی دور ہو گئی اگرچہ اسکی نیت ناپاکی کو دور کرنے کی نہیں تھی۔ بلکہ ٹھنڈک یا تعلیم تھی۔ لیکن چونکہ ناپاکی دور ہونے کیلئے نیت شرط نہیں اسلئے بغیر نیت کے بھی ناپاکی دور ہو گئی اور یہ شخص پاک ہو گیا۔ لہٰذا پانی مستعمل بن گیا۔

وَيَصِيْرُ الْمَاءُ مُسْتَعْمَلاً الخ۔ سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ پانی کب مستعمل بنے گا۔ عضو پر ڈالتے ہی یا جدا ہونے کے بعد؟ تو فرمایا کہ: پانی مستعمل اس وقت بنے گا جب پانی عضو پر استعمال کیا جائے یعنی اس سے عضو کو دھویا جائے اور پھر وہ پانی وضو یا غسل کرنے والے کے بدن سے الگ ہو جائے۔

۵. نَجِسٌ: وَهُوَ الْمَاءُ الْقَلِيْلُ الرَّاكِدُ الَّذِيْ لَاقَتْهُ النَّجَاسَةُ سَوَاءٌ ظَهَرَ فِي الْمَاءِ أَثَرُ النَّجَاسَةِ. أَمْ لَمْ يَظْهَرْ۔ وَإِذَا ظَهَرَ فِي الْمَاءِ أَثَرُ النَّجَاسَةِ صَارَ نَجِسًا سَوَاءٌ كَانَ الْمَاءُ قَلِيْلاً. أَوْ كَانَ كَثِيْرًا أَوْ سَوَاءٌ كَانَ رَاكِدًا أَوْ جَارِيًا۔

حل لغات وترکیب: نَجِسٌ؛ بکسر الجیم، بمعنی ناپاک چیز۔ جمع اَنْجَاسٌ۔ اور بفتح الجیم نَجَسٌ خود ناپاکی کو کہتے ہیں۔ اَلرَّاكِدُ؛ اسم فاعل نصر سے بمعنی ٹھہرا ہوا۔ لَاقَتْ؛ واحد مؤنث غائب ماضی ناقص یائی از باب مفاعلہ بمعنی پانا، ملنا۔ ظَهَرَ؛ باب فتح سے ماضی غائب بمعنی ظاہر ہونا۔ اَثَرٌ؛ بمعنی نشان۔ جمع آثَارٌ۔ سَوَاءٌ؛ بمعنی برابر، درمیان، مثل۔ جمع اَسْوَاءٌ۔ لفیف مقرون سے اسم ہے۔ جَارِيًا؛ اسم فاعل ناقص یائی از باب ضرب بمعنی جاری ہونا۔ نَجِسٌ مبتدا، محذوف، اَلْقِسْمُ الْخَامِسُ کی خبر ہے۔

ترجمہ: پانچویں قسم (وہ پانی ہے) جو ناپاک ہو۔ اور یہ وہ پانی ہے جو تھوڑا ہو، کھڑا ہو، جس میں مل گئی ہو ناپاکی برابر ہے ... نجاست کا اثر ظاہر ہوا ہو یا ظاہر نہ ہوا ہو۔ اور جب پانی میں نجاست کا اثر ظاہر ہو جائے تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے برابر ہے کہ وہ پانی تھوڑا ... برابر ہے کہ وہ پانی کھڑا ہو یا جاری۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ پانچویں اور آخری قسم پانی کی بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پانچویں قسم ماء نجس ہے۔ "وَهُوَ" سے اسکی تعریف کرتے ہیں کہ ماء نجس وہ پانی ہے جس میں تین باتیں ہوں: (۱) اَلْقَلِيْلُ۔ کہ وہ تھوڑا ہو، (۲) اَلرَّاكِدُ۔ ٹھہرا ہو، جاری نہ ہو، (۳) اَلَّذِيْ لَاقَتْهُ الخ۔ جس میں نجاست پڑ گئی ہو۔ چاہے نجاست کا اثر پانی میں ظاہر ہو رہا ہو یا نہ۔ بہر صورت پانی ناپاک ہو گیا۔ اور نجاست کے اثر سے مراد پانی کا رنگ، مزہ، بُو، میں سے کسی وصف کا تبدیل ہونا ہے۔ یعنی جب تھوڑے پانی میں نجاست گر جائے اور وہ تھوڑا پانی کھڑا ہو تو چاہے نجاست کے گرنے سے پانی کا رنگ، بُو، مزہ تبدیل نہ ہوا ہو تب بھی پانی ناپاک ہو جائے گا۔ تھوڑے پانی کے ناپاک ہونے کیلئے اسکے رنگ، بُو، مزہ کا تبدیل ہونا ضروری نہیں۔ البتہ زیادہ پانی ہے یا تھوڑا ہے لیکن جاری ہے اور پھر اس میں نجاست گر گئی تو یہ پانی اُس وقت ناپاک شمار کیا جائے گا جب یہ نجاست پانی کے رنگ، بو، مزہ میں سے کسی ایک کو بدل دے۔ اب زیادہ پانی کونسا ہے اور تھوڑا پانی کونسا ہے یہ آگے بیان ہو رہا ہے۔

إِذَا كَانَ الْمَآءُ فِيْ حَوْضٍ كَبِيْرٍ لَا يَتَحَرَّكُ أَحَدُ طَرَفَيْهِ بِتَحْرِيْكِ الطَّرَفِ الْآخَرِ فَهُوَ الْمَآءُ الْكَثِيْرُ۔ وَيُقَدَّرُ الْمَآءُ كَثِيْرًا إِذَا كَانَ طُوْلُ الْحَوْضِ عَشَرَ أَذْرُعٍ وَكَانَ عَرْضُهُ عَشَرَ أَذْرُعٍ وَكَانَ عُمْقُهُ بِحَالٍ لَا تَنْكَشِفُ الْأَرْضُ إِذَا أُخِذَ الْمَآءُ مِنَ الْحَوْضِ بِالْيَدِ۔ وَالْمَآءُ الْقَلِيْلُ هُوَ مَا كَانَ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ۔

حلِ لغات: حَوْضٌ: بمعنی پانی کے جمع ہونے کی جگہ۔ تالاب۔ جمع حِيَاضٌ۔ لَا يَتَحَرَّكُ: مضارع منفی کا صیغہ ہے باب تفعّل صحیح سے بمعنی ہلنا، حرکت کرنا۔ طَرَفٌ: راء کے سکون اور جزم دونوں کے ساتھ۔ بمعنی گوشہ، کنارہ۔ جمع أَطْرَافٌ۔ يُقَدَّرُ: مضارع مجہول باب تفعیل صحیح سے بمعنی حکم لگانا، اندازہ کرنا۔ طُوْلٌ: لمبائی۔ جمع أَطْوَالٌ۔ عَشْرٌ: بمعنی دس۔ جمع أَعْشَارٌ۔ جب تاء کیساتھ ہو تو پھر شین متحرک ہوگا جیسے "تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ"، اور بغیر تاء کے شین ساکن ہوگا جیسے "وَلَيَالٍ عَشْرٍ"۔ عَرْضٌ: بمعنی چوڑائی۔ جمع عُرُوْضٌ، أَعْرَاضٌ۔ عُمْقٌ: بمعنی گہرائی۔ جمع أَعْمَاقٌ۔ لَا تَنْكَشِفُ: مضارع منفی واحد مؤنث غائب باب انفعال صحیح بمعنی ظاہر ہونا، کھلنا۔ يَدٌ: بمعنی ہاتھ۔ جمع أَيْدِيْ۔

ترجمہ: جب پانی ایسے بڑے تالاب میں ہو کہ حرکت نہ کرے اسکی دو جانبوں میں سے ایک جانب، دوسری جانب کو حرکت دینے سے۔ تو یہ زیادہ پانی ہے۔ اور پانی کو زیادہ فرض کیا جائے گا اس وقت کہ جب تالاب کی لمبائی دس گز ہو۔ اور اسکی چوڑائی دس گز ہو۔ اور تالاب کی گہرائی اتنی ہو کہ زمین ظاہر نہ ہو جس وقت کہ پانی لینے والا تالاب سے ہاتھ کیساتھ پانی لے۔ اور تھوڑا پانی وہ ہے جو اس سے کم ہو۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ تھوڑے پانی میں نجاست گر جائے تو وہ مطلقاً ناپاک ہو جاتا ہے چاہے نجاست کا اثر ظاہر ہو یا نہ ہو۔ اور جب پانی میں نجاست کا اثر ظاہر ہو جائے تو پانی مطلقاً ناپاک ہو جاتا ہے چاہے پانی تھوڑا ہو یا زیادہ۔ تو ان دو باتوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ جب پانی زیادہ ہو اور نجاست گر جائے تو وہ پانی اس وقت ناپاک شمار کیا جائے گا کہ جب نجاست کا اثر اس پانی میں ...

اس پانی کا رنگ، بُو، مزہ، یا ان میں سے کوئی ایک وصف بدل جائے۔ اب یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ سمجھا رہے ہیں کہ کونسا پانی زیادہ ہے اور کونسا تھوڑا۔ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: جب پانی ایک بڑے تالاب میں ہو اور تالاب اتنا بڑا ہو کہ اگر ایک کنارے پر حرکت دیں تو اس حرکت کا اثر دوسرے کنارے تک نہ پہنچے تو سمجھو کہ یہ پانی زیادہ ہے اور اس پر زیادہ پانی والے احکامات جاری ہونگے کہ اس وقت تک ناپاک نہیں ہوگا کہ جب تک نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو۔ کیونکہ حرکت کا اثر بنسبت نجاست کے اثر کے جلدی پہنچ جاتا ہے۔ تو جب حرکت کا اثر نہ پہنچا تو سمجھو کہ نجاست کا اثر بھی نہیں پہنچا ہوگا۔

وَيُقَدَّرُ الْمَاءُ الخ: اور پانی کے زیادہ ہونے کا حکم کسی تالاب پر اس وقت لگایا جائے گا کہ جب وہ تالاب لمبائی اور چوڑائی میں دس دس گز ہو۔ یعنی اسکی سطح سو ہاتھ ہو (۱۰×۱۰=۱۰۰) گز سے مراد پیائش کا گز ہے اور پیائش کا گز یہ ہے کہ سات مٹھی ہوں اور ہر مٹھی پر ایک کھڑی انگلی زائد ہو۔ اور گہرائی کے بارے میں معتبر یہ ہے کہ صرف اتنا گہرا ہونا کافی ہے کہ چُلّو بھرنے سے زمین نہ کھلے۔

وَالْمَاءُ الْقَلِيْلُ الخ: اور جو اس تالاب سے چھوٹا ہو تو سمجھو کہ وہ پانی تھوڑا ہے۔ اس پر تھوڑے پانی والے احکامات جاری ہونگے کہ اس میں نجاست گرنے سے مطلقاً ناپاک ہو جائے گا۔

حُكْمُ الْمَاءِ النَّجِسِ أَنَّهُ نَجِسٌ لَا تُحْصَلُ بِهِ الطَّهَارَةُ بَلْ إِذَا اخْتَلَطَ بِشَيْءٍ آخَرَ صَارَ ذَالِكَ الشَّيْءُ أَيْضاً نَجِساً۔ وَكَذَا لَا يَصِحُّ التَّوَضُّؤُ بِالْمَاءِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْ شَجَرٍ أَوْ ثَمَرٍ۔ سَوَاءٌ خَرَجَ ذَالِكَ الْمَاءُ بِنَفْسِهٖ مِنْ غَيْرِ عَصْرٍ. أَوْ خَرَجَ بِعَصْرِ الشَّجَرِ. أَوِ الثَّمَرِ.

حل لغات: إِخْتَلَطَ، مذکر غائب ماضی از باب انتعال صحیح سے بمعنی ملنا۔ شَجَرٌ؛ بمعنی درخت۔ جمع أَشْجَارٌ۔ ثَمَرٌ؛ بمعنی پھل۔ جمع أَثْمَارٌ۔ عَصْرٌ؛ مصدر ہے باب ضرب سے بمعنی انگور یا کپڑے کو نچوڑنا۔ (مصباح)

ترجمہ: ناپاک پانی کا حکم یہ ہے کہ وہ ناپاک ہے اس سے پاکی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ یہ ناپاک پانی جب کسی اور چیز میں مل جائے تو وہ چیز بھی ناپاک ہو جائے گی۔ اور اسی طرح وضو درست نہیں اس پانی سے جو درخت سے یا پھل سے نکلا ہو۔ برابر ہے کہ یہ پانی خود بخود نکلا ہو بغیر نچوڑنے کے یا نکلا ہو درخت یا پھل کو نچوڑنے کے ذریعہ۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نجس پانی کا حکم بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: نجس پانی سے طہارت حاصل نہیں ہو سکتی خواہ کسی قسم کی بھی طہارت ہو۔ طہارتِ حکمیہ ہو (وضو یا غسل) یا طہارتِ حقیقیہ ہو (جیسے کوئی ناپاک کپڑا دھویا جائے) کیونکہ جو چیز خود پاک نہیں وہ دوسرے کو کیا پاک کرے گی۔ بلکہ اگر یہ ناپاک پانی کسی پاک پانی میں یا کسی اور چیز میں مثلاً دودھ، شربت وغیرہ میں مل جائے تو وہ بھی ناپاک ہو جائینگے۔

وَكَذَا لَا يَصِحُّ الخ سے مزید ایک چیز کا حکم بیان کر رہے ہیں کہ جو پانی کسی درخت یا پھل سے نکلے جیسے گنے کا رس یا تربوز کا پانی تو ایسے پانی سے بالاتفاق وضو جائز نہیں کیونکہ یہ مطلق پانی نہیں ہے۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی کے گھر میں کنوئیں کا پانی بھی ہو اور درخت یا پھل سے نکلا ہوا پانی بھی ہو اور تم اس سے کہو کہ پانی لاؤ تو وہ کنوئیں کا پانی لائے گا دوسرا نہیں۔

أو عصر الثمار الخ سے یہ بتار ہے ہیں کہ یہ درخت اور پھل کا پانی جو خود نکلے جیسے بعض اوقات انگور وغیرہ سے ٹپ ٹپ کر ٹپکتا ہے یا نکالا جائے یا دبا کر نچوڑا جائے۔ دونوں صورتوں میں اس پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں۔

وَكَذَا لَا تَحْصُلُ الطَّهَارَةُ بِالْمَآءِ الَّذِي زَالَ طَبْعُهُ بِالطَّبْخِ كَالْمَرَقِ وَالْأَشْرِبَةِ۔

حل لغات: طَبْعٌ: پیدائشی عادت۔ جمع طِبَاعٌ۔ طَبْخٌ: نصر، فتح سے مصدر ہے بمعنی پکانا۔ مَرَقٌ: شوربا۔ اَلْأَشْرِبَةُ: جمع ہے شَرَابٌ کی بمعنی ہر ایک پینے کی چیز۔ (مصباح)

ترجمہ: اور اسی طرح طہارت حاصل نہیں ہو سکتی اس پانی کے ذریعہ جسکی طبیعت ختم ہو گئی ہو پکانے کے ذریعہ جیسے شوربا اور ہر قسم کے شربت۔

تشریح: مصنف رحمہ اللہ یہاں سے ایک اور قسم کے پانی کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ: اس پانی سے جسکی طبیعت ختم ہو چکی ہو طہارت حاصل کرنا جائز نہیں۔ یہاں دو باتیں سمجھنے کی ہیں (۱) پانی کی طبیعت کیا ہے؟ (۲) پانی کی طبیعت کس چیز سے زائل ہوتی ہے۔ پہلی بات کی وضاحت یہ ہے کہ پانی کی طبیعت میں چار چیزیں ہیں (۱) رِقَّتْ یعنی پتلا ہونا، (۲) سَیَلَان یعنی بہنا، (۳) بے رنگی یعنی پانی کا کوئی رنگ نہیں، (۴) تَسْكِينِ عَطَش یعنی پیاس بجھانا۔ دوسری بات کی وضاحت یہ ہے کہ پانی کی طبیعت زائل ہوتی ہے دو باتوں سے۔ ایک یہ کہ اس میں کوئی چیز پکائی جائے تو اب یہ پانی نہیں بلکہ شوربا ہے مثلاً پانی میں لوبیا پکایا گیا۔ لہٰذا اگر لوبیا پکایا نہیں گیا بلکہ صرف پانی میں بھگویا گیا تو اس پانی سے طہارت جائز ہے۔ دوسرا یہ کہ پانی میں کوئی چیز غالب مقدار میں مل جائے جیسے مشروبات کہ ان میں چینی وغیرہ ملائی جاتی ہے۔ چونکہ ان دونوں صورتوں میں یہ پانی ماءِ مطلق نہیں رہتا اس لئے ان سے طہارت جائز نہیں۔

حُكْمُ الْمَاءِ الَّذِي اخْتَلَطَ بِهِ شَيْءٌ طَاهِرٌ

إِذَا اخْتَلَطَ بِالْمَآءِ شَيْءٌ طَاهِرٌ كَالصَّابُونِ، وَالدَّقِيقِ، وَالزَّعْفَرَانِ، وَلَمْ يَكُنْ هٰذَا الَّذِي اخْتَلَطَ بِهِ غَالِباً، فَذٰلِكَ الْمَآءُ طَاهِرٌ وَتَحْصُلُ بِهِ الطَّهَارَةُ۔ وَإِنْ غَلَبَ عَلَى الْمَآءِ بِأَنْ أَخْرَجَهُ عَنْ رِقَّتِهِ، وَسَيَلَانِهِ، فَهُوَ طَاهِرٌ وَلٰكِنْ لَا يَصِحُّ الْوُضُوْءُ بِهِ۔

حل لغات: صَابُوْنٌ: اصل میں فارسی کا کلمہ ہے جو عربی زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ عربی میں صابن کو "غَاسُوْلٌ" کہتے ہیں۔ دَقِيْقٌ: آٹا۔ زَعْفَرَان: خوشبودار زرد رنگ کا پھول ہے جو انتہائی قیمتی ہے۔ اور دوائیوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ رِقَّةٌ: مصدر ہے باب ضرب کا مضاعف ثلاثی سے، بمعنی پتلا ہونا۔ سَيَلَان: مصدر ہے باب ضرب کا اجوف یائی سے بمعنی بہنا۔

ترجمہ: اس پانی کا حکم جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو۔ جب مل جائے پانی میں کوئی پاک چیز جیسے صابن، اور آٹا، اور زعفران، اور یہ چیز جو پانی میں مل گئی ہے پانی پر غالب نہ ہو، تو یہ پانی پاک ہے اور اس سے پاکی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہ ملنے والی چیز پانی پر غالب آگئی اس طور پر کہ اس نے پانی کو اسکے پتلا پن اور بہاؤ سے نکال دیا تو یہ پانی پاک تو ہے لیکن اس سے وضو درست نہیں۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت سے مصنف رحمہ اللہ اس پانی کا حکم بیان فرماتے ہیں جس میں کوئی پاک چیز مل جائے۔ جس طرح کہ اس پانی کا حکم بیان ہو گیا جس میں کوئی ناپاک چیز مل جائے چنانچہ مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: جب پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے

صابن، آٹا، زعفران تو اب دیکھیں گے اگر یہ چیزیں پانی پر غالب نہیں بلکہ مغلوب ہیں یعنی پانی بدستور چلتا ہے اعضاء پر بہتا ہے تو یہ پانی خود بھی پاک ہے اور اس سے طہارت بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر پانی میں یہ ملنے والی پاک چیز پانی پر غالب آگئی غالب آنے کا مطلب پانی کو گاڑھا بنا دیا کہ اب وہ اعضاء پر پہلے کی طرح نہیں بہتا تو یہ پانی خود تو پاک ہے لیکن اس سے طہارت حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ اب یہ ماءِ مطلق نہیں رہا بلکہ ماءِ مقید بن گیا۔

إِذَا تَغَيَّرَ لَوْنُ الْمَآءِ وَطَعْمُهُ وَرَائِحَتُهُ بِطُوْلِ الْمُكْثِ. فَهُوَ طَاهِرٌ وَتَحْصُلُ بِهِ الطَّهَارَةُ.

حلِّ لغات: تَغَيَّرَ: اجوف یائی سے باب تفعّل ماضی غائب بمعنی بدلنا۔ لَوْنٌ: بمعنی رنگ۔ جمع اَلْوَانٌ۔ طَعْمٌ: بمعنی مزہ، ذائقہ۔ جمع طُعُوْمٌ۔ رَائِحَةٌ: بمعنی بُو۔ جمع رَائِحَاتٌ۔ مُكْثٌ: بمعنی ٹھہرنا مصدر ہے باب نصر سے۔

ترجمہ: جب بدل جائے پانی کا رنگ اور مزہ اور بُو، زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے، تو یہ پانی پاک ہے اور اس سے طہارت حاصل ہو سکتی ہے۔

تشریح: جب پانی کسی جگہ زیادہ عرصہ ٹھہر جائے یہاں تک کہ اسکے تینوں اوصاف تبدیل ہو جائیں یعنی رنگ، مزہ، بُو۔ تو بھی پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے لہٰذا اس سے طہارت بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ پانی ماءِ مطلق ہے پانی کا نام اس سے زائل نہیں ہوا۔ اور نہ ہی کسی چیز کے ملنے سے یہ اوصاف تبدیل ہوئے ہیں۔

إِذَا اخْتَلَطَ بِالْمَآءِ شَيْئٌ لَا يَنْفَكُّ عَنْهُ فِيْ غَالِبِ الْأَحْيَانِ كَالطُّحْلُبِ وَ وَرَقِ الشَّجَرِ وَالْفَاكِهَةِ. فَذَالِكَ الْمَآءُ طَاهِرٌ وَتَحْصُلُ بِهِ الطَّهَارَةُ.

حلِّ لغات: لَا يَنْفَكُّ: مضارع غائب از باب انفعال مضاعف ثلاثی بمعنی جدا ہونا۔ غَالِبٌ: اسم فاعل ضرب سے بمعنی اکثر۔ اَحْيَانٌ: بمعنی اوقات۔ جمع ہے حِيْنٌ کی۔ طُحْلُبٌ: بمعنی کائی یعنی وہ سبزی جو بند پانی کے اوپر یا برسات میں دیواروں پر جم جاتی ہے۔ جمع طَحَالِبُ۔ وَرَقٌ: بمعنی پتہ۔ جمع اَوْرَاقٌ۔ فَاكِهَةٌ: بمعنی پھل۔ جمع فَوَاكِهُ۔

ترجمہ: جب پانی میں کوئی ایسی چیز مل جائے جو اکثر اوقات پانی سے جدا نہیں ہوتی جیسے کائی، اور درخت اور پھل کا پتا تو یہ پانی پاک ہے اور اس سے طہارت حاصل ہو سکتی ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ عام طور سے پانی اُن سے خالی نہیں ہوتا بلکہ یہ چیزیں اکثر پانی میں پائی جاتی ہیں جیسے کائی یعنی وہ سبزہ جو بند پانی کے اوپر آجائے اور جم جائے اسی طرح بعض اوقات پانی میں پتے گر جاتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درختوں سے بکثرت پتے گرتے ہیں۔ تو ان صورتوں میں پانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا، پانی بدستور پاک رہتا ہے اور اس سے طہارت حاصل کرنا بھی جائز ہے۔

إِذَا اخْتَلَطَ بِالْمَآءِ شَيْئٌ مَائِعٌ لَهُ وَصْفَانِ كَاللَّبَنِ فَإِنَّ فِي اللَّبَنِ لَوْناً وَطَعْماً وَلَا رَائِحَةَ فِيْهِ. فَإِنْ ظَهَرَ عَلَى الْمَآءِ وَصْفٌ وَاحِدٌ حُكِمَ بِأَنَّ الْمَآءَ مَغْلُوْبٌ. وَلَا يَجُوْزُ الْوُضُوْءُ بِهِ.

حلِّ لغات: مَائِعٌ: بمعنی بہنے والی چیز اسم فاعل اجوف یائی باب ضرب سے۔ لَبَنٌ: بمعنی دودھ۔ جمع اَلْبَانٌ۔

ترجمه: جب مل جائے پانی میں کوئی ایسی بہنے والی چیز جس کے دو وصف ہوں جیسے دودھ پس بیشک دودھ میں رنگ اور مزہ ہے ... میں کوئی نہیں۔ پس اگر غالب آگیا پانی پر ایک وصف تو حکم لگایا جائے گا اس بات کا کہ بیشک پانی مغلوب ہے۔ اور اس سے وضو جائز نہیں۔

وَإِذَا اخْتَلَطَ بِالْمَآءِ شَيْئٌ مَائِعٌ لَهُ ثَلَاثَةُ أَوْصَافٍ كَالْخَلِّ. فَإِنْ ظَهَرَ عَلَى الْمَآءِ وَصْفَانِ مِنْ أَوْصَافِهِ الثَّلَاثَةِ. صَارَ الْمَآءُ مَغْلُوباً. وَلَا يَجُوزُ بِهِ الْوُضُوْءُ۔

حل لغات: خَلٌّ: بفتح الخا بمعنی سرکہ۔ جمع خِلَالٌ۔

ترجمه: اور جب مل جائے پانی میں کوئی ایسی بہنے والی چیز جسکے تین اوصاف ہوں جیسے سرکہ، پس اگر غالب آجائیں پانی پر اُسکے تین اوصاف میں سے دو وصف تو پانی مغلوب ہو جائیگا، اور اُس پانی سے وضو جائز نہ ہو گا۔

وَلَوِ اخْتَلَطَ بِالْمَآءِ شَيْئٌ مَائِعٌ لَا وَصْفَ لَهُ. كَالْمَآءِ الْمُسْتَعْمَلِ. وَمَآءُ الْوَرْدِ الَّذِيْ إِنْقَطَعَتْ رَائِحَتُهُ. تُعْتَبَرُ الْغَلَبَةُ فِيْهِ بِالْوَزْنِ. فَإِنِ اخْتَلَطَ رِطْلَانِ مِنَ الْمَآءِ الْمُسْتَعْمَلِ بِرِطْلٍ مِنَ الْمَآءِ الْخَالِصِ. لَا يَجُوْزُ الْوُضُوْءُ بِهِ وَإِنِ اخْتَلَطَ رِطْلٌ مِنَ الْمَآءِ الْمُسْتَعْمَلِ بِرِطْلَيْنِ مِنَ الْمَآءِ الْخَالِصِ. جَازَ الْوُضُوْءُ بِهِ۔

حل لغات: وَرْدٌ: بمعنی گلاب کا پھول۔ جمع أَوْرَادٌ۔ رِطْلٌ: بارہ اوقیہ کا وزن یعنی چالیس تولہ کیونکہ ایک اوقیہ ۳۰۳۳۳۳۳۳ تولہ ہوتا ہے۔ (آدھا سیر) جمع أَرْطَالٌ۔

ترجمه: اور اگر مل جائے پانی میں کوئی ایسی بہنے والی چیز کہ جس کا کوئی وصف نہ ہو جیسا کہ مستعمل پانی، اور وہ عرقِ گلاب کہ جس کی بُو ختم ہو چکی ہو۔ تو اس میں وزن کا اعتبار کیا جائے گا۔ پس اگر ماءِ مستعمل میں سے دو رطل پانی خالص پانی میں سے ایک رطل پانی میں مل گیا تو اس پانی کیساتھ وضو جائز نہیں اور اگر مستعمل پانی میں سے ایک رطل پانی خالص پانی میں سے دو رطل پانی میں مل گیا تو اس سے وضو جائز ہے۔

تشریح: إِذَا اخْتَلَطَ بِالْمَآءِ شَيْئٌ مَائِعٌ لَهُ وَصْفَانِ كَاللَّبَنِ سے اخیر تک ساری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ پانی میں ملنے والی چیز یا نا پاک ہوگی یا پاک اگر ناپاک ہو تو اس کا حکم مصنف رحمہ اللہ نے پہلے بیان کر دیا اور اگر پاک ہو تو پھر وہ پاک ملنے والی چیز جامد (خشک) ہوگی یا مائع (بہنے والی) اگر وہ چیز جامد ہو تو اعتبار رِقّت اور سَیلان یعنی پتلا ہونے اور بہنے کا ہے جب تک پانی پتلا ہے اور بہتا ہے تو اس سے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور جب گاڑھا ہو جائے اور اعضاء پر پہلے کی طرح نہ بہے تو پھر اس سے طہارت حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اور اگر ملنے والی چیز مائع ہو تو پھر اسکی تین صورتیں ہیں (۱) یا تو وہ بعض اوصاف میں پانی کی مخالف ہوگی جیسے دودھ، کہ دودھ دو اوصاف میں پانی کے مخالف ہے۔ (۱) رنگ میں اور (۲) مزہ میں (۳) بُو میں پانی کے مخالف نہیں۔ جس طرح پانی کی بُو نہیں اسی طرح دودھ کی بھی بُو نہیں۔ (۲) یا تمام اوصاف میں مخالف ہوگی جیسے سرکہ، کہ سرکہ تینوں اوصاف رنگ، مزہ، بُو میں پانی کا مخالف ہے۔ (۳) یا بالکل مخالف نہ ہوگی جیسے کہ مستعمل پانی رنگ، بُو، مزہ تینوں اوصاف میں پانی کی طرح ہے۔ مستعمل پانی یا گلاب کا وہ پانی جس کی بُو ختم ہو چکی ہو۔ پس اگر پہلی قسم کی چیز ہو یعنی جو بعض اوصاف میں پانی کی مخالف ہو جیسے دودھ تو اگر اس کا ایک وصف بھی پانی پر غالب آگیا رنگ یا مزہ تو پانی کے مغلوب ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور اس پانی سے طہارت جائز نہیں ہوگی۔ اور اگر دوسری قسم کی چیز ہو یعنی تمام اوصاف میں پانی کے مخالف

ہو جیسے سرکہ تو اگر پانی کے تینوں اوصاف یا دو اوصاف کو بدل دیا تو پانی کے مغلوب ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ اور اگر تیسری قسم ہو یعنی جو پانی کی بالکل مخالف نہ ہو کسی وصف میں بھی تو اب اعتبار وزن کا ہو گا پس اگر مستعمل پانی وزن میں زیادہ ہو مثلاً مستعمل پانی کے دو رطل غیر مستعمل خالص پانی کے ایک رطل میں مل جائیں تو اس سے طہارت حاصل نہیں کر سکتے اور اسکے برعکس اگر مستعمل پانی میں سے ایک رطل خالص پانی میں سے دو رطل میں مل جائیں تو اب اس پانی سے وضو جائز ہے اگر دونوں برابر ہوں تو بھی طہارت جائز نہیں۔
(جوہرۃ، احسن الفتاوی ج۱ ص۱۴۱)

اَحْكَامُ السُّؤْرِ

اَلسُّؤْرُ: هُوَ الْمَاءُ الَّذِي يَبْقَى فِي الْإِنَاءِ بَعْدَ مَا شَرِبَ مِنْهُ إِنْسَانٌ. أَوْ حَيَوَانٌ. وَلِلسُّؤْرِ أَحْكَامٌ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْحَيَوَانِ الَّذِي شَرِبَ مِنْهُ.

حل لغات: سُؤْرٌ: بمعنی جھوٹا پانی وغیرہ۔ جمع أَسْئَارٌ۔ حَيَوَانٌ: بمعنی جاندار۔ جمع حَيَوَانَاتٌ۔ إِنَاءٌ: بمعنی برتن جمع آنِيَةٌ، أَوَانِي۔

ترجمہ: جھوٹے کے احکام۔ جھوٹا: وہ پانی ہے جو بچ جائے برتن میں بعد اسکے کہ اُس سے کوئی انسان یا جانور پانی پی لے۔ اور جھوٹے کے کچھ احکام ہیں جو بدلتے رہتے ہیں اس جانور کے بدلنے سے جس نے اس پانی سے پیا ہے۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ جھوٹے یعنی پس خوردہ کے احکامات بیان فرما رہے ہیں۔ "سُؤْرٌ" ہر بچی ہوئی چیز کو کہتے ہیں چاہے وہ پانی ہو یا کھانا لیکن یہاں مراد پانی ہے کیونکہ طہارت کے مسائل بیان ہو رہے ہیں اور طہارت پانی سے حاصل ہوتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ پانی جھوٹا بنتا ہے منہ کے لعاب کے پاک پانی میں ملنے کی وجہ سے اور لعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سے تو جن جاندار چیزوں کا گوشت پاک ہو گا ان کا لعاب (تھوک) بھی پاک ہو گا اور جب لعاب پاک ہے تو جس چیز میں وہ مخلوط ہوا ہے یعنی پانی وہ بھی پاک ہے چنانچہ آگے مصنف رحمۃ اللہ علیہ مختلف قسم کے جانوروں کے اعتبار سے جھوٹے کے مختلف احکامات بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے:

(۱) فَسُؤْرُ الْآدَمِيِّ طَاهِرٌ وَتَحْصُلُ بِهِ الطَّهَارَةُ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي فَمِهِ أَثَرُ النَّجَاسَةِ سَوَاءٌ كَانَ مُسْلِماً أَوْ كَافِراً وَسَوَاءٌ كَانَ طَاهِراً أَوْ جُنُباً. وَكَذَا سُؤْرُ الْفَرَسِ طَاهِرٌ. وَتَحْصُلُ بِهِ الطَّهَارَةُ بِدُوْنِ كَرَاهَةٍ وَكَذَا سُؤْرُ الْحَيَوَانِ الَّذِي يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ. وَتَحْصُلُ بِهِ الطَّهَارَةُ بِدُوْنِ كَرَاهَةٍ كَالْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ.

حل لغات: فَمٌ: بمعنی منہ۔ جمع أَفْوَاهٌ۔ مُسْلِمٌ: دین اسلام اختیار کرنے والا، اسم فاعل باب افعال سے بمعنی فرمانبردار ہونا۔ جمع مُسْلِمُوْنَ۔ كَافِرٌ: کفر اختیار کرنے والا، اسم فاعل باب نصر سے بمعنی اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنا، چھپانا۔ فَرَسٌ: بمعنی گھوڑا، جمع أَفْرَاسٌ، فُرُوْسٌ۔ إِبِلٌ: بمعنی اونٹ۔ جمع آبَالٌ۔ بَقَرٌ: بمعنی گائے، بیل۔ جمع بَقَرَاتٌ۔ غَنَمٌ: بمعنی بکری۔ جمع أَغْنَامٌ۔ كَرَاهَةٌ: مصدر ہے باب سَمِعَ سے بمعنی ناپسندیدہ ہونا۔

ترجمہ: پس آدمی کا جھوٹا پاک ہے، اور اس سے طہارت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ اسکے منہ میں نجاست کا اثر نہ ہو برابر ہے کہ وہ آدمی مسلمان ہو یا کافر اور برابر ہے کہ وہ آدمی پاک ہو یا ناپاک۔ اور اسی طرح گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے، اور اس سے طہارت حاصل ہو سکتی

ہے۔ بغیر ناپسندیدگی کے اور اسی طرح اس جانور کا جھوٹا جس کا گوشت کھایا جاتا ہے پاک ہے۔ اور اس کیساتھ طہارت حاصل ہو سکتی ہے بغیر کسی کراہت کے جیسا کہ اونٹ اور گائے اور بکری۔

تشریح: پس خوردہ یعنی جھوٹے کی چار قسمیں ہیں: (۱) پاک، (۲) مکروہ، (۳) مشکوک، (۴) ناپاک۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا عبارت میں پہلی قسم کو بیان فرماتے ہیں کہ آدمی کا جھوٹا پاک ہے، اس سے طہارت بھی حاصل کی جاسکتی ہے، آدمی خواہ پاک ہو یا جنابت کی حالت میں ہو مسلمان ہو یا کافر مرد ہو یا عورت۔ پھر عورت چاہے پاک ہو یا حالتِ حیض اور نفاس میں ہو بشرطیکہ ان کے منہ کو ظاہری ناپاکی نہ لگ رہی ہو۔ لہٰذا اگر شراب پینے یا منہ سے خون نکلنے کے فوراً بعد منہ لگا کر پانی پیا تو جھوٹا ناپاک سمجھا جائے گا۔ ہاں اگر کچھ دیر بعد یا کئی مرتبہ تھوک نگلنے کے بعد پیا تو پھر ناپاک نہ ہوگا۔ اسی طرح گھوڑے کا جھوٹا بھی پاک ہے اور اس سے طہارت حاصل ہو سکتی ہے اس لئے کہ گھوڑے کا گوشت کھانا ممنوع تو ہے لیکن ناپاک ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ گھوڑے کی شرافت کی وجہ سے کہ یہ جہاد کا آلہ ہے جیسے انسان کا گوشت اس کی شرافت کی وجہ سے حرام ہے ناپاک ہونے کی وجہ سے نہیں۔ اسی طرح اُن جانوروں کا جھوٹا بھی پاک ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جیسے گائے، بکری، اونٹ وغیرہ۔ کیونکہ پانی لُعابِ دہن ملنے کی وجہ سے جھوٹا ہوتا ہے اور لُعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سے اور ان جانوروں کا گوشت پاک ہے لہٰذا لُعاب بھی پاک ہے اور جب لُعاب پاک ہے تو جس چیز میں منہ ڈالدیں پانی وغیرہ وہ بھی پاک ہے۔

(۲) سُؤْرُ الْهِرَّةِ طَاهِرٌ وَلٰكِنْ يُكْرَهُ الْوُضُوْءُ بِهٖ تَنْزِيْهًا إِذَا وُجِدَ الْمَآءُ الْمُطْلَقُ إِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ فَمِهٖ أَثَرُ النَّجَاسَةِ۔ وَكَذَا سُؤْرُ سِبَاعِ الطَّيْرِ كَالصَّقْرِ وَالْحِدَأَةِ طَاهِرٌ وَلٰكِنْ يُكْرَهُ الْوُضُوْءُ بِهٖ۔ وَكَذَا سُؤْرُ الْحَيَوَانِ الَّذِيْ يَسْكُنُ فِي الْبُيُوْتِ كَالْفَارَةِ طَاهِرٌ، وَلٰكِنْ يُكْرَهُ الْوُضُوْءُ بِهٖ۔

حلِّ لُغات: صَقْرٌ: بمعنی شِکرہ۔ جمع صُقُوْرٌ۔ باز کی قسم کا ایک پرندہ جس سے شکار کیا جاتا ہے۔ حِدَأَةٌ: بمعنی چیل۔ ایک سیاہی مائل بھورا پرندہ۔ جمع حِدْآنٌ۔ فَارَةٌ: بمعنی چوہیا۔

ترجمہ: بلّی کا جھوٹا پاک ہے۔ لیکن اس سے وضو کرنا مکروہِ تنزیہی ہے جب کہ مطلق پانی موجود ہو بشرطیکہ بلّی کے منہ میں ناپاکی کا اثر نہ ہو۔ اور اسی طرح شکاری پرندوں کا جھوٹا پاک ہے۔ جیسے شِکرہ، اور چیل، لیکن اس سے وضو مکروہ ہے۔ اور اسی طرح اس جانور کا جھوٹا جو گھروں میں رہتا ہے پاک ہے جیسے چوہیا لیکن اس سے وضو مکروہ ہے۔

تشریح: مذکورہ عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ جھوٹے کی اقسام میں سے دوسری قسم "مکروہ" کو بیان کرتے ہیں۔ کہ بلّی، شکاری پرندے جیسے شِکرہ، چیل، باز، عُقاب اور گھریلو جانور جیسے سانپ، چوہا وغیرہ ان سب کا جھوٹا مکروہ ہے۔ اگرچہ ان سب کا جھوٹا ناپاک ہونا چاہیے تھا کیونکہ ان کا گوشت حرام ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے کہ یہ بار بار گھروں میں آتے جاتے ہیں اور ہر چیز میں منہ ڈالدیتے ہیں انکے جھوٹے کو ناپاک نہیں کہا بلکہ مکروہِ تنزیہی قرار دیا اور مکروہِ تنزیہی بھی اس وقت ہے کہ جب پاک پانی موجود ہو لیکن اگر پاک پانی نہ ملے تو پھر بلّی وغیرہ کا جھوٹا بلا کراہت پاک ہے بشرطیکہ بلّی نے چوہا کھا کر فوراً برتن میں منہ نہ ڈالا ہو اگر چوہا کھا کر بلّی نے فوراً برتن میں منہ ڈال دیا تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اور شکاری پرندہ چونکہ چونچ سے پانی پیتے ہیں اور چونچ خشک ہڈی ہے جس پر کوئی نجاست نہیں ہوتی۔

(۳) سُؤْرُ الْبَغَلِ وَالْحِمَارِ طَاهِرٌ بِدُوْنِ شَكٍّ وَلٰكِنْ هَلْ يَصِحُّ بِهِ التَّوَضُّؤُ أَمْ لَا يَصِحُّ بِهِ التَّوَضُّؤُ؟ فَقَدْ وَقَعَ الشَّكُّ فِيْ ذَالِكَ. فَإِنْ لَمْ يَجِدْ غَيْرَهُ تَوَضَّأَ بِهِ. وَتَيَمَّمَ ثُمَّ صَلّٰى۔

حلّ لغات: صَلّٰى؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معلوم از باب تفعیل ناقص واوی بمعنی دُعا کرنا، نماز پڑھنا۔

ترجمہ: خچر اور گدھے کا جھوٹا پاک ہے بغیر کسی شک کے لیکن آیا اس کے ساتھ وضو کرنا درست ہے یا اس کے ساتھ وضو کرنا درست نہیں؟ پس تحقیق اس بات میں شک واقع ہوا ہے۔ پس اگر وضو کرنے والا اس جھوٹے کے علاوہ اور پانی نہ پائے تو اس کے ساتھ وضو کرے اور تیمم کرے پھر نماز پڑھے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ جھوٹے کی قسموں میں سے تیسری قسم مشکوک کو بیان کرتے ہیں۔ عبارت میں گدھے سے مراد پالتو گدھا ہے اور خچر سے مراد وہ خچر ہے جس کی ماں گدھی ہو۔ چنانچہ اگر خچر کی ماں گھوڑی یا گائے ہو تو اس کا جھوٹا پاک ہے۔ مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ پالتو گدھے اور خچر کا جھوٹا بذات خود تو پاک ہے لہٰذا اگر کپڑے یا جسم کو لگ گیا تو وہ ناپاک نہیں ہو گا البتہ دوسرے کو پاک کرنے میں شک ہے کہ اس سے وضو ہو گا یا نہیں لہٰذا اگر اس مشکوک پانی کے علاوہ دوسرا پانی نہ ملے تو پھر اس مشکوک پانی سے وضو کرے اور ساتھ تیمم بھی کرے اور دونوں میں سے جس کو چاہے پہلے کرے اور جس کو چاہے بعد میں۔

تنبیہ: عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ گدھے، خچر کا جھوٹا بھی ناپاک ہو کیونکہ ان کا گوشت حرام ہے لیکن پھر بھی جھوٹا پاک ہے اسکی تفصیل بڑی کتابوں میں آجائیگی۔

(٤) سُؤْرُ الْخِنْزِيْرِ نَجِسٌ لَا تَحْصُلُ بِهِ الطَّهَارَةُ. كَذَا سُؤْرُ الْكَلْبِ نَجِسٌ لَا تَحْصُلُ بِهِ الطَّهَارَةُ. وَكَذَا سُؤْرُ سَبُعٍ مِنْ سِبَاعِ الْبَهَائِمِ كَالْأَسَدِ وَالْفَهْدِ وَالذِّئْبِ نَجِسٌ لَا تَحْصُلُ بِهِ الطَّهَارَةُ۔

حلّ لغات: خِنْزِيْر؛ بمعنی سُوَر ایک نجس چوپایہ۔ جمع خَنَازِيْرُ۔ كَلْبٌ؛ بمعنی کتا۔ جمع كِلَابٌ۔ اَلْبَهَائِمُ؛ بَهِيْمَةٌ کی جمع ہے بمعنی چارپایہ، ہر وہ جانور جس میں قوتِ گویائی نہ ہو۔ أَسَدٌ؛ بمعنی شیر۔ جمع أُسُدٌ۔ فَهْدٌ؛ بمعنی تیندوا، چیتا۔ جمع فُهُوْدٌ۔ ذِئْبٌ؛ بمعنی بھیڑیا۔ جمع ذِئَابٌ۔ (مصباح)

ترجمہ: سُوَر کا جھوٹا ناپاک ہے اُس سے پاکی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح کتے کا جھوٹا ناپاک ہے اس سے طہارت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور اسی طرح درندوں میں سے کسی درندے کا جھوٹا جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا ناپاک ہے اس سے طہارت حاصل نہیں ہو سکتی۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں پس خوردہ یعنی جھوٹے کی چوتھی قسم کا حکم بیان ہو رہا ہے کہ خنزیر، شیر، چیتے، بھیڑیے۔ اور ان کے علاوہ درندوں جیسے ہاتھی، لومڑی، بِجّو کا جھوٹا ناپاک ہے کیونکہ ان درندوں کا گوشت ناپاک ہے لہٰذا ان کا لُعاب بھی ناپاک اور لُعاب ناپاک تو جھوٹا بھی ناپاک۔ لہٰذا اس سے طہارت حاصل نہیں کر سکتے۔

اَلْحَيَوَانُ الَّذِيْ سُؤْرُهُ طَاهِرٌ، عَرَقُهُ طَاهِرٌ. وَالْحَيَوَانُ الَّذِيْ سُؤْرُهُ نَجِسٌ، عَرَقُهُ نَجِسٌ۔

حلّ لغات: عَرَقٌ؛ بمعنی پسینہ۔

ترجمہ: وہ جانور جس کا جھوٹا پاک ہے، اس کا پسینہ بھی پاک ہے۔ اور وہ جانور جس کا جھوٹا ناپاک ہے اس کا پسینہ بھی ناپاک ہے۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ ہر جاندار کے پسینہ کو اسکے جھوٹے پر قیاس کرینگے۔ جو حکم جھوٹے کا ہو گا وہی حکم پسینہ کا ہو گا۔ لہٰذا جس جانور کا جھوٹا پاک ہے اس کا پسینہ بھی پاک ہے اور جس جانور کا جھوٹا ناپاک ہے اس کا پسینہ بھی ناپاک ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ پسینہ اور لُعاب دونوں گوشت سے پیدا ہوتے ہیں لہٰذا دونوں کا حکم یکساں ہو گا۔

أَحْكَامُ مِيَاهِ الْآبَارِ

إِذَا وَقَعَتْ فِي الْبِئْرِ نَجَاسَةٌ وَلَوْ كَانَتْ قَلِيلَةً كَقَطْرَةِ دَمٍ، أَوْ قَطْرَةِ خَمْرٍ، وَجَبَ إِخْرَاجُ مَا فِي الْبِئْرِ مِنَ الْمَآءِ۔

حلِّ لغات: وَقَعَتْ: واحدہ مؤنثہ غائبہ ماضی معلوم از باب فتح مثال واوی سے، بمعنی گرنا۔ بِئْرٌ: بمعنی کنواں۔ جمع آبَارٌ۔ قَطْرَةٌ: بمعنی قطرہ۔ جمع قَطَرَاتٌ۔ خَمْرٌ: بمعنی شراب۔ جمع خُمُورٌ۔ وَجَبَ: ماضی غائب مثال از باب ضرب بمعنی ثابت ہونا، لازم ہونا۔

تنبیہ: "بِئْرٌ" کو ہمزہ کیساتھ اور ہمزہ کو یاسے بدل کر "بِيْرٌ" دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔

ترجمہ: کنوؤں کے پانیوں کے احکامات۔ جب کنوئیں میں کوئی ناپاکی گر جائے اگرچہ وہ ناپاکی تھوڑی ہو جیسا کہ ایک قطرہ خون، یا ایک قطرہ شراب، تو اس تمام پانی کو جو کنوئیں میں ہے نکالنا لازم ہے۔

تشریح: چونکہ کنوئیں کا پانی بھی پانی کی ایک قسم ہے لیکن بعض احکام میں باقی پانیوں سے مختلف ہے اس لئے کنوئیں کے مسائل الگ بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ: اگر کنوئیں میں کسی قسم کی بھی ناپاکی گر جائے مثلاً پیشاب، شراب، خون چاہے یہ نجاست تھوڑی ہو یا زیادہ تو کنوئیں کا پورا پانی نکالنا ضروری ہو گا اور پانی نکالنے سے کنواں خود بخود پاک ہو جائیگا اسکی دیواروں کو الگ سے دھونے کی ضرورت نہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسی پر اجماع ہے۔

إِذَا وَقَعَ فِي الْبِئْرِ حَيَوَانٌ نَجِسُ الْعَيْنِ كَالْخِنْزِيرِ، وَجَبَ إِخْرَاجُ مَا فِي الْبِئْرِ مِنَ الْمَآءِ، سَوَاءٌ مَاتَ الْخِنْزِيرُ فِي الْبِئْرِ، أَوْ خَرَجَ حَيًّا، وَسَوَاءٌ وَصَلَ فَمُهُ إِلَى الْمَآءِ، أَمْ لَمْ يَصِلْ۔ إِذَا وَقَعَ فِي الْبِئْرِ حَيَوَانٌ لَيْسَ بِنَجِسِ الْعَيْنِ، وَلٰكِنْ سُؤْرُهُ نَجِسٌ، وَجَبَ إِخْرَاجُ مَا فِي الْبِئْرِ مِنَ الْمَآءِ۔

حلِّ لغات: عَيْنٌ: بمعنی ذات "نَجِسُ الْعَيْنِ" ہر وہ چیز جس سے کسی قسم کا نفع اٹھانا یا استعمال میں لانا جائز نہ ہو جیسے خنزیر۔ جمع أَعْيَانٌ۔ وَصَلَ: مثال واوی باب ضرب سے ماضی ہے بمعنی پہنچنا۔

ترجمہ: جب گر جائے کنویں میں ایسا جاندار جو نجس العین ہو (جسکی ذات مکمل پلید ہو) جیسے خنزیر۔ تو واجب ہے اس پانی کو نکالنا جو کنویں میں ہے۔ برابر ہے کہ خنزیر کنویں میں مر گیا ہو یا زندہ نکل آیا ہو۔ اور برابر ہے کہ خنزیر کا منہ پانی تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو۔ جب گر جائے کنویں میں ایسا جاندار جو نجس العین نہ ہو لیکن اسکا جھوٹا ناپاک ہو، تو ضروری ہے نکالنا اُس پانی کا جو کنویں میں ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کنویں میں جانور گر گیا اور وہ نجس العین ہو جیسے خنزیر تو کنویں کا سارا پانی نکالنا واجب ہے کیونکہ کنواں ناپاک ہو گیا۔ اب چاہے یہ خنزیر زندہ نکال لیا گیا ہو یا مردہ پھر زندہ نکلنے کی صورت میں چاہے خنزیر کا منہ

پانی تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو تمام صورتوں میں تمام پانی نکالنا واجب ہے۔ اور اگر کنویں میں گرنے والا جانور نجس العین نہیں یعنی خنزیر کے علاوہ کوئی اور ہے۔ اور زندہ نکلا ہے تو اب دیکھیں گے کہ اسکا منہ پانی تک پہنچا ہے یا نہیں اگر پہنچا ہو اور اس جانور کا جھوٹا بھی نجس ہو تو پانی ناپاک ہو جائیگا اور سارا پانی نکالنا واجب ہو گا۔

إِذَا وَقَعَ فِي الْبِئْرِ إِنْسَانٌ، وَخَرَجَ مِنَ الْبِئْرِ حَياً، وَلَمْ تَكُنْ عَلَى بَدَنِهِ نَجَاسَةٌ، لَا يَكُونُ الْمَآءُ نَجِساً۔ كَذَا إِذَا وَقَعَ فِي الْبِئْرِ بَغْلٌ، أَوْ حِمَارٌ، أَوْ صَقْرٌ، أَوْ حِدَأَةٌ وَخَرَجَ حَياً وَلَمْ تَكُنْ عَلَى بَدَنِهِ نَجَاسَةٌ، لَا يَكُونُ الْمَآءُ نَجِساً إِذَا لَمْ يَصِلْ فَمُهُ إِلَى الْمَآءِ۔ وَإِذَا وَصَلَ لُعَابُ الْوَاقِعِ فِي الْمَآءِ فَهُوَ فِي حُكْمِ سُؤْرِهِ۔

ترجمہ: جب گر جائے کنویں میں کوئی انسان، اور کنویں سے زندہ نکلے، اور حال یہ ہے کہ اسکے بدن پر کوئی ناپاکی نہیں ہے تو پانی ناپاک نہیں ہو گا۔ اسی طرح جب گر جائے کنویں میں خچر، یا گدھا، شکرہ، یا چیل اور انکے جسم پر کوئی نجاست نہ لگی ہو تو پانی ناپاک نہیں ہو گا بشرطیکہ ان کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو۔ اور جب گرنے والے جانور کا تھوک پانی میں پہنچ جائے تو وہ پانی اس جانور کے جھوٹے کے حکم میں ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب پانی میں گرنے والا انسان ہو اور پھر زندہ نکلا تو اگر گرتے وقت اسکے بدن یا کپڑوں پر کوئی گندگی لگی ہوئی تھی تو کنواں ناپاک ہو گا ورنہ نہیں، یہی حکم اس وقت بھی ہے کہ جب کنویں میں ایسا جانور گر جائے جسکا جھوٹا نجس نہ ہو بلکہ مشکوک ہو جیسے خچر، اور گدھا، یا مکروہ ہو جیسے شکرہ، اور چیل اور پھر زندہ نکل آئے اور حالت ان کی یہ تھی کہ گرتے وقت ان جانوروں کے جسموں پر کوئی گندگی لگی ہوئی نہیں تھی تو پانی ناپاک نہیں ہو گا بشرطیکہ ان جانوروں کا منہ پانی کو نہ لگا ہو اور اگر لگ گیا تو پھر اگر جھوٹا مشکوک ہو تو پانی مشکوک اور اگر جھوٹا مکروہ ہو تو پانی مکروہ ہو گا۔

آگے وَإِذَا وَصَلَ لُعَابُ الْوَاقِعِ الخ۔ سے پچھلی تمام عبارت کا خلاصہ بیان کر رہے ہیں کہ کنویں میں گرنے والا جانور اگر خنزیر کے علاوہ ہو اور زندہ نکلے تو اگر منہ اسکا پانی تک نہ پہنچا ہو اور نہ ہی اسکے جسم پر کوئی گندگی ہو تو پانی پاک ہے اور پانی نکالنے کی ضرورت نہیں اور اگر منہ پانی تک پہنچ گیا تو اب اسکا جھوٹا دیکھیں گے اگر اسکا جھوٹا ناپاک ہو تو پانی ناپاک ہو گا جیسے کتا، چیتا، بھیڑیا۔ اور اگر جھوٹا مشکوک ہو تو پانی مشکوک ہو گا جیسے گدھا، خچر اور اگر جھوٹا مکروہ، ہو تو پانی مکروہ ہو گا جیسے شکرہ، چیل، بلی، اور سارا پانی بھی نکالا جائے گا۔

إِذَا مَاتَ فِي الْبِئْرِ حَيَوَانٌ لَيْسَ فِيْهِ دَمٌ سَائِلٌ كَالْبَقِّ وَالذُّبَابِ وَالزُّنْبُوْرِ وَالْعَقْرَبِ، لَا يَكُوْنُ الْمَآءُ نَجِساً۔ وَكَذَا إِذَا مَاتَ فِي الْبِئْرِ حَيَوَانٌ يُوْلَدُ وَيَعِيْشُ فِي الْمَآءِ كَالسَّمَكِ وَالضِّفْدَعِ وَالسَّرَطَانِ، لَا يَنْجُسُ الْمَآءُ۔

حلِّ لغات: سَائِلٌ، اسم فاعل اجوف یائی باب ضرب سے بمعنی بہنا۔ بَقٌّ، بمعنی کھٹمل، پسو۔ ذُبَابٌ، بمعنی مکھی۔ جمع أَذِبَّةٌ۔ زُنْبُوْرٌ، بمعنی بھڑ۔ عَقْرَبٌ، بمعنی بچھو۔ جمع عَقَارِبُ۔ يُوْلَدُ، واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع مجہول مثال واوی از باب ضرب بمعنی پیدا ہونا۔ يَعِيْشُ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف یائی از باب ضرب بمعنی زندہ رہنا۔ سَمَكٌ، بمعنی مچھلی۔ جمع سُمُوْكٌ۔ ضِفْدَعٌ، بمعنی مینڈک۔ جمع ضَفَادِعُ۔ سَرَطَانٌ، بمعنی کیکڑا۔ ایک آبی کیڑا جو بچھو کے مشابہ ہوتا ہے۔ (مصباح)

ترجمہ: جب کنویں میں ایسا جانور مرجائے جس میں بہنے والا خون نہ ہو جیسے کھٹمل اور مکھی، اور بھڑ اور بچھو، تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح جب مرجائے کنویں میں ایسا جانور جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اور پانی میں ہی زندگی گزارتا ہے جیسے مچھلی اور مینڈک اور کیکڑا، تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت کا مطلب یہ ہے کہ خشکی کے جانوروں میں سے وہ جانور جن میں بہنے والا خون نہیں ہوتا جیسے کھٹمل، مکھی، بھڑ، بچھو، شہد کی مکھی وغیرہ پانی میں مرجائیں یا باہر مر کر پانی میں گر جائیں تو پانی ناپاک نہیں ہوتا اسلئے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس برتن کے بارے میں پوچھا گیا جس میں کھانے پینے کی چیز ہو اور پھر ان میں وہ جانور مرجائیں جس میں بہنے والا خون نہ ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس کا کھانا پینا اور اس سے وضو کرنا جائز اور حلال ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پانی کو ناپاک کرنے والی چیز، جانور کے مرنے کے وقت بہنے والے خون کا پانی کیساتھ ملنا ہے۔ حالانکہ ان جانوروں میں بہنے والا خون نہیں ہوتا۔ یہی حکم ان جانوروں کا ہے جن کی پیدائش بھی پانی میں ہو اور ہر دم پانی ہی میں رہتے ہوں اور پھر وہ پانی میں مرجائیں خواہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ پانی ناپاک نہیں ہوگا، جیسے مچھلی، مینڈک کچھوا، کیکڑا، وغیرہ کیونکہ ناپاک چیز اصل میں بہنے والا خون ہے اور ان جانوروں میں بہنے والا خون نہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ خون کا مزاج گرم ہے اور پانی کا مزاج ٹھنڈا ہے اور گرم ٹھنڈا دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ تو جس جانور میں خون ہے وہ پانی میں نہیں رہ سکتا اور جو پانی میں رہتا ہے اس میں خون نہیں ہوتا۔ مینڈک چاہے خشکی کا ہو یا پانی کا دونوں کا ایک حکم ہے دونوں کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ لیکن اگر خشکی کے کسی مینڈک میں خون ہو تو پھر اسکے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک ہوگا۔ دوسری بات یاد رکھیں کہ خشکی اور پانی والے مینڈک کے درمیان فرق یہ ہے کہ خشکی والے مینڈک کی انگلیاں الگ الگ ہوتی ہیں۔ لیکن آبی مینڈک کی انگلیوں کے درمیان بط کی طرح پردہ ہوتا ہے۔

إِنْ مَاتَ فِي الْبِئْرِ حَيَوَانٌ كَبِيْرٌ مِثْلُ كَلْبٍ، أَوْ شَاةٍ، أَوْ مَاتَ فِيْهَا إِنْسَانٌ وَأُخْرِجَ فَوْراً قَبْلَ الْإِنْتِفَاخِ، صَارَ الْمَآءُ نَجِساً، وَوَجَبَ إِخْرَاجُ مَا فِي الْبِئْرِ مِنَ الْمَآءِ۔ يَكْفِيْ إِخْرَاجُ مِأَتَيْ دَلْوٍ وَسْطٍ فِي جَمِيْعِ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ الَّتِيْ يَجِبُ فِيْهَا إِخْرَاجُ جَمِيْعِ مَا فِي الْبِئْرِ مِنَ الْمَآءِ إِنْ لَّمْ يُمْكِنْ إِخْرَاجُ جَمِيْعِ الْمَآءِ۔

حل لغات: فَوْراً؛ اجوف واوی سے مصدر ہے بمعنی جلدی۔ إِنْتِفَاخٌ؛ مصدر ہے باب افتعال صحیح سے بمعنی پھولنا۔ دَلْوٌ، بمعنی ڈول۔ جمع دِلَاءٌ۔ يُمْكِنُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب مضارع صحیح از باب افعال بمعنی آسان ہونا، ممکن ہونا۔ وَسْطٌ؛ بمعنی معتدل اور درمیانی چیز۔ جمع أَوْسَاطٌ۔ (مصباح)

ترجمہ: اگر کنویں میں مرجائے کوئی بڑا جانور جیسے کتا، بکری یا مرجائے کنویں میں کوئی انسان اور فوراً نکال لیا جائے پھولنے سے پہلے تو پانی ناپاک ہوجائے گا اور لازم ہے نکالنا اس چیز کا جو کنویں میں ہے یعنی پانی۔ کافی ہے نکالنا دوسو درمیانی ڈول ان تمام مسائل میں جن میں ضروری ہے اس تمام پانی کا نکالنا جو کنویں میں ہے اگر تمام پانی کا نکالنا آسان نہ ہو۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کنویں میں گرنے والے اُن جانوروں کا ذکر کیا جو زندہ نکل آئیں اب یہاں سے کنویں میں گرنے والے اُن جانوروں کے مسائل بیان کرتے ہیں جو مردہ نکل آئیں۔ چاہے باہر مر کر گرے ہوں یا اندر گر کر مرے ہوں چنانچہ کنویں سے مردہ نکلنے والے جانور کی تین صورتیں ہیں بشرطیکہ وہ جانور پھولا یا پھٹا نہ ہو کیونکہ اگر وہ جانور پھول جائے یا پھٹ جائے تو پھر سارا پانی نکالنا واجب ہو گا۔ (۱) ایک یہ کہ وہ جانور جسم میں بکری کے برابر ہو جیسے کتا، آدمی، بکری یا انکے برابر اور کوئی جانور ہو تو اس صورت میں سارا پانی ناپاک ہو جائے گا اور سارا پانی نکالنا واجب اور ضروری ہو گا۔ اسلئے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے زمزم کے کنویں میں حبشی کے مرنے پر یہ فتویٰ دیا تھا کہ سارا پانی نکالا جائے۔

یَکْفِیْ اِلخ سے بطور قاعدۂ کلیہ بیان فرماتے ہیں کہ: جن جن صورتوں میں سارا پانی نکالنا واجب ہے اُن صورتوں میں اگر سارا پانی نکالنا مشکل ہو مثلاً کنواں چشمہ دار ہے کہ جیسے جیسے پانی نکالتے ہیں ویسے ویسے اور پانی نکل آتا ہے تو اس صورت میں دو سو ڈول نکالنا کافی ہے۔ ڈول سے مراد درمیانی ڈول جو نہ بہت بڑا ہو نہ چھوٹا۔ یا جس کنویں پر جو ڈول پڑا ہو اسی کے حساب سے پانی نکالنا چاہیے۔

یَکْفِیْ اِخْرَاجُ اَرْبَعِیْنَ دَلْوًا اِذَا مَاتَ فِی الْبِئْرِ حَیَوَانٌ مِثْلُ هِرَّةٍ، اَوْ دَجَاجَةٍ۔

ترجمہ: کافی ہے چالیس ڈول پانی کا نکالنا جب کہ مر جائے کنویں میں کوئی جانور بلی جیسا یا مرغی جیسا۔

تشریح: یہاں سے کنویں سے مردہ نکلنے والے جانور کی دوسری صورت بیان فرماتے ہیں کہ جب کنویں میں ایسا جانور مر جائے جو جسم میں بلی یا مرغی جیسا ہو مثلاً کبوتر وغیرہ تو اس کا حکم یہ ہے کہ کنویں سے چالیس ڈول نکالنا کافی ہے کنویں کے پاک ہونے کیلئے۔ پھر چالیس ڈول نکالنا تو واجب ہے لیکن ساٹھ ڈول نکالے جائیں تو یہ مستحب ہے۔ (ہدایہ)

یَکْفِیْ اِخْرَاجُ عِشْرِیْنَ دَلْوًا اِذَا مَاتَ فِی الْبِئْرِ حَیَوَانٌ مِثْلُ عُصْفُوْرٍ، اَوْ فَارَةٍ۔

حلِّ لغات: عُصْفُوْرَةٌ؛ بمعنی چڑیا، ہر پرندہ جو کبوتر سے چھوٹا ہو۔ جمع عَصَافِیْرُ۔ (مصباح)

ترجمہ: کافی ہے بیس ڈول پانی کا نکالنا جب کہ مر جائے کنویں میں جانور چڑیا جیسا یا چوہیا جیسا۔

تشریح: یہاں سے کنویں میں سے مردہ نکلنے والے جانور کی تیسری صورت بتاتے ہیں کہ جب کنویں میں ایسا جانور مر جائے جو جسم میں چڑیا، یا چوہے کے برابر ہو جیسے چھپکلی، ممولا، گرگٹ، تو اس صورت میں بیس ڈول پانی نکالنا واجب ہے اور کنویں کے پاک ہونے کیلئے کافی ہیں۔ اور اگر تیس ڈول نکالے جائیں تو مستحب ہے۔ یہ تمام تفصیل تو اس وقت ہے کہ جب کنویں میں مرنے والا جانور پھولا پھٹا نہ ہو لیکن اگر پھول یا پھٹ جائے تو اب سارا پانی نکالنا ضروری ہے چاہے وہ جانور چھوٹا ہو جیسے چوہا یا چڑیا، چاہے وہ جانور بڑا ہو جیسے بکری، کتا وغیرہ۔ (الھدایہ)

اِذَا اُخْرِجَ الْمِقْدَارُ الْوَاجِبُ مِنَ الْمَآءِ صَارَتِ الْبِئْرُ طَاهِرَةً کَذَا طَهُرَ الرِّشَاءُ وَالدَّلْوُ وَیَدُ الشَّخْصِ الَّذِیْ قَامَ بِاِخْرَاجِ الْمَآءِ۔

حلِّ لغات: مِقْدَارٌ؛ بمعنی پیمانہ، اندازہ۔ جمع مَقَادِیْرُ۔ اَلرِّشَاءُ؛ بمعنی رسّی۔ جمع اَرْشِیَةٌ۔

ترجمہ: جب نکال لی جائے پانی کی وہ مقدار جو واجب ہے تو کنواں پاک ہو جائے گا اسی طرح رسّی اور ڈول بھی پاک ہو جائینگے اور اس شخص کا ہاتھ جس نے پانی نکالنے کا انتظام کیا ہے۔

تشریح: اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس صورت میں جتنا پانی نکالنا واجب ہے جب وہ پانی نکال لیا جائے تو کنواں خود بخود پاک ہو جائے گا کنویں کی دیواروں کو الگ سے دھونے کی ضرورت نہیں، نہ ہی کنویں سے مٹی نکالنا ضروری ہے۔ اسی طرح رسّی، ڈول بھی خود پاک ہو جائینگے، اسی طرح اس شخص کا ہاتھ جس نے پانی نکالا ہے وہ بھی پاک ہو جائے گا۔ (الھندیہ ا ص ۲۰)

لَا تَكُوْنُ الْبِئْرُ نَجِسَةً إِذَا وَقَعَتْ فِيْهَا الرَّوْثُ. وَالْبَعْرُ وَالْخِثْيُ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ كَثِيْرَةً بِحَيْثُ لَا تَخْلُوْ دَلْوٌ عَنْ بَعْرَةٍ. فَتَصِيْرُ الْبِئْرُ نَجِسَةً۔ كَذَا لَا يَكُوْنُ مَآءُ الْبِئْرِ نَجِسًا إِذَا وَقَعَ فِيْهَا خُرْءُ حَمَامٍ. أَوْ خُرْءُ عُصْفُوْرٍ۔

حلِّ لغات: رَوْثٌ؛ گھوڑے، گدھے، خچر کا پائخانہ، بمعنی لید۔ جمع أَرْوَاثٌ۔ بَعْرٌ؛ اونٹ، بکری، ہرن کا پائخانہ، بمعنی مینگنی۔ جمع أَبْعَارٌ۔ خِثْيٌ؛ گائے، بھینس کا پائخانہ، بمعنی گوبر۔

ترجمہ: کنواں ناپاک نہیں ہوتا جب گر جائے کنویں میں لید اور مینگنی اور گوبر مگر یہ کہ یہ چیزیں اتنی زیادہ ہوں کہ کوئی ڈول مینگنی سے خالی نہ ہو۔ تو اِس وقت کنواں ناپاک ہو جائیگا۔ اسی طرح کنویں کا پانی ناپاک نہیں ہوگا جبکہ گر جائے کنویں میں کبوتر کی بیٹ، یا چڑیا کی بیٹ۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر کنویں میں گھوڑے، خچر، گدھے کی تھوڑی سی لید اسی طرح اونٹ، بکری کی ایک دو مینگنی اسی طرح گائے، بھینس کا تھوڑا سا گوبر گر پڑے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا بشرطیکہ یہ تھوڑی مقدار میں گر جائیں لیکن اگر زیادہ مقدار میں گر جائیں مثلاً کوئی ڈول بھی بغیر گوبر یا مینگنی کے نہیں نکلتا بلکہ جو بھی ڈول نکالتے ہیں ضرور اُس میں ایک آدھ مینگنی یا کچھ نہ کچھ گوبر آ جاتا ہے تو اب یہ زیادہ مقدار میں ہے لہٰذا اب کنواں ناپاک ہو جائے گا اور سارا پانی نکالنا پڑے گا۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ یہ مسئلہ اس کنویں کا ہے جو جنگل میں ہو کیونکہ وہاں ضرورت ہے۔ جانور کنویں کے ارد گرد آتے جاتے ہیں پیشاب وغیرہ کرتے رہتے ہیں، پھر جنگلی کنویں کی مُن نہیں ہوتی یعنی کنویں کے ارد گرد کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی جو گندگی کو روک دے تو ہوائیں وہ مینگنیاں اڑا کر کنویں میں ڈال دیتی ہیں۔ بخلاف شہر اور آبادی کے کنوؤں کے کہ ان کے سروں پر روکنے والی چیزیں ہوتی ہیں یا ان کے ارد گرد چھوٹی دیوار ہوتی ہے جو گندگی کے کنویں میں گرنے سے رکاوٹ بنتی ہے۔ لہٰذا اگر آبادی کے کنویں میں تھوڑا سا گوبر یا مینگنی بھی گر گئی تو کنواں ناپاک ہو جائیگا۔ پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: یہی حکم ہے یعنی کنواں ناپاک نہیں ہوتا جب کنویں میں کبوتر یا چڑیا کی بیٹ یعنی پائخانہ گر جائے اسلئے کہ یہ پاک ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے آج تک مسلمانوں نے مسجدوں میں کبوتر رکھے ہیں حالانکہ مساجد کو پاک رکھنے کا حکم ہے تو معلوم ہوا کہ کبوتر، چڑیا کی بیٹ پاک ہے اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ (عنایہ، غنیۃ المصلی)

إِذَا مَاتَ فِي الْبِئْرِ حَيَوَانٌ وَانْتَفَخَ فِيْهَا. وَلَا يُدْرَى مَتٰى وَقَعَ الْحَيَوَانُ فِيْهَا. حُكِمَ بِنَجَاسَةِ الْبِئْرِ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا. فَتُقْضٰى صَلَوَاتُ هٰذِهِ الْأَيَّامِ إِنْ تُوُضِّئَ بِمَائِهَا۔ وَيُغْسَلُ الْبَدَنُ وَالثِّيَابُ إِنِ اسْتُعْمِلَ مَاءُهَا فِيْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ فِي الْإِغْتِسَالِ. أَوْ فِيْ غَسْلِ الثِّيَابِ۔

حلِّ لغات: اِنْتَفَخَ: واحد مذکر غائب صحیح از باب انتعال بمعنی پھولنا۔ لَایُدْرٰی: واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی مجہول ناقص یائی از باب ضرب بمعنی جاننا۔ مَتٰی: اسم استفہام ہے زمانہ کیلئے۔ فَتُقْضٰی: صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع مجہول ناقص یائی از باب ضرب بمعنی ادا کرنا۔ صَلَوَاتٌ: جمع ہے صَلٰوۃٌ کی بمعنی نماز۔ اَلثِّیَابُ: بمعنی کپڑے۔ جمع ہے ثَوْبٌ کی۔ مُدَّۃٌ: بمعنی زمانہ کا ایک حصہ قلیل یا کثیر۔ جمع مُدَدٌ۔ (مصباح)

ترجمہ: جب مرجائے کنویں میں کوئی جانور اور وہ کنویں میں پھول جائے اور معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے کنویں میں تو حکم لگایا جائے گا کنویں کے ناپاک ہونے کا تین دن اور تین راتوں سے، پس ان دنوں کی نمازیں لوٹائی جائینگی اگر اس کنویں کے پانی سے وضو کیا گیا ہے۔ اور بدن اور کپڑوں کو دھولے بشرطیکہ اس کنویں کا پانی اس مدت میں غسل کرنے یا کپڑوں کو دھونے میں استعمال کیا گیا ہو۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر لوگوں نے کسی کنویں میں مرا ہوا جانور دیکھا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کب گرا ہے اور حالت یہ ہے کہ وہ جانور پھول گیا ہے یا پھٹ کر پارہ پارہ ہو گیا ہے تو اب حکم یہ ہے کہ اس کنویں کو تین دن اور تین رات سے ناپاک سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اس درمیان میں جتنی نمازیں اس کنویں کے پانی سے وضو یا غسل کر کے پڑھی گئیں ہیں ان سب نمازوں کو لوٹانا اور انکا اعادہ کرنا ضروری ہو گا۔ اور نمازوں کو قضا کرنے میں صرف فرائض اور وتر کی قضا ضروری ہے سنتوں کی قضا نہیں۔ اسلئے کہ قضا فرض اور واجب کیساتھ خاص ہے۔ (ردالمحتار، بہشتی زیور) اسی طرح اس دوران اگر اس کنویں کا پانی کپڑوں اور برتنوں میں استعمال کیا گیا ہے تو ان کو بھی دوبارہ پاک پانی سے دھونا ضروری ہے۔

اِذَا وُجِدَ فِی الْبِئْرِ حَیَوَانٌ مَیِّتٌ قَبْلَ اِنْتِفَاخِہٖ وَلَایُدْرٰی مَتٰی وَقَعَ فِیْھَا، حُکِمَ بِنَجَاسَۃِ الْبِئْرِ مِنْ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ فَقَطْ، فَتُقْضٰی صَلَوَاتُ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ۔

حلِّ لغات: وُجِدَ: صیغہ واحد مذکر غائب ماضی مجہول مثال واوی باب ضرب سے بمعنی پانا۔ فَقَطْ: بمعنی لَاغَیْرُ یعنی صرف، بس، فا اور قط سے مرکب ہے فا فصیحیہ جزائیہ ہے جو شرط محذوف کے جواب میں واقع ہوئی ہے۔ فَتُقْضٰی: صیغہ واحدہ مؤنثہ غائبہ مضارع مجہول از باب ضرب بمعنی ادا کرنا۔ (مصباح)

ترجمہ: جب کنویں میں پایا جائے کوئی مرا ہوا جانور اسکے پھولنے سے پہلے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کب وہ جانور اس کنویں میں گرا ہے، تو صرف ایک دن اور ایک رات سے کنویں کے ناپاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا لہٰذا ایک دن اور ایک رات کی نمازوں کی قضا کی جائیگی۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے وہ صورت بیان کی کہ جس میں جانور پھول یا پھٹ گیا ہو۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ جانور کنویں میں مردہ ملا، اور حالت یہ ہے کہ جانور پھولا پھٹا نہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ کب گرا ہے تو اب صرف ایک دن رات سے اس کنویں کو ناپاک مانا جائیگا اور ایک دن رات کی نمازیں لوٹائی جائینگی۔ بشرطیکہ وہ نمازیں اسی کنویں کے پانی سے وضو یا غسل کر کے پڑھی گئی ہوں۔

تنبیہ: دونوں مسئلوں میں کنویں کی ناپاکی کا حکم اور نمازوں کے اعادہ کا حکم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اور اسی میں احتیاط ہے۔ اس لئے کہ جانور کے مرنے کا ظاہری سبب کنویں میں گرنا ہے، پھر جانور کا پھول یا پھٹ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس جانور کے مرنے کو دیر

ہو گئی اور دیر کی ادنیٰ مدت تین دن ہے۔ اور جس صورت میں پھولا پھٹا نہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جانور قریب کے زمانہ میں گر کر مرا ہے اور کم سے کم مدت کا اندازہ ایک دن اور رات ہے۔ جبکہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ: جس وقت کنویں کا ناپاک ہونا معلوم ہوا ہے تو اسی وقت سے کنویں کو ناپاک سمجھیں گے اس سے پہلے کی نمازیں، وضو، غسل سب درست ہے لہٰذا ان لوگوں کے ذمہ کسی نماز وغیرہ کا اعادہ نہیں جب تک یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ جانور کب گرا ہے کیونکہ کنویں کا پاک ہونا گزشتہ دنوں میں یقینی تھا اب جانور کے ملنے سے گزشتہ دنوں میں کنویں کے ناپاک ہونے کا شک واقع ہو گیا لہٰذا یقین شک کی وجہ سے زائل نہ ہو گا۔ لیکن اگر اس قول پر کسی نے عمل کر لیا تو یہ بھی درست ہے اسلئے کہ اس میں آسانی ہے۔ (ہدایہ، منیہ، ردالمحتار، بحوالہ بہشتی زیور)

آدابُ قضاءِ الحاجۃ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا وَلَا يَسْتَطِبْ بِيَمِيْنِهِ﴾ وَكَانَ يَأْمُرُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ وَيَنْهَى عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ۔

حلِ لغات: آدَابٌ؛ وہ اخلاقی استعداد اور ملکہ جو نازیبا باتوں سے آدمی کو روک دے۔ جمع ہے أَدَبٌ کی۔ قَضَاءٌ؛ مصدر ہے ناقص یائی کا از باب ضرب بمعنی حاجت پوری کرنا اور فارغ ہونا۔ حَاجَةٌ؛ بمعنی ضرورت۔ جمع حَاجَاتٌ، حَوَائِجُ۔ إِنَّمَا؛ کلمہ حصر ہے بمعنی سوائے اسکے نہیں، اور بے شک، یقیناً۔ مَنْزِلَةٌ؛ بمعنی مرتبہ۔ وَالِدٌ؛ اسم فاعل مثال واوی ضرب سے بمعنی جننا۔ أُعَلِّمُ؛ صیغہ واحد متکلم مضارع معروف صحیح از باب تفعیل بمعنی سکھانا۔ اَلْغَائِطُ؛ پست زمین کو کہتے ہیں اور پائخانہ کو بھی غائط کہتے ہیں چونکہ پائخانہ کیلئے بھی پست زمین تلاش کی جاتی ہے تو اب پائخانہ کو ہی غائط کہہ دیتے ہیں۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ لَا يَسْتَقْبِلُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب نہی غائب صحیح باب استفعال سے بمعنی توجہ نہ کرے، منہ نہ کرے۔ اَلْقِبْلَةُ؛ جس چیز کا سامنا کیا جائے یہاں مراد وہ جہت ہے جدھر نماز پڑھی جائے۔ لَا يَسْتَدْبِرْهَا؛ صیغہ واحد مذکر غائب نہی غائب صحیح از باب استفعال بمعنی پشت دینا۔ لَا يَسْتَطِبْ؛ صیغہ واحد مذکر غائب نہی غائب معروف از باب استفعال اجوف یائی بمعنی اچھا پانا مراد استنجاء کرنا۔ اَلرِّمَّةُ؛ بوسیدہ ہڈی۔ جمع رِمَامٌ۔ (مصباح)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تمہارے لئے والد کے درجہ میں ہوں تمہیں سکھاتا ہوں پس جب تم میں سے کوئی ایک بیت الخلاء آئے تو وہ نہ قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ پھیرے اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے، اور آپ ﷺ تین پتھروں کا حکم دیتے تھے اور لید اور بوسیدہ ہڈی سے روکتے تھے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ پانی کے احکام تفصیل کیساتھ بیان کرنے سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے قضاءِ حاجت اور استنجاء کے آداب بیان فرماتے ہیں، حضرات فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے لکھا ہے کہ چونکہ وضو اور غسل سے پہلے قضاءِ حاجت سے فارغ ہونا اولیٰ اور مستحب ہے اس لئے مناسب ہے کہ طہارت کی ابتداء آدابِ قضاءِ حاجت اور استنجاء سے کی جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ طہارت کا وجوب آدمی سے اس وقت متعلق ہوتا ہے جب پہلے سے ناقضِ طہارت موجود ہو ورنہ تحصیل حاصل ہے اور نواقضِ وضو میں کثیر الوقوع چیز خارج من السبیلین (یعنی بول و براز) ہیں اس لئے پہلے پیشاب و پائخانہ سے فراغت کے آداب بیان کرتے ہیں پھر استنجاء کے آداب بیان کریں

گے۔ سبحان اللہ ہماری شریعتِ محمدیہ کتنی جامع شریعت ہے کہ اس میں استنجاء جیسی معمولی چیز کے آداب بھی بیان ہوتے ہیں۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے محبوبِ رب العالمین کے کلام سے برکت حاصل کرنے کی غرض سے آداب کی ابتداء حدیث پاک سے کی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں تمہارے لئے والد کی طرح ہوں یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمنزلة الوالد فرمایا: اس لئے کہ فی الواقع آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے باپ نہیں اسلئے قرآن میں فرمایا گیا ہے: "مَاكَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ" (الآیۃ الاحزاب ۴۰) یعنی جس طرح والد اپنی اولاد کو ادب سکھاتا ہے اسی طرح میں بھی تمہارے دینی امور اور شرعی آداب تمہیں سکھاتا ہوں پس جب تم میں سے کوئی قضاءِ حاجت کی جگہ آئے تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرے اور نہ پشت، چاہے صحراء میں ہو یا آبادی میں ہو۔ غائط سے مراد محلِ قضاءِ حاجت ہے۔

وَلَا يَسْتَطِبْ بِيَمِيْنِهٖ: اور اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء بھی نہ کرے بلکہ بائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

وَكَانَ يَأْمُرُ الخ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین پتھروں کا حکم دیتے تھے مطلب یہ ہے کہ مقصود صفائی ہے چاہے جتنے پتھروں سے ہو چونکہ عام طور سے تین پتھروں سے صفائی حاصل ہو جاتی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین کا حکم دیتے تھے ورنہ تین ضروری نہیں کم و بیش ہو سکتے ہیں۔

وَيَنْهٰى عَنِ الرَّوْثِ الخ: گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنا شرعاً ممنوع ہے جیسا کہ اس حدیث میں ان دونوں چیزوں سے منع فرمایا، اسی طرح صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے۔ "عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: اِبْغِنِيْ أَحْجَاراً أَسْتَنْفِضْ بِهَا وَلَا تَأْتِنِيْ بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ قُلْتُ مَا بَالُ الْعِظَامِ وَالرَّوْثَةِ قَالَ هُمَا طَعَامُ الْجِنِّ" (بخاری) ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے واسطے پتھر تلاش کرو تاکہ میں ان سے پاکی حاصل کروں اور ہڈی اور گوبر نہ لانا، میں نے کہا کہ ہڈی اور گوبر کا کیا حال ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ دونوں جنّات کا کھانا ہیں۔ اور ترمذی کی روایت ہے "لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهٗ زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ". یعنی تم لوگ گوبر اور ہڈی سے استنجاء نہ کرو اس لئے کہ وہ تمہارے بھائیوں جنات کا توشہ ہے۔ لیکن اگر کسی نے اسکے باوجود بھی ان چیزوں سے استنجاء کر لیا تو استنجاء ہو جائے گا اس لئے کہ مقصود، یعنی صفائی حاصل ہو گئی لیکن سنت ادا نہ ہوئی۔ (دُر منضود، الدر المختار، اشرف الہدایۃ)

أَلَّذِيْ يُرِيْدُ قَضَاءَ حَاجَةٍ مِنَ الْبَوْلِ، أَوِ الْغَائِطِ، يَنْبَغِيْ لَهٗ أَنْ يُوَاظِبَ عَلَى الْآدَابِ الْآتِيَةِ: ۱۔ أَنْ يَتَبَاعَدَ عَنْ أَعْيُنِ النَّاسِ حَتّٰى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ، وَلَا يُسْمَعُ صَوْتُ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ، وَلَا تُشَمُّ رَائِحَتُهٗ۔ ۲۔ أَنْ يَخْتَارَ لِقَضَاءِ حَاجَتِهٖ مَكَاناً لَيِّناً مُنْخَفِضاً، لِئَلَّا يَتَطَايَرَ عَلَيْهِ رَشَاشُ الْبَوْلِ۔ ۳۔ أَنْ يَقُوْلَ قَبْلَ دُخُوْلِهٖ فِيْ بَيْتِ الْخَلَاءِ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ وَالَّذِيْ يُرِيْدُ قَضَاءَ حَاجَتِهٖ فِي الصَّحْرَاءِ، فَإِنَّهٗ يَأْتِيْ بِالتَّعَوُّذِ عِنْدَ مَا يُشَمِّرُ ثِيَابَهٗ قَبْلَ كَشْفِ عَوْرَتِهٖ۔

حلِّ لُغات: يُرِيْدُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف واوی از باب اِفعال بمعنی چاہنا، خواہش کرنا۔ حَاجَةٍ؛ بمعنی ضرورت۔ جمع حَاجَاتٌ وَحَوَائِجُ۔ بَوْلٌ؛ بمعنی پیشاب۔ جمع أَبْوَالٌ۔ يَنْبَغِيْ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف ناقص یائی از باب انفعال بمعنی مناسب ہونا، آسان ہونا۔ يُوَاظِبُ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مثال واوی از باب مفاعلہ بمعنی پابندی اور مداومت کرنا۔ اَلْآتِيَةُ؛ واحدہ مؤنثہ اسم فاعل از باب ضرب بمعنی آنا۔ يَتَبَاعَدُ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع بمعنی ایک۔

دوسرے سے دور ہونا۔اَعْیُنٌ بمعنی آنکھیں۔واحد عَیْنٌ۔ اَلنَّاسُ؛ بمعنی لوگ۔ واحد اِنْسَانٌ۔لَا یَرَا؛ واحد مذکر غائب مضارع منفی معروف از باب فتح مہموز العین ناقص یائی رُؤْیَۃٌ سے بمعنی دیکھنا۔صَوْتٌ؛ بمعنی آواز۔ جمع اَصْوَاتٌ۔لَا تُشَمَّ؛ صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع منفی مجہول مضاعف ثلاثی از باب نصر شَمٌّ سے بمعنی سونگھنا۔رَائِحَۃٌ؛ بمعنی بو۔ جمع رَائِحَاتٌ۔یَخْتَارُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف یائی از باب افتعال بمعنی انتخاب کرنا۔مَکَانًا؛ بمعنی جگہ۔ جمع اَمَاکِنُ۔لَیِّنٌ؛ بمعنی نرم۔مُنْخَفِضٌ؛ واحد مذکر اسم فاعل از باب انفعال بمعنی پست۔یَتَطَایَرُ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف یائی از باب تفاعل بمعنی متفرق ہونا ،اڑنا۔رَشَاشٌ؛ بمعنی پانی،خون وغیرہ کا چھینٹا۔بَیْتٌ؛ بمعنی گھر،مکان۔ جمع بُیُوْتٌ۔خَلَاء؛ بمعنی خالی مکان،پائخانہ۔ اَعُوْذُ؛ صیغہ واحد متکلم مضارع مثبت معروف از باب نصر اجوف واوی بمعنی پناہ لینا۔خُبُثٌ؛ با کے ضمہ اور سکون کے ساتھ خَبِیْثٌ کی جمع بمعنی مکروہ، شر،ناپاک چیز۔خَبَائِثٌ؛ بُرے افعال۔ صَحْرَاءُ؛ بیابان۔ جمع صَحَارٰی۔یُشَمِّرُ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع صحیح از باب تفعیل بمعنی سمیٹنا۔ کَشْفٌ؛ مصدر ہے باب ضرب سے بمعنی کھولنا۔ عَوْرَۃٌ؛ بمعنی شرمگاہ،انسان کا وہ عضو جس کو حیا کی وجہ سے چھپایا جائے۔ جمع عَوْرَاتٌ۔(مصباح)

تنبیہ: بعض نسخوں میں "لَا یَسْمَعَ صَوْتَ مَا" یا،عین اور ت کے نصب کے ساتھ ہے وہ بھی درست ہے۔

ترجمہ: وہ شخص جو پیشاب یا پائخانہ کی ضرورت پوری کرنا چاہتا ہے تو اس کیلئے مناسب ہے کہ آنے والے آداب کی پابندی کرے۔ (۱) پہلا ادب یہ ہے کہ لوگوں کی نگاہوں سے دوری اختیار کرے تاکہ کوئی شخص اس کو دیکھ نہ سکے،اور نہ سن سکے اس چیز کی آواز جو اس سے نکلے،اور نہ سونگھ سکے اسکی بُو۔(۲) دوسرا ادب یہ ہے کہ قضاءِ حاجت کیلئے نرم پست جگہ اختیار کرے تاکہ پیشاب کی چھینٹیں اس پر نہ پڑیں۔ (۳) تیسرا ادب یہ ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے کہے:"اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"۔ترجمہ: میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی نر اور مادہ شیاطین سے۔اور وہ شخص جو بیابان میں اپنی ضرورت پوری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے،تو وہ تعوذ پڑھے جس وقت کہ اپنے کپڑے سمیٹے اپنی شرمگاہ کھولنے سے پہلے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے قضاءِ حاجت کے آداب کے متعلق حدیث پاک سے دلیل حاصل کی اب یہاں سے قضاءِ حاجت یعنی پیشاب،پائخانہ سے فارغ ہونے کے آداب تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔چنانچہ فرمایا کہ:(۱) پہلا ادب: یہ ہے کہ پیشاب پائخانہ کیلئے اتنی دوری اختیار کرے کہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے اور اس پر کسی کی نگاہ نہ پڑے جیسا کہ ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاءِ حاجت کیلئے تشریف لے جاتے تو دُوری اختیار فرماتے اور حکمت اس میں یہ ہے جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے کہ: دُور جانے کی وجہ سے کھل کر اطمینان سے فارغ ہو سکے گا اگر قریب میں لوگ ہوں گے تو اخراجِ ریح میں تامل ہوگا اور حیا آئے گی نیز آبادی والوں کو بھی اس میں مصلحت ہے کہ گندگی ان سے دور رہے گی اور پیشاب پائخانہ کی بدبو سے محفوظ رہیں گے آج کل دیہاتوں میں تو یہ دور جانا ممکن ہے لیکن شہری علاقوں میں مشکل ہے بلکہ آبادی کے اندر محفوظ طریقے سے قضاءِ حاجت کا معقول انتظام ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا ادب: یہ ہے کہ قضاءِ حاجت کیلئے نرم اور پست زمین تلاش کرے کیونکہ اگر سخت زمین پر پیشاب کرے گا یا نیچے بیٹھ کر اوپر کی جانب پیشاب کریگا تو اس صورت میں پیشاب کی چھینٹیں بھی اسکے کپڑوں کی طرف اُڑیں گی اور پیشاب واپس بھی آئے گا جس کی وجہ سے جسم اور کپڑوں کے ناپاک ہونے کا قوی اندیشہ ہے جبکہ احادیث میں پیشاب سے نہ بچنے پر سخت وعید آئی ہے۔

(۳) تیسرا ادب: یہ ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے دروازے سے باہر مسنون دعا پڑھ لے۔ یہ دعا مختلف احادیث میں مختلف الفاظ کیساتھ آئی ہے چنانچہ صحیحین (بخاری، مسلم ج ۱) کی ایک روایت میں یہ دعا اس طرح آئی ہے: "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" بہر حال جو بھی دعا پڑھی جائے۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے پڑھی جائے۔ "خُبُثٌ" سے مراد نر شیاطین اور "خَبَائِثُ" سے مراد مادّہ شیاطین ہیں۔ یا "خُبُثٌ" سے مراد شر ور اور "خَبَائِثُ" سے گناہ اور معاصی یا نجاسات ہیں۔ چونکہ بیت الخلاء شیاطین کا محل ہے اس لئے اس میں داخل ہونے کے وقت اللہ کی پناہ حاصل کرلی جائے۔ اور اگر بیت الخلاء کے علاوہ بیابان جنگل وغیرہ میں قضاءِ حاجت کیلئے جانا پڑے تو شروع ہی میں تعوّذ کہے جس وقت کہ کپڑوں کو سمیٹ رہا ہو مگر ستر کھولنے سے پہلے پہلے پڑھ لے۔ لیکن اگر کوئی بیت الخلاء داخل ہو گیا اسی طرح جنگل بیابان میں ستر کھولنے کے بعد یاد آیا تو اب زبان سے تعوّذ نہ کہے ہاں! دل میں تعوّذ کا خیال لا سکتا ہے۔ (طحطاوی)

حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا ہے: جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے۔ (حدیث یعمری) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعوّذ سے پہلے تسمیہ کہتے پس بہتر ہے کہ دونوں کو ان الفاظ سے جمع کرے "بِسْمِ اللّٰهِ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"۔

(٤) أَنْ يَدْخُلَ فِيْ بَيْتِ الْخَلَاءِ بِرِجْلِهِ الْيُسْرٰى، وَيَخْرُجَ مِنْهُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنٰى۔ (٥) أَنْ يَجْلِسَ مُعْتَمِداً عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى، فَإِنَّ ذَالِکَ أَعْوَنُ فِيْ خُرُوْجِ الْخَارِجِ۔ (٦) أَنْ يُغَطِّيَ رَأْسَهُ وَقْتَ قَضَاءِ حَاجَتِهِ وَوَقْتَ الْإِسْتِنْجَاءِ۔ (٧) أَنْ لَّا يَبُوْلَ فِي الْجُحْرِ، فَإِنَّهُ يُمْكِنُ أَنْ يَّكُوْنَ فِي الْجُحْرِ شَيْءٌ مِنْ حَشَرَاتِ الْأَرْضِ فَيُؤْذِيَهُ۔

حلّ لغات: رِجْلٌ؛ بمعنی پاؤں۔ جمع أَرْجُلٌ۔ اَلْيُسْرٰى؛ اَلْأَيْسَرُ کی تانیث ہے بمعنی بایاں۔ اَلْيُمْنٰى؛ تانیث ہے اَلْأَيْمَنُ کی بمعنی داہنی جانب، دایاں۔ مُعْتَمِداً؛ اسم فاعل کا صیغہ ہے باب افتعال صحیح سے بمعنی ٹیک لگانا۔ أَعْوَنُ؛ اسم تفضیل اجوف واوی سے بمعنی زیادہ مددگار۔ يُغَطِّيْ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع ناقص یائی از باب تفعیل بمعنی چھپانا۔ جُحْرٌ؛ بمعنی بل، سُوراخ۔ جمع أَجْحَارٌ۔ حَشَرَاتٌ؛ جمع ہے حَشَرَةٌ کی بمعنی کیڑے مکوڑے۔ يُؤْذِيْ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مہموز الفاء ناقص یائی از باب افعال بمعنی تکلیف دینا۔ (مصباح)

ترجمہ: چوتھا ادب یہ ہے کہ بیت الخلاء میں اپنے بائیں پاؤں سے داخل ہو اور بیت الخلاء سے اپنے دائیں پاؤں سے نکلے۔ پانچواں ادب یہ ہے کہ اپنے بائیں پاؤں پر ٹیک دیکر بیٹھے کیونکہ بیشک یہ نکلنے والی چیز کے نکلنے میں زیادہ معاون اور مددگار ہے۔ چھٹا ادب یہ ہے کہ پیشاب پاخانہ کرنے والا اپنا سر چھپائے قضاءِ حاجت کے وقت اور استنجاء کے وقت۔ ساتواں ادب یہ ہے کہ سُوراخ میں پیشاب نہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سُوراخ میں زمین کے کیڑے مکوڑوں میں سے کوئی کیڑا ہو اور وہ کیڑا اس کو تکلیف پہنچادے۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے قضاءِ حاجت یعنی پیشاب پائخانہ سے فراغت کے متعلق تین آداب بیان فرمائے۔ اب یہاں سے مزید آداب بیان کر رہے ہیں، چنانچہ چوتھا ادب: یہ ہے کہ بیت الخلاء میں بائیں پاؤں سے داخل ہو اور دائیں پاؤں سے نکلے اس لئے کہ داہنی جانب افضل ہے اور بیت الخلاء مقامِ نجاست ہے تو دائیں پاؤں کی شرافت اور افضلیت کی رعایت کرتے ہوئے بیت الخلاء میں جاتے وقت بائیں پاؤں سے داخل ہو اور نکلتے وقت دائیں پاؤں کو پہلے نکالے بر خلاف مسجد کے کہ مسجد مقامِ برکت ہے تو برکت والی جگہ میں داخلہ بھی افضل جانب یعنی دائیں پاؤں سے ہونا چاہیئے۔ اور نکلتے وقت بائیں پاؤں سے نکلے۔

تنبیہ: یہاں یہ اصول یاد رکھنا چاہیئے کہ جو افعال اور کام برکت والے ہوں اور مرغوب فیہا ہوں نیز ان میں نعمت کا استعمال ہو تو ان میں ابتداء دائیں طرف سے کرنی چاہیئے۔ جیسے مسجد میں داخلہ۔ کپڑے پہننا، پانی پینا، جوتا پہننا وغیرہ۔ اسلیئے کہ صحاح ستہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز داہنے ہاتھ سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے یہاں تک کہ طہارت میں اور جوتے پہننے میں اور کنگھا کرنے میں اور سب کاموں میں۔ اور جو کام ایسے ہوں جن سے طبعیت کو نفرت ہو جیسے ناک صاف کرنا، جوتا اٹھانا، بیت الخلاء کی صفائی۔ یا ان میں نعمت کو جسم سے دور کرنا ہو جیسے کپڑا، جوتا اُتارنا تو ان کو بائیں ہاتھ سے شروع کرے۔

پانچواں ادب: یہ ہے کہ پیشاب پائخانہ کرتے وقت بائیں پاؤں پر زور دیکر بیٹھے اور دونوں پاؤں میں فاصلہ رکھے تنگ اور سمٹ کر نہ بیٹھے کیونکہ اس سے نجاست باآسانی نکل جاتی ہے اور فراغت اچھی طرح حاصل ہو جاتی ہے۔

چھٹا ادب: ترجمہ سے واضح ہے۔

ساتواں ادب: یہ ہے کہ زمین یا دیوار کے سوراخ میں پیشاب نہ کرے ایک وجہ تو کتاب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ابو داؤد شریف اور نسائی شریف کی حدیث ہے کہ "لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِيْ جُحْرٍ" کہ تم میں سے ہرگز کوئی سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔ محدثین نے اس پر ایک واقعہ لکھا ہے کہ سعد بن عُبادۃ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کسی سُوراخ میں پیشاب کر دیا تھا پس ایک دم بے ہوش ہو کر گر گئے اور انتقال ہو گیا ہاتف غیبی سے آواز آئی کہ جس کو سننے والوں نے سنا۔

نَحْنُ قَتَلْنَا سَيِّدَ الْخَزْرَجِ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رضی اللہ عنہ رَمَيْنَاهُ بِسَهْمٍ فَلَمْ يُخْطِئْ فُؤَادَهُ

کہ ہم نے بنو خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔ ہم نے اس کو تیر سے مارا پس وہ تیر ان کے دل سے نہیں چُوکا یعنی سیدھا جا کر دل پر لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیمات جہاں ہماری شریعت کی جامعیت پر دلالت کرتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت شفقت اور محبت اور امت کیساتھ ہمدردی کی خبر بھی دے رہی ہیں۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ"۔

(۸) أَنْ لَّا يَبُوْلَ وَلَا يَتَغَوَّطَ فِي الطَّرِيْقِ وَالْمَقْبَرَةِ۔ (۹) أَنْ لَّا يَبُوْلَ وَلَا يَتَغَوَّطَ فِي الظِّلِّ الَّذِيْ يَجْلِسُ فِيْهِ النَّاسُ۔ (۱۰) أَنْ لَّا يَبُوْلَ وَلَا يَتَغَوَّطَ فِي الْمَكَانِ الَّذِيْ يَجْتَمِعُ فِيْهِ النَّاسُ، وَيَتَحَدَّثُوْنَ۔ (۱۱) أَنْ لَّا يَبُوْلَ وَلَا يَتَغَوَّطَ تَحْتَ شَجَرَةٍ مُثْمِرَةٍ۔ (۱۲) يُكْرَهُ لِقَاضِي الْحَاجَةِ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِدُوْنِ عُذْرٍ، وَلٰكِنْ إِذَا رَأَى أَعْمٰى يَمْشِيْ نَحْوَ حُفْرَةٍ. وَخَافَ وُقُوْعَهٗ فِي الْحُفْرَةِ. وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يَتَكَلَّمَ. وَيُرْشِدَهٗ۔

حل لغات: طَرِيْقٌ؛ بمعنی راستہ (مذکر ومؤنث) جمع طُرُقٌ۔ مَقْبَرَةٌ؛ بمعنی قبرستان۔ جمع مَقَابِرُ۔ (غیر منصرف ہے جمع منتہی الجموع کی وجہ سے) ظِلٌّ؛ بمعنی سایہ۔ جمع ظِلَالٌ۔ يَجْلِسُ؛ واحد مذکر غائب صحیح باب ضرب سے مضارع کا صیغہ ہے بمعنی بیٹھنا۔ مَكَانٌ؛ اسم ظرف مَكَانٌ كَوْنٌ اجوف واوی باب نصر سے بمعنی جگہ۔ جمع أَمْكِنَةٌ، أَمَاكِنُ۔ يَجْتَمِعُ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع صحیح از باب افتعال بمعنی اکٹھا ہونا۔ يَتَحَدَّثُوْنَ؛ جمع مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب تفعّل بمعنی گفتگو کرنا۔ مُثْمِرَةٌ؛ صیغہ واحد مؤنث اسم فاعل از باب افعال صحیح سے بمعنی پھلدار۔ قَاضِيْ؛ صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ناقص یائی از باب ضرب بمعنی حاجت پوری کرنا، فارغ ہونا۔ يَتَكَلَّمُ؛ واحد مذکر غائب مضارع معروف از باب تفعّل بمعنی بات کرنا۔ عُذْرٌ؛ بمعنی مجبوری، حجت اور دلیل جسکی بنیاد پر بات کی جائے۔ جمع أَعْذَارٌ۔ أَعْمٰى؛ صیغہ صفت از باب سمع ناقص یائی بمعنی اندھا۔ جمع عُمْيٌ۔ يَمْشِيْ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع از باب ضرب ناقص یائی بمعنی چلنا۔ نَحْوٌ؛ بمعنی جانب، جہت۔ جمع أَنْحَاءٌ۔ حُفْرَةٌ؛ بمعنی گڑھا، قبر۔ جمع حُفَرٌ۔ خَافَ؛ واحد مذکر غائب اجوف واوی از باب سمع بمعنی ڈرنا۔ وُقُوْعٌ؛ مصدر ہے مثال واوی سے از باب فتح بمعنی گرنا۔ وَجَبَ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مثال واوی از باب ضرب بمعنی لازم ہونا۔ يُرْشِدُ؛ واحد مذکر غائب اثباب فعل مضارع معروف صحیح از باب افعال بمعنی رہنمائی کرنا، ہدایت کرنا۔ (مصباح)

ترجمہ: آٹھواں ادب یہ ہے کہ پیشاب اور پائخانہ نہ کرے راستے اور مقبرے میں۔ نواں ادب یہ ہے کہ پیشاب اور پائخانہ نہ کرے ایسے سایہ میں جس میں لوگ بیٹھتے ہوں۔ دسواں ادب یہ ہے کہ پیشاب اور پائخانہ نہ کرے اس جگہ میں جہاں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں۔ گیارہواں ادب یہ ہے کہ پیشاب اور پائخانہ نہ کرے ایسے درخت کے نیچے جو پھلدار ہو۔ بارہواں ادب یہ ہے کہ پیشاب اور پائخانہ کی ضرورت پوری کرنے والے کیلئے ناپسندیدہ ہے یہ بات کہ بغیر مجبوری بات کرے۔ لیکن جب دیکھے کسی اندھے کو کہ وہ گڑھے کی طرف جارہا ہے اور اس پیشاب پائخانہ کرنے والے کو ڈر ہو اس اندھے کے گڑھے میں گرنے کا تو لازم ہے اس قضاءِ حاجت کرنے والے کے ذمے کہ بات کرے اور اس اندھے کو راستہ بتادے۔

تشریح: آٹھواں ادب: یہ ہے کہ راستے میں اسی طرح قبرستان میں پیشاب، پائخانہ نہ کرے، اسلئے کہ ابو داؤد شریف کی روایت میں ہے: لقولہ ﷺ: "اِتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ قَالُوْا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: اَلَّذِيْ يَتَخَلّٰى فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ أَوْ ظِلِّهِمْ" کہ لعنت کے دو اسباب سے بچو، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ایک وہ شخص جو لوگوں کے راستہ میں پیشاب کرتا ہے دوسرے وہ شخص جو سایہ دار جگہ میں پیشاب کرے۔ راستہ سے مراد لوگوں کا چالو راستہ ہے جس پر لوگوں کی آمد ورفت رہتی ہو چاہے راستہ کے بیچ میں کرے چاہے راستہ کے کنارے پر کرے مطلق مکروہ ہے۔ لیکن اگر کوئی راستہ یا سڑک غیر آباد ہو جہاں سے لوگوں کی آمد ورفت منقطع ہوگئی ہو تو وہ اس حکم سے خارج ہے کیونکہ علتِ ممانعت یہ ہے کہ لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ اسی طرح قبرستان میں بھی پیشاب پائخانہ کرنا یا کسی قبر کو روندنا قبر پر بیٹھنا، سونا، قبر پر نماز پڑھنا، یا قبر کی طرف نماز پڑھنا یہ سارے کام مکروہ ہیں۔ (حاشیہ کنز عن العینی در منضود)

نواں ادب: یہ ہے کہ اُس سایہ میں جس میں لوگ بیٹھتے ہوں پیشاب پائخانہ نہ کرے۔ اس حدیث کی وجہ سے جو ادب نمبر ۸ میں گزری۔ پھر سایہ سے مراد وہ سایہ ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں مطلق سایہ مراد نہیں کیونکہ اگر کوئی سایہ ایسی جگہ ہو جہاں لوگ بیٹھ کر فائدہ نہیں اٹھاتے تو وہ سایہ اس حکم سے خارج ہے وہاں پیشاب پائخانہ بلا کراہت جائز ہے کیونکہ علت تاذی نہیں، (یعنی لوگوں کو تکلیف نہیں) اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ اشتراکِ علت کی وجہ سے سایہ کے حکم میں سردی کے زمانہ میں دھوپ دار جگہ بھی داخل ہے جہاں دھوپ آتی ہے اور لوگ سردی کے زمانہ میں سردی سے بچنے کیلئے اور دھوپ پر سینکنے کیلئے وہاں بیٹھتے ہوں۔ (در منضود)

دسواں ادب: یہ ہے کہ اُس جگہ میں بھی پیشاب پائخانہ نہ کرے جہاں لوگ جمع ہو کر آپس میں بات چیت کرتے ہوں اسلئے کہ اس میں لوگوں کو تکلیف پہنچتا ہے اور کسی کو تکلیف دینا بالخصوص مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں۔

گیارہواں ادب: یہ ہے کہ پھل دار درخت کے نیچے بھی پیشاب پائخانہ نہ کرے کیونکہ اسکی وجہ سے پھل کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے کہ جو پھل بذریعہ ہوا گرے یا مالک درخت جھاڑے تو پھل پائخانہ میں گر کر ضائع ہو جائیگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ عام طور سے پھل دار درخت کے سایہ سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (طحطاوی)

بارہواں ادب: یہ ہے کہ پیشاب پائخانہ کرتے وقت بلا ضرورت کسی سے کوئی بات نہ کرے۔ سخت حاجت ہو مثلاً استنجاء کرنے کے لئے پانی کی یا ڈھیلے کی اچانک ضرورت پڑ گئی یا مثلاً کسی اندھے کو دیکھا کہ وہ کنوئیں یا گھڑے کی جانب جا رہا ہے اور اس میں گرنے کا خطرہ ہے تو پھر بات کر سکتا ہے اس کو سیدھا راستہ بتانے کیلئے یا کسی اور کو اس اندھے کی طرف متوجہ کرنے کیلئے۔ اس کے علاوہ بغیر ضرورت بات کرنا مکروہ ہے کیونکہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ اس سے اللہ سخت ناراض ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر چھینک آ گئی تو دل ہی میں الحمد للہ کہے زبان سے کسی قسم کا کوئی ذکر نہ کرے۔

(۱۳) يُكْرَهُ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ, أَوْ أَنْ يَأْتِيَ بِذِكْرٍ أَثْنَاءَ قَضَاءِ حَاجَتِهِ, وَأَثْنَاءَ الْإِسْتِنْجَاءِ. (۱۴) يُكْرَهُ تَحْرِيْماً أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ, أَوْ يَسْتَدْبِرَهَا سَوَاءٌ كَانَ فِيْ بَيْتِ الْخَلَاءِ, أَوْ فِي الصَّحْرَاءِ. (۱۵) يُكْرَهُ تَحْرِيْماً أَنْ يَبُوْلَ, أَوْ يَتَغَوَّطَ فِي الْمَاءِ الْقَلِيْلِ الرَّاكِدِ. (۱۶) يُكْرَهُ تَنْزِيْهاً أَنْ يَبُوْلَ, أَوْ يَتَغَوَّطَ فِي الْمَاءِ الْجَارِيْ, أَوِ الْمَاءِ الْكَثِيْرِ الرَّاكِدِ. (۱۷) يُكْرَهُ أَنْ يَبُوْلَ فِي الْمُغْتَسَلِ.

حلِّ لغات: يَقْرَأُ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف از باب فتح بمعنی پڑھنا۔ اَلْقُرْآنُ؛ کلام اللہ۔ يَأْتِيْ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف از باب ضرب مہموز الفاء ناقص یائی بمعنی آنا اور جب متعدی ہو بذریعہ "ب" تو معنی ہوگا لانا۔ ذِكْرٌ؛ بمعنی نماز، دعا، تعریف۔ جمع أَذْكَارٌ۔ أَثْنَاءٌ؛ بمعنی دوران، پیچ، لپیٹ۔ ثِنْيٌ کی جمع ہے۔ تَحْرِيْماً؛ تفعیل کا مصدر ہے بمعنی حرام کرنا۔ مکروہِ تحریمی بڑے درجہ کا ناپسندیدہ کام جو حرام کے قریب ہو۔ تَنْزِيْهاً؛ بمعنی بُری بات سے دور کرنا۔ مکروہِ تنزیہی، معمولی درجہ کا ناپسندیدہ فعل۔ اَلرَّاكِدُ؛ اسم فاعل از باب نصر بمعنی ٹھہرا ہوا۔

تنبیہ: (مکروہِ تحریمی اور تنزیہی کی تفصیلی تعریف مقدمہ میں گزری ہے)

ترجمہ: تیرہواں ادب یہ ہے کہ ناپسندیدہ ہے یہ بات کہ قضاءِ حاجت کے دوران قرآن پڑھے یا کوئی ذکر کرے۔ چودھواں ادب یہ ہے کہ مکروہِ تحریمی ہے قبلہ کی طرف منہ کرنا، یا قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا۔ برابر ہے کہ پیشاب پائخانہ کرنے والا بیت الخلاء میں ہو یا جنگل، بیابان میں ہو۔ پندرہواں ادب یہ ہے کہ مکروہِ تحریمی ہے یہ بات کہ پیشاب پائخانہ کرے اُس پانی میں جو تھوڑا ہو اور ٹھہرا ہوا ہو۔ سولہواں ادب یہ ہے کہ مکروہِ تنزیہی ہے پیشاب کرنا یا پائخانہ کرنا اس پانی میں جو بہہ رہا ہو یا اس پانی میں جو زیادہ مقدار میں ہو اور ٹھہرا ہوا ہو۔

تشریح: تیرہواں ادب: یہ ہے کہ قضاءِ حاجت، اسی طرح استنجاء کے دوران قرآن کی تلاوت کرنا یا اور کسی قسم کا ذکر کرنا مکروہ ہے، اور اس سے منع کیا گیا ہے لہٰذا چھینکنے پر ''الحمد للہ'' بھی نہ کہے اور نہ کسی چھینکنے والے کو ''یَرحمک اللہ'' کہہ کر جواب دے۔ نہ ہی سلام کا جواب دے اور نہ اذان کا۔ اس لئے کہ ابو داؤد شریف کی روایت ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزر ہوا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے انہوں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ قضاءِ حاجت یا استنجاء کے وقت اللہ کا ذکر کرنا ممنوع ہے، اس لئے کہ یہ کشفِ عورت کی حالت ہے اور کشفِ عورت کی حالت میں مطلق بات کرنا مکروہ ہے چہ جائیکہ سلام، ذکر اللہ، تلاوتِ قرآن جب کہ یہ سارے امور قابلِ احترام بھی ہیں اسی طرح بیت الخلاء میں اپنے ساتھ ایسی چیز لیکر جانا جس پر اللہ کا نام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہو یا قرآن لکھا ہوا ہو مثلاً انگوٹھی یا کاغذ یا دراہم دنانیر کا پرزہ۔ اس لئے کہ ابو داؤد اور ترمذی کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی انگوٹھی باہر اتار کر رکھ دیتے اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ (در منضود، طحطاوی)

چودہواں ادب: یہ ہے کہ قضاءِ حاجت یعنی پیشاب پائخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پشت کرنا مکروہِ تحریمی ہے خواہ آبادی میں ہو یا جنگل میں۔ اسلئے کہ صحاح ستہ کی روایت ہے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جب تم قضاءِ حاجت کیلئے آؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو نہ پشت کرو یعنی شمالاً جنوباً بیٹھنا چاہیئے''۔

فائدہ: اگر کہیں ایسی صورت پیش آجائے کہ شمالاً جنوباً بیٹھنا ممکن نہیں بلکہ قبلہ کی طرف پشت کرنی پڑے گی یا پیٹھ، تو ایسی صورت میں پشت کرلے منہ نہ کرے اس لئے کہ منہ کرنے کی صورۃ میں زیادہ بے ادبی ہے۔ اگر کوئی بھولے سے بیٹھ جائے اور دورانِ پیشاب یاد آجائے تو فوراً قبلہ کی طرف سے پھر جائے۔ اسی طرح چھوٹے بچوں کو قبلہ کی طرف بٹھا کر پیشاب پائخانہ کرانا بھی مکروہِ تحریمی ہے اس لئے کہ یہ وہ کام ہے جو بالغوں کیلئے مکروہ ہے تو بچوں سے اس کا کرانا بھی مکروہ ہے اور گناہ بالغ کرانے والے پر ہوگا۔ (طحطاوی، در مختار بحوالہ بہشتی زیور) نیز سورج، چاند، کی طرف منہ کرنا یا ہوا کے رُخ پر یعنی جہاں سے ہوا چل رہی ہے اس طرف منہ کرکے پیشاب پائخانہ کرنا بھی مکروہ ہے۔ اس لئے کہ سورج، چاند، اللہ کی نشانیاں ہیں اسی طرح ہوا کے رُخ پر پیشاب کرنے سے پیشاب واپس آکر کپڑے اور جسم کو ناپاک کریگا۔

پندرہواں ادب: یہ ہے کہ ایسا پانی جو ٹھہرا ہوا ہو اور تھوڑا ہو اس میں پیشاب کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے نجاست کے اجزاء پانی میں مل جائینگے جسکے بعد پانی کا استعمال شرعاً حرام ہوگا نیز حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کو آثار السنن میں علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''تم میں سے کوئی شخص ہرگز رُکے ہوئے پانی میں جو کہ جاری نہ ہو پیشاب نہ کرے''۔ سولہواں ادب: یہ ہے کہ جاری پانی میں اسی طرح وہ ٹھہرا ہوا پانی جو زیادہ مقدار میں ہو پیشاب پائخانہ کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

تنبیہ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اگر چہ کھڑے پانی میں جو زیادہ مقدار میں ہو پیشاب پائخانہ کرنا مکروہ تنزیہی لکھا ہے لیکن عام کُتبِ فقہ سے کثیر پانی میں پیشاب پائخانہ کرنا مکروہِ تحریمی معلوم ہوتا ہے جبکہ قلیل میں حرام ہے۔(طحطاوی، تسہیل الحقائق) مگر یہ کہ مجبوری ہو جیسے کوئی شخص کشتی میں ہو، اسی طرح نہروں کے اوپر بیت الخلاء بنانا یا بیت الخلاء کا پانی نہروں میں بہانا درست نہیں۔(تسہیل الحقائق)

سترہواں ادب: یہ ہے کہ غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ تنزیہی ہے مگر اس میں یہ بات یاد رہے کہ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وہ غسل خانہ ہے جس کی زمین کچی ہو کیونکہ اس میں ناپاک اور گندہ پانی جمع ہوگا اور ناپاک چھینٹیں اڑیں گی لیکن اگر غسل خانہ کا فرش پختہ ہو جیسے سنگِ مرمر یا مضبوط پتھروں کا فرش ہو جس پر پانی بہانے سے پیشاب بہہ جاتا ہو، تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن احقر کا خیال ہے کہ ہر قسم کے غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے بچا جائے کیونکہ حدیث کے الفاظ کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ (در منضود، توضیح السنن)

(۱۸) يُكْرَهُ أَنْ يَبُوْلَ أَوْ يَتَغَوَّطَ بِقُرْبِ بِئْرٍ أَوْ نَهْرٍ أَوْ حَوْضٍ۔ (۱۹) يُكْرَهُ أَنْ يَكْشِفَ عَوْرَتَهُ لِلْإِسْتِنْجَاءِ فِي مَكَانٍ غَيْرِ سَاتِرٍ۔ (۲۰) يُكْرَهُ أَنْ يَسْتَنْجِيَ بِيَمِيْنِهِ بِدُوْنِ عُذْرٍ۔ (۲۱) يُكْرَهُ أَنْ يَبُوْلَ قَائِمًا بِدُوْنِ عُذْرٍ لِأَنَّ رَشَاشَ الْبَوْلِ قَدْ يَتَطَايَرُ عَلٰى بَدَنِهٖ أَوْ عَلٰى ثِيَابِهٖ۔ (۲۲) إِذَا فَرَغَ مِنْ قَضَاءِ حَاجَتِهٖ خَرَجَ بِرِجْلِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ قَالَ «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذٰى وَعَافَانِيْ»۔

حلِّ لُغات: حَوْضٌ، بمعنی پانی جمع ہونے کی جگہ، تالاب۔ جمع حِيَاضٌ۔ يَكْشِفُ، واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف از باب ضرب بمعنی کھولنا۔ سَاتِرٌ، صیغہ اسم فاعل از باب ضرب، نصر بمعنی چھپانے والا۔ أَذْهَبَ، واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف از باب افعال بمعنی ہٹانا، لے جانا۔ اَلْأَذٰى، بمعنی تکلیف۔

ترجمہ: (۱۸) مکروہ ہے پیشاب یا پائخانہ کرنا کنوئیں یا نہر یا تالاب کے قریب۔ (۱۹) مکروہ ہے یہ بات کہ قضاءِ حاجت والا اپنا ستر کھولے ایسی جگہ میں جو پردہ دار نہ ہو۔ (۲۰) مکروہ ہے یہ بات کہ استنجاء کرے اپنے داہیں ہاتھ سے بغیر مجبوری کے۔ (۲۱) مکروہ ہے یہ بات کہ پیشاب کرے کھڑے ہو کر بغیر مجبوری کے اس لئے کہ پیشاب کی چھینٹیں کبھی کبھار اُڑ جاتی ہیں اسکے جسم پر یا کپڑوں پر۔ (۲۲) جب اپنی ضرورت پوری کرنے سے فارغ ہو جائے تو اپنے داہیں پاؤں سے نکلے پھر پڑھے یہ دعا: "تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھ سے گندگی دور کی اور مجھے راحت بخشی"۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ مزید کچھ آداب بیان فرماتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ: اٹھارواں ادب: یہ ہے کہ کنوئیں، نہر، تالاب کے قریب بھی پیشاب پائخانہ نہ کرے کیونکہ اس میں نجاست کے پانی تک پہنچنے کا احتمال ہے اور اگر نجاست پانی تک نہ بھی پہنچے تب بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ لعنت کا سبب ہے۔

اُنیسواں ادب: یہ ہے کہ اگر استنجاء کیلئے تنہائی کا موقع نہ ملے تو پانی سے استنجاء کرنے کیلئے کسی کے سامنے اپنے بدن کو کھولنا درست نہیں نہ مرد کیلئے نہ عورت کیلئے بلکہ ایسی صورت میں ڈھیلے سے استنجاء کرے۔ کیونکہ ستر یعنی ناف سے لیکر گھٹنے تک کا حصہ کسی کے سامنے بغیر ضرورت کے کھولنا حرام اور فسق ہے۔ (الھدایہ بحوالہ بہشتی زیور)

بیسواں ادب: یہ ہے کہ بغیر کسی سخت مجبوری کے دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے کیونکہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر بائیں ہاتھ سے استنجاء نہیں کر سکتا تو پھر دائیں سے کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ "جب تم میں سے کوئی ایک پیشاب کرے تو وہ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے" (بخاری، مسلم) اس حدیث میں آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، مقصود دائیں ہاتھ کی تکریم اور بائیں ہاتھ پر اسکی شرافت اور فضیلت کا اظہار ہے جس طرح کہ قرآن میں بھی اہل جنت کو اصحاب الیمین اور اہل دوزخ کو اصحاب الشمال سے تعبیر کیا گیا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے خود دائیں ہاتھ کو طعام اور کھانے پینے کیلئے استعمال فرمایا اور استنجاء سے محفوظ رکھا اور بائیں ہاتھ کو نجاست کیلئے مقرر فرمایا۔ (توضیح السنن)

اکیسواں ادب: یہ ہے کہ بغیر عذر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے، چونکہ یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے اور اس میں انکے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔ پھر اگر چھینٹیں اڑنے کا اندیشہ ہو تو مکروہِ تحریمی ہے ورنہ مکروہِ تنزیہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حتی الامکان پیشاب سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے بدن میں بھی اور کپڑے میں بھی، کیونکہ حدیث میں پیشاب سے نہ بچنے پر سخت وعید آئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو احتیاط بیٹھ کر پیشاب کرنے میں ہے وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں ہرگز نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کی تھی۔ ہاں کوئی عذر ہو مثلاً کمر میں درد ہو یا گھٹنے میں درد ہو تو پھر کھڑے ہو کر بلا کراہت پیشاب کر سکتا ہے۔ (توضیح، در منضود، طحطاوی)

بائیسواں ادب: یہ ہے کہ جب قضاءِ حاجت سے فارغ ہو جائے تو بیت الخلاء سے دایاں پاؤں پہلے باہر کرے پھر بایاں پاؤں نکالے کیونکہ شیطانی محل سے نکلنا اور گندگی سے فراغت ایک نعمت ہے جس میں دایاں پاؤں پہلے باہر کرنے کا زیادہ حق دار ہے، پھر یہ مذکورہ بالا دعا پڑھے کیونکہ قضاءِ حاجت سے فراغت کا وقت نعمتِ غذا کی تکمیل کا وقت ہے کہ اللہ نے کھانے پینے کی نعمت عطا فرمائی پھر اس کو سہولت کے ساتھ حلق سے نیچے اتارا پھر معدہ نے اس کو قبول کیا اور ہضم ہوا اور پھر کارآمد اجزا بدن کا جز بنے اور باقی گندگی عافیت کیساتھ جسم سے خارج ہوئی تو یہ ایک بڑی نعمت ہے جس کا حق اور شکر ہم ادا نہیں کر سکتے اس تقصیر پر آپ ﷺ نے امت کو استغفار کی تعلیم فرمائی۔ (در منضود، طحطاوی)

أَحْكَامُ الْإِسْتِنْجَاءِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ (التوبة) وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿إِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ﴾ (رواه دار قطنی) يَلْزَمُ الْإِسْتِبْرَاءُ قَبْلَ الْإِسْتِنْجَاءِ۔ وَالْإِسْتِبْرَاءُ: هُوَ إِخْرَاجُ مَا بَقِيَ فِي الْمَحَلِّ مِنْ بَوْلٍ أَوْ غَائِطٍ، حَتّٰى يَغْلِبَ عَلٰى ظَنِّهِ أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ فِي الْمَحَلِّ شَيْئٌ، وَمَنِ اعْتَادَ فِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَفْعَلْهُ كَقِيَامٍ، أَوْ مَشْيٍ، أَوْ رَكْضٍ بِرِجْلِهِ، أَوْ تَنَحْنُحٍ، أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ۔

حلِّ لغات: إِسْتَنْزِهُوْا؛ صیغہ جمع مذکر مخاطب امر حاضر معروف صحیح از باب استفعال بمعنی دور ہونا، بچنا۔ عَامَّةَ؛ عَامٌّ کا مونث ہے مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی اکثر۔ اَلْإِسْتِبْرَاءُ؛ مہموز اللام باب استفعال کا مصدر ہے بمعنی پاکی طلب کرنا۔ نجاست سے اچھی طرح

صفائی حاصل کرنا۔ اِخْرَاجٌ؛ مصدر ہے باب افعال کا بمعنی نکالنا۔ یَبْقیٰ؛ واحد مذکر غائب ماضی معروف از باب سمع ناقص یائی بمعنی باقی رہنا۔ مَحَلٌّ؛ بمعنی اترنے کی جگہ یا کسی چیز کے موجود ہونے کی جگہ۔ یہاں مقامِ نجاست مراد ہے۔ جمع مَحَالٌّ۔ اِعْتَادَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف واوی از باب افتعال بمعنی خوگر ہونا، کسی چیز کا عادی ہونا۔ اصل میں اِعْتَوَدَ تھا بقانونِ قَالَ اِعْتَادَ بن گیا۔ مَشْیٌ؛ مصدر ہے ناقص یائی باب ضرب سے بمعنی چلنا۔ رَکْضٌ؛ مصدر ہے باب نصر سے بمعنی پاؤں زمین پر مارنا۔ تَنَحْنُحٌ؛ مصدر ہے رباعی مزید فیہ کا بمعنی کھنکھارنا، گلا صاف کرنا۔ (مصباح)

ترجمہ: یہ استنجاء کے احکام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اس (مسجد قباء) میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے"۔ اور فرمایا آپ ﷺ نے کہ: "پیشاب سے بچو کیونکہ اکثر عذابِ قبر پیشاب سے (نہ بچنے سے) ہوتا ہے"۔ استنجاء سے پہلے استبراء ضروری ہے۔ اور استبراء وہ نکالنا ہے اس چیز کو جو نجاست کی جگہ میں باقی رہے یعنی پیشاب، پائخانہ، یہاں تک کہ قضاءِ حاجت والے کا غالب گمان ہو کہ محلِ نجاست میں کوئی گندگی باقی نہیں رہی۔ اور جو شخص اس استبراء میں جس طریقے کا عادی ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ طریقہ اختیار کرے۔ جیسا کہ کھڑا ہونا، یا چلنا، یا پاؤں مارنا، یا گلا صاف کرنا اس لئے کہ رگیں حلق سے عضو تناسل تک پھیلی ہوئی ہیں تو کھانسنے سے رگیں حرکت کرینگی اور پیشاب کی رگ میں باقی ماندہ پیشاب کو باہر پھینک دیں گی یا اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ۔ (ردالمحتار)

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے قضاءِ حاجت اور بیت الخلاء آنے جانے کے آداب تفصیل کیساتھ بیان فرمائے۔ چونکہ پیشاب پائخانہ کرنے کے بعد استنجاء اور پاکی حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اب یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ استنجاء کے احکام بیان فرماتے ہیں۔

استنجاء "نَجْوٌ" سے مشتق ہے بمعنی پیٹ سے نکلنے والی نجاست۔ پس استنجاء کا معنی پانی یا مٹی کے ذریعہ پیٹ سے نکلنے والی نجاست سے پاکی حاصل کرنا۔ پھر قرآن میں اللہ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو استنجاء میں پوری احتیاط سے کام لیتے ہیں اور اچھی طرح نجاست سے پاکی حاصل کرتے ہیں چنانچہ مذکورہ آیت مبارکہ میں مسجد قباء کی فضیلت یہ بتلائی گئی ہے کہ اس مسجد کے نمازی ایسے لوگ ہیں جو طہارت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بھی پیش فرمائی اس سے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ بول سے عدم احتراز عذابِ شدید کا سبب ہے۔ اور بخاری، مسلم کی بھی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ دو قبروں سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "بلاشبہ ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا" (صحیحین)

جاننا چاہیئے کہ استنجاء اور استبراء دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ فقہاء استنجاء کو سنتِ مؤکدہ قرار دیتے ہیں۔ اور استبراء کو لازم لکھتے ہیں۔ استنجاء کی تعریف ہے پانی یا پتھر یا ڈھیلے وغیرہ کے ذریعہ پیٹ سے نکلنے والی نجاست کو دور کرنا۔ اور استبراء کی تعریف: "طَلَبُ الْبَرَاءَةِ عَنْ بَقِيَّةِ الْبَوْلِ" کہ پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد مثانہ یا پیشاب کی نالی میں جو قطرہ رہ جاتا ہے اس کے اثر سے اچھی طرح براءت اور اطمینان حاصل کرنا جب تک یہ استبراء حاصل نہ ہو وضو شروع کرنا صحیح نہیں۔ چونکہ پہلے زمانہ میں مثانے قوی تھے اس لئے پیشاب کرنے کے بعد قطرات کے آنے کا احتمال نہیں تھا اس دور میں مثانے میں وہ قوت نہیں اس لئے فقہاء نے پیشاب کے قطرات خشک کرنے کیلئے کچھ طریقے لکھے ہیں جو آگے مصنف رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: استنجاء سے پہلے استبراء ضروری ہے۔ اور استبراء پیشاب، پائخانہ کرنے کے بعد کچھ قدم اٹھا کر یازمین پر پاؤں مار کر یا کھنکھار کر پیشاب کا اثر یعنی قطرے وغیرہ نکال دینا، تاکہ مخرجِ نجاست میں نجاست کا اثر نہ رہے اور یہ یقین حاصل ہوجائے یا کم از کم غالب گمان ہو کہ اب کوئی چیز محلِّ نجاست میں باقی نہیں رہی۔

وَمَنِ اِعْتَادَ الخ: سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ پیشاب وغیرہ کے اثر کو زائل کرنے کے کئی طریقے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو جس کسی کو جس طریقے کی عادت ہو یعنی جس طریقے سے قطرے نکالنا آسان ہو اسی طریقے سے نکالے۔ (توضیح السنن، در منضود، طحطاوی)

أَمَّا الْاِسْتِنْجَاءُ فَفِيْهِ تَفْصِيْلٌ: إِذَا تَجَاوَزَتِ النَّجَاسَةُ الْمَخْرَجَ، وَكَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ، أُفْتُرِضَ غَسْلُهَا بِالْمَآءِ، وَلَا تَجُوْزُ مَعَهَا الصَّلَاةُ۔ إِذَا تَجَاوَزَتِ النَّجَاسَةُ الْمَخْرَجَ، وَكَانَتْ قَدْرَ الدِّرْهَمِ، وَجَبَ إِزَالَتُهَا بِالْمَآءِ۔ إِذَا لَمْ تَتَجَاوَزِ النَّجَاسَةُ الْمَخْرَجَ فَالْاِسْتِنْجَاءُ سُنَّةٌ۔

حلِّ لغات: تَجَاوَزَتْ؛ صیغہ واحدہ مؤنثہ غائبہ ماضی معروف صحیح از باب تفاعل بمعنی آگے بڑھنا۔ مَخْرَجٌ؛ صیغہ اسم ظرف از باب نصر بمعنی نکلنے کی جگہ یہاں مراد پیشاب پائخانہ کا مقام ہے۔ جمع مَخَارِجُ۔ قَدْرٌ؛ بغیر کمی زیادتی کے برابر ہونا۔ دِرْهَمٌ؛ بمعنی چاندی کا سکّہ۔ جمع دَرَاهِمُ۔ أُفْتُرِضَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب ماضی مجہول از باب افتعال بمعنی لازم اور فرض ہونا۔ لَا تَجُوْزُ؛ واحدہ مؤنثہ غائبہ مضارع مثبت از باب نصر اجوف واوی بمعنی جائز اور روا ہونا۔ إِزَالَةٌ؛ مصدر ہے باب افعال کا اجوف واوی سے بمعنی دور کرنا، زائل کرنا۔

ترجمہ: بہر حال استنجاء تو اس میں تفصیل ہے: جب گندگی مخرج (نکلنے کی جگہ) سے بڑھ جائے اور وہ درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو اس گندگی کو پانی سے دھونا فرض ہے اور اس گندگی کے ہوتے ہوئے نماز جائز نہیں۔ جب نجاست استنجاء کی جگہ یعنی مخرج سے بڑھ جائے اور حال یہ ہے کہ وہ نجاست درہم کے برابر ہے تو اس گندگی کو پانی سے دور کرنا واجب ہے۔ جب نجاست مخرج سے آگے نہ بڑھے تو استنجاء سنّت ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے استنجاء کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں اسلئے کہ اگر گندگی یعنی پائخانہ مَقْعَدْ (پائخانہ کے مقام) سے اِدھر اُدھر تجاوز کر گئی ہے تو دیکھیں گے، اگر درہم (ہتھیلی کے گہراؤ) سے زیادہ پھیل گئی ہے تو پانی سے دھونا فرض ہے بغیر اسکے نماز صحیح نہ ہوگی۔ اور اگر نجاست کا پھیلاؤ درہم کے برابر ہو تو پھر پانی سے نجاست دور کرنا واجب ہے اور بغیر ازالہ کے نماز مکروہِ تحریمی ہے۔ اور اگر نجاست مخرج سے آگے نہیں بڑھی صرف مخرج پر لگی ہوئی ہے یا مخرج سے بڑھ گئی ہے لیکن درہم سے کم ہے تو پانی سے استنجاء کرنا اور نجاست کو زائل کرنا سنتِ مؤکدہ ہے بغیر دور کئے نماز مکروہِ تنزیہی ہے۔ (جوہرۃ)

فائدہ: اگر جسم دار گاڑھی نجاست ہے جیسے پائخانہ تو درہم کے وزن کا اعتبار ہوگا (۳ گرام) اور اگر بہنے والی پتلی نجاست ہے جیسے پیشاب تو پھر درہم کے پھیلاؤ کا اعتبار ہوگا یعنی ہتھیلی کے گہراؤ کے بقدر۔

يَجُوْزُ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى الْمَآءِ۔ كَذَا يَجُوْزُ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى الْحَجَرِ، أَوْ نَحْوِهِ، مَا لَمْ تَبْلُغِ النَّجَاسَةُ قَدْرَ الدِّرْهَمِ۔ وَلٰكِنَّ الْغَسْلَ بِالْمَآءِ أَحْسَنُ۔ وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَمْسَحَ بِالْحَجَرِ، أَوْ نَحْوِهِ أَوَّلاً۔ ثُمَّ يَغْسِلَ بِالْمَآءِ لِأَنَّهُ أَبْلَغُ فِي النَّظَافَةِ۔

حل لغات: يَقْتَصِرُ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف از باب افتعال صحیح سے بمعنی اکتفاء کرنا۔ أَحْسَنُ: اسم تفضیل باب کرُم سے بمعنی بہتر، خوبصورت۔ يَمْسَحُ: واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع از باب فتح بمعنی پونچھنا، صاف کرنا۔ أَبْلَغُ: صیغہ اسم تفضیل باب نصر سے بمعنی ہر وہ چیز جو انتہاء درجہ تک پہنچا دینے والی ہو یا پہنچنے والی ہو۔

ترجمہ: استنجاء میں جائز ہے کہ استنجاء کرنے والا پانی پر اکتفاء کرے۔ اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ پتھر یا اس جیسی چیز پر اکتفاء کرے جب تک کہ نجاست درہم کی مقدار تک نہ پہونچی ہو لیکن پانی سے دھونا بہتر ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ پہلے نجاست کی جگہ پتھر یا اس جیسی چیز سے پونچھ لے۔ پھر پانی سے دھولے اس لئے کہ یہ بات صفائی میں انتہاء تک پہونچی ہوئی ہے۔ (خوب صفائی لانے والی ہے)

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے استنجاء کی مزید تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی صورت "إِسْتِنْجَاء بِالْمَاءِ" فقط، صرف پانی سے استنجاء کرنا۔ دوسری صورت "إِسْتِنْجَاء بِالْأَحْجَارِ" فقط، کہ صرف پتھروں پر اکتفاء کرے پانی استعمال نہ کرے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ پانی اور پتھر دونوں سے استنجاء کرے۔ یاد رہے کہ مطلق استنجاء سنت مؤکدہ ہے۔ پھر پہلی صورت، صرف پانی سے استنجاء کرنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات کثیرۃ میں ثابت ہے۔ اسی طرح دوسری صورت، یعنی صرف پتھروں سے یا اس جیسی چیز مثلاً ڈھیلا، مٹی، یا وہ کاغذ جو استنجاء کیلئے بنایا گیا ہو جیسے ٹیشو پیپر وغیرہ سے استنجاء کرے، اور پانی استعمال نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ نجاست یا تو مخرج سے متجاوز نہ ہو یا متجاوز ہو لیکن درہم سے کم ہو۔ کیونکہ صرف پتھروں سے استنجاء بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لیکن اس صورت میں بھی اگر بجائے پتھر وغیرہ کے پانی کا استعمال کیا جائے تو بہتر ہے۔ تیسری صورت، اور یہی جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک افضل ہے اور وہ یہ کہ پہلے پتھر وغیرہ سے مقام نجاست کو اچھی طرح صاف کرلے پھر پانی سے بھی دھولے کیونکہ دونوں کے استعمال سے صفائی خوب حاصل ہو جائیگی۔ اور اسی وجہ سے اہل قباء کی قرآن میں تعریف کی گئی ہے کہ وہ استنجاء میں پتھروں کے بعد پانی استعمال کرتے تھے۔ فقہاءِ احناف نے اسی پر زور دیا ہے کہ موجودہ دور میں پتھروں کیساتھ پانی کا استعمال بھی ضروری ہے کیونکہ پہلے زمانہ میں لوگ کم کھاتے تھے اور بکریوں کی طرح مینگنیاں کرتے تھے، اب لوگ زیادہ کھاتے ہیں اور غذائیں بھی تیز اور مرغن اور کئی اشیاء سے مرکب ہوتی ہیں جس کی وجہ سے پائخانہ میں بہاؤ آجاتا ہے لہٰذا غلاظت اور گندگی مخرج سے تجاوز کر جاتی ہے۔ (توضیح السنن، جوہرۃ، در منضود)

يُسْتَحَبُّ أَنْ يَسْتَنْجِيَ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ۔ وَيَجُوزُ الْإِقْتِصَارُ عَلَى حَجَرَيْنِ أَوْ عَلَى حَجَرٍ وَاحِدٍ إِذَا حَصَلَتِ النَّظَافَةُ بِهِ۔ إِذَا فَرَغَ مِنَ الْمَسْحِ بِالْحَجَرِ غَسَلَ يَدَهُ أَوَّلاً، ثُمَّ غَسَلَ الْمَحَلَّ بِالْمَاءِ وَنَظَّفَ الْمَحَلَّ تَنْظِيفاً حَتّٰى تَنْقَطِعَ الرَّائِحَةُ۔ وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْإِسْتِنْجَاءِ غَسَلَ يَدَهُ، وَدَلَكَهَا دَلْكاً حَتّٰى تَزُولَ الرَّائِحَةُ۔

حل لغات: يُسْتَحَبُّ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع مجہول از باب استفعال مضاعف ثلاثی بمعنی اچھا سمجھنا۔ **فائدہ:** یہ صیغہ اکثر مجہول استعمال ہو گا چاہے ماضی میں ہو جیسے أُسْتُحِبَّ چاہے مضارع میں ہو جیسے يُسْتَحَبُّ۔ اسلئے کہ اسکا ترجمہ مُسْتَحَبٌّ سے کیا جاتا ہے اور مُسْتَحَبٌّ اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول فعل مضارع مجہول سے بنتا ہے جس طرح کہ مَكْرُوهٌ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ اور اسم مفعول بنتا ہے فعل مضارع مجہول سے تو اگر یہ ماضی میں آئے تو بھی اسکا صیغہ مجہول ہو گا جیسے كُرِهَ اور مضارع میں آئے

تو بھی مجہول ہو گا جیسے یُکْرَہُ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ لہٰذا اس کو معروف کے صیغہ کے ساتھ اِسْتَحَبَّ یَسْتَحِبُّ استعمال کرنا غلط ہے مگر جس وقت اس صیغہ کی نسبت کسی فاعل (معلوم انسان) کی طرف ہو جیسے اِسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ تو پھر معروف ہو گا۔ نَظَّفَ: باب تفعیل سے ماضی غائب کا صیغہ ہے بمعنی صاف کرنا، پاک کرنا۔ تَنْظِیْفاً: مفعول مطلق ہے نَظَّفَ کیلئے۔ تَنْقَطِعُ: واحد مؤنث غائب مضارع معروف کا صیغہ ہے باب انفعال سے بمعنی ختم ہونا۔ دَلَکَ: صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از باب نصر بمعنی رگڑنا۔ تَزُوْلُ: صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع معروف از باب نصر اجوف واوی بمعنی جاتا رہنا، زائل ہونا۔

ترجمہ: پسندیدہ ہے یہ بات کہ استنجاء کیا جائے تین پتھروں کیساتھ اور جائز ہے اکتفاء کرنا دو پتھروں پر یا ایک پتھر پر جبکہ (ایک یا دو پتھروں پر اکتفاء کرنے سے) پاکی اور صفائی حاصل ہو جائے۔ جب استنجاء کرنے والا (محلِ نجاست کو) پتھر کیساتھ صاف کرنے سے فارغ ہو جائے تو پہلے اپنا ہاتھ دھولے۔ پھر محلِ نجاست کو پانی کیساتھ دھولے اور محلِ نجاست کو خوب پاک کرلے تاکہ بدبو ختم ہو جائے۔ اور جب استنجاء سے فارغ ہو جائے تو اپنا ہاتھ دھولے اور ہاتھ کو (زمین پر) خوب رگڑے یہاں تک کہ بدبو دور ہو جائے۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے استنجاء کی تین صورتیں بیان فرمائی تھیں جن میں سے ایک صورت یہ تھی کہ استنجاء میں پتھر اور پانی دونوں استعمال کرے اور یہی افضل صورت تھی تو اب یہاں سے اس تیسری صورت کی مزید وضاحت اور استنجاء کا تفصیلی طریقہ بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تین پتھروں سے استنجاء کرنا مستحب ہے یہی حکم ڈھیلے، مٹی، ٹیشو پیپر کا بھی ہے۔ اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: (ابو داؤد شریف ج ا ص ۷ اکی روایت ہے) "جو پتھر استعمال کرنا چاہے تو طاق عدد استعمال کرے"، دوسری روایت میں ہے "کہ جب تم میں سے کوئی پاخانہ کیلئے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر لے کر جائے اسلئے کہ یہ اس کو کافی ہو جائینگے"۔ چونکہ عام طور سے تین پتھر کافی ہو جاتے ہیں اسلئے تین کا عدد بیان فرمایا ورنہ تین ضروری نہیں بلکہ مقصود صفائی ہے تعداد کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر ایک ڈھیلے یا پتھر سے صفائی حاصل ہو جائے تو بھی کافی ہے اور اگر تین سے صفائی حاصل نہ ہو تو تین سے زائد کا استعمال ضروری ہے۔ پھر پتھر ایسا ہو کہ نہ نوک دار ہو اور نہ چکنا ہو اس لئے کہ ان سے صفائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر جب پتھروں سے استنجاء ہو جائے تو اب سب سے پہلے پانی سے اپنے ہاتھ گٹوں تک دھولے کیونکہ اگر ہاتھ دھوئے بغیر استنجاء شروع کرے گا تو خشک ہاتھ استنجاء شروع کرتے ہی نجاست جذب کرلے گا۔ تو اس سے بچنے کیلئے پہلے ہاتھ دھولے پھر محلِ نجاست دھولے اور اچھی طرح صاف کرلے، پانی سے استنجاء کرنے میں بھی کوئی تعداد متعین نہیں مقصود نجاست کے اثر یعنی رنگ اور بو کو ختم کرنا ہے اگر ایک دفعہ سے بھی ختم ہو جائے تو طہارت حاصل ہو جائے گی اگر ایک دفعہ سے صفائی حاصل نہ ہو تو دو دفعہ کرے دو دفعہ سے نہ ہو تو تین دفعہ کرے البتہ اگر کوئی شکی مزاج کا آدمی ہے تو تین مرتبہ یا سات مرتبہ دھولے اس سے زیادہ نہ دھوئے۔ اور جب استنجاء سے فارغ ہو جائے تو اپنا ہاتھ زمین پر رگڑ کر پانی سے دھولے تاکہ ہاتھ سے بدبو زائل ہو جائے۔ یا آج کل صابن کا استعمال مٹی کی جگہ کافی ہو گا۔

أَقْسَامُ النَّجَاسَةِ وَأَحْكَامُهَا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (المدثر: ٤) وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةً مِّنْ غَيْرِ طُهُوْرٍ﴾ (رواه احمد ٥٧ ومسلم ٢٤٤ والترمذی ٩) اَلنَّجَاسَةُ: هِيَ كَوْنُ الْبَدَنِ وَالثَّوْبِ وَالْمَكَانِ بِحَالٍ يَتَقَذَّرُهَا الشَّرْعُ. وَيَأْمُرُ بِالتَّطَهُّرِ عَنْهَا۔

حلّ لغات: ثِيَابٌ، بمعنی کپڑا۔ ثَوْبٌ کی جمع ہے۔ طَهِّرْ، صیغہ واحد مذکر مخاطب صحیح از باب تفعیل بمعنی خوب پاک کرنا۔ يَتَقَذَّرُ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف از باب تَفَعُّل بمعنی مَیل کچیل کی وجہ سے مکروہ سمجھنا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور اپنے کپڑے پاک رکھ"۔ اور حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: "اللہ قبول نہیں کرتا کوئی نماز پاکی کے بغیر"۔ نجاست: وہ بدن اور کپڑے اور جگہ کا ایسی حالت میں ہونا کہ جس حالت کو شریعت ناپسند اور مکروہ سمجھے اور اس حالت سے پاک ہونے کا حکم دے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت ہے کہ اپنی اِس کتاب میں ہر مضمون کی ابتداء اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے کلام سے فرمائی ہے۔ ایک وجہ تو اسکی اللہ اور رسول ﷺ کے کلام سے برکت حاصل کرنی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کا کلام بعد میں آنے والے مسائل کیلئے بطور دلیل کے ہو جائے۔ چنانچہ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نجاست کی قسمیں، ان کی مثالیں، ان قسموں کے احکام، اور نجاست کو دور کرنے کے طریقے بیان فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اپنے کپڑے پاک رکھ"۔ ثیاب کا حقیقی معنی کپڑے اور کبھی عمل، نفس، اخلاق، دین کو بھی لباس کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اپنے کپڑوں اور جسم کو ظاہری ناپاکی سے پاک رکھو اور دل، نفس کو باطل عقیدوں اور خیالات، بُرے اخلاق سے پاک رکھو۔ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کپڑوں کو پاک رکھنے کا حکم نماز کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام حالات میں بھی بغیر کسی ضرورت کے جسم یا کپڑوں کو ناپاک رکھنا یا ناپاک جگہ بیٹھنا جائز نہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ طہارت کو پسند کرتا ہے۔ (معارف ج ٨ ص ٦١١) اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کوئی نماز (صَلٰوۃً نکرہ ہے ہر قسم کی نماز اس میں داخل ہے۔ فرض ہو یا نفل، نمازِ جنازہ ہو یا سجدۂ تلاوت) بغیر طہارت کے قبول نہیں کرتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحتِ صلوٰۃ کیلئے طہارت شرط ہے۔ اب طہارت سے پہلے نجاست کا معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ اس سے طہارت حاصل کی جائے اس لئے پہلے نجاست کی تعریف اور پھر اسکی قسمیں بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: نجاست کہتے ہیں بدن، کپڑے اور جگہ کا ایسی حالت میں ہونا کہ جس حالت کو شریعت مکروہ اور ناپسند سمجھے اور اس حالت سے پاک ہونے کا حکم دے۔

ثُمَّ النَّجَاسَةُ تَنْقَسِمُ إِلٰی قِسْمَيْنِ: (١) نَجَاسَةٌ حُكْمِيَّةٌ. (٢) نَجَاسَةٌ حَقِيْقِيَّةٌ۔ (١) اَلنَّجَاسَةُ الْحُكْمِيَّةُ: هِيَ «كَوْنُ الْإِنْسَانِ بِحَالٍ لَا تَجُوْزُ مَعَهَا الصَّلَاةُ» وَتُسَمّٰی اَلنَّجَاسَةُ الْحُكْمِيَّةُ حَدَثًا كَذٰلِكَ۔

حلّ لغات: تُسَمّٰی، صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع مجہول ناقص واوی از باب تفعیل بمعنی نام رکھنا۔ كَذٰلِكَ، کاف جارہ اور ذالک اسم اشارہ سے مرکب ہے بمعنی اِسی طرح، بھی۔

ترجمہ: پھر ناپاکی دو قسموں کی طرف تقسیم ہوتی ہے۔ (۱) حکمی ناپاکی، (۲) حقیقی ناپاکی۔ حکمی ناپاکی تو وہ انسان کا ایسی حالت میں ہونا ہے کہ اس حالت کیساتھ نماز جائز نہ ہو اور نجاستِ حکمیہ کا نام حدث بھی رکھا جاتا ہے۔

تشریح: نجاست کی دو قسمیں ہیں: (۱) نجاستِ حکمیہ، (۲) نجاستِ حقیقیہ۔ نجاستِ حکمیہ کی تعریف یہ ہے کہ انسان ایسی حالت میں ہو کہ اس حالت میں رہتے ہوئے اسکی نماز جائز نہ ہو۔ جیسے بے وضو ہونا، جُنبی ہونا۔ اس حالت کا ایک نام ہے نجاستِ حکمیہ۔ دوسرا نام ہے حدث۔ پہلے نام کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر بے وضو آدمی اور جُنبی آدمی کے جسم پر کوئی نجاست نظر نہیں آتی لیکن شریعت نے حکم لگادیا کہ کوئی نجس چیز مثلاً پیشاب، پاخانہ، خون، منی وغیرہ جسم سے نکل گئی تو سارا جسم ناپاک ہو جائے گا گو بظاہر ناپاکی محسوس نہیں ہوتی اور نہ عقل اس کا ادراک کرتی ہے لیکن شریعت کے حکم کی بناپر ہم جسم کے ناپاک ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر پیشاب، پاخانہ، خون، ہوا نکلنے کی صورت میں تو صرف جسم کے مرکزی اعضاء چہرہ، ہاتھ، پاؤں دھونے سے اور سر پر مسح کرنے سے جسم پاک ہو جائیگا۔ جبکہ منی، حیض ونفاس کے خون کے نکلنے کی صورت میں سارے جسم کو دھونے سے جسم پاک ہوگا۔ اور دوسرا نام اس کا حدث ہے جس کا معنی ہے ناپاکی۔

وَالْحَدَثُ يَنْقَسِمُ إِلٰى قِسْمَيْنِ: (١) اَلْحَدَثُ الْأَكْبَرُ، وَهُوَ: «كَوْنُ الْإِنْسَانِ بِحَالٍ يَجِبُ فِيْهَا الْغُسْلُ»، وَلَا تَجُوْزُ الصَّلَاةُ فِيْ تِلْكَ الْحَالِ۔ كَذَا لَا تَجُوْزُ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ فِيْ تِلْكَ الْحَالِ۔ (ب)۔ اَلْحَدَثُ الْأَصْغَرُ وَهُوَ: «كَوْنُ الْإِنْسَانِ بِحَالٍ يَجِبُ فِيْهَا الْوُضُوْءُ» وَلَا تَجُوْزُ الصَّلَاةُ فِيْ تِلْكَ الْحَالِ، وَلٰكِنْ تَجُوْزُ فِيْهَا تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ شَفَوِيًّا۔

حلِّ لغات: شَفَوِيًّا، نسبت ہے شَفَةٌ کی طرف شَفَةٌ بمعنی ہونٹ تو شَفَوِيًّا کا معنی ہونٹ والی یعنی زُبانی یہاں مراد زُبانی تلاوت ہے۔

ترجمہ: اور ناپاکی تقسیم ہوتی ہے دو قسموں کی طرف۔ (۱) بڑی ناپاکی۔ اور وہ انسان کا ایسی حالت میں ہونا ہے کہ جس میں غُسل ضروری ہو۔ اور اِس حالت میں نماز جائز نہیں۔ اِسی طرح قرآن کریم کی تلاوت اِس حالت میں جائز نہیں۔ (ب) چھوٹی ناپاکی اور وہ انسان کا ایسی حالت میں ہونا ہے کہ جس حالت میں وضو ضروری ہو۔ اور اِس حالت میں نماز جائز نہیں لیکن اِس حالت میں قرآن کریم کی تلاوت زُبانی جائز ہے۔

تشریح: اس سے پہلے ناپاکی کی دو قسمیں بیان ہوئیں۔ (۱) حکمیہ، (۲) حقیقیہ، تو اب یہاں سے نجاستِ حکمیہ (جس کو حدث بھی کہتے ہیں) کی قسمیں بیان کرتے ہیں چنانچہ حدث کی دو قسمیں ہیں: (۱) حدثِ اکبر، بڑی ناپاکی یعنی انسان کا اس حال میں ہونا کہ جس حالت میں نہانا ضروری ہو۔ جیسے جُنبی ہونا، حیض یا نفاس کی حالت میں ہونا۔ اس حالت کا حکم یہ ہے کہ اس میں نہ کوئی نماز اداء، قضاء، فرض، نفل جائز ہے نہ قرآن کی تلاوت اسلئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "حائضہ اور جُنبی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھے"۔ البتہ کوئی سورت یا آیت دعا کی نیت سے پڑھ سکتا ہے جیسے الحمد، آیت الکرسی، ربنا اٰتنا الخ، اسی طرح بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے والی معلّمہ اگر حالتِ حیض میں ہو تو تعلیم کی نیت سے آیت کو کاٹ کاٹ کر کلمہ کلمہ کرکے پڑھا سکتی ہے۔ جیسے الحمد... لله... ربّ العالمین یعنی ایک ایک لفظ پر سانس توڑے۔ یا ہجا کرکے پڑھائے۔ (ہندیہ بحوالہ بہشتی زیور)

اسی طرح ہر قسم کا ذکر، دعائیں پڑھنا بھی جائز ہے، البتہ قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں مگر غلاف کیساتھ۔ بشرطیکہ غلاف قرآن سے الگ ہو۔ اس لئے کہ ناپاکی کا اثر منہ اور ہاتھ دونوں میں آچکا ہے۔ اسلئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "نہ چھوئے قرآن کو مگر پاک"۔ اسی طرح مسجد میں داخل ہونا، طواف کرنا بھی جائز نہیں اسلئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "میں مسجد کو حائضہ اور جُنبی کیلئے حلال نہیں رکھتا"۔ نیز طواف چونکہ مسجد میں ہوتا ہے اور مسجد میں داخل ہونا حیض والی عورت اور جُنبی کیلئے ممنوع ہے اسلئے طواف کرنا بھی ممنوع ہوگا۔ (۲) حدثِ اصغر چھوٹی ناپاکی۔ اور وہ انسان کا ایسی حالت میں ہونا ہے کہ جس میں وضو ضروری ہو۔ جیسے پیشاب، پائخانہ، ہوا، خون یا کسی اور نجس چیز کا جسم سے نکل جانے کے بعد کی حالت، اسی طرح نیند اور نیند کے بعد کی حالت۔ حکم اس حالت کا یہ ہے کہ اس میں بھی کسی قسم کی نماز جائز نہیں البتہ قرآن کی تلاوت زبانی کرنا جائز ہے۔ باقی قرآن کو ہاتھ لگانا بغیر غلاف کے اس حالت میں بھی جائز نہیں۔ کیونکہ بے وضو ہونے کی حالت میں ناپاکی کا اثر ہاتھ میں آیا ہے منہ میں نہیں جبکہ جنابت، حیض و نفاس کی حالت میں ہاتھ اور منہ دونوں میں ناپاکی کا اثر ہوتا ہے۔

(۲) اَلنَّجَاسَةُ الْحَقِيْقِيَّةُ: هِيَ «اَلْقَذَارَةُ الَّتِيْ يَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِ أَنْ يَتَنَزَّهَ عَنْهَا وَيَغْسِلَ مَا أَصَابَهُ مِنْهَا» وَالنَّجَاسَةُ الْحَقِيْقِيَّةُ تَنْقَسِمُ كَذٰلِكَ إِلٰى قِسْمَيْنِ۔ الف۔ اَلنَّجَاسَةُ الْغَلِيْظَةُ، وَهِيَ: «اَلَّتِيْ ثَبَتَتْ نَجَاسَتُهَا بِدَلِيْلٍ لَا شُبْهَةَ فِيْهِ»۔

حلِ لغات: اَلْقَذَارَةُ؛ نصر، سمع، کرُم سے مصدر ہے بمعنی گندا اور میلا ہونا۔ اَلْمُسْلِمُ؛ صیغہ اسم فاعل باب افعال صحیح سے بمعنی فرمانبردار، دین اسلام کا پیرو۔ يَتَنَزَّهُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع از باب تفعّل صحیح سے بمعنی بچنا، دور ہونا۔ أَصَابَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف واوی از باب افعال بمعنی پانا، پہنچنا، لگنا۔ اَلْغَلِيْظَةُ؛ صیغہ واحد مؤنث صفت مشبہ باب کرُم سے بمعنی سخت ہونا، گاڑھا ہونا۔ دَلِيْلٌ؛ بمعنی ہر وہ چیز جس کے ذریعہ رہنمائی حاصل ہوسکے۔ جمع دَلَائِلُ۔ شُبْهَةٌ؛ بمعنی شک۔ جمع شُبُهَاتٌ۔ (مصباح)

تنبیہ: يَغْسِلَ منصوب ہے اور نصب ما قبل پر عطف ہونے کی وجہ سے ہے۔

ترجمہ: نجاستِ حقیقیہ یہ وہ گندگی ہے جس سے بچنا مسلمان پر واجب ہے اور دھونا اس گندگی کا جو مسلمان (کے کپڑے یا جسم) کو لگ جائے، اور نجاستِ حقیقیہ بھی اسی طرح دو قسموں کی طرف تقسیم ہوتی ہے۔ الف: (پہلی قسم) نجاستِ غلیظہ ہے، اور یہ وہ نجاست ہے جسکی ناپاکی ایسی دلیل سے ثابت ہو جس دلیل میں کوئی شک نہ ہو۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نجاستِ حکمیہ کو بیان کرنے سے فارغ ہوگئے تو اب نجاستِ حقیقیہ کی تعریف، اقسام، احکام، اور ازالہ کا طریقہ بیان کرتے ہیں۔ نجاستِ حکمیہ کو پہلے اس لئے بیان کیا کہ نجاستِ حکمیہ نجاستِ حقیقیہ سے اقویٰ ہے اس لئے کہ نجاستِ حکمیہ کی قلیل مقدار بھی جوازِ صلوٰۃ کیلئے مانع ہے جبکہ نجاستِ حقیقیہ کی قلیل مقدار جوازِ صلوٰۃ کیلئے مانع نہیں۔ نجاستِ حقیقیہ کو حقیقیہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ناپاکی محسوس بھی ہوتی ہے اور عقل اس کا ادراک بھی کرتی ہے۔ جیسے خون، پیشاب وغیرہ۔ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: نجاستِ

حقیقیہ اس گندگی کو کہتے ہیں جس سے بچنا مسلمان کیلئے ضروری ہے اور اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کو دھونا اور دور کرنا واجب ہے بشرطیکہ اس مقدار تک پہونچ جائے جو جوازِ صلوٰۃ کیلئے مانع ہے۔ پھر نجاستِ حکمیہ کی طرح نجاستِ حقیقیہ کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) ایک وہ نجاست جس کا ناپاک ہونا زیادہ سخت ہے اسکو نجاستِ غلیظہ کہتے ہیں (۲) دوسری وہ نجاست جس کا ناپاک ہونا ذرا کم اور ہلکا ہو اس کو نجاستِ خفیفہ کہتے ہیں۔ (۱) نجاستِ غلیظہ۔ اور یہ وہ نجاست ہے جسکی ناپاکی اور نجس ہونے میں کوئی شک نہ ہو بلکہ دلیلِ قطعی (قرآن یا حدیث) سے ثابت ہو اور علماء کا اس کی نجاست پر اتفاق ہو جیسے انسان کا پیشاب، پائخانہ، خون، شراب وغیرہ کہ ان چیزوں کا ناپاک ہونا قرآن یا حدیث سے ثابت ہے اور انکی نجاست میں کوئی شک نہیں۔ خون اور شراب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَإِنَّهٗ رِجْسٌ"۔ یہ گندگی ہے۔ (مائدہ، انعام)

أَمْثِلَةُ النَّجَاسَةِ الْغَلِيظَةِ

(۱) اَلدَّمُ الْمَسْفُوْحُ۔ (۲) اَلْخَمْرُ۔ (۳) لَحْمُ الْمَيْتَةِ وَجِلْدُهَا۔ (۴) بَوْلُ الْحَيَوَانِ الَّذِيْ لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ۔ (۵) فَضْلَةُ الْكَلْبِ۔ (۶) فَضْلَةُ السِّبَاعِ وَلُعَابُهَا۔ (۷) خُرْءُ الدَّجَاجَةِ وَالْبَطِّ۔ (۸) كُلُّ شَيْءٍ يَنْتَقِضُ الْوُضُوْءُ بِخُرُوْجِهٖ مِنْ بَدَنِ الْإِنْسَانِ۔

حلّ لغات: أَمْثِلَةٌ؛ جمع ہے مِثَالٌ کی بمعنی شبیہ، کسی چیز کی صورت۔ اَلدَّمُ؛ بمعنی خون جمع دِمَاءٌ۔ مَسْفُوْحٌ؛ صیغہ اسم مفعول باب فتح سے بمعنی بہتا ہوا خون۔ عام طور سے خون کی صفت بن کر استعمال ہوتا ہے۔ خَمْرٌ؛ انگوری شراب، ہر نشہ آور چیز۔ جمع خُمُوْرٌ۔ فَضْلَةٌ؛ بمعنی بقیہ، ہر وہ چیز جو جسم سے نکلے۔ یہاں مراد پائخانہ ہے۔ جمع فَضَلَاتٌ۔ خُرْءٌ؛ بمعنی پائخانہ، بیٹ۔ جمع خُرُوْءٌ۔ دَجَاجَةٌ؛ بمعنی مرغی۔ جمع دَجَاجَاتٌ۔ بَطَّةٌ؛ بمعنی بطخ۔ جمع بُطُوْطٌ۔ يَنْتَقِضُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف از باب افتعال بمعنی طہارت کا زائل ہونا۔ (مصباح، مختار الصحاح)

ترجمہ: نجاست غلیظہ کی مثالیں۔ (۱) بہتا ہوا خون، (۲) شراب، (۳) مُردار کا گوشت اور اسکی کھال، (۴) اس جانور کا پیشاب جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا، (۵) کتے کا جھوٹا، پائخانہ، (۶) درندوں کا پائخانہ اور ان کا لُعاب، (۷) مرغی اور بطخ کی بیٹ، (۸) ہر وہ چیز جسکے بدنِ انسانی سے نکلنے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نجاستِ غلیظہ کو واضح کرنے کیلئے چند مثالیں دیتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ نجاستِ غلیظہ یہی آٹھ چیزیں ہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی بہت ساری چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں۔ پہلی مثال دمِ مسفوح یعنی بہنے والا خون۔ اس سے مراد وہ خون ہے جو ذبح کرتے وقت جانور کی رگوں سے نکلے یا وہ خون جو بدنِ انسانی سے نکل کر ایسی جگہ کی طرف بہہ پڑے جس جگہ کو وضو یا غسل میں دھونا فرض ہو تو وہ خون دمِ مسفوح کہلاتا ہے یہ نجاستِ غلیظہ ہے۔ اسلئے کہ قرآن میں اس کو ناپاک کہا گیا۔ (اعراف ۱۴۵) لہٰذا جو خون اسکے علاوہ ہیں وہ نجس نہیں۔ مثلاً وہ خون جو ذبح کرنے کے بعد گوشت میں یا رگوں میں رہ جائے، اس لیے کہ یہ مسفوح نہیں۔ اسی طرح دل کا خون، کلیجہ کا خون اسلئے کہ یہ حلال ہیں۔ تلی کا خون، مچھلی، مکھی، کھٹمل، مچھر کا خون اس لئے کہ ان چیزوں میں بہنے والا خون نہیں۔ اسی طرح وہ خون جو وضو کو نہیں توڑتا، (یعنی اپنی جگہ سے متجاوز نہ ہو) نیز شہید کا خون جب تک اسکے جسم پر لگا ہوا ہو، نجس نہیں۔ دوسری مثال شراب۔ تیسری

مثال مُردار کا گوشت اور اسکی کھال۔ مُردار سے مراد وہ مُردار جانور ہے جس میں بہنے والا خون ہو۔ ایسے جانور کا گوشت نجاست غلیظہ ہے۔ اسی طرح مُردار کی کھال دباغت دینے سے پہلے نجاست غلیظہ ہے۔ چوتھی مثال ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے انسان، چاہے بڑا ہو یا چھوٹا بچہ، گدھا، خچر، کتا، بھیڑیا، بلی وغیرہ۔ پانچویں مثال کتے کا پاخانہ۔ چھٹی مثال درندوں کا پاخانہ اور ان کا لعاب جیسے چیتا، شیر، خنزیر، بلی وغیرہ ان کا لعاب اسلئے نجس ہے کہ لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور درندوں کا گوشت ناپاک ہے لہٰذا لعاب بھی ناپاک ہے۔ ساتویں مثال مرغی اور بطخ کی بیٹ۔ اسی طرح مرغابی کی بیٹ بھی نجس ہے۔ آٹھویں مثال ہر وہ چیز جس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسے بہنے والا خون، پیشاب پاخانہ، منہ بھر کر قے، مذی، ودی، پیپ، اسی طرح ہر وہ چیز جس کے نکلنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے جیسے منی، حیض، نفاس کا خون، استحاضہ کا خون یہ سب چیزیں نجاست غلیظہ ہیں۔

حُكْمُ النَّجَاسَةِ الْغَلِيظَةِ

يُعْفٰى عَنِ النَّجَاسَةِ الْغَلِيظَةِ إِذَا كَانَتْ قَدْرَ الدِّرْهَمِ. فَإِنْ زَادَتِ النَّجَاسَةُ الْغَلِيظَةُ عَلٰى قَدْرِ الدِّرْهَمِ. أُفْتُرِضَ غَسْلُهَا بِالْمَاءِ. أَوْ بِشَيْءٍ مُزِيْلٍ، وَلَا تَجُوْزُ الصَّلَاةُ مَعَهَا.

حلِّ لُغات: **يُعْفٰى:** صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع مجہول ناقص واوی از باب نصر بمعنی معاف کرنا، در گزر کرنا۔ **مُزِيْلٌ:** صیغہ واحد مذکر اسم فاعل اجوف واوی، یائی از باب افعال بمعنی دور کرنے والا، ہٹانے والا۔

ترجمہ: نجاست غلیظہ کا حکم۔ نجاستِ غلیظہ معاف ہے جب کہ درہم کے برابر ہو۔ پس اگر نجاستِ غلیظہ درہم کی مقدار سے بڑھ جائے تو اس کو دھونا فرض ہے پانی کیساتھ یا ایسی چیز کیساتھ جو کہ نجاست کو دور کرنے والی ہو، اور اس کے ساتھ نماز ادا کرنا جائز نہیں۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نجاستِ غلیظہ کی تعریف اور مثالیں بیان کیں، اب یہاں سے نجاستِ غلیظہ کا حکم بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ: نجاستِ غلیظہ ایک درہم کی مقدار معاف ہے یعنی اگر ایک درہم کی مقدار جسم یا کپڑے میں لگ جائے تو اس کے ساتھ نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔ گنجائش سے مراد یہ ہے کہ نماز ہو جائیگی لیکن کپڑے یا بدن کو ایسا ناپاک چھوڑنا مکروہِ تحریمی ہے جبکہ درہم کے برابر نجاست لگی ہو۔ اور مکروہِ تنزیہی ہے جبکہ درہم سے کم ہو بہر حال مکروہ ضرور ہے دھو کر ہی نماز ادا کرنی بہتر ہے۔ پھر اگر وہ نجاستِ غلیظہ گاڑھی اور جسم دار ہے جیسے پائخانہ، مرغی کی بیٹ، گوبر وغیرہ تو درہم کے وزن کا اعتبار ہو گا اور اگر وہ نجاست پتلی اور بہنے والی ہے جیسے پیشاب، خون، تو پھر درہم کے پھیلاؤ اور پیمائش کا اعتبار ہو گا یعنی طول، عرض میں درہم سے مساوات کا اعتبار ہو گا اور اسکا آسان اندازہ یہ ہے کہ ہتھیلی کے گہراؤ کے بقدر ہو یا اس سے کم ہو تو معاف ہے ورنہ نہیں کیونکہ انگلیوں کے جوڑوں کو الگ کرنے کے بعد ہتھیلی کا باقی حصہ درہم کے برابر ہے۔

تنبیہ: یہاں درہم سے مراد بڑا درہم ہے جو ایک مثقال یعنی ۲۰ قیراط کا ہو (ساڑھے چار ماشہ) یہ ساری تفصیل تو اس وقت تھی کہ جب نجاست درہم سے کم یا درہم کے برابر ہو۔ اب اگر نجاستِ غلیظہ درہم سے زیادہ ہو تو پھر وہ معاف نہیں بلکہ اس کو دھونا فرض ہے پانی سے یا ہر ایسی چیز سے جس سے نجاست کو دور کرنا ممکن ہو جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی جسکی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اسی طرح اس نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا بھی جائز نہیں۔

ب۔ اَلنَّجَاسَةُ الْخَفِيْفَةُ: وَهِيَ «اَلَّتِيْ لَا يُجْزَمُ عَلٰى نَجَاسَتِهَا لِوُجُوْدِ دَلِيْلٍ آخَرَ يَدُلُّ عَلٰى طَهَارَتِهَا»۔

حلِ لغات: لَا يُجْزَمُ، صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی مجہول صحیح از باب ضرب بمعنی کسی کام کا قطعی فیصلہ کرنا۔

ترجمہ: ب۔ دوسری قسم (نجاستِ حقیقیہ کی) نجاستِ خفیفہ ہے اور یہ وہ نجاست ہے جسکی ناپاکی کا یقینی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ایک اور ایسی دلیل موجود ہونے کی وجہ سے جو دلیل دلالت کرتی ہے اُس نجاست کی پاکی پر۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نجاستِ حقیقیہ کو دو قسموں کی طرف تقسیم کیا تھا۔(۱) غلیظہ، (۲) خفیفہ۔ غلیظہ کو بیان کرنے کے بعد اب خفیفہ کو بیان کرتے ہیں۔ مذکورہ عبارت میں نجاستِ خفیفہ کی تعریف بیان کی ہے کہ نجاستِ خفیفہ وہ نجاست کہلاتی ہے جسکی ناپاکی کے متعلق یقین سے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ ناپاکی ہے کیونکہ جس طرح اسکی پاکی کی دلیل موجود ہے اسی طرح اُس کی ناپاکی کی دلیل بھی موجود ہے۔ بخلاف نجاستِ غلیظہ کے کہ وہاں پر صرف ناپاکی کی دلیل ہوتی ہے پاکی کی نہیں، اور یہاں خفیفہ میں دونوں قسم کے دلائل موجود ہوتے ہیں پاکی کے بھی ناپاکی کے بھی۔ جیسے اُن جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اسکی ناپاکی کے بارے میں یہ حدیث ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "اِسْتَنْزِهُوْا الْاَبْوَالَ" پیشاب سے بچو، اس میں ہر قسم کا پیشاب داخل ہو گیا یہ حدیث اِس پیشاب کے ناپاک ہونے کی دلیل ہوئی اور پاک ہونے کی دلیل کہ آپ ﷺ نے قبیلہ عُرینہ کے لوگوں کو اونٹوں کے پیشاب پینے کی اجازت دی۔(جوہرۃ)

أَمْثِلَةُ النَّجَاسَةِ الْخَفِيْفَةِ

(۱) بَوْلُ الْفَرَسِ۔ (۲) بَوْلُ الْحَيَوَانِ الَّذِيْ يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ كَالْاِبِلِ وَالْغَنَمِ۔ (۳) خُرْءُ الطَّيْرِ الَّذِيْ لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ۔

حلِ لغات: طَيْرٌ، بمعنی پرندہ۔ طَائِرٌ کی جمع ہے اور کبھی واحد پر بھی بولا جاتا ہے۔

ترجمہ: نجاستِ خفیفہ کی مثالیں: ۱۔ گھوڑے کا پیشاب، ۲۔ اُس جانور کا پیشاب جس کا گوشت کھایا جاتا ہے جیسے اُونٹ اور بکری، ۳۔ اُن پرندوں کی بیٹ جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔

تشریح: نجاستِ خفیفہ کی تعریف کرنے کے بعد اب یہاں سے نجاستِ خفیفہ کی چند مثالیں بیان کرتے ہیں۔ پہلی مثال گھوڑے کا پیشاب۔ اس لئے کہ گھوڑا حلال جانور ہے اگرچہ اس کا گوشت کراہت کی وجہ سے نہیں کھایا جاتا۔ دوسری مثال ان تمام جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے مثلاً اُونٹ، بکری، گائے، بھینس، ہرن۔

تنبیہ: حلال جانوروں کا صرف پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے، گدھے، خچر کی لید، گائے، بھینس وغیرہ کا گوبر۔ اونٹ، بکری، بھیڑ کی مینگنی، مرغی، بطخ، مرغابی کی بیٹ یہ سب چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں۔ تیسری مثال اُن پرندوں کی بیٹ جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا اس لئے کہ یہ پرندے کبھی ہوا میں ہی بیٹ چھوڑ دیتے ہیں جس سے بچنا مشکل ہے تو اس ضرورت کی وجہ سے ان کی بیٹ نجاستِ خفیفہ ہے۔ جیسے چیل، شاہین، شکرہ، کوا۔

فائدہ: حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے جیسے کبوتر، چڑیا، گوریا، مینا وغیرہ اس لئے کہ آپ ﷺ کے زمانے سے آج تک مسلمان ان پرندوں کو اپنی مساجد اور بالخصوص مسجد حرام میں پالتے آئے ہیں۔(طحطاوی مع مراقی، جوہرۃ، قاموس الفقہ، بہشتی زیور)

حُكْمُ النَّجَاسَةِ الْخَفِيفَةِ

قَدْ عُفِيَ عَنِ النَّجَاسَةِ الْخَفِيفَةِ مَا لَمْ تَكُنْ كَثِيرَةً، وَ قُدِّرَ الْكَثِيرُ بِرُبُعِ الثَّوْبِ وَالْبَدَنِ۔ كَذَا عُفِيَ عَنْ رَشَاشِ الْبَوْلِ إِذَا كَانَ مِثْلَ رُؤُسِ الْإِبَرِ۔ إِذَا ابْتَلَّ الثَّوْبُ النَّجِسُ، أَوِ الْفِرَاشُ النَّجِسُ بِعَرَقِ نَائِمٍ، أَوْ بَلَلِ قَدَمٍ، إِذَا ظَهَرَ أَثَرُ النَّجَاسَةِ فِي الْبَدَنِ، أَوْ فِي الْقَدَمِ حُكِمَ بِنَجَاسَةِ الْبَدَنِ وَالْقَدَمِ وَإِذَا لَمْ يَظْهَرْ أَثَرُ النَّجَاسَةِ فِي الْبَدَنِ أَوِ الْقَدَمِ لَمْ يَتَنَجَّسَا۔

حلِّ لغات: قُدِّرَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی مجہول از باب تفعیل بمعنی اندازہ لگانا۔ رُبُعٌ؛ بمعنی چوتھائی جمع أَرْبَاعٌ۔ رَشَاشٌ: بمعنی پانی یاخون کی چھینٹیں۔ اَلْإِبَرُ؛ جمع ہے اَلْإِبْرَةُ کی بمعنی سوئی۔ إِبْتَلَّ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف از باب افتعال مضاعف ثلاثی بمعنی تر ہونا۔ فِرَاشٌ، بمعنی بچھونا۔ جمع أَفْرِشَةٌ۔ عَرَقٌ، بمعنی پسینہ۔ بَلَلٌ، بمعنی تری، نمی۔ لَمْ يَتَنَجَّسَا؛ صیغہ تثنیہ مذکر غائب فعل نفی جحد بلم معروف از باب تفعُّل بمعنی ناپاک ہونا۔

ترجمہ: تحقیق نجاستِ خفیفہ مُعاف ہے جب تک کہ زیادہ نہ ہو اور زیادہ کا اندازہ کیا گیا ہے کپڑے اور جسم کی چوتھائی کیساتھ۔ اِسی طرح پیشاب کی چھینٹیں معاف ہیں جبکہ سوئی کی نوک کے برابر ہوں۔ جب ناپاک کپڑا یا ناپاک بچھونا سونے والے کے پسینہ یا پاؤں کی تری سے بھیگ جائے یعنی گیلا اور تر ہو تو اگر نجاست کا اثر جسم یا پاؤں میں ظاہر ہو تو جسم اور پاؤں کے ناپاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور اگر ناپاکی کا اثر جسم یا پاؤں میں ظاہر نہ ہو تو جسم اور پاؤں ناپاک نہیں ہوئے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نجاستِ خفیفہ کی مثالیں بیان کرنے کے بعد اب نجاستِ خفیفہ کا حکم بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: نجاستِ خفیفہ معاف ہے جب تک زیادہ نہ ہو یعنی اگر زیادہ ہو تو پھر معاف نہیں۔ پھر زیادہ کی کیا حد ہے؟ تو اس کا اندازہ چوتھائی حصّے کیساتھ لگایا گیا ہے، اس لئے کہ چوتھائی کُل کے قائم مقام ہوتا ہے جیسے چوتھائی سر کا مسح کُل سر کے مسح کے قائم مقام ہے۔ کہ جسم یا کپڑے کے جس حصّے میں نجاستِ خفیفہ لگی ہے اگر اس حصّے کی چوتھائی یا چوتھائی سے زیادہ میں لگی ہے تو معاف نہیں اور اگر چوتھائی سے کم لگی ہو تو معاف ہے۔ یعنی اگر آستین میں لگی ہو تو آستین کی چوتھائی، اگر دامن میں لگی ہو تو دامن کی چوتھائی، کِلی (تریز) میں لگی ہو تو کِلی کی چوتھائی، دوپٹے میں لگی ہو تو دوپٹہ کی چوتھائی سے کم معاف ہے۔ اِسی طرح اگر جسم کے کسی عضو مثلاً ہاتھ میں نجاست خفیفہ لگی ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم، پاؤں میں لگی ہے تو پاؤں کی چوتھائی سے کم، ٹانگ میں لگی ہے تو ٹانگ کی چوتھائی سے کم معاف ہے۔ چوتھائی یا چوتھائی سے زیادہ معاف نہیں۔ پھر معاف ہونے نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر چوتھائی سے کم لگی ہو اور اس کے ساتھ نماز پڑھ لی تو نماز ادا ہو جائے گی۔ اور اگر چوتھائی یا اس سے زیادہ حصّے میں لگی ہو تو دھونا واجب ہے بغیر دھوئے نماز پڑھنا درست نہیں۔

تنبیہ: نجاستِ غلیظہ اور خفیفہ کے حکم میں فرق کپڑے، جسم، اور جامد چیزوں کے بارے میں ہے پانی یا دوسری مائع چیزوں میں چاہے نجاستِ غلیظہ گرے یا خفیفہ دونوں کا ایک حکم ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ درہم سے کم ہو یا زیادہ، اسی طرح رُبع ثوب سے کم ہو یا زیادہ۔ (بہشتی زیور، درمختار، کتاب الفقہ، قاموس الفقہ)

اسی طرح اگر کسی کے کپڑے یا بدن پر پیشاب کی چھینٹیں سوئی کے ناکہ کے برابر لگیں کہ دیکھنے سے دکھائی نہ دے تو یہ معاف ہے اگر نہ بھی دھوئے تو کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ ضرورت ہے بعض اوقات اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے جیسا کہ ہوا چلنے کے وقت ہوتا ہے۔ لیکن اگر دھونے پر قادر ہو تو دھونا بہتر ہے۔ اسی طرح نجس کپڑے میں کوئی سویا، یا نجس بچھونے پر کوئی سویا اور سونے والے کو پسینہ آگیا اور اس کے پسینے سے وہ کپڑا بھیگ گیا یا کسی نے پیر دھویا اور ناپاک کپڑے یا بچھونے پر پاؤں رکھا اور وہ کپڑا یا بچھونا بھیگ گیا تو دیکھیں گے، اگر اس کپڑے یا بچھونے میں سے ناپاکی چھوٹ کر بدن یا پاؤں کو لگ جائے اور نجاست کا اثر ظاہر ہو جائے تو جسم اور پاؤں ناپاک ہو جائینگے اور اگر نجاست کا کوئی اثر یعنی رنگ یا بُو جسم یا قدم میں ظاہر نہ ہو تو جسم اور پاؤں ناپاک نہیں ہونگے۔ (طحطاوی، مراقی، تاتارخانیہ وغیرہ)

تنبیہ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے سونے والے کا پسینہ کہا ہے یہ قید اتفاقی ہے ورنہ جاگنے والے کے پسینہ کا بھی یہی حکم ہے۔

إِذَا نُشِرَ ثَوْبٌ رَطْبٌ عَلٰى أَرْضٍ نَجِسَةٍ يَابِسَةٍ. وَابْتَلَّتِ الْأَرْضُ بِذَالِكَ الثَّوْبِ الرَّطْبِ. فَإِنْ لَّمْ يَظْهَرْ أَثَرُ النَّجَاسَةِ فِي الثَّوْبِ لَا يَنْجَسُ. لَوْ لُفَّ ثَوْبٌ طَاهِرٌ يَابِسٌ فِي ثَوْبٍ نَجِسٍ رَطْبٍ. بِحَيْثُ لَوْ عُصِرَ. ذَالِكَ الثَّوْبُ الرَّطْبُ. لَا يَخْرُجُ الْمَآءُ. لَا يَنْجَسُ الثَّوْبُ الطَّاهِرُ. إِذَا هَبَّتِ الرِّيحُ عَلٰى نَجَاسَةٍ. ثُمَّ أَصَابَتْ ثَوْباً رَطْباً. تَنَجَّسَ الثَّوْبُ إِنْ ظَهَرَ فِيْهِ أَثَرُ النَّجَاسَةِ وَلَمْ يَتَنَجَّسْ إِنْ لَّمْ يَظْهَرْ فِي الثَّوْبِ أَثَرُ النَّجَاسَةِ.

حلِّ لُغات: نُشِرَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی مجہول از باب نصر، ضرب بمعنی پھیلانا۔ رَطْبٌ؛ بمعنی تر، گیلا۔ يَابِسَةٍ؛ صیغہ واحدہ مؤنثہ اسم فاعل از باب سمع بمعنی خشک ہونا۔ لُفَّ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی مجہول از باب نصر مضاعف ثلاثی بمعنی لپیٹنا۔ عُصِرَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی مجہول از باب ضرب بمعنی نچوڑنا هَبَّتْ؛ صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل ماضی معروف از باب نصر مضاعف ثلاثی بمعنی ہوا کا چلنا۔ رِيحٌ؛ بمعنی ہوا۔ جمع رِيَاحٌ۔ رِيحٌ مؤنث معنوی ہے۔ (مصباح)

ترجمہ: جب پھیلایا جائے کوئی گیلا کپڑا کسی ناپاک خشک زمین پر اور زمین گیلی ہو جائے اس تر کپڑے سے، پس اگر نجاست کا اثر کپڑے میں ظاہر نہ ہو تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔ اگر کوئی پاک خشک کپڑا لپیٹ دیا جائے کسی ناپاک گیلے کپڑے میں اِس طور پر کہ اگر اُس گیلے کپڑے کو نچوڑا جائے تو اُس سے پانی نہ نکلے تو وہ پاک کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ جب ہوا چل پڑے کسی نجاست پر، پھر وہ ہوا پہنچ جائے کسی تر کپڑے تک تو وہ تر کپڑا ناپاک ہو جائے گا بشرطیکہ اُس میں نجاست کا اثر (رنگ، بو) ظاہر ہو۔ اور ناپاک نہیں ہوگا اگر اس کپڑے میں ناپاکی کا اثر ظاہر نہ ہو۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تین مسائل بیان فرمائے ہیں۔

(۱) پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی پاک گیلا کپڑا ایسی زمین پر بچھایا جائے جو خشک اور ناپاک ہو (پیشاب یا گوبر وغیرہ سے) پس وہ ناپاک زمین اس پاک گیلے کپڑے کی وجہ سے تر ہو گئی تو اب دیکھیں گے کہ اگر کپڑے میں ناپاک زمین کی ناپاکی کا کوئی اثر مثلاً رنگ، بو آگئی تو کپڑا ناپاک ہوگا ورنہ نہیں۔ (۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی پاک خشک کپڑا کسی ناپاک تر کپڑے میں لپیٹا جائے تو دیکھیں گے؛ اگر ناپاک کپڑا اتنا بھیگا ہو کہ اگر اس کو نچوڑا جائے تو اس سے کوئی قطرہ نہ گرے تو اس کی تری سے وہ پاک کپڑا ناپاک نہیں ہوگا لیکن اگر اس ناپاک

کپڑے کو نچوڑنے سے پانی کا کوئی قطرہ ٹپک پڑے تو پھر وہ پاک کپڑا بھی ناپاک ہو جائے گا۔ لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب کپڑا ناپاک پانی سے بھیگا ہو۔ اگر کوئی کپڑا عین نجاست مثلاً پیشاب وغیرہ سے بھیگ گیا ہے تو پھر نجاست کا اثر پاک خشک کپڑے میں ظاہر ہونے سے ہی پاک کپڑا ناپاک ہو جائے گا اگرچہ ناپاک کپڑے کو نچوڑنے سے ایک قطرہ بھی نہ گرے۔ (۳) تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ نجاست یعنی پاخانہ، گوبر وغیرہ پر ہوا چل پڑے پھر یہ ہوا کسی بھیگے کپڑے کو لگ جائے تو اگر اس کپڑے میں نجاست کا اثر (رنگ، بو) ظاہر ہو تو وہ کپڑا ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں خشک کپڑے کا بھی یہی حکم ہے۔

تنبیہ: پانی کیساتھ استنجاء کرنے کے بعد اگر ہوا نکلے تو اس سے کپڑے ناپاک نہیں ہونگے۔ (ردالمحتار بحوالہ بہشتی زیور)

كَيْفَ تُزَالُ النَّجَاسَةُ؟

تَحْصُلُ الطَّهَارَةُ مِنَ النَّجَاسَةِ إِذَا كَانَتْ مَرْئِيَّةً كَالدَّمِ وَالْغَائِطِ بِزَوَالِ عَيْنِ النَّجَاسَةِ بِالْغَسْلِ، سَوَاءٌ زَالَتْ عَيْنُ النَّجَاسَةِ بِالْغَسْلِ مَرَّةً وَاحِدَةً، أَوْ أَكْثَرَ وَلَا يَضُرُّ إِذَا بَقِيَ فِي الثَّوْبِ أَثَرُ النَّجَاسَةِ مِنْ لَوْنٍ، أَوْ رِيحٍ إِنْ تَعَسَّرَتْ إِزَالَتُهُ۔

حل لغات: مَرْئِيَّةً؛ صیغہ واحدہ مؤنثہ اسم مفعول مہموز العین ناقص یائی از باب فتح بمعنی وہ نجاست جو دکھائی دے اور نظر آسکے۔ عَيْنٌ؛ بمعنی ذات۔ جمع عُيُوْنٌ۔ تَعَسَّرَتْ؛ صیغہ واحدہ مؤنثہ غائبہ اثبات فعل ماضی صحیح از باب تفعّل بمعنی دشوار ہونا۔ (مصباح)

ترجمہ: ناپاکی کیسے دور کی جائے؟ پاکی حاصل ہوتی ہے نجاست سے جبکہ نجاست نظر آنے والی ہو جیسے خون، اور پاخانہ، نجاست کی ذات کے دور ہونے سے برابر ہے کہ نجاست کی ذات ایک مرتبہ دھونے سے دور ہو یا ایک سے زیادہ مرتبہ دھونے سے دور ہو۔ اور نقصان نہیں دیتا جب کہ کپڑے میں نجاست کا اثر یعنی رنگ اور بو باقی رہے اگر نجاست کے اثر کو دور کرنا دشوار ہو۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نجاست کی قسمیں، مثالیں، احکام بیان فرمائے۔ اب یہاں سے نجاست کو دور کرنے اور نجاست سے پاکی حاصل کرنے کے احکام بیان کرتے ہیں۔

احکام کے بیان سے پہلے آپ یہ سمجھیں کہ نجاست کی دو قسمیں ہیں: مرئیہ (نظر آنے والی) مرئیہ ہر وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر آئے جیسے خون، پاخانہ۔ غیر مرئیہ (نظر نہ آنے والی) غیر مرئیہ ہر وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسے پیشاب یا ناپاک پانی وغیرہ۔ پہلے مرئیہ (نظر آنے والی) نجاست کو دور کرنے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ: نجاست جو نظر آنے والی ہو جیسے خون، پاخانہ تو اس سے محل نجاست (چاہے بدن ہو یا کپڑا یا برتن) اس وقت پاک ہو گا کہ جب محل نجاست کو دھویا جائے کہ نجاست کا کوئی اثر بدبو، دھبہ نشان وغیرہ باقی نہ رہے چاہے جتنی دفعہ میں دور ہو، مقصود عین نجاست کا دور ہونا ہے۔ اگر ایک مرتبہ میں عین نجاست زائل ہو تو یہی کافی ہے اور اگر تین مرتبہ سے بھی زائل نہ ہو تو مزید دھونا ضروری ہو گا۔ البتہ اگر پہلی ہی دفعہ دور ہو تو دو مرتبہ اور دھولینا بہتر ہے اور اگر دو مرتبہ میں دور ہو تو ایک مرتبہ اور دھوئے غرض تین مرتبہ دھونا بہتر ہے۔ اور اگر نجاست ایسی ہے کہ بلا مشقت اس کا دور کرنا ممکن نہ ہو مثلاً صابن یا گرم پانی استعمال کرنا پڑے گا تب نجاست دور ہو گی، تو اس وقت نجاست کا اثر (بدبو، دھبہ) کو دور کرنا ضروری نہیں جیسے ناپاک رنگ میں رنگا ہوا کپڑا ہے تو اس کو اتنا دھونا کافی ہو گا کہ دُھوَن رنگین نہ رہے گو کپڑے پر رنگ باقی ہو، صابن وغیرہ لگا کر دھبہ چھڑانا یا بدبو دور کرنا ضروری نہیں۔ (طحطاوی، مراقی، تاتارخانیہ، بہشتی زیور)

تَحْصُلُ الطَّهَارَةُ مِنَ النَّجَاسَةِ الْغَيْرِ الْمَرْئِيَّةِ كَالْبَوْلِ إِذَا غُسِلَ الثَّوْبُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَعُصِرَ كُلَّ مَرَّةٍ حَتّٰى يَنْقَطِعَ التَّقَاطُرُ، وَاسْتُعْمِلَ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ مَاءٌ جَدِيْدٌ طَاهِرٌ۔

حل لغات: عُصِرَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی مجہول از باب ضرب بمعنی نچوڑنا۔ یَنْقَطِعُ؛ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب انفعال بمعنی ختم ہونا۔ اَلتَّقَاطُرُ؛ مصدر ہے باب تفاعل صحیح سے بمعنی ٹپکنا، ایک ایک قطرہ گرنا۔ (مصباح)

ترجمہ: پاکی حاصل ہوتی ہے نظر نہ آنے والی نجاست سے جیسے پیشاب، جب کپڑے کو تین مرتبہ دھویا جائے اور ہر مرتبہ نچوڑا جائے یہاں تک ٹپکنا بند ہو جائے۔ اور ہر مرتبہ نیا پاک پانی استعمال کیا جائے۔

تشریح: نظر آنے والی نمودار نجاست کو دور کرنے کا طریقہ بیان کرنے کے بعد اب نظر نہ آنے والی نجاست کو دور کرنے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: نظر نہ آنے والی نجاست جیسے پیشاب، ناپاک پانی وغیرہ سے کپڑا اس وقت پاک ہوگا جبکہ کپڑے کو تین بار دھویا جائے کیونکہ تین / ۳ بار دھونے سے غالب گمان یہ ہے کہ کپڑا پاک ہو جائے گا اور ہر مرتبہ نچوڑا جائے بشرطیکہ اس کو نچوڑنا ممکن ہو۔ اور جن چیزوں کو نچوڑنا ممکن نہ ہو جیسے بوریہ، بچھونا، قالین، چٹائی، برتن، تخت، بوتل، جوتا وغیرہ تو اس کو تین / ۳ مرتبہ اس طرح دھویا جائے کہ ہر بار پانی کے قطرے اچھی طرح نکل جائیں۔ یعنی ایک دفعہ دھو کر ٹھہر جائے جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر دھوئے پھر جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر دھوئے اسی طرح تین مرتبہ دھوئے تو وہ چیز پاک ہو جائے گی۔ (بہشتی زیور، الصبح النوری، قاموس الفقہ)

تُزَالُ النَّجَاسَةُ الْحَقِيْقِيَّةُ مِنَ الْبَدَنِ وَالثَّوْبِ بِالْمَآءِ، وَبِكُلِّ مَائِعٍ يُمْكِنُ بِهٖ إِزَالَةُ النَّجَاسَةِ كَالْخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ۔ أَمَّا الْوُضُوْءُ بِالْخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ، فَإِنَّهٗ لَا يَجُوْزُ۔

حل لغات: مَائِعٍ؛ صیغہ واحد مذکر اسم فاعل اجوف یائی از باب ضرب بمعنی بہنے والی چیز۔

ترجمہ: نجاستِ حقیقیہ جسم اور کپڑے سے دور کی جا سکتی ہے پانی کیساتھ اور ہر اس بہنے والی چیز کے ساتھ جسکے ذریعہ نجاست کو دور کرنا ممکن ہو جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی، بہر حال سرکہ اور گلاب کے پانی کیساتھ وضو، تو یقیناً وہ جائز نہیں۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ناپاکی دور کرنے کا طریقہ بیان فرمایا۔ اب یہاں سے یہ بیان فرما رہے ہیں کہ کس چیز سے نجاست کو دور کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ: نجاستِ حقیقیہ (چاہے نظر آنے والی ہو یا نظر نہ آنے والی ہو) بدن سے اور کپڑے سے اسی طرح برتن سے دور کی جا سکتی ہے پانی کیساتھ چاہے پانی مستعمل ہو یا غیر مستعمل۔ اور ہر ایسی چیز کے ساتھ جسکے ذریعہ نجاست کو دور کرنا ممکن ہو یعنی ایسی چیز جس کو کپڑے سے نچوڑنا ممکن ہو جیسے سرکہ اور عرقِ گلاب سے کسی نے نجاست کو دور کر دیا تو نجس چیز پاک ہو جائیگی۔ لیکن اگر ایسی چیز کیساتھ دھوئے جو پوری طرح نچوڑی نہیں جا سکتی ہوں جیسے چکناہٹ والی چیزیں مثلاً جیسے تیل، گھی، دودھ وغیرہ تو نجس چیز پاک نہیں ہوگی اس لئے کہ تیل، گھی، دودھ وغیرہ خود نہیں نکلتے تو نجاست کو کیا نکالیں گے۔

أَمَّا الْوُضُوْءُ الخ: یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ نجاستِ حکمی یعنی حدث کا ازالہ صرف پانی سے ہو سکتا ہے کسی اور چیز مثلاً سرکہ، عرقِ گلاب وغیرہ سے نہیں۔ یعنی وضو اور غسل کیلئے پانی ہی ضروری ہے البتہ اگر پانی موجود نہ ہو یا موجود تو ہو لیکن کسی وجہ سے مثلاً سردی یا مرض کی وجہ سے پانی کے استعمال پر قادر نہیں تو مٹی اور جنس ارض سے تیمم کیا جا سکتا ہے جسکی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

يَصِيْرُ الْحِذَاءُ وَالْخُفُّ طَاهِرَيْنِ بِالْغَسْلِ۔ وَكَذَا يَصِيْرُ الْحِذَاءُ طَاهِرًا بِالدَّلْكِ عَلَى أَرْضٍ طَاهِرَةٍ إِذَا كَانَتِ النَّجَاسَةُ لَهَا جِرْمٌ، سَوَاءٌ كَانَتِ النَّجَاسَةُ رَطْبَةً أَوْ كَانَتْ جَافَّةً۔ يَطْهُرُ السَّيْفُ وَالسِّكِّيْنُ وَالْمِرْآةُ وَالْأَوَانِيْ الْمَدْهُوْنَةُ بِالْمَسْحِ۔

حلّ لغات: حِذَاءٌ؛ بمعنی جوتا۔ جمع أَحْذِيَةٌ۔ أَلْخُفُّ؛ بمعنی موزہ۔ جمع خِفَافٌ۔ دَلْكٌ؛ مصدر ہے نصر سے بمعنی رگڑنا۔ جِرْمٌ؛ بمعنی جسم۔ جمع أَجْرَامٌ۔ جَافَّةٌ؛ صیغہ واحد مؤنث اسم فاعل مضاعف ثلاثی از باب ضرب بمعنی خشک ہونا۔ سَيْفٌ؛ بمعنی تلوار۔ جمع سُيُوْفٌ۔ سِكِّيْنٌ؛ بمعنی چھری۔ جمع سَكَاكِيْنُ۔ مِرْآةٌ؛ بمعنی آئینہ۔ جمع مَرَاءٍ۔ أَلْأَوَانِيْ؛ جمع ہے آنِيَةٌ کی بمعنی برتن۔ أَلْمَدْهُوْنَةُ؛ صیغہ واحد مؤنث اسم مفعول از باب نصر بمعنی تیل لگا ہوا، روغن کیا ہوا۔

ترجمہ: جوتا اور موزہ دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں اور اسی طرح جوتا پاک ہو جاتا ہے پاک زمین پر رگڑنے سے جبکہ نجاست جسم دار ہو، برابر ہے کہ ناپاکی تر ہو یا خشک۔ تلوار اور چھری اور آئینہ اور روغن کئے ہوئے برتن پونچھنے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نجاستِ حقیقیہ کے ازالہ کے مختلف ذرائع بتا رہے ہیں۔ (۱) پہلا ذریعہ پانی ہے چنانچہ فرمایا کہ: جوتا اور موزہ دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔ (۲) دوسرا ذریعہ رگڑنا ہے کہ جوتے اور چمڑے کے موزے میں اگر دلدار نجاست لگ جائے، (جو نجاست خشک ہونے کے بعد نظر آئے وہ دلدار اور جسم دار ہے ورنہ نہیں) چاہے وہ نجاست سوکھی ہو یا نہ سوکھی ہو (خشک ہو یا تر) جیسے گوبر، پائخانہ، خون، منی وغیرہ تو پاک زمین پر خوب رگڑنے سے کہ نجاست کا نام ونشان باقی نہ رہے، جوتا، چمڑے کا موزہ پاک ہو جائے گا۔ دلدار کہنے سے وہ نجاست نکل گئی جو جسم والی نہ ہو جیسے پیشاب، کہ اس کو ہر حال میں دھونا ضروری ہے، خشک ہو یا تر۔ (بہشتی زیور)
(۳) تیسرا ذریعہ پاکی کا مسح یعنی پونچھ ڈالنا ہے۔ آئینہ کا شیشہ، چُھری، چاقو اسی طرح سونے چاندی کا زیور، تانبے، لوہے، شیشے وغیرہ کی چیزیں اگر نجس ہو جائیں تو خوب پونچھ ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔ چاہے وہ نجاست جسامت والی ہو جیسے پائخانہ، گوبر یا جسامت والی نہ ہو جیسے پیشاب۔ کیونکہ نجاست ان کے اندر گھس تو نہیں سکتی اور جو اوپر لگی ہے وہ پونچھنے سے پاک ہوگی۔ (ہدایہ)

تنبیہ: جوتا اور موزہ کہنے سے بدن اور کپڑا نکل گیا کہ وہ رگڑنے سے پاک نہیں ہوتے۔ (بہشتی زیور)

چُھری چاقو آئینہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس میں مسام یعنی باریک سوراخ نہ ہوں۔ (بہشتی زیور)

تَصِيْرُ الْأَرْضُ طَاهِرَةً إِذَا جَفَّتْ، وَزَالَ عَنْهَا أَثَرُ النَّجَاسَةِ، وَتَجُوْزُ الصَّلَاةُ عَلَى تِلْكَ الْأَرْضِ وَلٰكِنْ لَا يَجُوْزُ التَّيَمُّمُ مِنْهَا۔ إِذَا تَغَيَّرَتْ عَيْنُ النَّجَاسَةِ بِأَنْ صَارَتْ مِلْحًا صَارَتْ طَاهِرَةً۔ كَذَا تَكُوْنُ طَاهِرَةً إِذَا احْتَرَقَتِ النَّجَاسَةُ بِالنَّارِ۔

حلّ لغات: مِلْحًا؛ بمعنی نمک۔ جمع مِلَاحٌ۔ إِحْتَرَقَتْ؛ صیغہ واحدہ مؤنثہ غائبہ ماضی معروف از باب افتعال صحیح بمعنی جلنا۔ عَيْنٌ؛ بمعنی حقیقتِ شئ۔

ترجمہ: زمین پاک ہو جاتی ہے جب خشک ہو جائے اور دور ہو جائے اس سے ناپاکی کا اثر، اور نماز اُس زمین پر جائز ہے لیکن اُس زمین سے تیمم کرنا جائز نہیں۔ جب ناپاکی کی حقیقت بدل جائے اس طور پر کہ وہ ناپاکی نمک بن گئی تو وہ ناپاک چیز پاک ہو جائیگی۔ اسی طرح ناپاکی پاک ہو جاتی ہے جب ناپاکی آگ میں جل جائے۔

تشریح: نجاستِ حقیقیہ کے ازالہ کے مختلف ذرائع بیان ہورہے ہیں جن میں سے (۴) چوتھا ذریعہ نجاست کا خشک ہو جانا اور اثرِ نجاست کا دور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ: زمین پاک ہو جاتی ہے جبکہ خشک ہو جائے یعنی زمین پر مثلاً پیشاب تھا پھر زمین خشک ہو گئی اور نجاست کا اثر دور ہو گیا کہ نہ زمین پر نجاست کا کوئی دھبہ ہے اور نہ ہی زمین سے بدبو آتی ہے تو اس طرح سوکھ جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے۔ چاہے زمین دھوپ سے خشک ہوئی ہو یا آگ سے یا ہوا سے یا سایہ سے۔ سب کا یہی حکم ہے۔ اب اس زمین پر نماز پڑھنا تو جائز ہے لیکن ایسی زمین پر تیمم کرنا جائز نہیں، کیونکہ تیمم کیلئے قرآن میں "پاک کرنے والا ہونا" شرط ہے اور یہ زمین خود تو پاک ہے لیکن پاک کرنے والی نہیں۔ اسی طرح جو چیزیں زمین میں لگی ہوئی ہوں اور زمین میں پیوست ہوں جیسے دیواریں، درخت، گھاس، بانس، اینٹیں، پتھر، ان کا بھی یہی حکم ہے کہ سوکھ جانے سے اور نجاست کا نشان باقی نہ رہنے سے پاک ہو جاویں گی۔ لیکن جب درخت یا بانس کاٹ دیئے جائیں یا اینٹیں یا پتھر اکھاڑ دیئے جائیں تو پھر ان چیزوں کو ناپاک ہونے کی صورت میں دھونا ضروری ہوگا پھر پاک ہونے کیلئے خشک ہونا کافی نہ ہوگا۔ (بہشتی زیور، قاموس الفقہ، طحطاوی)

(۵) پانچواں ذریعہ نجاستِ حقیقیہ کے ازالہ کا یہ ہے کہ ناپاک شئی میں کوئی ایسا تغیر پیدا ہو جائے کہ اس کی حقیقت ہی بدل جائے فقہ کی اصطلاح میں اس کو "استحالہ" کہتے ہیں مثلاً گدھا نمک کی کان میں گر گیا اور نمک بن گیا تو وہ نمک پاک ہے۔

(۶) چھٹا ذریعہ نجاستِ حقیقیہ کے ازالہ کا نجاست کو جلا دینا ہے۔ چنانچہ اگر جانور کے یا خود انسان کے فُضلہ کو جلا کر راکھ کر دیا جائے تو یہ راکھ پاک شمار کی جائے گی، اسی طرح بکری کا سر خون میں لت پت تھا پھر اس کو آگ میں ڈال دیا گیا یہاں تک کہ خون جل گیا تو اب وہ سر پاک شمار کیا جائے گا، اسی طرح ناپاک پانی سے مٹی کا برتن تیار کیا گیا پھر وہ آگ میں پکایا گیا تو اب برتن پاک سمجھا جائے گا۔

إِذَا أَصَابَ مَنِيُّ الْإِنْسَانِ الثَّوْبَ أَوِ الْبَدَنَ، ثُمَّ يَبِسَ فَإِنَّهُ يَطْهُرُ بِالْفَرْكِ۔ وَلٰكِنْ إِذَا كَانَ الْمَنِيُّ رَطْباً لَا يَطْهُرُ الثَّوْبُ وَالْبَدَنُ إِلَّا بِالْغَسْلِ۔

حلِّ لغات: أَصَابَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف واوی از باب افعال بمعنی پانا۔ مَنِيٌّ؛ بمعنی مرد یا عورت کے چھوٹے پیشاب گاہ سے شہوت کیساتھ نکلنے والا سفید گاڑھا مادہ۔ يَبِسَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مثال یائی از باب سمع بمعنی خشک ہونا۔ فَرْكٌ، مصدر ہے باب نصر سے بمعنی کپڑے کو ملنا یا کسی چیز کو کپڑے سے کھرچنا۔ (مصباح)

ترجمہ: جب انسان کی منی کپڑے یا بدن کو پالے (لگ جائے) پھر وہ منی خشک ہو جائے پس بیشک کپڑا پاک ہو جاتا ہے کھرچنے سے، لیکن جب منی تر ہو تو کپڑا اور بدن پاک نہیں ہونگے مگر دھونے سے۔

تشریح: ساتواں ذریعہ نجاستِ حقیقیہ کو دور کرنے کا کھرچنا ہے، چنانچہ جب کپڑے یا بدن پر منی لگ جائے اور خشک ہو جائے تو منی کو کھرچنے اور کپڑے کو رگڑ کر صاف کرنے سے کپڑا اور بدن پاک ہو جائیں گے، بشرطیکہ منی نکلنے سے پہلے پیشاب کی جگہ کوئی نجاست نہ لگی ہو اس طور پر کہ پیشاب کر کے استنجاء کر لیا ہو اسکے بعد منی نکلے، اور اگر پہلے سے پیشاب لگا ہوا تھا پھر منی نکلی تو اب کھرچنے سے بھی پاک نہ ہوگا۔ (تاتارخانیہ، شامی وغیرہ) لیکن جب منی تر ہو تو پھر کپڑا اور بدن دھونے سے ہی پاک ہونگے کھرچ کر اور رگڑ کر صاف کر دینا پاکی کیلئے کافی نہ ہوگا۔

تنبیہ: خشک منی کو کھرچنا اُس زمانہ میں پاکی کیلئے کافی تھا جبکہ صحتیں درست تھیں اور منی بہت گاڑھی ہوا کرتی تھی، اب وہ حالت نہیں رہی اور نہ وہ قوتیں اور صلاحیتیں باقی ہیں، اعضاء اور قُویٰ کمزور ہو چکے ہیں منی پتلی ہوتی ہے لہٰذا اس کا اکثر حصہ کھرچنے سے زائل نہیں ہوتا۔ تو موجودہ زمانہ میں اس کا کھرچنا کافی نہیں ہوگا بلکہ دھونا لازم ہے اور اِسی پر فتویٰ ہے۔ (توضیح السنن مع القول الراجح)

يَطْهُرُ جِلْدُ الْحَيَوَانِ الْمَيِّتِ بِالدِّبَاغَةِ. سَوَآءٌ كَانَتِ الدِّبَاغَةُ حَقِيْقِيَّةً أَوْ حُكْمِيَّةً. جِلْدُ الْخِنْزِيْرِ لَا يَكُوْنُ طَاهِرًا فِيْ حَالٍ سَوَآءٌ دُبِغَ أَمْ لَمْ يُدْبَغْ. جِلْدُ الْاٰدَمِيِّ يَطْهُرُ بِالدِّبَاغَةِ، وَلٰكِنْ لَا يَجُوْزُ إِسْتِعْمَالُهٗ. فَإِنَّ إِسْتِعْمَالَ الْاٰدَمِيِّ وَأَجْزَاءِهٖ يُنَافِيْ كَرَامَتَهٗ وَشَرَفَهٗ. جِلْدُ الْحَيَوَانِ الَّذِيْ لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ بِالذَّبْحِ الشَّرْعِيِّ.

حلِّ لُغات: دِبَاغَةٌ: باب نصر، فتح، ضرب سے مصدر ہے بمعنی کھال پکانا۔ یعنی مختلف طریقوں سے، مثلاً مسالے لگا کر کھال پکانا۔ يُنَافِيْ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف ناقص یائی از باب مفاعلہ بمعنی مخالف ہونا۔ كَرَامَةٌ: بمعنی عزیز ہونا مصدر ہے باب کَرُم سے۔ شَرَفٌ: مصدر ہے باب کرُم سے بمعنی بزرگی و عزت والا ہونا۔

ترجمہ: مُردار جانور کی کھال دِباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے، برابر ہے کہ دِباغت حقیقی ہو یا حکمی۔ خنزیر کی کھال کسی صورت میں پاک نہیں ہوتی، چاہے اُس کو دِباغت دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو۔ آدمی کی کھال دِباغت سے پاک ہو جاتی ہے لیکن اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ آدمی اور اسکے اجزاء کا استعمال آدمی کی عزت اور بزرگی کے خلاف ہے۔ اُس جانور کی کھال جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا شرعی طریقے سے ذبح کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

تشریح: پاک کرنے کے طریقوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چمڑے کو دباغت دی جائے اور جانور کو شرعی طریقے سے ذبح کیا جائے۔ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: مُردار جانور کی کھال دِباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ"، "جس چمڑے کو دباغت دی گئی وہ پاک ہو گیا"۔ مُردار جانور میں ہر جانور داخل ہے چاہے شروع سے ہی مُردار ہو جیسے کتا، ہاتھی وغیرہ یا مرنے سے مُردار ہوا ہو جیسے بکری جب اپنی موت مر جائے۔ دِباغت کی تعریف یہ ہے کہ کھال کی بدبو، رطوبت، اور فساد کو دور کرنا۔

پھر دِباغت کی دو قسمیں ہیں: (۱) حقیقی، (۲) حکمی۔ دِباغتِ حقیقیہ تو یہ ہے کہ درخت سَلَم (جو کہ کانٹے دار درخت ہے) کے پتوں سے، یا معدنی نمک سے، (جو سفید یا نیلے رنگ کا ہوتا ہے پھٹکری کی طرح) یا چھوٹے سیب کی طرح خوشبودار کڑوے مزے والے پھل کے درخت کے پتوں سے، یا انار کے چھلکوں سے، یا نمک اور مسالوں سے چمڑے کی بدبو اور رطوبت کو دور کرنا۔ اور دِباغتِ حکمیہ یہ ہے کہ چمڑے کو مٹی میں دبانا، یا دھوپ میں ڈال دینا، یا ہوا میں لٹکا دینا یہاں تک کہ اسکی بدبو زائل ہو جائے اور رطوبت اور نمی ختم ہو جائے۔ لہٰذا صاحبِ عنایہ نے لکھا ہے کہ کھال کو دباغت دینے کیساتھ تین مسئلے متعلق ہیں: (۱) ایک اس کھال کا خود پاک ہو جانا، (۲) دوم اس کھال کا لباس بنا کر پہننا اور مصلّی بنا کر اس پر نماز پڑھنا، (۳) سوم اس کا مشکیزہ بنا کر اس سے وضو کرنا۔ اب ایسے چمڑے کا مصلّی بنا کر اس پر نماز پڑھنا یا اس سے کوئی ملبوس بنا کر اس کو پہن کر نماز پڑھنا یا اس کا مشکیزہ بنا کر اس سے وضو کرنا سب کام جائز ہیں۔ (طحطاوی علی المراقی، جوہرۃ، قاموس الفقہ، عنایہ)

جِلْدُ الْخِنْزِيْرِ الخ: دِباغت دینے سے ہر چمڑا پاک ہو جاتا ہے سوائے خنزیر کے چمڑے کے کہ وہ دِباغت دینے سے بھی پاک نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ نجس العین ہے۔ قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے: "فَإِنَّهُ رِجْسٌ"، بیشک یہ خنزیر گندی اور پلید چیز ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خنزیر کی کھال تہہ بہ تہہ ہے اس سے رطوبت کو دور کرنا ممکن نہیں۔

جِلْدُ الْآدَمِيِّ الخ: انسان کی کھال چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو دِباغت دینے سے پاک تو ہو جاتی ہے لیکن اس کا استعمال جائز نہیں، انسان کی شرافت اور بزرگی کی وجہ سے، جیسا کہ انسان کے باقی اعضاء اور اجزاء سے فائدہ اٹھانا اور استعمال میں لانا جائز نہیں تو کھال بھی انسان کا ایک جزء ہے۔

جِلْدُ الْحَيَوَانِ الخ: چمڑے کو پاک کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مُردار جانور جسکا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے بلی، کتا وغیرہ جس طرح اس کی کھال دِباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے اسی طرح اسکو اگر شرعی طریقے پر ذبح کر دیا جائے تو اس کی کھال پاک ہو جائیگی۔ اسلئے کہ ذبح کرنا دِباغت کا کام دیتا ہے اس بارے میں کہ نجس رطوبات کو زائل کر دیتا ہے۔ ذبح شرعی سے مراد یہ ہے کہ شریعت نے ذبح کیلئے جو شرط لگائی ہے وہ پائی جائے۔ (۱) مسلمان ہونا، (۲) بسم اللہ جان بوجھ کر نہ چھوڑنا، (۳) حالتِ احرام میں شکار کو ذبح نہ کرنا۔ لہٰذا اگر کسی مجوسی نے ذبح کیا، یا کسی مسلمان نے حالتِ احرام میں شکار کو ذبح کیا، یا کسی مسلمان نے جان بوجھ کر بسم اللہ چھوڑ کر ذبح کیا تو چونکہ یہ ذبح شرعی نہیں اس لئے اس سے غیر ماکول اللحم جانور کی کھال پاک نہیں ہوگی۔

تنبیہ: جس طرح ذبح شرعی سے غیر ماکول اللحم جانور کی کھال پاک ہو جاتی ہے اسی طرح ذبح شرعی سے اس جانور کا گوشت بھی پاک ہو جاتا ہے، اور خون کے علاوہ تمام اعضاء واجزاء پاک ہو جاتے ہیں۔ (طحطاوی مع مراقی، اشرف الہدایہ)

فائدہ: چمڑے کو دِباغت سے پہلے "إِهَابٌ" کہتے ہیں اور دِباغت کے بعد "أَدِيْمٌ" کہتے ہیں اور "جِلْدٌ" دونوں کو عام ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ لَا يَسْرِيْ فِيْهِ الدَّمُ لَا يَكُوْنُ نَجِساً بِالْمَوْتِ، كَالشَّعْرِ وَالرِّيْشِ الْمَقْطُوْعِ وَالْقَرْنِ وَالْحَافِرِ وَالْعَظْمِ۔ ذَالِكَ إِذَا لَمْ يَكُنْ بِهٰذِهِ الْأَشْيَاءِ دَسَمٌ. أَمَّا إِذَا كَانَ بِهَا دَسَمٌ فَهِيَ نَجِسَةٌ۔ عَصَبُ الْمَيِّتِ نَجِسٌ نَافِجَةُ الْمِسْكِ طَاهِرَةٌ كَمَا أَنَّ الْمِسْكَ طَاهِرٌ، وَأَكْلُهُ حَلَالٌ۔

حلِّ لغات: لَا يَسْرِيْ؛ صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی معلوم ناقص یائی از باب ضرب بمعنی خون کا رگوں میں جاری ہونا۔ شَعْرٌ؛ بمعنی بال۔ جمع أَشْعَارٌ۔ رِيْشٌ؛ پرندے کے پر۔ جمع رِيَاشٌ۔ قَرْنٌ؛ بمعنی سینگ۔ جمع قُرُوْنٌ۔ حَافِرٌ؛ بمعنی جانور کا کھر۔ جمع حَوَافِرُ۔ عَظْمٌ؛ بمعنی ہڈی۔ جمع عِظَامٌ۔ دَسَمٌ؛ بمعنی گوشت یا چربی کی چکنائی۔ عَصَبٌ؛ بمعنی پٹھا۔ جمع أَعْصَابٌ۔ نَافِجَةٌ؛ بمعنی مشک کا نافہ۔ جمع نَوَافِجُ۔ مِسْكٌ؛ بمعنی مشک، کستوری۔ جمع مِسَكٌ۔

ترجمہ: ہر وہ عضو جس میں خون جاری نہیں ہوتا تو وہ موت سے ناپاک بھی نہیں ہوتا۔ جیسے بال اور کٹا ہوا پر اور سینگ اور کھر اور ہڈی، یہ اس وقت ہے کہ جب ان چیزوں میں چکنائی نہ ہو۔ بہر حال جب ان چیزوں میں چکنائی ہو تو پھر یہ چیزیں ناپاک ہیں۔ مُردار جانور کے پٹھے ناپاک ہیں۔ مشک کا نافہ پاک ہے، جس طرح کہ مشک پاک ہے اور مشک کا کھانا حلال ہے۔

تشریح: سوائے خنزیر کے مُردار جانور کے وہ اعضاء جن میں خون نہ پایا جاتا ہو جیسے بال، اور کٹا ہوا پر، سینگ، کھر، ہڈی اسی طرح چونچ، ناخن یہ سب جانور کے مرنے سے ناپاک نہیں ہوتے بلکہ پاک رہتے ہیں۔ یعنی اگر پانی میں گر جائیں تو اُس سے وضو کرنا جائز ہے۔ اِسی طرح وہ مُردار جانور جن میں بہتا ہوا خون نہ ہو جیسے مچھر، مکھی، بھِڑ۔ یہ بھی ناپاک نہیں، کیونکہ مُردار جانور کے تمام اعضاء ناپاک نہیں ہوتے صرف وہ اعضاء ناپاک ہوتے ہیں جن میں زندگی ہو اور زندگی ان اعضاء میں ہوتی ہے جن میں خون جاری ہوتا ہے۔ تو جن اعضاء میں خون نہیں جیسا کہ اوپر گزرا تو اُن میں زندگی بھی نہیں لہٰذا ان میں موت اثر نہیں کرے گی۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کٹا ہوا پر کہا، اس لئے کہ اگر پر کاٹنے کے بجائے اُکھیڑ دیا جائے تو وہ ناپاک ہوگا اس لئے کہ اس کی جڑ میں چکنا ہٹ ہوتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ ان اعضاء کے پاک ہونے کا حکم اس وقت ہے کہ جب ان میں چکناہٹ نہ لگی ہو۔ اگر ان میں چکناہٹ ہو تو پھر یہ اعضاء ناپاک شمار کئے جائینگے۔ اس لئے کہ مُردار کی چکناہٹ ناپاک ہوتی ہے۔ (جوہرۃ، قاموس، طحطاوی، شامی)

عَصَبُ الْمَيْتِ الخ: مُردار جانور کے پٹھے ناپاک ہیں، اس لئے کہ پٹھوں میں زندگی ہوتی ہے کیونکہ پٹھے کو کاٹنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ بخلاف ناخن، بال وغیرہ کے۔ (طحطاوی، ردالمحتار)

نَافِجَةُ الْمِسْكِ الخ: مشک کا نافہ مطلقاً پاک ہے۔ چاہے تر ہو یا خشک، چاہے ذبح کئے ہوئے ہرن کا ہو یا بغیر ذبح کے ہرن سے نکال لیا گیا ہو، جیسے کہ مشک پاک ہے اور مشک کو کھانا بھی حلال ہے۔ "نافہ" ہرن کے ناف میں وہ تھیلی جس میں مشک جمع رہتا ہے۔ (طحطاوی، ردالمحتار)

اَلْوُضُوْءُ

تَعْرِيْفُ الْوُضُوْءِ

اَلْوُضُوْءُ لُغَةً: مَأْخُوْذٌ مِنَ الْوَضَاءَةِ، وَهِيَ الْحُسْنُ وَالْبَهْجَةُ وَالتَّأَلُّقُ۔ وَشَرْعاً: إِسْمٌ لِلْفِعْلِ الَّذِيْ هُوَ إِسْتِعْمَالُ الْمَآءِ فِيْ أَعْضَاءٍ مُعَيَّنَةٍ مُشْتَمِلَةٍ عَلٰى غَسْلِ الْوَجْهِ، وَالْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَ مَسْحِ الرَّأْسِ۔ وَالْوَضُوْءُ: إِسْمٌ لِلْمَاءِ الَّذِيْ يُتَوَضَّأُ بِهٖ وَسُمِّيَ بِذَالِكَ لِمَا يُضْفِيْ عَلَى الْأَعْضَاءِ مِنْ وَضَاءَةٍ بِغَسْلِهَا وَتَنْظِيْفِهَا۔

حلّ لغات: اَلْوُضُوْء، مصدر ہے باب کرُم سے مثال واوی و مہموز اللام بمعنی پاکیزہ و خوبصورت ہونا۔ لُغَةٌ، ہر قوم کی زبان جس کے ذریعہ وہ اپنے مقاصد کو ظاہر کرتی ہے، یہاں عربی زبان مراد ہے۔ جمع لُغَاتٌ۔ مَأْخُوْذٌ، صیغہ اسم مفعول از باب نصر مہموز الفاء بمعنی لینا۔ وَضَاءَةٌ، مصدر ہے باب کرُم سے بمعنی پاکیزہ و خوبصورت ہونا۔ بَهْجَةٌ، بمعنی خوبصورتی، تروتازگی۔ تَأَلُّقٌ، مصدر ہے باب تفعّل کا مہموز الفاء سے بمعنی چمکنا۔ يُضْفِيْ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف ناقص یائی از باب ضرب بمعنی بڑھنا، زیادہ ہونا۔ تَنْظِيْفٌ، مصدر ہے باب تفعیل کا صحیح سے بمعنی پاک کرنا، صاف کرنا۔ (مصباح، القاموس الوحید)

ترجمہ: وضو کی تعریف: وضو عربی زبان میں "وَضَاءَةٌ" سے لیا گیا ہے۔ اور وضاءۃ کا معنی ہے خوبصورتی، تروتازگی، اور چمکنا۔ اور شریعت کی اصطلاح اور زبان میں وضو اُس فعل کا نام ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ پانی کو استعمال کرنا چند ایسے اعضاء میں جو معیّن ہیں، جو مشتمل ہیں

چہرے اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو دھونے اور سر کے مسح پر۔ اور "وَضُوْء" بفتح الواو نام ہے اُس پانی کا جس کے ساتھ وضو کیا جاتا ہے اور اس پانی کا نام "وَضُوْء" رکھا گیا اس چیز کی وجہ سے جو اعضاء پر زیادہ ہوتی ہے یعنی پاکیزگی، اعضاء کو دھونے سے اور اُن کو صاف کرنے سے۔

تشریح: صحت کی حفاظت کیلئے صفائی ستھرائی نہایت ہی اہم ترین ضرورت ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کے باطن پر اسکے ظاہر کا اثر پڑتا ہے۔ ظاہری صفائی ستھرائی اور طہارت وپاکیزگی قلبی اور روحانی تزکیہ میں بھی معاون ہوتی ہے۔ جو لوگ میلے کچیلے، گندے اور ناپاک رہتے ہیں عام طور پر ان کے ذہن میں کجی، فکر میں پستی، اخلاق وعادات میں گراوٹ کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ اسلئے اسلام نے باطنی پاکیزگی کی طرح ظاہری صفائی، ستھرائی کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ اس لئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف یہ کہ پاک صاف رہنے کی تلقین فرمائی بلکہ صفائی ستھرائی کا پورا نظام مرتب فرمایا۔ پیشاب پائخانہ کے بعد استنجاء کا حکم دیا گیا، جسم میں کہیں کوئی ناپاکی لگ جائے یا خود جسم سے باہر نکل آئے اس کو دھونے کا حکم فرمایا گیا۔ ہر نماز کیلئے وضو کو ضروری قرار دیا گیا۔ اور اس میں اُن اعضاء کو دھونے اور پونچھنے کو ضروری قرار دیا گیا جو بار بار غبار آلود ہوتے ہیں اور ان کا بار بار دھونا صحت کیلئے مضرت رساں نہیں۔ منہ کی صفائی کیلئے مسواک کی خاص طور پر تاکید کی گئی۔ ہفتہ میں کم از کم ایک دن، جمعہ کو غسل کرنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت قرار دیا۔ پھر جب آدمی اس دنیا سے گزر جائے تو آخری بار اُسے رخصت کرتے ہوئے اچھی طرح غسل دینے کی تلقین کی گئی گویا کہ طہارت ونظافت کا پورا نظام مرتب فرما دیا گیا۔

عبادات میں سے اہم ترین عبادت نماز ہے اور نماز کی شرطوں میں سے ایک اہم شرط طہارت ہے جس کا ذکر چل رہا ہے۔ پھر طہارت کی دو قسمیں ہیں: (۱) نجاستِ حقیقیہ سے طہارت، جسکی تفصیل مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کردی اقسام اور احکام کے ساتھ۔ (۲) نجاستِ حکمیہ جس کو حدث بھی کہتے ہیں۔ نجاستِ حکمیہ سے طہارت، جس کو اب یہاں سے بیان کرتے ہیں، پھر طہارت حکمیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) حدثِ اصغر سے طہارت، جس کو وضو کہتے ہیں۔ (۲) حدثِ اکبر سے طہارت، جس کو غسل کہتے ہیں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حدثِ اصغر سے طہارت حاصل کرنے کو (وضو کو) پہلے بیان کیا کتاب اللہ کا اتباع کرتے ہوئے، کہ قرآن میں سورۂ مائدہ میں پہلے وضو کا حکم ہے بعد میں غسل کا، اور تعلیمِ جبرئیل علیہ السلام میں وضو ہی مقدم ہے۔ اور اس لئے بھی کہ بنسبت غسل کے وضو کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ (فتح، قاموس، الصبح النوری)

تنبیہ: وضو مکہ ہی میں فرض ہو چکا تھا البتہ وضو کی آیت مدنی ہے۔ (طحطاوی، در مختار)

وضو لغت اور اصطلاح میں: چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اصل میں یہ لفظِ "وَضَاءَتْ" سے ماخوذ ہے، جس کا معنی خوبصورتی رونق اور چمک کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں وضو اس کام کو کہتے ہیں جس میں معین اعضاء چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے دھونے اور سر کے مسح میں پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظِ "وُضُوْء" میں اگر واؤ پر پیش ہو تو اس کے معنی وضو کرنے کے ہیں۔ اور اگر واؤ پر زبر ہو "وَضُوْء"، تو اس پانی کو کہتے ہیں جس سے وضو کیا جائے۔ اور اس پانی کو "وَضُوْء" اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے استعمال سے اعضاء پر چمک اور خوبصورتی کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح فعلِ "وُضُوْء" کو "وُضُوْء" اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے صفائی ستھرائی حاصل ہوتی ہے یا اس لئے کہ وضو کی برکت سے آخرت میں مؤمن کے اعضاءِ وضو روشن ہونگے۔ جیسا کہ صحیحین کی روایت میں ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ وضو اس

امت کی خصوصیات میں سے ہے لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ وضو اس امت کی خصوصیت نہیں بلکہ وضو کی وجہ سے قیامت میں اعضاء وضو کا روشن ہونا اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِسی کو ترجیح دی ہے۔ (قاموس الفقہ)

لَاتَجُوْزُ الصَّلَاةُ إِلَّا بِالْوُضُوْءِ۔ وَلَا يَجُوْزُ مَسُّ الْمُصْحَفِ الشَّرِيْفِ إِلَّا بِالْوُضُوْءِ۔ اَلَّذِيْ وَاظَبَ عَلَى الْوُضُوْءِ إِسْتَحَقَّ الثَّوَابَ وَرَفْعَ الدَّرَجَاتِ فِي الْآخِرَةِ۔ وَالْوُضُوْءُ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ۔

حلّ لغات: لَاتَجُوْزُ؛ صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع منفی معلوم اجوف واوی از باب نصر بمعنی جائز نہیں، درست نہیں۔ مَسٌّ؛ باب نصر، ضرب سے مصدر ہے بمعنی چھونا۔ مُصْحَفٌ؛ بمعنی مجلّد کتاب۔ جمع مَصَاحِفُ۔ وَاظَبَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مثال واوی از باب مفاعلہ بمعنی مداومت کرنا۔ اِسْتَحَقَّ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مضاعف ثلاثی از باب افتعال بمعنی حقدار ہونا۔ صِحَّةٌ؛ مصدر ہے باب ضرب مضاعف ثلاثی سے بمعنی ہر عیب سے پاک ہونا۔ ثَوَابٌ؛ اعمال کا بدلہ خیر ہو یا شر، لیکن خیر میں استعمال زیادہ ہے۔ (مصباح)

ترجمہ: نماز جائز نہیں ہے مگر وضو کیساتھ اور قرآن شریف کو چھونا جائز نہیں مگر وضو کیساتھ۔ وہ شخص جس نے وضو پر مداومت اور ہیشگی اختیار کی تو وہ آخرت میں اچھے بدلے اور درجات کی بلندی کا مستحق ہوا۔ اور وضو نماز کی درستگی کیلئے شرط (لازم) ہے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: نماز جائز نہیں مگر وضو کیساتھ اسلئے کہ صحیحین کی حدیث میں آتا ہے: "لَاتُقْبَلُ صَلٰوةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ" مقصد یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں یہ نماز جو بے وضو کے پڑھی گئی ہے نہیں لی جائے گی بلکہ رد کردی جائیگی۔ دوسری حدیث میں ہے: "مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ" نماز کی کنجی طہارت ہے جسکے بغیر نماز کی حِلّت اور اِباحت حاصل نہیں ہوسکتی۔ نیز طہارت نماز کی ایک ایسی شرط ہے کہ نماز کے تمام ارکان کیلئے لازم ہے اور کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی بخلاف باقی شرطوں کے۔ (الصبح النوری، توضیح السنن) اور نہ ہی قرآن کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَا يَمَسُّهٗ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" قرآن کو پاک لوگ ہی چھوسکتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لَايَمَسُّ الْقُرْاٰنَ إِلَّا الطَّاهِرُ" قرآن کو پاک آدمی ہی ہاتھ لگاسکتا ہے۔ (متخلص) پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ باوضو رہنے کی فضیلت بیان کی کہ جو وضو پر مداومت اختیار کرے یعنی حتی الامکان باوضو رہنے کی کوشش کرے تو آخرت میں اجر اور درجات کی بلندی کا مستحق ہوگا، جیسا کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے: "مَنْ دَاوَمَ عَلَى الْوُضُوْءِ مَاتَ شَهِيْدًا" جو وضو پر مداومت اختیار کرے شہادت کی موت مرے گا۔ (جوہرۃ) اسی طرح وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے حدیثِ پاک میں ان اعضاء سے صادر شدہ گناہوں کی معافی کا ذکر آیا ہے۔ (فضائل اعمال)

حُكْمُ الْوُضُوْءِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدة) وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ﴿لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ﴾ (رواه البخاري ومسلم)

حلِّ لُغات: لَا يَقْبَلُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی معلوم صحیح از باب سمع بمعنی لینا، قبول کرنا۔ أَحْدَثَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب افعال بمعنی بے وضو ہونا۔ (مصباح)

ترجمہ: وضو کا حکم: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تم اُٹھو نماز کو، تو دھو لو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور پاؤں ٹخنوں تک۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: اللہ قبول نہیں فرماتا تم میں سے کسی ایک کی نماز کو جب وہ بے وضو ہو جائے یہاں تک کہ وضو کرے۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ طہارتِ صغریٰ یعنی وضو کے تفصیلی احکام بیان فرماتے ہیں۔ پھر صاحب کتاب نے بحث کی ابتداء قرآن کریم کی آیت اور حدیث پاک سے کی، اسکی ایک وجہ تو کلام اللہ اور کلام الرسول ﷺ سے برکت حاصل کرنا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ دلیلیں ہیں بعد میں آنے والے مسائل اور دعووں کی۔

أَرْكَانُ الْوُضُوْءِ

أَرْكَانُ الْوُضُوْءِ أَرْبَعَةٌ وَهِيَ فَرَائِضُهُ: (۱) غَسْلُ الْوَجْهِ مَرَّةً وَحَدُّ الْوَجْهِ يَبْدَأُ فِي الطُّوْلِ مِنْ أَعْلَى سَطْحِ الْجَبْهَةِ إِلَى أَسْفَلِ الذَّقَنِ، وَحَدُّهُ فِي الْعَرْضِ مَا بَيْنَ شَحْمَتَيِ الْأُذُنَيْنِ۔ (۲) غَسْلُ الْيَدَيْنِ مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّةً۔ (۳) مَسْحُ رُبْعِ الرَّأْسِ۔ (٤) غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ مَعَ الْكَعْبَيْنِ مَرَّةً۔

حلِّ لُغات: أَرْكَانٌ؛ جمع ہے رُكْنٌ کی بمعنی جزء جو کسی چیز کی حقیقت میں داخل ہو اور اسکا اس چیز کیلئے لازم ہونا دلیلِ قطعی سے ثابت ہو، جس دلیل میں کوئی شبہ نہ ہو جیسے قرآن یا حدیثِ متواتر۔ فَرَائِضُ؛ جمع ہے فَرِيْضَةٌ کی بمعنی اللہ کا مقرر کیا ہوا قانون۔ اور کاٹنا، مقرر کرنا۔ اور شریعت میں فرض اس حکم مقرر کو کہتے ہیں جو زیادتی اور کمی کی گنجائش نہ رکھے، اور ایسی دلیل سے ثابت ہو جو قطعی اور یقینی ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔ جیسے کتاب اللہ اور حدیثِ متواتر۔ اور اسکا منکر کافر ہوتا ہے۔ (جوہرۃ) غَسْلٌ؛ بفتح الغین، مصدر ہے باب ضرب سے بمعنی پانی کے ذریعہ میل کچیل دور کرنا۔ اور غُسْلٌ بضم الغین، اسم مصدر ہے یعنی تمام بدن کو دھونے کا نام ہے۔ اور غِسْلٌ بکسر الغین، وہ چیز جس کے ذریعہ کوئی چیز دھوئی جائے جیسے صابون۔ ذَقَنٌ؛ بمعنی ٹھوڑی۔ جمع أَذْقَانٌ۔ شَحْمَتَيْ؛ تثنیہ ہے شَحْمَةٌ کی نون اضافت کی وجہ سے گری ہے۔ شَحْمَةٌ بمعنی کان کی لَو۔ يَدَيْنِ؛ يَدٌ کا تثنیہ ہے بمعنی ہاتھ۔ مِرْفَقَيْنِ؛ تثنیہ ہے مِرْفَقٌ کی بمعنی کہنی۔ رِجْلَيْنِ؛ تثنیہ ہے رِجْلٌ کا بمعنی پاؤں۔ كَعْبَيْنِ؛ تثنیہ ہے كَعْبٌ کی بمعنی ابھری ہوئی ہڈی یعنی ٹخنہ۔ وَجْهٌ؛ بمعنی چہرہ۔ جمع وُجُوْهٌ۔ مَسْحٌ؛ مصدر ہے باب فتح سے بمعنی تر ہاتھ پھیرنا۔ (مصباح، نہر الفائق، جوہرۃ، طحطاوی)

ترجمہ: وضو کے ارکان: وضو کے ارکان چار ہیں اور یہی وضو کے فرائض ہیں: (۱) پہلا رکن؛ چہرہ کو ایک مرتبہ دھونا۔ اور چہرے کی حد لمبائی میں پیشانی کی اونچی سطح سے ٹھوڑی کے نیچے تک ہے، اور چہرہ کی حد چوڑائی میں وہ حصہ ہے جو دونوں کانوں کی لوؤں کے درمیان واقع ہے۔ (۲) دوسرا رکن؛ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ایک مرتبہ دھونا۔ (۳) تیسرا رکن؛ سر کے چوتھائی حصے کا مسح کرنا۔ (۴) چوتھا رکن؛ دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت ایک مرتبہ دھونا۔

تشریح: افعالِ وضو کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ ان میں بعض ارکان ہیں، بعض سُنن ہیں، بعض آداب ہیں، بعض مکروہات ہیں۔ ہر ایک کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ چنانچہ وضو کے ارکان چار ہیں: اور انہی کو وضو کے فرائض بھی کہتے ہیں۔

(۱) چہرہ دھونا، اور چہرے کی حد لمبائی میں پیشانی کی اوپر والی سطح یعنی سر کے بالوں کے اُگنے کی جگہ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک۔ پیشانی کی اعلیٰ سطح سے مراد دونوں بھنوؤں کے سامنے کا وہ مُسَطَّح حصہ ہے جو سجدہ کرتے ہوئے زمین سے مس کرتا ہے، یہ حکم ہر شخص کیلئے ہے چاہے اس کے بال ہوں یا نہ ہوں، ہر حال میں اس جگہ تک دھونا ضروری ہے۔ اور ٹھوڑی کے نیچے سے مراد وہ حصہ ہے جہاں سے عام طور پر داڑھی کے بال نکلتے ہیں۔ چنانچہ آنکھ اور ناک کے درمیان کی جگہ، داڑھی کے بال کی جگہ سے کان کے درمیان کی سفیدی اور ہونٹ کا وہ حصہ جو منہ بند کرتے وقت نظر آتا ہے یہ سب چہرے میں داخل ہیں اور ان کا دھونا ضروری ہے اس لئے کہ "وَجْهٌ" مشتق ہے "مُوَاجَهَةٌ" سے جس کا معنیٰ ہے آمنے سامنے ہونا اور مواجہ اس پورے حصہ سے واقع ہوتی ہے۔ (۲) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ایک مرتبہ دھونا۔ کہنی سے کلائی اور بازو کے ہڈیوں کا جوڑ مراد ہے۔ (۳) سر کے ایک چوتھائی حصہ کا مسح کرنا۔ چوتھائی حصہ سر کا، پیشانی کی مقدار ہے اور پیشانی تقریباً ایک ہاتھ کے برابر ہے تو ایک ہاتھ چوتھائی ہے۔ مسح: لغت میں کسی چیز پر ہاتھ پھیرنا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں تر ہاتھ عضو تک پہنچانا اور پھیرنا۔ (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت ایک مرتبہ دھونا۔

تنبیہ: غَسل یعنی دھونے کی شرعی حد یہ ہے کہ اتنا پانی بہایا جائے کہ کم از کم ایک دو قطرے ٹپک پڑیں۔ (نہر الفائق، طحطاوی، قاموس الفقہ، جوہرة، اشرف الھدایہ، تاتارخانیہ)

شُرُوْطُ صِحَّةِ الْوُضُوْءِ

لَا يَصِحُّ الْوُضُوْءُ إِلَّا إِذَا اِجْتَمَعَتْ ثَلَاثَةُ شُرُوْطٍ كَذَا لَا تَحْصُلُ الْفَائِدَةُ الْمَطْلُوْبَةُ مِنَ الْوُضُوْءِ إِلَّا بِاِسْتِيْفَاءِ هٰذِهِ الشُّرُوْطِ: (۱) أَنْ يَّصِلَ الْمَاءُ إِلَى جَمِيْعِ الْأَعْضَاءِ الَّتِيْ يَجِبُ غَسْلُهَا فِي الْوُضُوْءِ۔ (۲) أَنْ لَّا يُوْجَدَ شَيْئٌ يَمْنَعُ وُصُوْلَ الْمَاءِ إِلَى الْبَشَرَةِ كَالشَّمْعِ وَالْعَجِيْنِ۔ (۳) أَنْ لَّا يُوْجَدَ شَيْئٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ الَّتِيْ تُبْطِلُ الْوُضُوْءَ۔ فَإِنْ حَصَلَ شَيْئٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ الَّتِيْ تُبْطِلُ الْوُضُوْءَ حَالَ التَّوَضُّؤِ لَمْ يَصِحَّ الْوُضُوْءُ۔

حل لغات: شُرُوْطٌ؛ جمع ہے شَرْطٌ کی۔ شرط جو کسی چیز کی حقیقت سے خارج ہو لیکن اس کیلئے لازم ہو۔ اِجْتَمَعَتْ؛ صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب افتعال بمعنی جمع ہونا۔ اِسْتِيْفَاءٌ؛ مصدر ہے باب استفعال کا لفیفِ مقرون سے بمعنی پورا حق وصول کرنا۔ أَنْ يَّصِلَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف از باب ضرب مثال واوی بمعنی پہنچنا۔ اَلْبَشَرَةُ؛ جمع ہے بَشَرٌ کی بمعنی کھال کے اوپر کا حصہ۔ اَلشَّمْعُ؛ بمعنی موم، موم بتی۔ واحد شَمْعَةٌ، جمع شَمَعَاتٌ۔ اَلْعَجِيْنُ؛ بمعنی گُندھا ہوا آٹا۔ (مصباح)

ترجمہ: وضو کے درست ہونے کی شرطیں: وضو درست نہیں ہوتا مگر جب تین شرطیں جمع ہو جائیں۔ اسی طرح وضو سے مطلوبہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا مگر اِن شرطوں کو پورا کرنے سے: (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ پانی پہنچ جائے اُن تمام اعضاء تک جن کا وضو میں دھونا ضروری

ہے۔(۲)دوسری شرط یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو کھال تک پانی کے پہنچنے کو روکے، جیسے موم اور گندھا ہوا آٹا۔(۳)تیسری شرط یہ ہے کہ اُن اسباب میں سے کوئی سبب نہ پایا جائے جو وضو کو باطل کر دیتے ہیں۔ پس اگر وضو کی حالت میں اُن چیزوں میں سے کوئی چیز پائی جائے جو وضو کو باطل کرتی ہیں تو وضو درست نہ ہو گا۔

تشریح: وضو سے متعلق شرطیں دو طرح کی ہیں :(۱)درست ہونے کی شرطیں،(۲)واجب ہونے کی شرطیں۔ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ وضو درست ہونے کی شرطیں بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ وضو درست ہونے کی تین شرطیں ہیں۔ جب یہ تین شرطیں پائی جائیں تب وضو بھی درست ہو گا اور وضو سے مطلوبہ فائدہ کہ نماز اور قرآن کو چھونا جائز ہو اور ثواب کا مستحق بنے وہ بھی حاصل ہو گا۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ پاک پانی اعضاءِ وضو کے پورے چمڑے پر پہنچ جائے اور ایک سوئی کے سرے کے بقدر بھی خشکی نہ رہے اگر اتنا حصہ بھی خشک رہ گیا تو وضو درست نہیں ہو گا۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز جسم پر نہ ہو جو جسم تک پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ بنے جیسے موم، چربی، گندھا ہوا آٹا، مٹی وغیرہ کیونکہ یہ چیزیں جسم دار ہیں اور پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ ان چیزوں سے تیل اور ناخنوں کا میل کچیل مستثنیٰ ہیں، کیونکہ تیل پانی کیلئے رکاوٹ نہیں بنتا اور میل کچیل آدمی کے جسم سے ہی پیدا ہوتا ہے تو گویا کہ جسم کا ایک حصہ ہے۔ (طحطاوی، تاتارخانیہ) اسی طرح آنکھیں دُکھنے کی صورت میں اگر آنکھوں سے کیچڑ نکلا کہ اگر آنکھ کو بند کریں تو وہ کیچڑ باہر رہ جاتا ہے۔ اور ایسا خشک ہو گیا کہ چھڑائے بغیر آنکھ کے کُوئے پر پانی نہ پہنچے گا تو اس کو چھڑانا واجب ہے بغیر چھڑائے نہ وضو درست ہے نہ غسل۔ (بہشتی زیور، تاتارخانیہ)

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ دورانِ وضو کوئی ایسی بات پیش نہ آئے جو وضو کو توڑ دیتی ہے۔ جیسا کہ دورانِ وضو پیشاب یا خون نکل آیا، یا ہوا خارج ہو گئی تو وضو درست نہ ہو گا۔ اِلَّا یہ کہ کوئی عذر ہو تو پھر ان چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی وضو برقرار رہے گا۔ عذر کی تفصیل بڑی کتابوں میں آجائے گی ان شاء اللہ۔ (قاموس الفقہ، طحطاوی، بہشتی زیور)

شُرُوطُ وُجُوبِ الْوُضُوْءِ

لَايَجِبُ الْوُضُوْءُ إِلَّا عَلَى الَّذِيْ تَجْتَمِعُ فِيْهِ الشُّرُوْطُ الْآتِيَةُ: (۱)اَلْبُلُوْغُ. فَلَا يَجِبُ الْوُضُوْءُ عَلَى الصَّبِيِّ۔ (۲)اَلْعَقْلُ. فَلَا يَجِبُ الْوُضُوْءُ عَلَى الْمَجْنُوْنِ۔ (۳)اَلْإِسْلَامُ. فَلَا يَجِبُ الْوُضُوْءُ عَلَى الْكَافِرِ۔ (٤)اَلْقُدْرَةُ عَلٰى إِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ الَّذِيْ يَكْفِيْ لِجَمِيْعِ الْأَعْضَاءِ۔ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى إِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ لَمْ يَجِبِ الْوُضُوْءُ عَلَيْهِ۔ كَذَا إِذَا كَانَ قَادِراً عَلٰى إِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ. وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنِ الْمَاءُ كَافِياً لِجَمِيْعِ الْأَعْضَاءِ. لَا يَجِبُ الْوُضُوْءُ عَلَيْهِ۔ (٥)وُجُوْدُ الْحَدَثِ الْأَصْغَرِ۔ فَلَا يَجِبُ الْوُضُوْءُ عَلٰى مَنْ هُوَ مُتَوَضِّئٌ۔ (٦) خُلُوُّهٗ مِنَ الْحَدَثِ الْأَكْبَرِ۔ فَلَا يَكْفِي الْوُضُوْءُ لِلَّذِيْ قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ۔ (۷)ضِيْقُ الْوَقْتِ۔ فَإِنْ كَانَ الْوَقْتُ مُتَّسِعاً لَمْ يَجِبِ الْوُضُوْءُ عَلَى الْفَوْرِ بَلْ يَجُوْزُ التَّاخِيْرُ فِي الْوُضُوْءِ۔

حلِّ لغات: وُجُوْبٌ: مصدر ہے مثال واوی باب ضرب سے بمعنی لازم اور ثابت ہونا۔ اَلْآتِيَةُ: صیغہ واحدہ مؤنثہ بحث اسم فاعل مہموز الفاء ناقص یائی از باب ضرب بمعنی آنے والی۔ بُلُوْغٌ: مصدر ہے باب نصر سے بمعنی پہنچنا، لڑکے کا بالغ ہونا۔ صَبِيٌّ: بمعنی بچہ جو جوان سے کم عمر ہو

جمع صِبْيَانٌ۔ اَلْعَقْلُ؛ روحانی نور جس سے غیر محسوس چیزوں کا ادراک ہوتا ہے۔ جمع عُقُوْلٌ۔ مَجْنُوْنٌ؛ صیغہ واحد مذکر اسم مفعول مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی دیوانہ، پاگل۔ جمع مَجَانِيْنُ۔ كَافِياً؛ صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ناقص یائی از باب ضرب بمعنی کافی ہونا۔ اَلْحَدَثُ الْاَصْغَرُ؛ حدثِ اصغر سے مراد چھوٹی ناپاکی جس میں وضو کی ضرورت ہوتی ہے جیسے بے وضو ہونا۔ یعنی پیشاب، پائخانہ، خون، ہوا کا نکلنا یا نیند وغیرہ۔ خُلُوٌّ؛ مصدر ہے ناقص واوی باب نصر سے بمعنی خالی ہونا۔ حَدَثٌ اَكْبَرُ؛ سے مراد بڑی ناپاکی ہے جس میں غسل کی ضرورت ہوتی ہے جیسے جنابت، حیض، نفاس کی حالت میں ہونا۔ ضَيْقٌ؛ بفتح الضاد و بکسر الضاد مصدر ہے اجوف یائی باب ضرب سے بمعنی تنگ ہونا۔ مُتَّسِعاً؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل مثال واوی از باب افتعال بمعنی کشادہ ہونا۔ فَوْرٌ؛ بمعنی جلدی۔ (مصباح)

ترجمہ: وضو کے واجب ہونے کی شرطیں: وضو واجب نہیں مگر اس شخص پر جس میں آنے والی شرطیں جمع ہوں۔ (۱) بالغ ہونا، پس بچے پر وضو واجب نہیں ہے۔ (۲) عقل مند ہونا، پس دیوانے پر وضو واجب نہیں ہے۔ (۳) مسلمان ہونا، پس کافر پر وضو واجب نہیں ہے۔ (۴) اِتنے پانی کے استعمال پر قادر ہونا جو تمام اعضاء کیلئے کافی ہو۔ پس اگر پانی کے استعمال پر قادر نہیں تو اس پر وضو واجب نہیں، اِسی طرح جب پانی کے استعمال پر تو قادر ہو لیکن پانی تمام اعضاء کیلئے کافی نہ ہو تو بھی اُس پر وضو واجب نہیں۔ (۵) چھوٹی ناپاکی کا موجود ہونا۔ پس اُس شخص پر وضو واجب نہیں جو باوضو ہو۔ (۶) مکلّف آدمی کا بڑی ناپاکی سے خالی ہونا۔ پس اس شخص کیلئے وضو کافی نہ ہوگا جس پر غسل واجب ہو چکا ہے۔ (۷) وقت کا تنگ ہونا۔ پس اگر وقت میں گُنجائش ہو تو فوراً وضو واجب نہیں بلکہ وضو میں تاخیر جائز ہے۔

تشریح: وضو کے درست ہونے کی شرطوں کو بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ وضو کے واجب ہونے کی شرطوں کو بیان کر رہے ہیں یعنی جب یہ شرطیں پائی جائیں تو اُس وقت وضو واجب ہوتا ہے۔ چنانچہ وضو کے واجب ہونے کی مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے سات شرطیں بیان فرمائی ہیں: (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ مکلّف بالغ ہو کیونکہ بلوغ سے پہلے اللہ کی طرف سے خطاب نہیں ہوتا۔ (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ عاقل ہو کیونکہ عقل کے بغیر بھی اللہ کی طرف سے احکامات لازم نہیں ہوتے۔ (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ مکلّف مسلمان ہو اس لئے کہ کافر فروعی احکامات کا مکلّف نہیں ہوتا اس کو تو پہلے مسلمان ہونے کا حکم ہے۔ (۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ مکلّف اِتنے پاک پانی کے استعمال پر قادر ہو جو کم از کم ایک ایک مرتبہ تمام اعضاء کو دھونے کیلئے کافی ہو۔ اور اگر اتنے پانی کے استعمال پر قادر نہیں یا تو اس وجہ سے کہ پانی ہی نہیں یا پانی تو موجود ہے لیکن کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے استعمال نہیں کر سکتا یا پانی ہے لیکن تھوڑا ہے جو تمام اعضاء کیلئے کافی نہیں تو اِن تینوں صورتوں میں وضو کرنا واجب نہیں۔ (۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ مکلّف آدمی بے وضو ہو لہٰذا باوضو ہونے کی صورت میں وضو واجب نہیں۔ (۶) چھٹی شرط یہ ہے کہ مکلّف جنابت کی حالت میں نہ ہو کیونکہ جنابت کی حالت سے پاک ہونے کیلئے غسل کرنا ضروری ہے وضو کافی نہیں۔ (۷) ساتویں شرط یہ ہے کہ نماز کا وقت تنگ ہو یعنی نماز کے وقت کا اتنا حصہ باقی ہو کہ اب اگر وضو کر کے نماز ادا نہ کی جائے تو نماز قضاء ہو جائے گی۔ تو ایسی حالت میں وضو کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِالْوُضُوْءِ

يَجِبُ غَسْلُ ظَاهِرِ اللِّحْيَةِ إِذَا كَانَتِ اللِّحْيَةُ كَثَّةً۔ لَا يَكْفِيْ غَسْلُ ظَاهِرِ اللِّحْيَةِ إِذَا كَانَتْ خَفِيْفَةً، بَلْ يَجِبُ إِيْصَالُ الْمَاءِ إِلٰى بَشَرَةِ اللِّحْيَةِ۔ لَا يَجِبُ غَسْلُ الشَّعْرِ الَّذِيْ إِسْتَرْسَلَ مِنَ اللِّحْيَةِ، وَكَذَا لَا يَجِبُ مَسْحُهُ۔

حلِ لغات: فُرُوْعٌ؛ جمع ہے فَرْعٌ کی بمعنی شاخ، مراد وہ مسائل جو کسی اصل سے نکلے ہوں۔ لِحْيَةٌ؛ بمعنی داڑھی۔ جمع لُحًی۔ كَثَّةٌ؛ صیغہ واحد مؤنث بحث صفت مشبہ مضاعف ثلاثی از باب سمع بمعنی داڑھی کا گھنی اور گھنگریالی ہونا۔ إِسْتَرْسَلَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب استفعال بمعنی بالوں کا سیدھا ہونا، لٹکنا۔ (مصباح)

ترجمہ: وضو سے متعلق مزید چند مسائل: داڑھی کے ظاہری حصہ کو اُس وقت دھونا ضروری ہے جبکہ داڑھی گھنی ہو۔ داڑھی کے ظاہری حصہ کو دھونا کافی نہیں جبکہ داڑھی ہلکی ہو بلکہ داڑھی کی کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔ اُن بالوں کو دھونا ضروری نہیں جو داڑھی میں سے لٹکے ہوئے ہوں، اور اِسی طرح ان بالوں کا مسح بھی ضروری نہیں۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کچھ متفرق مسائل بیان کرتے ہیں جن کا تعلق وضو سے ہے۔ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: جب داڑھی گھنی ہو تو صرف داڑھی کے اوپر والے حصہ کو دھونا ضروری ہے اور گھنی داڑھی اُس داڑھی کو کہتے ہیں جو اتنی گھنی اور گنجان ہو کہ اُس کے نیچے چہرے کی کھال نظر نہ آتی ہو۔ اور اگر داڑھی ہلکی ہو یعنی اُس کے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو پھر صرف داڑھی کے اوپر والے حصہ کو دھونا کافی نہ ہوگا بلکہ نیچے کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہوگا۔ داڑھی کے جو بال چہرے اور ٹھوڑی کی حد سے نیچے لٹکے ہوئے ہوں نہ اُن کو دھونا ضروری ہے اور نہ اُن کا مسح کرنا ضروری ہے۔ البتہ خلال سنت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ داڑھی کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) لِحْيَه كَثَّه: (گھنی داڑھی) داڑھی کے بال اِس قدر کثیر ہوں کہ نیچے کی جلد نظر نہ آئے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ نیچے کھال تک پانی پہنچانا ضروری نہیں۔ (۲) لِحْيَه خَفِيْفَه: (ہلکی داڑھی) کہ داڑھی کے بال گھنے نہ ہوں اور نیچے کی جلد نظر آئے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔ پھر اِن دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ (الف) لِحْيَة كَثَّه مُسْتَرْسَلَه: گھنی داڑھی کے وہ بال جو چہرے اور ٹھوڑی کے دائرے سے باہر لٹکے ہوئے ہوں یعنی اگر بال کو نیچے سے کھینچا جائے تو چہرے کی حد سے نکل جائے۔ ان لٹکے ہوئے بالوں کا نہ دھونا ضروری ہے اور نہ مسح ضروری ہے البتہ خلال سنت ہے۔ (ب) لِحْيَة كَثَّه غَيْر مُسْتَرْسَلَه: گھنی داڑھی کے وہ بال جو چہرے اور ٹھوڑی سے لگے ہوئے ہوں۔ ان بالوں کو اوپر سے دھونا ضروری ہے۔ (۳) لِحْيَة خَفِيْفَه مُسْتَرْسَلَه: ہلکی داڑھی کے وہ بال جو چہرے اور ٹھوڑی کے دائرے سے باہر لٹکے ہوئے ہیں۔ ان بالوں کا نہ دھونا ضروری ہے نہ مسح۔ البتہ خلال سنت ہے۔ (۴) لِحْيَه خَفِيْفَه غَيْر مُسْتَرْسَلَه: ہلکی داڑھی کے وہ بال جو چہرے اور ٹھوڑی سے لگے ہوئے ہوں۔ ان سب بالوں کو دھونا ضروری ہے یہاں تک کہ پانی کھال تک پہنچ جائے۔ (توضیح السنن)

إِذَا كَانَ فِي الظُّفْرِ شَيْئٌ يَمْنَعُ وُصُوْلَ الْمَاءِ إِلَى الْبَشَرَةِ كَالشَّمْعِ وَالْعَجِيْنِ وَجَبَ إِزَالَتُهُ، وَغَسْلُ مَا تَحْتَهُ۔ كَذَا إِذَا طَالَ الظُّفُرُ حَتّٰى تَخَطَّى الْأَنْمِلَةَ وَجَبَ قَلْمُهُ لِيَصِلَ الْمَاءُ إِلَى الْبَشَرَةِ۔ لَا يَكُوْنُ وَسَخُ الظُّفْرِ، أَوْ خُرْءُ الْبُرْغُوْثِ مَانِعاً مِنْ وُصُوْلِ الْمَاءِ إِلَى الْبَشَرَةِ۔

حل لغات: ظُفُرٌ؛ ظاء کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ بمعنی ناخن۔ جمع اَظْفَارٌ۔ تَخَطّٰی؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف ناقص واوی از باب تفعّل بمعنی تجاوز کرنا، آگے بڑھنا۔ اَلْاَنْمِلَةُ؛ ہمزہ اور میم میں زبر، زیر، پیش تینوں درست ہیں تو تین کو تین میں ضرب دینے سے نو لغات بن جائیں گی بمعنی انگلی کے اوپر کا پورا۔ جمع اَنَامِلُ۔ قَلْمٌ؛ مصدر ہے باب ضرب سے بمعنی ناخن تراشنا۔ وَسَخٌ؛ بمعنی میل کچیل۔ جمع اَوْسَاخٌ۔ بُرْغُوْثٌ؛ بمعنی پسّو۔ جمع بَرَاغِیْثُ۔

ترجمہ: جب ناخن میں کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہو جو کھال تک پانی کے پہنچنے کو روکے جیسے موم، اور گندھا ہوا آٹا، تو اُس کو دور کرنا اور اُس کے نیچے کے حصے کو دھونا ضروری ہے۔ اِسی طرح جب ناخن لمبا ہو جائے یہاں تک کہ انگلی کے پورے سے آگے بڑھ جائے تو اس ناخن کو کاٹنا ضروری ہے تاکہ پانی کھال تک پہنچ جائے۔ ناخن کا میل کچیل، یا پسّو کی بیٹ رکاوٹ نہیں بنتا پانی کے کھال تک پہنچنے سے۔

تشریح: ناخنوں کا میل کچیل اسی طرح باقی اعضاء کا میل پانی کے جسم تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں بنتا اس لئے کہ پانی پہلے میل کچیل میں جذب ہو جاتا ہے پھر چمڑے تک پہنچ جاتا ہے۔ یہی حال تیل کا بھی ہے۔ اسی طرح پسّو کی بیٹ یا مکھی کی بیٹ بھی قلیل ہونے کی وجہ سے رکاوٹ نہیں بنتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان سے بچنا مشکل ہے۔ (طحطاوی، تاتارخانیہ، قاموس الفقہ)

يَلْزَمُ تَحْرِيْكُ الْخَاتَمِ الضَّيِّقِ إِذَا لَمْ يَصِلِ الْمَاءُ إِلَى الْبَشَرَةِ بِدُوْنِ التَّحْرِيْكِ۔ إِذَا كَانَ غَسْلُ شُقُوْقِ رِجْلَيْهِ يَضُرُّهُ، جَازَ إِمْرَارُ الْمَاءِ عَلَى الدَّوَاءِ الَّذِيْ وَضَعَهُ عَلَيْهَا۔ إِذَا مَسَحَ الرَّأْسَ فِي الْوُضُوْءِ. ثُمَّ حَلَقَهُ لَا يُعِيْدُ الْمَسْحَ إِذَا تَوَضَّأَ. ثُمَّ قَلَمَ الظُّفُرَ. أَوْ قَصَّ الشَّارِبَ. لَا يُعِيْدُ الْغَسْلَ۔

حل لغات: يَلْزَمُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب سمع بمعنی لازم رہنا۔ تَحْرِيْكٌ؛ مصدر ہے باب تفعیل کا بمعنی حرکت دینا۔ خَاتَمٌ؛ بمعنی انگوٹھی، مُہر۔ جمع خَوَاتِمُ۔ ضَيِّقٌ؛ صیغہ واحد مذکر بحث صفت مشبہ اجوف یائی از باب ضرب بمعنی تنگ ہونا۔ شُقُوْقٌ؛ جمع ہے شَقٌّ کی بمعنی شگاف، پھٹن۔ يَضُرُّ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی نقصان دینا۔ إِمْرَارٌ؛ مصدر ہے مضاعف ثلاثی کا باب افعال سے بمعنی گزارنا۔ دَوَاءٌ؛ بمعنی دوا۔ جمع اَدْوِيَةٌ۔ حَلَقَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معلوم از باب ضرب بمعنی سر مونڈنا۔ قَصَّ؛ صیغہ واحد مذکر اثبات فعل ماضی معلوم مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی قینچی سے بال وغیرہ کاٹنا۔ اَلشَّارِبُ؛ بمعنی مونچھ۔ جمع شَوَارِبُ۔

ترجمہ: تنگ انگوٹھی کو ہلانا ضروری اور واجب ہے جبکہ بغیر ہلائے کھال تک پانی نہ پہنچے۔ جب پاؤں کے پھٹن کو دھونا نقصان دیتا ہو تو جائز ہے پانی گزارنا اُس دوا پر جو اُس نے پھٹن پر لگائی ہے۔ جب وضو میں سر کا مسح کرے پھر سر مونڈ لے تو دوبارہ مسح نہ کرے۔ جب وضو کرے، پھر ناخن کاٹ لے یا مونچھیں کاٹ لے تو دھونے کو نہ لوٹائے۔

تشریح: انگوٹھا اِسی طرح چھلا، چوڑی، کنگن وغیرہ اگر ایسے تنگ ہوں کہ بغیر ہلائے پانی نہ پہنچنے کا گمان ہو تو اِن کو ہلا کر اچھی طرح پانی پہنچا دینا ضروری اور واجب ہے۔ ناک کی نتھ کا بھی یہی حکم ہے۔ کسی کے ہاتھ یا پاؤں پھٹ گئے ہیں اور اِس میں کوئی دوا بھر لی ہے تو اگر وضو کرتے وقت دوا کو نکالنے سے ضرر اور نقصان ہو گا تو اُس کے نکالے بغیر اوپر ہی اوپر پانی کا بہا دینا کافی اور جائز ہے۔ اور اگر پانی کا بہانا بھی

نقصان دہ ہو تو پھر مسح کرلے۔ اور اگر مسح بھی نقصان دے تو پھر یوں ہی چھوڑ دے۔ سر پر مسح کرنے کے بعد بال منڈوالیے تو اب دوبارہ مسح کرنے کی ضرورت نہیں اِسی طرح ہاتھ اور چہرہ دھونے کے بعد ناخن یا مونچھ تراشی جائے تو غسل کے اعادہ کی ضرورت نہیں اس لئے کہ فرض ساقط ہو گیا، اور دوبارہ حدث طاری نہیں ہوا۔ (طحطاوی، قاموس الفقہ، بہشتی زیور، ردالمحتار)

سُنَنُ الْوُضُوْءِ

تُسَنُّ الْاُمُوْرُ الْآتِيَةُ فِي الْوُضُوْءِ، فَيَنْبَغِي الْعَمَلُ بِهَا، لِيَكُوْنَ الْوُضُوْءُ عَلٰى وَجْهٍ أَكْمَلَ: (١) أَنْ يَّنْوِيَ الْوُضُوْءَ قَبْلَ الشُّرُوْعِ فِيْهِ۔ (٢) أَنْ يَّقُوْلَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ (٣) أَنْ يَّغْسِلَ الْيَدَيْنِ إِلَى الرُّسْغَيْنِ۔ (٤) أَنْ يَّسْتَاكَ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدِ السِّوَاكَ فَبِالْإِصْبَعِ۔ (٥) أَنْ يُّمَضْمِضَ۔ (٦) أَنْ يَّسْتَنْشِقَ۔ (٧) أَنْ يُّبَالِغَ فِي الْمَضْمَضَةِ وَالْإِسْتِنْشَاقِ إِذَا لَمْ يَكُنْ صَائِماً۔ (٨) أَنْ يَّغْسِلَ كُلَّ عُضْوٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (٩) أَنْ يَّمْسَحَ جَمِيْعَ الرَّأْسِ مَرَّةً۔

حلِّ لغات: سُنَنٌ؛ جمع ہے سُنَّةٌ کی بمعنی خصلت، طریقہ، شریعت۔ تُسَنُّ؛ صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع مجہول مضاعف ثلاثی ازباب نصر بمعنی اختیار کیا جانا۔ أَكْمَلَ؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم تفضیل صحیح از باب کرم، نصر، سمع، بمعنی پورا ہونا، کامل ہونا۔ أَنْ يَّنْوِيَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف لفیف مقرون از باب ضرب بمعنی ارادہ کرنا۔ رُسْغَيْنِ؛ تثنیہ ہے رُسْغٌ کی بمعنی گٹا، پہنچا۔ جمع أَرْسَاغٌ۔ أَنْ يَّسْتَاكَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف واوی از باب افتعال بمعنی مسواک کرنا۔ سِوَاكٌ؛ بمعنی دانت صاف کرنے کی لکڑی، مِسْوَاكٌ بھی کہتے ہیں جمع سُوْكٌ۔ إِصْبَعٌ؛ بمعنی انگلی۔ ہمزہ اور باء میں تینوں حرکتیں درست ہیں تو تین کو تین میں ضرب دینے سے ۹ لغات بن جائیں گی۔ أَنْ يُّمَضْمِضَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مضاعف رباعی مجرد از باب فَعْلَلَ بمعنی پانی کو منہ میں پھراتا، گھمانا۔ أَنْ يَّسْتَنْشِقَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب استفعال بمعنی ناک میں پانی ڈالنا۔ أَنْ يُّبَالِغَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب مفاعلہ بمعنی مبالغہ کرنا، خوب کوشش کرنا۔

ترجمہ: وضو کی سنتیں: آنے والے کام وضو میں مسنون ہیں۔ لہٰذا اِن پر عمل کرنا مناسب ہے تاکہ وضو کامل طریقے پر ہو جائے۔ (۱) پہلا کام یہ ہے کہ وضو شروع کرنے سے پہلے وضو کی نیت کرے۔ (۲) دوسرا یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے۔ (۳) تیسرا یہ ہے کہ دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے۔ (۴) چوتھا یہ ہے کہ مسواک کرے، پس اگر مسواک نہ پائے تو انگلی سے۔ (دانتوں کو ملے) (۵) پانچواں یہ ہے کہ کُلّی کرے۔ (۶) چھٹا یہ ہے کہ ناک میں پانی ڈالے۔ (۷) ساتواں یہ ہے کہ کُلّی کرنے میں اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے بشرطیکہ وضو کرنے والا روزہ دار نہ ہو۔ (۸) آٹھواں یہ ہے کہ ہر عضو کو تین تین بار دھوئے۔ (۹) نواں یہ ہے کہ ایک مرتبہ سارے سر کا مسح کرے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ وضو کے ارکان وغیرہ کو بیان کرنے سے فارغ ہو گئے، اب یہاں سے وضو کی سنتیں بیان کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو اور اِسی طرح غسل کے اندر واجبات نہیں۔ (ردالمحتار)

"سُنَن" سنت کی جمع ہے، سنت لغت میں طریقہ کو کہتے ہیں اچھا ہو یا برا ہو۔ اور شریعت کی اصطلاح میں سنت دین کے اس راستہ طریقہ کو کہتے ہیں جو نہ فرض ہو نہ واجب، اس کا ادا کرنے والا مستحق ثواب اور ترک کرنے والا ملامت اور سزا کا مستحق ہو۔ نیز جس پر حضور ﷺ نے ہمیشگی فرمائی ہو اور کبھی کبھار ترک بھی کیا ہو۔ (مراقی الفلاح، اشرف الھدایہ)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آنے والے چند کام وضو میں مسنون ہیں ان پر عمل کرنا چاہیئے تاکہ وضو کمال درجے تک پہنچ جائے۔

(۱) پہلی سنت یہ ہے کہ وضو کرنے والا وضو شروع کرنے سے پہلے نیت کرے۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ استنجاء سے پہلے نیت کرے یا ہاتھوں کو دھونے کے وقت کرے اور نیت ناپاکی کو دور کرنے کی اور وضو کے ذریعہ نماز کو قائم کرنے کی کرے بغیر نیت کے وضو کا ثواب نہ ہو گا۔ (بہشتی زیور) نیت کا محل دل ہے کیونکہ نیت دل کے عزم کا نام ہے۔ لیکن اگر زبان سے بھی نیت کا تلفظ کرے تو اس کو علماء نے اچھا سمجھا ہے۔

(۲) دوسری سنت یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے یہ بھی وضو کے شروع میں پڑھے یا استنجاء سے پہلے پڑھے۔ لہٰذا اگر کوئی وضو کے شروع میں بھول گیا اور درمیان میں تسمیہ پڑھ لی تو سنت ادا نہ ہو گی بخلاف کھانے کے کہ شروع میں بھول جائے تو درمیان میں تسمیہ پڑھنے سے سنت ادا ہو جاتی ہے۔ (طحطاوی، در مختار) تسمیہ کے سنت ہونے کی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جس نے وضو کیا اور بسم اللہ پڑھی تو اس کا سارا جسم پاک ہو جاتا ہے اور جس نے وضو کیا اور بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کے صرف اعضاءِ وضو پاک ہو جاتے ہیں۔ پھر بسم اللہ کے الفاظ روایات میں مختلف وارد ہوئے ہیں۔ "بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْإِسْلَامِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ" (ردالمحتار) جن میں سے مشہور اور افضل یہی کتاب والے الفاظ ہیں۔ (طحطاوی مع مراقی)

(۳) تیسری سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے، مراد تین مرتبہ ہے، اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ تم میں سے جب کوئی نیند سے اُٹھے تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے یہاں تک کہ تین مرتبہ دھولے۔ یہ بھی وضو کے شروع میں ہے کیونکہ ہاتھ باقی اعضاء کو پاک کرنے کا آلہ ہے۔ ہاتھوں سے مراد پاک ہاتھ ہیں اگر ہاتھ ناپاک ہوں تو اُن کو دھونا سنت نہیں بلکہ واجب ہے۔ (طحطاوی، در مختار مع ردالمحتار)

(۴) چوتھی سنت یہ ہے کہ مسواک کرے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں اُن کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ نیز مسواک سے پڑھی گئی نماز بغیر مسواک والی سے ستر درجے افضل ہے اور آپ ﷺ نے خود بھی مسواک کرنے پر مواظبت فرمائی ہے اِلّا یہ کہ کبھی کبھار ترک کر دیا ہو۔ نیز سو کر اُٹھنے کے بعد، منہ میں بدبو کے وقت، دانتوں کی زردی کے وقت، تلاوتِ قرآن کے وقت مسواک کرنا مستحب ہے۔ مسواک نرم، ابتداء میں ایک بالشت لمبی ہو بعد میں اگر چھوٹی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ سیدھی، چھوٹی انگلی کے برابر موٹی، پیلو یا زیتون یا کسی کڑوے درخت کی ہونی چاہیئے۔ بغیر گرہ کے یا کم گرہ والی ہو۔ مسواک تین بار کرنا مسنون ہے۔ تین بار اوپر کے حصے میں اور تین بار نیچے کے حصے میں۔ تین الگ الگ پانی کیساتھ یعنی ہر مرتبہ مسواک تر کرے۔ ابتداء دائیں جانب سے کی جائے پھر بائیں جانب سے۔ پہلے اوپر کے حصے میں کرے پھر نیچے کے حصے میں۔ مسواک دانتوں کی چوڑائی میں کرے۔ مسواک کرتے ہوئے اس کو دائیں ہاتھ سے تھامنا چاہیئے۔ پکڑنے کی کیفیت حضرت عبد اللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہما سے اس طرح نقل کی گئی ہے کہ چھوٹی انگلی اور انگوٹھا مسواک کے نیچے ہو اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر۔ پھر اگر مسواک نہ ملے تو انگلی سے کام چلائے اس لئے کہ حضور ﷺ نے ایسا کیا ہے۔ پھر جس انگلی سے بھی دانت رگڑے کوئی حرج نہیں بہتر یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے دائیں جانب اوپر نیچے کے دانتوں کو رگڑے، اور شہادت کی انگلی سے بائیں جانب اوپر نیچے کے دانتوں کو رگڑے۔ (درمختار مع ردالمحتار، قاموس الفقہ، اشرف الھدایہ، طحطاوی)

(۵،۶) پانچویں اور چھٹی سنت یہ ہے کہ کلی کرے، ناک میں پانی ڈالے اس لئے کہ آپ ﷺ نے ان دونوں کو پابندی کیساتھ کیا ہے لہٰذا یہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ مَضْمَضَہ کا مطلب پورے منہ میں پانی پہنچانا ہے۔ اِستِنشَاق کا مطلب ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچائے۔ طریقہ ان دونوں کا یہ ہے کہ تین تین مرتبہ منہ میں اور ناک میں پانی ڈالے ہر مرتبہ نیا پانی لے۔ پانی ڈالتے وقت دایاں ہاتھ استعمال کرے اور پھر ناک صاف کرتے وقت بایاں ہاتھ استعمال کرے۔

(۷) پھر اگر روزہ دار نہ ہو تو کُلّی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ بھی کرے۔ کُلّی میں مبالغہ یہ ہے کہ حلق کے کنارے تک پانی پہنچ جائے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ یہ ہے کہ پانی ناک میں ڈال کر کھینچے یہاں تک کہ پانی ناک کے نرم حصے سے آگے چلا جائے۔ لیکن روزہ دار کیلئے مبالغہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ روزہ خراب ہونے کا خطرہ ہے۔

(۸) آٹھویں سنت یہ ہے کہ ہر عضو تین تین مرتبہ دھوئے۔ یعنی پہلی مرتبہ دھونا فرض اور دوسری اور تیسری بار دھونا سنت ہے۔ نہ اس سے زیادہ دھوئے نہ کم، اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جس نے تین دفعہ سے زیادہ یا کم دھویا اس نے ظلم کیا ہاں! اگر پوری طرح اعضاءِ وضو کے دُھل جانے کا اطمینان نہ ہو تو اطمینانِ قلب کی غرض سے تین دفعہ سے زیادہ بھی دھو سکتا ہے۔ پھر تین بار دھونے سے مراد پورے عضو کو تین بار دھونا ہے اگر ایک دفعہ کچھ حصہ دھویا پھر دوسری دفعہ کچھ حصہ دھویا پھر تیسری دفعہ میں عضو کو مکمل دھویا تو یہ تین دفعہ دھونا نہ ہوا اور اس سے سنت بھی ادا نہ ہوئی۔ (تاتارخانیہ، ردالمحتار)

(۹) نویں سنت یہ ہے کہ ایک مرتبہ سارے سر کا مسح کرے۔ پورے سر کا مسح کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اوّلاً تر کرے پھر دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیاں سر کے اگلے حصے پر رکھے یعنی بال اُگنے کی جگہ پر۔ اور دونوں انگوٹھوں، شہادت کی انگلیوں اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو سر سے جدا رکھے۔ پھر انگلیوں کو کھینچ کر پیچھے کی طرف لے جائے۔ پھر دونوں ہتھیلیوں کو سر کے دونوں طرف سے کھینچتا ہوا آگے کی طرف لے آئے۔ (تاتارخانیہ، اشرف الھدایہ)

(۱۰) أَنْ يَمْسَحَ الْأُذُنَيْنِ ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا۔ (۱۱) أَنْ يُخَلِّلَ لِحْيَتَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا۔ (۱۲) أَنْ يُخَلِّلَ أَصَابِعَهُ۔ (۱۳) أَنْ يَدْلُكَ الْأَعْضَاءَ عِنْدَ الْغَسْلِ۔ (۱۴) أَنْ يَغْسِلَ الْعُضْوَ الثَّانِيَ قَبْلَ جَفَافِ الْعُضْوِ الْأَوَّلِ۔ (۱۵) أَنْ يُرَاعِيَ التَّرْتِيبَ فِي غَسْلِ الْأَعْضَاءِ، بِحَيْثُ يَغْسِلُ الْوَجْهَ أَوَّلاً، ثُمَّ الْيَدَيْنِ، ثُمَّ يَمْسَحُ الرَّأْسَ، ثُمَّ يَغْسِلُ الرِّجْلَيْنِ۔ (۱۶) أَنْ يَغْسِلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى قَبْلَ يَدِهِ الْيُسْرٰى، وَيَغْسِلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى قَبْلَ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى۔ (۱۷) أَنْ يَبْدَأَ الْمَسْحَ بِمُقَدَّمِ الرَّأْسِ۔ (۱۸) أَنْ يَمْسَحَ الرَّقَبَةَ دُوْنَ الْحُلْقُوْمِ. لِأَنَّ مَسْحَ الْحُلْقُوْمِ بِدْعَةٌ۔

حلِّ لغات: يُخَلِّلُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب تفعیل بمعنی خِلال کرنا۔ يَدْلُكُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب نصر بمعنی رگڑنا۔ جَفَافٌ؛ مصدر ہے مضاعف ثلاثی کا باب ضرب سے بمعنی خشک ہونا۔ يُرَاعِيْ؛ صیغہ واحد مذکر اثبات فعل مضارع معروف ناقص یائی از باب مفاعلہ بمعنی حفاظت کرنا، خیال رکھنا۔ مُقَدَّمٌ؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول صحیح از باب تفعیل بمعنی کسی چیز کا وہ حصہ جو آگے اور سامنے ہو۔ رَقَبَةٌ؛ بمعنی گردن جمع رِقَابٌ۔ حُلْقُوْمٌ؛ بمعنی گلا جمع حَلَاقِيْمُ۔ بِدْعَةٌ؛ دین میں نئی بات جس کی کوئی اصل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ کے دور میں نہ ہو۔ (مصباح بتغییر)

ترجمہ: دسویں یہ ہے کہ دونوں کانوں کا مسح کرے اُن کے بیرونی حصے کا بھی اور اندرونی حصے کا بھی۔ گیارہویں یہ ہے کہ اپنی داڑھی کا خلال کرے داڑھی کے نیچے کی طرف سے۔ بارہویں یہ ہے کہ اپنی انگلیوں کا خلال کرے۔ تیرہویں یہ ہے کہ اعضاء کو دھوتے وقت رگڑے۔ چودھویں یہ ہے کہ پہلے عضو کے خشک ہونے سے پہلے دوسرے عضو کو دھوئے۔ پندرہویں یہ ہے کہ اعضاء کو دھونے میں ترتیب کا لحاظ رکھے۔ اِس طور پر کہ پہلے چہرے کو دھوئے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو۔ پھر سر کا مسح کرے۔ پھر دونوں پاؤں دھوئے۔ سولہویں یہ ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ سے پہلے دھوئے۔ اور اپنا دایاں پاؤں اپنے بائیں پاؤں سے پہلے دھوئے۔ سترہویں یہ ہے کہ سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کرے۔ اٹھارہویں یہ ہے کہ گردن کا مسح کرے نہ کہ گلے کا، کیونکہ گلے کا مسح کرنا بدعت ہے۔

تشریح: (۱۰) دسویں سنت یہ ہے کہ دونوں کانوں کا مسح کرے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ کانوں کے اندرونی حصے (جو سامنے اور چہرے کی طرف ہے) کا مسح انگوٹھے کی ساتھ والی یعنی شہادت کی انگلیوں سے کرے اور کانوں کے بیرونی حصے (جو سر کی طرف ہے) کا مسح انگوٹھوں سے کرے اور چھنگلیا (چھوٹی انگلی) کو کانوں کے سوراخوں میں داخل کر کے حرکت دے۔ نیز کانوں کا مسح اُس پانی کیساتھ کرے جو سر کے مسح کیلئے لیا تھا، اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے لیکن اگر کانوں کے مسح کیلئے الگ پانی لیا تو بھی بہتر ہے۔ (مراقی، قاموس)

(۱۱) گیارہویں سنت یہ ہے کہ داڑھی کا خلال کرے یعنی داڑھی کا خلال کرنا بشرطیکہ مُحرِم نہ ہو کیونکہ حالتِ احرام میں مکروہ ہے۔ اس کے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کا خلال فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گنجان تھی۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ تین دفعہ چہرہ دھونے کے بعد ایک چلّو پانی لیکر داڑھی کے نیچے ڈالا جائے اور پھر ہاتھ الٹا کر کے یعنی ہتھیلی کی پشت گلے کی طرف کر کے نیچے کی طرف سے بالوں کے درمیان سے انگلیاں اوپر لے جائی جائیں۔ بعض روایات میں خلال کا یہی طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ خلال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: "بِهٰذَا أَمَرَنِيْ رَبِّيْ" مجھے میرے رب نے خلال کا حکم دیا ہے۔ (طحطاوی، ردالمحتار، قاموس)

(۱۲) بارہویں سنت یہ ہے کہ اپنی انگلیوں کا خلال کرے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی روایتوں میں خلال کی تاکید منقول ہے چنانچہ لقیط بن صبرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب وضو کرو تو کامل کرو اور انگلیوں کے درمیان خلال کرو۔ لیکن خلال کرنا اُس وقت سنت ہے کہ انگلیوں کے درمیان تک پانی پہنچ چکا ہو ورنہ خلال واجب ہے۔ (جوہرۃ، شامی) ہاتھ کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کی جائیں۔ اور پاؤں کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں

ہاتھ کی چھنگلیا یعنی چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا جائے دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کیا جائے اور بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کیا جائے نیز پاؤں کی انگلیوں کا خلال نیچے کی جانب سے کیا جائے۔ (طحطاوی، ردالمحتار، قاموس، تاتارخانیہ)

(۱۳) تیرہویں سنت یہ ہے کہ اعضاءِ وضو کو دھوتے وقت اُن کو رگڑے بالخصوص سردی کے موسم میں یعنی اعضاء پر پانی بہاتے ہوئے اعضاء پر ہاتھ پھیرے کیونکہ آپ ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ لہٰذا صرف پانی بہانے پر اکتفاء نہیں کرنا چاہیے۔

(۱۴) چودہویں سنت یہ ہے کہ ایک عضو کے خشک ہونے سے پہلے پہلے دوسرے عضو کو دھو ڈالے۔ یعنی ایک عضو کو دھو کر دوسرے عضو کے دھونے میں اتنی دیر نہ لگائے کہ پہلا عضو سوکھ جائے۔ ہاں اگر کوئی عذر ہے مثلاً ایک عضو کو دھونے کے بعد پانی ختم ہو گیا اور پانی کی تلاش میں لگ گیا جس کی وجہ سے پہلا عضو خشک ہو گیا۔ تو اب یہ سنت کو چھوڑنے والا شمار نہیں کیا جائے گا۔ اِسی طرح تیز ہوا چل رہی ہے جسکی وجہ سے عضو جلدی خشک ہو گیا تو بھی سنت کو چھوڑنے والا شمار نہیں کیا جائے گا۔ (طحطاوی مع مراقی، ردالمحتار، بہشتی زیور)

(۱۵) پندرہویں سنت یہ ہے کہ وضو کے افعال کو اسی ترتیب سے انجام دے جس ترتیب سے قرآن مجید میں اُن کا ذکر آیا ہے یعنی پہلے چہرہ پھر ہاتھوں کا دھونا اسکے بعد سر کا مسح اور آخر میں پاؤں کا دھونا۔ (سورۂ مائدہ/۶) یہ سنتِ مؤکدہ ہے لہٰذا اگر کسی نے اِس ترتیب کے خلاف وضو کیا یعنی پاؤں کو دھونے سے وضو شروع کیا تو اس کا وضو تو ہو جائے گا لیکن سنت کا تارک شمار کیا جائے گا جس سے گناہ کا اندیشہ ہے۔

(۱۶) سولہویں سنت یہ ہے کہ وضو کے کاموں میں دائیں حصے سے آغاز کرے۔ یعنی بائیں ہاتھ سے پہلے دایاں ہاتھ دھوئے اور بائیں پاؤں سے پہلے دایاں پاؤں دھوئے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ہاتھوں اور پاؤں کو ذکر کیا ہے لہٰذا اس سے وہ عضو نکل گیا جو ایک ہے پس چہرے میں دائیں سے شروع کرنا مطلوب نہیں اس طرح وہ دو اعضاء جن پر مسح کیا جاتا ہے جیسے کان اور موزے کہ ان میں سنت یہ ہے کہ دونوں کا اکٹھا مسح کیا جائے۔ (طحطاوی، قاموس) چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب وضو کرو تو دائیں جانب سے آغاز کرو۔ "إِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَؤُوْا بِمَيَامِنِكُمْ"۔ (صحیح ابن حبان، ابن ماجہ) نیز دائیں جانب کو شرافت حاصل ہے۔ پھر ہاتھ پاؤں کے دھونے میں بھی سنت طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں سے دھونا شروع کرے اور پیچھے کہنی اور ٹخنے کی طرف آئے۔ (طحطاوی)

(۱۷) سترہویں سنت یہ ہے کہ سر کے مسح میں سر کے اگلے حصے سے ابتداء کرے کیونکہ آپ ﷺ سے اِسی طرح مسح کرنا ثابت ہے۔

(۱۸) اٹھارہویں سنت یہ ہے کہ گردن کا مسح کرے، کیونکہ آپ ﷺ نے سر کے مسح کیساتھ گردن کا مسح فرمایا ہے۔ یعنی انگلیوں کی پشت کی طرف سے نیا پانی لیکر۔ (منیہ، جوہرۃ) لیکن گلے کا مسح نہ کرے کیونکہ یہ بدعت ہے یعنی حدیث سے ثابت نہیں۔ (ردالمحتار، تاتارخانیہ، نہر الفائق)

آدَابُ الْوُضُوْءِ

تُسْتَحَبُّ الْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ فِي الْوُضُوْءِ: (۱) أَنْ يَجْلِسَ لِلْوُضُوْءِ فِيْ مَكَانٍ مُرْتَفِعٍ لِئَلَّا يُصِيْبَهُ رَشَاشُ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ۔ (۲) أَنْ يَجْلِسَ مُسْتَقْبِلاً نَحْوَ الْقِبْلَةِ۔ (۳) أَنْ لَا يَسْتَعِيْنَ بِغَيْرِهٖ۔ (٤) أَنْ لَا يَتَكَلَّمَ بِكَلَامِ النَّاسِ۔ (٥) أَنْ يَقْرَأَ

الدَّعَوَاتِ الْمَأْثُوْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَ الْوُضُوْءِ۔ (٦) أَنْ يَّجْمَعَ بَيْنَ نِيَّةِ الْقَلْبِ وَالتَّلَفُّظِ بِاللِّسَانِ۔ (٧) أَنْ يَّقُوْلَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عِنْدَ غَسْلِ كُلِّ عُضْوٍ۔ (٨) أَنْ يُّدْخِلَ خِنْصَرَهُ الْمَبْلُوْلَةَ فِي الصِّمَاخِ عِنْدَ مَسْحِ الْأُذُنَيْنِ۔ (٩) أَنْ يُّحَرِّكَ خَاتَمَهُ الْوَاسِعَ۔ أَمَّا إِذَا كَانَ خَاتَمُهُ ضَيِّقًا فَتَحْرِيْكُهُ لَازِمٌ لِصِحَّةِ الْوُضُوْءِ۔ (١٠) أَنْ يَّأْخُذَ الْمَاءَ لِلْمَضْمَضَةِ وَالْإِسْتِنْشَاقِ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى۔ (١١) أَنْ يَّسْتَعْمِلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى لِلْإِمْتِخَاطِ۔ (١٢) أَنْ يَّتَوَضَّأَ قَبْلَ دُخُوْلِ الْوَقْتِ، إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْ حُكْمِ الْمَعْذُوْرِ الَّذِيْ يَلْزَمُهُ الْوُضُوْءُ لِوَقْتِ كُلِّ صَلٰوةٍ۔ (١٣) إِذَا فَرَغَ مِنَ الْوُضُوْءِ قَامَ مُسْتَقْبِلًا نَحْوَ الْقِبْلَةِ، وَيَقُوْلُ: «أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ، وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ».

حلِّ لغات: لَا يَسْتَعِيْنُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی معلوم اجوف واوی از باب استفعال بمعنی مدد طلب کرنا۔ دَعَوَاتٌ: جمع ہے دَعْوَةٌ کی بمعنی دُعا۔ اَلْمَأْثُوْرَةُ: صیغہ واحد مؤنث بحث اسم مفعول مہموز الفاء از باب نصر، ضرب بمعنی نقل کرنا یعنی منقول۔ خِنْصَرٌ: بمعنی چھنگلیا (چھوٹی انگلی) جمع خَنَاصِرُ۔ مَبْلُوْلَةٌ: صیغہ واحد مؤنث بحث اسم مفعول مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی تر کرنا۔ صِمَاخٌ: بمعنی کان کا سوراخ۔ جمع أَصْمِخَةٌ۔ إِمْتِخَاطٌ: مصدر ہے باب افتعال کا صحیح ہے بمعنی ناک کی رینٹ (گندگی) صاف کرنا۔ مَعْذُوْرٌ: صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول صحیح از باب ضرب بمعنی عذر قبول کرنا۔

ترجمہ: وضو کے آداب: آنے والے کام وضو میں پسندیدہ ہیں۔ (۱) پہلا یہ ہے کہ وضو کرنے کیلئے (وضو کرنے والا) کسی اونچی جگہ پر بیٹھے تاکہ استعمال شدہ پانی کی چھینٹیں وضو کرنے والے پر نہ پڑیں۔ (۲) دوسرا یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرکے بیٹھے۔ (۳) تیسرا یہ ہے کہ (وضو کے کام میں) اپنے غیر سے مدد نہ لے۔ (۴) چوتھا یہ ہے کہ دنیوی باتیں نہ کرے۔ (۵) پانچواں یہ ہے کہ وہ دعائیں پڑھے جو وضو کے وقت آپ ﷺ سے منقول ہیں۔ (۶) چھٹا یہ ہے کہ دل کی نیت اور زبان سے تلفظ کو جمع کرے۔ (۷) ساتواں یہ ہے کہ ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ (۸) آٹھواں یہ ہے کہ اپنی تر چھنگلیا کان کے سوراخ میں داخل کرے کانوں کا مسح کرنے کے وقت۔ (۹) نواں یہ ہے کہ اپنی کشادہ انگوٹھی کو ہلائے۔ بہر حال جب انگوٹھی تنگ ہو تو وضو درست ہونے کیلئے اسکو ہلانا ضروری ہے۔ (۱۰) دسواں یہ ہے کہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کیلئے اپنے دائیں ہاتھ میں پانی لے۔ (۱۱) گیارہواں یہ ہے کہ ناک صاف کرنے کیلئے اپنا بایاں ہاتھ استعمال کرے۔ (۱۲) بارہواں یہ ہے کہ وقت کے داخل ہونے سے پہلے وضو کرے۔ جبکہ (وضو کرنے والا) اُس معذور کے حکم میں نہ ہو جس کو ہر نماز کے وقت کیلئے وضو کرنا ضروری ہوتا ہے۔ (۱۳) تیرہواں یہ ہے کہ جب وضو سے فارغ ہو جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو جائے اور کہے، ترجمہ: "میں گواہی دیتا ہوں اِس بات کی کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، جو اکیلا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں اِس بات کی کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اُسکے رسول ہیں، اے اللہ! مجھے بہت زیادہ توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور مجھے بہت زیادہ پاکی حاصل کرنے والوں میں سے بنا"۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ وضو کے کچھ آداب و مستحبات بیان فرماتے ہیں۔ ادب کہتے ہیں کسی چیز کو اپنی جگہ رکھنا، یا جس کا کرنا اُس کے ترک سے بہتر ہو، یا جس کا کرنے والا ممدوح ہو اور نہ کرنے والا مذموم نہ ہو۔ (مراقی مع طحطاوی) ایک ادب قبلہ کی طرف منہ کرنا

ہے، اس لئے کہ وضو میں دعائیں مانگی جاتی ہیں اور اِس حالت میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید کی جاتی ہے۔ نیز بہترین مجلس وہ ہے جس میں قبلہ کی طرف منہ ہو۔ (طحطاوی) اپنے غیر سے وضو کے کام میں مدد نہ لینا یعنی بلاعذر مدد نہ لینا۔ عذر کی بنا پر دوسروں سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ وضو میں مدد لینے کے تین درجات ہیں: (۱) ایک یہ ہے کہ کسی سے پانی طلب کیا جائے۔ (۲) دوسری یہ ہے کہ کوئی شخص پانی بہائے اور وضو کرنے والا خود اعضاءِ وضو کو دھوئے۔ ان دو صورتوں میں کوئی کراہت نہیں۔ (۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ کسی شخص سے اعضاءِ وضو کو دھلوائے اور مسح کرائے، استعانت کی یہ تیسری صورت مکروہ ہے۔ بشرطیکہ وضو کرنے والا خود افعالِ وضو کو انجام دینے سے معذور نہ ہو۔ (قاموس، ردالمحتار) اِسی طرح دورانِ وضو دُنیوی گفتگو نہ کی جائے کیونکہ اس کی وجہ سے اُن دعاؤں سے غفلت ہو جائیگی جو دورانِ وضو مانگی جاتی ہیں۔ ہاں اگر کوئی مجبوری ہو تو دُنیوی بات بھی کر سکتا ہے (طحطاوی، ردالمحتار) اسی طرح وہ دعائیں پڑھے جو آپ ﷺ سے منقول ہیں۔ جیسا کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں شہادتین وغیرہ یا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ سے ہر عضو کو دھوتے وقت منقول ہیں۔ جیسے کلّی کرتے وقت: "اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ"، اور ناک میں پانی ڈالتے وقت: "اَللّٰهُمَّ أَرِحْنِيْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِيْ رَائِحَةَ النَّارِ"، اور چہرے کو دھوتے وقت: "اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ"، اور دائیں ہاتھ کو کو دھوتے وقت: "اَللّٰهُمَّ أَعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِيَمِيْنِيْ وَحَاسِبْنِيْ حِسَاباً يَسِيْراً"، اور بائیں ہاتھ کو دھوتے وقت: "اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِشِمَالِيْ وَلَا مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِيْ"، اور سر کے مسح کے وقت: "اَللّٰهُمَّ أَظِلَّنِيْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ"، اور کانوں کا مسح کرتے وقت: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهٗ"، اور گردن کا مسح کرتے وقت: "اَللّٰهُمَّ أَعْتِقْ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ"، اور دایاں پاؤں دھوتے وقت: "اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَيَّ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ الْأَقْدَامُ"، اور بایاں پاؤں دھوتے وقت: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْراً وَسَعْيِيْ مَشْكُوْراً وَتِجَارَتِيْ لَنْ تَبُوْرَ"۔ (طحطاوی، ردالمحتار)

تنبیہ: یہ دعائیں کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں البتہ سلف سے منقول ہیں۔ اِسی طرح نیت کیساتھ زبان سے بھی نیت کے الفاظ ادا کرے، یعنی میں نیت کرتا ہوں ناپاکی کو دور کرنے کی اور نماز کو قائم کرنے کی۔ ایک ادب یہ ہے کہ کانوں کے مسح میں مبالغہ کرنے کیلئے کانوں کے سوراخوں میں ہاتھ کی چھوٹی انگلی داخل کر کے ہلائے۔

اِسی طرح انگوٹھی اگر ڈھیلی ہو کہ بغیر ہلائے بھی اسکے نیچے پانی پہنچ جاتا ہے تب بھی اُس کو ہلا لینا مستحب ہے۔ اور اگر ایسی تنگ ہو کہ بغیر ہلائے پانی نہ پہنچنے کا گمان ہو تو پھر اُس کو ہلا کر اچھی طرح پانی پہنچا دینا ضروری اور واجب ہے، یہی حال چھلّے، چُوڑی، کنگن، نتھ وغیرہ کا بھی ہے۔ اسی طرح اُس شخص کے لئے جو معذور نہ ہو یا کسی ایسی بیماری سے دوچار نہ ہو جس کی وجہ سے دیر تک وضو برقرار نہ رہ سکے، وقت داخل ہونے سے پہلے وضو کر لینا مستحب ہے۔ اس لئے کہ اِس میں اطاعت کی طرف جلدی ہے اور نماز کا انتظار ہے اور نماز کا انتظار کرنے والا نماز پڑھنے والے کی طرح ہے۔ نیز اِس میں شیطان کی امید پر پانی پھیرنا ہے۔ جو یہ امید لگائے بیٹھتا ہے کہ اِس کو میں نماز سے غافل کر دوں گا۔ ہاں اگر کوئی شخص معذور ہو تو چونکہ اس کا وضو وقت ختم ہونے سے ٹوٹ جاتا ہے اور دوسری نماز کے لئے اُس نماز کے وقت میں

نیا وضو کرنا پڑتا ہے اس لئے اُس کے وقت داخل ہونے سے پہلے وضو کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ آدمی معذور کب بنتا ہے؟ اور کب تک معذور رہتا ہے؟ اس کے تفصیلی احکام بڑی کتابوں میں آجائینگے ان شاء اللہ۔ (ردالمحتار مع طحطاوی، قاموس الفقہ)

آخری ادب یہ ہے کہ وضو سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ رُخ کھڑے ہو کہ کلمۂ شہادت پڑھے، کہ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ تم میں سے جو شخص وضو کرے اور اُس کو کمال درجہ تک پہنچائے پھر "اَشْهَدُ الخ" پڑھے تو اُس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کُھل جاتے ہیں، جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (مسلم بحوالہ طحطاوی) اِسی طرح وضو کے بعد یا وضو کے درمیان "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ الخ" یہ دعا پڑھنا بھی منقول ہے۔

"تَوَّابِیْن" اُن لوگوں کو کہتے ہیں کہ جن سے جب بھی گناہ سرزد ہو فوراً توبہ کریں، اور "مُتَطَهِّرِیْن" اُن لوگوں کو کہتے ہیں جن کا کوئی گناہ نہ ہو۔ (ردالمحتار، طحطاوی، قاموس، تاتارخانیہ) اس کے علاوہ وضو کے بعد سورت قدر پڑھنے کی بھی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ (کنز العمال بحوالہ بہشتی زیور)

تنبیہ: وضو کے بعد وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قبلہ رو ہو کر پینا بھی ادبِ وضو میں سے ہے اس لئے کہ آپ ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ اگر وقت مکروہ نہ ہو تو وضو کے بعد تحیۃ الوضو کی نیت سے دو رکعت نفل پڑھ لئے جائیں۔ (درمختار، طحطاوی، قاموس)

مَكْرُوْهَاتُ الْوُضُوْءِ

تُكْرَهُ الْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ فِي الْوُضُوْءِ: (١) أَنْ يُّسْرِفَ فِيْ إِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ فِي الْوُضُوْءِ۔ (٢) أَنْ يَّقْتُرَ فِيْ إِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ فِي الْوُضُوْءِ۔ (٣) أَنْ يَّضْرِبَ الْوَجْهَ بِالْمَاءِ۔ (٤) أَنْ يَّتَكَلَّمَ بِكَلَامِ النَّاسِ۔ (٥) أَنْ يَّسْتَعِيْنَ بِغَيْرِهٖ۔ فَإِنْ كَانَ لَهٗ عُذْرٌ فَلَا بَأْسَ بِالْإِسْتِعَانَةِ۔ (٦) أَنْ يَّمْسَحَ الرَّأْسَ ثَلَاثًا، وَيَأْخُذَ كُلَّ مَرَّةٍ مَاءً جَدِيْدًا۔

حلِ لغات: أَنْ يُّسْرِفَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افعال بمعنی فضول خرچی کرنا، حد سے تجاوز کرنا۔ أَنْ يَّقْتُرَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب نصر، ضرب بمعنی کمی کرنا، تنگی کرنا۔ (مصباح اللغات)

ترجمہ: وضو کے مکروہات: آنے والے کام وضو میں ناپسندیدہ ہیں۔ (۱) پہلا یہ ہے کہ وضو میں پانی کے استعمال میں زیادتی اور فضول خرچی کرے۔ (۲) دوسرا یہ ہے کہ وضو میں پانی کے استعمال میں انتہائی کمی کرے۔ (۳) تیسرا یہ ہے کہ چہرے پر پانی مارے۔ (۴) چوتھا یہ ہے کہ دنیوی گفتگو کرے۔ (۵) پانچواں یہ ہے کہ (وضو کے کام میں) اپنے غیر سے مدد حاصل کرے۔ پس اگر وضو کرنے والے کو کوئی مجبوری ہو تو پھر مدد لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (۶) چھٹا یہ ہے کہ تین بار سر کا مسح کرے اور ہر مرتبہ نیا پانی لے۔

تشریح: وضو میں جو باتیں مکروہ یا خلافِ ادب ہیں یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اُن کو بیان کر رہے ہیں۔ مکروہات: "مَكْرُوْهٌ" کی جمع ہے اور یہ "مَحْبُوْبٌ" کی ضد ہے بمعنی ناپسندیدہ کام۔ مکروہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) تحریمی، (۲) تنزیہی۔ مکروہِ تحریمی جو حرام کے قریب ہو اور اُس کو چھوڑنا واجب ہو۔ مکروہِ تنزیہی جو حلال کے قریب ہو اور جس کو چھوڑنا اُس کے کرنے سے بہتر ہو۔ (طحطاوی، ردالمحتار) چنانچہ جو کام آداب کے خلاف ہیں وہ سارے مکروہ ہیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اُن میں سے چھ مشہور مکروہات ذکر کردیئے ہیں باقی بہت سارے ہیں۔(۱) پہلا مکروہ یہ ہے کہ وضو میں شرعی ضرورت سے زیادہ پانی بہانا، اور شرعی ضرورت تین دفعہ دھونا ہے، لہٰذا عددِ مسنون سے زیادہ دھونا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ ابنِ ماجہ کی حدیث ہے بروایت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے اس حال میں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ وضو کررہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد (رضی اللہ عنہ)! یہ کیا اِسراف ہے؟ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا وضو میں بھی اِسراف ہوتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اگر چہ تو بہتی ہوئی نہر پر بیٹھا ہو۔ پھر اگر اپنے مملوکہ پانی، یا نہر اور دریا کے پانی میں فضول خرچی کرے تو یہ مکروہِ تحریمی ہے۔ اور اگر وقف کے پانی میں اِسراف کرے جیسے مساجد اور مدارس کا پانی تو یہ حرام ہے اس لئے کہ وقف کی چیز شرعی ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، قاموس، نہر الفائق)

(۲) دوسرا مکروہ یہ ہے کہ پانی اتنا کم استعمال کرے کہ گویا تیل کی مالش کی گئی ہو، اور جسم سے قطرات کا ٹپکنا نمایاں نہ ہو۔ یعنی مسنون مقدار سے کم دھونا، اس لئے کہ اس میں سنّت فوت ہوجاتی ہے جو تین بار دھونا ہے۔ پھر اگر ایک دو قطرے ٹپک پڑے تو وضو ہوجائے گا۔ لیکن مکروہ ہوگا اور اگر صرف مالش ہی ہے کوئی قطرہ نہیں ٹپکا تو وضو ہی نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کا پانی آٹھ رِطل یعنی ایک صاع منقول ہے اور وضو کا پانی دو رطل یعنی رُبع صاع جو ایک مُد ہے۔ موجودہ زمانہ کے اوزان کے اعتبار سے مُد ۴۸ تولہ ۳ ماشہ کے برابر ہے اور ایک تولہ ۱۲ گرام کا۔ (قاموس، طحطاوی مع مراقی)

(۳) تیسرا مکروہ یہ ہے کہ زور سے چہرے پر پانی مارے اس لئے کہ یہ سنجیدگی اور وقار اور چہرے کی شرافت کے خلاف ہے، نیز اس میں مستعمل پانی کی چھینٹیں کپڑوں پر پڑتی ہیں جو خلافِ ادب ہے۔

(۴،۵) چوتھے اور پانچویں مکروہ کی تفصیل آداب کے بیان میں کردی گئی ہے۔

(۶) چھٹا مکروہ یہ ہے کہ تین بار سر کا مسح کرے اور ہر مرتبہ نیا پانی لے کر کرے۔ پس اگر تین بار مسح کیا لیکن ایک ہی پانی کیساتھ تو یہ مکروہ نہیں بلکہ مشروع اور ثابت ہے۔ (اشرف الهدایہ، در مختار)

أَقْسَامُ الْوُضُوْءِ

يَنْقَسِمُ الْوُضُوْءُ إِلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ: (۱) فَرْضٌ، (۲) وَاجِبٌ، (۳) مُسْتَحَبٌّ۔ **مَتٰى يَفْتَرِضُ الْوُضُوْءُ؟** يَفْتَرِضُ الْوُضُوْءُ عَلَى الْمُحْدِثِ لِوَاحِدٍ مِنْ أَرْبَعَةِ أُمُوْرٍ: (۱) لِأَدَاءِ الصَّلَاةِ سَوَاءٌ كَانَتِ الصَّلَاةُ فَرْضاً أَوْ كَانَتْ نَفْلاً۔ (۲) لِلصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ۔ (۳) لِسُجُوْدِ التِّلَاوَةِ۔ (٤) لِمَسِّ الْمُصْحَفِ الشَّرِيْفِ۔ كَذَا يَفْتَرِضُ الْوُضُوْءُ إِذَا أَرَادَ الْمُحْدِثُ مَسَّ آيَةٍ مَكْتُوْبَةٍ فِيْ حَائِطٍ، أَوْ فِيْ قِرْطَاسٍ، أَوْ فِيْ دِرْهَمٍ۔

حلِّ لُغات: مُحْدِثٌ؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل صحیح از باب افعال بمعنی بے وضو ہونا۔ حَائِطٌ؛ بمعنی دیوار۔ جمع حِيْطَانٌ۔ قِرْطَاسٌ؛ بمعنی کاغذ۔ جمع قَرَاطِيْسُ۔ (مصباح، تاتار خانیہ)

ترجمہ: وضو کی قسمیں: وضو تین قسموں کی طرف تقسیم ہوتا ہے: (۱) ایک فرض، (۲) دوسرا واجب، (۳) تیسرا مستحب۔ وضو کب فرض ہوتا ہے؟ بے وضو آدمی پر وضو چار کاموں میں سے ایک کام کی وجہ سے فرض ہوتا ہے۔ (۱) ایک نماز ادا کرنے کیلئے، برابر ہے کہ نماز فرض ہو یا نفل۔ (۲) دوسرا نمازِ جنازہ کیلئے۔ (۳) تیسرا سجدۂ تلاوت کیلئے۔ (۴) چوتھا قرآن شریف کو چھونے کیلئے۔ اِسی طرح وضو فرض ہو جاتا ہے جب بے وضو آدمی کسی ایسی آیت کو چھونے کا ارادہ کرے جو دیوار میں، یا کاغذ میں، یا درہم میں لکھی ہوئی ہو۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ وضو کا حکم، ارکان، شرطیں وغیرہ بیان کرنے کے بعد اب وضو کی قسمیں اور اُن کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔ وضو کی تین قسمیں ہیں: فرض، واجب، مستحب۔ وضو کی یہ قسمیں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہیں ورنہ وضو کی قسمیں تین میں بند نہیں بلکہ بعض نے چار قسمیں بیان کی ہیں، تین یہ ہیں اور ایک مکروہ، جیسے وضو پر وضو کرنا جبکہ پہلے وضو سے نماز یا سجدۂ تلاوت ادا نہ کیا ہو۔

اب آگے مصنف رحمۃ اللہ علیہ سوال وجواب کے انداز میں وضو کی قسمیں اور ان کے احکام کی تفصیل بیان کرتے ہیں تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: وضو کب فرض ہے؟ پھر آگے جواب دیتے ہیں کہ بے وضو آدمی پر وضو چار کاموں میں سے ایک کام کی وجہ سے وضو فرض ہو جاتا ہے۔

(۱) پہلا کام جب بے وضو آدمی نماز کا ارادہ کرے چاہے نماز فرض ہو یا نفل۔ اس لئے کہ پیچھے گذر چکا ہے کہ اللہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کرتا۔ (۲) دوسرا کام نمازِ جنازہ کے لئے کیونکہ نمازِ جنازہ بھی نماز ہے اگرچہ کامل نہیں۔ (۳) تیسرا کام سجدۂ تلاوت کیلئے اس لئے کہ یہ نماز کا جزء ہے۔ (۴) چوتھا کام قرآن کو ہاتھ لگانے کیلئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ"۔ اِسی طرح قرآن کی آیت جہاں بھی لکھی ہو اُس آیت کو چھونے کیلئے وضو کرنا فرض ہوگا جیسے دیوار پر یا کسی کاغذ پر یا درہم میں نقش کی گئی ہو۔

مَتٰى يَجِبُ الْوُضُوْءُ؟

يَجِبُ الْوُضُوْءُ عَلَى الْمُحْدِثِ لِأَمْرٍ وَاحِدٍ، وَهُوَ الطَّوَافُ بِالْكَعْبَةِ۔

حلِّ لغات: طَوَافٌ: مصدر ہے باب نصر سے اجوف واوی بمعنی گھومنا، چکر لگانا۔ اَلْكَعْبَةُ: بمعنی چوکور مکان مراد بیت اللہ ہے۔

ترجمہ: وضو کب واجب ہوتا ہے؟ بے وضو آدمی پر ایک کام کی وجہ سے وضو واجب ہوتا ہے اور وہ خانہ کعبہ کا طواف کرنا ہے۔

تشریح: خانہ کعبہ کے طواف کیلئے وضو واجب ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: خانہ کعبہ کے اِرد گرد طواف نماز کی طرح ہے مگر یہ کہ تم اس طواف میں باتیں کر سکتے ہو، پس جو شخص بات کرے تو خیر ہی کی بات کرے۔ اور اِسی وجہ سے بغیر وضو کے طواف کرنے کی صورت میں دم واجب ہوتا ہے۔

مَتٰى يُسْتَحَبُّ الْوُضُوْءُ؟

يُسْتَحَبُّ الْوُضُوْءُ لِلْأُمُوْرِ الْآتِيَةِ: (۱) لِلنَّوْمِ عَلٰى طَهَارَةٍ۔ (۲) إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ۔ (۳) لِلْمُدَاوَمَةِ عَلَى الْوُضُوْءِ۔ (۴) لِلْوُضُوْءِ عَلَى الْوُضُوْءِ بِنِيَّةِ الثَّوَابِ۔ (۵) بَعْدَ إِرْتِكَابِ شَيْئٍ مِنَ الْغِيْبَةِ وَالنَّمِيْمَةِ وَالْكَذِبِ كَذَا يُسْتَحَبُّ الْوُضُوْءُ إِذَا ارْتَكَبَ خَطِيْئَةً مَّا۔ (۶) بَعْدَ إِنْشَادِ شِعْرٍ قَبِيْحٍ۔ (۷) بَعْدَ الْقَهْقَهَةِ خَارِجَ الصَّلَاةِ۔ (۸) لِتَغْسِيْلِ مَيِّتٍ۔ (۹) لِحَمْلِ

مَيِّتٍ۔ (۱۰)لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ۔(۱۱)قَبْلَ غُسْلِ الْجَنَابَةِ۔ (۱۲)لِلْجُنُبِ عِنْدَ أَكْلٍ، وِشُرْبٍ، وَنَوْمٍ۔(۱۳)عِنْدَ الْغَضَبِ۔ (۱۴)لِتَلَاوَةِ الْقُرْآنِ شَفَوِيًّا۔(۱۵)لِقِرَاءَةِ حَدِيْثٍ، وَكَذَا لِرِوَايَتِهٖ۔(۱۶)لِدِرَاسَةِ عِلْمٍ شَرْعِيٍّ۔ (۱۷)لِلْأَذَانِ۔ (۱۸)لِلْإِقَامَةِ۔ (۱۹)لِلْخُطْبَةِ۔ (۲۰)لِزِيَارَةِ النَّبِيِّ ﷺ ۔ (۲۱)لِلْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ۔ (۲۲)لِلسَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

حلِّ لُغات: اِسْتَيْقَظَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مثال یائی از باب استفعال بمعنی بیدار ہونا۔ غِيْبَةٌ؛ پیٹھ پیچھے کی بدگوئی۔ اسم ہے اجوف یائی سے۔ نَمِيْمَةٌ؛ مضاعف ثلاثی سے اسم ہے چغلخوری کا۔ جمع نَمَائِمُ۔ كَذِبٌ؛ مصدر ہے باب ضرب سے بمعنی جھوٹ بولنا۔ اِرْتَكَبَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب افتعال بمعنی گناہ کر بیٹھنا۔ خَطِيْئَةٌ؛ بمعنی گناہ۔ جمع خَطَايَا۔ اِنْشَادٌ؛ مصدر ہے باب افعال کا صحیح سے بمعنی شعر پڑھنا۔ شِعْرٌ؛ کلام منظوم۔ جمع أَشْعَارٌ۔ قَبِيْحٌ؛ صیغہ صفت مشبہ از باب کرُم بمعنی بُرا ہونا۔ قَهْقَهَةٌ؛ مصدر ہے رُباعی مجرد کا بمعنی زور سے ٹھٹھا مار کر ہنسنا۔ شَفَوِيًّا؛ اسم منسوب ہے شَفَةٌ سے بمعنی ہونٹ والا یعنی زُبانی۔ رِوَايَةٌ؛ مصدر ہے لفیفِ مقرون کا باب ضرب سے بمعنی بیان کرنا۔ (مصباح)

ترجمہ: وضو کب مستحب ہے؟ آنے والے کاموں کیلئے وضو کرنا پسندیدہ ہے۔ (۱) پہلا کام، پاکی کی حالت میں سونے کیلئے۔ (۲) دوسرا، جب نیند سے بیدار ہو جائے۔ (۳) تیسرا، وضو پر ہمیشگی کیلئے۔ (۴) چوتھا، ثواب کی نیت سے وضو پر وضو کرنے کیلئے۔ (۵) پانچواں، غیبت، اور چغلخوری، اور جھوٹ میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرنے کے بعد اِسی طرح وضو کرنا مستحب ہے جب کسی بھی گناہ کا ارتکاب کرے۔ (۶) چھٹا، کسی گندے اور بُرے شعر کے پڑھنے کے بعد۔ (۷) ساتواں، نماز سے باہر زور سے ٹھٹھا مار کر ہنسنے کے بعد۔ (۸) آٹھواں، کسی مُردے کو غسل دینے کے بعد۔ (۹) نواں، جنازہ اُٹھانے کے بعد۔ (۱۰) دسواں، ہر نماز کے وقت میں۔ (۱۱) گیارہواں، غسل جنابت سے پہلے۔ (۱۲) بارہواں، جُنبی کیلئے کھانے، پینے، اور سونے کے وقت۔ (۱۳) تیرہواں، غصہ کی حالت میں۔ (۱۴) چودہواں، زُبانی قرآن کی تلاوت کرنے کیلئے۔ (۱۵) پندرہواں، حدیث شریف پڑھنے اور اِسی طرح حدیث شریف نقل کرنے کیلئے۔ (۱۶) سولہواں، کسی بھی شرعی علم پڑھنے پڑھانے کیلئے۔ (۱۷) سترہواں، اذان کیلئے۔ (۱۸) اٹھارواں، اِقامت کیلئے۔ (۱۹) اُنیسواں، خُطبہ دینے کیلئے۔ (۲۰) بیسواں، نبی کریم ﷺ کی زیارت کیلئے۔ (۲۱) اکیسواں، عرفہ میں وقوف کیلئے۔ (۲۲) بائیسواں، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کیلئے۔

تشریح: جن صورتوں میں وضو کرنا مستحب ہے وہ تیس سے بھی زیادہ ہیں من جملہ اُن کے یہ ۲۲ ہیں جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کئے ہیں۔ (۱) یہ ہے کہ جب کوئی شخص سونے کا ارادہ کرے تو اُس کیلئے مستحب ہے کہ وضو کر کے سو جائے۔ یعنی اُس کو نیند اس حالت میں آجائے کہ وہ باوضو ہو لہٰذا اگر اُس نے وضو کیا اور پھر لیٹ گیا پھر اُس کا وضو ٹوٹ گیا اُس کے بعد سو گیا تو سنت ادا نہ ہوگی۔ (۲) یہ ہے کہ جب نیند سے بیدار ہو جائے تو طہارت کی طرف جلدی کرتے ہوئے وضو کرنا مستحب ہے۔ (۳) یہ ہے کہ ہمیشہ باوضو رہنے کیلئے یعنی جب بھی وضو ٹوٹ جائے فوراً دوسرا وضو کرنا مستحب ہے۔ حدیثِ بلال رضی اللہ عنہ کی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ جنت میں داخل ہوئے ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے آگے ہیں اُن کے جوتوں کی جھنکار اور آہٹ آپ ﷺ سنتے ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھا تو بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب بھی میرا وضو ٹوٹ جائے تو وضو کرتا ہوں اور دو رکعت نماز پڑھتا ہوں۔

(۴) ثواب کی نیت سے باوضو ہوتے ہوئے نیا وضو کرنا بشرطیکہ پہلے وضو سے کوئی عبادتِ مقصودہ جیسے نماز، سجدۂ تلاوت، نمازِ جنازہ ادا کر چکا ہو یا مجلس تبدیل ہو گئی ہو۔ بغیر اس کے وضو پر وضو کرنا مکروہ ہے۔

(۵) غیبت کرنے، چغلخوری کرنے اور جھوٹ بولنے کے بعد اسی طرح کسی بھی گناہ کے بعد کیونکہ یہ سارے کام معنوی نجاستیں ہیں۔ اسی وجہ سے جھوٹ بولنے والے کے منہ سے بدبو نکلتی ہے جس کی وجہ سے فرشتہ اس سے دور چلا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بدبودار ہوا کے متعلق خبر دی کہ یہ لوگوں کی اور ایمان والوں کی غیبت کرنے والوں کی بدبو ہے۔ نیز وضو گناہوں کا کفارہ ہے۔

(۶) فحش قسم کے گندے اشعار جن میں عشقیہ باتیں ہوں یا کسی مسلمان کی تحقیر اور مذاق ہو پڑھنے کے بعد، کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا گناہ ہے۔

(۷) نماز کے باہر قہقہہ لگا کر ہنسنے کے بعد کیونکہ اس سے وضو کے کمال میں فرق آجاتا ہے۔

(۸) میت کو غسل دینے کے بعد غسل دینے والے کیلئے۔

(۹) جنازہ اٹھانے کے بعد اس لئے کہ حدیث میں اس کا حکم آیا ہے۔

(۱۰) ہر نماز کیلئے اُس کے وقت میں تازہ وضو، اس لئے کہ یہ نماز کے وقار کو کمال تک پہنچانے والا ہے۔

(۱۱) غسلِ جنابت سے پہلے اس لئے کہ حدیث میں اسی طرح آیا ہے۔ یہی حال حیض اور نفاس سے غسل کرنے کا بھی ہے۔

(۱۲) جب جُنبی جنابت کی حالت میں کھانے، پینے، سونے کا ارادہ کرے، اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے جس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جب آپ ﷺ جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ فرماتے تو استنجا فرما کر نماز والا وضو کرتے۔ نیز جنابت کی حالت میں بغیر منہ، ہاتھ دھوئے کھانا، پینا باعثِ فقر ہے۔

(۱۳) غصہ کی حالت میں، کیونکہ وضو آتشِ غضب کو بجھاتا ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے ہی بجھائی جاتی ہے پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو چاہیئے کہ وضو کرے۔ (احمد، ابوداؤد)

(۱۴) زبانی تلاوت کرنے کیلئے اس لئے کہ باوضو ہو کر تلاوت کرنے کا ثواب بے وضو ہونے کی حالت میں تلاوت کرنے کے ثواب سے زیادہ ہے۔ نیز قرآن کی شان کے لائق یہی ہے کہ پاک ہو کر اس کی تلاوت کی جائے۔

(۱۵) حدیث پڑھنے اسی طرح حدیث دوسروں سے بیان کرنے اور آگے نقل کرنے کیلئے۔

(۱۶، ۱۷، ۱۸) ترجمہ سے واضح ہے۔

(۱۹) خطبہ دینے کے لئے چاہے خُطبۂ نکاح ہی کیوں نہ ہو۔ (۲۰) مواجہ شریف میں حاضری کیلئے۔

(۲۱) حج کے موقع پر ۹/ نویں ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں وقوف کیلئے۔ اس لئے کہ یہ مکان نہایت محترم ہے اور اللہ تعالیٰ وقوف کے دن فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں حاجیوں کے متعلق۔

(۲۲) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے لئے اس لئے کہ یہ سعی عبادت ہے اور عبادت باوضو ہونی چاہیے۔ نیز یہ دونوں جگہیں بھی بزرگی کے قابل اور محترم ہیں۔ (در مختار مع رد المحتار، طحطاوی مع مراقی، قاموس)

نَوَاقِضُ الْوُضُوْءِ

يَنْتَقِضُ الْوُضُوْءُ إِذَا حَصَلَ شَيْئٌ مِنَ الْأُمُوْرِ الْآتِيَةِ: (١) إِذَا خَرَجَ شَيْئٌ مِنْ أَحَدِ السَّبِيْلَيْنِ كَالْبَوْلِ، وَالْغَائِطِ، وَالرِّيْحِ۔ (٢) إِذَا خَرَجَ دَمٌ، أَوْ قَيْحٌ مِنَ الْبَدَنِ، وَتَجَاوَزَ إِلٰى مَحَلٍّ يُطْلَبُ تَطْهِيْرُهٗ۔ (٣) إِذَا خَرَجَ دَمٌ مِنَ الْفَمِ، وَغَلَبَ عَلَى الْبُصَاقِ، أَوْ سَاوَاهُ۔ (٤) إِذَا قَاءَ طَعَاماً، أَوْ مَاءً، أَوْ عَلَقاً، أَوْ مِرَّةً، وَكَانَ الْقَيْءُ مِلْءَ الْفَمِ۔ (٥) إِذَا نَامَ، وَلَمْ تَتَمَكَّنْ مَقْعَدَتُهٗ مِنَ الْأَرْضِ، وَكَذَا إِذَا ارْتَفَعَتْ مَقْعَدَةُ النَّائِمِ قَبْلَ انْتِبَاهِهٖ۔ (٦) إِذَا أُغْمِيَ عَلَيْهِ۔ (٧) إِذَا جُنَّ۔ (٨) إِذَا سَكِرَ۔ (٩) إِذَا قَهْقَهَ الْبَالِغُ الْيَقْظَانُ فِيْ صَلَاةٍ ذَاتِ رُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ، فَلَا يَنْتَقِضُ الْوُضُوْءُ إِذَا قَهْقَهَ الصَّبِيُّ، وَكَذَا لَا يَنْتَقِضُ الْوُضُوْءُ إِذَا قَهْقَهَ النَّائِمُ وَكَذَا لَا يَنْتَقِضُ الْوُضُوْءُ إِذَا قَهْقَهَ فِيْ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ، أَوْ سَجْدَةِ التِّلَاوَةِ۔

حلّ لغات: نَوَاقِضُ، جمع ہے نَاقِضَۃٌ کی بمعنی توڑنے والی چیزیں اسم فاعل ہے باب نصر سے۔ يَنْتَقِضُ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افتعال بمعنی ٹوٹنا، زائل ہونا۔ سَبِيْلَيْنِ، تثنیہ ہے سَبِيْلٌ کی بمعنی راستہ، مراد پیشاب، پاخانہ کے دونوں راستے۔ رِيْحٌ، بمعنی ہوا، مراد وہ ہوا جو پاخانہ کے مقام سے نکلے۔ جمع رِيَاحٌ۔ قَيْحٌ، بمعنی پیپ جس میں خون کی آمیزش نہ ہو اور جس پیپ میں خون کی آمیزش ہو اس کو صَدِيْدٌ کہتے ہیں۔ بُصَاقٌ، بمعنی تھوک۔ سَاوَاهُ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف لفیفِ مقرون از باب مفاعلہ بمعنی برابر ہونا۔ عَلَقاً، بمعنی جما ہوا انتہائی سرخ خون۔ مِرَّةٌ، بمعنی پت، کڑوا پانی، سودا، صفرا۔ لَمْ تَتَمَكَّنْ، صیغہ واحد مؤنث غائب بحث نفی جحد بلم صحیح از باب تفعّل بمعنی مضبوط ہونا اور جمنا۔ مَقْعَدَةٌ، انسان کا نچلا حصہ یعنی پاخانہ کا مقام۔ اِنْتِبَاهٌ، مصدر ہے باب افتعال کا صحیح سے بمعنی نیند سے بیدار ہونا۔ أُغْمِيَ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی مجہول ناقص یائی از باب افعال بمعنی غشی طاری ہونا، بے ہوش ہونا۔ جُنَّ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی مجہول مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی دیوانہ ہونا۔ پاگل ہونا۔ سَكِرَ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب سمع بمعنی شراب وغیرہ سے مست اور مدہوش ہونا۔ يَقْظَانٌ، صیغہ واحد مذکر صفت مشبہ از باب سمع مثال یائی بمعنی بیدار ہونا۔ (مصباح، رد المحتار)

ترجمہ: وضو کو توڑنے والی چیزیں: وضو ٹوٹ جاتا ہے جب حاصل ہو جائے آنے والی چیزوں میں سے کوئی چیز۔ (۱) پہلی چیز، جب دونوں راستوں میں سے کسی ایک راستے سے کوئی چیز نکلے جیسے پیشاب، پاخانہ، ہوا۔ (۲) دوسری، جب خون، یا پیپ جسم سے نکلے اور ایسی جگہ کی طرف چل پڑے جس کو پاک کرنا مطلوب ہو۔ (۳) تیسری، جب منہ سے خون نکلے اور تھوک پر غالب آجائے، یا تھوک کے برابر ہو۔ (۴) چوتھی، جب کھانے، یا پانی، یا جمے ہوئے خون، یا پت کی قے کرے اور قے منہ بھر کر ہو۔ (۵) پانچویں، جب سو جائے اس حال میں کہ اسکا چوتڑ زمین پر جما ہوا نہ ہو، اور اسی طرح جب سونے والے کا مقعد اٹھ جائے اس کے بیدار ہونے سے پہلے۔ (۶) چھٹی، جب بے ہوش ہو جائے۔ (۷) ساتویں، جب دیوانہ ہو جائے۔ (۸) آٹھویں، جب مدہوش اور مست ہو جائے۔ (۹) نویں، جب بیدار، بالغ آدمی رکوع، سجدے

والی نماز میں زور سے ٹھٹھامار کر ہنسے۔ پس وضو نہیں ٹوٹے گا جب بچہ قہقہہ لگائے، اور اِسی طرح وضو نہیں ٹوٹے گا جب سویا ہوا شخص قہقہہ لگائے، اور اِسی طرح وضو نہیں ٹوٹے گا جب قہقہہ لگائے نمازِ جنازہ میں، یا سجدۂ تلاوت میں۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ وہ اسباب بیان کرتے ہیں جن کے پائے جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) پہلا سبب، پیشاب، پائخانہ اور وہ ہوا جو پیچھے کے راستے سے نکلے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر چہ تھوڑی سی ہو۔ البتہ اگر آگے کی راہ سے ہوا نکلے جیسا کہ کبھی بیماری کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اِسی طرح اِن تین چیزوں کے علاوہ ہر وہ چیز جو پیشاب، پائخانہ کے راستے سے نکلے چاہے عادۃً وہ نکلتی ہو جیسے مذی، ودی یا عادۃً نہ نکلتی ہو جیسے کوئی کیڑا یا کنکری وغیرہ، بہر صورت وضو ٹوٹ جائے گا۔ (بہشتی زیور، منیہ، در مختار مع رد المحتار)

تنبیہ: آگے اور پیچھے کے راستے سے جو نکلے اس سے زندہ کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا اگر کسی مردہ کو غسل دینے کے بعد اُس سے کچھ نکلے تو صرف گندگی کو دھویا جائے گا غسل نہیں دُہرایا جائے گا۔ (طحطاوی)

(۲) سبب، خون یا پیپ کا بدن سے نکلنا اور ایسی جگہ کی طرف بہہ پڑنا جس کو وضو یا غسل میں دھونا اور پاک کرنا فرض ہے، لہٰذا اگر کسی کی آنکھ کے اندر کوئی دانہ وغیرہ تھا وہ ٹوٹ گیا یا خود اُس نے توڑ دیا اور اسکا پانی بہہ کر آنکھ میں تو پھیل گیا لیکن آنکھ کے باہر نہیں نکلا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا۔ اور اگر آنکھ کے باہر پانی نکل پڑا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اِسی طرح اگر کان کے اندر دانہ ہو اور وہ ٹوٹ جائے تو جب تک خون، پیپ سوراخ کے اندر اُس جگہ تک رہے جہاں پانی پہنچانا غسل کرتے وقت فرض نہیں تب تک وضو نہیں ٹوٹتا اور جب ایسی جگہ پر آجائے جہاں پانی پہنچانا فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ (بہشتی زیور، طحطاوی)

تنبیہ: پیشاب، پائخانہ کے راستہ سے نجاست کا صرف ظاہر ہو جانا وضو ٹوٹنے کیلئے کافی ہے۔ جبکہ باقی بدن سے نجاست کا ظاہر ہونے کے بعد بہہ پڑنا ضروری ہے چاہے خود بہے یا اُس کے دبانے سے بہہ پڑے (در مختار، طحطاوی مع مراقی)

(۳) سبب، یہ ہے کہ جب منہ سے خون نکلے اور وہ خون تھوک سے زیادہ ہو یا تھوک کے برابر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر خون تھوک سے کم ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور اسکا اندازہ تھوک کے رنگ سے ہو گا پس اگر تھوک کا رنگ سرخی مائل ہے تو خون تھوک پر غالب یا برابر ہے۔ لہٰذا وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر تھوک کا رنگ سفیدی یا زردی مائل ہے تو خون مغلوب اور کم ہے لہٰذا وضو بھی نہیں ٹوٹے گا۔

تنبیہ: خون کے زیادہ ہونے کی صورت میں وضو کا ٹوٹنا ظاہر ہے۔ برابر ہونے کی صورت میں احتیاطاً وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۴) سبب یہ ہے کہ قے ہوئی اور اس میں کھانا، یا پانی، یا جما ہوا خون، یا پت گرے تو اگر منہ بھر قے ہوئی ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر منہ بھر قے نہیں ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس لئے کہ جو قے منہ بھر کر ہوتی ہے وہ معدے کی گہرائی سے آتی ہے جو ناپاکی کا محل ہے۔ منہ بھر قے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مشکل سے منہ میں رُکے، اور اُس کے ہوتے ہوئے بات کرنا مشکل ہو۔

تنبیہ: کھانا کھانے اور پانی پینے کے بعد چاہے فوراً قے کرے یا کچھ دیر بعد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ نیز اگر قے میں خالص بلغم گرے تو اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا چاہے جتنا بھی ہو۔ منہ بھر کر ہو یا کم۔ (منیہ بحوالہ بہشتی زیور، نہر الفائق، رد المحتار مع در مختار)

(۵) مصنف رحمۃ اللہ علیہ نواقضِ حقیقیہ کو بیان کرنے کے بعد اب نمبر ۵ سے نواقضِ حکمیہ کو بیان کرتے ہیں۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ جب اس طرح سو جائے کہ چوتڑ زمین پر جما ہوا، لگا ہوا نہ ہو یعنی گُدّی کے بل چت لیٹ کر، یا پہلو کے بل یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر سو جائے اِسی طرح کوئی بیٹھ کر سو رہا تھا کہ نیند کا ایسا جھونکا آیا کہ بیدار ہونے سے پہلے ہی چوتڑ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ تو چوتڑ (شرمگاہ) اپنی جگہ سے اٹھتے ہی وُضو ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ اِس طرح سونے میں اعضاء کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور عادۃً کسی چیز ہوا وغیرہ کے نکلنے کا احتمال رہتا ہے اور جو عادۃً ہو وہ یقینی کی طرح ہوتی ہے۔

تنبیہ: صرف چوتڑ کے اٹھتے ہی وضو نہیں ٹوٹے گا بلکہ اگر بیٹھے ہوئے نیند کا ایسا جھونکا آیا کہ گر پڑے اور گرنے کے فوراً بعد آنکھ کُھل گئی تو بھی وضو نہیں ٹوٹا۔ ہاں اگر گرنے کے کچھ دیر بعد آنکھ کھلی تو اب وضو ٹوٹ جائیگا۔ اِسی پر فتوی ہے جبکہ پہلا قول غیر مفتٰی بہ ہے۔ (در مختار مع ردالمحتار)

(۶) سبب بے ہوشی اور غشی کا طاری ہونا ہے، اس سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس لئے کہ اس حالت میں قوّی ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور عقل پر پردہ آجاتا ہے۔

(۷) دیوانہ، پاگل ہو جانا کیونکہ اِس حالت میں بھی عقل زائل ہو جاتی ہے۔

(۸) سبب نشہ ہے یعنی کوئی نشہ آور چیز مثلاً شراب، تمباکو وغیرہ استعمال کر لی اور اتنا نشہ آگیا کہ اچھی طرح چلا نہیں جاتا اور قدم اِدھر اُدھر ڈگمگاتا ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے کہ یہ تینوں بے ہوشی، جنون، نشہ اختیار کے ختم ہونے میں نیند سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

تنبیہ: بے ہوشی، جنون، نشہ تھوڑی دیر کیلئے ہو تو بھی وضو ٹوٹ جائیگا۔ (ردالمحتار مع در مختار)

(۹) سبب قہقہہ لگا کر ہنسنا ہے۔ ہنسنے کی تین قسمیں ہیں: (۱) قہقہہ، یعنی ٹھٹھا مار کر اتنا زور سے ہنسنا کہ خود بھی ہنسنے کی آواز سن لے اور پاس والے بھی۔ اِس سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔ (۲) ضِحک، جس میں صرف خود ہنسنے والا آواز سن لے۔ اِس سے صرف نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (۳) تبسُّم، وہ ہنسنا جس میں صرف دانت ظاہر ہوں آواز بالکل نہ نکلے۔ اس سے نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز۔ وضو ٹوٹ جانے کا سبب صرف پہلی قسم کا ہنسنا ہے جس کو قہقہہ کہتے ہیں۔

پھر قہقہہ سے وضو کے ٹوٹنے کیلئے چند شرطیں ہیں۔ (۱) شرط یہ ہے کہ قہقہہ لگانے والا بالغ ہو۔ لہٰذا اگر نابالغ نماز میں قہقہہ لگائے تو اُس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۲) قہقہہ لگانے والا جاگ رہا ہو۔ لہٰذا اگر سویا ہوا شخص نماز میں قہقہہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ قہقہہ سے وضو کا ٹوٹ جانا بطور سزا کے ہے اور بچہ، اور سویا ہوا شخص سزا کے اہل نہیں لیکن قہقہہ چونکہ کلام ہے اس لئے نماز ٹوٹ جائیگی۔ (جوہرۃ، طحطاوی، ردالمحتار) (۳) ایسی نماز میں قہقہہ لگائے جو کامل ہو یعنی رکوع، سجدے والی ہو۔ لہٰذا اگر نماز جنازہ، یا سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگائے تو بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔

تنبیہ: قہقہہ سے چاہے جان بوجھ کر لگائے یا بھول کر دونوں صورتوں میں وضو ٹوٹ جائے گا۔ (ردالمحتار، طحطاوی مع مراقی)

اَلْأَشْيَاءُ الَّتِيْ لَا يَنْتَقِضُ بِهَا الْوُضُوْءُ

اَلْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ تُشَابِهُ نَوَاقِضَ الْوُضُوْءِ، وَلٰكِنَّهَا لَا تَنْقُضُ الْوُضُوْءَ: (۱) إِذَا ظَهَرَ الدَّمُ وَلَمْ يَتَجَاوَزْ عَنْ مَكَانِهٖ۔ (۲) إِذَا سَقَطَ لَحْمٌ مِّنَ الْبَدَنِ، وَلٰكِنْ لَمْ يَسِلْ مِنْهُ الدَّمُ كَالْعِرْقِ الْمَدَنِيِّ الَّذِيْ يُقَالُ لَهٗ بِالْأُرْدِيَّةِ "نَارُوْ"۔ (۳) إِذَا خَرَجَتْ دُوْدَةٌ مِّنْ جُرْحٍ، أَوْ مِنْ أُذُنٍ۔ (٤) إِذَا قَاءَ، وَلٰكِنْ لَّمْ يَكُنِ الْقَيْءُ مِلْءَ الْفَمِ۔ (٥) إِذَا قَاءَ بَلْغَماً سَوَاءٌ كَانَ الْبَلْغَمُ قَلِيْلاً أَوْ كَثِيْراً۔ (٦) إِذَا نَامَ الْمُصَلِّيْ فِيْ صَلَاتِهٖ، سَوَاءٌ نَامَ فِيْ حَالَةِ الْقِيَامِ، أَوِ الْقُعُوْدِ، أَوْ نَامَ فِيْ حَالَةِ الرُّكُوْعِ، وَالسُّجُوْدِ إِذَا كَانَ عَلٰى صِفَةِ السُّنَّةِ۔ (۷) إِذَا نَامَ الْمُتَوَضِّئُ وَكَانَتْ مَقْعَدَتُهٗ مُتَمَكِّنَةً مِّنَ الْأَرْضِ۔ (۸) إِذَا مَسَّ ذَكَرَهٗ بِيَدِهٖ۔ (۹) إِذَا مَسَّ اِمْرَأَةً۔ (۱۰) إِذَا تَمَايَلَ النَّائِمُ۔

حلِّ لغات: تُشَابِهُ؛ صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب مفاعلہ بمعنی مانند ومشابہ ہونا۔ لَمْ يَسِلْ؛ صیغہ واحد مذکر غائب فعل نفی جحد بلم در فعل مستقبل معروف اجوف یائی از باب ضرب بمعنی بہنا۔ اَلْعِرْقُ الْمَدَنِيُّ؛ یہ ایک پھنسی یعنی دانہ ہوتا ہے جو کھال پر نکلتا ہے اور رگ کو ظاہر کرتا ہے جو کیڑے کی طرح تھوڑا تھوڑا نکلتا ہے چونکہ مدینہ منورہ میں یہ زیادہ پایا جاتا ہے اس لئے مدینہ منورہ کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ (طحطاوی) اردو میں اِس کو "نارُو" اور فارسی میں "رِشْتَہ" کہتے ہیں۔ دُوْدَةٌ؛ بمعنی کیڑا۔ جُرْحٌ؛ بمعنی زخم۔ جمع جُرُوْحٌ۔ بَلْغَمٌ؛ بدن کے اَخلاطِ اربعہ میں سے ایک خِلْط کا نام اور اَخلاطِ اربعہ یہ ہیں۔ سَوْدَاء، صَفْرَاء، خون، بلغم۔ ذَكَرٌ؛ بمعنی عُضوِ تناسُل۔ جمع ذُكُوْرٌ۔ تَمَايَلَ؛ صیغہ واحد مذکر اثبات فعل ماضی معروف اجوف یائی از باب تفاعل بمعنی اِدھر اُدھر جھکنا۔ (مصباح، ردالمحتار، طحطاوی)

ترجمہ: وہ چیزیں جن سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ آنے والی چیزیں وضو کو توڑنے والے اسباب کی مانند ہیں لیکن وضو کو نہیں توڑتی ہیں۔ (۱) پہلی چیز، جب خون ظاہر ہو جائے اور اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھے۔ (۲) دوسری چیز، جب جسم سے گوشت گر جائے لیکن جسم سے خون نہ نکلے جیسا کہ وہ عرقِ مَدَنی جس کو اردو میں ''نارُو'' کہا جاتا ہے۔ (۳) تیسری چیز، جب زخم سے یا کان سے کوئی کیڑا نکلے۔ (۴) چوتھی چیز، جب قے کرے لیکن قے منہ بھر کر نہ ہو۔ (۵) پانچویں چیز، جب بلغم کی قے کرے برابر ہے کہ بلغم تھوڑا ہو یا زیادہ۔ (۶) چھٹی چیز، جب نمازی اپنی نماز کے اندر سو جائے برابر ہے کہ قیام کی حالت میں سو جائے یا تشہد کی حالت میں، یا رکوع اور سجدے کی حالت میں جبکہ سجدہ سنت کے طریقے پر ہو۔ (۷) ساتویں چیز، جب باوضو شخص سو جائے اِس حال میں کہ اُسکا چوتڑ زمین پر جما ہوا ہو۔ (۸) آٹھویں چیز، جب اپنا عُضوِ تناسُل اپنے ہاتھ سے چُھولے۔ (۹) نویں چیز، جب کسی عورت کو چُھولے۔ (۱۰) دسویں چیز، جب سونے والا اِدھر اُدھر جُھکے۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ وہ چیزیں اور احوال بیان کرتے ہیں جن سے کسی باوضو شخص کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور یہ دس باتیں ہیں جو بظاہر وضو کو توڑنے والے اسباب کی طرح ہیں لیکن ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۱) پہلی چیز یہ ہے کہ پیشاب پائخانہ کے مقام کے علاوہ جسم میں سے کہیں سے خون نکلا لیکن ابھی صرف ظاہر ہی ہو اپنی جگہ سے بہا نہیں تو صرف نظر آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ وضو ٹوٹنے کیلئے بہنا شرط ہے۔ (۲) یہ ہے کہ جسم میں سے کہیں سے گوشت تو گر جائے لیکن اُس کے ساتھ خون نہ نکلے تو صرف گوشت کے گرنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ گوشت اپنی ذات کے اعتبار سے پاک ہے اور بدن سے پاک چیز کا جدا ہونا وضو کو نہیں توڑتا۔

تنبیہ: جسم سے گرنے والا گوشت جیسا کہ عِرقِ مدنی جس کو اردو میں "نارُو" اور فارسی میں "رِشْتَہ" کہتے ہیں اپنے غیر کے اعتبار سے ناپاک ہے یعنی وہ اِس کو استعمال نہیں کر سکتا اس لئے کہ یہ زندہ سے جدا ہونے والا گوشت ہے اور زندہ سے جدا ہونے والی چیز مُردار ہوتی ہے۔(طحطاوی مع مراقی)

(۳) یہ ہے کہ جب زخم سے یا کان سے کوئی کیڑا نکلے، اس لئے کہ یہ کیڑا گوشت سے پیدا ہوا ہے اور گوشت پاک ہے اگر گر جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اِسی طرح جو چیز گوشت سے پیدا ہوتی ہے وہ بھی پاک ہے اُس کے گرنے سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا، بخلاف اُس کیڑے کے جو پیشاب یا پائخانہ کے مقام سے نکلے کہ اُس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جائیگا اس لئے کہ وہ کیڑا خود نجس ہے کہ نجاست سے پیدا ہوا ہے۔ اور اس پر نجاست بھی لگی ہوئی ہوتی ہے۔(ردالمحتار، نہر الفائق، جوہرۃ، تاتار خانیہ، کنز)

(۴) یہ ہے کہ قے تو ہو جائے لیکن منہ بھر کر نہ ہو اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ یہ معدے کے اوپر سے ہے۔

(۵) قے کی کل پانچ قسمیں: (۱) کھانا، (۲) پانی، (۳) پت، (۴) خون، (۵) بلغم۔ پہلی تین قسم کی قے سے تو اس وقت وضو ٹوٹتا ہے جب منہ بھر کر ہو۔ چوتھی قسم خون اگر گاڑھا، جما ہوا ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ قے منہ بھر کر ہو تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں اور اگر خون پتلا ہے تو چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ وضو ٹوٹ جائے گا۔ پانچویں قسم کا حکم اب یہاں بیان کرتے ہیں کہ قے میں خالص بلغم گرا تو وضو نہیں ٹوٹے گا چاہے بلغم تھوڑا ہو یا زیادہ اس لئے کہ بلغم کی چکناہٹ کی وجہ سے نجاست اس میں داخل نہیں ہو سکتی۔(جوہرۃ، مراقی الفلاح، منیہ بحوالہ بہشتی زیور بحوالہ منیہ، در مختار مع الشامیہ)

(۶) یہ ہے کہ نمازی نماز کے اندر سو جائے چاہے قیام کی حالت میں سو جائے یا تشہد کی حالت میں بیٹھے بیٹھے سو جائے یا رکوع سجدے کی حالت میں بشرطیکہ سجدہ مسنون طریقے سے ہو کہ پیٹ رانوں سے الگ رکھے اور بازو پہلوؤں سے الگ رکھے۔ یہی حال اُس شخص کا بھی ہے جو نماز کے باہر ان حالتوں میں سو جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: "لَا وُضُوْءَ عَلٰی مَنْ نَامَ قَائِماً اَوْ رَاكِعاً اَوْ سَاجِداً" کہ کوئی وضو نہیں اُس شخص پر جو کھڑے ہو کر یا رکوع، سجدہ کرتے ہوئے سو جائے ایک روایت میں ہے: "اَوْ جَالِساً" یا بیٹھ کر۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان حالتوں میں اعضاء کے جوڑ کچھ مضبوط ہوتے ہیں جس سے ہوا کے نکلنے کا اندیشہ بھی کم ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر جوڑ ڈھیلے پڑتے تو سونے والا ضرور گر تا۔

تنبیہ: اگر سجدہ کی حالت میں سو جائے لیکن سجدہ مسنون طریقے سے نہ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ نیز یہ حکم صرف مردوں کیلئے ہے پس اگر عورت سجدے میں سو جائے تو اُس کا وضو ٹوٹ جائے گا اِس لئے کہ عورتوں کو جس طرح سجدہ کرنے کا حکم ہے اگر وہ اُس طرح سجدہ کریں اور اُس میں سو جائیں تو وضو ٹوٹ جائے گا۔(طحطاوی، ردالمحتار مع در مختار)

(۷) یہ ہے کہ باوضو شخص بیٹھے بیٹھے سو جائے جبکہ جوتڑ زمین پر مضبوطی کیساتھ جما ہوا ہو۔

(۸) یہ ہے کہ اپنا عضو تناسل، اسی طرح پائخانہ کے مقام کو ہاتھ لگائے یا عورت اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو اِس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہ تیرے جسم کا ہی ایک ٹکڑا ہے۔(ترمذی، ابوداؤد) اِسی طرح کسی بھی چیز کو ہاتھ لگانے سے

وضو نہیں ٹوٹتا پاک، ناپاک، خنزیر، مُردار، البتہ اِن میں سے کسی بھی چیز کو ہاتھ لگانے کے بعد ہاتھ کو دھونا مستحب ہے۔ (ردالمحتار، تاتار خانیہ، نہر الفائق، طحطاوی)

(۹) یہ ہے کہ کسی عورت کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا عورت چاہے مَحرم ہو یا غیر مَحرم شہوت کیساتھ ہاتھ لگائے یا بغیر شہوت کے۔

(۱۰) یہ ہے کہ جب کوئی بیٹھے بیٹھے سو رہا ہو اور سونے کی حالت میں اِدھر اُدھر جھک رہا ہو جس میں کبھی کبھار مقعد زمین سے اُٹھ جاتی ہو تو اِس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا جب تک گرے نہیں۔ (تاتار خانیہ، نورالایضاح)

فائدہ: حضرات انبیاءِ کرام علیہم السلام کی کسی طرح کی نیند ناقضِ وضو نہیں۔ (نہر الفائق، در مختار مع الشامیہ)

اَلْغُسْلُ

فَرَائِضُهُ وَأَنْوَاعُهُ

اَلْغُسْلُ لُغَةً: اِسْمٌ لِلْاِغْتِسَالِ مِنْ (غَسَلَ يَغْسِلُ) وَهُوَ اِسَالَةُ الْمَاءِ عَلَى الشَّيْئِ، وَيُلْفَظُ بِضَمِّ الْغَيْنِ (اَلْغُسْلُ) وَبِكَسْرِهَا (اَلْغِسْلُ) وَضَمُّ الْغَيْنِ هُوَ الدَّارِجُ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ۔ **وَفِي الشَّرِيْعَةِ:** هُوَ جَرَيَانُ الْمَاءِ عَلَى الْبَدَنِ بِحَيْثُ يَسْتَوْعِبُ جَمِيْعَهُ۔

حلِ لغات: اِسَالَةٌ؛ مصدر ہے باب افعال کا اجوف یائی سے بمعنی بہانا۔ اَلدَّارِجُ؛ صیغہ اسم فاعل از باب نصر، ضرب بمعنی چلنا، پھیلنا۔ شَرِيْعَةٌ؛ بمعنی طریقہ، اللہ کے مقرر کئے ہوئے احکام۔ جمع شَرَائِعُ۔ جَرَيَانٌ؛ مصدر ہے باب ضرب کا ناقص یائی سے بمعنی بہنا، جاری ہونا۔ يَسْتَوْعِبُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مثال واوی از باب استفعال بمعنی سب لے لینا، گھیر لینا۔ (مصباح)

ترجمہ: غسل: غسل کے فرائض اور غسل کی قسمیں: غسل عربی زُبان میں نام ہے نہانے کا باب ضرب یضرب سے اور غسل کا معنی ہے کسی چیز پر پانی بہانا اور یہ غسل غین کے ضمہ کیساتھ بھی بولا جاتا ہے "اَلْغُسْلُ" اور غین کے کسرہ کیساتھ بھی "اَلْغِسْلُ" اور غین کا ضمہ ہی فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے درمیان رائج ہے۔ اور شریعت کی زُبان میں غُسل نام ہے جسم پر پانی کے بہنے کا اس طور پر کہ سارے جسم کو گھیر لے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے غسل کے احکام وضو کے احکام کے بعد بیان فرمائے ہیں کیونکہ وضو کی حاجت اور ضرورت زیادہ پڑتی ہے بنسبت غسل کی حاجت کے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کتاب اللہ کی اقتداء مقصود ہے کیونکہ قرآنِ پاک میں وضو اور غُسل کو اِسی ترتیب کیساتھ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۶ میں بیان کیا گیا ہے۔

غُسل غین کے ضمہ کیساتھ اغتسال کا اسم ہے اور باب ضرب سے مصدر ہے بمعنی کسی چیز پر پانی بہانا۔ پھر یہ لفظ "غُسْل" غین کے ضمہ کیساتھ بھی پڑھا جاتا ہے اور "غِسْل" غین کے کسرہ کیساتھ بھی لیکن غین کا ضمہ "غُسْل" پڑھنا بہتر ہے اور یہی فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے درمیان رائج اور مستعمل ہے۔ اِس لئے کہ غین کے ضمہ کیساتھ یہ اغتسال کا اسم ہے جس کا معنی ہے نہانا۔ اور شریعت کی اصطلاح میں غسل کہتے ہیں پانی کے پورے جسم پر اِس طرح بہنے کو کہ سارے جسم تک پہنچ جائے۔

مَشْرُوْعِيَّتُهُ: اَلْغُسْلُ مَشْرُوْعٌ، سَوَاءٌ كَانَ لِلنَّظَافَةِ، أَمْ لِرَفْعِ الْحَدَثِ، وَسَوَاءٌ كَانَ شَرْطاً لِعِبَادَةٍ أَمْ لَا۔ وَدَلَّ عَلٰى مَشْرُوْعِيَّتِهِ: اَلْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ۔ **أَمَّا الْكِتَابُ**: فَآيَاتٌ، مِنْهَا قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (البقرہ ۲۲۲) أَيْ: اَلْمُتَنَزِّهِيْنَ عَنِ الْأَحْدَاثِ، وَالْأَقْذَارِ الْمَادِّيَّةِ وَالْمَعْنَوِيَّةِ۔ **وَأَمَّا السُّنَّةُ**: فَأَحَادِيْثُ، مِنْهَا: مَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْماً يَغْسِلُ فِيْهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ﴾

حلّ لغات: غُسْلٌ؛ بمعنی نہانا یعنی جسم کے جس حصہ کو دھونا ممکن ہے اُس تمام حصے پر ایک مرتبہ پانی بہانا۔ مَشْرُوْعِيَّةٌ؛ بمعنی جواز۔ مُتَنَزِّهِيْنَ؛ صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل صحیح از باب تفعُّل بمعنی دور رہنے والے۔ أَحْدَاثٌ؛ جمع ہے حَدَثٌ کی بمعنی ناپاکی۔ أَقْذَارٌ؛ جمع ہے قَذَرٌ کی بمعنی میل کچیل۔ (تاتارخانیہ، مصباح)

ترجمہ: غُسل کا جواز: غسل جائز ہے، برابر ہے کہ صفائی کیلئے ہو یا ناپاکی کو دور کرنے کیلئے۔ اور برابر ہے کہ عبادت کیلئے شرط بن کر ہو یا بطور شرط کے نہ ہو۔ اور غسل کے جواز پر قرآن اور حدیث دونوں دلالت کرتے ہیں۔ بہر حال قرآن (سے غسل کا جواز) تو (اِس کے بارے میں) کئی آیتیں ہیں۔ مِن جملہ اُن کے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بے شک اللہ تعالیٰ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور پسند آتے ہیں گندگی سے بچنے والے" (عثمانی) اور بہر حال حدیث (سے غسل کا ثبوت) تو (اس بارے میں) کئی احادیث ہیں۔ مِن جملہ اُن کے وہ حدیث بھی ہے جس کو نقل کیا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "بے شک ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہر سات دنوں میں ایک دن نہائے جس میں اپنا سر اور بدن دھوئے"۔

يُفْتَرَضُ فِى الْغُسْلِ ثَلَاثَةُ أُمُوْرٍ

(۱) اَلْمَضْمَضَةُ، (۲) اَلْإِسْتِنْشَاقُ، (۳) إِيْصَالُ الْمَاءِ إِلٰى جَمِيْعِ الْبَدَنِ بِحَيْثُ لَا يَبْقٰى فِى الْبَدَنِ مَكَانٌ يَابِسٌ۔

ترجمہ: غسل میں تین کام فرض ہیں۔ (۱) ایک کلّی کرنا، (۲) دوسرا ناک میں پانی ڈالنا، (۳) تیسرا تمام بدن تک پانی پہنچانا اِس طور پر کہ بدن میں کوئی خشک جگہ باقی نہ رہے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ قرآن اور حدیث سے غسل کے جواز کو بیان کرنے کے بعد اب غسل کے تفصیلی احکام بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ: غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔ مراد اِس سے وہ غسل ہے جو فرض ہو یعنی جنابت، حیض، نفاس سے۔ (جوہرۃ) غسل میں یہ تین باتیں فرض ہیں۔

(۱) کلّی کرنا، یعنی سارے منہ کے اندر پانی پہنچانا۔ لہٰذا اگر کسی نے نہاتے وقت کلّی نہیں کی لیکن خوب منہ بھر کر پانی پی لیا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ گیا تو بھی غسل ہو گیا کیونکہ مقصود تو سارے منہ میں پانی پہنچا دینا ہے کلّی کرے یا نہ کرے۔ البتہ اگر اس طرح پانی پیئے کہ سارے منہ میں پانی نہ پہنچے مثلاً سنت طریقے سے پانی چُوس چُوس کے پیئے تو یہ پینا کافی نہیں بلکہ کلّی کرے۔ (بہشتی زیور بحوالہ منیہ، ردالمحتار، طحطاوی)

(۲) ناک میں پانی ڈالنا، یعنی جہاں تک ناک نرم ہے وہاں تک پانی پہنچانا۔

تنبیہ: اگر دانت اندر سے خالی ہے اُس میں کھانے کی کوئی چیز پھنس گئی یا دانتوں کے درمیان کوئی چیز پھنس گئی تو اُس کو خلال سے نکال دینا بہتر ہے کیونکہ پانی لطیف چیز ہے عام طور سے ہر جگہ پہنچ جاتا ہے لیکن اگر نہ پہنچے تو غسل نہ ہو گا۔ اسی طرح ناک کے اندر کا گند خشک ہو گیا تو اُس کو دور کرنا اور اسکے نیچے تک پانی پہنچانا ضروری ہے اس لئے کہ خشک گند خشک آٹے کی طرح پانی کے پہنچنے سے رکاوٹ بنتا ہے۔ بخلاف تر گند کے کہ اس کے نیچے پانی پہنچ جاتا ہے۔ (طحطاوی، ردالمحتار)

تنبیہ: اگر دورانِ غسل کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے اور غسل کے بعد یاد آئے تو اب صرف کلی کرے، اور ناک میں پانی ڈال لے نئے سرے سے غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) سارے بدن پر ایک مرتبہ پانی پہنچانا، لہٰذا کان، ناف، آبرو، مونچھ اور داڑھی کے اندر بھی خلال کر کے اچھی طرح پانی پہنچانا چاہیئے۔ کیونکہ ابرو، مونچھ اور داڑھی تینوں کے بال اور اندر کی کھال دونوں کو غسل میں دھونا فرض ہے۔ پانی نہ پہنچے گا تو غسل نہ ہو گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاطَّهَّرُوْا" خوب پاکی حاصل کرو۔ (بہشتی زیور، در مختار)

تنبیہ: اگر بدن میں بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جائے تو غسل نہ ہو گا، اسی طرح اگر غسل کرتے وقت کلی کرنا، یا ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے تو بھی غسل نہیں ہوا۔ (بہشتی زیور بحوالہ منیۃ المصلی)

سُنَنُ الْغُسْلِ

تُسَنُّ الْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ فِي الْإِغْتِسَالِ، فَيَنْبَغِيْ لِلْمُغْتَسِلِ مُرَاعَاتُهَا لِيَكُوْنَ الْإِغْتِسَالُ عَلٰى وَجْهٍ أَكْمَلَ: (١) أَنْ يَأْتِيَ بِالْبَسْمَلَةِ قَبْلَ الشُّرُوْعِ فِي الْإِغْتِسَالِ۔ (٢) أَنْ يَنْوِيَ أَنَّهٗ يَغْتَسِلُ لِتَحْصِيْلِ الطَّهَارَةِ۔ (٣) أَنْ يَغْسِلَ الْيَدَيْنِ إِلَى الرُّسْغَيْنِ أَوَّلاً مِثْلَ مَا يَفْعَلُ فِي الْوُضُوْءِ۔ (٤) أَنْ يَغْسِلَ النَّجَاسَةَ قَبْلَ الْإِغْتِسَالِ، إِذَا كَانَتْ عَلٰى بَدَنِهٖ، أَوْ عَلٰى ثَوْبِهٖ۔ (٥) أَنْ يَتَوَضَّأَ قَبْلَ الْإِغْتِسَالِ، وَلٰكِنْ يُؤَخِّرُ غَسْلَ رِجْلَيْهِ إِذَا كَانَ وَاقِفاً فِيْ مَكَانٍ مُنْخَفِضٍ يَجْتَمِعُ فِيْهِ الْمَاءُ۔ (٦) أَنْ يَصُبَّ عَلٰى جَمِيْعِ بَدَنِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (٧) أَنْ يَصُبَّ الْمَاءَ أَوَّلاً عَلَى الرَّأْسِ ثُمَّ عَلٰى مَنْكِبِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ عَلٰى مَنْكِبِهِ الْأَيْسَرِ۔ (٨) أَنْ يَدْلُكَ جَسَدَهٗ۔ (٩) أَنْ يَغْسِلَ الْبَدَنَ مُتَوَالِياً، بِحَيْثُ لَا يَجِفُّ الْعُضْوُ الْأَوَّلُ قَبْلَ غَسْلِ الْعُضْوِ الْآخَرِ۔ إِذَا دَخَلَ فِي الْمَاءِ الْجَارِيْ، وَمَكَثَ فِيْهِ، وَدَلَكَ جَسَدَهٗ فَقَدْ أَكْمَلَ سُنَّةَ الْإِغْتِسَالِ۔ وَكَذَا الْحُكْمُ إِذَا دَخَلَ فِي الْمَاءِ الَّذِيْ هُوَ فِيْ حُكْمِ الْمَاءِ الْجَارِيْ، كَالْحَوْضِ الْكَبِيْرِ۔

حلّ لغات: مُرَاعَاتُهَا، میں مُرَاعَاةٌ مصدر ہے باب مفاعلہ ناقص یائی سے بمعنی رعایت رکھنا، خیال رکھنا۔ بَسْمَلَةٌ، مصدر ہے رباعی مجرد کا بمعنی بسم اللہ کہنا۔ مُنْخَفِضٌ، صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از باب انفعال صحیح سے بمعنی پست۔ أَنْ يَصُبَّ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی پانی انڈیلنا، بہانا۔ مَنْكِبٌ، بمعنی مونڈھا۔ جمع مَنَاكِبُ۔ اَلْأَيْمَنُ، بمعنی داہنی جانب۔ اَلْأَيْسَرُ، بمعنی بائیں جانب۔ مُتَوَالِياً، صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل لفیف مفروق از باب تفاعل بمعنی پے در پے ہونا۔ مَكَثَ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب نصر بمعنی ٹھہرنا۔

ترجمہ: غُسل کی سنتیں: آنے والے کام غسل میں مسنون ہیں۔ پس غسل کرنے والے کیلئے مُناسب ہے اُن کی رعایت رکھنا تاکہ غسل کامل طریقے پر ہو جائے۔ (۱) پہلا کام یہ ہے کہ غُسل شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ (۲) دوسرا کام یہ ہے کہ نیت کرے کہ بے شک میں پاکی حاصل کرنے کیلئے غُسل کرتا ہوں۔ (۳) تیسرا کام یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھوئے جیسا کہ وضو میں کرتا ہے۔ (۴) چوتھا کام یہ ہے کہ غُسل کرنے سے پہلے ناپاکی کو دھوئے جبکہ ناپاکی غُسل کرنے والے کے بدن، یا کپڑے پر لگی ہو۔ (۵) پانچواں کام یہ ہے کہ غُسل سے پہلے وضو کرے، لیکن پاؤں کے دھونے کو مُؤخر کرے جبکہ غسل کرنے والا ایسی پست جگہ کھڑا ہو جہاں پانی جمع ہو جاتا ہو۔ (۶) چھٹا کام یہ ہے کہ اپنے سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے۔ (۷) ساتواں کام یہ ہے کہ پہلے سر پر پانی بہائے پھر اپنے دائیں مونڈھے پر پھر اپنے بائیں مونڈھے پر۔ (۸) آٹھواں کام یہ ہے کہ اپنا جسم رگڑے۔ (۹) نواں کام یہ ہے کہ جسم کو پے در پے دھوئے اِس طور پر کہ دوسرے عضو کو دھونے سے پہلے پہلا عضو خشک نہ ہونے پائے۔ جب کوئی شخص بہتے ہوئے پانی میں داخل ہو جائے اور اس میں ٹھہر جائے اور اپنا جسم رگڑے پس اس نے غسل کی سنت کو پورا کیا۔ اور یہی حکم ہے جب اس پانی میں داخل ہو جائے جو جاری پانی کے حکم میں ہے جیسا کہ بڑا تالاب۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ غُسل کے فرائض کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے غسل کی سنتیں بیان فرماتے ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ غسل میں کوئی واجب نہیں۔ (ردالمحتار) غسل کرنے والے کو ان سنتوں کا خیال رکھتے ہوئے غسل کرنا چاہیئے تاکہ غسل کمال درجہ تک پہنچ جائے۔ اس لئے کہ سنت کے بغیر کام بے مزہ رہتا ہے۔

تنبیہ: آنے والے کام غُسلِ جنابت سے متعلق ہیں یعنی جب جُنبی (ناپاک آدمی) جس پر غسل فرض ہوا ہو، غسل کرنے کا ارادہ کرے تو ان سنتوں کے مطابق اس کو غَسل کرنا چاہیئے۔ (تاتارخانیہ) چنانچہ غسل کی سنتیں وضو کی سنتوں کی طرح ہیں سوائے ترتیب کے کہ غسل کی ترتیب الگ ہے۔ (۱) سنت، غسل کے شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔ بسم اللہ کے وہی الفاظ ہیں جو وضو کے بیان میں گذر چکے ہیں۔ (طحطاوی)

(۲) نیت، اسکی تفصیل بھی وضو میں گذر چکی ہے کہ بغیر نیت کے ثواب نہیں ہوگا۔ البتہ غسل ہو جائے گا۔ (بہشتی زیور)

(۳) برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے ان کو دھونا اگرچہ ہاتھوں پر کوئی ناپاکی نہ ہو، اس لئے کہ بخاری شریف کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کیلئے پانی رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا پھر ان کو دو یا تین مرتبہ دھویا پھر استنجا فرمایا اپنے بائیں ہاتھ سے پھر اس کو زمین پر رگڑا پھر کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرہ اور ہاتھوں کو دھویا پھر اپنے سر کو تین بار دھویا پھر اپنے جسم مبارک پر پانی ڈالا پھر غسل کی جگہ سے ہٹ کر پاؤں کو دھویا۔ ایک روایت میں مختصر آیا ہے کہ نماز والا وضو فرمایا غسل سے پہلے۔ (بخاری کتاب الغسل مع طحطاوی)

(۴) اگر بدن یا کپڑے پر کہیں کوئی ناپاکی (منی وغیرہ) لگی ہو تو اس کو غسل سے پہلے دھونا تاکہ پانی بہانے سے وہ ناپاکی مزید نہ پھیلے اور ناپاکی دور ہونے کا اطمینان حاصل ہو جائے۔ (مراقی مع طحطاوی، ردالمحتار مع الدر المختار)

(۵) غسل سے پہلے وضو کرنا، وضو سے مراد نماز والا کامل وضو ہے اپنے تمام سُنَن اور آداب کیساتھ، سوائے قبلہ کی طرف منہ کرنے کے، کیونکہ عام طور سے غسل ننگے ہو کر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ میمونہ رضی اللہ عنہا میں ہے مگر یہ کہ اگر غسل ایسی جگہ کررہا ہو کہ جہاں غسل کا پانی جمع ہو جاتا ہے مثلاً کچی جگہ ہے اور اس میں گڑھا سا بنا ہوا ہے تو اب وضو میں پاؤں کو نہ دھوئے بلکہ غسل کرنے کے بعد پاک جگہ آکر پاؤں دھولے۔ لیکن اگر جگہ پختہ ہو کہ پانی ٹھہرتا نہیں بلکہ بہہ جاتا ہے یا کسی چوکی، تختہ، پتھر پر بیٹھ کر غسل کررہا ہے تو اب تاخیر کی ضرورت نہیں بلکہ وضو ہی میں پاؤں دھولے۔ (الصبح النوری، جوہرۃ، بہشتی زیور، طحطاوی، در مختار مع ردالمحتار)

(۶) تین بار پورے بدن پر پانی بہانا، پہلی مرتبہ بطورِ فرض اور باقی دو مرتبہ بطورِ سنت۔ لیکن ہر بار پانی بہانے میں پورے بدن کو گھیر لے ورنہ تین بار دھونے کی سنت ادا نہ ہوگی۔ چنانچہ اگر پہلی مرتبہ بدن کے کچھ حصے پر پانی ڈالا پھر دوسری مرتبہ کچھ حصے پر پھر تیسری مرتبہ میں جاکر پورے بدن پر پانی پہنچ گیا تو فرض ادا ہو جائے گا سنتِ تثلیث ادا نہ ہوگی۔ (ردالمحتار مع الطحطاوی)

(۷) پورے جسم پر پانی بہاتے وقت ابتدا سر سے کرنا یعنی سر کو تین بار دھونا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر اس کے بعد دائیں کندھے کو تین بار دھونا کیونکہ دائیں سے ابتدا مستحب ہے پھر بائیں کندھے کو تین بار دھونا۔ (طحطاوی مع ردالمحتار)

(۸) اپنے جسم کو رگڑنا یعنی پہلی مرتبہ جب پانی ڈالے تو رگڑے تاکہ باقی دو دفعہ میں پانی جسم تک پہنچ جائے۔ (مراقی الفلاح، در مختار مع منیہ)

(۹) جسم کو مسلسل دھونا یعنی جسم کے ایک حصے کے خشک ہو جانے سے پہلے دوسرے حصے کو دھونا۔ جب کوئی غسل کرنے والا (کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے بعد) جاری پانی میں یا اس پانی میں جو نجاست قبول نہ کرنے میں جاری پانی کے حکم میں ہو (جیسے بڑا تالاب یا دَہ دردَہ تالاب) داخل ہو جائے اور پانی میں اتنی دیر ٹھہر جائے جتنی دیر میں وضو اور غسل کیا جاسکے اور اپنے جسم کو بھی رگڑے تو گویا کہ اُس نے غسل کی سنت جو کہ تین بار جسم کو دھونا ہے، ادا کرلی کیونکہ اس طرح کرنے سے غسل میں مبالغہ ہو گیا۔ یہی حکم بارش میں ٹھہرنے کا بھی ہے۔ (طحطاوی مع مراقی، ردالمحتار)

خلاصہ یہ کہ جب سارے بدن پر پانی پڑ جاوے اور ساتھ کلّی بھی کرلے اور ناک میں پانی بھی ڈال لے تو غسل ہو جائے گا چاہے غسل کرنے کا ارادہ ہو چاہے نہ ہو۔ (بہشتی زیور)

تنبیہ: تین مرتبہ جسم کو دھونے کی سنت کی ادائیگی کیلئے جاری پانی میں تو حرکت کی ضرورت نہیں لیکن اگر کھڑے پانی مثلاً تالاب میں غسل کررہا ہو تو تثلیث کی سنت کو ادا کرنے کیلئے تین مرتبہ حرکت کرنا یا جگہ تبدیل کرنا ضروری ہے۔ نیز غسل کیلئے پانی کی مسنون مقدار / ۸ رطل یعنی ایک صاع ہے اور صاع / ۴ مُد کا ایک پیمانہ ہے۔ جب کہ وضو کیلئے پانی کی مسنون مقدار ایک مُد یعنی دو رطل ہیں۔

أَقْسَامُ الْغُسْلِ: يَنْقَسِمُ الْغُسْلُ إِلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ: (۱) فَرْضٌ، (۲) مَسْنُوْنٌ، (۳) مَنْدُوْبٌ۔ **مَتَى يَفْتَرِضُ الْغُسْلُ؟** يَفْتَرِضُ الْغُسْلُ بِوَاحِدٍ مِنْ أَرْبَعَةِ أُمُوْرٍ: (۱) يَفْتَرِضُ الْغُسْلُ عَلَى الْإِنْسَانِ إِذَا كَانَ جُنُباً۔ (۲) يَفْتَرِضُ الْغُسْلُ عَلَى الْمَرْأَةِ إِذَا طَهُرَتْ مِنَ الْحَيْضِ۔ (۳) يَفْتَرِضُ الْغُسْلُ عَلَى الْمَرْأَةِ إِذَا طَهُرَتْ مِنَ النِّفَاسِ۔ (۴) يَفْتَرِضُ تَغْسِيْلُ الْمَيِّتِ عَلَى الْأَحْيَاءِ۔

حلِّ لغات: مَنْدُوْبٌ؛ صیغہ اسم مفعول باب نصر سے بمعنی وہ چیز جس کی طرف بلایا جائے اور ترغیب دی جائے، مراد اِس سے پسندیدہ اور مستحب ہے۔ حَيْضٌ؛ مصدر ہے باب ضرب کا اجوف یائی سے بمعنی بہنا۔ مراد اس سے ماہواری خون جو عورتوں کو تقریباً ہر مہینہ آتا ہے۔ نِفَاسٌ؛ مصدر ہے باب سمع سے بمعنی زچّہ ہونا، بچہ جننا۔ مراد اس سے وہ خون ہے جو ولادت کے بعد آتا ہے۔ أَحْيَاءٌ؛ جمع حَيٌّ کی بمعنی زندہ لوگ۔

ترجمہ: غُسل کی قسمیں: غسل تین قسموں کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔(۱) پہلی قسم فرض ہے۔(۲) دوسری قسم سنّت ہے۔(۳) تیسری قسم مُستحب ہے۔ غُسل کب فرض ہوتا ہے؟ غُسل چار کاموں میں سے ایک کام کی وجہ سے فرض ہوتا ہے۔ (۱) پہلا کام، غُسل آدمی پر فرض ہوجاتا ہے جب آدمی جُنبی یعنی ناپاک ہوجائے۔(۲) دوسرا کام، غُسل عورت پر فرض ہوجاتا ہے جب وہ حیض سے پاک ہوجائے۔

(۳) تیسرا کام، غُسل عورت پر فرض ہوجاتا ہے جب وہ نفاس سے پاک ہوجائے۔ (۴) چوتھا کام، مُردہ کو نہلانا زندوں پر فرض ہے۔

تشریح: غُسل کے فرائض اور سنتیں بیان کرنے کے بعد اب غسل کی قسمیں اور اُن کی تفصیل بیان کرتے ہیں: چنانچہ فرماتے ہیں کہ غُسل چار باتوں میں سے ایک بات کی وجہ سے فرض ہوتا ہے یعنی غسل فرض ہونے کی چار شرطیں ہیں: (۱) جُنبی ہونا، اب آدمی جُنبی کب بنتا ہے؟ اِس کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی دو وجہوں سے جُنبی بنتا ہے۔ پہلی وجہ، شہوت کیساتھ کُود کر منی کا نکلنا، چاہے مرد سے نکلے یا عورت سے، نیند کی حالت میں ہو یا بیداری کی حالت میں ہر حال میں غسل فرض ہوجائے گا۔ دوسری وجہ، جب مرد کے پیشاب کے مقام کی سپاری (یعنی عضوِ تناسل کا سِرا جہاں تک ختنہ ہوتا ہے) عورت کی شرمگاہ کے اندر چلی جائے اور چُھپ جائے تو مرد اور عورت دونوں پر غسل فرض ہوجائے گا چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔ نیز اگر مَقْعَدْ یعنی کسی مرد یا عورت کے پیچھے کی راہ میں مرد کی سپاری داخل ہوجائے تو بھی فاعل اور مفعول دونوں پر غسل فرض ہوجائے گا چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔ نیز اگر آنکھ کھلی اور کپڑے یا بدن پر منی لگی ہوئی دیکھی تو بھی غسل فرض ہوجاتا ہے چاہے سوتے میں کوئی خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔

(۲) غسل فرض ہونے کی دوسری شرط حیض کے خون سے پاک ہونا۔ جو خون ہر مہینے عورت کے آگے کی راہ سے آتا ہے اُس کو حیض کہتے ہیں جب یہ خون بند ہوجائے تو غسل کرنا فرض ہے اس لئے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ" (البقرة) یعنی حیض والی عورتوں کے قریب مت جاؤ یہاں تک کہ وہ خوب پاک ہوجائیں اور یہ خوب پاک ہونا اُسی وقت ہوگا جبکہ خون بند ہونے کے بعد غسل بھی کرلے۔

(۳) نفاس کے خون سے پاک ہونا۔ جو خون بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو آتا ہے اُس کو نفاس کہتے ہیں اُس کے بند ہونے پر بھی غسل کرنا بالاجماع فرض ہے۔

تنبیہ: اِن تین کاموں کی وجہ سے غسل اُس وقت فرض ہے جب کہ ان تین باتوں میں مبتلا آدمی اُن لوگوں میں سے ہو جن پر نماز فرض ہے لہٰذا اگر مجنون یا کافر ان تین باتوں میں سے کسی بات میں مبتلا ہو تو اُس پر غسل فرض نہیں۔ (تاتارخانیہ، اشرف الھدایہ، بہشتی زیور، طحطاوی مع مراقی الفلاح)

(۴) غسل فرض ہونے کی چوتھی شرط۔ مسلمان میت، یعنی زندہ لوگوں پر فرض کفایہ ہے کہ مسلمان میت کو غسل دیں کیونکہ غسل دیئے بغیر میت پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ بشرطیکہ میت نے کوئی ایسا جرم نہ کیا ہو جو اس کے غسل کو ساقط کر دے جیسے بغاوت۔

تنبیہ: شہید کو بشرطیکہ جنبی نہ ہو اس کی شرافت اور بزرگی کی وجہ سے غسل نہیں دیا جاتا۔ نیز حدیث میں آتا ہے کہ شہداء کو اُن کے زخموں اور خون آلود کپڑوں میں لپیٹ دو۔ (احمد، بیہقی، جوہرۃ، نہر الفائق، تاتارخانیہ، مراقی مع طحطاوی)

مَتٰى يُسَنُّ الْغُسْلُ؟

يُسَنُّ الْغُسْلُ لِأَرْبَعَةِ أَشْيَاءَ: (١) لِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ۔ (٢) لِصَلَاةِ الْعِيدَيْنِ۔ (٣) لِلْإِحْرَامِ۔ (٤) لِلْحَاجِّ فِي عَرَفَةَ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ۔

حلِّ لغات: **جُمُعَةٌ**، میم کے ضمہ اور سکون کیساتھ لیکن ضمہ زیادہ بہتر ہے بمعنی ہفتہ کا ساتواں دن۔ جمع **جُمَعٌ**، **جُمُعَاتٌ**۔ **عِيْدٌ**، اجوف واوی سے ہے بمعنی ہر وہ دن جس میں کسی صاحبِ فضل یا کسی بڑے واقعہ کی یادگار مناتے ہوں، چونکہ عید کا دن ہر سال لوٹ کر آتا ہے اس لئے اس کو **عِيْدٌ** کہتے ہیں۔ جمع **أَعْيَادٌ**۔ **إِحْرَامٌ**، مصدر ہے باب افعال کا بمعنی حج یا عمرہ کا احرام باندھنا۔ **حَاجٌّ**، اسم فاعل ہے مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرنے والا۔ جمع **حُجَّاجٌ**۔ **عَرَفَةٌ**، مکہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام، نویں ذی الحجہ۔ **زَوَالٌ**، مصدر ہے اجوف واوی از باب نصر بمعنی آفتاب کا ڈھلنا۔ (مصباح)

ترجمہ: غسل کب مسنون ہے؟ غسل چار چیزوں کیلئے مسنون ہے۔ (۱) پہلی چیز جمعہ کی نماز کیلئے۔ (۲) دونوں عیدوں کی نماز کیلئے۔ (۳) احرام باندھنے کیلئے۔ (۴) حاجی کیلئے نویں ذی الحجہ میں سورج ڈھلنے کے بعد۔

تشریح: غسل کی قسموں میں سے فرض غسل کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ کونسے موقع پر غسل کرنا سنت ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ: چار موقعوں پر غسل کرنا مسنون ہے۔ (۱) نمازِ جمعہ کیلئے، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو ٹھیک ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

تنبیہ: جمعہ کے دن نمازِ جمعہ سے پہلے غسل کرنا مسنون ہے لہٰذا اگر کسی نے نمازِ جمعہ کے بعد غسل کیا تو یہ غسل معتبر نہیں اور سنت ادا نہ ہوگی کیونکہ جمعہ کے دن غسل کا مسنون ہونا اس لئے ہے کہ آدمی کے بدن کا میل کچیل دور ہو تاکہ نمازِ جمعہ میں لوگوں کو جسم کی بدبو سے تکلیف نہ ہو اور نمازِ جمعہ کے بعد نہانے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کسی نے جمعرات کے دن یا جمعہ کی رات کو غسل کیا تو بھی سنت ادا نہ ہوگی۔ (نہر الفائق، مراقی مع طحطاوی) بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کر کے اسی غسل سے نماز پڑھ لے۔ اور اگر غسل کرنے کے بعد نمازِ جمعہ سے پہلے وضو ٹوٹ گیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ (رد المحتار)

(۲) دونوں عیدوں عید الفطر، اور عید الاضحیٰ کی نمازوں کیلئے غسل کرنا مسنون ہے اس لئے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ عیدین کیلئے غسل فرماتے تھے۔ (ابن ماجہ، طبرانی)

تنبیہ: اگر کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے آجائیں تو اُن دونوں کیلئے ایک ہی غسل کافی ہے بشرطیکہ غسل کرتے وقت دونوں کی نیت کرے۔ (درمختار)

(۴) غسل فرض ہونے کی چوتھی شرط۔ مسلمان میت، یعنی زندہ لوگوں پر فرض کفایہ ہے کہ مسلمان میت کو غسل دیں بغیر غسل دیئے بغیر میت پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ بشرطیکہ میت نے کوئی ایسا جرم نہ کیا ہو جو اس کے غسل کو ساقط کردے جیسے بغاوت
تنبیہ: شہید کو بشرطیکہ جنبی نہ ہو اس کی شرافت اور بزرگی کی وجہ سے غسل نہیں دیا جاتا۔ نیز حدیث میں آتا ہے کہ شہداء کو ان کے زخموں اور خون آلود کپڑوں میں لپیٹ دو۔ (احمد، بیہقی، جوہرۃ، نہر الفائق، تاتارخانیہ، مراقی مع طحطاوی)

مَتٰی یُسَنُّ الْغُسْلُ؟

یُسَنُّ الْغُسْلُ لِأَرْبَعَةِ أَشْيَاءَ: (۱) لِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ۔ (۲) لِصَلَاةِ الْعِيدَيْنِ۔ (۳) لِلْإِحْرَامِ۔ (٤) لِلْحَاجِّ فِي عَرَفَةَ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ۔

حل لغات: جُمُعَةٌ، میم کے ضمہ اور سکون کیساتھ لیکن ضمہ زیادہ بہتر ہے بمعنی ہفتہ کا ساتواں دن۔ جمع **جُمَعٌ**، **جُمُعَاتٌ**۔ **عِيدٌ**، اجوف واوی سے ہے بمعنی ہر وہ دن جس میں کسی صاحب فضل یا کسی بڑے واقعہ کی یادگار مناتے ہوں، چونکہ عید کا دن ہر سال لوٹ کر آتا ہے اس لئے اس کو **عِيدٌ** کہتے ہیں۔ جمع **أَعْيَادٌ**۔ **إِحْرَامٌ**، مصدر ہے باب افعال کا بمعنی حج یا عمرہ کا احرام باندھنا۔ **حَاجٌّ**، اسم فاعل ہے مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرنے والا۔ جمع **حُجَّاجٌ**۔ **عَرَفَةٌ**، مکہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام، نویں ذی الحجہ۔ **زَوَالٌ**، مصدر ہے اجوف واوی از باب نصر بمعنی آفتاب کا ڈھلنا۔ (مصباح)

ترجمہ: غسل کب مسنون ہے؟ غسل چار چیزوں کیلئے مسنون ہے۔ (۱) پہلی چیز جمعہ کی نماز کیلئے۔ (۲) دونوں عیدوں کی نماز کیلئے۔ (۳) احرام باندھنے کیلئے۔ (۴) حاجی کیلئے نویں ذی الحجہ میں سورج ڈھلنے کے بعد۔

تشریح: غسل کی قسموں میں سے فرض غسل کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ کونسے موقع پر غسل کرنا سنت ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ: چار موقعوں پر غسل کرنا مسنون ہے۔ (۱) نمازِ جمعہ کیلئے، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو ٹھیک ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

تنبیہ: جمعہ کے دن نمازِ جمعہ سے پہلے غسل کرنا مسنون ہے لہٰذا اگر کسی نے نمازِ جمعہ کے بعد غسل کیا تو یہ غسل معتبر نہیں اور سنت ادا نہ ہوگی کیونکہ جمعہ کے دن غسل کا مسنون ہونا اس لئے ہے کہ آدمی کے بدن کا میل کچیل دور ہو تاکہ نمازِ جمعہ میں لوگوں کو جسم کی بدبو سے تکلیف نہ ہو اور نمازِ جمعہ کے بعد نہانے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کسی نے جمعرات کے دن یا جمعہ کی رات کو غسل کیا تو بھی سنت ادا نہ ہوگی۔ (نہر الفائق، مراقی مع طحطاوی) بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرکے اسی غسل سے نماز پڑھ لے۔ اور اگر غسل کرنے کے بعد نمازِ جمعہ سے پہلے وضو ٹوٹ گیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ (ردالمحتار)

(۲) دونوں عیدوں عید الفطر، اور عید الاضحیٰ کی نمازوں کیلئے غسل کرنا مسنون ہے اس لئے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ عیدین کیلئے غسل فرماتے تھے۔ (ابن ماجہ، طبرانی)

تنبیہ: اگر کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے آجائیں تو ان دونوں کیلئے ایک ہی غسل کافی ہے بشرطیکہ غسل کرتے وقت دونوں کی نیت کرے۔ (در مختار)

(۳) حج اور عمرہ کا احرام باندھنے سے پہلے، کیونکہ آپ ﷺ احرام باندھنے سے پہلے غسل فرماتے تھے۔ (ترمذی، دار قطنی، مراقی مع الصبح النوری)

تنبیہ: احرام باندھنے سے پہلے چونکہ غسل صفائی کیلئے ہوتا ہے پاکی کے لئے نہیں، اس لئے حیض، نفاس والی عورت کیلئے بھی یہ غسل مسنون ہے۔

(۴) حاجی کیلئے نویں ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں سورج ڈھلنے یعنی وقوف کے وقت کے شروع ہونے کے بعد وقوف کیلئے غسل کرنا مسنون ہے۔ اس لئے کہ حضرت فاکہہ بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ عید الفطر، عید الاضحیٰ، اور عرفہ کے دن غسل فرماتے تھے۔ (بزار) (در مختار مع رد المحتار، مراقی مع الصبح النوری)

مَتٰی یُسْتَحَبُّ الْغُسْلُ؟

یُسْتَحَبُّ الْغُسْلُ فِي الصُّوَرِ الْآتِيَةِ: (۱) فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ۔ (۲) فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ (۳) لِصَلَاةِ الْكُسُوفِ وَالْخُسُوفِ۔ (۴) لِصَلَاةِ الْإِسْتِسْقَاءِ۔ (۵) عِنْدَ فَزَعٍ۔ (۶) عِنْدَ ظُلْمَةٍ۔ (۷) عِنْدَ رِيحٍ شَدِيدَةٍ۔ (۸) عِنْدَ لُبْسِ ثَوْبٍ جَدِيدٍ۔ (۹) لِلَّذِي تَابَ مِنْ ذَنْبٍ۔ (۱۰) لِلَّذِي قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ۔ (۱۱) لِلَّذِي يُرِيدُ الدُّخُولَ فِي الْمَدِينَةِ الْمُنَوَّرَةِ۔ (۱۲) لِلَّذِي يُرِيدُ الدُّخُولَ فِي مَكَّةَ الْمُشَرَّفَةِ۔ (۱۳) عِنْدَ الْوُقُوفِ بِمُزْدَلِفَةَ صَبِيحَةَ يَوْمِ النَّحْرِ۔ (۱۴) لِطَوَافِ الزِّيَارَةِ۔ (۱۵) لِلَّذِي غَسَّلَ مَيِّتاً۔ (۱۶) بَعْدَ الْحِجَامَةِ۔ (۱۷) لِلَّذِي أَفَاقَ مِنْ جُنُونِهِ وَكَذَا يُسْتَحَبُّ لِلَّذِي أَفَاقَ مِنْ إِغْمَائِهِ، أَوْ مِنْ سُكْرِهِ۔ (۱۸) لِلَّذِي أَسْلَمَ وَهُوَ طَاهِرٌ، أَمَّا إِذَا كَانَ الَّذِي أَسْلَمَ جُنُباً فَيَفْتَرِضُ عَلَيْهِ الْغُسْلُ۔

حلِّ لغات: صُوَرٌ، جمع ہے صُورَۃٌ کی بمعنی شکل۔ کُسُوْفٌ، مصدر ہے باب نصر سے بمعنی آفتاب میں گہن لگنا، متغیر ہونا۔ خُسُوْفٌ، مصدر ہے باب ضرب سے بمعنی چاند میں گہن لگنا۔ فَزَعٌ، مصدر ہے باب فتح، سمع سے بمعنی گھبراہٹ۔ ظُلْمَۃٌ، بمعنی تاریکی۔ جمع ظُلُمَاتٌ۔ لُبْسٌ، مصدر ہے باب سمع سے بمعنی کپڑا پہننا۔ تَابَ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف واوی از باب نصر بمعنی گناہ چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا، نادم وپشیمان ہونا۔ قَدِمَ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف از باب سمع بمعنی سفر سے واپس ہونا، آنا۔ یُرِیْدُ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف واوی از باب افعال بمعنی چاہنا، خواہش کرنا۔ اَلْمَدِیْنَۃُ الْمُنَوَّرَۃُ، آپ ﷺ کا شہر جہاں آپ ﷺ کی وفات ہوئی اور جس کا نام ہجرت سے پہلے یثرب تھا۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے اس کا نام طَیْبَہ رکھا۔ مَکَّۃُ الْمُشَرَّفَۃُ، مکہ معظمہ جو پورے روئے زمین پر سب سے افضل جگہ ہے اور جہاں آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی اور زندگی کے تقریباً ۵۳ سال گذارے جس کو بَکّہ بھی کہتے ہیں۔ نیز مکہ اور مدینہ کے تقریباً ۱۰۰ نام ہیں۔ مُزْدَلِفَۃُ، ایک مقام کا نام ہے جو منیٰ کے بعد وادی محسر اور عرفات کے درمیان واقع ہے جہاں حاجی لوگ ۹ ذی الحجہ کے بعد رات کو بطورِ سنت اور ۱۰ ذی الحجہ کو طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب سے کچھ دیر پہلے تک بطورِ وجوب ٹھہرتے ہیں۔ صَبِیْحَۃٌ، بمعنی دن کا ابتدائی حصہ۔ نَحْرٌ، بمعنی قربانی کرنا۔ یوم نحر سے مراد ۱۰ ذی الحجہ کا دن ہے۔ حِجَامَۃٌ، مصدر ہے باب نصر، ضرب سے بمعنی پچھنا لگانا۔ اَفَاقَ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف واوی از باب افعال بمعنی دیوانگی سے ہوش میں آنا۔ (مصباح، قاموس الفقہ، طحطاوی)

ترجمہ: غسل کب مستحب ہے؟ آنے والی صورتوں اور مواقع میں نہانا پسندیدہ ہے۔ (۱) نصف (پندرہ) شعبان کی رات میں۔ (۲) شب قدر میں۔ (۳) سورج اور چاند گرہن کی نماز کیلئے۔ (۴) طلب باران کی نماز کیلئے۔ (۵) گھبراہٹ کے وقت۔ (۶) اندھیرے کے وقت۔ (۷) سخت ہوا (آندھی) کے وقت۔ (۸) نیا کپڑا پہننے کے وقت۔ (۹) اُس شخص کیلئے جس نے گناہ سے توبہ کی۔ (۱۰) اُس شخص کیلئے جو سفر سے واپس آئے۔ (۱۱) اُس شخص کیلئے جو مدینہ منورہ میں داخل ہونا چاہے۔ (۱۲) اُس شخص کیلئے جو مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہے۔ (۱۳) دسویں ذی الحجہ کی صبح کو مزدلفہ میں وقوف کے وقت۔ (۱۴) طوافِ زیارت کیلئے۔ (۱۵) اُس شخص کیلئے جو مردے کو نہلائے (۱۶) پچھنا لگانے کے بعد۔ (۱۷) اُس شخص کیلئے جو اپنے جنون سے ٹھیک ہو جائے (ہوش میں آئے) اور اِسی طرح اُس شخص کیلئے بھی غسل مستحب ہے جو اپنی بے ہوشی سے یا نشے سے ٹھیک ہو جائے۔ (اور ہوش میں آئے) (۱۸) اُس شخص کیلئے جو اسلام لایا اِس حال میں کہ وہ پاک ہے۔ بہر حال جب وہ شخص جو اِسلام لایا ناپاک ہو تو اُس پر نہانا فرض ہے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ مسنون غسل کو بیان کرنے کے بعد مستحب غسل کو بیان فرماتے ہیں کہ کن کن موقعوں پر غسل کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ: (۱) پہلا موقع پندرہ شعبان کی رات یعنی شبِ برأت کو غسل کرنا مستحب ہے اس لئے کہ یہ بڑی عظیم الشان رات ہے کہ اِس میں رزق تقسیم ہوتا ہے زندگی اور موت کے فیصلے ہوتے ہیں نیز اللہ تعالیٰ اِس رات میں مؤمنین کیلئے دوزخ کی آگ سے اور گناہوں سے برأت لکھتا ہے نیز چونکہ اِس رات میں جاگنا مطلوب ہے اور غسل اِس جاگنے میں مُعین اور مددگار ہے نیز اِس لئے بھی کہ اِس رات کا قیام دو طہارتوں یعنی وضو اور غسل میں سے کامل طہارت یعنی غسل کیساتھ ہو۔

(۲) شبِ قدر میں چاہے بعینہٖ شبِ قدر ہو یا وہ رات ہو جس میں شبِ قدر کا احتمال ہو۔ اِس میں بھی وہی تفصیل ہے جو شبِ برأت میں گذر گئی۔ (۳) سورج اور چاند کو گرہن لگنے کے وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے اُس نماز کیلئے تاکہ اِن دونوں کی نماز طہارتوں میں سے کامل طہارت کیساتھ ادا ہو جائے۔ (۴) نمازِ استسقاء کیلئے یعنی خشک سالی کے زمانہ میں بارش طلب کرنے کیلئے استغفار پڑھتے ہوئے گڑگڑا کر جو نماز پڑھی جاتی ہے اُس کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۵) دشمن وغیرہ سے گھبراہٹ کے وقت اللہ کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جو نماز پڑھی جاتی ہے اُس کیلئے غسل کرنا۔ (۶) دن کو اندھیرا چھا جانے کے وقت نماز پڑھنے کیلئے۔ (۷) دن یا رات میں سخت ہوا، آندھی، طوفان کے وقت نماز پڑھنے کیلئے، کیونکہ اِن آندھیوں اور طوفانوں سے اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کو ہلاک کیا ہے پس غسل کر کے نماز پڑھنا تاکہ خوب پاک ہو کر اللہ کے سامنے عاجزی کی جائے۔ (۸) نئے کپڑوں کی نعمت ملنے پر شکریہ ادا کرنے کیلئے۔ (۹) گناہوں سے توبہ کرنے والے کیلئے تاکہ گناہوں کا اثر زائل ہو جائے اور توبہ کی توفیق ملنے پر شکریہ ادا کرنے کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۰) سفر سے واپسی پر، تاکہ میل کچیل دور ہو۔ (۱۱) مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے مدینہ منورہ کی تعظیم اور احترام کے خاطر نیز مدینہ میں آنے والا گویا کہ حضور ﷺ کے دربار میں آنے والا ہے۔ (۱۲) مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے بیت اللہ کے احترام کے پیشِ نظر، نیز طواف کو کامل طہارت کیساتھ ادا کرنے کیلئے۔ (۱۳) دسویں ذی الحجہ کی صبح کو مزدلفہ میں وقوف کیلئے، کیونکہ یہ مسلمانوں کے جمع ہونے کی دوسری جگہ ہے جبکہ عرفات پہلی جگہ تھی۔ نیز یہ مقام آپ ﷺ کی دعا کی قبولیت کا ہے جو انہوں نے امت کے ظالموں کے حق میں مانگی تھی۔ (۱۴) طوافِ زیارت کیلئے

جس کو طوافِ فرض بھی کہتے ہیں۔ بیت اللہ کے احترام کے پیشِ نظر۔ (۱۵) میت کو نہلانے کے بعد نہلانے والے کا خود غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱٦) پچھنا لگانے کے بعد یعنی بطورِ علاج جسم سے جو خون نکالا جاتا ہے اُس سے فارغ ہونے کے بعد غسل کرنا۔ کیونکہ ابو داؤد شریف کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ چار چیزوں سے غسل فرماتے تھے اُن میں سے ایک پچھنا لگانا بھی ہے۔ (۱۷) ترجمہ سے واضح ہے۔ (۱۸) جو شخص پاکی کی حالت میں مسلمان ہوا ہو یعنی جنابت، حیض، نفاس سے غسل کر چکا تھا پھر مسلمان ہوا تو اب مسلمان ہونے کے بعد اس کیلئے غسل کرنا مستحب ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے مسلمان ہونے والے کو اس کا حکم دیا ہے۔ لیکن اگر کوئی کافر حالتِ جنابت، حیض، نفاس میں مسلمان ہوا ہو تو اس پر غسل کرنا فرض ہے۔ کیونکہ اسلام لانے کے بعد بھی ناپاکی باقی ہے تو گویا کہ مسلمان ہونے کے بعد ناپاک ہوا۔ (مراقی الفلاح، در مختار مع رد المحتار)

اَلتَّيَمُّمُ

اَلتَّيَمُّمُ لُغَةً: اَلْقَصْدُ، يُقَالُ تَيَمَّمْتُ فُلَانًا، أَيْ قَصَدْتُهُ۔ **وَشَرْعًا**: هُوَ مَسْحُ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ عَنْ صَعِيْدٍ طَيِّبٍ بَدَلًا عَنِ الْوُضُوْءِ، أَوِ الْغُسْلِ عِنْدَ فَقْدِ الْمَاءِ، أَوْ تَعَذُّرِ إِسْتِعْمَالِهٖ۔

حلِّ لغات: **اَلتَّيَمُّمُ**؛ مصدر ہے باب تفعُّل کا مضاعف ثلاثی سے بمعنی قصد کرنا۔ **صَعِيْدٍ**؛ بمعنی مٹی۔ جمع **صُعُدٌ**۔ **تَعَذُّرٌ**؛ مصدر ہے باب تفعُّل کا بمعنی دشوار ہونا۔

ترجمہ: تیمم۔ تیمم عربی لغت کے اعتبار سے قصد اور ارادہ کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے "تَيَمَّمْتُ فُلَانًا" یعنی میں نے فلاں کا ارادہ کیا۔ اور شریعت کے اعتبار سے تیمم چہرے اور دونوں ہاتھوں کا پاک مٹی سے مسح کرنا وضو یا غسل کے بدلے میں پانی نہ ملنے کے وقت یا پانی کے استعمال کے دشوار ہونے کے وقت۔

تشریح: پانی کے ذریعہ طہارت حاصل کرنے کو بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ مٹی کے ذریعہ طہارت حاصل کرنے کو بیان کرتے ہیں۔ اسلام ایسا فطری دین ہے کہ جس میں کہیں کوئی ایسا حکم نہیں دیا گیا ہے جو انسان کیلئے ناقابلِ تحمل ہو اور اسکی صلاحیت اور قوت سے زیادہ ہو۔ تیمم اُسکی ایک نظیر ہے۔

بعض چیزیں ایسی ہیں کہ شریعت میں ان کی وجہ سے غسل واجب ہوتا ہے بعض چیزوں کے پیش آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وضو اور غسل دونوں کیلئے پانی کا استعمال ناگزیر ہے لیکن بعض حالات میں آدمی پانی استعمال نہیں کر سکتا ایسے موقع پر شریعت نے تیمم کو جائز قرار دیا۔

پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے وضو اور غسل کو پہلے بیان کیا اور تیمم کو بعد میں اسکی ایک وجہ یہ ہے کہ تیمم وضو اور غسل کا نائب ہے اور نائب اصل کے بعد ہوتا ہے۔ دوسری وجہ قرآن کا اتباع ہے کہ قرآن میں بھی وضو اور غسل کا ذکر تیمم سے پہلے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ" الآیہ (مائدہ:٦) تیمم اِس امت کی خصوصیات میں سے ہے پہلے کسی امت کیلئے تیمم جائز نہیں قرار دیا گیا۔ (تاتارخانیہ، در مختار مع رد المحتار، طحطاوی، نہر الفائق)

تیمم کا معنی ارادہ کرنا اور شریعت کی زبان میں وضو (جبکہ بے وضو ہو) یا غسل (جبکہ جنبی ہو) کے بدلے پاک مٹی سے چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح کرنے کو کہتے ہیں جبکہ پانی نہ ہو یا پانی تو ہو لیکن کسی بیماری، درندے، دشمن وغیرہ کی وجہ سے استعمال نہ کر سکتا ہو۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پاک مٹی کی شرط لگائی ہے لہذا زمین جو ناپاک ہو کر خشک ہوگئی ہو اُس پر تیمم کرنا جائز نہیں۔

دَلِيْلُ مَشْرُوْعِيَّتِهِ: اَلْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ

أَمَّا الْكِتَابُ فَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ (النساء: ۴۳)

ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے یا تم نے بیوی سے قربت کی ہو اور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو اور چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہے بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا۔

وَأَمَّا السُّنَّةُ فَقَوْلُهُ ﷺ: ﴿فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ، جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا، وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ﴾ (رواه مسلم عن ابي حذيفة رضي الله عنه) (۵۲۲)

ترجمہ: اور بہر حال حدیث تو آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ہمیں باقی امتوں پر تین چیزوں کی وجہ سے فضیلت بخشی گئی ہے۔ (۱) ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئی ہیں۔ (۲) اور ہمارے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا۔ (۳) اور زمین کی مٹی کو ہمارے لئے پاک کرنے والا بنایا گیا۔

شُرِعَ التَّيَمُّمُ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ يَعْجِزُ عَنْ إِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ لِكَوْنِ الْمَاءِ مَفْقُوْدًا أَوْ لِسَبَبِ مَرَضٍ أَصَابَهُ فَيَتَيَمَّمُ عِوَضًا عَنِ الْوُضُوْءِ أَوِ الْغُسْلِ لِئَلَّا يُحْرَمَ أَدَاءَ الْعِبَادَاتِ الَّتِيْ لَا تَصِحُّ إِلَّا بِهِمَا كَالصَّلَاةِ الَّتِيْ هِيَ أَجَلُّ الْعِبَادَاتِ. اَلتَّيَمُّمُ فِي اللُّغَةِ: اَلْقَصْدُ. وَفِي الشَّرْعِ: هُوَ طَهَارَةٌ تُرَابِيَّةٌ تَشْتَمِلُ عَلَى مَسْحِ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ بِصَعِيْدٍ مُطَهِّرٍ مَعَ النِّيَّةِ۔

حلِ لغات: أَجَلُّ: صیغہ اسم تفضیل مضاعف ثلاثی از باب ضرب بمعنی بڑے مرتبہ والا ہونا۔

ترجمہ: تیمم جائز قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ انسان کبھی پانی کے استعمال سے عاجز ہو جاتا ہے پانی نہ ملنے کی وجہ سے یا کسی ایسی بیماری کی وجہ سے جو اُسے لاحق ہوئی ہو۔ پس تیمم کرے گا وضو یا غسل کے بدلے میں تاکہ اُن عبادتوں کو ادا کرنے سے محروم نہ رہے جو عبادتیں وضو یا غسل سے ہی درست ہوتی ہیں۔ جیسا کہ نماز جو کہ عبادتوں میں سے بڑی عبادت ہے۔ تیمم لغت میں ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں وہ مٹی والی پاکی ہے جو مشتمل ہے نیت کیساتھ پاک کرنے والی مٹی کے ذریعہ چہرے اور کہنیوں سمیت ہاتھوں کے مسح پر۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ تیمم کے جواز کو قرآن اور حدیث سے ثابت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: تیمم کی گنجائش اس لئے رکھی گئی ہے کہ انسان بعض مرتبہ پانی کے استعمال سے عاجز آجاتا ہے یا تو اس وجہ سے کہ پانی ہی نہیں ملتا یا پانی تو ہوتا ہے لیکن کسی مرض کی وجہ سے استعمال نہیں کر سکتا کہ اگر پانی استعمال کرے گا تو مرنے کا خطرہ ہے یا کم از کم بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ ہے تو اس صورت میں وضو، یا غسل کے بجائے تیمم کریگا تاکہ اُن عبادات سے محروم نہ رہے کہ جن کیلئے وضو یا غسل ضروری ہے جیسا کہ نماز جو کہ عبادتوں میں سے بڑی اور اہم عبادت ہے۔

پھر تیمم کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کی ہے کہ عربی زبان میں تیمم کا ترجمہ قصد اور ارادے کے ہیں اور شریعت کی زبان میں تقرّب کی نیت سے پاک مٹی وغیرہ کیساتھ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنے کو کہتے ہیں۔

پھر تیمم کی مشروعیت جیسا کہ حدیث میں گذر گیا کہ اِس امت کی خصوصیت ہے کہ روئے زمین کو خاص طور پر ہمارے لئے مسجد اور ذریعۂ طہارت بنایا گیا ہے۔ اِس کی مشروعیت غزوہ مُرَیسیع میں ہوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہڈی کا ہار گم ہوگیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تلاش کرنے کیلئے بھیجا اِس دوران نماز کا وقت ہوگیا، پانی موجود نہ تھا، بعض لوگوں نے پریشان ہوکر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ آپ کی صاحبزادی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگوں کو زحمتِ انتظار گوارا کرنی پڑی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بیٹی کو بُرا بھلا کہا۔ اس پر آیتِ تیمم نازل ہوئی۔ یہ ۵ یا ۶ ہجری کا واقعہ ہے۔

شُرُوطُ صِحَّةِ التَّيَمُّمِ

لَا يَصِحُّ التَّيَمُّمُ إِلَّا إِذَا اجْتَمَعَتْ ثَمَانِيَةُ شُرُوطٍ: (۱) **اَلشَّرْطُ الْأَوَّلُ**: اَلنِّيَّةُ. فَلَا يَصِحُّ التَّيَمُّمُ بِدُوْنِ النِّيَّةِ. يُشْتَرَطُ فِيْ نِيَّةِ التَّيَمُّمِ الَّذِيْ تَصِحُّ بِهِ الصَّلَاةُ أَنْ يَنْوِيَ وَاحِداً مِنْ ثَلَاثَةِ أُمُوْرٍ: ا: أَنْ يَنْوِيَ الطَّهَارَةَ مِنَ الْحَدَثِ، وَلَا يَلْزَمُ تَعْيِيْنُ الْحَدَثِ فِي النِّيَّةِ. ب: أَنْ يَنْوِيَ إِسْتِبَاحَةَ الصَّلَاةِ. ج: أَنْ يَنْوِيَ عِبَادَةً مَقْصُوْدَةً لَا تَصِحُّ بِدُوْنِ طَهَارَةٍ كَالصَّلَاةِ، وَسَجْدَةِ التِّلَاوَةِ. لَوْ تَيَمَّمَ بِنِيَّةِ مَسِّ الْمُصْحَفِ لَا تَصِحُّ صَلَاتُهُ بِهٰذَا التَّيَمُّمِ، لِأَنَّ مَسَّ الْمُصْحَفِ لَيْسَ بِعِبَادَةٍ أَصْلاً، وَإِنَّمَا الْعِبَادَةُ هِيَ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ۔

حلِّ لغات: اِسْتِبَاحَةٌ: مصدر ہے باب استفعال کا اجوف واوی سے بمعنی جائز و مُباح ٹھہرانا۔

ترجمہ: تیمم کے درست ہونے کی شرطیں: تیمم درست نہیں مگر جب آٹھ شرطیں جمع ہو جائیں۔ (۱) پہلی شرط: نیت ہے، پس بغیر نیت کے تیمم درست نہیں ہے۔ شرط لگائی جاتی ہے اُس تیمم کی نیت میں جس کے ذریعہ نماز درست ہوتی ہے اِس بات کی کہ نیت کرے تین کاموں میں سے ایک کام کی: (الف) ایک یہ کہ ناپاکی سے پاک ہونے کی نیت کرے، اور نیت میں ناپاکی کو متعین کرنا ضروری نہیں۔ (ب) دوسرا یہ کہ نماز کو جائز اور مباح ٹھہرانے کی نیت کرے۔ (ج) تیسرا یہ کہ ایسی عبادت کی نیت کرے جو مقصود ہو جو بغیر پاکی کے درست نہ ہو جیسے نماز، اور سجدۂ تلاوت۔ اگر قرآن کو چھونے کی نیت سے تیمم کیا تو اِس تیمم سے اُسکی نماز درست نہیں ہوگی اس لئے کہ قرآن کو چھونا بالکل عبادت نہیں۔ سوائے اسکے نہیں کہ عبادت وہ تو قرآن کی تلاوت ہی ہے۔

تشریح: تیمم کی کچھ شرطیں ہیں، کچھ ارکان ہیں، کچھ سُنن ہیں، کیفیت ہے، اب یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ان تمام باتوں کو بیان فرمائیں گے۔ سب سے پہلے تیمم کے درست ہونے کی شرطیں بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ: تیمم اُسی وقت درست ہوگا جبکہ آٹھ شرطیں جمع ہو جائیں۔ اُن میں سے پہلی شرط نیت ہے بغیر نیت کے تیمم درست نہ ہوگا اس لئے کہ مٹی بذاتِ خود ملوّث ہے مزید آدمی کو گندا کرتی ہے لہٰذا اِس میں پاک کرنے کی صفت نیت کے ذریعہ سے پیدا ہوگی بخلاف پانی کے کہ وضو اور غسل میں نیت شرط نہیں اس لئے کہ پانی بذاتِ خود پاک کرنے والا پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْراً"۔ اور نیت ہاتھوں کو مٹی پر مارنے کے وقت

بجائے گی۔ پھر تیمم کی نیت میں بھی تین باتوں میں سے ایک بات کی نیت شرط اور ضروری ہے تاکہ یہ تیمم نماز کیلئے صحیح بن سکے۔ (۱) حدث سے پاکی کی نیت۔ اور اِس نیت میں ناپاکی کی تعیین ضروری نہیں کہ وضو کیلئے تیمم کرتا ہوں یا غسل کیلئے۔ مطلقاً پاکی کی نیت بھی کافی ہے۔ جنابت اور وضو میں تمیز ضروری نہیں۔ اس لئے کہ وضو اور غسل دونوں کا تیمم ایک ہی ہے کوئی فرق نہیں، (۲) یا اس بات کی نیت کرے کہ تیمم کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ سے نماز پڑھنا جائز ہو جائے۔ (۳) یا کسی ایسی عبادت کیلئے تیمم کی نیت کرے جو بذاتِ خود مقصود ہو یعنی کسی دوسری عبادت کے ضمن میں تابع بن کر واجب نہ ہو جیسے قرآن کو چھونا، مسجد میں داخل ہونا۔ بلکہ شروع ہی سے بذاتِ خود عبادت بن کر مشروع ہوئی ہو جیسے نماز، سجدۂ تلاوت، نمازِ جنازہ، اور وہ پاکی کے بغیر درست نہ ہو بلکہ اُس کیلئے طہارت ضروری ہو یعنی بے وضو ہونے کی صورت میں وضو اور جُنبی ہونے کی صورت میں غسل ضروری ہو مثلاً نماز، سجدۂ تلاوت، نمازِ جنازہ کہ یہ تینوں کام عبادات مقصودہ بھی ہیں اور پاکی کے بغیر درست بھی نہیں۔ پس اگر کسی نے قرآن کو ہاتھ لگانے اور پکڑنے کی نیت سے تیمم کیا تو اِس تیمم سے وہ نماز نہیں پڑھ سکتا اِس لئے کہ قرآن کو ہاتھ لگانا عبادت نہیں عبادت تو تلاوت ہے۔

كَذَا لَوْ تَيَمَّمَ بِنِيَّةِ الْأَذَانِ، أَوِ الْإِقَامَةِ لَا تَصِحُّ صَلَاتُهُ بِهٰذَا التَّيَمُّمِ، لِأَنَّ الْأَذَانَ، وَالْإِقَامَةَ لَيْسَا بِعِبَادَةٍ مَقْصُوْدَةٍ فِيْ ذَاتِهِمَا۔ وَكَذَا لَوْ تَيَمَّمَ بِنِيَّةِ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ، وَهُوَ مُحْدِثٌ حَدَثًا أَصْغَرَ، لَا تَصِحُّ صَلَاتُهُ بِهٰذَا التَّيَمُّمِ، لِأَنَّ التِّلَاوَةَ وَإِنْ كَانَتْ عِبَادَةً مَقْصُوْدَةً وَلٰكِنَّهَا تَصِحُّ بِدُوْنِ الْوُضُوْءِ۔ (۲) اَلشَّرْطُ الثَّانِيْ: أَنْ يُّوْجَدَ عُذْرٌ مِنَ الْأَعْذَارِ الَّتِيْ تُبِيْحُ التَّيَمُّمَ۔

حلِّ لُغات: أَذَانٌ؛ مہموز الفاء بمعنی خبردار کرنے اور اعلان کرنے کے ہیں۔ فقہ کی اصطلاح میں اُن مخصوص کلمات کا نام ہے جن کے ذریعہ فرض نمازوں کی اطلاع دی جاتی ہے۔ إِقَامَةٌ؛ مصدر ہے باب افعال کا اجوف واوی سے بمعنی کھڑا کرنا۔ فقہ کی اصطلاح میں ان کلمات کو کہتے ہیں جو نماز سے پہلے کہے جاتے ہیں۔ عُذْرٌ؛ بمعنی حجت، مجبوری جس کی بناپر عُذر کیا جاتا ہے۔ جمع أَعْذَارٌ۔ تُبِيْحُ؛ صیغہ واحدہ مؤنثہ غائبہ اثبات فعل مضارع معروف اجوف واوی از باب افعال بمعنی جائز کرنا، مباح رکھنا۔

ترجمہ: اسی طرح اگر اذان، یا اقامت کی نیت سے تیمم کیا تو اِس تیمم سے اسکی نماز درست نہیں ہوگی، اس لئے کہ اذان، اور اقامت اپنی ذات میں مقصود عبادت نہیں۔ اور اسی طرح اگر تیمم کیا قرآن کی تلاوت کی نیت سے اِس حال میں کہ وہ ناپاک ہو چھوٹی ناپاکی کیساتھ (بے وضو ہو) تو اِس تیمم سے اُسکی نماز درست نہیں ہوگی اسلئے کہ تلاوت اگرچہ عبادتِ مقصودہ ہے لیکن بغیر وضو کے بھی درست ہے۔ (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ اُن مجبوریوں میں سے کوئی مجبوری پائی جائے جو مجبوریاں تیمم کو جائز رکھتی ہیں۔

تشریح: تیمم کی نیت میں تین باتوں میں سے ایک بات ضروری ہے جن میں سے دو کا بیان ہو گیا۔ ((۱) حدث سے پاک ہونے کی نیت ــــ (۲) یا نماز کے جائز ہونے کی نیت کرے)۔ (۳) تیسری بات کا بیان چل رہا ہے کہ یا ایسی عبادت کی نیت کرے جو بذاتِ خود مقصود ہو اور طہارت کے بغیر جائز نہ ہو لہٰذا اگر کسی ایسے کام کیلئے تیمم کرے جس میں اِن دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بات نہ ہو یا دونوں باتیں نہ ہوں تو اس تیمم کا اعتبار نہیں یعنی اُس سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ جیسے کسی نے اذان، یا اقامت، یا مسجد میں داخل ہونے کی نیت سے تیمم کیا تو اِس تیمم سے وہ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس لئے کہ یہاں دونوں شرطیں نہیں پائی گئیں۔ عبادتِ مقصودہ بھی نہیں اور بغیر طہارت کے جائز بھی ہے۔

اِسی طرح اگر کوئی بے وضو آدمی تلاوتِ قرآن کی نیت سے تیمم کرے تو اِس تیمم سے وہ نماز نہیں پڑھ سکتا اس لئے کہ یہاں اگرچہ پہلی شرط موجود ہے کہ عبادتِ مقصودہ ہے لیکن دوسری شرط موجود نہیں یعنی وضو کے بغیر تلاوت جائز ہے اِسی طرح اگر قرآن کو چُھونے کی نیت سے تیمّم کیا تو بھی اس سے نماز نہیں پڑھ سکتا اس لئے کہ یہاں پہلی شرط نہیں یعنی قرآن کو ہاتھ لگانا عبادتِ مقصودہ نہیں اگرچہ دوسری شرط موجود ہے کہ بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں۔

تنبیہ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بے وضو ہونے کی شرط لگائی ہے اِس لئے کہ اگر کوئی جُنبی آدمی جس پر غسل فرض ہے وہ تلاوتِ قرآن کی نیت سے تیمم کرے یا کوئی عورت جو حیض، نفاس سے پاک ہو جائے وہ تلاوت کی نیت سے تیمم کر لے تو اِس تیمم سے یہ لوگ نماز بھی پڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ یہاں دونوں شرطیں موجود ہیں۔(۱) تلاوت عبادتِ مقصودہ بھی ہے۔(۲) اور جُنبی، وغیرہ کیلئے بغیر غسل کئے تلاوت جائز بھی نہیں۔(در مختار مع ردالمحتار، مراقی مع الطحطاوی)

تیمم کی آٹھ شرطوں میں سے پہلی شرط نیت کا بیان ختم ہو گیا۔ اب "اَلشَّرْطُ الثَّانِيْ" سے دوسری شرط کو بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جن عذروں کے پائے جانے سے تیمّم جائز ہو جاتا ہے اُن عذروں میں سے کوئی عذر پایا جائے تب تیمّم درست ہو گا۔ آگے اُن اعذار کو تفصیل سے بیان فرماتے ہیں۔

أَمْثِلَةُ الْأَعْذَارِ الَّتِي تُبِيْحُ التَّيَمُّمَ

(۱) كَوْنُ الْمَاءِ بَعِيْداً عَنْهُ مَسِيْرَةَ مِيْلٍ، أَوْ أَكْثَرَ۔(۲) يَغْلِبُ عَلٰى ظَنِّهٖ، أَوْ أَخْبَرَهُ طَبِيْبٌ مُسْلِمٌ حَاذِقٌ أَنَّهُ لَوِ اسْتَعْمَلَ الْمَاءَ حَدَثَ لَهُ مَرَضٌ، أَوِ ازْدَادَ مَرَضُهُ، أَوْ تَأَخَّرَ شِفَائُهُ مِنَ الْمَرَضِ۔(۳) يَغْلِبُ عَلٰى ظَنِّهٖ أَنَّهُ لَوِ اسْتَعْمَلَ الْمَاءَ الْبَارِدَ هَلَكَ۔ (٤) يَخَافُ الْعَطَشَ عَلٰى نَفْسِهٖ، أَوْ عَلٰى غَيْرِهٖ، إِذَا كَانَ الْمَاءُ قَلِيْلاً۔(٥) لَا تُوْجَدُ آلَةٌ يُخْرَجُ بِهَا الْمَاءُ كَالدَّلْوِ، وَالرِّشَاءِ۔ (٦) يَخَافُ مِنْ عَدُوٍّ حَائِلٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَاءِ، سَوَاءٌ كَانَ الْعَدُوُّ إِنْسَاناً، أَوْ حَيَوَاناً مُفْتَرِساً۔(۷) إِذَا غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ أَنَّهُ لَوِ اشْتَغَلَ بِالْوُضُوْءِ فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ، أَوْ صَلَاةُ الْجَنَازَةِ، لِأَنَّ هٰذِهِ الصَّلَوَاتِ لَا تُقْضٰى۔ أَمَّا إِذَا غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ أَنَّهُ لَوِ اشْتَغَلَ بِالْوُضُوْءِ خَرَجَ وَقْتُ الصَّلَاةِ، أَوْ فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ، فَلَا يَجُوْزُ لَهُ التَّيَمُّمُ، بَلْ يَتَوَضَّأُ، وَيَقْضِي الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ، وَيُصَلِّي الظُّهْرَ عِوَضاً عَنِ الْجُمُعَةِ۔

حلِّ لُغات: اُمْثِلَةٌ؛ جمع ہے مِثَالٌ کی۔ مَسِيْرَةٌ؛ بمعنی مسافت، فاصلہ۔ مِيْلٌ؛ ایک ہزار باع اور باع دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کی لمبائی۔ جمع اَمْيَالٌ۔ حَاذِقٌ؛ بمعنی ماہر۔ اسم فاعل ہے باب ضرب، سمع سے۔ اِزْدَادَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف یائی از باب افتعال اصل میں تھا اِزْتَيَدَ بروزن اِجْتَنَبَ پھر یاء کو الف سے تبدیل کر دیا یاء کے متحرک ہونے اور ما قبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے اِزْتَادَ بن گیا پھر تائے افتعال کو دال سے تبدیل کر دیا اِزْدَادَ بن گیا۔ بمعنی زیادہ ہونا۔ عَطَشٌ؛ بمعنی پیاس۔ مُفْتَرِسٌ؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل صحیح از باب افتعال بمعنی گردن توڑنا۔

ترجمہ: اُن مجبوریوں کی مثالیں جو تیمم کو جائز کرتی ہیں: (۱) پانی کا تیمم کرنے والے سے ایک میل یا اس سے زیادہ دور ہونا۔ (۲) تیمم کرنے والے کا غالب گمان ہے یا اُس کو کسی ماہر، مسلمان مُعالج نے یہ بتادیا کہ اگر پانی استعمال کرے گا تو اُس کو بیماری لاحق ہو جائے گی یا اُس کی بیماری بڑھ جائے گی یا اُسکے بیماری سے تندرست ہونے میں دیر لگے گی۔ (۳) اُس کا غالب گمان یہ ہے کہ اگر ٹھنڈا پانی استعمال کرے گا تو مر جائے گا۔ (۴) تیمم کرنے والے کو اپنی جان یا اپنے علاوہ پر پیاس کا ڈر ہو جب کہ پانی تھوڑا ہو۔ (۵) ایسا آلہ نہ پایا جائے جس کے ذریعہ پانی نکالا جائے جیسا کہ ڈول، رسی۔ (۶) تیمم کرنے والا اُس دشمن سے ڈرتا ہو جو اُس کے اور پانی کے درمیان حائل اور رکاوٹ ہے برابر ہے کہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ ہو۔ (۷) جب اُس کا غالب گمان ہو کہ اگر میں نماز میں مشغول ہو گیا تو مجھ سے عید کی نماز فوت ہو جائیگی یا نمازِ جنازہ فوت ہو جائیگی، اس لئے کہ ان نمازوں کی قضا نہیں کی جاتی۔ بہر حال جب اُس کا غالب گمان یہ ہو کہ اگر وضو میں مشغول ہو جاؤں گا تو نماز کا وقت نکل جائے گا یا مجھ سے جمعہ کی نماز فوت ہو جائیگی تو اس کیلئے تیمم جائز نہیں بلکہ وضو کرے اور فرض نماز کی قضا کرے اور جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ تیمم کی آٹھ شرطوں میں سے دوسری شرط بیان کرتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو صورتوں میں تیمم کیا جاسکتا ہے۔ اول اُس وقت کہ جب پانی موجود ہی نہ ہو۔ دوسرے پانی موجود تو ہو مگر اُس کا استعمال کسی وجہ سے ممکن نہ ہو۔ پہلی صورت یعنی پانی کا موجود نہ ہونا اُس وقت سمجھا جائے گا جب پانی ایک میل یا اِس سے زیادہ کی مسافت پر دور ہو۔ میل سے مراد شرعی میل ہے جو چار ہزار شرعی گز کا ہوتا ہے اور انگریزی حساب سے آجکل ۱.۸۳ (ایک اعشاریہ تریاسی) کلومیٹر بنتا ہے یعنی شرعی میل انگریزی میل سے جس کو کلومیٹر بھی کہتے ہیں کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ ایک شرعی میل تقریباً ۱ ⅛ کلومیٹر کا ہے۔ (تسہیل)

دوسری صورت کہ پانی تو موجود ہے لیکن استعمال نہیں کر سکتا اسکی پھر کئی صورتیں ہیں: مثلاً (۱) اس کا کسی علامت یا اپنے تجربہ کی بنیاد پر غالب گمان ہو، کیونکہ غالب گمان شریعت میں یقین کے درجے میں ہوتا ہے۔ یا کسی مسلمان ماہر ڈاکٹر، یا حکیم نے اُس کو بتادیا کہ اگر تو نے پانی استعمال کیا تو تُو بیمار ہو جائے گا یا تیری بیماری مزید بڑھ جائے گی یا تو اپنی بیماری سے بہت دیر میں ٹھیک ہو گا تو اِس صورت میں تیمم جائز ہے۔

(۲) اسی طرح گرم پانی کا کوئی انتظام نہیں اور ٹھنڈا پانی موجود ہے لیکن اُس کو یہ قوی اندیشہ ہے کہ اگر میں نے ٹھنڈا پانی استعمال کیا تو میں مر جاؤں گا یا کوئی عضو ضائع ہو جائے گا۔ (۳) اسی طرح پانی تھوڑا ہے کہ اگر وضو کرتا ہے تو پینے کیلئے نہیں بچتا حالانکہ اُس کو اپنی جان یا کسی اور انسان کی جان پر پیاس کا اندیشہ ہے اِس صورت میں بھی تیمم کرے۔ (۴) اِسی طرح پانی کا کنواں تو پاس موجود ہے لیکن کوئی چیز مثلاً ڈول، رسی نہیں جس سے پانی نکالا جاسکے تو بھی تیمم کرنا جائز ہے۔ (۵) اِسی طرح پانی تو موجود ہے لیکن اِس کے اور پانی کے درمیان دشمن ہے چاہے وہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ اس لئے کہ جان بچانا زیادہ ضروری ہے پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنے سے کیونکہ پانی کا بدل موجود ہے یعنی تیمم لیکن جان کا کوئی بدل نہیں۔ پھر چاہے دشمن سے ڈر اپنی جان پر ہو یا مال پر۔ (۶) اِسی طرح جب وہ عید کے دن عید گاہ میں پہنچا تو اب اگر وضو میں مشغول ہونے سے اُس کا غالب گمان یہ ہو کہ عید کی جماعت مجھ سے فوت

ہو جائے گی یا جنازے میں ایسے وقت پہنچا کہ اگر وضو کرتا ہے تو نمازِ جنازہ کے نکل جانے کا قوی خطرہ ہے تو وضو نہ کرے بلکہ تیمم کر کے نمازِ عید یا نمازِ جنازہ میں شامل ہو جائے، اس لئے کہ ان نمازوں کی قضا نہیں۔ لیکن اگر وضو کیساتھ مشغول ہونے میں نماز کا وقت نکلنے کا اندیشہ ہو یا جمعہ کی نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر تیمم کی اجازت نہیں بلکہ وضو کرنا ضروری ہے۔ پھر اگر نماز واقعی فوت ہو گئی اور وقت نکل گیا تو فوت شدہ نماز کی قضا کرے، اور جمعہ کی صورت میں اگر وضو کرنے کے بعد جمعہ کی نماز نہیں ملی تو ظہر کی نماز ادا کرے کیونکہ نمازِ جمعہ اگرچہ فوت ہو گئی لیکن اُس کا خلیفہ موجود ہے یعنی ظہر کی نماز۔

تنبیہ: ضابطہ یہ ہے کہ جس نماز کے فوت ہونے کی صورت میں نماز فوت ہو کر اُس کا کوئی قائم مقام مثلاً قضاء وغیرہ نہ ہو تو پانی ہوتے ہوئے بھی تیمم کیساتھ ادا کرنا جائز ہے۔ نمازِ جنازہ اور نمازِ عید ایسی ہی ہیں۔ (بہشتی زیور، طحطاوی مع مراقی)

(۳) **اَلشَّرْطُ الثَّالِثُ:** اَنْ يَّكُوْنَ التَّيَمُّمُ بِشَيْءٍ طَاهِرٍ مِنْ جِنْسِ الْاَرْضِ كَالتُّرَابِ، وَالْحَجَرِ، وَالرَّمْلِ، فَلَا يَجُوْزُ التَّيَمُّمُ بِالْحَطَبِ، وَالْفِضَّةِ، وَالذَّهَبِ۔ (۴) **اَلشَّرْطُ الرَّابِعُ:** اَنْ يَّمْسَحَ جَمِيْعَ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ۔ (۵) **اَلشَّرْطُ الْخَامِسُ:** اَنْ يَّمْسَحَ بِجَمِيْعِ الْيَدِ اَوْ بِاَكْثَرِهَا، فَلَوْ مَسَحَ بِالْاِصْبَعَيْنِ وَكَرَّرَ حَتّٰى اِسْتَوْعَبَ، لَا يَصِحُّ التَّيَمُّمُ۔ (۶) **اَلشَّرْطُ السَّادِسُ:** اَنْ يَّمْسَحَ بِضَرْبَتَيْنِ بِبَاطِنِ الْكَفَّيْنِ۔ لَوْ ضَرَبَ ضَرْبَتَيْنِ فِيْ مَكَانٍ وَاحِدٍ جَازَ التَّيَمُّمُ۔ كَذَا اِذَا اَصَابَ التُّرَابُ جَسَدَهٗ وَمَسَحَهٗ بِنِيَّةِ التَّيَمُّمِ صَحَّ التَّيَمُّمُ۔

حلِّ لغات: رَمْلٌ؛ بمعنی ریت جمع رِمَالٌ۔ حَطَبٌ؛ بمعنی لکڑی۔ جمع اَحْطَابٌ۔ فِضَّةٌ؛ بمعنی چاندی۔ ذَهَبٌ؛ بمعنی سونا۔ كَرَّرَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مضاعف ثلاثی از باب تفعیل بمعنی بار بار کرنا۔ اِسْتَوْعَبَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مثال واوی از بابِ استفعال بمعنی سب لے لینا، گھیر لینا۔

ترجمہ: تیسری شرط یہ ہے کہ تیمم ایسی چیز کیساتھ ہو جو پاک ہو اور زمین کی قسم سے ہو جیسے مٹی، اور پتھر، اور ریت، لہٰذا تیمم جائز نہیں لکڑی، اور چاندی، اور سونے کیساتھ۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ سارے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ملے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ پورے ہاتھ یا ہاتھ کے اکثر حصے کیساتھ ملے، پس اگر دو انگلیوں کیساتھ مسح کرے اور بار بار کرے یہاں تک گھیر لے (سارے چہرے اور ہاتھوں کو) تو تیمم درست نہ ہو گا۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ دونوں ہتھیلیوں کے اندرونی حصے کو دو مرتبہ زمین پر مار کر مسح کرے۔ اگر اس نے ایک ہی جگہ میں دو ضربیں لگائیں تو تیمم جائز ہے۔ اِسی طرح جب مٹی اسکے جسم کو لگ جائے اور وہ اس مٹی کو تیمم کی نیت سے مَل لے تو تیمم درست ہو گا۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں تیمم درست ہونے کی مزید شرطیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: تیسری شرط یہ ہے کہ تیمم ایسی چیز کیساتھ ہو جس میں دو باتیں ہوں: پہلی بات یہ ہے کہ وہ پاک ہو یعنی اس کو نجاست لگی ہی نہ ہو۔ لہٰذا اگر زمین پر نجاست گر گئی اور پھر خشک ہونے سے نجاست کا اثر چلا گیا تو بھی اس زمین پر تیمم جائز نہیں اگرچہ نماز اس پر پڑھ سکتے ہیں اسلئے کہ یہ پاک تو ہے لیکن پاک کرنے والی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو۔ اب یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کونسی چیز زمین کی جنس میں سے ہے اور کونسی نہیں؟ تو

اس کیلئے ایک قانون یاد رکھیں کہ ہر وہ چیز جو آگ میں جل کر راکھ بن جائے جیسے گھاس، لکڑی، کپڑا وغیرہ یا پگھل کر نرم ہو جائے جیسے لوہا، پیتل، سونا، چاندی، شیشہ وغیرہ تو یہ زمین کی جنس میں سے نہیں لہٰذا ان پر تیمم جائز نہیں۔ اسی طرح خود راکھ پر بھی تیمم جائز نہیں۔ اور جو چیز نہ تو آگ میں جلے اور نہ پگھلے وہ چیز مٹی کی قسم سے ہے۔ جیسے ریت، پتھر، کنکر، مٹی، پکی یا کچی اینٹ۔ لہٰذا ان پر تیمم جائز ہے۔

تنبیہ: جو چیزیں زمین کی قسم سے نہیں جیسے کپڑا، لکڑی وغیرہ ان پر اگر غبار پڑا ہو تو پھر ان پر بھی تیمم درست ہے۔ اور جو چیزیں زمین کی قسم سے ہیں جیسے پتھر وغیرہ اُن پر اگر کوئی غبار نہ بھی ہو تب بھی تیمم درست ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ پورے چہرے کا اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرے کوئی جگہ بغیر مسح کے نہ رہے اگر ایک بال کے برابر جگہ بھی بغیر مسح کے رہ گئی تو تیمم درست نہ ہوگا۔ لہٰذا انگوٹھی، چھلّا وغیرہ اتار لے اور ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان خلال بھی کرے۔ اسی طرح دونوں ابروؤں کے درمیان کی جگہ دونوں پلکوں کے اوپر کا حصہ اور ناک کے دونوں سوراخوں کے درمیان کا پردہ ان سب پر ہاتھ پھیر لے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ مسح کرتے وقت پورے ہاتھ یا ہاتھ کا اکثر حصہ استعمال کرے۔ لہٰذا اگر کسی نے تیمم میں صرف دو انگلیاں استعمال کر لیں یعنی ان کو بار بار چہرے اور ہاتھوں پر پھیرتا رہا یہاں تک چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح کر لیا تو یہ تیمم درست نہ ہوگا۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ دونوں ہتھیلیوں کے اندرونی حصہ کے ذریعہ دو ضربیں لگائے، ضربیں لگانے سے مراد ہاتھوں کو زمین پر رکھنا ہے۔ پھر اگر یہ دونوں ضربیں ایک ہی جگہ سے لگائیں تو بھی تیمم جائز ہے، اس لئے کہ پہلی ضرب سے وہ جگہ مستعمل نہیں بنی ہے۔ اسی طرح جب مٹی، گرد و غبار جسم پر یعنی چہرے اور ہاتھوں پر پڑ جائے اور ان کو تیمم کی نیت سے اچھی طرح مل لیا گیا تو یہ بھی کافی ہے تیمم درست ہونے کیلئے۔ اور یہ دو ضربوں کے قائم مقام ہو جائے گا اس لئے کہ خاص طور سے دو ضربیں یہ تیمم کا رکن نہیں۔ (بہشتی زیور، ردالمحتار، طحطاوی مع مراقی، نہر الفائق)

(٧) **اَلشَّرْطُ السَّابِعُ**: اَنْ لَّا يُوْجَدَ شَيْئٌ يَكُوْنُ حَائِلاً بَيْنَ الْمَسْحِ وَ الْبَشَرَةِ كَالشَّمْعِ وَالشَّحْمِ. فَلَابُدَّ مِنْ إِزَالَةِ هٰذِهِ الْأَشْيَآءِ قَبْلَ الْمَسْحِ، وَإِلَّا فَلَا يَصِحُّ التَّيَمُّمُ۔ (٨) **اَلشَّرْطُ الثَّامِنُ**: اَنْ لَّا يُوْجَدَ شَيْئٌ يَمْنَعُ صِحَّةَ التَّيَمُّمِ كَالْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ، وَالْحَدَثِ۔ فَلَوْ تَيَمَّمَتْ فِيْ حَالَةِ الْحَيْضِ، أَوِ النِّفَاسِ لَا يَصِحُّ التَّيَمُّمُ۔ كَذَا لَوْ تَيَمَّمَ حَالَةَ طُرُوْءِ الْحَدَثِ لَا يَصِحُّ التَّيَمُّمُ۔

حلِّ لغات: حَائِلاً؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل اجوف واوی از باب نصر بمعنی درمیان میں رکاوٹ۔ شَمْعٌ؛ بمعنی موم یا موم بتی۔ شَحْمٌ؛ بمعنی چربی۔ طُرُوْءٌ؛ مصدر ہے باب فتح مہموز اللام سے بمعنی طاری ہونا، اچانک پیش آنا۔

ترجمہ: ساتویں شرط یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو مسح اور کھال کے درمیان رکاوٹ ہو، جیسے موم اور چربی۔ لہٰذا ان چیزوں کو مسح کرنے سے پہلے دور کرنا ضروری ہے۔ ورنہ تو تیمم درست نہ ہوگا۔ آٹھویں شرط یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو تیمم درست ہونے کیلئے مانع ہو جیسے ماہواری اور نفاس اور ناپاکی۔ پس اگر عورت نے تیمم کیا ماہواری یا نفاس کی حالت میں تو تیمم درست نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے ناپاکی (بے وضو ہونا یا بے غسل ہونا) کے طاری ہونے کی حالت میں تیمم کیا تو تیمم درست نہیں ہوگا۔

تشریح: تیمم درست ہونے کی ساتویں شرط یہ ہے تیمم کرنے والے کے چہرے اور ہاتھوں پر کوئی ایسی چیز نہ لگی ہو جو مسح کرنے میں رکاوٹ ہو کیونکہ اگر چہرے پر یا ہاتھوں پر کوئی چیز لگی ہو مثلاً چہرے اور ہاتھوں کے پھٹ جانے کی صورت میں چہرے اور ہاتھوں پر موم یا چربی لگالی یا ہاتھوں پر آٹا وغیرہ کوئی ایسی چیز لگی ہو جو مسح کیلئے رکاوٹ بنے تو تیمم درست نہ ہو گا اس لئے کہ اگر یہ چیزیں لگی ہوئی ہوں تو تیمم ان چیزوں پر ہو گا جسم پر نہ ہو گا۔

آٹھویں شرط یہ ہے کہ جو چیز تیمم کے منافی ہے اُس کا نہ ہونا جیسے حیض، نفاس کے ہوتے ہوئے تیمم کرنا درست نہیں۔ اسی طرح دورانِ تیمم کوئی ایسی بات پیش نہ آئے جو تیمم کو توڑ دے مثلاً دورانِ تیمم پیشاب، یا خون، یا ہوا نکل آئی تو بھی تیمم درست نہ ہو گا۔ (طحطاوی)

أَرْكَانُ التَّيَمُّمِ

أَرْكَانُ التَّيَمُّمِ اِثْنَانِ فَقَطْ: (١) مَسْحُ جَمِيْعِ الْوَجْهِ۔ (٢) مَسْحُ الْيَدَيْنِ مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ۔

حلِّ لغات: أَرْكَانٌ؛ جمع ہے رُكْنٌ کی۔ رکن کسی چیز کا وہ ذاتی جز جس سے وہ چیز وجود میں آئے۔

ترجمہ: تیمم کے ارکان: تیمم کے ارکان صرف دو ہیں۔ (۱) ایک سارے چہرے کا مسح۔ (۲) دوسرا دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تیمم کے درست ہونے کی شرطیں تو بیان کر دیں لیکن تیمم واجب ہونے کی شرطیں بیان نہیں کی ہیں اسلئے کہ وضو کے بیان میں اُن کا تذکرہ ہو گیا ہے لہٰذا دہرانے کی ضرورت نہیں۔ باقی تشریح ترجمہ سے واضح ہے۔

فائدہ: اگر کسی کے ہاتھ کہنیوں سے نیچے کٹ گئے ہوں تو باقی ماندہ حصہ کا مسح کر لے۔ اور اگر کہنیوں سے اوپر کٹے ہوئے ہوں تو پھر ہاتھوں کا مسح نہیں۔ (تسہیل، مراقی الفلاح)

سُنَنُ التَّيَمُّمِ

تُسَنُّ الْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ فِي التَّيَمُّمِ: (١) أَنْ يَقُوْلَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ أَوَّلِهٖ۔ (٢) أَنْ يُرَاعِيَ التَّرْتِيْبَ، فَيَمْسَحُ الْوَجْهَ أَوَّلاً ثُمَّ يَدَهُ الْيُمْنٰى، ثُمَّ يَدَهُ الْيُسْرٰى۔ (٣) أَنْ لَّا يَفْصِلَ بَيْنَ مَسْحِ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ بِفِعْلٍ أَجْنَبِيٍّ۔ (٤) أَنْ يُّقْبِلَ يَدَيْهِ وَيُدْبِرَهُمَا فِي التُّرَابِ۔ (٥) أَنْ يَّنْفُضَ الْيَدَيْنِ بَعْدَ رَفْعِهِمَا مِنَ التُّرَابِ۔ (٦) أَنْ يُّفَرِّجَ أَصَابِعَهٗ عِنْدَ وَضْعِ الْيَدَيْنِ فِي التُّرَابِ۔

حلِّ لغات: يُقْبِلُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افعال بمعنی آگے لے جائے۔ يُدْبِرُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افعال بمعنی پیچھے لے جائے۔ يَنْفُضُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب نصر بمعنی جھاڑنا۔ يُفَرِّجُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب تفعیل بمعنی کھولنا۔

ترجمہ: تیمم کی سنتیں: آنے والے کام تیمم میں مسنون ہیں: (۱) پہلا یہ ہے کہ تیمم کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ (۲) دوسرا یہ ہے کہ ترتیب کا خیال رکھے۔ لہٰذا پہلے چہرے کا مسح کرے، پھر اپنے دائیں ہاتھ کا مسح کرے، پھر اپنے بائیں ہاتھ کا مسح کرے۔

(۳) تیسرا یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے مسح کے درمیان کسی اجنبی (غیر متعلقہ) کام کے ذریعہ جدائی نہ کرے۔ (۴) چوتھا یہ ہے کہ مٹی میں (ہاتھ رکھ کر) ہاتھوں کو آگے کرے اور پیچھے کرے۔ (۵) پانچواں یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو جھاڑلے ان کو مٹی سے اٹھانے کے بعد۔ (۶) چھٹا یہ ہے کہ ہاتھوں کو مٹی میں رکھنے کے وقت انگلیوں کو کھول کر رکھے۔

تشریح: تیمم کے ارکان بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ تیمم کی سنتیں بیان فرمارہے ہیں۔ (۱) سنت یہ ہے کہ تیمم شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھے۔ بسم اللہ کے الفاظ وہی ہیں جو وضو کے بیان میں گذر چکے ہیں۔

(۲) ترتیب کی رعایت رکھنا یعنی جس ترتیب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم فرمایا ہے اُس طریقے سے تیمم کرنا یعنی پہلے چہرے کا مسح کرے پھر دائیں ہاتھ کا پھر بائیں ہاتھ کا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ میں کیسے مسح کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان کو اٹھایا اور ان سے چہرے کا مسح کیا پھر دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا اور ان سے اپنے ہاتھوں کے اندرونی اور بیرونی حصے کا مسح کیا یہاں تک کہ کہنیوں کا مسح بھی کیا۔

(۳) چہرے اور ہاتھوں کے مسح میں تسلسل برقرار رکھے یعنی درمیان میں کوئی غیر متعلق کام نہ کرے بلکہ چہرے کا مسح کرتے ہی ہاتھوں کا مسح کرے جیسا کہ وضو میں ایک عضو کے خشک ہونے سے پہلے پہلے دوسرا عضو دھویا جاتا ہے۔

(۴) مٹی پر ہاتھ رکھ کر ہاتھوں کو آگے لے جائے اور پھر پیچھے لے آئے۔

(۵) ہاتھوں کو مٹی سے اٹھانے کے بعد اُن کو جھاڑلے سنت کا اتباع کرتے ہوئے، نیز اس لئے بھی کہ اگر مٹی زیادہ لگی ہو تو جھڑ جائے تا کہ مٹی سے چہرہ ملوّث ہو کر بدشکل نہ بن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر نماز قضا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو کیچڑ سے تیمم نہ کرے۔

(۶) مٹی میں ہاتھوں کو رکھنے کے وقت انگلیاں کھول کر رکھے تا کہ انگلیوں کے درمیان بھی غبار داخل ہو جائے۔

كَيْفِيَّةُ التَّيَمُّمِ

مَنْ أَرَادَ التَّيَمُّمَ شَمَّرَ عَنْ سَاعِدَيْهِ، وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، نَاوِياً إِسْتِبَاحَةَ الصَّلَاةِ، وَيَضَعُ بَاطِنَ كَفَّيْهِ عَلَى التُّرَابِ الطَّاهِرِ، مُفَرِّجاً بَيْنَ أَصَابِعِهِ مَعَ إِقْبَالِ الْيَدَيْنِ، وَإِدْبَارِهِمَا فِي التُّرَابِ، ثُمَّ يَرْفَعُهُمَا، وَيَنْفُضُهُمَا، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ، ثُمَّ يَضَعُ بَاطِنَ كَفَّيْهِ عَلَى التُّرَابِ مَرَّةً ثَانِيَةً كَالْأُوْلٰى، ثُمَّ يَمْسَحُ بِجَمِيْعِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى يَدَهُ الْيُمْنٰى مَعَ الْمِرْفَقِ، ثُمَّ يَمْسَحُ بِكَفِّهِ الْيُمْنٰى يَدَهُ الْيُسْرٰى مَعَ الْمِرْفَقِ، فَقَدْ كَمُلَ التَّيَمُّمُ وَيُصَلِّيْ بِهِ مَا شَاءَ مِنَ الْفَرَائِضِ، وَالنَّوَافِلِ۔

حلِّ لغات: شَمَّرَ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب تفعیل بمعنی آستین چڑھانا۔ إِقْبَالٌ، مصدر ہے باب افعال کا بمعنی آگے لے جانا۔ إِدْبَارٌ، بمعنی پیچھے لے جانا۔

ترجمہ: تیمم کا طریقہ: جو شخص تیمم کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے بازوؤں سے آستین اٹھائے اور کہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نماز کے جائز ہو جانے کی نیت کرتے ہوئے، اور دونوں ہتھیلیوں کے اندرونی حصہ کو پاک مٹی پر رکھے، اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی پیدا کرتے ہوئے، مٹی میں دونوں ہاتھوں کو آگے لے جانے اور پیچھے لے آنے کیساتھ، پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھائے، اور ان کو جھاڑلے پھر ان سے

اپنے چہرے کا مسح کرے، پھر پہلی مرتبہ کی طرح دوبارہ اپنی ہتھیلیوں کے اندرونی حصہ کو مٹی پر رکھے، پھر اپنی پوری بائیں ہتھیلی سے دائیں ہاتھ کا کہنی سمیت مسح کرے، پھر اپنی دائیں ہتھیلی سے اپنے بائیں ہاتھ کا کہنی سمیت مسح کرے، پس تیمّم پورا ہو گیا، اور پڑھے اس تیمم کے ذریعہ فرض اور نفل نمازوں میں سے جو چاہے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ عبارت میں مسح کا مکمل اور تفصیلی طریقہ بیان فرمادیا، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جب امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مسح کی کیفیت اور طریقہ پوچھا تو انہوں نے اسی طریقہ سے تیمم کر کے دکھایا۔ باقی تشریح واضح ہے۔ (طحطاوی مع مراقی)

نَوَاقِضُ التَّيَمُّمِ

(١) كُلُّ شَيْئٍ يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ يَنْقُضُ التَّيَمُّمَ كَذَالِكَ۔ (٢) اَلْقُدْرَةُ عَلٰى اِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ، وَزَوَالُ الْعُذْرِ الَّذِىْ اَبَاحَ التَّيَمُّمَ مِنْ فَقْدِ مَاءٍ، اَوْ خَوْفِ عَدُوٍّ، اَوْ خَوْفِ مَرَضٍ، وَنَحْوِهٖ۔

ترجمہ: تیمم کو توڑنے والے اسباب: (١) ہر وہ چیز جو وضو کو توڑتی ہے تو وہ اِسی طرح تیمم کو بھی توڑتی ہے۔ (٢) پانی کے استعمال پر قادر ہونا، اور اُس مجبوری کا ختم ہونا جس مجبوری نے اُس کیلئے تیمم کو جائز قرار دیا تھا یعنی پانی کا نہ ہونا، یا دشمن کا ڈر، یا کسی بیماری کا ڈر اور اس جیسی کوئی اور مجبوری۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ تیمم کو توڑنے والی چیزوں کو بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ: (١) ہر وہ چیز جو وضو کو توڑے وہ تیمم کو بھی ایسا ہی توڑ دیتی ہے۔ اسلئے کہ تیمم وضو کا نائب اور خلیفہ ہے اور وضو اصل ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اصل زیادہ طاقتور ہوتی ہے نائب سے، تو جو چیز قوی یعنی وضو کو توڑ دیتی ہے تو وہ ضعیف یعنی تیمم کو ضرور توڑیگی۔ اسی طرح جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے وہ بھی تیمم کو توڑ دیتی ہیں جیسے جنابت وغیرہ۔

(٢) دوسری چیز جو تیمم کو توڑ دیتی ہے وہ اتنے پانی کے استعمال پر قادر ہونا ہے جو طہارت کیلئے کافی ہو۔ یعنی اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو اِتنے پانی کے ملتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا جتنے پانی سے طہارت حاصل ہو۔ پھر اگر وضو کا تیمم ہے تو وضو کے موافق پانی ملنے سے تیمم ٹوٹے گا اور اگر غسل کا تیمّم ہے تو غسل کے موافق پانی ملنے سے تیمم ٹوٹے گا اگر پانی کم ملا جو طہارت کیلئے کافی نہیں تو تیمم برقرار رہے گا۔ اور کافی ہونے سے مراد یہ ہے کہ کم از کم ایک ایک مرتبہ اُس سے اعضاء کو دھویا جاسکے۔ تیمم ٹوٹنے کے لئے اِتنا پانی ضروری نہیں کہ تین تین مرتبہ اعضاء دھوئے جائیں، لہٰذا اگر کسی نے تین تین مرتبہ اعضاء کو دھویا پھر طہارت مکمل کرنے سے پہلے پانی ختم ہو گیا تو اس کا تیمم بھی ٹوٹ گیا ہے اس لئے کہ اگر یہ ایک ایک مرتبہ عضو کو دھوتا تو طہارت مکمل ہو سکتی تھی۔ اِسی طرح اگر کسی عُذر کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو جوں ہی وہ عذر ختم ہو گا تیمم بھی ٹوٹ جائے گا۔ جیسے پانی کا نہ ملنا، تو پانی ملتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر دشمن یا بیماری کے ڈر سے تیمم کیا تھا تو ڈر ختم ہوتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے جس طرح پانی کے استعمال پر قدرت شروع میں تیمم کے جائز ہونے سے رکاوٹ ہے تو اِسی طرح کئے ہوئے تیمم کو بھی ختم کرتا ہے۔ (بہشتی زیور، طحطاوی مع مراقی الفلاح، ردالمحتار مع درمختار)

فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِالتَّيَمُّمِ

(١)مَنْ تَيَمَّمَ لِصَلَاةِ الْجَنَازَةِ. أَوْ لِسَجْدَةِ التِّلَاوَةِ. يَصِحُّ لَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِذَالِكَ التَّيَمُّمِ أَيَّ صَلَاةٍ شَاءَ۔ (٢)مَنْ تَيَمَّمَ لِدُخُوْلِ الْمَسْجِدِ لَا يَجُوْزُ لَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِذَالِكَ التَّيَمُّمِ۔(٣)مَنْ تَيَمَّمَ لِزِيَارَةِ الْقُبُوْرِ. أَوْ لِدَفْنِ الْمَيِّتِ لَايَجُوْزُ لَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِذَالِكَ التَّيَمُّمِ۔(٤)مَنْ يَرْجُوْ أَنَّهُ يَجِدُ الْمَاءَ قَبْلَ خُرُوْجِ الْوَقْتِ. يُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يُؤَخِّرَ التَّيَمُّمَ۔ (٥)اَلَّذِيْ وَعَدَهُ أَحَدٌ بِالْمَاءِ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يُؤَخِّرَ التَّيَمُّمَ۔مَنْ كَانَ مَعَهُ مَاءٌ قَلِيْلٌ. وَهُوَ فِيْ حَاجَةٍ إِلٰى عَجْنِ الدَّقِيْقِ. يَعْجِنُ الدَّقِيْقَ بِالْمَاءِ وَيَتَيَمَّمُ لِلصَّلَاةِ۔

حلّ لغات: **يَرْجُوْ**؛صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف ناقص واوی از باب نصر بمعنی پر امید ہونا۔ **عَجْنٌ**؛مصدر ہے باب ضرب سے بمعنی آٹا گوندھنا۔ **دَقِيْقٌ**؛ بمعنی آٹا۔

ترجمہ: چند زائد مسائل جو تیمم سے متعلق ہیں:(۱) جس شخص نے تیمم کیا نمازِ جنازہ کیلئے یا سجدہ تلاوت کیلئے تو درست ہے اُس کیلئے یہ بات کہ اِس تیمم سے پڑھ لے جو نماز چاہے۔(۲) جس شخص نے مسجد میں داخل ہونے کیلئے تیمم کیا تو اُس کیلئے جائز نہیں کہ اِس تیمم سے نماز پڑھے۔(۳) جس شخص نے تیمّم کیا قبروں کی زیارت کرنے کیلئے یا مردے کو دفن کرنے کیلئے تو اُس کیلئے جائز نہیں کہ اِس تیمم سے نماز پڑھے۔(۴) جو شخص امید رکھتا ہو اِس بات کی کہ وقت نکلنے سے پہلے پانی پالے گا تو اُس کیلئے مستحب ہے کہ تیمّم کو مؤخر کرے۔(۵) وہ شخص جس کے ساتھ کسی نے پانی کا وعدہ کیا تو اُس پر واجب ہے کہ وہ تیمّم کو مؤخر کرے۔ وہ شخص جسکے پاس تھوڑا سا پانی ہو اور اُس کو آٹا گوندھنے کی ضرورت ہو تو وہ پانی سے آٹا گوندھ لے اور نماز کیلئے تیمم کرے۔

تشریح: جو تیمم نمازِ جنازہ پڑھنے کیلئے یا سجدۂ تلاوت کرنے کیلئے کیا جائے اُس تیمّم کیساتھ باقی نمازیں بھی پڑھ سکتے ہیں چاہے فرض ہو یا نفل بشرطیکہ نمازِ جنازہ کیلئے کیا ہوا تیمم پانی نہ ملنے کی وجہ سے ہو۔ لیکن اگر نمازِ جنازہ کے فوت ہونے کے ڈر سے تیمم کیا جبکہ پانی موجود ہے تو اُس تیمم سے صرف وہی نمازِ جنازہ پڑھ سکتا ہے اُس کے علاوہ دوسری نماز نہیں پڑھ سکتا۔

مسجد میں داخل ہونے کیلئے یا قبروں کی زیارت کیلئے یا مردے کو دفنانے کیلئے اسی طرح قرآن کو ہاتھ لگانے کیلئے یا اذان، اقامت کیلئے اگر تیمم کیا جائے تو اُس تیمم سے کسی بھی قسم کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس لئے کہ تیمم سے نماز کے جائز ہونے کیلئے جو شرط ہے وہ اِن کاموں میں موجود نہیں۔ اور وہ شرط دو باتوں کا مجموعہ ہے۔(۱) جس کام کیلئے تیمّم کیا جائے وہ ایسی عبادت ہو جو مقصود بالذات ہو۔(۲) وہ ایسی عبادت ہو کہ بغیر طہارت کے وہ جائز نہ ہو۔ چنانچہ مسجد میں داخل ہونے کیلئے اگر بے وضو آدمی نے تیمم کیا ہے تو دونوں شرطیں موجود نہیں اور اگر جُنبی نے کیا ہے تو پہلی شرط موجود نہیں۔ اور قبروں کی زیارت اور مردے کو دفن کرنے کیلئے جو تیمم کیا جائے تو اس میں دوسری شرط موجود نہیں۔ اذان اور اقامت میں دونوں شرطیں نہیں۔

جس شخص کو اِس بات کی قوی امید ہو یعنی اس کا غالب گمان ہو کہ مستحب وقت کے نکلنے سے پہلے پہلے مجھے پانی مل جائے گا تو اس کیلئے مستحب ہے کہ پانی کا انتظار کرے اور تیمّم کو مؤخر کرے تا کہ نماز کامل طہارت یعنی وضو کیساتھ ادا ہو جائے۔ لیکن اگر کسی نے انتظار

نہیں کیا اور نماز پڑھ لی تو بھی ٹھیک ہے بشرطیکہ اس آدمی اور پانی کے درمیان میل یا میل سے زیادہ کا فاصلہ ہو۔ اگر پانی ملنے کی بظاہر کوئی امید نہیں تو پھر تاخیر مستحب نہیں بلکہ تیمم کرکے وقتِ مستحب کے اندر اندر نماز پڑھ لے۔ جس شخص کیساتھ کسی نے اس بات کا وعدہ کیا کہ تمہیں پانی دیدوں گا تو اس پر لازم ہے کہ اب تیمّم کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ انتظار کرے جبکہ پانی وعدہ کرنے والے کے پاس موجود ہو یا اس کے قریب ہو میل کے اندر اندر۔ لیکن اگر پانی وعدہ کرنے والے کے پاس بھی نہیں یا اُس سے ایک میل دور ہو تو پھر انتظار نہ کرے بلکہ تیمّم کرکے نماز پڑھ لے کیونکہ شریعت نے اُس کو تیمّم کی اجازت دی ہے۔ جس شخص کے پاس تھوڑا سا پانی ہو اور اُس کو آٹا گوندھنے کی بھی ضرورت ہے اگر وضو کرتا ہے تو پھر آٹا گوندھنے کیلئے پانی نہیں بچتا اور اگر آٹا گوندھتا ہے تو وضو کیلئے پانی نہیں رہتا تو اب وہ اس پانی سے آٹا گوندھ لے اور نماز کیلئے تیمّم کرلے۔ اس لئے کہ وہ پانی جو کھانے پینے کی ضرورت کیلئے ہو یا وضو، غسل کیلئے کافی نہ ہو تو وہ پانی نہ ہونے کے برابر ہے۔ (طحطاوی مع مراقی، ردالمحتار)

مَنْ كَانَ مَعَهٗ مَاءٌ قَلِيْلٌ، وَهُوَ فِيْ حَاجَةٍ إِلٰى طَبْخِ مَرَقٍ. يَتَوَضَّأُ بِالْمَاءِ، وَلَا يَطْبَخُ الْمَرَقَ. يَجِبُ طَلَبُ الْمَاءِ مِنْ رَفِيْقِهِ الَّذِيْ مَعَهُ الْمَاءُ إِذَا كَانَ فِيْ مَكَانٍ لَا يَبْخَلُ النَّاسُ فِيْهِ بِالْمَاءِ. أَمَّا إِذَا كَانَ فِيْ مَكَانٍ يَبْخَلُ النَّاسُ فِيْهِ بِالْمَاءِ، فَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ طَلَبُ الْمَاءِ مِنْ غَيْرِهٖ. يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ التَّيَمُّمِ عَلَى الْوَقْتِ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْ حُكْمِ الْمَعْذُوْرِ. مَقْطُوْعُ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ يُصَلِّيْ بِغَيْرِ طَهَارَةٍ إِذَا كَانَ بِوَجْهِهٖ جِرَاحَةٌ. إِذَا كَانَ الْأَكْثَرُ مِنَ الْأَعْضَاءِ. أَوِ النِّصْفُ مِنْهَا جَرِيْحًا تَيَمَّمَ. إِذَا كَانَ الْأَكْثَرُ مِنَ الْأَعْضَاءِ صَحِيْحًا تَوَضَّأَ وَمَسَحَ الْجَرِيْحَ.

حلِ لغات: مَرَقٌ: بمعنی شوربا۔ رَفِيْقٌ: بمعنی ساتھی جمع رُفَقَاءُ۔ لَا يَبْخَلُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی معلوم صحیح از باب سمع بمعنی کنجوس ہونا یا کنجوسی کرنا۔ جِرَاحَةٌ: بمعنی زخم جمع جِرَاحَاتٌ۔ جَرِيْحٌ: صفت مشبہ سے صیغہ واحد مذکر بمعنی زخمی۔ جمع جَرْحیٰ۔

ترجمہ: جس شخص کے پاس تھوڑا پانی ہو اور اُس کو شوربا پکانے کی ضرورت ہو تو وہ پانی سے وضو کرے اور شوربا نہ پکائے۔ پانی مانگنا ضروری ہے اپنے اُس ساتھی سے جس کے پاس پانی ہو جبکہ وہ ایسی جگہ میں ہو جہاں لوگ پانی میں کنجوسی نہ کرتے ہوں۔ بہرحال جب ایسی جگہ میں ہو جہاں لوگ پانی میں کنجوسی کرتے ہوں تو اس پر لازم نہیں ہے اپنے علاوہ کسی سے پانی مانگنا۔ تیمّم کو وقت سے مقدم کرنا جائز ہے، جبکہ (تیمّم کرنے والا) معذور کے حکم میں نہ ہو۔ جس شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں تو وہ پاکی کے بغیر نماز پڑھے جبکہ اُس کے چہرے پر زخم ہو۔ جب اعضاء میں سے اکثر یا آدھے اعضاء زخمی ہوں تو تیمّم کرے۔ جب اعضاء میں سے اکثر اعضاء تندرست ہوں تو وضو کرے اور زخمی عضو پر مسح کرے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ مسائل بیان کئے ہیں: (۱) جس شخص کے پاس تھوڑا سا پانی ہو کہ اگر اُس سے وضو کرتا ہے تو شوربا یعنی سالن پکانے کیلئے نہیں بچتا اور اگر اُس پانی کو سالن میں ڈالتا ہے شوربا بنانے کیلئے تو وضو کیلئے پانی نہیں رہتا تو اب وہ کیا کرے؟ تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اُس کو اُس پانی سے وضو کرنا چاہیئے اُس پانی کو شوربا میں استعمال کرکے تیمّم کرنا جائز نہیں۔ بخلاف آٹا گوندھنے کے کہ وہاں وضو چھوڑ کر پانی سے آٹا گوندھا جاتا ہے اس لئے کہ وہاں ضرورت ہے کہ روٹی کے بغیر گذارہ نہیں ہو سکتا جبکہ یہاں ضرورت نہیں کیونکہ شوربا کے بغیر صرف روٹی سے گذارہ ہو سکتا ہے۔

(۲) اگر رفیق سفر (سفر کے ساتھی) کے پاس پانی ہے اور یہ تیمم کرنے والا اور اُس کا ساتھی ایسی جگہ پر ہیں جہاں پانی وافر مقدار میں موجود ہے اور لوگ پانی دینے میں بخل نہیں کرتے بلکہ مانگنے پر دیدیتے ہیں تو واجب ہے کہ تیمم کرنے سے پہلے ساتھی سے پانی مانگے اگر اُس نے پانی دیدیا تو وضو کر کے نماز پڑھے ورنہ تیمم کرلے اس لئے کہ ساتھی کے انکار پر اس کا عاجز ہونا ثابت ہو گیا۔ اور اگر ایسی جگہ میں ہیں کہ جہاں پانی کی قلت ہے اور لوگ دینے میں بخل کرتے ہیں تو پھر کسی سے مانگنا ضروری نہیں بلکہ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ (تسہیل، ردالمحتار، طحطاوی)

(۳) نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے تیمم کرنا جائز ہے اس لئے کہ پانی نہ ہونے کے وقت تیمم وضو کا بدل ہے تو جس طرح وضو وقت داخل ہونے سے پہلے جائز ہے اِسی طرح تیمم بھی وقت داخل ہونے سے پہلے جائز ہو گا۔ بشرطیکہ تیمم کرنے والا معذور کے حکم میں نہ ہو کیونکہ معذور ہر نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد نماز کیلئے وضو یا تیمم کرتا ہے اور وقت کے نکلنے پر اسکا وضو یا تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ تو معذور کیلئے وقت سے پہلے وضو یا تیمم کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔

(۴) جس شخص کے دونوں ہاتھ کہنیوں سے اوپر کٹے ہوئے ہو اسی طرح دونوں پاؤں بھی ٹخنوں سے اوپر کٹے ہوئے ہوں اور اُس کے چہرے پر زخم بھی ہوں تو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھے لیکن اگر چہرے پر زخم نہ ہوں تو کوئی اس کو دھولے یا وہ خود چہرے کو دیوار وغیرہ پر رگڑ کر اسکا مسح کرے۔

(۵) جن اعضاء کو وضو میں دھویا جاتا ہے۔ (۱) چہرہ۔ (۲) دونوں ہاتھ۔ (۳) سر کا مسح۔ (۴) دونوں پاؤں۔ اگر ان میں سے اکثر یعنی دو سے زیادہ اعضاء یا آدھے یعنی دو اعضاء زخمی ہوں تو بجائے وضو کے تیمم کرلے کیونکہ یہ عذر ہے۔ اور اگر اکثر اعضاء یعنی دو سے زیادہ تندرست ہوں تو پھر تندرست اعضاء کو دھولے اور زخمی عضو پر مسح کرے۔ ایسا نہ کرے کہ تندرست اعضاء کو دھولے اور زخمی اعضاء پر تیمم کرے تاکہ وضو اور تیمم دونوں جمع نہ ہوں۔ کیونکہ شریعت میں اصل اور نائب کو جمع نہیں کیا جاتا۔ (تسہیل، در مختار مع ردالمحتار، طحطاوی مع مراقی)

اَلْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ

اَلْمَسْحُ: هُوَ إِصَابَةُ الشَّيْءِ بِالْيَدِ الْمُبْتَلَّةِ بِالْمَاءِ۔ **اَلْخُفَّانِ:** تَثْنِيَةُ خُفٍّ، وَهُمَا الْحِذَاءَانِ السَّاتِرَانِ لِلْكَعْبَيْنِ الْمَصْنُوعَانِ مِنْ جِلْدٍ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة: ۱۸۵)

حلِ لغات: خُفَّيْنِ، خُفٌّ کی تثنیہ ہے بمعنی چمڑی موزے۔ جمع أَخْفَافٌ۔ إِصَابَةٌ، مصدر ہے باب افعال کا اجوف واوی سے بمعنی پہنچانا۔ اَلْمُبْتَلَّةُ، صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل مضاعف ثلاثی از باب افتعال بمعنی تر ہونا۔ حِذَاءَانِ، حِذَاءٌ کی تثنیہ ہے بمعنی جوتا۔ جمع أَحْذِيَةٌ۔ يُسْرٌ، بمعنی آسانی۔ عُسْرٌ، بمعنی تنگی۔

ترجمہ: موزوں پر مسح (کرنے کا بیان) مسح: وہ پانی سے تر ہاتھ کو کسی چیز تک پہنچانا ہے۔ "اَلْخُفَّانِ" یہ خُفٌّ کی تثنیہ ہے اور یہ خُفَّانِ (یعنی موزے) وہ دو جوتے ہیں جو ٹخنوں کو چھپانے والے، چمڑے کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری"۔ (بقرۃ آیت نمبر ۱۸۵)

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ تیمم کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب موزوں پر مسح کرنے کو بیان کرتے ہیں۔ تیمم اور موزوں پر مسح کرنے میں جوڑ اور مناسبت یہ ہے کہ وہاں بھی مسح دھونے کا بدل ہے اور یہاں بھی۔ البتہ تیمم تمام اعضاء کو دھونے کا بدل ہے جبکہ موزوں پر مسح بعض اعضاء یعنی پاؤں کا بدل ہے۔ پھر چونکہ تیمم کتاب اللہ سے ثابت ہے اس لئے اُس کو پہلے بیان کیا اور موزوں پر مسح سنت سے ثابت ہے اس لئے اِس کو مؤخر کیا۔

پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے "اَلْمَسْحُ" سے مسح کا لغوی معنیٰ بتایا ہے کہ مسح کسی چیز پر تر ہاتھ پھیرنا ہے۔ اُس کے بعد موزوں کی تعریف اور حقیقت بیان کی ہے کہ، "خُفَّيْن" "خُفٌّ" کی تثنیہ ہے اور خُفَّيْن یعنی موزے ایسے دو جوتوں کا نام ہے جو ٹخنوں کو چھپائیں اور چمڑے کے بنے ہوئے ہوں، چنانچہ عربی زبان میں خُف چمڑے ہی کے موزوں کے لئے آتا ہے۔

تنبیہ: "خُفَّيْن" تثنیہ ذکر کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بلا عذر ایک موزہ پر مسح کرنا جائز نہیں۔ پھر چونکہ موزوں پر مسح کرنے میں سہولت ہے تو اِس سہولت پر دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اللہ تمہارے اوپر آسانی چاہتا ہے اور تمہارے اوپر دشواری نہیں چاہتا"۔ یعنی احکام میں آسانی کی رعایت اللہ کو منظور ہے ایسے احکام دیئے کہ آسانی کیساتھ بجالا سکو۔ (معارف، قاموس، طحطاوی)

دَلِيْلُ جَوَازِ الْمَسْحِ عَلَيْهِمَا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اَلْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا وَلِلْمُقِيْمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ﴾ (رواہ الترمذی) قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيُّ رضی اللہ عنہ: ﴿رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ﴾ (رواہ البخاری) أَجَازَ الشَّرْعُ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ عِوَضًا عَنْ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ فِي الْوُضُوْءِ تَيْسِيْرًا عَلَى النَّاسِ۔

حلّ لغات: بَالَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف ناقص واوی از باب نصر بمعنی پیشاب کرنا۔ عِوَضاً؛ بمعنی بدلہ۔ أَجَازَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف واوی از باب افعال بمعنی جائز ٹھہرانا۔

ترجمہ: موزوں پر مسح کے جائز ہونے کی دلیل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "موزوں پر مسح (کی مدت) مسافر کیلئے تین دن اور تین راتیں ہیں اور مقیم کیلئے ایک دن اور ایک رات ہے"۔ جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا پھر وضو فرمایا اور اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا۔ شریعت نے موزوں پر مسح کو جائز رکھا ہے وضو میں پاؤں دھونے کے بدلے لوگوں کو سہولت دینے کی خاطر۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ موزوں پر مسح کے جائز ہونے کی دلیل بیان فرماتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ موزوں پر مسح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل دونوں سے ثابت ہے۔ قول سے تو اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مسافر تین دن تین راتیں مسح کر سکتا ہے، اور مقیم (یعنی گھر میں رہنے والا) ایک دن رات مسح کر سکتا ہے۔ اور فعل یعنی عمل سے اس طرح کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو میں پاؤں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ نیز شریعتِ مطہّرہ نے لوگوں کی سہولت اور آسانی کے خاطر موزوں پر مسح کی اجازت دی ہے۔

تنبیہ: مسح کے جواز پر اہلِ سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ میں ان لوگوں کے بارے میں کفر کا اندیشہ رکھتا ہوں جو موزوں پر مسح کے قائل نہیں: نیز فرمایا کہ: وہ شخص بدعتی ہے جو موزوں پر مسح کے جائز ہونے کا معتقد نہیں۔ نیز ستر یا اسّی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موزوں پر مسح کے جائز ہونے کی روایتیں منقول ہیں اسی طرح اہلِ سنت والجماعت میں سے ہونے کی علامت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائی کہ: ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو باقی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر فضیلت دینا، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا، اور موزوں پر مسح کو جائز سمجھنا، روافض یعنی اہلِ تشیع کے علاوہ کوئی اسکا منکر نہیں۔ لیکن اگر مسح کو جائز سمجھتے ہوئے موزوں پر مسح کے بجائے پاؤں دھولے تو یہ افضل ہے۔ (مراقی الفلاح، در مختار)

شُرُوطُ جَوَازِ الْمَسْحِ

يَصِحُّ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ إِذَا وُجِدَتِ الشُّرُوطُ الْآتِيَةُ۔ (١) أَنْ يَكُوْنَ قَدْ لَبِسَ الْخُفَّيْنِ عَلَى طَهَارَةٍ۔ فَلَوْ لَبِسَ الْخُفَّيْنِ بَعْدَ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ قَبْلَ تَمَامِ الْوُضُوْءِ، يَجُوْزُ عَلَيْهِمَا الْمَسْحُ إِذَا كَانَ أَكْمَلَ الْوُضُوْءَ قَبْلَ حُصُوْلِ حَدَثٍ۔ (٢) أَنْ يَكُوْنَ الْخُفَّانِ يَسْتُرَانِ الْكَعْبَيْنِ۔ (٣) أَنْ يَكُوْنَ كُلٌّ مِنَ الْخُفَّيْنِ خَالِياً مِنْ خَرْقٍ قَدْرَ ثَلَاثِ أَصَابِعَ مِنْ أَصْغَرِ أَصَابِعِ الْقَدَمِ۔ (٤) أَنْ يَسْتَمْسِكَا عَلَى الرِّجْلَيْنِ بِدُوْنِ شَدٍّ۔ (٥) أَنْ يَمْنَعَا وُصُوْلَ الْمَاءِ إِلَى الْقَدَمَيْنِ۔ (٦) أَنْ يُمْكِنَ تَتَابُعُ الْمَشْيِ فِيْهِمَا۔

حلِّ لغات: لَبِسَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف از باب سمع بمعنی پہننا۔ أَكْمَلَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب افعال بمعنی کامل کرنا۔ يَسْتُرَانِ؛ صیغہ تثنیہ مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب نصر، ضرب بمعنی چھپانا۔ خَرْقٌ؛ بمعنی پھٹن، سوراخ۔ يَسْتَمْسِكَا؛ صیغہ تثنیہ مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب استفعال بمعنی چمٹنا، جمنا۔ شَدٍّ؛ مصدر ہے باب نصر سے بمعنی باندھنا۔ يَمْنَعَا؛ صیغہ تثنیہ مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب فتح بمعنی روکنا۔ تَتَابُعٌ؛ مصدر ہے باب تفاعل سے بمعنی مسلسل کوئی کام کرنا۔ مَشْيٌ؛ مصدر ہے باب ضرب ناقص یائی سے بمعنی چلنا۔

ترجمہ: مسح کے جائز ہونے کی شرطیں: موزوں پر مسح درست ہے جبکہ پائی جائیں آنے والی شرطیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ مسح کرنے والے نے موزے طہارت پر (یعنی پاکی کی حالت میں) پہنے ہوں۔ پس اگر اُس نے موزے پہن لیئے پاؤں دھونے کے بعد وضو پورا ہونے سے پہلے تو موزوں پر مسح جائز ہے جبکہ وضو پورا کرے حدث (بے وضوگی) واقع ہونے سے پہلے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ دونوں موزے ٹخنوں کو چھپاتے ہوں۔ تیسری شرط یہ ہے کہ ہر ایک موزہ پاؤں کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کے بقدر پھٹن سے خالی ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ دونوں موزے پاؤں پر بغیر باندھنے کے چمٹ جائیں۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ دونوں موزے دونوں پاؤں تک پانی کے پہنچنے کو روکیں۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ ان دونوں موزوں میں مسلسل چلنا ممکن ہو۔

تشریح: موزوں پر مسح کے سلسلہ میں چند باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ (۱) کس قسم کے موزوں پر مسح کی اجازت ہے؟ (۲) موزوں پر مسح کی کیفیت کیا ہوگی؟ (۳) مسح کی مدت کیا ہوگی؟ (۴) مسح کو توڑنے والے اسباب اور مسح سے متعلق ضروری احکام۔ ان سب باتوں کو

مصنف رحمۃ اللہ علیہ ترتیب وار یہاں بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا عبارت میں پہلی بات بیان فرمایا ہے یعنی کس قسم کے موزوں پر مسح جائز ہے؟۔ چنانچہ فرمایا کہ: جب آئندہ ذکر کی جانے والی شرطیں پائی جائینگی تو موزوں پر مسح درست ہوگا اور یہ شرطیں کل چھ ہیں، ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ موزے طہارت پر پہنے ہوں یعنی وضو کی حالت میں پہنے ہوں چونکہ وضو میں احناف کے نزدیک ترتیب واجب نہیں ہے اس لئے یہ بھی درست ہے کہ پاؤں دھو کر موزے پہن لے پھر وضو مکمل کرلے۔ اب اس کے بعد جب کبھی وضو ٹوٹ جائیگا تو مسح کرنا جائز ہوگا بشرطیکہ وضو مکمل ہونے تک وضو کو توڑنے والی کوئی بات پیش نہ آئے۔ پس اگر کسی نے پاؤں دھونے کے بعد موزے پہن لئے اور باقی وضو مکمل کرنے سے پہلے وضو کو توڑنے والی کوئی بات پیش آئی مثلاً ہوا خارج ہوگئی یا خون وغیرہ نکل آیا پھر وضو مکمل کیا تو اس کے بعد وضو ٹوٹنے پر مسح نہیں کر سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنے کیلئے موزہ پہننے کے وقت طہارتِ کاملہ شرط نہیں بلکہ وضو ٹوٹنے کے وقت طہارتِ کاملہ ضروری ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ موزے ایسے ہوں کہ ٹخنوں کو ہر طرف سے چھپالیں یعنی پاؤں کو جہاں تک وضو میں دھونا ضروری ہے تو مسح کیلئے اُس حصے کا موزے میں چھپنا بھی ضروری ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ دونوں موزوں میں سے ہر ایک پاؤں کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کی مقدار پھٹن سے خالی ہو کیونکہ پھٹن کی یہ مقدار زیادہ ہے جو مسح کیلئے رُکاوٹ ہے اور جو پھٹن اس سے کم ہو وہ مسح سے مانع نہیں۔

تنبیہ: پھٹن کے متعلق چار باتیں ذہن نشین کرلیں: تین انگلیوں کی مقدار کا اعتبار اُس وقت ہے کہ پھٹن انگلیوں کے علاوہ کسی اور جگہ ہو، اگر پھٹن انگلیوں کے اوپر ہو تو پھر چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار معتبر نہیں بلکہ خود تین انگلیاں معتبر ہوں گی لہٰذا انگوٹھی اور ساتھ والی انگلی ظاہر ہو جائے تو ایسے موزے پر مسح کرنا جائز ہے جب تک ساتھ تیسری انگلی ظاہر نہ ہو اگرچہ یہ پھٹن چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہے۔ نیز یہ پھٹن چوڑائی میں ہو۔ پس اگر موزہ لمبائی میں پھٹا ہوا ہو اور چلتے وقت پاؤں نہ کُھلتا ہو تو یہ مسح کیلئے رکاوٹ نہیں۔ ہاں اگر چلتے وقت تو پاؤں نظر آتا ہے لیکن ویسے نظر نہیں آتا تو پھر مسح کرنا جائز نہیں۔ نیز یہ پھٹن ٹخنے سے نیچے ہو پس اگر ٹخنے سے اوپر ہو تو وہ بھی مسح کے جائز ہونے کیلئے رُکاوٹ نہیں ہے۔ نیز ایک موزہ متفرق جگہ سے پھٹا ہوا ہو تو یہ سب جمع کیا جائے گا اگر تین انگلیوں کے برابر ہو تو مسح جائز نہیں لیکن دو موزوں کے پھٹن کو جمع نہیں کیا جائے گا۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ دونوں موزے ایسے ہوں کہ پنڈلی پر کسی تسمے، ربڑ سے باندھے بغیر ٹھہر جائیں اور یہ اُسی وقت ہوگا کہ موزے اتنے موٹے ہوں کہ تین چار میل (تین میل تقریباً ۵ء۵/۵ کلو میٹر کے برابر ہے) (قاموس) ان میں چل سکے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ موزے اتنے موٹے ہوں کہ پانی کو پاؤں تک پہنچنے سے روکیں، نیز ان کے نیچے سے پاؤں نظر نہ آتا ہو۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ اُن میں درمیانی چال سے مسلسل تین میل چلنا ممکن ہو لہٰذا شیشے، یا لکڑی، یا لوہے کے بنے ہوئے موزوں پر مسح جائز نہیں۔

تنبیہ: فقہاءِ کرام رحمہم اللہ علیہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ باریک جوراب جن سے پانی چھن جاتا ہو، یا وہ کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر کھڑے نہ رہتے ہوں، یا ان میں تین میل مسلسل پھٹے بغیر چلنا ممکن نہ ہو اُن پر مسح کرنا جائز نہیں اور نہ جوتوں پر مسح درست ہے۔ در

چونکہ ہمارے زمانہ میں، سوتی، اُونی، نائیلون کے جو جوراب ملتے ہیں وہ باریک ہوتے ہیں مذکورہ اوصاف اُن میں نہیں پائے جاتے اسلئے ان پر مسح کرنا کسی حال میں جائز نہیں۔ اس لئے کہ لفظِ خُف یعنی موزہ عربی زبان میں صرف چمڑے کے بنے ہوئے موزے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ (تسہیل، در مختار مع ردالمحتار، طحطاوی)

فَرضُ المَسحِ وَسُنَّتُہ

مِقْدَارُ الْفَرْضِ فِي الْمَسْحِ: قَدْرُ ثَلَاثِ أَصَابِعَ مِنْ أَصْغَرِ أَصَابِعِ الْيَدِ عَلٰى ظَاهِرِ مُقَدَّمِ كُلِّ رِجْلٍ۔ وَالسُّنَّةُ فِي الْمَسْحِ أَنْ يَمُدَّ الْأَصَابِعَ مُفَرَّجَةً مِنْ رُؤُوْسِ أَصَابِعِ الْقَدَمِ إِلَى السَّاقِ۔

حلِّ لغات: يَمُدَّ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی کھینچنا۔ **مُفَرَّجَةً:** صیغہ واحد مؤنث بحث اسم مفعول صحیح از باب تفعیل بمعنی کھولے ہوئے۔ سَاقٌ: بمعنی پنڈلی۔

ترجمہ: مسح کا فرض اور اُسکی سنت۔ مسح میں فرض مقدار ہاتھ کی انگلیوں میں سے چھوٹی تین انگلیوں کے بقدر ہے ہر پاؤں کے اگلے حصے کے ظاہری رُخ پر۔ اور مسح میں سنت یہ ہے کہ انگلیوں کو کھول کر پاؤں کی انگلیوں کے سروں سے کھینچے پنڈلی کی جانب۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ مسح کی شرطوں کو بیان کرنے کے بعد اب مسح کے فرض اور سنت کو بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ: مسح میں فرض مقدار یہ ہے کہ ہر ایک موزے پر ہاتھ کی سب سے چھوٹی تین انگلیوں کے بقدر مسح کیا جائے یعنی ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیاں موزہ پر رکھ کر جتنی جگہ لمبائی، چوڑائی میں گھیر لیتی ہیں اتنی جگہ پر مسح کرنا ضروری ہے خواہ پانی سے تر انگلیاں کھینچ کر مسح کرے یا بارش، پانی سے اتنی جگہ تر ہو جائے تو مسح کیلئے کافی ہے کیونکہ کتاب میں تین انگلیوں کی مقدار مسح کو فرض قرار دیا ہے تین انگلیاں فرض نہیں۔ اب چاہے اتنی جگہ انگلیوں سے تر کرے، چاہے گیلی گھاس میں یا پانی میں چلنے سے تر ہو جائے۔ بہر حال مسح ہو جائے گا۔

تنبیہ: یہ کم سے کم تین انگلیوں کے بقدر مسح ہر موزے پر ہونا ضروری ہے۔ پس اگر ایک موزہ پر دو انگلیوں کے بقدر اور دوسرے پر چار، پانچ انگلیوں کے بقدر مسح کیا یا ہر ایک پر تین انگلیوں سے کم مسح کیا تو کافی نہ ہو گا۔ نیز مسح میں ہاتھ کی تین انگلیاں استعمال ہونی چاہئیں۔ پس اگر ایک ہی انگلی سے نیا پانی لئے بغیر تین بار تین جگہ پر مسح کیا تو کافی نہ ہو گا۔ ہاں اگر ایک ہی انگلی سے تین بار مسح کیا لیکن ہر مرتبہ الگ الگ پانی لیا تو درست ہے۔ نیز مسح موزوں کے ظاہر پر کرنا ضروری ہے پس اگر موزے کے باطن یعنی نچلے تلوے کی جانب یا موزے کی ایڑی پر مسح کیا تو جائز نہ ہو گا۔ (در مختار مع ردالمحتار، قاموس، تسہیل، طحطاوی)

اور مسح میں سنت طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں دائیں پاؤں کے اگلے حصے یعنی انگلیوں پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں کے اگلے حصے یعنی انگلیوں پر رکھے اور پھر ہتھیلیاں موزوں سے الگ رکھ کر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر پنڈلی کی طرف ٹخنوں سے اوپر تک کھینچ کر لے جائے۔

تنبیہ: اگر پنڈلی کی طرف سے مسح کر لیا تو بھی جائز ہے مگر خلافِ سنت ہے۔ موزوں پر ایک ہی دفعہ مسح مسنون ہے تکرار یعنی تین بار مسنون نہیں۔ نیز موزوں پر مسح ہر اُس حدث کے بعد جائز ہے جو وضو کو واجب کرنے والا ہو لہٰذا ایسے حدث کے بعد مسح جائز نہیں جس

سے غسل فرض ہو جیسے جنابت اسلئے کہ جنابت کی حالت میں تمام بدن کو دھونا ضروری ہے جو کہ موزوں کے ساتھ ممکن نہیں۔ پس جنبی یعنی ناپاک ہونے کے بعد موزوں کو اُتارنا ضروری ہے۔(طحطاوی، قاموس، تسہیل)

مُدَّةُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

مُدَّةُ الْمَسْحِ لِلْمُقِيْمِ: يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ۔ وَمُدَّةُ الْمَسْحِ لِلْمُسَافِرِ: ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ مَعَ لَيَالِيْهَا۔ تَبْتَدِئُ مُدَّةُ الْمَسْحِ مِنَ الْوَقْتِ الَّذِيْ حَصَلَ فِيْهِ الْحَدَثُ، لَا مِنَ الْوَقْتِ الَّذِيْ لَبِسَ فِيْهِ الْخُفَّيْنِ۔ لَوْ مَسَحَ الْمُقِيْمُ، ثُمَّ سَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ مُدَّتِهٖ، أَكْمَلَ مُدَّةَ الْمُسَافِرِ۔ وَلَوْ أَقَامَ الْمُسَافِرُ بَعْدَ مَا مَسَحَ يَوْماً وَلَيْلَةً إِنْتَهَتْ مُدَّةُ مَسْحِهٖ۔ وَلَوْ أَقَامَ الْمُسَافِرُ، وَقَدْ مَسَحَ أَقَلَّ مِنْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، يُكْمِلُ يَوْماً وَلَيْلَةً، مُدَّةَ الْمُقِيْمِ۔

حل لغات: تَبْتَدِئُ: صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع معروف مہموز اللام از باب افتعال بمعنی شروع ہونا۔ إِنْتَهَتْ: صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل ماضی معروف ناقص یائی از باب افتعال بمعنی انتہاء کو پہنچنا، پورا ہونا۔

ترجمہ: موزوں پر مسح کی مدت: (کا بیان) مسح کی مدت، مقیم کیلئے ایک دن اور رات ہے۔ اور مسح کی مدت مسافر کیلئے تین دن ہیں اپنی راتوں سمیت۔ اور مسح کی مدت شروع ہوتی ہے اُس وقت سے جس میں حدث لاحق ہو، اُس وقت سے نہیں کہ جس میں موزے پہنے ہیں۔ اگر مقیم نے مسح کیا، پھر اپنی مدت پوری کرنے سے پہلے سفر پر چلا گیا تو مسافر والی مدت پوری کرے۔ اور اگر مسافر ایک دن اور رات مسح کرنے کے بعد مقیم ہو گیا، تو اُس کی مسح کی مدت پوری ہو گئی۔ اور اگر مسافر مقیم ہو گیا اس حال میں کہ ایک دن اور رات سے کم مسح کر چکا ہے تو وہ ایک دن اور رات پورا کرے یعنی مقیم والی مدت۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ موزوں پر مسح کی مدت کے متعلق دو باتوں کی وضاحت کرتے ہیں۔ پہلی بات کہ مقیم کیلئے کتنی مدت تک مسح جائز ہے اور مسافر کیلئے کب تک جائز ہے؟۔ دوسری بات مدتِ مسح کی ابتداء کب سے ہو گی؟ اور مسح کب تک رہے گا؟ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: مدتِ مسح مقیم یعنی وطن میں رہنے والے کیلئے ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کیلئے تین دن اور تین راتیں ہیں۔ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافروں کیلئے تین شبانہ روز اور مقیم کیلئے ایک شب و روز مسح کی مدت مقرر فرمائی۔(مسلم شریف)

دوسری بات مسح کی مدت کہ وہ کب سے شروع ہو گی؟ تو اس کے متعلق پہلے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ موزہ کی تین حالتیں ہیں:
(۱) پہننے کا وقت، (۲) مسح کا وقت، (۳) وضو ٹوٹنے کا وقت۔

چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: مدتِ مسح کی ابتداء وضو ٹوٹنے کے وقت سے ہو گی یعنی جب وضو کر کے موزے پہن لئے اُس وقت سے مدتِ مسح شروع نہیں ہوتی بلکہ موزہ پہننے کے بعد پہلی دفعہ جب وضو ٹوٹے گا اُس وقت سے مدت کا شمار اور حساب لگایا جائے گا۔ مثلاً کسی نے ظہر کے وقت وضو کر کے موزہ پہن لیا پھر سورج ڈوبنے کے وقت وضو ٹوٹا تو اگلے دن کے سورج ڈوبنے تک مسح کرنا درست ہے بشرطیکہ مقیم ہو۔ اور اگر سفر میں ہو تو تین دن تین راتیں بعد سورج ڈوبنے کے وقت مسح کی مدت ختم ہو جائیگی۔

آگے مدتِ مسح کے متعلق تین مسئلے اور بتاتے ہیں: (۱) کہ اگر کسی نے بحالتِ اقامت گھر پر مسح شروع کیا اور ابھی ایک دن ایک رات گذرنے نہ پایا تھا کہ سفر میں چلا گیا تو اس صورت میں اسکی مدتِ اقامت مدتِ سفر کی طرف منتقل ہو جائیگی، پس یہ شخص اب تین دن تک مسح کر سکتا ہے کیونکہ مسح کا حکم وقت کیساتھ ہے اور جس چیز کا حکم وقت کیساتھ ہو اُس میں اخیر وقت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اخیر وقت میں چونکہ یہ مسافر ہے لہٰذا سفر والی مدت پوری کریگا۔ (۲) کسی نے سفر میں موزوں پر مسح شروع کیا پھر مقیم بن گیا یعنی گھر پہنچ گیا تو اب دیکھیں گے اگر یہ [illegible] مسح کر چکا ہے تو اسکی مدت ختم ہو چکی ہے موزے اتار لے اور پاؤں دھولے کیونکہ سفر کی رخصت بغیر سفر کے باقی نہیں رہ سکتی ہے۔ (۳) اور اگر ایک دن ایک رات سے کم مسح کیا تو مقیم والی مدت یعنی ایک دن رات پوری کرے کیونکہ یہ شخص اب مقیم ہے۔ (بہشتی زیور، تسہیل، در مختار، طحطاوی)

نَوَاقِضُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

(۱) كُلُّ شَيْئٍ يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ يَنْقُضُ الْمَسْحَ أَيْضاً۔ (۲) يَنْتَقِضُ الْمَسْحُ بِنَزْعِ الْخُفِّ۔ (۳) إِذَا خَرَجَ أَكْثَرُ الْقَدَمِ إِلَى سَاقِ الْخُفِّ إِنْتَقَضَ الْمَسْحُ۔ (٤) يَنْتَقِضُ الْمَسْحُ بِإِنْتِهَاءِ مُدَّتِهٖ۔ (٥) يَنْتَقِضُ الْمَسْحُ إِذَا وَصَلَ الْمَاءُ إِلَى أَكْثَرِ إِحْدَى الْقَدَمَيْنِ فِي الْخُفِّ۔ لَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى عِمَامَةٍ، وَلَا قَلَنْسُوَةٍ، وَلَا بُرْقُعٍ عِوَضاً عَنْ مَسْحِ الرَّأْسِ۔ كَذَا لَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى الْقُفَّازَيْنِ عِوَضاً عَنْ غَسْلِ الْيَدَيْنِ۔

حلّ لغات: نَزْعٌ؛ مصدر ہے باب ضرب سے بمعنی اُکھیڑنا، نکالنا۔ سَاقٌ؛ بمعنی پنڈلی۔ عِمَامَةٌ؛ بمعنی پگڑی۔ جمع عَمَائِمُ۔ قَلَنْسُوَةٌ؛ بمعنی ٹوپی۔ جمع قَلَانِسُ۔ بُرْقُعٌ؛ بمعنی برقع۔ قُفَّازَيْنِ؛ بمعنی دستانے۔ جمع قَفَافِيْزُ۔

ترجمہ: موزوں پر مسح کو توڑنے والے اسباب: (۱) ہر وہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے وہ مسح کو بھی توڑتی ہے۔ (۲) مسح ٹوٹ جاتا ہے موزے کو نکالنے سے۔ (۳) جب پاؤں کا اکثر حصہ موزے کی پنڈلی تک نکلے تو مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ (۴) مسح ٹوٹ جاتا ہے مسح کی مدت کے ختم ہونے سے۔ (۵) مسح ٹوٹ جاتا ہے جب پہنچ جائے پانی دونوں پاؤں میں سے کسی ایک پاؤں کے اکثر حصہ تک موزے کے اندر۔ مسح جائز نہیں پگڑی پر، اور نہ ہی ٹوپی پر، اور نہ ہی برقع پر سر کے مسح کے بدلے۔ اسی طرح مسح جائز نہیں دستانوں پر ہاتھوں کو دھونے کے بدلے۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ مسح کو توڑنے والی چیزوں کو بیان کرتے ہیں چنانچہ (۵) اسباب بیان کئے ہیں۔ (۱) ہر وہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے اس لئے کہ وضو کل ہے اور موزوں پر مسح وضو کا جز ہے تو جو کل کو توڑے گا وہ جز کو ضرور توڑے گا۔ مثلاً پیشاب، پائخانہ، نیند وغیرہ۔ (۲) دونوں موزوں کو یا کسی ایک موزے کو اتارنے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ موزوں پر مسح کرنے کے بعد اتارا ہو۔ کیونکہ موزہ پاؤں تک ناپاکی کے پہنچنے سے رکاوٹ تھا جب موزہ اتار دیا تو رکاوٹ دور ہو گئی اور ناپاکی پاؤں تک پہنچ گئی۔ (۳) پاؤں کا اکثر حصہ جب موزے کی پنڈلی تک آجائے تو بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ پاؤں کا اکثر حصہ کل پاؤں کے قائم مقام ہے لہٰذا اکثر پاؤں کا نکلنا کل پاؤں کا نکلنا شمار کیا جائیگا۔ (۴) مسح کی مدت پوری ہونے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ موزے اقامت کی حالت میں ایک دن رات اور سفر میں تین دن رات تک حدث کے پاؤں تک پہنچنے سے رکاوٹ ہے۔ (۵) موزہ پر مسح کرنے کے بعد کہیں

پانی میں پاؤں پڑ گیا اور موزہ ڈھیلا تھا اس لئے موزہ کے اندر پانی چلا گیا اور سارا پاؤں یا اکثر یعنی آدھے سے زیادہ پاؤں بھیگ گیا تو بھی مسح جاتا رہا۔ اب دوسرا موزہ بھی اتار دے اور دونوں پاؤں اچھی طرح دھولے۔

تنبیہ: آخری چار صورتوں میں یعنی (۱) موزے اتارنے۔ (۲) پاؤں کے اکثر حصے کا موزے کی پنڈلی میں آنے۔ (۳) مسح کی مدت گذر جانے۔ (۴) پاؤں کے بھیگ جانے کی صورت میں موزے اتار کر صرف پاؤں دھولینا کافی ہے سارے وضو کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان چار صورتوں میں حدث صرف پاؤں تک گیا ہے باقی اعضاء تک نہیں۔ بشرطیکہ یہ چار باتیں باوضو ہونے کی حالت میں پائی جائیں ورنہ اگر ان چار صورتوں میں سے کوئی صورت پائی گئی اور ساتھ ساتھ وضو بھی ٹوٹ گیا تو پھر ظاہر بات ہے کہ موزے اتار کر پورا وضو کرنا فرض ہے۔ (درمختار، مراقی الفلاح، تسہیل)

آگے فرماتے ہیں کہ: سر پر مسح کرنے کے بدلے میں پگڑی، ٹوپی، برقع پر مسح جائز نہیں، اسی طرح ہاتھوں کو دھونے کے بدلے میں دستانوں پر مسح جائز نہیں۔ کیونکہ موزوں پر مسح کرنے کی اجازت عقل کے خلاف حدیث سے ثابت ہے اس لئے اس پر دوسری چیزوں کو قیاس کرنا درست نہیں، نیز موزوں پر مسح کی اجازت موزوں کو اتارنے کی مشقت کو دور کرنے کیلئے ہے اور ان چیزوں کے اتارنے میں کوئی حرج و مشقت نہیں۔ (درمختار، تسہیل، مراقی الفلاح)

اَلْمَسْحُ عَلَى الْعِصَابَةِ وَالْجَبِيْرَةِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج: ۷۸) إِذَا جُرِحَ عُضْوٌ وَرُبِطَ بِعِصَابَةٍ، وَكَانَ صَاحِبُ الْعِصَابَةِ لَا يَسْتَطِيْعُ غَسْلَ الْعُضْوِ. وَلَا مَسْحَهُ يَمْسَحُ أَكْثَرَ مَا شُدَّ بِهِ الْعُضْوُ مِنْ فَوْقِهِ. وَلَا يَزَالُ يَمْسَحُ إِلٰى أَنْ يَلْتَئِمَ الْجُرْحُ۔ وَلَا يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُوْنَ قَدْ شَدَّ الْعِصَابَةَ عَلٰى طَهَارَةٍ. كَذَا إِنْكَسَرَ عُضْوٌ وَشُدَّتْ عَلَيْهِ جَبِيْرَةٌ. يَمْسَحُ عَلَى الْجَبِيْرَةِ حَتّٰى يَلْتَئِمَ الْجُرْحُ، وَلَا يُشْتَرَطُ شَدُّ الْجَبِيْرَةِ عَلٰى طَهَارَةٍ۔

حلِّ لغات: عِصَابَةٌ؛ بمعنی پٹی۔ جمع عَصَائِبُ۔ اَلْجَبِيْرَةُ؛ بمعنی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو باندھنے کی لکڑی یا پٹی۔ جمع جَبَائِرُ۔ جُرِحَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی مجہول از باب فتح بمعنی زخمی کرنا۔ رُبِطَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی مجہول از باب نصر، ضرب بمعنی باندھنا۔ يَلْتَئِمُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مہموز العین از باب افتعال بمعنی درست ہونا۔ جُرْحٌ؛ بمعنی زخم جمع جُرُوْحٌ۔ إِنْكَسَرَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب انفعال بمعنی ٹوٹنا۔ (مصباح)

ترجمہ: پٹی اور جبیرۃ پر مسح (کرنے کا بیان) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اس نے تم کو پسند کیا۔ اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل"۔ جب کوئی عضو زخمی ہو جائے اور پٹی سے باندھ لیا جائے اور حالت یہ ہے کہ پٹی والا شخص نہ اس عضو کو دھو سکتا ہے اور نہ اُس کا مسح کر سکتا ہے تو اس چیز کے اکثر حصہ پر مسح کرے گا جس چیز کیساتھ عضو کو باندھا گیا ہے اس چیز کے اوپر سے۔ اور یہ شخص مسح کرتا رہے گا یہاں تک کہ زخم درست ہو جائے۔ اور اس بات کی شرط نہیں لگائی جاتی کہ اُس نے پٹی پاکی کی حالت میں باندھی ہو۔ اسی طرح جب کوئی عضو ٹوٹ جائے اور اس پر جبیرہ باندھ لیا جائے تو جبیرہ پر مسح کرتا رہے گا یہاں تک کہ زخم ٹھیک ہو جائے اور جبیرہ کے پاکی کی حالت میں باندھنے کی شرط نہیں لگائی جاتی۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمہ اللہ جبیرہ (زخم کی پٹی) اور دیگر پٹیاں مثلاً فصد وغیرہ کی پٹی پر مسح کرنے کے احکامات بیان کر رہے ہیں۔ جبیرہ ٹوٹی ہوئی ہڈی کو باندھنے کیلئے جو لکڑی استعمال کی جاتی ہے اس کو کہتے ہیں۔ پھر جبیرہ کا معنی اصلاح کرنا ہے چونکہ اس سے بھی ٹوٹی ہوئی ہڈی کی اصلاح ہوتی ہے اس لئے نیک فالی کے طور پر اس کو جبیرہ کہتے ہیں۔ آج کے اس جدید دور میں جبیرہ کا رواج تقریباً ختم ہو چکا ہے اس کی جگہ پلستر وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ زخم کو دھونا یا اس پر مسح کرنا بسا اوقات انسان کے بس میں نہیں ہوتا اس لئے شریعت نے اس میں سہولت دی اور پٹی، پلستر وغیرہ پر مسح کو زخمی عضو کو دھونے کے قائم مقام کر دیا اس سہولت کو ثابت کرنے کیلئے مصنف رحمہ اللہ نے بطورِ دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ذکر کر دیا کہ اللہ نے دین کے معاملہ میں تمہارے اوپر تنگی نہیں ڈالی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق سخت احکامات ہیں جو بنی اسرائیل پر لازم کئے گئے تھے یا وہ حکم جو انسان برداشت نہ کر سکے چنانچہ دین اسلام میں کوئی ایسا حکم نہیں جو ناقابلِ برداشت ہو۔ جب کوئی عضو زخمی ہو کر پٹی سے باندھ لیا جائے اور حالت یہ ہے کہ اس زخمی عضو کو دھو نہیں سکتا نہ ٹھنڈے پانی کیساتھ نہ گرم پانی کیساتھ۔ اسی طرح اس زخمی عضو پر مسح بھی نہیں کر سکتا تو اب اس کے لئے جائز ہے کہ اس پٹی کے اوپر سے ہی اس کے اکثر حصہ پر مسح کر لے۔ یہی حال جبیرہ کا ہے کہ جب کسی عضو کی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس پر جبیرہ باندھ دیا گیا اور اس ٹوٹی ہوئی ہڈی کو دھونا اور اس پر مسح کرنا مشکل ہو تو جبیرہ کے اوپر مسح کر لینا کافی ہے کھولنا ضروری نہیں۔ اس لئے کہ پٹی، جبیرہ، وغیرہ کے اوپر مسح کرنا یہ ان کے نیچے کے عضو کو دھونے کی طرح ہے۔ نیز پٹی، جبیرہ وغیرہ کو کھولنے میں حرج اور دشواری ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گذر گیا کہ دین کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر تنگی اور دشواری نہیں ڈالی۔ نیز پلستر کا بھی وہی حکم ہے جو جبیرہ کا ہے۔

تنبیہ: بوجۂ ضرورت تمام پٹی، پلستر پر مسح کیا جاسکتا ہے چاہے اس کے نیچے زخم ہو یا نہ ہو کیونکہ پٹی اس طرح نہیں باندھی جاسکتی کہ صرف زخم پر ہو اور باقی اِدھر اُدھر جگہ خالی ہو۔ تو اب چونکہ کھولنے میں حرج ہے اس لئے جہاں زخم نہیں وہاں بھی مسح جائز ہے مگر یہ اس وقت ہے کہ جبیرہ وغیرہ کھولنا اور زخم کا ارد گرد دھونا مُضر ہو ورنہ جبیرہ کھول کر زخم کا ارد گرد دھونا ضروری ہے بشرطیکہ جبیرہ کھولنے اور باندھنے پر قادر ہو یا کوئی معاون موجود ہو ورنہ جبیرہ نہ کھولے اسی پر مسح کر لے۔ پھر پٹی، جبیرہ وغیرہ پر مسح کرنے کیلئے وقت کی کوئی مقدار متعین نہیں بلکہ ٹھیک ہونے تک مسح کرنا جائز ہے۔

اِسکی دو وجہیں ہیں: (۱) کیونکہ جبیرہ وغیرہ پر مسح کرنے کی حد مقرر کرنے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی ہے۔ (۲) جبیرہ وغیرہ پر مسح دھونے کا بدل نہیں بلکہ دھونے کی طرح ہے بخلاف موزے کے کہ اس کیلئے وقت مقرر ہے۔ اور موزوں پر مسح پاؤں دھونے کا بدل ہے۔

پھر یہاں پر یہ بھی شرط نہیں کہ پٹی، جبیرہ، پلستر وغیرہ طہارت کی حالت میں باندھے ہوں تب مسح کر سکتا ہے بلکہ اگر بے وضو ہونے یا جنابت کی حالت میں باندھے ہوں تب بھی مسح کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ ضرورت کے وقت باندھے جاتے ہیں تو ان میں طہارت کی شرط لگانے سے حرج لازم آئے گا اور مشکل پڑے گی۔ جبکہ اللہ نے حرج دور کر دیا ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، تسہیل، در مختار، نہر الفائق)

يَجُوْزُ أَنْ يَّمْسَحَ عَلٰى جَبِيْرَةِ إِحْدَى الرِّجْلَيْنِ، وَيَغْسِلَ الرِّجْلَ الْأُخْرٰى۔ لَايَبْطُلُ الْمَسْحُ بِسُقُوْطِ الْجَبِيْرَةِ قَبْلَ الْتِئَامِ الْجُرْحِ۔ يَجُوْزُ تَبْدِيْلُ الْجَبِيْرَةِ بِغَيْرِهَا وَلَا يَجِبُ إِعَادَةُ الْمَسْحِ عَلَيْهَا. وَلٰكِنَّ الْأَفْضَلَ أَنْ يُّعِيْدَ الْمَسْحَ بَعْدَ

تَبدِیلِ الجَبِیرَۃِ۔ إِذَا رَمِدَ أَحَدٌ وَنَهَاهُ طَبِیبٌ مُسلِمٌ حَاذِقٌ عَن غَسلِ العَینَینِ جَازَ لَهُ المَسحُ۔ لَا تُشتَرَطُ النِّیَّةُ فِي المَسحِ عَلَی الخُفَّینِ، وَالجَبِیرَۃِ، وَالرَّأسِ، وَإِنَّمَا تُشتَرَطُ النِّیَّةُ فِي التَّیَمُّمِ۔

حلِّ لُغات: رَمِدَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب سمع بمعنی آنکھ دُکھنا۔ نَهَا: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف ناقص یائی از باب فتح بمعنی منع کرنا۔ حَاذِقٌ: بمعنی ماہر۔

ترجمہ: جائز ہے یہ بات کہ مسح کرے دو پاؤں میں سے ایک کے جبیرہ پر اور دھوئے دوسرے پاؤں کو۔ زخم کے درست ہونے سے پہلے جبیرہ کے گرنے سے مسح باطل نہیں ہوتا۔ ایک جبیرہ کو دوسرے جبیرہ سے تبدیل کرنا جائز ہے، اور دوسرے جبیرے پر مسح کو دہرانا واجب نہیں۔ لیکن بہتر ہے کہ جبیرہ تبدیل کرنے کے بعد مسح کو دُہرالے۔ جب کسی کی آنکھ دُکھ رہی ہو اور کسی مسلمان ماہر مُعالج نے اس کو آنکھیں دھونے سے روک دیا تو اُس کیلئے مسح جائز ہے۔ موزوں پر اور جبیرہ پر اور سر پر مسح کرنے میں نیت کی شرط نہیں لگائی جاتی۔ سوائے اسکے نہیں کہ نیت کی شرط تو تیمم میں لگائی جاتی ہے۔

تشریح: چونکہ جبیرہ پر مسح، یہ دھونے کا بدل نہیں بلکہ اصل ہے اس لئے مسح کو دھونے کیساتھ جمع کرسکتے ہیں لہٰذا اگر ایک پاؤں پر جبیرہ، پٹی وغیرہ باندھی ہو تو اس پر مسح کرنا اور دوسرے پاؤں کو دھونا جائز ہے بخلاف موزوں کے کہ چونکہ "موزے پر مسح" دھونے کا بدل ہے تو اگر ایک پاؤں میں موزہ ہو اور اسی پر مسح کرلے اور دوسرے پاؤں کو دھولے تو یہ جائز نہیں کیونکہ اس طرح کرنے سے اصل اور بدل جمع ہوجائینگے جو جائز نہیں۔

جبیرہ یا پٹی پر مسح کرنے کے بعد زخم کے درست ہونے سے پہلے پٹی، جبیرہ وغیرہ کے گرنے سے مسح باطل نہیں ہوتا کیونکہ عذر موجود ہے اور جب تک عذر باقی رہے گا تو جبیرہ وغیرہ پر مسح کرنا ایسا ہے کہ جیسے اس کے نیچے کا دھونا۔ بخلاف موزے کہ اگر وہ نکل گیا تو مسح باطل ہوجائیگا۔ لیکن اگر زخم درست ہونے پر جبیرہ، پٹی وغیرہ گرگئی تو مسح باطل ہوجائے گا کیونکہ عذر ختم ہوگیا۔ پس اگر دورانِ نماز جبیرہ وغیرہ زخم کے ٹھیک ہونے پر گرگیا تو نماز باطل ہوجائیگی اب اس جگہ کو دھو کر نئے سرے سے نماز پڑھے۔

اسی طرح جبیرہ وغیرہ پر مسح کرنے کے بعد اس کو تبدیل کرنا اور اُس مسح کی ہوئی جبیرہ، پٹی کی جگہ دوسری جبیرہ رکھنا جائز ہے اور اِس دوسری جبیرہ پر دوبارہ مسح کرنا ضروری نہیں اس لئے کہ جبیرہ پر مسح کرنا یہ عضو کو دھونے کی طرح ہے اور وہ پہلی جبیرہ میں ہوچکا ہے۔ بخلاف موزوں کے۔ البتہ بہتر ہے کہ جبیرہ، پٹی وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد نئی جبیرہ پر دوبارہ مسح کرلے۔ جب کسی کو آشوبِ چشم ہو یعنی آنکھ دُکھ رہی ہو اور مسلمان، ماہر تجربہ کار ڈاکٹر، حکیم آنکھوں کو دھونے سے منع کردے اور پانی کو آنکھوں کے لئے مضر بتائے تو آنکھوں پر مسح جائز ہے۔

تنبیہ: موزوں پر مسح کرنے اور جبیرہ، پٹی وغیرہ پر مسح کرنے میں تقریباً تیرہ فرق ہیں۔ بعض کی طرف ہم نے یہاں اشارہ کردیا باقی بڑی کتابوں میں موجود ہیں۔ مثلاً شامی۔ (درمختار مع ردالمحتار، مراقی مع طحطاوی، تسہیل، جوہرۃ)

آگے فرماتے ہیں کہ: موزوں، جبیرہ، سر پر مسح کرنے کیلئے مسح کی نیت ضروری نہیں اسلئے کہ ان تینوں میں پانی سے طہارت حاصل ہوتی ہے اور جہاں پانی سے طہارت حاصل ہو وہاں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے وضو، غسل۔ نیز یہ وضو کے اجزاء ہیں اور وضو کُل ہے جب کُل میں پاکی کی نیت شرط نہیں تو جز میں تو بطریقِ اولیٰ شرط نہیں۔ (تسہیل، طحطاوی مع مراقی) البتہ تیمم میں پاکی کی نیت ضروری ہے جیسا کہ اس کا ذکر ہو چکا ہے تیمم کے بیان میں۔

أَلْكِتَابُ الثَّانِيْ

أَلصَّلَاةُ

مَعْنَى الصَّلَاةِ: تُطْلَقُ كَلِمَةُ الصَّلَاةِ فِي اللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ عَلَى الدُّعَاءِ بِخَيْرٍ. قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ (التوبة ١٠٣) أَيْ أُدْعُ اللّٰهَ لَهُمْ بِالْمَغْفِرَةِ۔ أَمَّا فِيْ إِصْطِلَاحِ الْفُقَهَاءِ: فَتُطْلَقُ كَلِمَةُ الصَّلَاةِ عَلٰى أَقْوَالٍ وَأَفْعَالٍ مَخْصُوْصَةٍ. تُفْتَتَحُ بِالتَّكْبِيْرِ, وَتُخْتَتَمُ بِالتَّسْلِيْمِ۔ سُمِّيَتِ الصَّلَاةُ لِأَنَّهَا تَشْتَمِلُ عَلَى الدُّعَاءِ. وَلِأَنَّهُ الْجُزْءُ الْغَالِبُ فِيْهَا, إِطْلَاقًا لِإِسْمِ الْجُزْءِ عَلَى الْكُلِّ۔

حلِّ لغات: اَلصَّلَاةُ: بمعنی دعا، نماز۔ جمع صَلَوَاتٌ۔ تُطْلَقُ: صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع مجہول صحیح از باب افعال بمعنی بولا جاتا ہے۔ سَكَنٌ: بمعنی رحمت، برکت۔

ترجمہ: دوسری کتاب نماز کے بیان میں۔ نماز۔ صلاۃ کا معنی: لفظِ صلاۃ عربی زبان میں بھلائی کی دُعا پر بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور دعا دے ان کو بے شک تیری دعا اُن کیلئے تسکین ہے" یعنی ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کریں۔ بہر حال فقہاء کی اصطلاح میں تو لفظِ صلاۃ اُن مخصوص اقوال اور افعال پر بولا جاتا ہے جو تکبیر (تحریمہ) سے شروع کئے جاتے ہیں اور سلام پر ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ اِن (اقوال وافعال) کا نام صلاۃ رکھا گیا ہے اس لئے کہ یہ دُعا پر مشتمل ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ دعا ہی نماز کا جزءِ غالب ہے کل کو جزء کا نام دیتے ہوئے۔

تشریح: کنجی اور وسیلہ (یعنی طہارت اور پاکی کے مسائل) کو بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ مقصود (یعنی نماز) کے بیان کو شروع فرماتے ہیں: چنانچہ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ تین باتیں بیان کریں گے۔ نماز (جس کو عربی زبان میں صلاۃ کہتے ہیں) کی لغوی اور شرعی تعریف، اور چند مخصوص اقوال اور افعال کو صلوٰۃ (یعنی نماز) کہنے کی وجہ بیان کرتے ہیں۔

(۱) **لغوی تعریف:** صلوٰۃ کے اصل معنی عربی زبان میں رحمت، اور بھلائی کی دعا دینا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ان کیلئے بھلائی اور برکت کی دعا کیجئے۔ بے شک آپ کی دعا ان کیلئے باعثِ اطمینانِ قلب ہے"۔ نیز ایک حدیث مبارک میں بھی صلوٰۃ کا یہی معنی مراد لیا گیا ہے کہ اگر کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزہ دار ہو تو فَلْيُصَلِّ یعنی دعوت دینے والے کیلئے خیر وبرکت کی دعا کرے۔

(۲) **شرعی تعریف:** فقہاء یعنی اہلِ شریعت کے ہاں جب صلوٰۃ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مخصوص اقوال اور مخصوص افعال مراد ہوتے ہیں۔ مخصوص اقوال سے مراد قرأت، تشہد وغیرہ ہیں اور مخصوص افعال سے مراد قیام، رکوع، سجود، قعدہ وغیرہ ہیں۔ اور یہ

اقوال، اور افعال تکبیر سے شروع ہوتے ہیں اور سلام پر ختم ہوتے ہیں۔ تکبیر سے مراد تکبیرِ تحریمہ ہے اور تسلیم سے مراد سلام پھیرنا ہے۔

(۳) اقوال اور افعالِ مخصوصہ کو صلوٰۃ دو وجہوں سے کہتے ہیں ایک یہ کہ وہ دعا کے معنی کو مشتمل ہیں۔ جیسا کہ سورۂ فاتحہ میں دُعا ہے، تشہد میں دُعا ہے، دُعائے قنوت میں دُعا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ صلوٰۃ (دعا) نماز کا ایک بڑا جزء ہے تو جزء کا نام کل کو دیتے ہوئے بھی تمام ارکان کا نام صلوٰۃ رکھا۔

پانچ نمازوں کی فرضیت کا ثبوت قرآن اور حدیث سے

دَلِيلُ مَشْرُوعِيَّتِهَا

ثَبَتَتْ مَشْرُوعِيَّةُ الصَّلَاةِ بِآيَاتٍ كَثِيرَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ، وَبِأَحَادِيثَ كَثِيرَةٍ مِنْ سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔ **فَمِنَ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ** قَوْلُهُ تَعَالَىٰ: ﴿فَسُبْحَانَ اللهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ﴾ (الروم: ۱۷، ۱۸) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: أَرَادَ بِقَوْلِهِ: ﴿حِينَ تُمْسُونَ﴾ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، ﴿وَحِينَ تُصْبِحُونَ﴾ صَلَاةَ الصَّبَاحِ، ﴿وَعَشِيًّا﴾ صَلَاةَ الْعَصْرِ، ﴿وَحِينَ تُظْهِرُونَ﴾ صَلَاةَ الظُّهْرِ۔ وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ (النساء: ۱۰۳) أَيْ: مُحَتَّمَةٌ وَمُوَقَّتَةٌ بِأَوْقَاتٍ مَخْصُوصَةٍ۔ قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى، وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾ (البقرة: ۲۳۸)

حلِّ لغات: تُمْسُونَ؛ صیغہ جمع مذکر مخاطب اثبات فعل مضارع معروف ناقص واوی از باب افعال بمعنی شام کے وقت میں داخل ہونا۔ تُصْبِحُونَ؛ صیغہ جمع مذکر مخاطب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افعال بمعنی صبح کے وقت میں داخل ہونا۔ عَشِيًّا؛ بمعنی دن کا آخری حصہ۔ تُظْهِرُونَ؛ صیغہ جمع مذکر مخاطب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افعال بمعنی ظہر کے وقت میں داخل ہونا۔ مَوْقُوتًا؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول مثال واوی از باب ضرب بمعنی مقرر کردہ وقت۔ مُحَتَّمَةٌ؛ صیغہ واحد مؤنث بحث اسم مفعول صحیح از باب تفعیل بمعنی فرض کیا ہوا، لازم کیا ہوا۔ (مصباح)

ترجمہ: نماز کے مشروع اور فرض ہونے کی دلیل: نماز کی مشروعیّت کتاب اللہ کی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے اور سنتِ رسول ﷺ کی بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں سے (نماز کے مشروع ہونے کی دلیل) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ”سو اللہ کی پاکی بیان کرو جب کہ تم شام کرو اور جب صبح کرو اور تمام تعریفوں کے لائق آسمان وزمین میں وہی ہے۔ (اسی کی پاکی بیان کرو) پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو“۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (اس آیت کی تفسیر میں) فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”حِينَ تُمْسُونَ“ (جس وقت تم شام کرو) سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز ہے۔ اور ”حِينَ تُصْبِحُونَ“ (جس وقت تم صبح کرو) سے مراد صبح کی نماز ہے۔ اور ”عَشِيًّا“ (پچھلے وقت) سے مراد عصر کی نماز ہے اور ”حِينَ تُظْهِرُونَ“ (جب تم دوپہر کرو) سے مراد ظہر کی نماز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر وقتوں میں“۔ یعنی نماز فرض ہے اور مقرر ہے مخصوص اوقات کیساتھ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”خبردار رہو سب نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے“۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نمازِ پنج گانہ کی فرضیت کو قرآن اور حدیث سے ثابت فرماتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ کریم سے نمازِ پنج گانہ کو ثابت کیا ہے، ویسے تو قرآن کی بہت ساری آیتوں سے نمازِ پنج گانہ کی فرضیت کا ثبوت ملتا ہے۔ من جملہ ان کے دو آیتیں یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بطورِ دلیل پیش فرمائی ہیں جو اکیسویں پارے سورۂ روم کی آیت نمبر ۱۸، ۱۷ میں ہیں۔

ان آیتوں سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق پانچ نمازیں اس طرح ثابت ہوتی ہیں کہ لفظِ "حِيْنَ تُمْسُوْنَ" مغرب اور عشاء دونوں نمازوں کو شامل ہے۔ اور "حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ" سے فجر مراد ہے۔ اور "عَشِيًّا" چونکہ دن کے آخری حصہ کو کہتے ہیں تو بظاہر اس سے عصر مراد ہے۔ اور "حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ" سے ظہر کا مراد ہونا ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ ایک موقع پر قرآن نے کہا: "اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا" اس آیت میں لفظِ کتاب بمعنی فرض کے ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى، وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ" اس آیت میں لفظِ "صَلَوَاتٌ" سے مراد چار نمازیں ہیں اور لفظِ "صلوٰۃ وسطیٰ" سے پانچویں نماز مراد ہے۔ اس کے علاوہ سورۂ ھود آیت (۱۴)، سورۂ ق آیت (۳۹/۴۰)، سورۂ بنی اسرائیل آیت (۷۸) میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے۔

وَمِنَ السُّنَّةِ: مَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ﴿أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟ قَالُوْا: لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ. قَالَ: فَذَالِكَ مَثَلُ صَلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا﴾ (رواہ احمد، بخاری، مسلم) وَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ مُعَاذًا رضی اللہ عنہ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: ﴿أُدْعُهُمْ إِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذَالِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ. . .﴾ (رواہ احمد، والبخاری، ومسلم) اَلصَّلَاةُ أَعْظَمُ عِبَادَةٍ. لِأَنَّهَا تَصِلُ الْعَبْدَ بِرَبِّهِ. اَلصَّلَاةُ شُكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى نِعَمِهِ الَّتِيْ لَا تُحْصٰى۔

حلِّ لغات: أَرَأَيْتُمْ: صیغہ جمع مذکر مخاطب اثبات فعل ماضی معروف مہموز العین ناقص یائی از باب فتح بمعنی دیکھنا۔ دَرَنٌ: بمعنی میل کچیل۔ جمع أَدْرَانٌ۔ يَمْحُوْ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف ناقص واوی از باب نصر بمعنی مٹانا۔ تَصِلُ: صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع معروف مثال واوی از باب ضرب بمعنی جوڑنا۔ لَا تُحْصٰى: صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع منفی مجہول ناقص یائی از باب افعال بمعنی شمار کرنا۔

ترجمہ: اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے (نماز کی فرضیت کی دلیل) وہ حدیث ہے جس کو نقل کیا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر ایک نہر ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے، کیا اس کے میل کچیل میں سے کچھ باقی رہ جائے گا؟ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اس کے میل کچیل میں سے کچھ باقی نہیں رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس یہی حال پانچ نمازوں کا ہے کہ اللہ جل شانہ ان نمازوں کی وجہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور وہ حدیث جس کو نقل کیا ہے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ

آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: اُن کو اِس بات کی گواہی کی دعوت دو کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پس اگر مان لیں اس بات کو تو اُن کو بتادے کہ تحقیق اللہ نے اُن پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں ہر دن اور رات میں۔ نماز بہت بڑی عبادت ہے، اس لئے کہ نماز بندے کو اپنے رب سے جوڑتی ہے۔ نماز اللہ کا شکریہ ہے اللہ کی اُن نعمتوں پر جو شمار نہیں کی جاسکتیں۔

تشریح: قرآنِ کریم سے نماز کی فرضیت کو ثابت کرنے کے بعد مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ احادیثِ مبارکہ سے نماز کی مشروعیت اور فرضیت کو ثابت فرماتے ہیں۔ چنانچہ متعدد احادیث خصوصاً حدیثِ معراج میں پانچ وقت کی نمازوں کا ذکر کیا گیا ہے من جملہ ان متعدد احادیث کے دو / ۲ حدیثیں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ذکر فرمائی ہیں جن دونوں کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے جن کے ترجمہ سے بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔

پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: نماز عبادت ہونے کے لحاظ بہت بڑی چیز ہے اس لئے کہ بندے کو اپنے رب اور معبود سے ملاتی ہے جو دنیا میں انسان کی زندگی کا بڑا مقصد ہے۔ نیز کسی پیغمبر کی شریعت نماز سے خالی نہیں تھی۔ (در مختار)

پانچ نمازوں کے مشروع ہونے کی حکمت:

نماز اللہ کی اَن گنت نعمتوں کا شکریہ ہے، چنانچہ خالقِ کائنات نے جب انسان کو دنیا میں پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے اس کو جان بخشی پھر اس کی ضرورت کی بڑی بڑی پانچ نعمتیں عطا فرمائیں: (۱) کھانے پینے کی چیزیں، (۲) گرم و سرد لباس، (۳) رہائش کیلئے مکان، (۴) خدمت کیلئے نوکر وغیرہ، (۵) سفر کیلئے سواری۔ جان کا شکریہ تو کلمہ طیبہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا اقرار ہے اور اِن پانچ نعمتوں کے شکریہ میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں تاکہ ایک نماز سے ایک نعمتِ عظمیٰ کا شکریہ ادا ہوسکے۔ نیز انسان کی پوری زندگی پانچ حالتوں میں گزر جاتی ہے (۱) لیٹنے میں، (۲) بیٹھنے میں، (۳) کھڑے ہونے میں، (۴) سونے میں، (۵) جاگنے میں ان پانچوں حالتوں میں بندہ پر اللہ کی رحمتیں اور نعمتیں بارش کی طرح برستی ہیں جن کا شمار کرنا بھی خارج از امکان ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان پانچ حالتوں کی تمام نعمتوں کا شکریہ پانچوں نمازوں میں رکھ دیا گویا جس نے پانچ نمازیں پڑھیں اُس نے ہر حالت اور خدا کی ہر نعمت کا شکریہ ادا کر دیا۔

نماز کب فرض ہوئی ہے؟

رہی یہ بات کہ نماز کب فرض ہوئی ہے؟ اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ پانچوں نمازوں کی فرضیت شبِ معراج میں ہوئی، پھر یہ شبِ معراج کب ہوئی؟ اس کے بارے میں اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ نبوت کے دسویں سال ستائیس رجب کو ہوئی۔ (طحطاوی، رد المحتار)

أَنْوَاعُ الصَّلَاةِ

اَلصَّلَاةُ تَنْقَسِمُ إِلٰى قِسْمَيْنِ: (۱) صَلَاةٌ مُشْتَمِلَةٌ عَلٰى رُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ. (۲) صَلَاةٌ غَيْرُ مُشْتَمِلَةٍ عَلٰى رُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ. وَهِيَ صَلَاةُ الْجَنَازَةِ۔ اَلصَّلَاةُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلٰى رُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ تَنْقَسِمُ إِلٰى ثَلٰثَةِ أَنْوَاعٍ: (۱) فَرْضٌ. وَهِيَ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كُلَّ يَوْمٍ۔ (۲) وَاجِبٌ. وَهِيَ صَلَاةُ الْوِتْرِ. وَصَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ. وَقَضَاءُ النَّوَافِلِ الَّتِيْ فَسَدَتْ بَعْدَ الشُّرُوْعِ فِيْهَا. وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الطَّوَافِ۔ (۳) نَفْلٌ. وَهِيَ مَا عَدَا الْمَفْرُوْضَةِ. وَالْوَاجِبَةِ۔

حلّ لغات: اَنْوَاعٌ؛ جمع ہے نَوْعٌ کی بمعنی قسم۔ عَلٰی؛ بمعنی پر، کو۔ وِتْرٌ؛ واو کے فتح اور کسرہ کیساتھ بمعنی طاق، مراد وتر کی نماز ہے۔ عَدَا؛ بمعنی علاوہ۔

ترجمہ: نماز کی قسمیں: نماز دو قسموں کی طرف منقسم ہوتی ہے۔ ایک، وہ نماز جو شامل ہو رکوع اور سجدہ کو۔ دوسری، وہ نماز جو رکوع اور سجدے کو شامل نہ ہو، اور وہ جنازہ کی نماز ہے۔ وہ نماز جو رکوع اور سجدے پر مشتمل ہو منقسم ہوتی ہے تین قسموں کی طرف۔ پہلی فرض، اور وہ ہر روز پانچ نمازیں ہیں۔ دوسری واجب، اور وہ وتر کی نماز، دونوں عیدوں کی نماز، اور اُن نوافل کی قضا جو فاسد ہو جائیں اُن میں لگنے کے بعد، اور دو رکعت طواف کے بعد ہیں۔ تیسری نفل، اور وہ ایسی نماز ہے جو فرض اور واجب نماز کے علاوہ ہو۔

تشریح: نماز کی فرضیت اور مشروع ہونے کو قرآن اور حدیث سے ثابت کرنے کے بعد اب نماز کی قسمیں بیان کرتے ہیں، چنانچہ بنیادی طور پر نماز کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ نماز جس میں قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ سارے کام پائے جاتے ہیں۔ جیسے عام فرض، واجب، نفل نمازیں، دوسری وہ نماز جس میں رکوع، سجدہ وغیرہ نہ ہو بلکہ صرف قیام ہو جیسے نمازِ جنازہ۔

پھر پہلی قسم کی تین قسمیں ہیں: (۱) فرض: اور وہ روزانہ کی پانچ نمازیں ہیں، اور یہ فرض اس لئے ہیں کہ یہ دلیلِ قطعی سے ثابت ہیں جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ان کی فرضیت ثابت کر دی قرآن اور حدیث سے۔ (۲) واجب: اور وہ کئی نمازیں ہیں، (۱) وتر، کیونکہ حضرت عبد اللہ بن بُریدہ اور حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے جو واجب ہونے کی دلیل ہے۔ (۲) عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نمازوں کی پابندی کی ہے کبھی عیدین کی نمازوں کو چھوڑا نہیں جو واجب ہونے کی دلیل ہے۔ اور نفلوں کی قضاء جب شروع ہونے کے بعد فاسد ہو جائیں، یعنی جب کوئی نفل نماز شروع کر دے اور پھر توڑے تو اب اُن نفلوں کی قضا واجب ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ" "اپنے اعمال کو باطل نہ کرو" تو نفل کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا ضروری اور واجب ہے تاکہ عمل باطل ہو نے سے بچ جائے۔

اسی طرح ہر طواف کے بعد دو رکعت واجب ہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر تشریف لائے اور یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى" یعنی مقامِ ابراہیم علیہ السلام کو نماز کی جگہ بناؤ اور پھر دو رکعت نماز پڑھی تو آیت تلاوت کرنے میں اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ یہ دو رکعت اللہ کے امر کی وجہ سے ہیں اور امر وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ (۳) نفل نمازیں: فرض واجب نمازوں کے علاوہ جتنی نمازیں ہیں مثلاً سنتیں، تہجد، تراویح وغیرہ سب کو نوافل کہا جاتا ہے۔

شُرُوْطُ فَرْضِيَّةِ الصَّلَاةِ

لَا تُفْتَرَضُ الصَّلَاةُ عَلٰی اِنْسَانٍ اِلَّا اِذَا اجْتَمَعَتْ فِيْهِ ثَلَاثَةُ شُرُوْطٍ: (۱) اَلْاِسْلَامُ. فَلَا تُفْتَرَضُ عَلٰی كَافِرٍ۔ (۲) اَلْبُلُوْغُ. فَلَا تُفْتَرَضُ الصَّلَاةُ عَلٰی صَبِيٍّ۔ (۳) اَلْعَقْلُ. فَلَا تُفْتَرَضُ الصَّلَاةُ عَلٰی مَجْنُوْنٍ۔ يَنْبَغِيْ لِلْاٰبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ اَنْ يَّاْمُرُوْا اَوْلَادَهُمْ بِالصَّلَاةِ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعَ سِنِيْنَ مِنْ عُمُرِهِمْ وَيَضْرِبُوْهُمْ بِالْاَيْدِيْ عَلٰی تَرْكِ الصَّلَاةِ اِذَا بَلَغُوْا عَشْرَ سِنِيْنَ مِنْ عُمُرِهِمْ. كَيْ يَتَعَوَّدُوْا تَاْدِيَةَ الصَّلَاةِ فِيْ اَوْقَاتِهَا قَبْلَ اَنْ تَجِبَ عَلَيْهِمْ۔

حلِّ لغات: اٰبَاءٌ؛ بمعنی باپ۔ جمع ہے اَبٌ کی۔ اُمَّهَاتٌ؛ بمعنی مائیں۔ جمع ہے اُمٌّ کی۔ اَیْدِی؛ جمع ہے یَدٌ کی بمعنی ہاتھ۔ یَتَعَوَّدُوْا؛ صیغہ جمع مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف واوی از باب تفعُّل بمعنی عادی ہونا۔ کَیْ ناصبہ کے بعد اَنْ مقدر ہونے کی وجہ سے یَتَعَوَّدُوْنَ سے نون اعرابی گر گئی۔ کَیْ؛ بمعنی تاکہ۔ تَادِیَةٌ؛ مصدر ہے باب تفعیل کا مہموز الفاء ناقص یائی سے بمعنی ادا کرنا۔

ترجمہ: نماز کے فرض ہونے کی شرطیں: نماز فرض نہیں ہوتی کسی انسان پر مگر جب اس میں تین شرطیں جمع ہو جائیں۔ (۱) پہلی شرط: مسلمان ہونا، لہٰذا کسی کافر پر نماز فرض نہیں۔ (۲) دوسری شرط: بالغ ہونا، لہٰذا کسی بچے پر نماز فرض نہیں۔ (۳) تیسری شرط: عقل مند ہونا، لہٰذا کسی دیوانے پر نماز فرض نہیں۔ مناسب ہے ماں باپ کیلئے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم دیں جب وہ اپنی عمر میں سے سات سال تک پہنچ جائیں۔ اور نماز چھوڑنے پر اُن کو ہاتھ سے ماریں جب بچے اپنی عمر میں سے دس سال تک پہنچ جائیں تاکہ وہ نمازوں کے اوقات میں نماز پڑھنے کے عادی ہو جائیں اُن پر نماز کے فرض ہونے سے پہلے ہی۔

تشریح: نماز کی قسمیں بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ نماز کے فرض ہونے کی شرطیں بیان فرماتے ہیں، کہ نماز کیلئے کن شرطوں کی ضرورت ہے؟ نیز نماز کس پر فرض ہو گی اور کس پر نہیں؟۔ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: نماز کسی انسان پر اُس وقت فرض ہو گی جب اس میں تین شرطیں پائی جائیں گی۔

(۱) وہ مسلمان ہو، لہٰذا کافر پر نماز فرض نہیں کیونکہ کافر کی طرف تو پہلے اسلام متوجہ ہے اس سے مسلمان ہونے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ (۲) وہ بالغ ہو، لہٰذا کسی نابالغ بچے پر نماز فرض نہیں کیونکہ نابالغ کسی حکم کا مکلف نہیں لیکن بچے جب سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو نماز کا حکم دیا جائے گا۔ اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارا جائے گا لیکن ہاتھ سے، ڈنڈے یا کوڑے سے نہیں اور ہاتھ سے بھی صرف تین بار زیادہ نہیں کیونکہ اس میں بچے کی رعایت بھی ہے اور نماز پڑھنے کی تنبیہ بھی۔ اِسی طرح مناسب ہو گا کہ والدین بچوں کو نماز، روزے اور تمام کرنے والے کاموں کی عادت بچپن ہی میں ڈالدیں اور تمام نامناسب کاموں سے بچپن ہی میں ان کو بچانے کی کوشش کریں تاکہ بالغ ہونے کے بعد جب اُن پر یہ کام فرض اور لازم ہوں تو ان کو آسانی سے پورا کریں۔ اس لئے کہ حدیثِ مبارک میں ہے کہ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں نہ پڑھنے پر مارو نیز ان کے سونے کی جگہیں بھی الگ کر دو۔ (۳) عاقل ہونا، لہٰذا کسی دیوانے پاگل پر نماز فرض نہیں کیونکہ اس کی طرف اللہ کا کوئی حکم متوجہ نہیں۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، تسہیل)

أَوْقَاتُ الصَّلَاةِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء: ۱۰۳) وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى، مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ، وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهُ. وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ﴾ (رواہ احمد)

ترجمہ: نماز کے اوقات (کا بیان) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر وقتوں میں۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ نے فرض فرمایا جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور ان نمازوں کو انکے وقت میں پڑھے اور ان نمازوں

کے رکوع کو بھی اچھے طریقے سے ادا کرے اور خشوع بھی پورا رکھے تو اس کیلئے اللہ کے ذمہ ہے یہ بات کہ اس کو بخش دے اور جو شخص (اس طرح) نہ کرے تو اس کے لئے اللہ پر کوئی ذمہ داری نہیں اگر اللہ چاہے تو اس کو بخش دے اور اگر چاہے تو اس کو عذاب دیدے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا آیت کریمہ اور حدیث مبارک سے یہ بات ثابت کر دی کہ نماز کے اوقات من جانب اللہ مقرر ہیں اور نمازوں کو انہی مقرر اوقات پر ادا کرنا فرض ہے۔

إِفْتَرَضَ اللهُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ، وَهِيَ:(۱) صَلَاةُ الصُّبْحِ وَهِيَ رَكْعَتَانِ ، وَيَبْتَدِئُ وَقْتُهَا مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ، وَيَبْقٰى إِلٰى قُبَيْلِ طُلُوْعِ الشَّمْسِ۔ (۲) صَلَاةُ الظُّهْرِ : وَهِيَ أَرْبَعُ رَكْعَاتٍ، وَيَبْتَدِئُ وَقْتُهَا مِنْ زَوَالِ الشَّمْسِ مِنْ وَسْطِ السَّمَاءِ ، وَيَبْقٰى إِلٰى أَنْ يَصِيْرَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِثْلَيْهِ سِوَى الظِّلِّ الَّذِيْ يُوْجَدُ لِلشَّيْئِ عِنْدَ الزَّوَالِ عِنْدَ الْإِمَامِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رحمه الله وَبِهٖ يُفْتٰى، وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِيْنَ مِنَ الْأَحْنَافِ۔ وَيَبْقٰى وَقْتُ الظُّهْرِ إِلٰى أَنْ يَصِيْرَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِثْلَهٗ عِنْدَ الْإِمَامَيْنِ أَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ رحمهما الله وَقَدْ رَجَّحَ الْإِمَامُ الطَّحَاوِيُّ رحمه الله الْمِثْلَ ۔

حل لغات: قُبَيْلٌ؛ بمعنی تھوڑا سا پہلے اور یہ تصغیر ہے قَبْلٌ کی قبل بمعنی پہلے ۔ وَسْطٌ ؛ بمعنی بیچ۔ جمع أَوْسَاطٌ ۔ ظِلٌّ؛ بمعنی سایہ۔ جمع ظِلَالٌ۔ يَصِيْرُ؛ فعل ناقص مضارع معروف کا صیغہ ہے بمعنی ہو جائے۔ رَجَّحَ ؛صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب تفعیل بمعنی راجح قرار دینا اور زیادہ قابلِ عمل قرار دینا۔ طُلُوْعٌ؛ مصدر ہے باب نصر سے بمعنی سورج کا نکلنا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، اور وہ ایک تو صبح کی نماز ہے اور وہ دو رکعتیں ہیں۔ اور اُس کا وقت شروع ہوتا ہے صبح صادق کے نکلنے سے اور باقی رہتا ہے سورج کے نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے تک۔ دوسری ظہر کی نماز ہے اور وہ چار رکعتیں ہیں۔ اور اُس کا وقت شروع ہوتا ہے آسمان کے درمیان سے سورج کے ڈھلنے سے اور باقی رہتا ہے یہاں تک کہ ہر چیز کا سایہ اس کے دو چند ہو جائے اُس سایہ کے علاوہ جو سورج ڈھلنے کے وقت کسی چیز کیلئے پایا جاتا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، اور اِسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور اِسی پر عمل ہے احناف میں سے متاخرین علماء کے نزدیک۔ اور دو اماموں یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے یہاں تک کہ ہر چیز کا سایہ اس کے ایک گُنا ہو جائے اور تحقیق امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک گُنا کو راجح قرار دیا ہے۔

تشریح: نماز کو قرآنِ کریم نے اوقات کیساتھ وابستہ فریضہ قرار دیا ہے اس لئے نماز کے جائز، مکروہ، اور ممنوع ہونے کیلئے وقت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اوقات تین طرح کے ہیں: (۱) جائز، (۲) مستحب، (۳) اور مکروہ، احادیث میں وضاحت اور صراحت کیساتھ ان کا ذکر موجود ہے۔ انہی کی روشنی میں اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک ایک نماز کا وقت بمع فرض رکعتوں کی تعداد کے تفصیل سے بیان فرماتے ہیں۔

چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ پہلے جائز اوقات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ ان میں سے پہلی نماز فجر کی ہے، جو دو رکعتیں ہیں۔ فجر کی نماز کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے اور جونہی سورج کا طلوع شروع ہو اُس وقت ختم ہو جاتا ہے یعنی سورج کا کنارہ طلوع ہونے سے تھوڑی دیر یعنی چند سیکنڈ پہلے تک۔ صبح صادق کیا چیز ہے؟ اس کے متعلق فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ: رات ختم ہوتے وقت پہلے اُفق (آسمان کے مشرقی کنارے) میں ایک لمبی سفیدی چھا جاتی ہے جو بقولِ بعض فقہاء کے کالے بھیڑیئے کی دُم کی طرح یا ستون کی طرح ہوتی ہے اس سفیدی کو عرب لوگ "صبح کاذب" کہتے تھے۔ اس صبح

سے احکام شریعت متعلق نہیں ہیں، نہ اس سے عشاء کا وقت ختم ہوتا ہے نہ فجر کا وقت شروع ہوتا ہے، نہ رمضان شریف میں کھانا پینا ممنوع ہوتا ہے، اور نہ روزہ کی ابتداء ہوتی ہے۔ پھر دوبارہ تاریکی چھاجاتی ہے اور کچھ وقفہ سے دوبارہ سفیدی آتی ہے یہ اُفق پر چوڑائی میں چھاجاتی ہے اور آنافانا بڑھتی جاتی ہے اور تھوڑی دیر میں بالکل اُجالا ہوجاتا ہے اسکو عرب "صبح صادق" کہا کرتے تھے اسی وقت سے شریعت کے احکام متعلق ہیں اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ (غنیۃ المستملی، مراقی الفلاح مع طحطاوی، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ)

دوسری نماز ظہر کی ہے، اور وہ چار رکعتیں ہیں، اور ظہر کی نماز کا وقت زوالِ آفتاب یعنی سورج ڈھل جانے کیساتھ ہی شروع ہوتا ہے یعنی جب سورج بالکل آسمان کے درمیان میں ہو تو اس وقت نصف النہار ہوتا ہے یعنی دن آدھا ہوجاتا ہے۔ جب آسمان کے درمیان سے مغرب کی طرف مائل ہوجائے تو سمجھو کہ سورج ڈھل گیا اور ظہر کا وقت شروع ہوگیا اب یہ کیسے پتہ چلے گا کہ آسمان کے بیچ (درمیان) سے زوالِ آفتاب ہوا کہ نہیں؟ تو اس کی علامت یہ ہے کہ لمبی چیزوں کا سایہ مغرب سے شمال کی طرف چلتے چلتے جب بالکل شمال کی سیدھ میں آکر مشرق کی طرف مڑنے لگے تو سمجھو کہ زوالِ آفتاب ہوگیا یعنی سورج ڈھل گیا اور ظہر کا وقت شروع ہوگیا۔ اور مشرق کی طرف منہ کرکے کھڑے ہونے سے بائیں جانب کا نام شمال ہے۔ اور ایک پہچان اس سے بھی آسان ہے وہ یہ ہے کہ سورج نکل کر جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ہر چیز کا سایہ کم ہوتا جاتا ہے۔ پس جب سایہ کم ہونا بند ہوجائے اس وقت ٹھیک دوپہر کا وقت ہے یعنی "نصف النہار"۔ پھر جب سایہ مشرق کی طرف بڑھنا شروع ہوجائے تو سمجھو کہ سورج ڈھل گیا یعنی زوالِ آفتاب ہوگیا اور ظہر کا وقت داخل ہوگیا۔ پھر جتنا سایہ ٹھیک دوپہر کے وقت ہوتا ہے اس کو چھوڑ کر جب ہر چیز کا سایہ اُس چیز کے دوگُنا نہ ہوجائے اس وقت تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے، مثلاً ایک گز کی لکڑی کا سایہ ٹھیک دوپہر کے وقت چار اُنگل تھا تو جب تک دو گز اور چار اُنگل نہ ہوجائے تب تک ظہر کا وقت ہے اور جب دو گز اور چار اُنگل ہوگیا تو اب ظہر کا وقت ختم ہوکر عصر کا وقت شروع ہوگیا یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور اِسی پر فتویٰ بھی ہے اور بعد کے حنفی علماء اسی پر عمل فرماتے آرہے ہیں۔ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے جب تک کہ ہر چیز کا سایہ اس چیز کے ایک مثل نہ ہوجائے اس سایہ کو چھوڑ کر جو ٹھیک دوپھر کے وقت اس چیز کا ہوتا ہے۔ (سایہ اصلی) مثلاً ایک گز کی لکڑی کا سایہ ٹھیک دوپہر کو یعنی نصف النہار کے وقت چار انگل تھا تو جب تک ایک گز اور چار انگل سایہ نہ ہوجائے ظہر کا وقت باقی رہے گا اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِسی مذہب کو یعنی ایک مثل کو راجح قرار دیا ہے نیز آجکل فتویٰ بھی اِسی پر ہے اور احتیاط بھی اِسی میں ہے۔ (تسہیل)

تنبیہ: امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں حضرات ہمارے حنفی مذہب کے امام امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور ان دونوں حضرات کو صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں، نیز امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا نام "یعقوب" تھا۔

(۳) صَلَاۃُ الْعَصْرِ: وَهِيَ أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ، وَيَبْتَدِئُ وَقْتُهَا مِنْ بَعْدِ اِنْتِهَاءِ وَقْتِ الظُّهْرِ وَيَبْقٰى إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ۔ (٤) صَلَاۃُ الْمَغْرِبِ: وَهِيَ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ۔ يَبْتَدِئُ وَقْتُهَا مِنْ غُرُوْبِ الشَّمْسِ، وَيَبْقٰى إِلٰى غِيَابِ الشَّفَقِ الْأَحْمَرِ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى۔

(٥) صَلَاۃُ الْعِشَاءِ: وَهِيَ أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ۔ يَبْتَدِئُ وَقْتُهَا مِنْ غِيَابِ الشَّفَقِ، وَيَبْقٰى إِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ۔

حلّ لغات: غِيَابٌ؛ مصدر ہے اجوفِ یائی باب ضرب سے بمعنی غائب ہونا۔ أَلشَّفَقُ الْأَحْمَرُ؛ غروبِ آفتاب کے بعد آسمان کے مغربی کنارے پر سرخی، اس سرخی کے ختم ہو جانے پر جو سفیدی ہوتی ہے اس کو "أَلشَّفَقُ الْأَبْيَضُ" کہتے ہیں غُرُوْبٌ؛ مصدر ہے باب نصر سے بمعنی سورج کا ڈوبنا۔

ترجمہ: تیسری عصر کی نماز ہے، اور وہ چار رکعتیں ہیں۔ اور اس کا وقت شروع ہوتا ہے ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد سے اور باقی رہتا ہے سورج کے ڈوبنے تک۔ چوتھی مغرب کی نماز ہے۔ اور وہ تین رکعتیں ہیں۔ اس کا وقت شروع ہوتا ہے سورج ڈوبنے سے اور باقی رہتا ہے سرخی کے غائب ہونے تک اور اسی پر فتویٰ ہے۔ پانچویں عشاء کی نماز ہے اور وہ چار رکعتیں ہیں، اُس کا وقت شروع ہوتا ہے سرخی کے غائب ہونے سے اور باقی رہتا ہے صبح صادق نکلنے تک۔

تشریح: صَلَاةُ الْعَصْرِ الخ: سے تیسری نماز؛ نمازِ عصر کا وقت بیان کرتے ہیں کہ ظہر کا وقت جونہی ختم ہو جاتا ہے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو مثل کے بعد سے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ایک مثل کے بعد سے اور سورج کے ڈوبنے تک باقی رہتا ہے، یعنی جب سورج کی ٹکیا آسمان کے مغربی کنارے سے غائب ہو جائے تو عصر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

صَلَاةُ الْمَغْرِبِ الخ: سے چوتھی نماز؛ نمازِ مغرب کا وقت بیان کرتے ہیں کہ مغرب کی نماز کا وقت سورج کے غروب ہونے کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے اور باقی رہتا ہے سُرخی کے غائب رہنے تک یعنی جب تک آسمان کے مغربی کنارے پر سُرخی باقی رہے اس وقت تک مغرب کا وقت رہتا ہے یہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یعنی عمل کیا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ سرخی کے بعد جو سفیدی ہوتی ہے جب تک وہ باقی ہے مغرب کا وقت باقی رہتا ہے۔ اصل میں لفظِ شفق سورج ڈوبنے کے بعد سُرخی اور سُرخی ختم ہونے کے بعد سفیدی دونوں کو کہتے ہیں۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما نے اس سے سرخی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے سفیدی کو مراد لیا ہے۔

صَلَاةُ الْعِشَاءِ الخ: سے پانچویں نماز؛ نمازِ عشاء کا وقت بیان فرماتے ہیں کہ عشاء کی چار رکعتیں ہیں۔ عشاء کی نماز کا وقت شفق کے غائب ہونے سے شروع ہو جاتا ہے، شفق سے کیا مراد ہے؟ تو جو اختلاف فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے درمیان مغرب کے آخری وقت کے بارے میں ہے وہی اختلاف عشاء کے ابتدائی وقت کے بارے میں بھی ہے یعنی صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک سرخی کے غائب ہونے سے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سرخی کے بعد جو سفیدی ہوتی ہے اس کے ختم ہونے کے بعد سے عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبح صادق کے نکلنے تک باقی رہتا ہے۔

صَلَاةُ الْوِتْرِ: وَهِيَ وَاجِبَةٌ ،وَوَقْتُهَا وَقْتُ الْعِشَاءِ ,غَيْرَ أَنَّهَا تُصَلَّى بَعْدَ الْعِشَاءِ فَإِنْ صَلَّى اَحَدٌ صَلَاةَ الْوِتْرِ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَجَبَ عَلَيْهِ إِعَادَةُ الْوِتْرِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ۔

حلّ لغات: وِتْرٌ؛ بمعنی طاق۔ جمع أَوْتَارٌ۔ إِعَادَةٌ؛ مصدر ہے باب افعال کا اجوفِ واوی سے بمعنی لوٹانا، دُہرانا، دوبارہ کرنا۔

ترجمہ: وتر کی نماز: اور وہ واجب ہے۔ اور اس کا وقت عشاء کا وقت ہے علاوہ اس کے کہ نمازِ وتر پڑھی جاتی ہے نمازِ عشاء کے بعد پس اگر کسی نے وتر کی نماز عشاء کی نماز سے پہلے پڑھ لی تو اس پر واجب ہے وتر کو لوٹانا عشاء کی نماز کے بعد۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ فرض نمازوں کے اوقات بیان فرمائے، اب یہاں سے واجب نماز جو کہ وتر ہے اس کا وقت بیان کرتے ہیں، چنانچہ وتر کے متعلق تین باتیں بتائیں گے۔ (۱) یہ کہ وتر واجب ہیں یعنی عملاً ضروری ہیں۔ (۲) یہ کہ وتر کا وقت وہی عشاء والا وقت ہے یعنی شفق کے غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے۔ (۳) یہ ہے کہ نمازِ وتر نمازِ عشاء کے بعد ہی پڑھی جائیگی کیونکہ حدیث پاک سے عشاء اور وتر کی نمازوں میں ترتیب ثابت ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بے شک اللہ نے تمہارے لئے ایک نماز کا اضافہ کر دیا ہے خبردار وہ وتر کی نماز ہے پس اس کو عشاء اور فجر کے درمیان پڑھو اس حدیث سے صراحۃً وتر کا معین وقت ثابت ہو گیا کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد ہے۔

فَإِنْ صَلَّى أَحَدٌ الخ: سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ چونکہ وتر اور عشاء کی نماز میں ترتیب واجب ہے جسکی وجہ سے وتر عشاء کے بعد ہی پڑھے جائینگے اس لئے اگر کسی نے بھولے سے نمازِ وتر نمازِ عشاء سے پہلے پڑھ لی تو اس پر لازم ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد وتر دوبارہ پڑھے اس لئے کہ عشاء کی نماز سے پہلے پڑھے ہوئے وتر کالعدم ہیں۔ (طحطاوی)

فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِأَوْقَاتِ الصَّلَاةِ

(۱) يُسْتَحَبُّ الْإِسْفَارُ بِالْفَجْرِ۔ (۲) يُسْتَحَبُّ التَّأْخِيْرُ بِالظُّهْرِ فِيْ فَصْلِ الصَّيْفِ۔ (۳) يُسْتَحَبُّ التَّعْجِيْلُ بِالظُّهْرِ فِيْ فَصْلِ الشِّتَاءِ۔ (٤) يُسْتَحَبُّ التَّأْخِيْرُ بِالظُّهْرِ فِيْ فَصْلِ الشِّتَاءِ إِذَا كَانَ يَوْمُ غَيْمٍ حَتّٰى يَتَيَقَّنَ زَوَالَ الشَّمْسِ۔ (٥) يُسْتَحَبُّ تَأْخِيْرُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَتَغَيَّرِ الشَّمْسُ۔ (٦) يُسْتَحَبُّ تَعْجِيْلُ الْعَصْرِ فِيْ يَوْمِ الْغَيْمِ۔ (٧) يُسْتَحَبُّ تَعْجِيْلُ الْمَغْرِبِ۔ (٨) يُسْتَحَبُّ تَأْخِيْرُ الْمَغْرِبِ فِيْ يَوْمِ الْغَيْمِ۔ (٩) يُسْتَحَبُّ تَأْخِيْرُ الْعِشَاءِ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ۔

حلِّ لغات: إِسْفَارٌ: مصدر ہے باب افعال کا صبح سے بمعنی صبح کا روشن ہونا یہاں مراد ہے فجر کی نماز اچھی طرح اُجالا ہونے کے بعد پڑھنا۔ فَصْلٌ: بمعنی موسم، سال کے چار حصوں میں سے ایک حصہ، اور وہ چار حصے یہ ہیں: بہار، گرمی، سردی، خزاں۔ جمع فُصُوْلٌ۔ شِتَاءٌ: موسم سرما۔ جمع أَشْتِيَةٌ۔ غَيْمٌ: بمعنی بادل۔ جمع غُيُوْمٌ۔ يَتَيَقَّنَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مثال یائی از باب تفعّل بمعنی یقین کرنا۔ ثُلُثٌ: بمعنی تہائی جمع أَثْلَاثٌ۔ (مصباح)

ترجمہ: چند متفرق مسائل جو نماز کے اوقات سے متعلق ہیں۔ (۱) فجر کی نماز کو روشنی میں پڑھنا مستحب ہے۔ (۲) گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ (۳) سردی کے موسم میں ظہر کی نماز میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ (۴) سردی کے موسم میں جبکہ بادل کا دن ہو ظہر کی نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے تاکہ سورج کے ڈھلنے کا یقین ہو جائے (۵) عصر کی نماز کو دیر سے پڑھنا مستحب ہے جب تک کہ آفتاب متغیر نہ ہو۔ (۶) بادل کے دن عصر کی نماز میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ (۷) مغرب کی نماز میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ (۸) بادل کے دن میں مغ... کی نماز میں دیر کرنا مستحب ہے۔ (۹) عشاء کی نماز رات کی تہائی حصے تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔

تشریح: اس سے پہلے نمازوں کے مطلق یعنی جائز اوقات کا بیان تھا۔ چونکہ احادیث کی روشنی میں یہ بات بھی متعین کی گئی ہے کہ ان جائز اوقات میں کونسا حصہ نماز کی ادائیگی کیلئے زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے؟ انہی مستحب اوقات کی بابت یہاں کچھ مسائل بیان کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) چنانچہ فرماتے ہیں کہ: صبح کی نماز روشنی میں پڑھنا مستحب اور پسندیدہ ہے۔ روشنی میں نماز ادا کرنے کی فضیلت پر متعدد حدیثیں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهٗ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ" (ترمذی)
ترجمہ: فجر خوب روشن کر کے پڑھو کہ یہ زیادہ باعثِ اجر ہے، نیز اس لئے بھی کہ دیر سے پڑھنا جماعت کی کثرت کا باعث ہے اس لئے کہ صبح کا وقت نیند اور غفلت کا ہوتا ہے۔ اور روشنی کی حدیہ ہے کہ اچھی طرح سفیدی اور روشنی پھیل جانے کے بعد قرأتِ مسنونہ کے ساتھ نماز شروع کرے تاہم اس کا خیال رکھا جائے کہ یہ شروع کرنا طلوعِ آفتاب سے اتنی دیر پہلے ہو کہ اگر کسی وجہ سے اِس نماز کا فساد ظاہر ہو جائے تو دوبارہ وضو کر کے مسنون قرأت کیساتھ نماز پڑھنا سورج نکلنے سے پہلے پہلے ممکن ہو، البتہ عورتوں کیلئے اول وقت میں ہی نماز ادا کر لینا بہتر ہے۔ باقی مسنون قرأت کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سورج نکلنے سے اتنی دیر پہلے نماز پڑھنا مستحب ہے کہ جس میں ایک وضو اور دو نمازیں مسنون قرأت کیساتھ پڑھنا ممکن ہو پس طلوعِ آفتاب سے آدھا گھنٹہ پہلے نماز پڑھنی چاہیئے۔ (قاموس الفقہ، مراقی مع طحطاوی)

(۲) دوسری نماز ظہر کی ہے، اس کا مستحب وقت کیا ہے؟ تو یہ گرمی اور سردی، اسی طرح بادل ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے مختلف ہے، چنانچہ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز تاخیر کیساتھ ٹھنڈ میں ادا کرنا مستحب ہے، موسم گرما میں نمازِ ظہر کو تاخیر سے ادا کرنے پر متعدد روایتیں منقول ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب گرمی سخت ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کی سانس ہے۔ اور تاخیر کی حدیہ ہے کہ جب دیواروں کا سایہ اتنا ہو کہ جماعت میں شریک ہونے والے اس میں چل سکیں، تاہم اس بات کا خیال رہے کہ ایک مثل سایہ ہونے سے پہلے پہلے پڑھ لے۔ اور سردی کے موسم میں ظہر کی نماز ابتدائی وقت میں پڑھنا مستحب ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نقل کیا ہے کہ جب گرمی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تاخیر سے نماز پڑھتے اور جب ٹھنڈ اور سردی کا زمانہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ ظہر جلدی ادا کرتے۔ نیز موسم سرما میں اگر آسمان پر بادل ہوں تو پھر باوجود سردی کے بھی ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے تاکہ سورج ڈھلنے کا یقین ہو جائے اور قبل از وقت نماز پڑھنے کا خدشہ نہ رہے۔ کیونکہ جب سورج ڈھل گیا تو ظہر کا وقت داخل ہو گیا رہا موسم بہار، اور خزاں تو اُس میں بھی سردی کی طرح جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، قاموس)

(۳) تیسری نماز عصر کی ہے: اس کا مستحب وقت یہ ہے کہ ہر موسم میں تاخیر سے ادا کی جائے۔ بشرطیکہ آفتاب میں تغیُّر کی کیفیت پیدا ہونے سے پہلے پڑھ لے کیونکہ عصر کو اتنی تاخیر سے پڑھنا کہ آفتاب میں تغیُّر پیدا ہو جائے یہ مکروہ ہے۔ اور حدیث پاک میں اس کو منافق کی نماز کہا گیا۔ اور تغیُّر پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج کا رنگ زرد ہو جائے اور سورج کی ٹکیہ اس طرح ہو جائے کہ اس کو دیکھنے سے آنکھیں نہ چُندھیائیں۔ چنانچہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نمازِ عصر کو مؤخر کرنے کا حکم فرماتے تھے نیز نماز عصر کو مؤخر کرنے سے نوافل کا زیادہ موقع ملے گا کیونکہ نمازِ عصر کے بعد تو نوافل مکروہ ہیں۔ (قاموس، اشرف الھدایہ، طحطاوی)

(۴) چھوتی نماز، مغرب کی ہے: اس کا مستحب وقت کیا ہے؟ تو مغرب کی نماز ہر موسم میں ہر حال میں بالاتفاق جلدی ادا کرنا مستحب ہے یعنی اذان اور اقامت کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ اور وقفہ نہیں ہونا چاہیے سوائے ہلکی اور خفیف سی بیٹھک یا سکوت کے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میری امت خیر پر رہے گی جب تک نمازِ مغرب کو تاروں کے چمکنے تک مؤخر نہ کریگی۔ (ابوداؤد) نیز تاخیر اس لئے بھی مکروہ ہے کہ اس میں یہود کیساتھ مشابہت لازم آتی ہے اس لئے کہ یہود نمازِ مغرب کو تاخیر سے پڑھتے تھے۔ البتہ اگر کسی دن بادل ہوں تو پھر مغرب کی نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے تاکہ غروبِ آفتاب کا یقین ہو جائے اور نماز کے غروبِ آفتاب سے پہلے واقع ہونے کا خطرہ ختم ہو جائے۔ اسی طرح بیماری یا سفر کا عذر ہو یا کھانا تیار ہو اور شدید بھوک لگی ہو تو بھی معمولی تاخیر مکروہ نہیں۔ (طحطاوی مع ردالمحتار، قاموس)

(۵) پانچویں نماز عشاء کی ہے: عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے، یعنی اگر رات کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو پہلے حصے کے ختم ہونے سے تھوڑی دیر پہلے پڑھنا مستحب ہے، مثلاً غروبِ آفتاب سے طلوعِ فجر تک بارہ گھنٹے کی رات ہے تو پہلے چار گھنٹوں تک عشاء کی نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے، فرض کریں کہ چھ بجے سورج غروب ہو جاتا ہے اور پھر چھ بجے فجر طلوع ہو جاتی ہے تو پہلے چار گھنٹے کے آخر تک یعنی دس بجے سے پہلے پہلے عشاء کی نماز ادا کر لینا مستحب ہے۔ اسی طرح اگر نو گھنٹے کی رات ہے تو پہلے تین گھنٹے تک مؤخر کرنا مستحب ہوگا اور رات کا حساب غروبِ آفتاب سے طلوعِ صبح صادق تک لگایا جائے گا اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: اگر مجھے امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر کرتا۔

تنبیہ: نمازِ عشاء تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے، نصف رات تک مؤخر کرنا مباح ہے اور آدھی رات کے بعد تک مکروہ ہے۔ نیز تہائی رات تک مؤخر کرنا یہ سردی کے موسم کا حکم ہے۔ گرمی کے موسم میں عشاء کی نماز کو جلد ادا کرنا مستحب ہے کیونکہ گرمی کے زمانے میں اگر عشاء کو مؤخر کیا گیا تو جماعت کم ہو جائے گی اس لئے کہ گرمی کے موسم میں رات چھوٹی ہوتی ہے لوگ جلدی ہی سو جاتے ہیں اسی طرح بادل اور بارش کے دنوں میں بھی جلدی بہتر ہے چاہے گرمی ہو یا سردی، تاکہ جماعت میں شرکت آسان ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہو سکیں۔ (اشرف الهدایہ، قاموس، ردالمحتار مع طحطاوی)

(۸) يُسْتَحَبُّ تَأْخِيرُ الْوِتْرِ إِلَى آخِرِ اللَّيْلِ لِلَّذِي يَثِقُ بِالْإِنْتِبَاهِ فِي آخِرِ اللَّيْلِ۔ لَا يَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَ فَرْضَيْنِ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ، سَوَاءٌ كَانَ الْجَمْعُ بِعُذْرٍ، أَوْ كَانَ بِدُونِ عُذْرٍ۔ يَجِبُ عَلَى الْحُجَّاجِ خَاصَّةً أَنْ يُصَلُّوا الظُّهْرَ، وَالْعَصْرَ فِي عَرَفَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي وَقْتِ الظُّهْرِ۔ وَأَنْ يُصَلُّوا الْمَغْرِبَ، وَالْعِشَاءَ بِمُزْدَلِفَةَ، فِي الْوَقْتِ الَّذِي وَصَلُوا فِيهِ إِلَى مُزْدَلِفَةَ۔

حلِّ لغات: **يَثِقُ**: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مثال واوی از باب ضرب بمعنی بھروسہ کرنا۔ **إِنْتِبَاهٌ**: مصدر ہے باب افتعال کا صحیح سے بمعنی جاگنا، نیند سے بیدار ہونا۔ **حُجَّاجٌ**: جمع ہے حَاجٌّ کی صیغہ اسم فاعل مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی قصد کرنا، زیارت کرنا۔ حاجی کو بھی حاجی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مقاماتِ مقدسہ کعبہ، جبل عرفات، منیٰ، مزدلفہ، صفا، مروہ کی زیارت اور قصد کرتا ہے۔ **عَرَفَةَ**: غیر منصرف ہے، عَرَفَة اور عَرَفَات ایک ہی مقام کا نام ہے یہ جگہ مکہ سے تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ نیز اسلامی بارہویں مہینے (ذی الحجۃ) کی نویں تاریخ کو بھی کہتے ہیں۔ **مُزْدَلِفَةَ**: غیر منصرف ہے، منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جہاں حاجی لوگ نویں اور دسویں ذی الحجہ کی درمیان والی رات ٹھہرتے ہیں۔ (مصباح مع قاموس)

ترجمہ: مستحب ہے وتر کو مؤخر کرنا رات کے آخری حصے تک اُس شخص کیلئے جو رات کے اخیر میں جاگنے پر بھروسہ رکھتا ہو۔ ایک ہی وقت میں دو فرضوں کو جمع کرنا جائز نہیں برابر ہے کہ یہ جمع کرنا عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر عذر کے ہو۔ صرف حاجیوں پر واجب ہے یہ بات کہ وہ ظہر اور عصر کی نمازیں عرفات میں امام کیساتھ ظہر کے وقت میں پڑھیں اور یہ کہ مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ میں پڑھیں اس وقت جس میں وہ مزدلفہ پہنچیں۔

تشریح: یہاں سے وتر کا مستحب وقت بیان فرماتے ہیں کہ: جس کو تہجد کی نماز کی عادت ہو اور اس کو فجر سے پہلے رات کے اخیر میں جاگنے پر بھروسہ ہو تو اس کے حق میں مستحب یہ ہے کہ وتر کو تہجد کے بعد اخیر رات میں پڑھے، سونے سے پہلے نہ پڑھے، اور جس کو رات کے اخیر میں جاگنے کا بھروسہ نہیں تو وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”جس کو خوف ہو کہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ سکے گا تو وہ اول رات میں وتر پڑھ لے اور جو طمع رکھتا ہو کہ آخر رات میں قیام کرے گا تو وہ آخر رات میں وتر پڑھے“۔ (مسلم) (مراقی الفلاح، رد المحتار، اشرف الھدایہ)

لَا یَجُوْزُ الْجَمْعُ الخ: ایک ہی وقت میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں نہ عذر سے نہ بغیر عذر کے، عذر سے مراد مثلاً سفر، بارش، بیماری وغیرہ، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی کا ظہر کی نماز کے بعد سفر کا ارادہ ہو اور وہ یہ خیال کرے کہ سفر میں پتہ نہیں عصر کی نماز پڑھنے کا موقع ملتا ہے یا نہیں چلو ظہر کے وقت میں عصر بھی پڑھ لو تو یہ جائز نہیں، یہی مثال بارش اور بیماری کی بھی ہے۔

جمع کرنے کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ ہے کہ نماز کو اپنے وقت سے مقدم کر کے دوسرے وقت میں پڑھ لے جیسے عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھ لینا اس کو جمع تقدیمی کہتے ہیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کر کے دوسرے وقت میں پڑھ لے جیسے ظہر کی نماز مؤخر کر کے عصر کے وقت میں پڑھ لینا اس کو جمع تاخیری کہتے ہیں، تو جمع کی یہ دونوں صورتیں جائز نہیں نہ تقدیمی نہ تاخیری۔ سوائے حج کے کہ حج کے موقع پر نویں عرفہ کو ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں اور مغرب اور عشاء کو عشاء کے وقت میں ادا کیا جاتا ہے جس کی پانچ شرطیں ہیں۔ اگر وہ شرطیں پائی جائیں تو دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے ورنہ نہیں جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں آجائے گی۔

یَجِبُ عَلَى الْحُجَّاجِ الخ: پیچھے بتایا کہ ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں تو اب اس سے دو موقعوں کو مستثنیٰ کرتے ہیں کہ جن میں جمع جائز ہے۔ (۱) صرف حاجیوں پر واجب ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز عرفہ میں حج کے امام کے ساتھ ظہر کے وقت میں ادا کریں۔ (۲) اور مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں اس وقت ادا کریں جب وہ مزدلفہ پہنچیں یعنی عشاء کے وقت۔

اَلْأَوْقَاتُ الَّتِيْ لَا تَجُوْزُ فِيْهَا الصَّلَاةُ

لَا تَجُوْزُ الصَّلَاةُ فِي الْأَوْقَاتِ الْآتِيَةِ. سَوَآءٌ كَانَتْ فَرْضاً، أَوْكَانَتْ وَاجِبَةً وَكَذَا لَا يَجُوْزُ قَضَاءُ الصَّلَوَاتِ الْفَائِتَةِ فِيْ تِلْكَ الْأَوْقَاتِ: (۱) وَقْتُ طُلُوْعِ الشَّمْسِ إِلَى أَنْ تَرْتَفِعَ. (۲) وَقْتُ إِسْتِوَاءِ الشَّمْسِ إِلَى أَنْ تَزُوْلَ. (۳) وَقْتُ إِصْفِرَارِ الشَّمْسِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ. وَيُسْتَثْنٰى مِنْ ذَالِكَ عَصْرُ ذَالِكَ الْيَوْمِ. فَإِنَّهُ يَجُوْزُ عِنْدَ إِصْفِرَارِ الشَّمْسِ. وَيَصِحُّ أَدَاءُ مَا وَجَبَ فِيْ

تِلْکَ الْأَوْقَاتِ مَعَ الْکَرَاهَةِ۔ فَإِذَا حَضَرَتْ جَنَازَةٌ فِیْ تِلْکَ الْأَوْقَاتِ، جَازَتِ الصَّلَاةُ عَلَیْهَا مَعَ الْکَرَاهَةِ۔ وَإِذَا تَلَا أَحَدٌ آیَةَ سَجْدَةٍ فِیْ تِلْکَ الْأَوْقَاتِ، جَازَ لَهُ مَعَ الْکَرَاهَةِ أَنْ یَّسْجُدَ لِلتِّلَاوَةِ۔ تُکْرَهُ الصَّلَوَاتُ النَّافِلَةُ تَحْرِیْماً فِیْ تِلْکَ الْأَوْقَاتِ۔

حلِّ لغات: تَرْتَفِعُ: صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افتعال بمعنی بلند ہونا۔ إِسْتِوَاء: مصدر ہے باب افتعال کا لفیف مقرون سے بمعنی برابر ہونا۔ إِصْفِرَارٌ: مصدر ہے باب اِفعلال کا صحیح سے بمعنی زرد رنگ والا ہونا۔

ترجمہ: وہ اوقات جن میں نماز جائز نہیں: نماز جائز نہیں آنے والے اوقات میں، برابر ہے کہ وہ نماز فرض ہو یا واجب ہو، اور اسی طرح جائز نہیں فوت شدہ نمازوں کی قضا ان اوقات میں: (۱) سورج نکلنے کے وقت یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے، (۲) سورج کی برابری کے وقت یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے، (۳) سورج کے زرد ہونے کے وقت یہاں تک کہ ڈوب جائے، اور اِس سے مستثنیٰ کیا جائے گا اُس دن کی عصر کی نماز کو کیونکہ بے شک وہ (اس دن کی عصر کی نماز) جائز ہے سورج کے زرد ہونے کے وقت۔ اور درست ہے کراہت کیساتھ اُن نمازوں کو ادا کرنا جو اِن وقتوں میں واجب ہوں۔ پس جب کوئی جنازہ انہی اوقات میں سامنے آ جائے تو اس جنازہ پر کراہت کیساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور جب تلاوت کرے کوئی سجدے کی آیت اِن اوقات میں تو جائز ہے اس کیلئے کراہت کیساتھ کہ سجدے کرے تلاوت کا۔ مکروہِ تحریمی ہے نفل نمازیں اِن اوقات میں۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کے جائز اور پسندیدہ اوقات کو بیان فرمایا، اب یہاں سے اُن اوقات کو بیان کرتے ہیں جن میں نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی یعنی ناجائز ہے۔ چنانچہ ایسے اوقات تین ہیں: ایک سورج کے طلوع ہونے کے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے اور بلند ہونے کی حد ایک نیزہ ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ جب سورج کی طرف دیکھنا مشکل ہو۔ اور آنکھیں چُندھیاں نے لگیں (خیرہ ہونے لگیں اور سورج کے سامنے نہ ٹھہر سکیں)۔ دوسرا جب سورج آسمان کے درمیان پہنچ جائے جس کو نصفُ النہار کہتے ہیں اور اسکی علامت یہ ہے کہ سایہ مزید چھوٹا ہونے سے رُک جائے اور بڑھنا بھی شروع نہ کرے یہاں تک سورج ڈھل جائے یعنی سایہ شمال سے مشرق کی جانب بڑھنا شروع ہو جائے جس کو زوال کہتے ہیں۔ تیسرا سورج کے زرد اور کمزور ہونے کے وقت یہاں تک کہ غروب ہو جائے اور اسکی علامت یہ ہے کہ آنکھ سورج کا مقابلہ کر سکتی ہو یعنی سورج پر نگاہ ٹھہر سکے اور آنکھیں نہ چندھیائیں۔ ان تین اوقات میں ہر قسم کی نماز فرائض، نوافل، نمازِ جنازہ، سجدۂ تلاوت، وتر، قضا، مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو نمازیں ان اوقات میں ادا کی جائیں ان کو لوٹانا واجب ہے اس لئے کہ مسلم شریف کی روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اوقات میں ہمیں عام نماز اور نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا۔ اور پھر مذکورہ تین اوقات بیان فرمائے البتہ چند صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مستثنیٰ کا مطلب چند نمازیں ایسی ہیں کہ اُن کو اِن ممنوع اوقات میں ادا کرنے پر مکروہِ تحریمی والا حکم نہیں لگے گا۔

وَیُسْتَثْنٰی الخ: سے اُنہی صورتوں کو بیان فرماتے ہیں: (۱) اُسی دن کی عصر کی نماز اگر کسی شخص نے نہیں پڑھی یہاں تک کہ سورج کا رنگ زرد ہو گیا اور غروب ہونے کے قریب ہو گیا تو یہ شخص اُس دن کی عصر کی نماز سورج زرد ہو جانے کے وقت بھی پڑھ سکتا ہے۔ (۲) اِسی طرح اِن تین اوقاتِ مکروہہ میں اُن تمام نمازوں کو ادا کرنا درست ہے جو انہی اوقات میں واجب ہوں لیکن یہ ادائیگی کراہت کیساتھ ہو گی

لہٰذا اگر انہی مکروہ اوقات میں جنازہ حاضر ہو جائے یا کوئی ان اوقات میں سجدہ کی آیت تلاوت کرے یا نفل نماز شروع کرے تو انہی اوقات میں ادائیگی کافی ہو گی گو کراہت اس میں بھی ہو گی۔

تُكْرَهُ الخ: سے آخر تک یہ بات بتاتے ہیں کہ اِن تین اوقات میں نفل نمازیں بھی مکروہِ تحریمی ہیں خواہ کسی قسم کے بھی نفل ہوں۔

(مراقی الفلاح مع طحطاوی، تسہیل الحقائق، قاموس)

اَلْأَوْقَاتُ الَّتِيْ تُكْرَهُ فِيْهَا النَّافِلَةُ

تُكْرَهُ الصَّلَوَاتُ النَّافِلَةُ فِي الْأَوْقَاتِ التَّالِيَةِ: (۱) بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ أَكْثَرَ مِنْ سُنَّةِ الْفَجْرِ. وَهِيَ رَكْعَتَانِ۔ (۲) بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ إِلٰى أَنْ تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ۔ (۳) بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلٰى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ۔ (۴) عِنْدَ مَا يَخْرُجُ الْخَطِيْبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِخُطْبَةِ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الْفَرْضِ۔ (۵) عِنْدَ الْإِقَامَةِ، وَتُسْتَثْنٰى مِنْهُ سُنَّةُ الْفَجْرِ فَإِنَّهَا تُصَلّٰى بِدُوْنِ كَرَاهَةٍ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ إِذَا تَيَقَّنَ أَنَّهُ يُدْرِكُ الْإِمَامَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ۔ (۶) قَبْلَ صَلَاةِ الْعِيْدِ. فَلَا يُصَلَّى النَّفْلُ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِيْدِ لَا فِيْ مَنْزِلِهٖ. وَلَا فِي الْمُصَلّٰى۔ (۷) بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيْدِ فِي الْمُصَلّٰى خَاصَّةً۔

حلِ لغات: خَطِيْبٌ: صیغہ واحد مذکر بحث صفت مشبہ از باب کرُم بمعنی خطیب ہونا۔ جمع خُطَبَاءُ نصر سے بمعنی وعظ کہنا، تقریر کرنا۔ نَاحِيَةٌ: بمعنی جانب۔ جمع نَوَاحِي۔ مُصَلّٰى: صیغہ واحد بحث اسم ظرفِ مکان ناقص واوی از باب نصر بمعنی نماز پڑھنے کی جگہ، مراد عید گاہ ہے۔

ترجمہ: وہ اوقات جن میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ آنے والے اوقات میں نفل نمازیں مکروہ ہیں۔ پہلا وقت: صبح صادق کے نکلنے کے بعد فجر کی سنتوں سے زیادہ (نفل پڑھنا مکروہ) ہے اور فجر کی سنتیں دو رکعتیں ہیں۔ دوسرا: فجر کی نماز کے بعد یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے۔ تیسرا: عصر کی نماز کے بعد یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔ چوتھا: جس وقت کہ خطیب جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے خطبہ کیلئے نکلے یہاں تک کہ فرض نماز سے فارغ ہو جائے۔ پانچواں: اقامت کے وقت، اور اس سے فجر کی سنتیں مستثنیٰ ہیں کیونکہ فجر کی سنتیں بغیر کراہت کے پڑھی جائیں گی اقامت کے وقت بھی اور اقامت کے بعد بھی مسجد کی ایک طرف میں جب کہ اِس آدمی کو یقین ہو کہ امام کو دوسری رکعت میں پالے گا۔ چھٹا: عید کی نماز سے پہلے، لہٰذا عید کی نماز سے پہلے نفل نہ پڑھے جائیں نہ گھر میں نہ عید گاہ میں۔ ساتواں: عید کی نماز کے بعد صرف عید گاہ میں۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اُن تین اوقات کو ذکر کیا جن میں ہر قسم کی نماز ناجائز ہے اور ناجائز ہونے کی وجہ اور دلیل ان شاء اللہ بڑی کتابوں میں آجائے گی۔ اب صرف اُن اوقات اور مواقع کو بیان کرتے ہیں جن میں صرف نفل نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی اور ناجائز ہے باقی نماز جنازہ، قضاء، سجدۂ تلاوت جائز ہیں۔

ان میں سے پہلا وقت: طلوعِ فجر کے بعد کا ہے کہ طلوعِ فجر کے بعد فجر کی دو سنتوں سے زائد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ فجر کے طلوع ہونے سے پہلے نوافل پڑھے، لہٰذا اگر کسی نے طلوعِ فجر سے پہلے نفل پڑھنا شروع کئے پھر دورانِ نوافل فجر طلوع ہو گئی تو یہ مکروہ نہیں اور ان کو توڑے بھی نہیں بلکہ مکمل کرے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باوجود یہ کہ نماز کے زیادہ حریص تھے اِن دو رکعتوں سے زائد پڑھنا ثابت نہیں، جیسا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ (بخاری و مسلم) لیکن یہ مکروہ اُس وقت ہے کہ جب قصداً پڑھے جائیں۔

دوسرا وقت: فجر کی نماز کے بعد کا ہے کہ نمازِ فجر کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے یہاں تک سورج بلند ہو جائے لہذا اگر کوئی فجر سے پہلے کی دو رکعت سنت نہ پڑھ پایا۔ چاہے عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر عذر کے ہو، تو فرض نماز کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے نہ پڑھے بلکہ جب آفتاب طلوع ہو کر کہ بقدرِ ایک نیزہ بلندہ ہو جائے تو پھر پڑھ لے امید ہے کہ اِس کی وجہ سے اُس کو فجر کی سنتوں کا اجر مل جائے گا۔

تیسرا وقت: عصر کی نماز کے بعد کا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد تا غروبِ آفتاب نوافل مکروہ ہیں اسلئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بروایت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ کہ نمازِ عصر کے بعد تا غروبِ آفتاب اور نمازِ فجر کے بعد تا طلوعِ آفتاب کوئی نماز نہیں۔ اسی طرح غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ نفل پڑھنے کی وجہ سے نمازِ مغرب میں تاخیر لازم آئیگی۔

چوتھا وقت: جب خطیب جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے کیلئے نکل پڑے، نکلنے سے مراد یہ ہے کہ اس کا مسجد کے قریب گھر یا کمرہ ہے اس سے نکلے یا صف میں بیٹھا ہوا تھا اور خطبہ دینے کیلئے کھڑا ہو گیا تو اس کے بعد نوافل یا سنتیں شروع کرنا مکروہ اور ممنوع ہے یہاں تک کہ فرض نماز سے فارغ ہو جائے کیونکہ خطبۂ جمعہ سننا فرض ہے اور نوافل پڑھنا اِس سننے کیلئے رکاوٹ ہے جبکہ اُس وقت امر بالمعروف بھی ممنوع ہے تو نوافل کہاں سے جائز ہیں؟

پانچواں وقت: اقامت کا ہے کہ جب فرض نماز کیلئے اقامت کہی جارہی ہو تو اُس وقت نوافل میں مشغول ہونا مکروہ ہے البتہ اس سے فجر کی سنتیں مستثنیٰ ہیں کہ اگر فجر کی فرض نماز کیلئے اقامت شروع ہو گئی تو جس نے ابھی تک سنتیں نہیں پڑھیں وہ اسی وقت سنتیں پڑھنا شروع کرے یا اقامت ہو چکی ہے تو بھی فجر کی سنتوں کو نہ چھوڑے بلکہ پڑھے بشرطیکہ اُس کو یہ یقین ہو کہ میں سنتیں ادا کرنے کے بعد امام کو دوسری رکعت میں پالوں گا البتہ اس بات کا خیال رہے کہ جب جماعت کھڑی ہو گئی تو اب صف میں ان سنتوں کو ادا نہ کرے بلکہ مسجد سے الگ مکان یا باہر برآمدے میں یا اگر کوئی جگہ نہ ہو تو مسجد ہی میں کسی ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر یا مسجد کے کسی کونے میں ادا کرے۔

چھٹا وقت: عید کی نماز سے پہلے کا ہے کہ عید کے دن چاہے عید الفطر ہو یا عید الاضحیٰ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا جائز نہیں نہ گھر میں، نہ مسجد میں، نہ عید گاہ میں نہ مردوں کے لئے نہ عورتوں کے لئے۔

ساتواں وقت: عید کی نماز کے بعد کا ہے کہ عید کی نماز کے بعد صرف عید گاہ میں نوافل پڑھنا ممنوع ہے اسلئے کہ آپ ﷺ نہ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھتے تھے نہ بعد میں لہٰذا اگر نمازِ عید پڑھنے کے بعد گھر آکر نوافل پڑھے تو یہ بلا کراہت جائز ہے۔

تنبیہ: مذکورہ اوقات میں نماز جائز نہ ہونے کی اصل وجوہات تو بڑی کتابوں میں پڑھ لیں گے لیکن اتنا یاد رہے کہ اسلام صرف نماز، روزے کا نام نہیں بلکہ اسلام نام ہے ماننے کا، جب حکم ہو گا کہ نماز پڑھو تو پڑھنا دین، اور جب حکم ہو گا کہ نماز نہ پڑھو تو نہ پڑھنا دین، جب حکم ہو گا روزہ رکھو تو رکھنا دین اور جب ممنوع ہو گا تو نہ رکھنا دین، جیسے عید کے دن۔ (طحطاوی، مراقی، شامی، جوہرہ، نہر الفائق)

(٨) إِذَا كَانَ الْوَقْتُ ضَيِّقاً بِحَيْثُ يَخَافُ أَنَّهُ لَوِ اشْتَغَلَ بِالنَّفْلِ فَاتَهُ الْفَرْضُ ۔ (٩) عِنْدَ حُضُورِ الطَّعَامِ إِذَا كَانَ جَائِعاً وَفِيْ نَفْسِهِ تَوَقٌ شَدِيْدٌ إِلَى الطَّعَامِ ۔ (١٠) عِنْدَ مُدَافَعَةِ الْبَوْلِ. أَوِالْغَائِطِ. أَوِالرِّيْحِ ۔ تُكْرَهُ الصَّلَاةُ سَوَاءٌ كَانَتْ فَرْضاً أَوْ كَانَتْ نَافِلَةً عِنْدَ مُدَافَعَةِ الْبَوْلِ وَالْغَائِطِ وَالرِّيْحِ ۔ (١١) عِنْدَ حُضُوْرِ شَيْئٍ يَشْغَلُ بَالَهُ وَيُخِلُّ بِالْخُشُوْعِ ۔ (١٢) بَيْنَ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِيْ عَرَفَةَ لِلْحَاجِّ خَاصَّةً ۔ (١٣) بَيْنَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِيْ مُزْدَلِفَةَ لِلْحَاجِّ خَاصَّةً ۔

حلّ لغات: ضَيِقاً؛ صیغہ صفت مشبہ اجوف یائی از باب ضرب بمعنی تنگ ہونا۔ تَوَقٌ؛ مصدر ہے باب نصر کا اجوف واوی سے بمعنی کسی چیز کا شوق ہونا۔ مُدَافَعَةٌ؛ مصدر ہے باب مفاعلہ کا بمعنی ہٹانا یہاں مراد تنگ کرنا، پریشان کرنا ہے۔ يَشْغَلُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف از باب فتح بمعنی غافل کرنا۔ بَالٌ؛ بمعنی دِل۔ يُخِلُّ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مضاعف ثلاثی از باب افعال بمعنی خلل ڈالنا۔ حَاجٌّ؛ اسم جمع بمعنی حُجّاجِ کرام۔ خَاصَّةً؛ بمعنی خاص طور پر، صرف۔ (مصباح)

ترجمہ: آٹھواں وقت: جب وقت تنگ ہو اس طور پر کہ آدمی کو ڈر ہے اِس بات کا کہ اگر نفل پڑھنے میں لگ گیا تو فرض مجھ سے فوت ہو جائیگا۔ نوواں: کھانے کے حاضر ہونے کے وقت جب کہ آدمی بھوکا ہو اور اُس کے دل میں کھانے کا انتہائی شوق ہو۔ دسواں: پیشاب، یا پائخانہ، یا ہوا کے تنگ کرنے کے وقت، برابر ہے کہ نماز فرض ہو یا نفل۔ پیشاب اور پائخانہ اور ہوا کے تنگ کرنے کے وقت۔ گیارہواں: ایسی چیز کے حاضر ہونے کے وقت جو نمازی کے دل کو مشغول کردے اور خشوع میں خلل ڈالے۔ بارہواں: صرف حاجیوں کیلئے میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان۔ تیرہواں: صرف حاجیوں کیلئے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان۔

تشریح: جن اوقات میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے اُن کو بیان کیا جارہا ہے۔ چنانچہ اُن میں سے آٹھواں وقت: یہ ہے کہ جب فرض نماز کا وقت اتنا تنگ ہو کہ اگر نوافل میں مشغول ہوتا ہے تو فرض نماز قضاء ہو جائے گی، مثلاً ظہر کی نماز کا وقت ختم ہونے میں پانچ منٹ باقی ہیں اس وقت نفلوں میں لگنا مکروہ ہے اس لئے کہ وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے فرض نماز پڑھنا اِس کے ذمہ ہے اور پانچ منٹ میں مشکل سے یہ فرض نماز پڑھ لے گا تو نفلوں کی گنجائش کہاں؟ تو ضروری کو چھوڑ کر غیر ضروری میں لگنا یہ عقلمندی کا کام نہیں۔

نواں وقت: یہ ہے کہ کھانا حاضر ہو اور ساتھ ہی نمازی کو شدید بھوک بھی لگی ہو اور کھانے کا انتہائی شوق بھی ہو تو اتنے شدید تقاضوں کے ہوتے ہوئے نوافل میں لگنا مکروہ ہے اس لئے کہ نماز میں ساری توجہ کھانے کی طرف ہو گی۔

دسواں وقت: یہ ہے کہ ایسی حالت میں نفل پڑھنا کہ پیشاب، پائخانہ، ہوا کو روکنا آدمی کو پریشان کریں یعنی یہ نکلنا چاہتے ہیں اور آدمی اِن کو روک کر نوافل پڑھے تو یہ مکروہ ہے۔ یہی حکم ہر نماز کا ہے چاہے فرض ہو، یا واجب ہو، یا نفل، وجہ وہی ہے کہ توجہ برقرار نہیں رہے گی۔ لہٰذا پیشاب وغیرہ سے فارغ ہو کر تسلی سے نوافل پڑھنا چاہیئے۔

گیارہواں وقت: ہر ایسی چیز کی موجودگی میں نفل پڑھنا مکروہ ہے جو نمازی کے دل کو اللہ کی عظمت کے استحضار سے غافل کردے اور نماز کے خشوع میں خلل انداز ہو، اس لئے کہ خشوع کی جگہ دل ہے۔

بارہواں وقت: یہ ہے کہ میدانِ عرفات میں عرفہ کے دن جو حُجّاجِ کرام ظہر اور عصر کی نماز ظہر کے وقت میں ہی جمع کر کے پڑھیں گے تو ان کیلئے اِن دونوں نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے، چاہے وہ ظہر کی سنتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ البتہ جو حُجّاجِ کرام ظہر کو اپنے وقت میں اور عصر کو اپنے وقت میں پڑھیں گے اُن کیلئے اِن دونوں نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ نہیں۔

تیرہواں وقت: یہ ہے کہ عرفات سے واپسی پر تمام حُجّاجِ کرام مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز عشاء کے وقت میں اکٹھی پڑھتے ہیں، پہلے مغرب کی پھر عشاء کی تو اِن دونوں کے درمیان نفل میں مشغول ہونا مکروہ ہے، چاہے مغرب کی سنتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی در مختار مع رد المحتار)

اَلْأَذَانُ وَالْإِقَامَةُ

أَمَّا الْأَذَانُ فَذِكْرٌ مَخْصُوصٌ. شَرَعَهُ الْإِسْلَامُ لِلْإِعْلَامِ بِدُخُولِ وَقْتِ الصَّلَاةِ الْمَفْرُوضَةِ ، وَلِدَعْوَةِ الْمُسْلِمِينَ إِلَى الْإِجْتِمَاعِ إِلَيْهِ۔

حلِّ لغات: أَذَانٌ؛ مصدر ہے باب سمع سے اور اسم مصدر ہے باب تفعیل سے۔ مصدر اور اسم مصدر، علم مصدر کی تعریفیں اور ان کا باہمی فرق بڑی کتابوں میں ان شاء اللہ آجائے گا، بمعنی خبر دار کرنا۔ إِقَامَةٌ؛ مصدر ہے باب افعال کا اجوف واوی سے بمعنی کھڑا کرنا، اقامت کہنا۔ (مصباح، طحطاوی)

ترجمہ: اذان اور اقامت: بہر حال اذان تو وہ ایک مخصوص ذکر ہے جس کو اسلام نے مشروع اور جائز قرار دیا فرض نماز کے وقت کے داخل ہونے کی خبر دینے کیلئے اور مسلمانوں کو فرض نماز کے وقت میں جمع ہونے کی طرف بلانے کیلئے۔

تشریح: جب مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اُن اوقات کو بیان فرمایا جو نماز کے فرض ہونے کے ظاہری اسباب اور علامات ہیں تو اب اُس اذان کو ذکر کرتے ہیں جو اوقات کے داخل ہونے کی علامت ہے۔ چونکہ اذان دخولِ وقت کا اعلان ہے اس لئے پہلے اوقات بیان کئے گئے اور اُس کے بعد اذان کا ذکر کیا گیا۔ اذان کے متعلق چند باتیں یاد رکھنی چاہئے۔ (۱) اذان کی لغوی اور شرعی تعریف، (۲) نفسِ اذان کا ثبوت، (۳) اذان کے مشروع ہونے کا سبب، (۴) اذان کے مشروع ہونے کا وقت، (۵) اذان کی اہمیت وعظمت اور فضیلت۔

(۱) اذان کی لغوی اور شرعی تعریف: اذان لغتِ عربی میں اعلان اور خبر دار کرنے کا نام ہے پھر اس لفظ کا استعمال نماز کے اعلان کیلئے کیا جانے لگا۔ چنانچہ جب بھی لفظِ اذان بولا جاتا ہے اس سے نماز ہی کا اعلان مراد ہوتا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں مخصوص اوقات میں مخصوص الفاظ کیساتھ مخصوص خبر دینے کو کہتے ہیں۔ اذان اگرچہ بعض اوقات خبر دینے کیلئے نہیں ہوتی مثلاً جمعہ کے دن خطیب کے سامنے اور قضاء نماز کیلئے۔ لیکن اکثر چونکہ خبر دینے کیلئے ہوتی ہے اس لئے تعریف میں کہا گیا کہ اذان مخصوص خبر دینے کو کہتے ہیں۔

(۲) نفسِ اذان کا ثبوت: نفسِ اذان کا ثبوت قرآن اور حدیث دونوں سے ہے قرآن، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ"۔ "اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کیلئے اذان کہی جائے تو تم اللہ کی یاد (نماز اور خطبہ) کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو"۔ دوسری آیت "وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ" "جب تم نماز کیلئے اعلان کرتے ہو تو وہ لوگ اس کے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں یہ اِس سبب سے کہ وہ لوگ ایسے ہیں کہ عقل نہیں رکھتے"۔ وہ احادیث جن سے اذان کا ثبوت ہوتا ہے وہ مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں جن کا ذکر اذان کے مشروع ہونے کے سبب میں آجائیگا۔

(۳) اذان کے مشروع ہونے کا سبب: اذان کی مشروعیت کا مختصر قصہ یہ ہے کہ جب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز اور جماعت کے اوقات کی اطلاع کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا بعض نے رائے دی کہ ناقوس بجایا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ ناقوس: یہ ایک لمبی لکڑی ہوتی ہے جس کو چھوٹی لکڑی سے بجاتے ہیں، بعض نے رائے دی کہ بگل بجایا جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو یہود کا طریقہ ہے، بعض نے یہ تجویز دی کہ مجوس کی طرح اونچی جگہ آگ جلائی جائے جس کو دیکھ کر لوگ نماز کیلئے آئیں گے، بعض نے یہ رائے دی کہ جھنڈا گاڑھا جائے، لیکن کسی بھی طریقے پر اتفاقِ رائے نہ ہو سکا کیونکہ ان میں سے جس چیز کو بھی اختیار کیا جاتا غیر مسلموں کیساتھ مشابہت لازم آتی اس لئے آپ ﷺ نے ان کو پسند نہیں فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ نماز کے وقت "اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ" کہدیا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اس کام کیلئے مقرر کر دیا کہ گلی کوچوں میں "اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ" کا اعلان کیا کریں اسکے بعد آپ ﷺ خود بھی بہت فکر مند تھے اور حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی، جن میں سے حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ آیا اور خواب میں انکو پہلے اذان اور پھر اقامت کا طریقہ تعلیم کیا، الختصر صبح کو پہلے عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ نے اور بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خواب آپ ﷺ سے عرض کیا تب آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ سچا خواب ہے اور بلال کو یہ اذان سکھاؤ اسلئے کہ وہ تم سے زیادہ اونچی آواز والا ہے۔

تنبیہ: یہ خواب تقریباً ۷ یا ۱۰ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی دیکھا تھا اور آپ ﷺ پر وحی بھی کیا گیا تھا۔ (طحطاوی، توضیح السنن، اشرف الہدایہ)

(۴) **اذان کے مشروع ہونے کا وقت:** رہی یہ بات کہ اذان کب اور کہاں مشروع ہوئی؟ تو اس کے متعلق دو قسم کی روایتیں ہیں: (۱) کہ اذان ۱ھ میں مشروع ہوئی، (۲) ۲ھ میں مشروع ہوئی البتہ صحیح قول یہی ہے کہ پہلی ہجری میں مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی کی تعمیر کے بعد مشروع ہوئی۔ (طحطاوی مع مراقی، اشرف الہدایہ، در منضود)

(۵) **اذان کی اہمیت وفضلیت:** اذان اللہ تعالیٰ کے اذکار میں ایک بہت بڑے رُتبہ کا ذکر ہے۔ اس میں توحید و رسالت کی شہادت اعلان کیساتھ ہوتی ہے جس سے اسلام کی شوکت ظاہر ہوتی ہے۔ بہت سی احادیث میں اذان کی فضیلت مذکور ہے۔ (۱) اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اور جو لوگ اِس کو سنتے ہیں جن ہوں یا انسان وہ سب قیامت کے دن اذان دینے والے کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ) (۲) بعض حدیثوں میں یہ بھی آتا ہے کہ مؤذن کا مرتبہ شہید کے برابر ہے۔ (۳) اذان دیتے وقت شیطان پر بہت خوف اور ہیبت طاری ہوتی ہے اور بہت بے حواسی سے بھاگتا ہے جہاں تک اذان کی آواز جاتی ہے وہاں تک نہیں ٹھہرتا۔ (بخاری، مسلم) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ: اگر خلافت کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں اذان کہتا۔ (طحطاوی مع اشرف الہدایہ)

دَلِيْلُ تَشْرِيْعِه: وَدَلِيْلُ تَشْرِيْعِ الْأَذَانِ: اَلْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ: **فَأَمَّا الْقُرْآنُ:** فَقَوْلُهُ تَعَالىٰ: ﴿إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلىٰ ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ (اَلْجُمُعَة: ۱۹) **وَأَمَّا السُّنَّةُ:** فَقَوْلُهُ ﷺ: ﴿إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ﴾ (بخاری و مسلم)

حلّ لغات: لِيُؤَذِّنْ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل امر غائب معروف از باب تفعیل بمعنی اذان دینا۔ لِيَؤُمَّ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل امر غائب معروف مہموز الفا مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی امام بننا۔

ترجمہ: اذان کے جواز کی دلیل: اور اذان کے جواز کی دلیل قرآن اور حدیث ہیں۔ بہرحال قرآن: تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "جب جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کے لئے اذان کہی جائے تو تم اللہ کی یاد کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو"۔ اور بہرحال حدیث تو آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "جب نماز کا وقت آجائے تو چاہیئے کہ تم میں سے ایک آدمی تمہارے لئے اذان کہے اور چاہیئے کہ تم میں سے بڑا تمہیں امامت کرائے"۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ اذان کی تعریف کے بعد اذان کے ثبوت کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اذان کا ثبوت قرآن اور حدیث دونوں سے ہے۔ قرآن سے تو اس طرح کہ "نِدا" سے مراد اذان ہے اور حدیث سے اس طرح کہ آپ ﷺ نے ایک قوم کو اسلامی تعلیمات سکھاتے وقت فرمایا کہ: جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہدیا کرے اور تم میں سے بڑی عمر والا تمہاری امامت کرلیا کرے۔

حُكْمُ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

اَلْأَذَانُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ عَلَى الرِّجَالِ لِصَلَوَاتِ الْفَرْضِ۔ اَلْإِقَامَةُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ عَلَى الرِّجَالِ لِصَلَوَاتِ الْفَرْضِ سَوَاءٌ كَانَ مُقِيماً أَوْكَانَ فِيْ سَفَرٍ، وَسَوَاءٌ صَلّٰى بِجَمَاعَةٍ، أَوْصَلّٰى وَحْدَهُ، وَسَوَاءٌ كَانَ يُؤَدِّي الْوَقْتِيَّةَ، أَوْكَانَ يَقْضِي الْفَائِتَةَ۔

حلِّ لغات: يُؤَدِّي: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مہموز الفاء ناقص یائی از باب تفعیل معنیٰ ادا کرنا۔

ترجمہ: اذان اور اقامت کا حکم: اذان مردوں کے حق میں سنتِ مؤکّدہ ہے فرض نمازوں کیلئے۔ اقامت سنتِ مؤکّدہ ہے مردوں کے حق میں فرض نمازوں کیلئے، برابر ہے کہ (نماز پڑھنے والا) مقیم ہو یا سفر میں ہو، اور برابر ہے کہ وہ جماعت کیساتھ نماز پڑھے یا اکیلے، اور برابر ہے کہ وہ وقتی نماز ادا کر رہا ہو یا فوت شدہ۔

تشریح: یہاں سے اذان اور اقامت کا حکم بیان فرماتے ہیں کہ: اذان مردوں کیلئے سنتِ مؤکّدہ ہے عورتوں کیلئے نہیں بلکہ عورتوں کیلئے مکروہ ہے اس لئے کہ عورت کی آواز پردہ ہے جسے بلند کرنا حرام ہے۔ جبکہ اذان اور اقامت دونوں میں آواز بلند کی جاتی ہے۔ نیز اذان جماعتِ مُستحبّہ کیلئے ہے اور عورتوں کی جماعت مشروع نہیں۔ سنتِ مؤکّدہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ واجب کے قریب ہے اور چھوڑنے پر گناہ کے لحاظ سے واجب کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے۔

نیز امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ: اگر ایک آدمی اذان کو چھوڑ دے تو میں اسکو ماروں گا اور قید میں ڈالوں گا اور اگر ایک شہر والے اذان کو چھوڑنے پر اتفاق کرلیں تو میں اُن سے جنگ کروں گا۔ فرض نمازوں کیلئے، مراد پانچ فرض نمازیں اور جمعہ ہے۔ لہٰذا عیدین، استسقاء، جنازہ اور وتر کیلئے اذان مسنون نہیں۔ اسی طرح اقامت بھی سنتِ مؤکّدہ ہے۔ پانچ فرض نمازوں اور جمعہ کیلئے لیکن صرف مردوں کیلئے عورتوں کیلئے نہیں۔ وجہ وہی ہے جو اذان میں گذری۔

اقامت اُن کلمات کو کہتے ہیں کہ جو نماز سے پہلے کہے جاتے ہیں اور اُن کا مقصد نماز کے سلسلہ میں لوگوں کو مطلع کرنا ہوتا ہے۔ اقامت کی ابتداء بھی اُسی وقت ہوئی جب اذان کی ہوئی۔ (قاموس الفقہ) اب یہ اذان اور اقامت مسنون ہیں تمام فرض نمازوں کیلئے نماز پڑھنے والا مقیم ہو، یا مسافر، چاہے اکیلے نماز پڑھے، (بشرطیکہ یہ اکیلے نماز پڑھنا جنگل میں ہو اسلئے کہ شہر میں اگر کوئی اپنے گھر میں اکیلے نماز پڑھ رہا ہے تو اس کیلئے اذان کو چھوڑ دینا مکروہ نہیں کیونکہ محلّہ کی اذان اس کے لئے کافی ہے۔ (ردالمحتار) اسلئے کہ جب جنگل میں اکیلے

کوئی نماز پڑھتا ہے تو اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے) یا جماعت کے ساتھ ادا نماز پڑھے یا قضا بشرطیکہ نماز مسجد میں ادا نہ کی جائے، اس لئے کہ اذان نماز کی سنت ہے اسی وجہ سے تو اذان کے مستحب اوقات وہی ہیں جو نمازوں کے ہیں سوائے فجر کی اذان کے کہ وہ ہمیشہ طلوع فجر کے ساتھ ہی دی جاتی ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار)

وَالْأَذَانُ أَنْ يَقُوْلَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ وَيَزِيْدُ فِيْ أَذَانِ الْفَجْرِ بَعْدَ «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ»، «اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ» مَرَّتَيْنِ۔ اَلْإِقَامَةُ مِثْلُ الْأَذَانِ إِلَّا أَنَّهٗ يَزِيْدُ بَعْدَ «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ»، «قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ» مَرَّتَيْنِ۔ يَتَمَهَّلُ فِي الْأَذَانِ، وَيَسْرَعُ فِي الْإِقَامَةِ۔ لَا يَصِحُّ الْأَذَانُ إِلَّا بِالْعَرَبِيَّةِ۔ فَلَوْ أَذَّنَ بِلُغَةٍ غَيْرِ الْعَرَبِيَّةِ لَا يَصِحُّ، سَوَاءٌ عُلِمَ أَنَّهٗ أَذَانٌ أَوْ لَمْ يُعْلَمْ۔

حلّ لغات: مَرَّتَيْنِ؛ تثنیہ ہے مَرَّةٌ کی بمعنی دو مرتبہ۔ **يَزِيْدُ**؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف یائی از باب ضرب بمعنی زیادہ ہونا، زیادہ کرنا۔ لازم و متعدی۔ **يَتَمَهَّلُ**؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب تفعّل بمعنی اطمینان سے بغیر جلد بازی کے کام کرنا۔ **يَسْرَعُ**؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف از باب سمع بمعنی جلدی کرنا۔ **لُغَةٌ**؛ بمعنی کسی قوم کی زبان۔ جمع لُغات۔

ترجمہ: اور اذان یہ ہے کہ کہے "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" (اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے) "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" (اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے) "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" (اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے) "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" (اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے) "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں سوائے اللہ کے) "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں سوائے اللہ کے) "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں) "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ بلا شبہ محمد اللہ کے پیغمبر ہیں) "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ" (آؤ نماز کیلئے) "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ" (آؤ نماز کیلئے) "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" (آؤ کامیابی کیلئے) "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" (آؤ کامیابی کیلئے) "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" (اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے) "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" (اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے) "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" (کوئی عبادت کا مستحق نہیں سوائے اللہ کے) اور زیادہ کرے فجر کی اذان میں "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے بعد "اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" (نماز نیند سے بہتر ہے) دوبار۔ اقامت اذان کی طرح ہے بجز اسکے کہ زیادہ کرے "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے بعد "قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ" (تحقیق نماز کھڑی ہوگئی) دو مرتبہ۔ اور اذان ٹھہر ٹھہر کر کہے اور اقامت جلدی جلدی کہے۔ اذان درست نہیں مگر عربی زبان میں، پس اگر عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں اذان کہی تو درست نہیں برابر ہے کہ معلوم ہو یہ بات کہ یہ اذان ہے یا معلوم نہ ہو۔

تشریح: اذان واقامت کی شرعی حیثیت بیان کرنے کے بعد اب مذکورہ عبارت میں اذان واقامت کے الفاظ اور کچھ احکام بیان فرماتے ہیں: چنانچہ اذان کے پندرہ کلمات ہیں البتہ فجر کی اذان میں "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے بعد دو مرتبہ "اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کا اضافہ کرے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز فجر کیلئے اذان کہی۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازے پر آکر کہا "اَلصَّلَاةُ ...

اللہ ﷺ! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اَلرَّسُوْلُ نَائِمٌ" (آپ ﷺ آرام فرمارہے ہیں) تو جواب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: "اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ" پس جب آپ ﷺ بیدار ہو گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو خبر دی آپ ﷺ نے اس کو پسند فرمایا اور کہا: اے بلال (رضی اللہ عنہ)! اس کو اپنی اذان میں داخل کر دو۔ اقامت بھی اذان کی طرح ہے یعنی جتنے کلمات اذان میں ہیں اُتنے ہی اقامت میں بھی ہیں، جو ترتیب اذان کے کلمات میں ہے وہی ترتیب اقامت کے کلمات میں بھی ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ اقامت میں "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے بعد دوبار "قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ" کا اضافہ کرنا ہوگا کیونکہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے خواب میں فرشتے کو اقامت کہتے ہوئے دیکھا جس کے آخر میں انہوں نے "قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ" کا اضافہ کیا تو گویا کہ اقامت کے کلمات سترہ ۱۷ ہو گئے۔

یَتَمَهَّلُ الخ: کا مطلب یہ ہے کہ ایک سانس میں دو مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر ٹھہر جائے پھر دوسرے سانس میں دو مرتبہ اللہ اکبر کہے اس کے بعد ہر دو کلموں کے درمیان سکتے کے ساتھ فصل اور جدائی کرے یعنی ہر کلمہ مستقل سانس میں ادا کرے اقامت میں جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دو کلموں میں سانس لے کر جدائی نہ کرے بلکہ ایک سانس میں دو کلمے کہے سوائے شروع کی تکبیر کے کہ شروع کی چاروں تکبیریں ایک سانس میں کہے۔ اِسی طرح آخری کلمہ لا الٰہ الا اللہ بھی ایک سانس میں کہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی فرمایا تھا۔

تنبیہ: اذان میں آہستگی اور اقامت میں جلدی یہ مستحب ہے۔ لہٰذا اگر دونوں جلدی کہے یا دونوں آہستہ کہے تب بھی جائز ہے مگر وہ مکروہ ضرور ہے پھر اذان کا اعادہ مستحب ہے اقامت کا نہیں۔

اذان صرف عربی زبان میں ہی دی جائے گی کسی اور زبان مثلاً فارسی وغیرہ میں اسکا ترجمہ کر دینا جائز نہیں، اس لئے کہ اذان کا نزول عربی زبان میں ہے لہٰذا اگر عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں اذان دی تو جائز نہیں چاہے اس کا اذان ہونا لوگوں کو معلوم ہو یا نہ ہو۔

فائدہ: اذان کے کلمات ساکن کر کے وقف کیساتھ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا مستحب ہے کہ اس کے ذریعہ لوگوں تک آواز کو پہنچانا زیادہ آسان ہو گا، سوائے تکبیر کے کہ اُس میں دو اختیار ہیں چاہے ہر تکبیر کی را ساکن پڑھے یا پہلی تکبیر میں وصل کرتے ہوئے را پر فتحہ پڑھے لیکن نیت سکون کی ہو۔ اور اقامت کے کلمات میں تکبیر کی را پر وقف کی نیت کرتے ہوئے فتحہ پڑھے اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اذان اور اقامت مجزوم ہیں۔

مندوبات الأذان

تُسْتَحَبُّ الْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ فِي الْأَذَانِ: (١) أَنْ يَكُوْنَ الْمُؤَذِّنُ عَلَى وُضُوْءٍ۔ (٢) أَنْ يَكُوْنَ الْمُؤَذِّنُ عَالِماً بِالسُّنَّةِ وَأَوْقَاتِ الصَّلَاةِ۔ (٣) أَنْ يَكُوْنَ الْمُؤَذِّنُ صَالِحاً۔ (٤) أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ عِنْدَ الْأَذَانِ۔ (٥) أَنْ يَجْعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ۔ (٦) أَنْ يُحَوِّلَ وَجْهَهُ يَمِيْناً إِذَا قَالَ: «حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ» أَنْ يُحَوِّلَ وَجْهَهُ شِمَالاً إِذَا قَالَ: «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» (٧) أَنْ يَفْصِلَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ بِقَدْرِ مَا يَحْضُرُ فِيْهِ الْمُوَاظِبُوْنَ عَلَى الْجَمَاعَةِ۔ أَمَّا إِذَا كَانَ يَخَافُ فَوَاتَ الْوَقْتِ فَإِنَّهُ لَا يُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ۔ (٨) أَنْ يَفْصِلَ فِي الْمَغْرِبِ بِقَدْرِ قِرَاءَةِ ثَلَاثِ آيَاتٍ قَصِيْرَةٍ، أَوْ بِقَدْرِ ثَلَاثِ خُطُوَاتٍ۔

حل لغات: مَنْدُوْبَاتٌ؛ صیغہ جمع مؤنث سالم صحیح از باب نصر۔ جمع ہے مَنْدُوْبٌ کی بمعنی مستحب یعنی وہ کام جس کو کرنے کی ترغیب دی گئی ہو۔ یُحَوِّلُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف واوی از باب تفعیل بمعنی پھیرنا، منتقل کرنا۔ اَلْمُوَاظِبِیْنَ؛ صیغہ جمع مذکر سالم بحث اسم فاعل مثال واوی از باب مفاعلہ بمعنی پابندی کرنے والے۔ خُطُوَاتٌ؛ جمع ہے خُطْوَةٌ کی بمعنی چلنے کے وقت دو قدموں کے درمیان کا فاصلہ۔

ترجمہ: اذان کے مستحبات: آنے والے کام اذان میں پسندیدہ ہیں:(۱) پہلا یہ ہے کہ اذان دینے والا باوضو ہو۔(۲) دوسرا یہ ہے کہ اذان کے طریقے سے اور نماز کے اوقات سے واقف ہو۔(۳) تیسرا یہ ہے کہ مؤذن نیک آدمی ہو۔ (۴) چوتھا یہ ہے کہ اذان کے وقت قبلہ رُخ ہو۔(۵) پانچواں یہ ہے کہ (اذان دینے والا) اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں داخل کرے۔ (۶) چھٹا یہ ہے کہ اپنا چہرہ دائیں جانب پھیرے جب "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ" کہے اور اپنا چہرہ بائیں جانب پھیرے جب "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کہے۔(۷) ساتواں یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان اِس قدر فصل اور جدائی کرے کہ جس میں جماعت کے پابند لوگ جماعت میں حاضر ہو جائیں۔ بہر حال جب وقت کے نکلنے کا ڈر ہو تو پھر نماز کو مؤخر نہ کرے۔(۸) آٹھواں یہ ہے کہ مغرب کی نماز میں تین چھوٹی آیتوں یا تین قدم کی مقدار فاصلہ رکھے۔

تشریح: یہاں سے اذان کے مستحبات بیان ہو رہے ہیں۔ جن میں مؤذن کے اوصاف، اذان کے آداب وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دس مستحبات بیان فرمائے ہیں:(۱) یہ کہ اذان دینے والا باوضو ہو اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: "باوضو شخص ہی اذان کہے"۔(ترمذی) نیز اذان ذکر ہے اور ذکر کیلئے وضو مستحب ہے۔

(۲) یہ کہ مؤذن اذان کے متعلق سنت طریقے سے واقف ہو یعنی اذان کے مسائل واحکام سے واقف ہو کہ شروع میں تکبیر چار مرتبہ کہی جائے گی، اذان آہستہ آہستہ کہی جائے گی وغیرہ۔ اِسی طرح نمازوں کے اوقات کے دخول وخروج سے واقف ہو کہ کب وقت داخل ہوتا ہے تاکہ عبادت درست واقع ہو کیونکہ نماز کا دارومدار اذان پر ہے اور اذان کا دارومدار وقت پر ہے۔

(۳) یہ ہے کہ مؤذن نیک اور خدا ترس ہو اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "تم میں سے بہتر آدمی اذان کہے"۔ اور بہتر وہ ہے جو بظاہر فاسق نہ ہو اس لئے کہ لوگوں نے اس پر دین کے معاملے (اذان اور نماز) میں اعتماد کیا ہے، نیز اذان عام طور پر اونچی جگہ کہی جاتی ہے جبکہ بسا اوقات گھروں کے صحن میں عورتیں موجود رہتی ہیں۔

(۴) یہ ہے مؤذن اذان واقامت کے وقت قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو کیونکہ اذان لانے والے فرشتے نے ایسا ہی کیا تھا پس اگر کسی نے قبلہ رخ ہو کر اذان نہ کہی تو بھی اذان ہو گئی دُہرانے کی ضرورت نہیں لیکن خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہِ تنزیہی ضرور ہے۔

(۵) یہ ہے کہ اذان دیتے وقت اپنی دونوں انگلیاں (مراد دونوں ہاتھوں کی شہادت والی انگلی کا پورا ہے) اپنے کانوں کے سوراخ میں رکھے اس لئے کہ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ: اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں رکھو اس لئے کہ یہ تیری آوز کو بلند کر دے گا۔

(۶) یہ ہے کہ جب اذان میں "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ" پر پہنچے تو چہرہ دائیں جانب گھمائے لیکن سینہ اور قدم اپنی جگہ قبلہ رُخ رہیں اسی طرح جب "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" پر پہنچے تو چہرہ بائیں جانب گھمائے سینہ اور قدم قبلے سے نہ پھیرے کیونکہ ان دو کلمات میں مؤذن قوم سے خطاب کرتا ہے کہ آؤ نماز اور کامیابی کی طرف۔ نیز یہ اذان کی سنت ہے تو اب چاہے بچے کے کان مین اذان کہے تو بھی چہرہ دائیں بائیں گھمائے۔

(۷) یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان کچھ دیر بیٹھ کر وقفہ اور فاصلہ رکھے کیونکہ اذان سے مقصود لوگوں کو دخولِ وقت کی خبر دینا ہے تاکہ وہ تیاری کر کے مسجد میں پہنچ جائیں اب اگر درمیان میں وقفہ نہیں کریں گے تو یہ مقصود فوت ہو جائے گا لہٰذا اتنا فصل کرنا ضروری ہے کہ جماعت کے پابند لوگ تیاری کر کے مسجد پہنچ جائیں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فصل کرنے کا حکم فرمایا تھا کہ اے بلال! اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اس قدر فصل کر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فارغ ہو جائے۔ لیکن یہ فصل اور وقفہ اس وقت ہے کہ جب وقت میں گنجائش ہو ورنہ اگر وقت تنگ ہو کہ وقفہ کرنے سے نماز کے قضاء ہونے کا خطرہ ہو تو پھر اذان کے متصل ہی نماز ادا کی جائے۔

(۸) یہ ہے کہ مغرب کی نماز میں اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فصل کرے کہ جس میں تین چھوٹی آیتیں پڑھ سکے یا اس قدر فصل کرے کہ تین قدم چلنا ممکن ہو۔ (قاموس الفقہ، تسہیل، اشرف الھدایہ، مراقی الفلاح مع طحطاوی، الشامیہ)

(۹) يُسْتَحَبُّ لِلَّذِيْ سَمِعَ الْأَذَانَ أَنْ يَمْتَنِعَ عَنْ شُغْلِهِ ,وَيَقُوْلُ مِثْلَ مَايَقُوْلُهُ الْمُؤَذِّنُ ,إِلَّا أَنَّهُ يَقُوْلُ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ: «حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ, وَحَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ». «لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ» وَيَقُوْلُ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ «اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ» «صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ»۔ (۱۰) يُسْتَحَبُّ أَنْ يَّدْعُوَ الْمُؤَذِّنُ وَالسَّامِعُ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْأَذَانِ بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ: «اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ, آتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ, وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ.»

حلّ لُغات يَمْتَنِعُ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معلوم صحیح از باب افتعال بمعنی رُکنا۔ بَرَرْتَ: صیغہ واحد مذکر مخاطب اثبات فعل ماضی معروف از باب سمع، ضرب بمعنی سچ بولنا۔

ترجمہ: مستحب ہے اس شخص کیلئے جس نے اذان سنی یہ بات کہ رُک جائے اپنے کام سے اور کہے اُسی طرح کے الفاظ جن کو مؤذن کہتا ہے سوائے اسکے کہ جواب دینے والا مؤذن کے قول: "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ, حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے وقت "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" (گناہ سے بچنے کی اور نیکی کرنے کی طاقت اور قوت اللہ ہی کے فضل سے ہے) کہے گا۔ اور مؤذن کے قول: "اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کے وقت "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ" (تو نے سچ کہا) کہے گا۔ (۱۰) مستحب ہے یہ بات کہ اذان دینے والا اور اذان سننے والا اذان سے فارغ ہونے کے بعد ان کلمات کے ساتھ دعا مانگے "اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ, آتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ, وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ"۔ "اے اللہ! اِس کامل دعوت (اذان) اور قائم ہونے والی نماز کے پروردگار! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے"۔

تشریح: یہاں سے اذان کے جواب کے متعلق احکامات بیان فرماتے ہیں۔ نیز اذان دینے والے اور اذان سننے والے دونوں کے مشترکہ آداب بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ: مستحب ہے کہ جب اذان شروع ہو جائے تو آدمی جس کام میں مشغول ہو چاہے تلاوت ہی کیوں نہ ہو اس کو چھوڑ کر اذان کے جواب کی طرف متوجہ ہو جائے اور اگر چل رہا ہے تو بہتر ہے کہ کھڑے ہو کر زبان سے جواب دے۔ اذان کا جواب دینا مستحب ہے البتہ قدم سے جواب دینا یعنی مسجد تک جانا واجب ہے۔

تنبیہ: جمعہ کی پہلی اذان کا جواب بالاتفاق قدم سے دیناواجب ہے یعنی مسجد تک چل کر جانا۔ اور دوسری اذان جو خطیب کے روبرو دی جاتی ہے اسکا جواب زبان سے نہیں ہے (طحطاوی، ردالمحتار)

جب کئی اذانیں ہورہی ہوں تو پہلی اذان کا جواب دینا چاہیئے۔ دورانِ نماز چاہے نمازِ جنازہ کیوں نہ ہو، اسی طرح خطبہ دیتے ہوئے سنتے وقت، اسی طرح علمِ فقہ کی تعلیم و تعلّم کے وقت، اسی طرح قضائے حاجت کے دوران، کھانے پینے کے دوران اذان کا جواب نہیں دینا چاہیئے، جُنبی آدمی اذان کا جواب دے سکتا ہے اس لئے کہ اذان کا جواب اذان نہیں جس کیلئے جنابت رکاوٹ ہے۔ لیکن حیض اور نفاس والی عورت اذان کا جواب نہیں دے سکتی کیونکہ حیض و نفاس والی عورت میں عملاً جواب دینے کی اہلیت نہیں کیونکہ یہ مسجد جا نہیں سکتی۔

وَيَقُوْلُ الخ: سے اذان کے جواب کا طریقہ بتاتے ہیں کہ اذان سننے والا جواب میں وہی کلمات کہے جو مؤذن کہتا ہے سوائے "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ" اور "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے کہ ان کے جواب میں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" کہے گا۔ اور فجر کی اذان میں "اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ" کے جواب میں "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ" کہے۔

اِسی طرح مستحب ہے کہ اذان کے بعد اذان کہنے والا اور سننے والا دونوں اذان ختم ہونے کے بعد درود شریف پڑھیں پھر دعاءِ وسیلہ اِن مُندرجہ بالا الفاظ کیساتھ مانگیں اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جب تم مؤذن کو سنو تو وہی الفاظ کہو جو مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا مانگو اس لئے کہ وسیلہ جنت کا ایک درجہ ہے اور اللہ کے بندوں میں کسی ایک کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں تو اس دعا کو پڑھنے والے کیلئے میری شفاعت واجب ہے۔ البتہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں "إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ" کا اضافہ بھی ہے اسکے علاوہ "اَلدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ" اور آخر میں "بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ" ثابت نہیں لہٰذا ان الفاظ کا پڑھنا خلافِ سنت ہے۔ (طحطاوی، ردالمحتار مع درمختار، تسہیل)

فائدہ: اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانا آپ ﷺ سے ثابت نہیں۔ (فیض الباری)

اَلْأُمُوْرُ الَّتِيْ تُكْرَهُ فِي الْأَذَانِ

تُكْرَهُ الْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ فِي الْأَذَانِ: (١) اَلتَّغَنِّيْ بِالْأَذَانِ۔ (٢) أَذَانُ الْمُحْدِثِ وَإِقَامَتُهُ۔ (٣) أَذَانُ الْجُنُبِ۔ (٤) أَذَانُ صَبِيٍّ لَا يَعْقِلُ۔ (٥) أَذَانُ الْمَجْنُوْنِ۔ (٦) أَذَانُ السَّكْرَانِ۔ (٧) أَذَانُ الْمَرْأَةِ۔ (٨) أَذَانُ الْفَاسِقِ۔ (٩) أَذَانُ الْقَاعِدِ۔ (١٠) يُكْرَهُ لِلْمُؤَذِّنِ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِيْ أَثْنَاءِ الْأَذَانِ، وَالْإِقَامَةِ۔ فَلَوْ تَكَلَّمَ الْمُؤَذِّنُ فِيْ أَثْنَاءِ الْأَذَانِ يُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يُعِيْدَ الْأَذَانَ۔ فَلَوْ تَكَلَّمَ الْمُؤَذِّنُ فِيْ أَثْنَاءِ الْإِقَامَةِ لَا يُعِيْدُ الْإِقَامَةَ۔ (١١) يُكْرَهُ الْأَذَانُ وَالْإِقَامَةُ لِظُهْرِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي الْمِصْرِ۔ مَنْ فَاتَتْهُ أَكْثَرُ مِنْ صَلَاةٍ أَذَّنَ. وَأَقَامَ لِلْفَائِتَةِ الْأُوْلٰى. ثُمَّ هُوَ مُخَيَّرٌ فِي الْبَوَاقِيْ إِنْ شَاءَ أَذَّنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ فَائِتَةٍ وَإِنْ شَاءَ اِقْتَصَرَ عَلَى الْإِقَامَةِ۔

حلِ لغات: اَلتَّغَنِّيْ: مصدر ہے باب تفعّل کا ناقص یائی سے بمعنی شعر وغیرہ گانا۔ اَلسَّكْرَان: صیغہ صفت مشبہ بمعنی مدہوش۔

ترجمہ: وہ کام جو اذان میں مکروہ ہیں۔ آنے والے کام اذان میں مکروہ ہیں: (۱) اذان میں سُر لگانا۔ (۲) بے وضو آدمی کی اذان اور اسکی اقامت۔ (۳) ناپاک آدمی کی اذان۔ (۴) بے عقل، ناسمجھ بچے کی اذان۔ (۵) پاگل کی اذان۔ (۶) نشے میں مبتلا شخص کی اذان۔ (۷) عورت کی اذان۔ (۸) فاسق کی اذان۔ (۹) بیٹھے ہوئے شخص کی اذان۔ (۱۰) اذان دینے والے کیلئے مکروہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان بات کرے، پس اگر اذان دینے والے نے دورانِ اذان بات کی تو مستحب ہے اس کے لئے کہ اذان دہرائے، پس اگر اذان کہنے والا بات کرے دورانِ اقامت تو اقامت نہ دہرائے۔ (۱۱) اذان اور اقامت مکروہ ہے شہر میں جمعہ کے دن کی ظہر کے لئے۔ وہ شخص جس سے فوت ہو جائیں ایک نماز سے زیادہ تو وہ اذان کہے اور اقامت کہے پہلی فوت شدہ نماز کے لئے پھر اُس کو اختیار ہے باقی نمازوں کے بارے میں اگر چاہے تو اذان اور اقامت کہے ہر ایک فوت شدہ نماز کے لئے اور اگر چاہے تو (صرف) اقامت پر اکتفاء کرے۔

تشریح: اذان کے مستحبات کو بیان کرنے کے بعد اب مکروہات کو بیان فرماتے ہیں، چنانچہ (۱) تغنّی اذان میں مکروہ ہے اور تغنّی کا معنی نغمگی اور ترنُّم کیساتھ بالفاظ دیگر گا کر اذان کہنا یہ مکروہ ہے۔ اذان کیلئے بہتر آواز اور انداز مستحب ہے لیکن اِس میں اِس حد تک مبالغہ کرنا کہ نغمگی اور ترنُّم پیدا ہو جائے اور کلماتِ اذان بدلتے ہوئے محسوس ہوں مثلاً ترنُّم کی خاطر حرکت، حرف، مد کا اضافہ ہو جائے یا کمی واقع ہو جائے جس کو لحن کہتے ہیں مکروہِ تنزیہی ہے۔

(۲) بے وضو آدمی کی اذان مکروہ ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "باوضو شخص ہی اذان کہے"۔ نیز مؤذن اذان کے ذریعہ لوگوں کو نماز کی تیاری کی دعوت دیتا ہے اور خود اس نے تیاری نہیں کی ہے لہٰذا یہ لوگوں کی ایسی چیز کی طرف دعوت دینے والا ہو گا جس کو خود قبول نہیں کرتا، بعض علماء کے نزدیک اذان بغیر وضو کے بلا کراہت جائز ہے اس لئے کہ تلاوت بغیر وضو کے بلا کراہت جائز ہے۔ اِس وجہ سے اِس اذان کا اعادہ نہ ہو گا۔ اِسی طرح بے وضو آدمی کی اقامت بھی مکروہ ہے اس لئے کہ اِس صورت میں مؤذن کی اقامت اور نماز کے درمیان فصل اور جدائی لازم آتی ہے کیونکہ اقامت کہنے کے بعد وضو میں مشغول ہو گا۔

(۳) حالتِ جنابت میں اذان مکروہ ہے پس اگر کسی نے ناپاک ہونے کی حالت میں اذان کہی تو اس اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔

(۴، ۵، ۶) نا سمجھ بچے کی اذان، دیوانے، اور نشے میں مست آدمی ان تینوں کی اذان بھی مکروہ ہے اسلئے کہ ان میں تمیز نہیں۔ نیز نشے میں مست آدمی فاسق بھی ہے لہٰذا ان کے اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔ اور نا سمجھ بچے کی اذان کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۷) عورت کی اذان بھی مکروہ ہے اس لئے کہ اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے تو اگر عورت نے اذان بلند آواز سے دیدی تو اس نے حرام کام کا ارتکاب کیا اس لئے کہ عورت کی آواز پردہ ہے اور اگر آہستہ آواز سے دیدی تو مقصود جو کہ لوگوں کو خبردار کرنا ہے وہ فوت ہو جائیگا۔ اس لئے مستحب یہ ہے کہ عورت کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔

(۸) فاسق کی اذان بھی مکروہ ہے اس لئے کہ فاسق "یعنی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کر کے شریعت کی حدود سے نکلنے والے" کی بات دیانات میں معتبر نہیں۔

(۹) بیٹھ کر اذان دینا بھی مکروہ ہے، اس لئے کہ اِس میں اُس کیفیت کی مخالفت لازم آتی ہے جو اذان نازل کرنے والے فرشتے نے اپنائی تھی۔ لیکن یہ اُس وقت ہے کہ جب اذان جماعت کیلئے ہو اور اگر مؤذن اکیلا ہو اور اذان اپنے لئے کہے تو پھر بیٹھ کر اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۰) دورانِ اذان واقامت گفتگو کرنا، اگرچہ سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو مکروہ ہے، اس لئے کہ اس سے اذان واقامت میں کلمات کے تسلسل والی سنت میں خلل پڑتا ہے۔ نیز اذان واقامت قابلِ تعظیم ذکر ہے اور درمیان میں گفتگو کرنا تعظیم کیلئے رکاوٹ ہے یعنی نئے سرے سے اذان کہے۔ بشرطیکہ گفتگو زیادہ ہو اگر ایک دو کلموں کی مقدار ہے تو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ اِسی طرح اذان اور اقامت سے پہلے یا درمیان میں بغیر کسی عذر مثلاً بلغم وغیرہ کے کھنکھارنا اور گلا صاف کرنا بھی مکروہ ہے۔ پس اگر کسی نے اذان کے درمیان گفتگو کی تو اذان کا اعادہ مستحب ہے۔ لیکن اگر دورانِ اقامت باتیں کیں تو اقامت لوٹانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اذان کا تکرار مشروع ہے جیسے جمعہ کے دن۔

فائدہ: چند مقامات ہیں جن میں اذان کا اعادہ کیا جائے گا: (۱) مؤذن بے ہوش ہو جائے۔ (۲) انتقال ہو جائے۔ (۳) اذان کے درمیان وضو ٹوٹ جائے، اُس وقت گو وضو کی ضرورت نہیں لیکن اگر مؤذن وضو کے لئے چلا جائے تو وہ خود یا کوئی اور شخص دوبارہ اذان کہے گا۔ (۴) گونگا ہو جائے۔ (۵) اِس طرح اذان بھول جائے کہ اگلے کلمات ادا نہ کر سکے۔

(۱۱) جو لوگ شہر میں ہوں اور بجائے جمعہ کے ظہر کی نماز ادا کرتے ہوں مثلاً وہ لوگ جن سے جمعہ فوت ہو گیا یا قید خانے والے یا چند معذور جو جمعہ میں نہیں جا سکتے جمع ہو کر ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا چاہیں تو ان کے لئے اذان واقامت مکروہ ہے۔ جس شخص کی کئی نمازیں قضا ہوں تو پہلی نماز کیلئے اذان واقامت دونوں کہنے چاہئیں اور بقیہ نمازوں میں اختیار ہے چاہے دونوں کہے تاکہ قضا بطرز ادا ہو جائے جیسا کہ غزوۂ خندق میں آپ ﷺ سے چار نمازیں قضا ہوئیں اور آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان واقامت کہی آپ ﷺ نے اول ظہر کی نماز پڑھی پھر اذان واقامت کے بعد عصر کی الخ۔ یا صرف اقامت پر اکتفاء کرلے کیونکہ اذان تو غائبین کی حاضری کے لئے کہی جاتی ہے اور یہاں سب حاضر ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ پہلی میں تو اذان واقامت دونوں ضروری ہیں اور باقی نمازوں میں اقامت چھوڑنا مکروہ ہے البتہ اذان چھوڑنے کی گنجائش ہے۔ (در مختار مع رد المحتار، مراقی مع طحطاوی، قاموس، تسہیل الحقائق، الصبح النوری، اشرف الهدایہ)

شُرُوطُ صِحَّةِ الصَّلَاةِ

هٰذَا أَشْيَاءُ لَيْسَتْ بِدَاخِلَةٍ فِيْ حَقِيْقَةِ الصَّلَاةِ، وَلٰكِنَّهَا لَازِمَةٌ لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ بِحَيْثُ لَوْ فَاتَ مِنْهَا وَاحِدٌ لَا يَصِحُّ الصَّلَاةُ. وَتِلْكَ الْأَشْيَاءُ تُسَمّٰى شُرُوْطَ الصَّلَاةِ، وَهِيَ سِتَّةٌ: (١) **اَلطَّهَارَةُ**: فَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ بِدُوْنِ طَهَارَةٍ۔ وَيُرَادُ بِالطَّهَارَةِ: ا۔ أَنْ يَكُوْنَ بَدَنُ الْمُصَلِّيْ طَاهِرًا مِنَ الْحَدَثِ الْأَصْغَرِ، وَالْحَدَثِ الْأَكْبَرِ۔ ب۔ وَأَنْ يَكُوْنَ بَدَنُ الْمُصَلِّيْ طَاهِرًا مِنَ النَّجَاسَةِ الَّتِيْ لَمْ يُعْفَ عَنْهَا۔ ج۔ وَأَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ طَاهِرًا مِنَ النَّجَاسَةِ الَّتِيْ

لَمْ يُعْفَ عَنْهَا۔ د۔ وَأَنْ يَكُوْنَ الْمَكَانُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ طَاهِراً مِنَ النَّجَاسَةِ۔ وَيَلْزَمُ فِيْ طَهَارَةِ الْمَكَانِ أَنْ يَكُوْنَ مَوْضِعُ الْقَدَمَيْنِ، وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَالْجَبْهَةِ طَاهِراً۔

حلِ لغات: لَمْ يُعْفَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی جحد بلم در فعل مستقبل مجہول ناقص واوی از باب نصر بمعنی معاف کرنا، ساقط کرنا۔

ترجمہ: نماز کے درست ہونے کی شرطیں۔ یہاں چند چیزیں ایسی ہیں جو نماز کی حقیقت میں داخل تو نہیں لیکن وہ چیزیں نماز کی درستگی کیلئے ضروری ہیں اس طور پر کہ اگر اُن میں سے کوئی ایک چیز بھی رہ گئی تو نماز درست نہیں ہوگی، اور اُن چیزوں کا نام "شُرُوْطُ الصَّلَاةِ" رکھا جاتا ہے اور وہ چھ چیزیں ہیں۔ (۱) پہلی پاکی ہے۔ لہٰذا بغیر پاکی کے نماز درست نہیں ہوگی، اور پاکی سے مراد ایک یہ ہے کہ نمازی کا جسم چھوٹی اور بڑی ناپاکی سے پاک ہو۔ دوسری یہ ہے کہ نمازی کا جسم اُس گندگی سے پاک ہو جو معاف نہیں۔ تیسری یہ ہے کہ نمازی کا وہ کپڑا جس میں وہ نماز پڑھے گا (جو اس کے بدن سے متعلق ہے چنانچہ جو کپڑا نمازی کی جُنبش سے ہلتا ہو وہ اس کے بدن پر ہی شمار ہوگا) پاک ہو اُس گندگی سے جو معاف نہیں۔ چوتھی یہ ہے کہ وہ جگہ جس میں وہ نماز پڑھے گا پاک ہو گندگی سے۔ اور جگہ کی پاکی میں یہ بات ضروری ہے کہ دونوں پاؤں کی جگہ، اور دونوں ہاتھوں کی جگہ، اور دونوں گھٹنوں کی جگہ اور پیشانی کی جگہ پاک ہو۔

تشریح: اذان واقامت کے مسائل سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اب نماز کی درستگی کی شرطوں کو بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ "شُرُوْط" جمع ہے شَرْطٌ کی جسکا معنی ہے علامت، اور شریعت کی اصطلاح میں شرط ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جس پر دوسری چیز کا وجود موقوف ہو جبکہ وہ شرط خود اُس چیز کی حقیقت سے خارج ہوتی ہے۔ جیسے طہارت نماز کیلئے شرط ہے کہ نماز کا وجود طہارت پر موقوف ہے حالانکہ طہارت نماز کی حقیقت سے خارج ہے۔

پھر فرمایا کہ: ان شرطوں میں سے اگر ایک شرط بھی فوت ہوگی تو نماز درست نہیں ہوگی۔ اور یہ شرطیں چھ ہیں۔ اُن میں سے پہلی شرط: طہارت ہے اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا" ترجمہ: "اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو جاؤ"۔ پھر طہارت کو بقیہ پانچ شرطوں پر مقدم اسلئے کیا کہ طہارت سب سے اہم ہے کیونکہ طہارت نماز کی کنجی ہے اور قبر میں بھی سب سے پہلے طہارت کے متعلق سوال ہوگا۔ (طحطاوی علی المراقی)

اور طہارت کے شرط ہونے سے مراد یہاں چار باتیں ہیں: (نمبر۱) نمازی کے بدن کا حدثِ اصغر، اور حدثِ اکبر سے پاک ہونا۔ حدث ہر اس ناپاکی کو کہتے ہیں جو اعضاء کے ساتھ قائم ہو پھر اصغر چھوٹی ناپاکی کو کہتے ہیں جس میں وضو کی ضرورت ہوتی ہے اور اکبر بڑی ناپاکی کو جس میں غسل کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے جنابت، حیض، نفاس۔ (نمبر۲) نمازی کا گندگی کی اُس مقدار سے پاک ہونا جو معاف نہیں اور وہ کتنی مقدار ہے؟ اس کا ذکر تفصیل کیساتھ طہارت کے بیان میں ہو چکا ہے۔ کہ نجاستِ غلیظہ ایک درہم کی مقدار معاف ہے اور خفیفہ رُبع (چوتھائی) سے کم معاف ہے۔ (نمبر۳) نمازی کا وہ کپڑا جس میں وہ نماز پڑھے گا گندگی کی اُس مقدار سے پاک ہونا شرط ہے جو معاف نہیں۔ اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ"۔ ترجمہ: "اور اپنے کپڑے پاک رکھ"۔ (نمبر۴) اُس جگہ کا نجاست سے پاک ہونا شرط ہے جس میں نماز پڑھنی ہے اور وہ دونوں پاؤں اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں اور پیشانی رکھنے کی مقدار جگہ ہے اس لئے کہ صحیح

روایت کے مطابق سجدہ سات ہڈیوں پر فرض ہے تو در حقیقت یہ طہارت کی شرط تین شرطوں کا مجموعہ ہے۔ بدن کی طہارت، کپڑے کی طہارت، مکان کی طہارت۔ پھر طہارت کے حصول کا وہی طریقہ ہوگا جو طہارت کی بحث میں بیان ہو چکا ہے۔

(۲) **سَتْرُ الْعَوْرَةِ:** فَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ بِدُوْنِ سَتْرِ الْعَوْرَةِ عِنْدَ الْقُدْرَةِ عَلٰى سَتْرِهَا۔ وَيَلْزَمُ أَنْ تَكُوْنَ الْعَوْرَةُ مَسْتُوْرَةً مِنْ إِبْتِدَاءِ الدُّخُوْلِ فِي الصَّلَاةِ إِلَى الْفَرَاغِ مِنْهَا إِذَا كَانَ رُبْعُ الْعُضْوِ مُنْكَشِفاً قَبْلَ الدُّخُوْلِ فِي الصَّلَاةِ لَمْ تَنْعَقِدِ الصَّلَاةُ۔ وَإِذَا انْكَشَفَ رُبْعُ الْعُضْوِ فِيْ أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ مُدَّةَ أَدَاءِ رُكْنٍ بَطَلَتِ الصَّلَاةُ۔

حل لغات: اَلْعَوْرَةُ: جمع عَوْرَاتٌ انسان کے وہ اعضاء جن کو حیاء کی وجہ سے چھپایا جاتا ہے۔

ترجمہ: دوسری شرط: ستر کو چھپانا ہے۔ پس نماز درست نہ ہوگی ستر کو چھپائے بغیر ستر کو چھپانے پر قدرت رکھنے کے وقت۔ اور لازم ہے یہ بات کہ ستر چھپا ہوا ہو نماز میں داخل ہونے کی ابتداء سے نماز سے فارغ ہونے تک۔ جب عضو کا چوتھائی حصہ نماز میں داخل ہونے سے پہلے کھلا ہوا ہو تو نماز شروع ہی نہیں ہوگی۔ اور اگر عضو کا چوتھائی حصہ دورانِ نماز ایک رکن کی ادائیگی کی مدت تک کھلا رہے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

تشریح: نماز کی پہلی شرط؛ طہارت کو بیان کرنے کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ دوسری شرط سترِ عورت کو بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: دوسری شرط اپنی عورت کو چھپانا ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" آیتِ مبارکہ میں زینت سے مراد ستر کو چھپانے والی چیز ہے۔ یعنی اپنے اس قدر بدن کو چھپانا شرط ہے جس کا کھلنا قبیح اور بے حیائی شمار ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر ستر کو چھپانے پر قدرت ہو، چاہے درخت کے پتوں سے کیوں نہ ہو تو چھپائے بغیر نماز پڑھنا درست نہیں۔ پھر یہ ایسی شرط ہے کہ نماز کی ابتداء سے نماز کے اختتام تک اسکا پایا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ اگر نماز کی ابتداء سے کسی واجب الستر عضو کا کثیر حصہ کھلا ہوا ہو تو نماز ہی منعقد نہیں ہوتی یعنی نماز کالعدم ہوتی ہے اور شروع کرنا معتبر نہیں اور کثیر کا اندازہ چوتھائی کیساتھ کیا گیا ہے کہ چوتھائی یا اس سے زیادہ کثیر ہے اور کل کے قائم مقام ہے، جیسے مسح میں چوتھائی سر کا مسح کل سر کے مسح کے قائم مقام ہے اور چوتھائی سے کم قلیل ہے۔ اور اگر دورانِ نماز کسی ایسے عضو کا جس کا چھپانا ضروری ہے چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ کھل جائے تو اگر مدتِ کثیر تک کھلا رہے تو نماز باطل ہو جائے گی، اور مدتِ کثیر وہ ہے جس میں ایک ادنیٰ رکنِ نماز کو مسنون ذکر کے ساتھ ادا کرنا ممکن ہو، مثلاً اتنی مدت جتنی میں تین مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" کہہ سکے۔

فائدہ: ستر میں معتبر یہ ہے کہ اعضاء کو ایسے موٹے کپڑے سے چھپایا جائے جس سے اعضاء نظر نہ آئیں۔ پس ایسے باریک دوپٹے میں نماز نہیں ہوتی جس میں بالوں کی رنگت نظر آتی ہے۔ اِسی طرح باریک قمیص میں اگر عورت کے بدن کا رنگ جھلکے تو اسکی نماز نہ ہوگی۔ یہی حکم مرد کے واجب الستر اعضاء کا بھی ہے۔ نیز مستحب یہ ہے کہ مرد اپنے عمدہ کپڑوں میں سے تین کپڑوں میں نماز پڑھے۔ (۱) قمیص، (۲) تہبند، (۳) پگڑی۔ اور عورت قمیص، شلوار اور دوپٹے میں نماز پڑھے۔ (طحطاوی، اشرف الھدایہ، ردالمحتار)

حَدُّ عَوْرَةِ الرَّجُلِ: مِنَ السُّرَّةِ إِلَى مُنْتَهَى الرُّكْبَةِ. فَالرُّكْبَةُ عَوْرَةٌ بِخِلَافِ السُّرَّةِ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ بِعَوْرَةٍ۔ حَدُّ عَوْرَةِ الْأَمَةِ: مِنَ السُّرَّةِ إِلَى مُنْتَهَى الرُّكْبَةِ مَعَ ظَهْرِهَا وَبَطْنِهَا۔ حَدُّ عَوْرَةِ الْحُرَّةِ: جَمِيْعُ بَدَنِهَا، سِوَى الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ۔

حلِّ لغات: أَمَةٌ؛ بمعنی باندی۔ جمع إِمَاءٌ۔ حُرَّةٌ؛ بمعنی آزاد عورت۔ جمع حَرَائِرُ۔

ترجمہ: مرد کے ستر کی حد، ناف سے گھٹنے کی نیچے تک ہے۔ پس گھٹنا ستر ہے بخلاف ناف کے پس یقیناً ناف ستر نہیں ہے۔ باندی کے ستر کی حد، ناف سے گھٹنے کے نیچے تک، سمیت باندی کی پیٹھ اور اسکے پیٹ کے۔ آزاد عورت کے ستر کی حد، آزاد عورت کا پورا بدن ستر ہے علاوہ چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے اور دونوں قدموں کے۔

تشریح: اس مذکورہ عبارت میں مرد، باندی، عورت تینوں کے ستر کی حدود بیان کی گئی ہیں کہ کس کا ستر کہاں سے کہاں تک ہے؟ چنانچہ فرمایا کہ: مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک ہے یعنی ناف ستر نہیں البتہ گھٹنا ستر ہے اور باندی کا ستر وہی ہے جو مرد کا ہے یعنی ناف سے گھٹنے تک اسکے علاوہ باندی کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر میں داخل ہیں کیونکہ یہ دونوں محلِ شہوت ہیں لہٰذا ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ آزاد عورت کا پورا جسم ستر ہے سوائے اسکے چہرے اور اسکی ہتھیلیوں کے اور دونوں پاؤں کے البتہ بہتر یہ ہے کہ عورت نماز میں قدم چھپائے نیز واضح رہے کہ جس عضو کو چھپانا لازم نہیں جیسا کہ چہرہ تو یہ لازم نہیں کہ اسکا عمداً دیکھنا بھی جائز ہو۔ لہٰذا عورت کے چہرے کو بلا ضرورت دیکھنا حرام ہے۔

فائدہ: ستر کی دو قسمیں ہیں: (۱) عورۃِ غلیظہ، جیسے پیشاب، پاخانہ کا مقام۔ (۲) عورۃِ خفیفہ، جو اعضاءِ ستر اِن دونوں کے علاوہ ہیں، نیز یاد رکھیں کہ مرد کے اعضاءِ ستر کل آٹھ ہیں: (۱) آلہ تناسل اور اس کے ارد گرد، (۲) خصیتین اور اُن کے ارد گرد، (۳) پاخانہ کا مقام اور ارد گرد، (۴،۵) دونوں سرین، (۶،۷) دونوں ران گھٹنوں سمیت، (۸) ناف سے پیڑو تک اور ارد گرد جگہ۔ اسی طرح باندی کے بھی آٹھ ہیں۔ آزاد عورت کے آٹھ تو باندی والے اور مزید سولہ کل ۲۴ ہیں۔ (الجوہرۃ النیرۃ، ردالمحتار)

(۳) **إِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ:** فَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ بِدُوْنِ إِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ الْقُدْرَةِ عَلَى إِسْتِقْبَالِهَا۔ عَيْنُ الْكَعْبَةِ: هِيَ قِبْلَةٌ لِلَّذِيْ هُوَ بِمَكَّةَ الْمُكَرَّمَةِ، وَيَقْدِرُ عَلَى مُشَاهَدَتِهَا۔ جِهَةُ الْكَعْبَةِ: هِيَ قِبْلَةُ الَّذِيْ لَا يَقْدِرُ عَلَى مُشَاهَدَةِ الْكَعْبَةِ۔ كَذَا جِهَةُ الْكَعْبَةِ قِبْلَةُ الَّذِيْ هُوَ بَعِيْدٌ عَنْ مَكَّةَ الْمُكَرَّمَةِ۔ مَنْ عَجَزَ عَنْ إِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ لِمَرَضٍ، أَوْ لِخَوْفِ عَدُوٍّ، جَازَ لَهُ أَنْ يُصَلِّيَ إِلَى أَيِّ جِهَةٍ قَدَرَ۔

حلِّ لغات: مَكَّةَ؛ غیر منصرف ہے عَلَمِيَّتْ اور تانیث کی وجہ سے اس لئے اس پر کسرہ نہیں آسکتا۔ اسکا جر نصب کے تابع ہے۔ عَيْنٌ؛ بمعنی کسی چیز کی ذات اور حقیقت۔ جمع عُيُوْنٌ۔ جِهَةٌ؛ بمعنی جانب۔ جمع جِهَاتٌ۔

ترجمہ: تیسری شرط قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ پس نماز درست نہیں قبلہ کی طرف منہ کرنے کے بغیر جبکہ قبلہ کی طرف منہ کرنے پر قدرت ہو۔ عینِ کعبہ قبلہ ہے اس شخص کے لئے جو مکہ مکرمہ میں ہو اور کعبہ کو دیکھنے پر قادر ہو۔ کعبہ کی جہت اس شخص کا قبلہ ہے جو کعبہ

کو دیکھنے پر قادر نہیں۔اسی طرح کعبہ کی جہت اُس شخص کا بھی قبلہ ہے جو مکہ مکرمہ سے دور ہو۔جو شخص قبلہ کی طرف منہ کرنے سے عاجز آجائے بیماری کی وجہ سے یا دشمن کے ڈر سے تو اس کے لئے جائز ہے کہ نماز پڑھے جس طرف بھی وہ قادر ہو۔

تشریح: نماز کی تیسری شرط؛ قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ"۔"پھیر دو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف" لہٰذا اگر قبلہ کی طرف رُخ کرنے پر قادر ہو پھر بھی دوسری طرف نماز پڑھی تو جائز نہیں۔

پھر جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو (بشرطیکہ نمازی اور کعبۃ اللہ کے درمیان تعمیرات حائل نہ ہوں) تو اُس شخص پر عین کعبہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے ،کیونکہ آپ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مسجدِ حرام میں ایسے ہی نماز پڑھتے تھے اور اگر نمازی کعبۃ اللہ سے غائب ہو یعنی کعبہ نظر نہیں آتا چاہے مکہ میں کیوں نہ ہو لیکن اس کے اور کعبہ کے درمیان تعمیرات یا پہاڑ حائل ہوں اور وہ کعبہ کو دیکھنے پر قادر نہ ہو یا وہ مکہ سے دور ہو تو اُس پر جہتِ کعبہ کی طرف متوجہ ہونا فرض ہے کیونکہ طاعت بقدرِ طاقت لازم ہوتی ہے۔اور جہتِ کعبہ کی طرف متوجہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی سیدھ سے اگر ایک لکیر کھینچی جائے تو وہ کعبہ یا اس کی فضا کی طرف رہے چنانچہ جہتِ مغرب جبکہ کعبہ مغرب کی جانب ہو اہلِ مشرق کا قبلہ ہے۔ اور جہتِ مشرق جبکہ کعبہ مشرق کی جانب ہو اہلِ مغرب کا قبلہ ہے۔اور جنوب جبکہ کعبہ جنوب کی جانب ہو اہلِ شمال کا قبلہ ہے اور شمال جبکہ کعبہ شمال کی جانب ہو اہلِ جنوب کا قبلہ ہے۔

اگر کوئی شخص بیماری کی وجہ سے یا دشمن یا درندے کے ڈر سے قبلہ کی طرف منہ نہیں پھیر سکتا تو جس طرف رُخ کرنے پر قادر ہو اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔مثلاً کوئی شخص دشمن یا درندے سے چھپ گیا اب اس کو ڈر ہے کہ اگر میں نے حرکت کی تو دشمن محسوس کرلے گا یا بیماری کی وجہ سے قبلہ کی طرف منہ نہیں پھیر سکتا اور کوئی مُعاوِن ،مددگار بھی نہیں تو بیٹھ کر یا لیٹ کر اشارے سے جس طرف ممکن ہو منہ کر کے نماز پڑھ لے کیونکہ یہ شخص معذور ہے۔(طحطاوی علی المراقی، الصبح النوری، تسہیل الحقائق،معدن)

(۴) **وَقْتُ الصَّلَاةِ:** فَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ قَبْلَ دُخُوْلِ وَقْتِهَا۔ وَقَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُ أَوْقَاتِ الصَّلَاةِ مُفَصَّلاً۔

ترجمہ: چوتھی شرط؛ نماز کا وقت ہے لہٰذا نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے نماز درست نہیں ہے اور نماز کے اوقات کا ذکر تفصیل کیساتھ گذر چکا۔

تشریح: نماز کی چوتھی شرط نماز کا وقت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَاباً مَوْقُوْتاً" "کہ نماز مقررہ اوقات میں فرض ہے"۔چنانچہ اُن اوقات سے نماز کو حتی الامکان آگے یا پیچھے کرنا جائز نہیں۔پھر چونکہ نماز کے اوقات کا بیان کتاب الصَّلاۃ کے شروع میں تفصیل کیساتھ ہو چکا ہے اس لئے دوبارہ یہاں اوقات کا تذکرہ نہیں کیا۔

(۵) **اَلنِّيَّةُ:** فَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ بِدُوْنِ نِيَّةٍ۔ إِذَا كَانَتِ الصَّلَاةُ فَرْضاً وَجَبَ تَعْيِيْنُهَا، كَأَنْ يَنْوِيَ ظُهْراً، أَوْ عَصْراً مَثَلاً۔ كَذَا إِذَا كَانَتِ الصَّلَاةُ وَاجِبَةً، وَجَبَ تَعْيِيْنُهَا، كَأَنْ يَنْوِيَ وِتْراً، أَوْ صَلَاةَ الْعِيْدَيْنِ۔ أَمَّا إِذَا كَانَتِ الصَّلَاةُ نَافِلَةً فَلَا يُشْتَرَطُ تَعْيِيْنُهَا، بَلْ يَكْفِيْ أَنْ يَنْوِيَ مُطْلَقَ الصَّلَاةِ، إِذَا كَانَ مُقْتَدِياً يَلْزَمُهُ أَنْ يَنْوِيَ مُتَابَعَةَ الْإِمَامِ۔

حل لغات: مُقْتَدِیٌ؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل ناقص واوی از باب افتعال بمعنی پیروی کرنے والا۔

ترجمہ: پانچویں شرط نیت ہے: پس درست نہیں نماز بغیر نیت کے۔ جب نماز فرض ہو تو اس کو متعین کرنا واجب ہے جیسا کہ مثلاً ظہر یا عصر کی نیت کرے۔ اسی طرح جب نماز واجب ہو تو بھی اس کو متعین کرنا واجب ہے جیسا کہ وتر کی یا عیدین کی نماز کی نیت کرے۔ بہر حال جب نماز نفل ہو تو اس کو متعین کرنے کی شرط نہیں لگائی جاتی۔ بلکہ یہ بات کافی ہے کہ صرف نماز کی نیت کرے۔ جب نمازی مقتدی ہو تو اس کو لازم ہے کہ امام کی پیروی کی نیت کرے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں نماز کی پانچویں شرط نیت کو بیان کیا جا رہا ہے کہ صحتِ نماز کیلئے نیت کا ہونا بھی شرط ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"۔ نیت کا لغوی معنی قصد اور ارادہ اور دل کا عزم کے ہیں۔ یہ لفظِ "ی" کے تشدید کے ساتھ بھی آتا ہے اور بغیر تشدید کے بھی مگر تشدید کے ساتھ مشہور ہے۔ نیت سے مقصود دو باتیں ہیں: اول دو عبادتوں کے درمیان امتیاز پیدا کرنا چنانچہ نیت ہی کے ذریعہ فرض اور نفل ظہر اور عصر کے درمیان امتیاز پیدا ہو گا۔ دوم عبادت اور عادت میں امتیاز پیدا کرنا۔ چنانچہ کھانے کو چھوڑنا بھوک نہ ہونے کی وجہ سے بھی ہوتا ہے، پرہیز اور علاج کی وجہ سے بھی اور روزے کی غرض سے بھی، فرق نیت سے ہو گا۔

پھر نیت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی اپنے دل سے یہ جانے کہ وہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ جب اُس سے دریافت کیا جائے کہ تو کونسی نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے لئے بلا سوچے سمجھے فوراً جواب دینا ممکن ہو کہ فلاں نماز پڑھ رہا ہوں اور اگر اس نے جواب میں توقّف کیا اور کچھ سوچنے لگا تو اس کی نیت کالعدم شمار ہو گی۔ اب اگر یہ نماز فرض ہے تو اسکی تعیین بھی ضروری ہے کہ آیا عصر کی نماز ہے یا ظہر کی، صرف یہ نیت کافی نہیں کہ میں فرض نماز پڑھ رہا ہوں۔ یہی حال واجب نماز کا ہے۔ اور اگر وہ نماز سنت یا تراویح یا نفل ہو تو مطلق نماز کی نیت کافی ہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں، نیز زبان سے نیت کرنے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ نیت قلب کا فعل ہے لہٰذا زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں اِسی وجہ سے اگر کسی نے زبانی نیت میں غلطی کی مثلاً دل میں خیال ہو کہ ظہر پڑھ رہا ہوں اور زبان سے عصر کا نام لیا یا چار رکعت کہنے کے بجائے دو رکعت کہا تو اس سے کوئی حرج لازم نہیں آتا، نیت درست ہے۔ البتہ زبان سے نیت کے الفاظ کہہ لینا مستحب ہے۔

إِذَا كَانَ مُقْتَدِياً الخ: سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جو شخص کسی دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اسے دو نیتیں کرنی ضروری ہیں ایک نماز کی اور دوسری امام کے پیچھے اقتداء کرنے کی کیونکہ دوسرے کی نماز میں بلا نیت داخل نہیں ہو سکتا۔ (طحطاوی، اشرف الھدایہ، الصبح النوری، تسہیل الحقائق)

(٦) **اَلتَّحْرِيمَةُ**: وَيُرَادُ بِالتَّحْرِيمَةِ أَنْ يَفْتَتِحَ صَلَاتَهُ بِذِكْرٍ خَالِصٍ لِلّٰهِ تَعَالىٰ، كَأَنْ يَقُولَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ. أَوْ اَللّٰهُ أَعْظَمُ. أَوْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا يَفْصِلُ بَيْنَ النِّيَّةِ وَتَكْبِيرَةِ الْإِفْتِتَاحِ بِعَمَلٍ يُنَافِي الصَّلَاةَ كَالْأَكْلِ وَالشُّرْبِ۔ وَيُشْتَرَطُ فِي التَّحْرِيمَةِ أَنْ يَأْتِيَ بِهَا قَائِماً قَبْلَ الْإِنْحِنَاءِ لِلرُّكُوعِ۔ وَأَنْ لَا يُؤَخِّرَ النِّيَّةَ عَنْ تَكْبِيرَةِ الْإِفْتِتَاحِ۔ وَأَنْ يَقُولَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ: بِحَيْثُ يُسْمِعُ نَفْسَهُ۔

حل لغات: اَلْاِنْحِنَاءُ؛ مصدر ہے باب انفعال کا ناقص واوی و یائی سے بمعنی ٹیڑھا ہونا، مڑنا۔

ترجمہ: چھٹی شرط: تکبیرِ تحریمہ ہے اور تکبیرِ تحریمہ سے مراد یہ ہے کہ اپنی نماز کو ایسے ذکر سے شروع کرے جو خالص اللہ کے لئے ہو مثلاً "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" یا "أَللّٰهُ أَعْظَمُ" یا "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہے۔ اور نیت اور شروع کرنے کی تکبیر کے درمیان جدائی نہ ڈالے ایسے کام سے جو نماز کے مخالف ہو جیسا کہ کھانا، پینا۔ اور تکبیرِ تحریمہ میں شرط لگائی جاتی ہے اِس بات کی کہ تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہو کر کہے رکوع کیلئے جھکنے سے پہلے اور اِس بات کی بھی شرط لگائی جاتی ہے کہ نیت کو شروع کرنے کی تکبیر سے مؤخر نہ کرے اور اِس بات کی بھی شرط لگائی جاتی ہے کہ اللہ اکبر اِس انداز سے کہے کہ اپنے آپ کو سنائے۔

تشریح: نماز کی چھٹی شرط: تکبیرِ تحریمہ کا بیان ہے۔ تکبیرِ تحریمہ نماز شروع کرنے کی پہلی تکبیر کو کہتے ہیں اِس کا دوسرا نام تکبیرِ افتتاح ہے۔ اس کو تکبیرِ تحریمہ اس لئے کہتے ہیں کہ اِس تکبیر سے وہ تمام کام جو نماز کے آغاز سے پہلے حلال، جائز اور مُباح تھے حرام ہو جاتے ہیں، جیسے کھانا، پینا، چلنا، اِدھر اُدھر التفات کرنا۔ یہ تکبیر اس لئے شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ"۔ "كَبِّرْ" سے مراد نماز کی پہلی تکبیرِ تحریمہ ہے۔

تکبیرِ تحریمہ کے درست ہونے کی کل بارہ شرطیں ہیں جو بڑی کتابوں میں موجود ہیں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اُن میں سے یہاں صرف پانچ ذکر کی ہیں۔ (۱) پہلی شرط: یہ ہے کہ نماز کو ایسے ذکر سے شروع کیا جائے جو خالص اللہ کا ہو یعنی جس میں خالص اللہ کی تعریف ہو۔ لہٰذا اگر "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ" کہہ کر نماز شروع کی تو درست نہیں ہے کیونکہ یہ خالص اللہ کی تعریف نہیں بلکہ یہ اللہ کا ایسا ذکر ہے جو بندے کی حاجت یعنی گناہوں کی معافی کیساتھ ملا ہوا ہے۔ پھر خالص ذکر کی مثالیں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہیں: أَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَللّٰهُ أَعْظَمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ۔

فائدہ: تحریمہ کیلئے کوئی بھی لفظ جس سے اللہ کی عظمت کا اظہار ہو کافی ہے البتہ بہتر اور مسنون طریقہ یہی ہے کہ اللہ اکبر کہا جائے۔

(۲) دوسری شرط: یہ ہے کہ نیت اور تکبیرِ تحریمہ کے درمیان کسی اجنبی کام یعنی ایسا کام جس کا تعلق نماز سے نہ ہو جیسے کھانا، پینا اس کے ذریعہ سے فصل اور جدائی نہ لائے بلکہ نیت کے فوراً بعد تکبیرِ تحریمہ کہے۔ باقی رہا ایسا کام جو اجنبی شمار نہیں ہوتا تو اس کے ذریعہ جدائی لانے میں کوئی حرج نہیں جیسے نماز کے ارادہ ہی سے گھر سے چلا اور آکر نماز شروع کر دی تو پہلے سے موجود نیت ہی کافی ہے تجدیدِ نیت کی ضرورت نہیں کیونکہ نیت اور تحریمہ کے درمیان یہ چلنا اجنبی شمار نہیں ہوتا۔ (۳) تیسری شرط: یہ ہے کہ پوری تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہو کر کہے پس اگر رکوع کیلئے جھکتے جھکتے کہی تو تحریمہ درست نہیں۔ پس اگر کسی نے جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو دیکھیں گے کہ اگر وہ قیام کے قریب تھا یعنی اس کے ہاتھ گھٹنوں تک نہیں پہنچتے تھے تو یہ تحریمہ درست ہے اور اگر وہ رکوع کے قریب تھا یعنی اسکے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچتے تھے تو یہ تحریمہ درست نہیں۔

(۴) چوتھی شرط: تحریمہ درست ہونے کی یہ ہے کہ نیت تکبیر سے مؤخر نہ ہو بلکہ نیت پہلے کرے تکبیر بعد میں کہے اس لئے کہ نماز عبادت ہے اور عبادت کی نیت کا عبادت سے پہلے ہونا ضروری ہے تاکہ نیت پوری عبادت کو شامل رہے اب اگر عمل شروع ہو جائے اور اس کے بعد نیت کی جائے تو یہ درست نہیں، اس لئے کہ اس صورت میں عبادت کا کچھ حصہ (شروع کا حصہ) نیت سے خالی رہا تو وہ حصہ عبادت نہ ہوا اور چونکہ نماز کا باقی حصہ اس شروع والے حصہ پر موقوف تھا تو وہ بھی عبادت نہ ہوا۔ لہٰذا تحریمہ کے بعد نیت شرعاً معتبر نہیں۔

(۵) پانچویں شرط: تحریمہ درست ہونے کی یہ ہے کہ تکبیرِ تحریمہ اتنے زور سے کہے کہ کم از کم اپنے کان تحریمہ کے الفاظ سنیں۔ لہٰذا اگر تحریمہ اتنی آہستہ آواز سے کہی کہ خود کہنے والے کے کانوں نے اس کو نہیں سنا تو یہ تحریمہ درست نہیں ہے۔

فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِشُرُوْطِ الصَّلَاةِ

اَلَّذِیْ لَا یَجِدُ شَیْئاً یُزِیْلُ بِهِ النَّجَاسَةَ یُصَلِّیْ مَعَ النَّجَاسَةِ. وَلَا یُعِیْدُ الصَّلَاةَ. اَلَّذِیْ لَا یَجِدُ ثَوْباً یَسْتُرُ بِهٖ عَوْرَتَهٗ، وَکَذَا لَا یَجِدُ حَشِیْشاً اَوْ طِیْناً یُصَلِّیْ عُرْیَاناً. مَنْ کَانَ ثَوْبُهٗ نَجِساً. فَصَلَاتُهٗ فِی الثَّوْبِ النَّجِسِ اَوْلٰی مِنْ صَلَاتِهٖ عُرْیَاناً. یُصَلِّی الْعُرْیَانُ جَالِساً مَادّاً رِجْلَیْهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ. وَیُؤَدِّی الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ بِالْاِیْمَاءِ۔

حلِّ لغات: حَشِیْشٌ؛ بمعنی خشک گھاس۔ طِیْنٌ؛ بمعنی گارا، مٹی یہاں مراد گارا ہے یعنی گیلی مٹی۔ عُرْیَانٌ؛ صیغہ واحد مذکر بحث صفت مشبہ از باب سمع بمعنی ننگا۔ مَادّاً؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی پھیلانا۔ یُؤَدِّیْ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مہموز الفاء ناقص یائی از باب تفعیل بمعنی ادا کرنا۔

ترجمہ: چند متفرق اور زائد مسائل جو نماز کی شرطوں سے متعلق ہیں: وہ شخص جو کوئی ایسی چیز نہ پائے جو ناپاکی کو دور کرے تو وہ ناپاکی کے ساتھ ہی نماز پڑھے اور نماز کو نہ دہرائے۔ وہ شخص جو اتنا کپڑا نہ پائے جس سے اپنا ستر ڈھانپے، اور اسی طرح نہ پائے گھاس یا گارا تو وہ ننگے ہی نماز پڑھے۔ وہ شخص جس کا کپڑا ناپاک ہو تو اسکی نماز ناپاک کپڑے میں بہتر ہے اسکے ننگے ہو کر نماز پڑھنے سے۔ ننگا شخص بیٹھ کر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر نماز پڑھے اور رکوع اور سجدہ اشارے سے ادا کرے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہو رہا ہے۔ البتہ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس صرف ناپاک کپڑا ہو، اتنا پاک کپڑا نہیں کہ صرف ناف سے لیکر گھٹنوں تک کا حصہ چھپائے نیز کوئی ایسی چیز بھی نہیں جس سے ناپاک کپڑے کو پاک کیا جاسکے تو اسکی دو صورتیں ہیں: (۱) یا تو اس ناپاک کپڑے کا چوتھائی یا چوتھائی سے زیادہ پاک ہو گا یا (۲) ناپاک۔ اگر پہلی صورت ہے تو اِس کو اِسی ناپاک کپڑے میں نماز پڑھنی ہو گی ننگے نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ چوتھائی کل کے قائم مقام ہوتا ہے چوتھائی یا زیادہ پاک ہے تو گویا کہ کل کپڑا پاک ہے اور پاک کپڑے کو چھوڑ کر ننگے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور اگر دوسری صورت ہو تو نمازی کو اختیار ہے چاہے ننگا ہو کر نماز پڑھے اور چاہے تو اسی ناپاک کپڑے میں پڑھے اور یہی افضل ہے۔

اور اگر کسی کے پاس کپڑا ہی نہ ہو، نہ پاک اور نہ ناپاک تو وہ بیٹھ کر ننگے ہی نماز پڑھ لے۔ البتہ رکوع سجدہ نہ کرے بلکہ رکوع سجدے کا اشارہ کرے۔ پھر بیٹھ کر نماز پڑھنے کے دو طریقے بیان کئے گئے ہیں: (۱) ایک یہ کہ پاؤں قبلہ کی طرف پھیلائے اس میں ستر پوشی زیادہ ہے۔ (۲) دوسرا یہ کہ تشہد میں بیٹھنے والوں کی طرح بیٹھے۔

فائدہ: اگر ننگے نے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لی تو بھی جائز ہے کیونکہ بیٹھ کر پڑھنے میں ستر ہے اور کھڑے ہو کر پڑھنے میں ارکان رکوع، سجدہ کی ادائیگی ہے۔ لیکن بہتر بیٹھ کر پڑھنا ہی ہے۔ (جوہرۃ، اشرف الہدایہ، الصبح النوری، تسہیل)

تَجُوْزُ الصَّلَاةُ عَلٰى طَرَفٍ طَاهِرٍ مِنَ الثَّوْبِ النَّجِسِ. ذَالِكَ إِذَا كَانَ الثَّوْبُ لَا يَتَحَرَّكُ أَحَدُ طَرَفَيْهِ بِتَحْرِيْكِ طَرَفِهِ الْآخَرِ۔ تَجُوْزُ الصَّلَاةُ عَلٰى لِبْدٍ أَعْلَاهُ طَاهِرٌ وَأَسْفَلُهُ نَجِسٌ۔ أَلَّذِيْ إِشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ. وَلَمْ يَجِدْ شَخْصاً يَسْأَلُهُ عَنِ الْقِبْلَةِ، وَكَذَا لَمْ يُوْجَدْ شَيْئٌ يَدُلُّ عَلَى الْقِبْلَةِ يُصَلِّيْ بِالتَّحَرِّيْ۔ لَوْصَلّٰى بَعْدَ التَّحَرِّيْ وَأَخْطَأَفِي الْقِبْلَةِ، صَحَّتْ صَلَاتُهُ۔ إِنْ عَلِمَ بِخَطَائِهٖ فِيْ أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ. إِسْتَدَارَ نَحْوَ الْقِبْلَةِ. وَبَنٰى عَلٰى صَلَاتِهٖ۔

حلِّ لغات: طَرَفٌ؛ بمعنی گوشہ، کنارہ۔ جمع أَطْرَافٌ۔ لِبْدٌ؛ بمعنی نمدہ یعنی اُون کا بچھونا۔ جمع لُبُوْدٌ۔ أَلتَّحَرِّيْ: مصدر ہے باب تفعّل ناقص یائی سے بمعنی دو چیزوں میں سے بہتر کو طلب کرنا، قابلِ استعمال کو طلب کرنا، یہاں یہی معنی مراد ہے۔ إِسْتَدَارَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف واوی از باب استفعال بمعنی گھومنا۔ نَحْوٌ؛ بمعنی طرف، جانب، جہت۔ جمع أَنْحَاءٌ۔ بَنٰى: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف ناقص یائی از باب ضرب بمعنی تعمیر کرنا، یہاں مراد گذشتہ نماز کو معتبر سمجھتے ہوئے اُسی کو پورا کرنا۔

ترجمہ: نماز جائز ہے ناپاک کپڑے کی پاک جانب پر۔ یہ اُس وقت ہے کہ جب کپڑے کے دونوں جانبوں میں سے ایک جانب حرکت نہ کرے دوسری جانب کو حرکت دینے سے۔ نماز جائز ہے ایسے نمدہ پر جسکی اوپر والی جانب پاک ہو اور نچلی جانب ناپاک ہو۔ وہ شخص جس پر قبلہ خلط ملط ہو جائے اور نہ پائے کسی ایسے شخص کو جس سے قبلہ کے متعلق پوچھے اور اسی طرح کوئی ایسی چیز بھی موجود نہیں جو قبلہ بتائے تو وہ غور و فکر کر کے نماز پڑھے۔ اگر اُس نے سوچ بچار کے بعد نماز پڑھی اور قبلہ معلوم کرنے میں خطا کی ہے تو اُس کی نماز درست ہے۔ اگر اُس کو دورانِ نماز اپنی غلطی معلوم ہو گئی تو قبلہ کی جانب گھوم جائے اور اپنی نماز کو جاری رکھے۔

تشریح: جب آدمی ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جو اس نے پہنا ہوا ہو اور اس کے بدن سے متصل ہو جیسے چادر یا لمبا رومال اور اس کپڑے کی ایک جانب پاک ہو جو اس کے بدن پر ہے اور دوسری جانب ناپاک جو زمین پر پڑی ہوئی ہے تو اگر نمازی کی حرکت سے زمین پر پڑی ہوئی ناپاک جانب بھی حرکت کرتی ہے تو اِس کپڑے میں نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ اِس وقت یہ نجاست کو اٹھانے والا شمار کیا جائے گا اور اگر وہ ناپاک جانب نمازی کی حرکت سے حرکت نہیں کرتی تو پھر نماز پڑھنا جائز ہے بخلاف اُس کپڑے اور بچھونے کے کہ جس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے جو اس کے بدن سے علیحدہ ہے اور اس کی ایک جانب ناپاک ہے اور ایک جانب پاک یعنی کھڑے ہونے کی اور پیشانی رکھنے کی جگہ پاک ہے تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے چاہے ایک جانب کو حرکت دینے سے دوسری جانب متحرک ہو سکتی ہو۔ کیونکہ بچھونا بمنزلہ زمین کے ہے جس میں صرف نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے۔ (تاتارخانیہ، شامی، طحطاوی)

نمدہ یعنی موٹا بچھونا چاہے اُون کا ہو یا کسی اور چیز کا بشرطیکہ اتنا موٹا ہو کہ نجاست کا اثر یعنی بُو اوپر والی جانب نہ آتی ہو، جیسے آجکل موٹے جائے نماز، قالین وغیرہ کی شکل میں ہے۔ اگر اسکی اوپر والی جانب پاک ہو تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے چاہے اُس کی نیچے والی جانب ناپاک ہو۔ (ردالمحتار، طحطاوی)

أَلَّذِيْ إِشْتَبَهَتْ الخ: سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی شخص پر قبلہ مشتبہ ہو جائے کہ قبلہ کس طرف ہے اور پاس کوئی بتانے والا بھی نہیں کیونکہ اگر بتانے والا ہو تو اس سے پوچھنا ضروری ہے اور نہ ہی کوئی ایسا آلہ موجود ہے جس سے قبلہ کا پتہ چل سکے تو اُس کو چاہئے کہ

علامات وغیرہ کے ذریعہ خوب غور وفکر کرے کہ قبلہ کس طرف ہو سکتا ہے اور جس طرف اُس کا دل گواہی دے اور قبلہ ہونے کا غالب گمان ہو اُسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے اِسی غور وفکر کا نام "تحری" ہے۔ پھر اگر نماز کے بعد معلوم ہو کہ جہتِ کعبہ معلوم کرنے میں غلطی کی ہے یعنی قبلہ کسی اور طرف تھا اور اُس نے نماز کسی اور طرف پڑھی ہے تو بھی اِس شخص کی نماز درست ہے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اِس کے بس میں اتنا ہی تھا کہ تحری کرے اور تحری میں اُس نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اور اگر تحری کرنے والے کو سمتِ کعبہ کا غلط ہونا نماز کے اندر معلوم ہوا کہ میں نے جہتِ کعبہ متعین کرنے میں خطاء کی ہے تو یہ شخص نماز ہی میں قبلہ کی جانب گھوم جائے اور جتنی نماز پہلے پڑھ چکا ہے اس کو توڑے بغیر اُسی پر آگے بقیہ نماز جاری رکھ کر پوری کرے۔

إِذَا انْكَشَفَ مِنْ أَعْضَاءٍ مُتَفَرِّقَةٍ مِنَ الْعَوْرَةِ، فَلَوْ كَانَ مَجْمُوْعُهَا يَبْلُغُ رُبُعَ أَصْغَرِ الْأَعْضَاءِ الْمَكْشُوْفَةِ بَطَلَتِ الصَّلَاةُ، وَإِنْ كَانَ مَجْمُوْعُ الْأَعْضَاءِ الْمُنْكَشِفَةِ أَقَلَّ مِنْ ذَالِكَ صَحَّتِ الصَّلَاةُ۔

حلِ لغات: مُنْكَشِفَةٌ: صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل صحیح از باب انفعال بمعنی کھلی ہوئی۔

ترجمہ: جب کھل جائیں ستر کے کئی اعضاء تو اگر ان کا مجموعہ کھلے ہوئے اعضاء میں سے سب سے چھوٹے عضو کی چوتھائی تک پہنچتا ہو تو نماز باطل ہو جائیگی اور اگر کھلے ہوئے اعضاء کا مجموعہ اِس سے کم ہو تو نماز درست ہے۔

تشریح: اگر اعضاءِ ستر میں سے ایک ہی عضو کا چوتھائی یا اس سے زیادہ دورانِ نماز کھل جائے اسکا حکم پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اعضاءِ ستر میں سے کئی اعضاء تھوڑے تھوڑے کھل جائیں تین بار سبحان اللہ کہنے کی مدت کے برابر تو اِن سب کو اندازہ لگا کر جمع کریں گے اگر یہ کھلا ہوا حصہ ان کھلے ہوئے اعضاء میں سے سب سے چھوٹے عضو کے چوتھائی کے برابر ہو تو نماز ٹوٹ جائیگی ورنہ نہیں۔ مثلاً عورت کی ران کا کچھ حصہ اور کان کا کچھ حصہ کھل گیا دونوں کو جمع کیا تو کان کے چوتھائی کے برابر یا اس سے زیادہ ہو گیا تو نماز باطل ہو جائیگی۔

أَرْكَانُ الصَّلَاةِ

أَرْكَانُ الصَّلَاةِ خَمْسَةٌ. وَهِيَ فَرَائِضُهَا كَذَالِكَ۔ فَمَنْ تَرَكَ مِنْهَا وَاحِداً أَبْطَلَتْ صَلَاتُهُ، سَوَاءٌ تَرَكَهُ عَمْداً أَوْ سَهْواً۔

حلِ لغات: أَرْكَانٌ: جمع ہے رُكْنٌ کی بمعنی جز، ہر چیز کا قوی کنارہ۔ عَمْداً: مصدر ہے باب ضرب سے بمعنی جان بوجھ کر کوئی کام کرنا۔

ترجمہ: نماز کے ارکان۔ نماز کے ارکان پانچ ہیں اور یہی نماز کے فرائض بھی ہیں۔ پس جس شخص نے ان ارکان میں سے کوئی ایک رُکن چھوڑ دیا تو اُس کی نماز باطل ہو جائیگی برابر ہے کہ اُس نے رُکن جان بوجھ کر چھوڑا ہو یا بھول کر۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نماز کی شرطوں کو بیان کرنے سے فارغ ہونے کے بعد اب ارکانِ نماز کو بیان فرماتے ہیں۔ نماز سے تعلق رکھنے والے فرض دو قسم کے ہیں: یا تو وہ نماز میں داخل ہوں گے یا نہیں، اگر داخل ہوں تو انہیں ارکان کہتے ہیں، جیسے نماز میں رکوع، سجدہ۔ اور اگر داخل نہیں تو انہیں شرائط کہتے ہیں، جیسے طہارت نماز کیلئے۔ ارکانِ نماز پانچ ہیں:

(۱) اَلْقِيَامُ: فَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ بِدُوْنِ الْقِيَامِ إِذَا كَانَ قَادِراً عَلَيْهِ۔ اَلْقِيَامُ فَرْضٌ فِيْ صَلَوَاتِ الْفَرْضِ وَالْوَاجِبَةِ۔ وَلَا يُفْتَرَضُ الْقِيَامُ فِي الصَّلَوَاتِ النَّافِلَةِ۔ فَتَجُوْزُ الصَّلَوَاتُ النَّافِلَةُ قَاعِداً مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ۔

ترجمہ: پہلا رکن قیام ہے: لہٰذا قیام کے بغیر نماز درست نہیں جبکہ قیام پر قدرت رکھتا ہو۔ قیام فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے۔ اور نفل نمازوں میں قیام فرض نہیں ہے پس نفل نمازیں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے قیام پر قدرت رکھنے کے باوجود۔

تشریح: ارکان میں سے پہلا رُکن قیام ہے: قیام کے معنی کھڑے ہونے کے ہیں نماز میں قرأت کے وقت کی خاص کیفیت کا نام قیام ہے۔ قیام فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے جبکہ کھڑے ہونے کی طاقت ہو۔ واجب نمازوں میں وتر بھی داخل ہیں۔ پھر قیام کی حالت یہ ہونی چاہیئے کہ جب ہاتھ پھیلائے تو گھٹنوں تک نہ پہنچ پائے۔ بلا عذر صرف ایک پاؤں پر کھڑے ہونا مکروہ ہے، نیز قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کے بقدر فاصلہ رکھنا مناسب ہے۔ اگر بیماری کی وجہ سے کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو تو فرض اور واجب نمازیں بھی بیٹھ کر ادا کی جاسکتی ہیں۔

اسی طرح اگر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے میں بے ستری کا اندیشہ ہو اور خطرہ ہو کہ جن اعضاء کا ستر واجب ہے ان میں سے کسی عضو کا چوتھائی حصہ قیام کی صورت میں کُھل جائے گا تب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرے، نیز قیام اُس وقت رُکن ہے کہ نمازی قیام اور سجدہ دونوں پر قادر ہو اور اگر قیام پر تو قادر ہو لیکن سجدہ پر قادر نہ ہو تو اس کیلئے قیام رُکن نہیں بلکہ اس کیلئے مستحب ہے کہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ نفل نمازیں بلا عذر بھی بیٹھ کر ادا کی جاسکتی ہیں چاہے شروع سے آخر تک بیٹھ کر ادا کرے چاہے ابتداء میں بیٹھ کر ادا کرنے کے بعد پھر کھڑے ہو کر پورا کرے چاہے قیام کے ساتھ نماز شروع کرے اور پھر بیٹھ کر مکمل کرے۔ نفل نماز میں یہ تینوں صورتیں جائز ہیں۔ (مراقی مع طحطاوی، قاموس، تسہیل)

(۲) **أَلْقِرَاءَةُ: وَلَوْ آيَةً قَصِيْرَةً. فَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ بِدُوْنِ الْقِرَاءَةِ. أَلْقِرَاءَةُ فَرْضٌ فِيْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ صَلَوَاتِ الْفَرْضِ. وَالْقِرَاءَةُ فَرْضٌ فِيْ جَمِيْعِ رَكَعَاتِ الصَّلَوَاتِ الْوَاجِبَةِ وَالنَّافِلَةِ. وَتَسْقُطُ الْقِرَاءَةُ عَنِ الْمُصَلِّيْ إِذَا كَانَ مُقْتَدِياً. بَلْ تُكْرَهُ لَهُ الْقِرَاءَةُ.**

حلِّ لغات: آيَةٌ: بمعنی علامت۔ جمع آيَاتٌ۔ قَصِيْرَةٌ: صیغہ واحد مؤنث بحث صفت مشبہ از باب کَرُم بمعنی چھوٹا ہونا۔

ترجمہ: دوسرا رکن قراءت ہے۔ قراءت اگر چہ ایک چھوٹی آیت ہو۔ لہٰذا بغیر قراءت کے نماز درست نہیں۔ قراءت فرض ہے فرض نمازوں کی دو رکعتوں میں۔ اور قراءت فرض ہے واجب اور نفل نمازوں کی تمام رکعتوں میں۔ اور نمازی سے قراءت ساقط ہو جاتی ہے جبکہ وہ مقتدی ہو بلکہ اُس کیلئے قراءت مکروہ ہے۔

تشریح: ارکانِ نماز میں سے دوسرا رُکن قراءت ہے۔ قراءت سے مراد قرآن مجید کا پڑھنا ہے جو نماز کا اہم ترین رُکن ہے اگرچہ ایک چھوٹی سی آیت کیوں نہ ہو اس لئے قرآن کی اتنی مقدار یاد کرنا جس سے نماز ادا ہو سکے ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے اور سورۂ فاتحہ اور ایک سورت کو یاد کرنا واجب ہے۔ اور پورا قرآن حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ پھر قراءت کے لئے ضروری ہے کہ زبان پر حروف اس طرح مرتب ہو جائیں کہ کم سے کم خود قاری سن سکے۔ قراءت کرنے والا اگر بھاری کان والا ہو کہ خود نہیں سن سکتا تو مضائقہ نہیں لیکن قراءت اس درجہ اونچی ہونی چاہیئے کہ اگر وہ معذور نہ ہوتا تو سن لیتا۔

مقدارِ فرض: پھر قراءت فرض ہے اگر چہ ایک چھوٹی آیت کی قراءت کرے جو کم از کم دو کلموں سے بنے جیسے "ثُمَّ نَظَرَ" قراءت سُنَن ونوافل اور وتر نیز دو رکعت والی فرائض جیسے فجر، جمعہ کی تمام رکعات میں فرض ہے اسی طرح تین یا چار رکعت والی فرض نمازوں کی کسی بھی دو رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔

پھر قرآن مجید نے اتنی مقدار قرآن پڑھنے کو کافی قرار دیا ہے جو باآسانی پڑھا جا سکے "فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ" وہ کم سے کم مقدار کیا ہے؟ جس کا پڑھنا آسان ہو۔ اس بارے میں سب سے قوی اور محتاط رائے یہ ہے کہ کم سے کم ایک طویل آیت یا تین چھوٹی آیتوں کی مقدار پڑھے۔

امام کے پیچھے مقتدی کیلئے قراءت کرنا مکروہ تحریمی ہے گو نماز فاسد نہیں ہوتی اس لئے کہ خود ہدایت ربانی ہے: "اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔ لہٰذا مقتدی سے قراءت ساقط ہے تو اس کو چاہئے کہ جہری نمازوں میں کان لگا کر سنے اور سرّی نمازوں میں اگرچہ سن نہیں رہا لیکن خاموش رہے۔ (قاموس، مراقی الفلاح مع طحطاوی)

(۳) **اَلرُّكُوْعُ:** فَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ بِدُوْنِ الرُّكُوْعِ۔ اَلْقَدْرُ الْمَفْرُوْضُ مِنَ الرُّكُوْعِ يَتَحَقَّقُ بِطَأْطَأَةِ الرَّأْسِ، بِأَنْ يَّنْحَنِيَ اِنْحِنَاءً يَّكُوْنُ أَقْرَبَ إِلٰى حَالِ الرُّكُوْعِ۔ أَمَّا كَمَالُ الرُّكُوْعِ، فَإِنَّهٗ يَتَحَقَّقُ بِاِنْحِنَاءِ الصُّلْبِ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرَّأْسُ بِالْعَجُزِ۔

حلِّ لغات: طَأْطَأَةٌ؛ مصدر ہے رباعی مجرد کا بمعنی سرپست کرنا۔ يَنْحَنِيْ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف ناقص یائی از باب انفعال بمعنی ٹیڑھا ہونا، مڑنا۔ صُلْبٌ؛ بمعنی ریڑھ کی ہڈی۔ جمع أَصْلَابٌ۔ عَجُزٌ؛ بمعنی سُرین۔ جمع أَعْجَازٌ۔

ترجمہ: تیسرا رکن رکوع ہے۔ لہٰذا نماز بغیر رکوع کے درست نہیں۔ رکوع کی فرض مقدار سر جھکانے سے ہی ثابت ہو جاتی ہے بایں طور کہ اتنا مڑے کہ جو حالتِ رکوع کے قریب ہو۔ بہر حال کامل رکوع تو بے شک وہ ثابت ہوتا ہے پشت کے مڑنے کے ساتھ یہاں تک کہ سر سُرین کے برابر ہو جائے۔

تشریح: رکوع نماز کی اُس مخصوص کیفیت کا نام ہے جس میں انسان اللہ کے سامنے اپنی بندگی کے اظہار کیلئے سر اور پشت خم کر کے تسبیح کرتا ہے اسکا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ سر اور کمر جُھکا کر کم از کم اتنی دیر رکوع کی کیفیت میں رہے کہ اعضاء ساکن ہو جائیں اور جوڑ اپنی جگہ لے لیں اسکا اندازہ علماء نے ایک تسبیح مقرر کی ہے۔ اور کامل درجہ رکوع کا یہ ہے کہ کمر کو اتنا جُھکایا جائے کہ سر اور سُرین کی سطح بالکل برابر ہو جائے۔

فائدہ ۱: اگر بیٹھ کر نماز ادا کر رہا ہو تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ پیشانی کو گھٹنے کے مقابل تک خم کر دے۔

فائدہ ۲: کُوزہ پشت جس کی پیٹھ اِس قدر خم ہو کہ رکوع کی سی کیفیت معلوم ہوتی ہو، اُس کے رکوع کیلئے یہ کافی ہے کہ سر کو تھوڑا سا اور جھکا دے اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھے۔

(۴) **اَلسُّجُوْدُ:** فَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ بِدُوْنِ سَجْدَتَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ۔ اَلْقَدْرُ الْمَفْرُوْضُ مِنَ السُّجُوْدِ يَتَحَقَّقُ بِوَضْعِ جُزْءٍ مِنَ الْجَبْهَةِ، وَوَضْعِ إِحْدَى الْيَدَيْنِ، وَ إِحْدَى الرُّكْبَتَيْنِ، وَشَيْءٍ مِنْ أَطْرَافِ إِحْدَى الْقَدَمَيْنِ عَلَى الْأَرْضِ۔ وَكَمَالُ السُّجُوْدِ يَتَحَقَّقُ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَالْقَدَمَيْنِ، وَالْجَبْهَةِ، وَالْأَنْفِ عَلَى الْأَرْضِ۔

حلِّ لغات: جَبْهَةٌ؛ بمعنی پیشانی۔ جمع جِبَاهٌ۔

ترجمہ: چوتھا رکن سجدہ ہے۔ لہٰذا نماز درست نہیں ہر رکعت میں دو سجدوں کے بغیر۔ سجدے کی فرض مقدار ثابت ہوتی ہے پیشانی کے ایک حصہ کو زمین پر رکھنے سے۔ اور دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ اور دونوں گھٹنوں میں سے ایک گھٹنے اور دونوں پاؤں میں سے ایک پاؤں کے کناروں میں سے کچھ حصے کو زمین پر رکھنے سے۔ اور کامل سجدہ ثابت ہوتا ہے دونوں ہاتھوں کو اور دونوں گھٹنوں کو اور دونوں پاؤں کو اور پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھنے سے۔

تشریح: سجدہ نام ہے چہرے کے بعض حصہ کو زمین پر اس طور سے رکھنے کا کہ اُس میں استہزاء اور مزاق کا پہلو نہ ہو، سجدہ نماز کا اہم ترین رُکن ہے جسکی فرضیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ نیز تمام ارکان میں سے افضل بھی ہے اس لئے کہ بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "آتشِ جہنم ابن آدم کی ہر چیز کو کھا جاتی ہے سوائے مقامِ سجدہ کے"۔ (بخاری) ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں یا تو اس لئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے جسکی حکمت بندوں کو معلوم نہیں جیسا کہ رکعتوں کی تعداد ہے یا اس لئے کہ جب شیطان کو حکم دیا گیا تو اُس نے ایک مرتبہ بھی سجدہ نہیں کیا تو فرشتوں نے دوبارہ سجدہ کیا اس بات پر اللہ کا شکریہ ادا کرنے کیلئے کہ ہمیں سجدے کی توفیق دی ہے۔ تو یہ دوسرا سجدہ سجدے کی توفیق کے شکریہ میں ہے۔

اَلْقَدْرُ الْمَفْرُوْضُ الخ: یاد رہے کہ نفسِ سجدہ تو اِن اعضاء کو رکھنے سے ادا ہو جائے گا لیکن کراہتِ تحریمیہ سے خالی نہیں، (طحطاوی) اس میں شرط یہ ہے کہ یہ اعضاء تعظیم کیساتھ زمین پر رکھے جائیں تب سجدہ ادا ہو گا۔ پس اگر ایسے طریقے سے رکھے گئے کہ اُس میں تعظیم نہ ہو تو سجدہ نہیں کہلائے گا مثلاً پیشانی تو رکھی لیکن دونوں قدم اٹھالئے کہ یہ کھیل ہے تعظیم نہیں اسی طرح ایک رُخسار یا ایک کنپٹی، یا سر کا اگلا حصہ یا ٹھوڑی زمین پر رکھی تو سجدہ ادا نہیں ہو گا اس لئے کہ ان تمام صورتوں میں مذاق ہے تعظیم نہیں اور سجدہ کی ادائیگی کیلئے ضروری ہے کہ تعظیم ہو۔ نیز اگر عذر ہو تو بھی اِس طرح کرنے کی اجازت نہیں بلکہ اُس وقت سر کے اشارے سے نماز پڑھے کیونکہ شریعت نے اعضاءِ سجدہ پر سجدہ کرنے سے معذوری کے وقت اشارے کو لازم قرار دیا ہے۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی، قاموس الفقہ)

وَشَيْئٍ مِنْ إِحْدَى الْقَدَمَيْنِ: یعنی اگر ایک پاؤں کی ایک انگلی بھی رکھ لی تو بھی کافی ہے۔

وَكَمَالُ السُّجُوْدِ الخ: اور کامل سجدہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پورے اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی تمام اُنگلیاں اور پوری پیشانی اور پوری ناک جتنی آسانی سے زمین پر لگ سکے۔

فائدہ: اگر سجدہ میں صرف پیشانی رکھی ناک نہیں رکھی تو سجدہ ادا ہو جائیگا لیکن بلا عذر اِس طرح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس لئے کہ اِس میں آپ ﷺ کی مخالفت لازم آتی ہے لیکن اگر اسکے برعکس بلا عذر صرف ناک رکھی پیشانی نہ رکھی تو یہ جائز نہیں۔ (کبیری، طحطاوی)

وَلَا يَصِحُّ السُّجُوْدُ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ عَلٰى شَيْئٍ تَسْتَقِرُّ عَلَيْهِ جَبْهَتُهُ، بِحَيْثُ لَوْ بَالَغَ السَّاجِدُ لَا يَتَسَفَّلُ رَأْسُهُ أَبْلَغَ مِمَّا كَانَ حَالَ الْوَضْعِ۔ وَلَا يَصِحُّ الْإِقْتِصَارُ فِي السُّجُوْدِ عَلَى الْأَنْفِ إِلَّا إِذَا كَانَ لَهُ عُذْرٌ۔ مَنْ سَجَدَ عَلٰى كَفِّهٖ، أَوْ عَلٰى طَرَفِ ثَوْبِهٖ جَازَ مَعَ الْكَرَاهَةِ۔

حلِّ لغات: تَسْتَقِرُّ؛ صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع معروف مضاعف ثلاثی از باب استفعال بمعنی ٹھہرنا۔ یَتَسَفَّلُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب تفعل بمعنی آہستہ آہستہ نیچے اترنا۔ (مصباح اللغات)

ترجمہ: اور درست نہیں سجدہ کرنا مگر یہ کہ سجدہ ایسی چیز پر ہو جس پر پیشانی ٹھہر سکے اس طور پر کہ اگر سجدہ کرنے والا (سجدہ میں) مبالغہ کرے تو اس کا سر اُس سے زیادہ نیچے نہ جائے جتنا سر رکھنے کے وقت تھا۔ اور درست نہیں سجدہ میں ناک پر اکتفا کرنا مگر یہ کہ اُس کو کوئی عذر ہو۔ جس نے اپنی ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کے کنارے پر سجدہ کیا تو یہ کراہت کیساتھ جائز ہے۔

تشریح: سجدہ کیسی جگہ پر کیا جائے؟ سجدہ ایسی جگہ پر کرنا چاہیئے کہ جس میں صلابت اور سختی ہو چاہے وہ زمین ہو یا تخت وغیرہ یعنی وہ ایسی حد پر رُک جائے کہ اگر مزید دبایا جائے تو نہ دبے اور پیشانی اُس پر ٹِک جائے اور رُک جائے اور ایسی ٹھہر جائے کہ اگر سجدہ کرنے والا سجدہ میں مبالغہ سے کام لیکر پیشانی پر خوب زور دے تو اسکا سر اُس حالت سے نیچے نہ جائے جس حالت اور کیفیت پر رکھنے کے وقت تھا یعنی مزید نیچے جانے میں اضافہ نہ ہو۔ چنانچہ روئی کا ڈھیر ہو تو اُس پر سجدہ درست نہ ہو گا ہاں! اگر بستر یا تکیہ میں روئی بھر دی جائے اور ٹِکاؤ کی کیفیت پیدا ہو تو سجدہ درست ہو گا۔ چاول کے دانوں کا ڈھیر ہو اور اُس پر سجدہ کیا جائے تو درست نہ ہو گا لیکن اگر وہ کسی تھیلے میں کَس دیئے گئے اور تھیلے کے اوپر سجدہ کیا گیا تو اب درست ہو گا۔

وَلَا يَصِحُّ الْإِقْتِصَارُ الخ: سجدہ میں بلا عذر صرف ناک پر اکتفاء کرنا اور پیشانی نہ لگانا یہ جائز نہیں ہاں! اگر پیشانی پر کوئی زخم ہو تو پھر صرف ناک پر بھی اکتفاء جائز ہے۔

مَنْ سَجَدَ عَلٰى كَفِّهٖ الخ: نمازی خود اپنی ہتھیلی پر بھی سجدہ کر سکتا ہے یا پہنے ہوئے کپڑے کے کسی حصے پر بھی لیکن بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! اگر گرمی وغیرہ کا عذر ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔ (طحطاوی)

وَيُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ السُّجُوْدِ أَنْ لَا يَكُوْنَ مَحَلُّ السُّجُوْدِ أَرْفَعَ مِنْ مَوْضِعِ الْقَدَمَيْنِ بِأَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ ذِرَاعٍ۔ فَإِنْ زَادَ إِرْتِفَاعُ مَوْضِعِ السُّجُوْدِ عَلٰى نِصْفِ ذِرَاعٍ لَمْ تَصِحَّ الصَّلَاةُ إِلَّا إِذَا كَانَ إِزْدِحَامٌ شَدِيْدٌ۔

حلِّ لغات: ذِرَاعٌ؛ بمعنی کہنی سے بیچ کی انگلی تک کا حصہ یعنی ۱ ½ فٹ (اٹھارہ انچ)۔ إِزْدِحَامٌ؛ مصدر ہے باب افتعال کا اصل میں تھا إِزْتِحَامٌ "تا" کو "دال" سے تبدیل کر دیا بمعنی بھیڑ اور ہجوم۔

ترجمہ: سجدہ کے درست ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے آدھے گز سے زیادہ اونچی نہ ہو، پس اگر سجدہ کی جگہ کی اونچائی آدھے گز سے زیادہ ہو تو نماز درست نہ ہو گی مگر جبکہ سخت ہجوم ہو۔

تشریح: سجدہ کے درست ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ سجدہ گاہ زیادہ اونچی نہ ہو جسکی حد یہ ہے کہ آدھے ذراع یعنی بارہ انگشت سے زیادہ اونچی نہ ہو آجکل کے حساب سے آدھا ذراع نو / ۹ انچ کے برابر ہے۔ بارہ انگشت یعنی نو / ۹ انچ اونچی جگہ پر سجدہ کیا جاسکتا ہے اس سے اونچی جگہ پر سجدہ جائز نہیں مگر یہ کہ ہجوم اور بھیڑ زیادہ ہو تو اس وقت اگر کسی دوسرے شخص کی کمر پر سجدہ کیا جائے تو درست ہے بشرطیکہ وہ شخص اُسی نماز میں شریک ہو کیونکہ سجدہ کرنے والے اور جس کی کمر پر سجدہ کیا جائے دونوں کا ایک نماز میں ہونا ضروری ہے۔

فائدہ: ایک ذراع چھ مُشت کا اور ایک مُشت چار اُنگل کا تو ایک ذراع چوبیس اُنگل کا ہوا۔ آج کل کے حساب سے ایک ذراع ۱½ ڈیڑھ فٹ یعنی اٹھارہ / ۱۸ اِنچ کا ہو گیا جس کو ایک ہاتھ بھی کہتے ہیں۔

(۵) **اَلْقُعُوْدُ الْأَخِيْرُ قَدْرَ قِرَاءَةِ التَّشَهُّدِ**: قَدْ عَدَّ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ الْخُرُوْجَ مِنَ الصَّلَاةِ بِصُنْعِ الْمُصَلِّيْ مِنَ الْفَرَائِضِ وَلٰكِنَّهٗ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ لَيْسَ بِفَرْضٍ، بَلْ هُوَ وَاجِبٌ۔

حلّ لغات: عَدَّ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی شمار کرنا۔

ترجمہ: تحقیق بعض علماءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے نمازی کا اپنے فعل کے ذریعہ سے نماز سے نکلنے کو فرائض میں سے شمار کیا ہے لیکن محقّقین علماءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک یہ فرض نہیں بلکہ واجب ہے۔

تشریح: نماز کا آخری فریضہ قعدۂ اخیرہ ہے یعنی وہ قعدہ جو نماز کے آخر میں واقع ہو، چاہے اُس سے پہلے کوئی قعدہ ہو جیسے چار اور تین رکعت والی نماز میں یا نہ ہو جیسے دو رکعت والی نماز میں۔ قعدۂ اخیرہ میں اتنی مقدار بیٹھنا فرض ہے کہ کم سے کم اس میں تیز تیز "التحیات للہ" سے "عبدہٗ ورسولہٗ" تک پڑھنا ممکن ہو، نماز فرض ہو یا نفل، بہرحال یہ قعدہ فرض ہے اگر قعدۂ اخیرہ نہ کیا جائے تو نماز مکمل نہیں ہوگی۔

قَدْ عَدَّ الخ۔ یعنی نماز میں چھٹا فرض نمازی کا اپنی نماز سے اپنے اختیاری فعل کے ساتھ نکلنا ہے کیونکہ دوسری کوئی فرض نماز اُس وقت تک ادا کرنا ممکن نہیں جب تک کہ اس نماز سے نہ نکلے اور جس فعل کے بغیر فرض تک پہنچنا ممکن نہ ہو وہ بھی فرض ہے۔

تنبیہ: فقہ حنفی کی بعض کتابوں میں نماز کا آخری رکن "خُرُوْجٌ بِصُنْعِ الْمُصَلِّيْ" جس کو "خُرُوْجٌ بِصُنْعِهٖ" بھی کہتے ہیں (یعنی نمازی کا بالارادہ نماز سے نکلنا) اس کو فرض قرار دیا گیا ہے، چاہے مسنون وماثور طریقے پر دو سلام کے ذریعہ نکلے یا کسی اور مناسب ونامناسب طریقے سے، اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ خاص لفظِ سلام سے نکلنا واجب ہے۔ مگر صحیح یہی ہے کہ محقّقین کے نزدیک یہ "خُرُوْجٌ بِصُنْعِهٖ" بالاتفاق فرض نہیں۔ ابو سعید بَرْدَعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گمان کے مطابق اس کی فرضیت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی ہے جو درست نہیں۔ (زیلعی، تنویر الابصار، حصکفی بحوالہ قاموس) البتہ لفظِ سلام کے ذریعہ سے نماز سے نکلنا واجب ہے۔

وَاجِبَاتُ الصَّلَاةِ

اَلْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ وَاجِبَةٌ فِي الصَّلَاةِ. فَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ سَهْوًا، كَانَتْ صَلَاتُهٗ نَاقِصَةً وَتُجْبَرُ بِسُجُوْدِ السَّهْوِ. وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهَا عَمْدًا، تَجِبُ عَلَيْهِ إِعَادَةُ الصَّلَاةِ، وَإِلَّا كَانَ اٰثِمًا۔

حلّ لغات: تُجْبَرُ: صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع مجہول از باب نصر بمعنی درست کرنا، کمی پوری کرنا۔

ترجمہ: نماز کے واجبات: آنے والے کام نماز میں واجب ہیں پس جس شخص نے ان کاموں میں سے کوئی کام بھول کر چھوڑ دیا تو اس کی نماز ناقص یعنی ادھوری رہے گی اور یہ کمی سجدۂ سہو سے پوری کی جائیگی۔ اور جس شخص نے ان واجب کاموں میں سے کوئی جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو اُس پر واجب ہے نماز کو دُہرانا ورنہ گنہگار ہوگا۔

تشریح: نماز میں واجبات کی بڑی اہمیت ہے واجبات کے قصداً (جان بوجھ کر) چھوڑنے سے گناہ بھی لازم آتا ہے اور نماز بھی فاسد ہو کر واجب الاعادہ ہوتی ہے، جبکہ سہواً (بھول کر) واجبات کے چھوٹنے سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی لیکن سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو نماز کا اعادہ واجب ہو جاتا ہے اگر نماز کا اعادہ بھی نہ کرے تو فاسق و گنہگار ہو گا۔

فائدہ: واجبات کی مشروعیّت فرائض کی تکمیل کیلئے ہے اور سنتوں کی مشروعیّت واجبات کی تکمیل ہے اور آداب کی مشروعیّت سنتوں کی تکمیل کیلئے ہے۔ (طحطاوی) جیسے قراءت فرض ہے لیکن قراءت کا بالخصوص فاتحہ اور سورت کے ساتھ ہونا اِس فرض کو مکمل کرنے والا ہے، اسی طرح رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا یعنی قومہ کرنا اور سجدہ کے بعد اطمینان سے بیٹھنا یعنی جلسہ کرنا رکوع اور سجدۂ کو مکمل کرنے والا ہے۔ واجب کی تعریف اور حکم کتاب کی ابتداء میں گذر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔ (طحطاوی، قاموس، معدن الحقائق)

(۱) إِفْتِتَاحُ الصَّلَاةِ بِخُصُوصِ قَوْلِ: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ»۔ (۲) قِرَاءَةُ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْفَرْضِ. وَفِيْ جَمِيْعِ رَكْعَاتِ الْوِتْرِ. وَالنَّفْلِ۔ (۳) ضَمُّ سُوْرَةٍ قَصِيْرَةٍ أَوْ ثَلَاثِ آيَاتٍ قِصَارٍ إِلَى الْفَاتِحَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْفَرْضِ. وَفِيْ جَمِيْعِ رَكْعَاتِ الْوِتْرِ، وَالنَّفْلِ۔ (٤) تَقْدِيْمُ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ عَلَى السُّوْرَةِ۔ (٥) أَدَاءُ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ بَعْدَ الْأُوْلٰى بِدُوْنِ فَصْلٍ بَيْنَهُمَا۔ (٦) أَدَاءُ جَمِيْعِ الْأَرْكَانِ بِاعْتِدَالٍ وَطُمَأْنِيْنَةٍ۔ (٧) اَلْقُعُوْدُ الْأَوَّلُ قَدْرَ التَّشَهُّدِ۔ (٨) قِرَاءَةُ التَّشَهُّدِ فِي الْقُعُوْدِ الْأَوَّلِ، وَكَذَا قِرَاءَةُ التَّشَهُّدِ فِي الْقُعُوْدِ الْأَخِيْرِ۔

حلِّ لُغات: **قَصِيْرَةٌ**، صیغہ واحد مؤنث بحث صفت مشبہ از باب کَرُمَ۔ جمع قِصَارٌ بمعنی چھوٹا ہونا۔ **إِعْتِدَالٌ**، مصدر ہے باب افتعال کا معنی سیدھا ہونا۔ **طُمَأْنِيْنَةٌ**، مصدر ہے باب افْعِلَّال کا بمعنی آرام لینا، قرار پکڑنا۔

ترجمہ: پہلا واجب: نماز کو خاص طور پر کلمۂ اللہ اکبر سے شروع کرنا۔ دوسرا واجب: فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتر اور نفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا۔ تیسرا واجب: فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتر اور نفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ایک چھوٹی سورت یا تین چھوٹی آیتیں ملانا۔ چوتھا واجب: سورۂ فاتحہ کو سورت پر مقدم کرنا۔ پانچواں واجب: دوسرے سجدہ کو پہلے سجدہ کے بعد ادا کرنا ان دونوں کے درمیان جدائی کئے بغیر۔ چھٹا واجب: تمام ارکان کو سکون اور اطمینان کے ساتھ ادا کرنا۔ ساتواں واجب: تشہد کی مقدار پہلا قعدہ کرنا۔ آٹھواں واجب: قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھنا اور اسی طرح قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا۔

تشریح: نماز کے واجبات بہت سارے ہیں۔ بعض نے بارہ شمار کئے ہیں، بعض نے چودہ شمار کئے ہیں، بعض نے پندرہ شمار کئے ہیں، بعض نے اٹھارہ، بعض نے اس سے بھی زیادہ شمار کئے ہیں۔ مصنف صاحب "الفقہ المیسّر" نے پندرہ ذکر کئے ہیں۔

(۱) پہلا واجب یہ ہے کہ نماز خاص طور پر اللہ اکبر سے شروع کی جائے۔ نماز کی شرطوں میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نماز ہر ایسے ذکر کے ساتھ شروع کرنا جو اللہ کے ساتھ خاص ہو ۔۔۔ اس ذکر کا بالخصوص لفظِ تکبیر کے ساتھ ہونا واجب ہے خواہ وہ اللہ اکبر ہو یا اَللّٰهُ الْاَكْبَرُ ۔۔۔ کرنا مکروہ تحریمی ہے، فرض تو ادا ہو جائے گا لیکن نماز کا اعادہ واجب ہو گا۔ پھر لفظ تکبیر کے واجب ہونے کی وجہ آپ ﷺ کی ۔۔۔ مداومت اور ہمیشگی ہے۔ (طحطاوی، توضیح سنن، غنیہ، ردّ المحتار مع در مختار، طحطاوی مع مراقی الفلاح)

(۲) دوسرا واجب: فرض کی صرف پہلی دو رکعتوں میں اور سُنن، نوافل، نیز وتر کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کی قراءت کرنا چنانچہ اگر سورۂ فاتحہ میں سے ایک آیت بھی چھوٹ گئی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

(۳) تیسرا واجب: فرض کی پہلی دو اور سُنن، نوافل نیز وتر کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کم از کم ایک چھوٹی سورت جیسے سورۂ کوثر یا تین چھوٹی آیتیں جیسے "ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ" یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو اور چھوٹی تین آیتوں کے برابر وہ آیت ہوگی جس میں کم از کم تیس (۳۰) حروف ہوں کیونکہ مذکورہ تین آیتوں میں تیس (۳۰) حروف ہیں۔ (در مختار مع رد المحتار)

(۴) چوتھا واجب: سورۂ فاتحہ کو سورت سے پہلے پڑھنا اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس پر ہمیشگی فرمائی ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے پہلے سورت پڑھی پھر اُس کے بعد اُس کو سورۂ فاتحہ یاد آگئی تو سورۂ فاتحہ پڑھے پھر اس کے بعد دوبارہ کوئی سورت پڑھے اور سجدۂ سہو بھی کرے۔

(۵) پانچواں واجب: دوسرے سجدہ کو پہلے سجدہ کے بعد متصلاً ادا کرنا دونوں سجدوں میں دوسرے فعل کے ذریعہ جدائی ڈالے بغیر۔ مراد اس واجب سے یہ ہے کہ ہر وہ کام جو ایک رکعت میں مکرر ہو اس میں ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب ہے فرض نہیں، لہٰذا اگر کسی نے پہلا سجدہ تو کر لیا لیکن دوسرا سجدہ بھول گیا اور دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا بعد میں یاد آگیا تو اب وہ سجدہ جو رہ گیا تھا ادا کرلے اور اس تاخیر سے اِس کی نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ آخر میں سجدۂ سہو کرلے۔ (تسہیل، شامی) اور جو افعال ایک رکعت میں نہیں بلکہ دو رکعتوں میں مکرر ہیں اُن میں ترتیب فرض ہے جیسے رکوع اور سجدۂ کہ ان دونوں میں ترتیب فرض ہے۔

(۶) چھٹا واجب: تعدیلِ ارکان ہے یعنی رکوع، سجدہ وغیرہ ایسے اطمینان اور سکون سے ادا کرنا کہ تمام اعضاء اور ہڈیوں کے جوڑ اپنی اپنی جگہ پہنچ کر کم از کم ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے بقدر قرار پکڑیں کیونکہ ارکان کو سکون سے ادا کرنے میں فرض کی تکمیل ہے۔ اور فرض کی تکمیل واجب ہے نیز آپ ﷺ نے اس پر ہمیشگی بھی فرمائی ہے۔ جو وجوب کی دلیل ہے۔ (در مختار مع رد المحتار، تسہیل الحقائق)

(۷) ساتواں واجب: قعدۂ اولیٰ یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد تشہد کی مقدار بیٹھنا یعنی جتنی دیر میں آدمی "التحیات" پڑھ سکے اتنی دیر بیٹھنا۔

(۸) آٹھواں واجب: قعدۂ اولیٰ اور اسی طرح قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھنا اس لئے کہ آپ ﷺ نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اُن کو تشہد سکھایا اور فرمایا کہ: پڑھو۔ اور تشہد پڑھنا بغیر قعدہ کے ثابت نہیں تو پتہ چلا کہ جس طرح تشہد واجب ہے قعدہ بھی واجب ہے۔ نیز آپ ﷺ نے قعدہ اور تشہد دونوں پر ہمیشگی فرمائی ہے۔ (قاموس، تسہیل) تشہد کا اصل معنیٰ گواہی دینا، اور فقہ کی اصطلاح اور زبان میں نماز کے درمیان قعدۂ اولیٰ اور اخیرہ میں پڑھے جانے والے مخصوص کلمات کو کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ "اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"۔ نیز تشہد آہستہ پڑھا جائے گا زور سے نہیں۔ باقی بیٹھنے کا طریقہ سنتوں کے بیان میں آجائے گا۔

(۹)اَلْقِيَامُ إِلَى الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ فَوْراً مِنْ غَيْرِ تَرَاخٍ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ التَّشَهُّدِ۔ (۱۰)اَلْخُرُوْجُ مِنَ الصَّلَاةِ بِلَفْظِ السَّلَامِ مَرَّتَيْنِ۔ (۱۱)قِرَاءَةُ دُعَاءِ الْقُنُوْتِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْوِتْرِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْفَاتِحَةِ، وَالسُّوْرَةِ۔ (۱۲)اَلتَّكْبِيْرَاتُ الزَّوَائِدُ فِي الْعِيْدَيْنِ، وَهِيَ ثَلَاثُ تَكْبِيْرَاتٍ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ۔ (۱۳)تَكْبِيْرَةُ الرُّكُوْعِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِنْ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ۔

حلِ لغات: فَوْراً؛ مصدر ہے باب نصر کا اجوف واوی سے بمعنی جلدی۔ تَرَاخٍ؛ مصدر ہے باب تفاعل کا ناقص یائی سے بمعنی دیر کرنا۔

ترجمہ: نواں واجب: تشہد سے فارغ ہونے کے بعد دیر کئے بغیر فوراً تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا۔ دسواں واجب: نماز سے نکلنا دو مرتبہ سلام کے الفاظ کہہ کر۔ گیارہواں واجب: وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت سے فارغ ہونے کے بعد دعاءِ قنوت پڑھنا۔ بارہواں واجب: عیدین میں زائد تکبیریں، اور وہ ہر رکعت میں تین تکبیریں ہیں۔ تیرہواں واجب: عیدین کی نمازوں میں دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر۔

تشریح: (۹) نواں واجب: تین یا چار رکعت والی نماز میں پہلے قعدے میں تشہد پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کو ادا کرنے کے لئے فوراً کھڑا ہونا یہ واجب ہے، لہٰذا اگر کوئی بھول کر ایک رکن کی مقدار دیر کرلے تو واجب میں تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ اور رکن کی مقدار علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ" بتلائی ہے۔ یہ تو بات تھی بھول کر تاخیر کرنے کی اور اگر جان بوجھ کر اٹھنے میں تاخیر کررہا ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (طحطاوی)

(۱۰) دسواں واجب: نماز کے آخر میں دو مرتبہ لفظِ سلام کہہ کر نماز سے نکلنا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشگی فرمائی ہے۔ اور یہ واجب ہونے کی دلیل ہے۔

(۱۱) گیارہواں واجب: یہ ہے کہ پورا سال وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے پہلے دعاءِ قنوت پڑھنا اسی طرح دعاءِ قنوت کے لئے تکبیر کہنا بھی واجب ہے۔ (طحطاوی)

(۱۲) بارہواں واجب: یہ ہے کہ عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی نمازوں میں تکبیراتِ زوائد کہنا اور یہ زائد تکبیریں چھ ہیں۔ تین پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت کے بعد رکوع سے پہلے۔ اس پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشگی فرمائی ہے۔

(۱۳) تیرہواں واجب: عیدین کی نمازوں میں دوسری رکعت میں رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہنا۔

فائدہ: یاد رکھیں عیدین کے علاوہ باقی نمازوں میں رکوع کے لئے کہی جانے والی تکبیر سنت ہے لیکن عید کی نماز میں دوسری رکعت میں جب رکوع کے لئے جائیں تو تکبیر کہنا واجب ہوگا اس لئے کہ یہ تکبیر عید کی زائد تکبیروں سے ملی ہوئی ہے تو جس طرح وہ واجب ہیں اسی طرح یہ بھی واجب ہے۔ (طحطاوی، کبیری، وغیرہ)

(۱۴)جَهْرُ الْإِمَامِ بِالْقِرَاءَةِ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَفِي الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ، وَالْعِشَاءِ وَفِي الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ وَالتَّرَاوِيْحِ وَالْوِتْرِ فِيْ رَمَضَانَ۔ (۱۵)قِرَاءَةُ الْإِمَامِ، وَالْمُنْفَرِدِ سِرًّا فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَفِي الرَّكْعَةِ الْأَخِيْرَةِ مِنَ الْمَغْرِبِ، وَفِيْ

الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعِشَاءِ وَكَذَا فِي نَفْلِ النَّهَارِ. مَنْ تَرَكَ السُّوْرَةَ فِي الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْعِشَاءِ قَرَأَهَا فِي الْأُخْرَيَيْنِ مَعَ الْفَاتِحَةِ جَهْرًا وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ وَمَنْ تَرَكَ الْفَاتِحَةَ فِي الْأُوْلَيَيْنِ لَا يُكَرِّرُهَا فِي الْأُخْرَيَيْنِ بَلْ يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ لِجَبْرِ مَا فَاتَهُ.

حلِّ لغات: جَبْرًا مصدر ہے باب نصر سے جَبَرَ یَجْبُرُ بمعنی کمی پوری کرنا۔ فَاتَ: واحد مذکر غائب اجوف واوی از باب نصر بمعنی فوت ہونا، رہ جانا، چھوٹ جانا۔

ترجمہ: چودھواں واجب: امام کا فجر کی نماز میں اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور جمعہ اور عیدین اور تراویح اور رمضان مبارک کے وتر میں قراءت بلند آواز سے کرنا۔ پندرہواں واجب: امام اور اکیلے نماز پڑھنے والے کا ظہر اور عصر میں اور مغرب کی آخری رکعت میں اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں اور اسی طرح دن کے نوافل میں قراءت آہستہ آواز سے کرنا۔ جس شخص نے عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورت چھوڑ دی تو آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ سمیت سورت پڑھ لے اور سجدۂ سہو کرلے۔ اور جس شخص نے پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ چھوڑ دی تو آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ نہ دہرائے بلکہ سجدۂ سہو کرے اُس نقصان کو پورا کرنے کے لئے جو ہوا۔

تشریح: (۱۴) چودھواں واجب: یہ ہے کہ جہری نمازوں میں امام قراۃ بلند آواز سے کرے چاہے امام یہ جہری نمازیں وقت پر ادا پڑھائے یا وقت کے بعد جماعت کے ساتھ قضا کر رہا ہو۔ دونوں صورتوں میں جہری نمازوں میں قراءت اونچی آواز سے کریگا۔ اور جہری نمازوں کی تفصیل خود مصنف رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔ جہری نماز پڑھنے والا چاہے ادا پڑھے یا قضا کرے اگر اکیلا ہے تو اس کو اختیار ہے اونچی آواز سے قراءت کرے یا آہستہ آواز سے اس لئے کہ اپنے حق میں امام ہے اس لئے اونچی قراءت کرے اور چونکہ ساتھ دوسرا کوئی نہیں اس لئے آہستہ بھی کرسکتا ہے البتہ اونچی آواز سے قراءت کرنا بہتر ہے تاکہ منفرد کی نماز کی ادائیگی جماعت کے طریقہ پر ہو۔ اسی طرح اگر رات کو نفل پڑھے تو نفلوں میں بھی جہر اور سر دونوں کی گنجائش ہے۔ (جوہرہ، طحطاوی)

فائدہ: جہر کی حد: جہر یعنی اونچی آواز سے پڑھنے کی کم از کم حد یہ ہے کہ اپنے غیر کو سنائے چاہے ایک ہی کیوں نہ ہو اور یہی مقدار واجب بھی ہے۔ اور اگر اتنی مقدار میں اونچا پڑھے کہ صرف خود ہی سنے تو یہ جہر نہیں کہلائے گا۔ اور واجب ادا نہیں ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ اونچا پڑھنے میں اپنے آپ کو مشقت میں مبتلا نہ کرے بلکہ بقدرِ طاقت اونچی آواز سے قراءت کرے اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ امام جماعت کی نماز میں شریک افراد کے مطابق آواز نکالے اور اگر ضرورت سے زیادہ اونچی آواز نکالے اس طور پر کہ اپنے آپ کو مشقت میں مبتلا کرے یا کسی کو تکلیف پہنچائے تو یہ مناسب نہیں۔ (درمختار، مراقی الفلاح مع طحطاوی)

(۱۵) پندرہواں واجب: یہ ہے کہ امام اور مقتدی سری نمازوں میں قراءت آہستہ کرے۔ سری نمازوں کی تفصیل خود مصنف رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔ پھر یہ سری نمازیں چاہے ادا ہوں یا قضا، جماعت کے ساتھ ادا کی جائیں یا تنہا تنہا۔ سب صورتوں میں یہی حکم ہے کہ قراءت آہستہ کرنا واجب ہے۔

فائدہ: سرّ یعنی آہستہ پڑھنے کی حد: یہ ہے کہ اتنی آواز نکالے کہ آدمی خود اپنی آواز سن لے، لہٰذا اگر حروف تو زبان سے ادا کئے لیکن اپنے کانوں تک آواز نہیں پہنچی تو وہ قراءت نہیں کہلائے گی قراءت وغیرہ کے معتبر ہونے کے لئے کم از کم یہ ضروری ہے کہ آواز خود اپنے کانوں تک پہنچ جائے۔

تنبیہ: سرّی نمازوں میں بعض دفعہ زبان پر بعض کلمات اونچی آواز سے جاری ہو جاتے ہیں بالخصوص سانس لینے کی ابتداء میں تو چونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں اس لئے یہ معاف ہے، اس سے نماز پر کوئی فرق نہیں پڑھے گا۔ (قاموس، کبیری، طحطاوی)

مَنْ تَرَكَ السُّوْرَةَ الخ: اگر عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ تو پڑھی لیکن سورت ملانا چھوڑ دیا تو اب آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے اور فاتحہ اور سورت دونوں اونچی آواز سے پڑھے پہلے سورۂ فاتحہ پڑھے پھر سورت پڑھے۔ اور ساتھ ہی سجدۂ سہو بھی کرے۔ یہاں لفظِ عشاء بطورِ مثال کے ہے لہٰذا اگر مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں سے کسی ایک رکعت میں سورت نہیں پڑھی تو اب آخری رکعت میں سورۂ فاتحہ سمیت سورت پڑھے اور جس نے پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ چھوڑدی تو اب آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ نہ دہرائے کیونکہ اس سے تکرار لازم آئے گا کیونکہ آخری دو رکعتوں میں ویسے بھی سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے تو اب اگر پچھلی رکعتوں کی قضاء بھی کی جائے تو آخری دو رکعتوں میں دو دو مرتبہ ہو جائے گا اور یہ خلافِ مشروع ہے لہٰذا صرف سجدۂ سہو کرلے تاکہ پچھلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے چھوٹنے سے جو نقصان آیا وہ پورا ہو جائے۔ (ردالمحتار، مراقی مع طحطاوی)

سُنَنُ الصَّلَاةِ

تُسَنُّ الْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ فِي الصَّلَاةِ: وَيَنْبَغِي الْعَمَلُ بِهَا لِتَكُوْنَ الصَّلَاةُ كَامِلَةً. طِبْقاً لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ﴿صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّيْ﴾ (رواہ البخاری) (١) أَنْ يَقُوْمَ عِنْدَ التَّحْرِيْمَةِ مُسْتَوِياً مِنْ غَيْرِ أَنْ يُطَأْطِئَ رَأْسَهُ. (٢) أَنْ يَرْفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ التَّحْرِيْمَةِ حِذَاءَ الْأُذُنَيْنِ. (٣) أَنْ يَكُوْنَ بَاطِنُ الْكَفَّيْنِ وَالْأَصَابِعِ مُسْتَقْبِلاً نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَالَ رَفْعِ الْيَدَيْنِ. (٤) أَنْ يَتْرُكَ الْأَصَابِعَ عَلَى حَالِهَا مَنْشُوْرَةً وَقْتَ رَفْعِ الْيَدَيْنِ. فَلَا يَضُمُّهَا كُلَّ الضَّمِّ، وَلَا يُفَرِّجُهَا كُلَّ التَّفْرِيْجِ.

حلِّ لغات: **طِبْقاً**؛ بمعنی موافق۔ **يُطَأْطِئُ**؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مضاعف رباعی مجرد از باب فَعْلَلَ بمعنی سر جھکانا۔ **مَنْشُوْرَةً**؛ صیغہ واحد مؤنث بحث اسم مفعول از باب نصر بمعنی پھیلے ہوئے۔ **لَا يُفَرِّجُ**؛ صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی معروف بمعنی نہ کھولے۔

ترجمہ: نماز کی سنتیں: آنے والے کام نماز میں مسنون ہیں۔ اور ان پر عمل کرنا مناسب ہے تاکہ نماز کامل ہو جائے۔ بموافق آپ ﷺ کے فرمان کے: "نماز ایسی پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے"۔ (١) پہلی سنت یہ ہے کہ (نماز پڑھنے والا) تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت سیدھا کھڑا ہو اپنے سر کو جھکائے بغیر۔ (٢) دوسری سنت یہ ہے کہ تکبیرِ تحریمہ سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر اٹھائے۔ (٣) تیسری سنت یہ ہے کہ ہاتھوں کو اٹھانے کی حالت میں ہتھیلیوں اور انگلیوں کا اندرونی حصہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو۔

(۴) چوتھی سنت یہ ہے کہ ہاتھ اٹھانے کے وقت انگلیوں کو اپنی حالت پر کھلا چھوڑے۔ لہٰذا انگلیوں کو نہ تو پوری طرح ملا کر رکھے اور نہ ہی پوری طرح کھول کر رکھے۔

تشریح: نماز کی سنتوں کو بیان کرنے سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے واجباتِ نماز کو خاصی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا اب یہاں سے سنتوں کو بیان فرماتے ہیں، یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ واجبات فرائض کی تکمیل کے لئے مشروع ہوئے ہیں اسی لئے فرائض کے بعد واجبات کو بیان فرمایا اور سنتیں واجبات کی تکمیل کے لئے ہیں اسی لئے اب واجبات کے بعد سنتوں کو بیان فرماتے ہیں جیسے تین مرتبہ تسبیح، یہ سجدہ میں اطمینان جو کہ واجب ہے اُس کی تکمیل کے لئے ہے، اسی طرح درود شریف، تشہد جو کہ واجب ہے اُس کی تکمیل کے لئے ہے، اسی طرح تعوّذ اور تسمیہ سورۂ فاتحہ کی قراءت جو کہ واجب ہے اُس کی تکمیل کے لئے ہے۔ سنت کی تعریف اور حکم یہ ابتداءِ کتاب میں گذر چکے ہیں۔ باقی سنت کو چھوڑنے سے خواہ جان بوجھ کر چھوڑ دی جائے یا بھول کر دونوں صورتوں میں نہ نماز میں کوئی فساد پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔ بلکہ چھوڑنے والا ملامت کا مستحق ہو جاتا ہے بشرطیکہ جان بوجھ کر چھوڑے اور اگر سنت بھول کر رہ جائے تو ملامت بھی نہیں۔ (طحطاوی)

تُسَنُّ الْاُمُوْرُ الخ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تینتالیس سنتیں ذکر کی ہیں ویسے سنتوں کی کوئی خاص تعداد متعین نہیں۔ بعض علماءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اکیاون تک بھی شمار کی ہیں۔ بہر حال سنتوں کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ نماز کامل بنے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: "نماز ایسی پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے تم نے"۔

(۱) **اَنْ یَّقُوْمَ الخ**: پہلی سنت یہ ہے کہ تحریمہ کے وقت اس طرح کھڑا ہو کہ سر جھکا ہوا نہ ہو بلکہ بالکل سیدھی حالت میں کھڑا ہو۔

(۲) دوسری سنت یہ ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کہنے سے پہلے ہاتھ اٹھانا مسنون ہے کوئی بھی نماز ہو فرض، عیدین، جنازہ، قنوت کے لئے تکبیر۔

ہاتھ کہاں تک اٹھانے چاہئیں؟ اس سلسلہ میں تین طرح کی روایات منقول ہیں۔ بعض میں مونڈھے تک اٹھانے کا ذکر ہے۔ بعض میں کانوں تک کا ذکر ہے اور ایک روایت میں کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اس لئے ایسے طریقہ پر ہاتھ اٹھانے چاہئیں کہ انگوٹھے کان کی لو کے بالمقابل ہو جائیں بلکہ انگوٹھے کان کی لو سے لگ جائیں اور مس کر لیں تو بہتر ہے۔ اور انگلیاں کانوں کے اوپری حصہ کے مقابل ہو جائیں اور ہاتھ کا نچلا حصہ (یعنی ہتھیلیاں) کندھوں کے مقابل ہو، اس طرح تمام روایات پر عمل ہو جاتا ہے البتہ عورت اپنے ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائے اس طور پر کہ عورت کے ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے مونڈھے کے مقابل ہو جائیں۔ اس لئے کہ عورت کی نماز کی بنیاد ستر اور پردے پر ہے۔ (قاموس، طحطاوی مع مراقی، ردالمحتار مع درمختار)

(۳) تیسری سنت ترجمہ سے واضح ہے، البتہ اتنا خیال رہے کہ ہتھیلی اور انگلیوں کا اندرونی حصہ کانوں کی طرف نہ ہو بلکہ قبلہ رُخ ہو۔ (۴) چوتھی سنت یہ ہے کہ ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں ایک دوسری کے ساتھ نہ ہی زور دے کر بالکل ملی ہوں اور نہ ہی زور دے کر بالکل کھلی ہوں اور نہ ہتھیلی کی جانب مڑی ہوئی بند ہوں بلکہ عام حالات میں جس طرح رکھی جاتی ہیں اُسی طرح رکھی جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کیفیت کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے تھے۔ (طحطاوی، تسہیل، قاموس)

(۵)أَنْ يَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى تَحْتَ سُرَّتِهٖ۔(٦)أَنْ يَجْعَلَ بَاطِنَ كَفِّهِ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى مُحَلِّقاً بِالْخِنْصَرِ وَالْإِبْهَامِ عَلَى الرُّسْغِ۔(٧)أَنْ يَقْرَأَ الثَّنَاءَ عَقِبَ وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔وَالثَّنَاءُ أَنْ يَقُوْلَ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ»۔(٨)أَنْ يَقُوْلَ قَبْلَ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ: «أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ»۔(٩)أَنْ يَقُوْلَ «بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ» فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَبْلَ الْفَاتِحَةِ۔

حلِّ لُغات: سُرَّةٌ؛ بمعنی ناف۔ جمع سُرَّاتٌ، سُرَرٌ۔ خِنْصَرٌ؛ بمعنی چھنگلیا یعنی ہاتھ پاؤں کی سب سے چھوٹی انگلی۔ إِبْهَامٌ؛ بمعنی انگوٹھا۔ رُسْغٌ؛ بمعنی گٹا، پہنچا یعنی کلائی اور ہتھیلی کا درمیانی جوڑ۔ جمع أَرْسَاغٌ۔

ترجمہ: (۵) پانچویں سنت: یہ ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ (٦) چھٹی سنت: یہ ہے کہ اپنی دائیں ہتھیلی کا اندرونی حصہ اپنی بائیں ہتھیلی کے بیرونی حصہ (کے پشت) پر رکھے چھنگلیا اور انگوٹھے سے گٹّے پر حلقہ بنا کر۔ (۷) ساتویں سنت: یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھوں کو رکھنے کے بعد ثناء پڑھے۔ اور ثناء یہ ہے کہ کہے: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" (اے اللہ تو پاک ہے) "وَبِحَمْدِكَ" (ہم تیری تعریف کرتے ہیں) "وَتَبَارَكَ اسْمُكَ" (تیرا نام بابرکت ہے) "وَتَعَالٰى جَدُّكَ" (تیری بزرگی بلند ہے) "وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ" (تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)۔ (۸) آٹھویں سنت: یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے سے پہلے "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھے۔ (۹) نویں سنت: یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھے۔

تشریح: (۵) پانچویں سنت: یہ ہے کہ جوں ہی تکبیرِ تحریمہ سے فارغ ہو جائے تو فوراً ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لے، باندھنے کی کیفیت آگے سنت نمبر چھ میں خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔ یہاں اتنی بات یاد رکھیں کہ تکبیرِ تحریمہ سے فارغ ہوتے ہی بغیر لٹکائے ہاتھ باندھنے چاہیے بعض لوگ تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہاتھ پہلے لٹکاتے ہیں پھر باندھتے ہیں یہ طریقہ خلافِ سنت ہے، نیز ہر قیام میں ہاتھ باندھنے چاہیے خواہ قیام حقیقۃً ہو جیسے کہ آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھے یا حکماً ہو جیسے کہ کوئی مریض بیماری وغیرہ کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو بھی وہ ہاتھ باندھے، نیز ہاتھ باندھنے کا اصول یہ ہے کہ جس قیام میں کوئی مسنون ذکر ہو اور اُس قیام میں قرار بھی ہو تو وہاں ہاتھ باندھنا سنت ہے۔ لہٰذا ہر نماز کی ہر رکعت میں ثناء پڑھتے وقت، قراءت کرتے وقت، اِسی طرح قنوتِ وتر پڑھتے وقت، اِسی طرح نمازِ جنازہ کی تکبیروں کے درمیان ہاتھ باندھے کیونکہ ان سب مواقع میں کوئی نہ کوئی مسنون ذکر موجود ہے۔ اور قومہ، جلسہ، تکبیراتِ عیدین کے درمیان ہاتھ نہ باندھے کیونکہ ان مواقع میں یا تو مسنون ذکر نہیں یا قیام میں قرار نہیں۔ (طحطاوی مع رد المحتار)

(٦) چھٹی سنت میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندرونی حصہ کو بائیں ہتھیلی کی پُشت پر رکھے اس طریقہ پر کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلیا اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کے پونچے کو پکڑ کر حلقہ بنا لے اور باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھا لے۔

تنبیہ: ہاتھ رکھنے کا یہ طریقہ مردوں کا ہے عورت کے ہاتھ رکھنے کی جگہ بھی مردوں سے مختلف ہے اور طریقہ بھی مختلف۔ عورت تحریمہ کے بعد اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے نیز عورتیں دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے بائیں ہاتھ پر حلقہ نہیں بنائیں گی بلکہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھیں گی اس لئے کہ اس میں ستر زیادہ ہے۔

(۷) ساتویں سنت: یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بعد ثناء پڑھے اس لئے کہ آپ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو ثناء پڑھتے تھے۔

فائدہ: ثنا ہر نمازی پڑھے گا چاہے منفرد ہو یا مقتدی یا امام، پھر مقتدی چاہے مسبوق ہو یا مدرک۔ نماز سری ہو یا جہری جب تک امام نے قراءت نہ شروع کی ہو، لہٰذا اگر کوئی مقتدی ایسے وقت میں امام کی اقتدا کرے کہ امام نے قراءت کی ابتداء کرلی ہے تو اب ثنا نہیں پڑھنی چاہیئے بلکہ اس کو چاہیئے کہ خاموش ہو کر امام کی قراءت سنے، البتہ اگر سری نماز میں جماعت شروع ہونے کے بعد آکر شریک ہوا تو اب ظاہر ہے کہ اس کو معلوم نہیں کہ امام نے قرأت شروع کی ہے یا نہیں تو ایسی صورت میں مقتدی کو ثنا پڑھنے کا حکم دیا جائے گا۔ تاہم مسبوق کو چاہیئے کہ جب وہ دوسری رکعت میں آکر شامل ہوا اور ابھی تک امام نے قرأت شروع نہ کی ہو تو مسبوق ثنا پڑھے پھر جب فوت شدہ رکعت کو لوٹائے تو پھر دوبارہ ثنا پڑھے۔ (قاموس، طحطاوی، کبیری، کتاب الفقہ علی المذاہب)

(۸) آٹھویں سنت: یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے سے پہلے تعوّذ پڑھے اس لئے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: آپ ﷺ قرأت سے پہلے تعوّذ پڑھتے تھے۔ چونکہ تعوّذ یعنی "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" قرأت کیلئے مسنون ہے اور قرأت مقتدی پر نہیں بلکہ امام اور منفرد پر ہے اس لئے مقتدی تعوّذ نہ پڑھے البتہ مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں تعوّذ پڑھے گا اس لئے کہ وہ قرأت کرتا ہے۔ اسی طرح امام عید کی نماز میں تکبیراتِ عیدین کے بعد تعوّذ پڑھے گا۔ کیونکہ پہلی رکعت میں قرأت تکبیرات کے بعد ہی کی جاتی ہے اور تعوّذ قرأت کے لئے ہے۔ نیز تعوّذ آہستہ کہے۔

(۹) نویں سنت: یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھے چاہے نماز فرض ہو یا نفل۔ اور یہ بسم اللہ آہستہ پڑھنی ہوگی خواہ نماز جہری ہو یا سری۔ (ردالمحتار، قاموس، کبیری)

(۱۰) أَنْ يَقُوْلَ: «آمِيْنَ» سِرّاً عِنْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْفَاتِحَةِ۔ (۱۱) أَنْ يَتْرُكَ فِي الْقِيَامِ فُرْجَةً بَيْنَ قَدَمَيْهِ قَدْرَ أَرْبَعِ أَصَابِعَ۔ (۱۲) أَنْ يَقْرَأَ فِي الظُّهْرِ، وَالْفَجْرِ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ سُوْرَةً مِنْ طِوَالِ الْمُفَصَّلِ، وَفِي الْعَصْرِ، وَالْعِشَاءِ سُوْرَةً مِنْ أَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ، وَفِي الْمَغْرِبِ سُوْرَةً مِنْ قِصَارِ الْمُفَصَّلِ۔ (۱۳) أَنْ يُطِيْلَ الرَّكْعَةَ الْأُوْلَى مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ فِي الْفَجْرِ فَقَطْ۔ (۱٤) تَكْبِيْرَةَ الرُّكُوْعِ۔ (۱۵) أَنْ يَأْخُذَ رُكْبَتَيْهِ بِيَدَيْهِ حَالَ الرُّكُوْعِ، وَيُفَرِّجَ أَصَابِعَهُ۔ (۱٦) أَنْ يَبْسُطَ ظَهْرَهُ، وَيَسْتَوِيَ رَأْسَهُ بِعَجُزِهِ، وَيَنْصِبَ سَاقَيْهِ حَالَ الرُّكُوْعِ۔ (۱۷) أَنْ يَقُوْلَ فِي الرُّكُوْعِ «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَلَى الْأَقَلِّ۔ (۱۸) أَنْ يُبَاعِدَ الرَّجُلُ يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ حَالَ الرُّكُوْعِ۔ (۱۹) أَنْ يَقُوْلَ الْإِمَامُ عِنْدَ رَفْعِ الرَّأْسِ مِنَ الرُّكُوْعِ: «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» وَالْمُقْتَدِيْ يَقُوْلُ سِرّاً: «رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ» وَالْمُنْفَرِدُ يَأْتِيْ بِهِمَا جَمِيْعاً۔ (۲۰) تَكْبِيْرَةَ السُّجُوْدِ۔

حلِ لغات: فُرْجَةٌ: بمعنی کشادگی۔ جمع فُرُجَات۔ طِوَالٌ: بمعنی لمبی، جمع ہے طَوِيْلَةٌ کی، یہاں مراد لمبی سورتیں ہیں۔ اَلْمُفَصَّل، قرآن کی آخری منزل یعنی سورۂ قاف سے آخر تک۔ اس آخری منزل کو مفصل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس آخری منزل میں بکثرت سورتوں میں بسم اللہ کے ذریعہ فصل قائم کیا گیا ہے۔ پھر ان مفصلات کی تین قسمیں ہیں: (۱) **طِوالِ مفصّل:** یعنی لمبی سورتیں اور یہ مشہور اور معروف قول کے مطابق سورۂ ق سے شروع ہو کر سورۂ بروج کے آخر تک ہیں۔ (۲) **اوساطِ مفصّل:** یہ سورۂ طارق سے شروع ہوتی ہیں اور سورۂ لم یکن، کے آخر تک ہیں۔ (۳) **قصارِ مفصّل:** یہ سورۂ زلزال سے آخرِ قرآن تک ہیں۔ أَوْسَاط: بمعنی درمیانی، جمع ہے وَسَطٌ کی۔ یہاں مراد درمیانی سورتیں ہیں۔ قِصَارٌ: بمعنی چھوٹی۔ جمع ہے قَصِيْرٌ کی یہاں مراد چھوٹی سورتیں ہیں۔ عَجُزٌ: بمعنی سُرین۔ سَاقَيْه: تثنیہ ہے سَاق کی نون اضافت کی وجہ سے گر گئی بمعنی پنڈلیاں۔

ترجمہ: (۱۰) دسویں سنت: یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ سے فارغ ہو کر آہستہ آمین کہے۔ (۱۱) گیارہویں سنت: یہ ہے کہ قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگشت کی مقدار کشادگی رکھے۔ (۱۲) بارہویں سنت یہ ہے کہ ظہر اور فجر میں سورۂ فاتحہ کے بعد طوالِ مُفَصَّل میں سے کوئی ایک سورت اور عصر اور عشاء میں اوساطِ مُفَصَّل میں سے کوئی ایک سورت اور مغرب میں قصارِ مُفَصَّل میں سے ایک سورت پڑھے۔ (۱۳) تیرہویں سنت: یہ ہے کہ صرف فجر میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے لمبی کرے۔ (۱۴) چودہویں سنت: رکوع (میں جانے) کی تکبیر کہنا۔ (۱۵) پندرہویں سنت: یہ ہے کہ (نمازی) رکوع کی حالت میں اپنے دونوں گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے اور اپنی انگلیوں کو کھول کر رکھے۔ (۱۶) سولہویں سنت: یہ ہے کہ اپنی کمر پھیلائے اور اپنے سر کو سُرین کے برابر رکھے اور اپنی پنڈلیاں حالت رکوع میں کھڑی رکھے۔ (۱۷) سترہویں سنت: یہ ہے کہ رکوع میں کم سے کم تین بار "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" پڑھے۔ (۱۸) اٹھارویں سنت: یہ ہے کہ مرد رکوع کی حالت میں اپنے ہاتھ اپنے پہلوؤں سے علیحدہ اور دور رکھے۔ (۱۹) انیسویں سنت: یہ ہے کہ امام رکوع سے سر اٹھانے کے وقت: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ"۔ اور مقتدی آہستہ: "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" اور تنہا نماز ادا کرنے والا دونوں (کلمات) کہے۔ (۲۰) بیسویں سنت سجدہ (میں جانے) کی تکبیر کہنا۔

تشریح: (۱۰) دسویں سنت: امام، مقتدی، منفرد کا سورۂ فاتحہ کی قرأت کے بعد آہستہ آواز سے آمین کہنا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے تلقین فرمائی ہے کہ سورۂ فاتحہ سے فراغت پر آمین کہوں نیز آمین آہستہ آواز سے کہنا مسنون ہے اس لئے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: آپ ﷺ نے نماز پڑھائی جب "وَلَا الضَّالِّيْنَ" پر پہونچے تو آمین آہستہ آواز سے کہا اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ: چار چیزیں ہیں جن کو امام آہستہ کہے گا (۱) تعوذ، (۲) تسمیہ، (۳) آمین، (۴) ربنا لک الحمد۔ نیز آمین دعا ہے اور دعا کا ادب قرآن نے یہ بتایا ہے کہ آہستہ کی جائے۔ (طحطاوی، تسہیل، کبیری)

فائدہ: "آمین" سُریانی زبان کا کلمہ ہے قابیل کی طرح اور یہ مبنی بر فتح ہے آمِيْنَ برائے تخفیف جیسے أَيْنَ۔ اور حالتِ وقف میں ساکن پڑھا جائے گا اور اِسْتَجِبْ (بمعنی قبول فرما) کے معنی میں ہے۔

(۱۱) گیارہویں سنت: یہ ہے کہ حالتِ قیام میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کے بقدر فاصلہ رکھے۔ اس لئے کہ یہ بات خشوع کے زیادہ قریب ہے لیکن یہ تحدید اور مقدار اُس شخص کے لئے ہے کہ جسکو کوئی عذر نہ ہو لیکن اگر کوئی عذر ہو جیسے موٹاپا وغیرہ اور ضرورت ہو زیادہ فاصلہ رکھنے کی تو پھر گنجائش ہے کہ اپنے جسم کے اندازے کے مطابق دونوں پاؤں میں فاصلہ رکھے۔ (طحطاوی، قاموس)

(۱۲) بارہویں سنت: یہ ہے کہ اگر سفر کی حالت میں نہ ہو تو امام کو بھی اور تنہا نماز ادا کرنے والے کو بھی اقامت کی حالت میں فجر اور ظہر کی نماز میں طوالِ مفصّل میں سے کوئی ایک سورت ایک رکعت میں اور دوسری سورت دوسری رکعت میں پڑھنی چاہئے اور طوالِ مفصّل سورۂ حُجُرات سے لے کر سورۂ بروج کے آخر تک ہیں لیکن یہ اُس وقت ہے کہ جب وقت میں گنجائش ہو، اور اگر وقت تنگ ہو اور نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو، یا اور کوئی عذر ہو مثلاً مقتدیوں پر لمبی قرأت بوجھ بنے اُن کے ضعف اور کمزوری کی وجہ سے تو پھر قرأت مختصر کرے۔ اور بقدرِ ضرورت موقع محل کے مطابق اتنی قرأت کرے کہ نماز قضا نہ ہونے پائے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فجر کی نماز میں معوّذتین پڑھیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ آپ نے نماز مختصر پڑھائی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میں نے ایک بچہ کے رونے کی آواز سنی تو مجھے خطرہ ہوا کہ اس کی ماں آزمائش میں نہ پڑجائے چونکہ اُس زمانہ میں عورتیں بھی مسجد آکر نماز پڑھتی تھیں لہٰذا بچہ گھر میں رورہا ہو تو ماں کی توجہ اُدھر لگ جائے گی۔ پھر اس میں تنہا نماز پڑھنے والا اور امام دونوں برابر ہیں۔ اور عصر اور عشاء کی نمازوں میں اوساطِ مفصّل میں سے کوئی ایک سورت ایک رکعت میں اور دوسری سورت دوسری رکعت میں پڑھے۔ اور اوساطِ مفصّل سورۂ طارق سے شروع ہو کر سورۂ البیّنہ کے ختم تک ہیں۔ اور مغرب کی نماز میں قصارِ مفصّل میں سے کوئی ایک سورت ایک رکعت میں اور دوسری سورت دوسری رکعت میں پڑھے۔ (الدرُّ المختار مع ردالمحتار، قاموس)

فائدہ: مختلف نمازوں میں طِوال، اوساط، اور قصار کی تلاوت کی بابت جو تفصیل مذکور ہوئی۔ اس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک مکتوب میں ہے جو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام لکھا تھا۔ (قاموس بحوالہ ترمذی) اگر ان سورتوں کے بجائے کہیں اور سے قرآن پڑھے تو اسی تناسب کو ملحوظ رکھے۔ چنانچہ فجر اور ظہر کی دو رکعتوں میں چالیس، پچاس، عصر اور عشاء میں پندرہ سے بیس اور مغرب میں پانچ آیات ہر رکعت میں پڑھے۔ نیز یہ مسنون قرأت کا حکم عام حالات میں ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو ورنہ فی الجملہ یہ بھی ضروری ہے کہ مقتدیوں کی عمر و صحت، راتوں کے چھوٹا، بڑا ہونے کے لحاظ سے، خود امام کے خوش الحان، غیر خوش الحان ہونے کے لحاظ سے اس طرح قرآن پڑھا جائے کہ لوگوں کے لئے بارِ خاطر اور بوجھ نہ ہو۔ تاکہ جماعت کی کمی کا باعث نہ بنے، پھر فرائض میں تو ٹھہر ٹھہر کر (ترتیل کے ساتھ) اور تراویح میں میانہ روی کے ساتھ پڑھنا چاہیئے، البتہ تنہا تہجد وغیرہ میں تیز تیز حدر کے ساتھ بھی پڑھ سکتا ہے مگر اتنا تیز بھی نہیں کہ سمجھا نہ جاسکے۔ اور اگر حالتِ سفر میں ہو اور جلدی میں ہو تو جو سورت چاہے پڑھ لے اس لئے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے سفر میں فجر کی نماز میں معوّذتین کی تلاوت فرمائی۔ البتہ اگر اطمینان کی حالت میں ہو تو پھر فجر اور ظہر میں سورۂ بروج اور اِس جیسی سورتیں پڑھے اور عصر اور عشاء میں سورۂ طارق، شمس وغیرہ پڑھے اور مغرب میں عصر، کوثر، اخلاص جیسی سورتیں پڑھے تاکہ تخفیف اور سنت دونوں کی رعایت ہو جائے۔ (کبیری، در مختار مع ردالمحتار، طحطاوی مع مراقی، قاموس)

(۱۳) تیرہویں سنت: یہ ہے کہ صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو بمقابلہ دوسری رکعت کے ذرا لمبا کرے اور بقدر ایک تہائی کے پہلی رکعت میں زیادہ تلاوت کی جائے یہ بہتر ہے یعنی فجر کی پوری قرأت کو تین حصوں میں تقسیم کر کے دو تہائی قرأت پہلی رکعت میں اور ایک تہائی قرأت دوسری رکعت میں ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ فجر کا وقت نیند اور غفلت کا ہوتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہو سکیں۔ اور باقی نمازوں میں دونوں رکعتیں قرأت کے لحاظ برابر ہوں یہ سنت ہے۔ البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام ہی نمازوں میں پہلی رکعت نسبتاً طویل ہونی چاہیئے۔ لیکن دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبا کرنا بالاتفاق مکروہ اور خلافِ سنت ہے۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی، قاموس، کبیری)

(۱۴) چودہویں سنت: یہ ہے کہ رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہا کرتے تھے سوائے رکوع سے سر اٹھانے کے کہ وہاں پر تسمیع (سمع اللہ لمن حمدہٗ) کہا کرتے تھے۔ پھر یہ تکبیر جھکتے ہی شروع ہو اور رکوع میں پہنچنے کے بعد ختم ہو۔ (قاموس، کبیری، مراقی الفلاح)

(۱۵) پندرہویں سنت: یہ ہے کہ رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے اور انگلیوں میں کشادگی رکھے تاکہ گھٹنوں کو اچھی طرح پکڑنا آسان ہو۔ انگلیوں کو کھلا رکھنا صرف حالتِ رکوع میں سنت ہے، یہی وہ جگہ ہے جہاں انگلیوں کو کھول کر رکھنا سنت ہے باقی پوری نماز میں کہیں بھی قصداً انگلیوں کو کھولنا سنت نہیں۔ پھر یہ صرف مردوں کے لئے سنت ہے عورتوں کے لئے نہیں بلکہ عورت اپنی انگلیوں کو ختم کر دے اور ملا کر رکھے اور گھٹنوں کو پکڑے نہیں بلکہ صرف ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھے۔ کیونکہ عورت کی نماز ستر پر مبنی ہے اور انگلیوں کو بند رکھنے میں اُن کے لئے زیادہ ستر ہے۔

(۱۶) سولہویں سنت: یہ ہے کہ حالتِ رکوع میں پیٹھ کو ہموار کر کے رکھے اور سر سُرین کے برابر کر دے، سر کو نہ پیٹھ سے اونچا رکھے اور نہ نیچے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیٹھ کو برابر رکھتے حتیٰ کہ اگر پانی کا پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر رکھا جاتا تو وہ قرار پکڑتا۔ اور پنڈلیوں کو سیدھا رکھے ٹیڑھا کر کے کمان کی طرح نہ رکھے بلکہ ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر زور دے۔ (تسہیل، طحطاوی)

(۱۷) سترہویں سنت: یہ ہے کہ رکوع میں کم سے کم تین مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" پڑھے اور یہ تین مرتبہ پڑھنا کامل سنت کا ادنیٰ درجہ ہے۔ چنانچہ پانچ مرتبہ پڑھنا اوسط درجہ ہے اور سات مرتبہ پڑھنا کامل سنت ہے۔ (تسہیل بحوالہ منیہ) لہٰذا تین سے کم کرنا مکروہ اور خلافِ سنت ہے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ اگر مقتدی تین بار کہنے نہ پایا تھا کہ امام نے رکوع سے سر اٹھالیا تو پھر مقتدی کو بجائے تین بار مکمل کرنے کے امام کا اتباع کرنا چاہیئے۔ (کبیری، در مختار) البتہ امام اتنی زیادہ تسبیحات نہ پڑھے کہ مقتدیوں کے لئے باعثِ مشقت ہو۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: امام کو چاہیئے کہ رکوع اور سجدے کی تسبیحات پانچ مرتبہ پڑھے تاکہ مقتدی حضرات آسانی کے ساتھ تین مرتبہ پڑھ سکیں۔ (کبیری، جوہرہ، قاموس)

(۱۸) اٹھارویں سنت: یہ ہے کہ اپنے بازو پسلیوں سے علیحدہ رکھے تاکہ رکوع اچھی طرح ادا ہو جائے۔

(۱۹) انیسویں سنت: یہ ہے کہ رکوع کے بعد سر اٹھاتے ہوئے امام صرف "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہے اور مقتدی صرف "رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ" کہے لیکن آہستہ کہے اور سیدھا کھڑا ہونے کے بعد کہے، اور تنہا نماز پڑھنے والا تسمیع اور تحمید دونوں کہے تسمیع اٹھتے ہوئے اور تحمید سیدھا کھڑا ہونے کے بعد۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے امام اور مقتدی میں تقسیم فرمائی کہ امام تسمیع کہے اور مقتدی تحمید کہے اور منفرد چونکہ اپنے حق میں امام ہے اس لئے تحمید کہے اور چونکہ اکیلا ہے اس لئے تسمیع بھی کہے۔ لیکن علماءِ کرام رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ امام تسمیع کے ساتھ تحمید بھی کہے۔

فائدہ: تحمید "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہنے کو کہتے ہیں۔ تحمید کے الفاظ میں سب سے بہتر "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ"، پھر "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ"، پھر "رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ" ہے آخری درجہ "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کا ہے (در مختار مع رد المحتار، کبیری، مراقی الفلاح مع طحطاوی، جوہرہ، قاموس)

(۲۰) بیسویں سنت: یہ ہے کہ سجدہ میں جانے کے لئے تکبیر کہے یہ تکبیر، نیز ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کے لئے ہر تکبیرِ انتقال ہر نمازی کہے گا خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد، فرق اتنا ہے کہ امام بآوازِ بلند کہے گا اور مقتدی اور منفرد پست آواز سے۔ نیز یہ تکبیر جھکتے ہوئے کہے یعنی سجدہ کے لئے جھکتے ہی تکبیر کی ابتداء کرے اور سجدہ میں سر رکھ کر ختم کرے۔ گویا کہ جھکنے کی ابتداء کے ساتھ ہی تکبیر کی ابتداء ہو اور جھکنے کی انتہا کے ساتھ تکبیر کی انتہا ہو۔ (رد المحتار، طحطاوی، کبیری)

(۲۱) أَنْ يَّضَعَ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَدَيْهِ ثُمَّ وَجْهَهٗ عِنْدَ السُّجُوْدِ۔ (۲۲) أَنْ يَّرْفَعَ وَجْهَهٗ ثُمَّ يَدَيْهِ ثُمَّ رُكْبَتَيْهِ عِنْدَ النُّهُوْضِ مِنَ السُّجُوْدِ۔ (۲۳) أَنْ يَّضَعَ وَجْهَهٗ بَيْنَ كَفَّيْهِ حَالَ السُّجُوْدِ۔ (۲۴) أَنْ يُّبَاعِدَ بَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَيْهِ، وَيُبَاعِدَ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ، وَيُبَاعِدَ ذِرَاعَيْهِ عَنِ الْأَرْضِ حَالَ السُّجُوْدِ۔ (۲۵) أَنْ تَكُوْنَ أَصَابِعُ الْيَدَيْنِ مَضْمُوْمَةً حَالَ السُّجُوْدِ۔ (۲۶) أَنْ تَكُوْنَ أَصَابِعُ الْقَدَمَيْنِ مُسْتَقْبِلَةً نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَالَ السُّجُوْدِ۔ (۲۷) أَنْ يَّقُوْلَ فِي السُّجُوْدِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» سِرًّا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَلَى الْأَقَلِّ۔ (۲۸) أَنْ يُّكَبِّرَ لِلرَّفْعِ مِنَ السُّجُوْدِ۔ (۲۹) أَنْ يَّنْهَضَ مِنَ السُّجُوْدِ بِلَا قُعُوْدٍ وَّلَا إِعْتِمَادٍ بِيَدَيْهِ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا إِذَا كَانَ لَهٗ عُذْرٌ۔ (۳۰) أَنْ يَّضَعَ الْيَدَيْنِ عَلَى الْفَخِذَيْنِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ كَمَا يَضَعُهُمَا حَالَ التَّشَهُّدِ۔ (۳۱) أَنْ يَّفْتَرِشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى فِي الْجَلْسَةِ فِي الْقُعُوْدِ الْأَوَّلِ وَالْأَخِيْرِ۔ (۳۲) أَنْ يُّشِيْرَ بِالْإِصْبَعِ الْمُسَبِّحَةِ فِي التَّشَهُّدِ يَرْفَعُهَا عِنْدَ قَوْلِهٖ «لَا إِلٰهَ» وَيَضَعُهَا عِنْدَ قَوْلِهٖ «إِلَّا اللّٰهُ»۔

حلِّ لغات: اَلنُّهُوْضُ، مصدر ہے باب فتح کا صحیح سے بمعنی کھڑا ہونا، اٹھنا۔ يُبَاعِدُ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب مفاعلہ بمعنی دور رکھنا۔ يُشِيْرُ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف واوی از باب افعال بمعنی اشارہ کرنا۔ جَنْبٌ، بمعنی پہلو۔ (مصباح)

ترجمہ: (۲۱) اکیسویں سنت: یہ ہے کہ سجدہ کرتے وقت اپنے دونوں گھٹنے رکھے پھر اپنے ہاتھ رکھے پھر اپنا چہرہ رکھے۔ (۲۲) بائیسویں سنت: یہ ہے کہ سجدہ سے اٹھنے کے وقت اپنا چہرہ اٹھائے پھر اپنے ہاتھ اٹھائے پھر اپنے گھٹنے اٹھائے۔ (۲۳) تیسویں سنت: یہ ہے کہ سجدہ کی حالت میں اپنا چہرہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے۔ (۲۴) چوبیسویں سنت: یہ ہے کہ سجدہ کی حالت میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں

سے دور رکھے اور اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھے، اور کلائیوں کو زمین سے دور رکھے۔ (۲۵) پچیسویں سنت: یہ ہے کہ دورانِ سجدہ ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی ہوں۔ (۲۶) چھبیسویں سنت: یہ ہے کہ دورانِ سجدہ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ ہوں۔ (۲۷) ستائیسویں سنت: یہ ہے کہ سجدہ میں کم سے کم تین مرتبہ "سبحان ربی الاعلیٰ" آہستہ کہے۔ (۲۸) اٹھائیسویں سنت: یہ ہے کہ سجدہ سے (سر) اٹھانے کے لئے تکبیر کہے۔ (۲۹) اُنتیسویں سنت: یہ ہے کہ بیٹھنے کے بغیر اور زمین پر اپنے ہاتھوں سے ٹیک لگائے بغیر سجدہ سے کھڑا ہو۔ (۳۰) تیسویں سنت: یہ ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان ہاتھ رانوں پر رکھے جیسا کہ تشہد کی حالت میں ہاتھ رکھتا ہے۔ (۳۱) اکتیسویں سنت: یہ ہے کہ پہلے اور آخری دونوں قعدوں میں بیٹھنے کے وقت بایاں پاؤں بچھائے اور اپنا دایاں پاؤں کھڑا کردے۔ (۳۲) بتیسویں سنت: یہ ہے کہ تشہد میں انگشتِ شہادت کے ذریعہ اشارہ کرے، "لَآ اِلٰهَ" کہنے کے وقت انگلی کو اٹھائے اور "اِلَّا اللّٰهُ" کہنے کے وقت انگلی رکھے۔

تشریح: (۲۱) اکیسویں سنت میں سجدۂ کے لئے جانے کی کیفیت کو بیان کیا گیا۔ سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے نمازی کا جو عضو زمین سے زیادہ قریب ہو اس کو پہلے رکھے چنانچہ پہلے گھٹنے، پھر ہاتھ اُس کے بعد چہرہ اور چہرے میں ابتداءً ناک اور اخیر میں پیشانی رکھے ناک اور پیشانی ایک ساتھ نہ رکھے۔ چنانچہ حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کی یہی کیفیت بیان فرمائی ہے۔ (طحطاوی، ردالمحتار مع درمختار، تسہیل، قاموس الفقہ)

(۲۲) بائیسویں سنت میں سجدہ سے اٹھنے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ اٹھتے ہوئے ترتیب اس کے برعکس ہونی چاہیے یعنی سجدہ سے فارغ ہو کر جب قیام کی طرف اٹھنے لگے تو پہلے چہرہ اٹھائے، پھر ہاتھ پھر دونوں گھٹنے۔ (حوالہ بالا) لیکن یہ ترتیب اُس وقت مسنون ہے کہ جب کوئی عذر نہ ہو اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً بڑھاپا یا کمزوری یا بیماری تو پھر جس طرح آسان ہو اس طرح سجدہ کرے۔

(۲۳) تیسویں سنت میں سجدہ کرنے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ سجدہ میں چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے نیز دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل ہونے چاہیے۔

(۲۴) چوبیسویں سنت: یہ ہے کہ نمازی حالتِ سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے اور اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں اور بغلوں سے دور رکھے کہ نہ پیٹ کا کوئی حصہ ران پر پڑے اور نہ ہی بازوؤں کا کوئی حصہ پہلوؤں سے متصل رہے۔ اور اپنی کلائیوں کو زمین سے دور رکھے ہاتھوں کو زمین پر بچھا کر نہ رکھے۔ مگر بازوؤں کو بغلوں سے دور رکھنے کا حکم اس وقت ہے کہ جب نمازی اکیلا ہو اور اگر صف میں ہو تو چونکہ اس طرح کرنے میں دوسروں کے لئے حرج ہے اور دوسروں کو تکلیف دینا ہے جو کہ حرام ہے اس لئے باجماعت نماز میں اس طرح نہ کرے۔ نیز سُرین کا حصہ اوپر کو اٹھا ہوا ہونا چاہیے۔ حضرت وائل بن حُجر اور حضرت براء رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کی یہی کیفیت بیان فرمائی ہے۔ البتہ یہ مذکورہ کیفیت مردوں کے لئے ہے، عورتوں کے لئے نماز میں ایسی ہیئت مطلوب اور مسنون ہے جس میں زیادہ سے زیادہ ستر ہو، اس لئے خواتین کو بازو پہلوؤں سے اور پیٹ رانوں سے ملا کر رکھنا چاہیے۔

تنبیہ: مرد اور عورت کی نماز میں دس پندرہ طریقوں سے فرق ہے جس کو ہم ان شاء اللہ سنتوں کے اختتام پر ذکر کریں گے۔ (مراقی مع طحطاوی، درمختار، قاموس، تسہیل، جوہرۃ)

(۲۵) پچیسویں سنت: یہ ہے کہ سجدہ کی حالت میں ہاتھ کی انگلیاں ملی رہیں کیونکہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں انگلیاں کھول کر رکھتے اور سجدہ میں ملا کر رکھتے۔

(۲۶) چھبیسویں سنت: یہ ہے کہ حالتِ سجدہ میں پاؤں اس طرح رکھے کہ انگلیاں حتی المقدور قبلہ رُخ رہیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل اس طرح تھا نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کا ہر عضو سجدہ کرتا ہے پس جہاں تک قدرت ہو اپنے اعضاء قبلہ کی جانب متوجہ کردے اسی طرح ہاتھ کی انگلیاں بھی قبلہ رُخ رہیں۔ (جوہرہ، قاموس، ردالمحتار، تسہیل)

فائدہ: حالتِ سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو زمین پر رکھنے کے بارے میں تین قول ہیں، فرض، واجب، سنت۔ مشہور یہ ہے کہ نفسِ انگلیوں کا رکھنا ایک مرتبہ سبحان اللہ کے بقدر یہ فرض ہے حتی کہ اگر کسی نے سجدہ کیا اور پورے سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو زمین سے بلند رکھا تو سجدہ درست نہیں اور اگر دونوں پاؤں میں سے کسی ایک پاؤں کا کچھ ہی حصہ ایک تسبیح کے بقدر زمین پر رکھا تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن مسنون طریقہ کو چھوڑنے کی وجہ سے نماز مکروہ ہو جائیگی۔ لیکن راجح یہی ہے اور علامہ شامی وغیرہ نے اِسی کو ترجیح دی ہے کہ پاؤں زمین پر رکھنا واجب ہے۔ (تسہیل، ردالمحتار، الفتاوی السراجیہ)

(۲۷) ستائیسویں سنت: یہ ہے کہ نمازی حالتِ سجدہ میں آہستہ تین مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" کہے اور یہ کامل سنت کا ادنیٰ درجہ ہے پانچ مرتبہ اوسط درجہ ہے اور سات مرتبہ اعلیٰ درجہ ہے۔ (جوہرۃ) لہٰذا اگر تسبیحات ترک کردے یا تین مرتبہ سے کم کردے تو یہ مکروہ ہے نیز امام کو چاہیئے کہ چار یا پانچ مرتبہ تسبیحات کہے تاکہ مقتدی حضرات بآسانی تین مرتبہ پورا کرسکیں۔ تنہا نماز ادا کر رہا ہو تو پانچ یا سات یا نو بار تسبیح کہے۔ (جوہرۃ، شامی، قاموس، تسہیل)

(۲۸) اٹھائیسویں سنت ترجمہ سے واضح ہے۔ البتہ اتنا یاد رہے کہ دو سجدوں کے درمیان زمین سے سر اٹھانا ضروری ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ پہلے سجدے سے کتنی مقدار میں سر اٹھانا ضروری ہے؟ تو اصح یہ ہے کہ اگر اتنا سر اٹھایا کہ حالتِ سجدہ کے قریب ہو اور پھر دوسرا سجدہ کرلیا تو ثانی سجدہ معتبر اور الگ سجدہ شمار نہیں کیا جائیگا لہٰذا نماز درست نہ ہوگی اور اگر اتنا سر اٹھایا کہ حالتِ قعود کے قریب ہو تو درست ہے نیز دوسرا سجدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ پھر اس کی وجہ کیا ہے؟ تو بعض حضرات علماءِ کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی وجہ نہیں بس اللہ کا حکم ہے اور ہم نے تسلیم کرنا ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اصل میں شیطان نے ایک سجدہ کا انکار کیا تو فرشتوں نے شیطان کو غصہ دلانے کے لئے دوسرا سجدہ بھی کرلیا نیز پہلا سجدہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے ہمیں زمین سے پیدا کیا ہے اور دوسرا سجدہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہم دوبارہ زمین کی طرف لوٹا دیئے جائینگے۔

(۲۹) اُنتیسویں سنت: یہ ہے کہ جب سجدہ ثانیہ اطمینان سے ادا کرلے تو کھڑا ہونے کے لئے تکبیر کہے اور سجدہ سے اپنے پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے بلا عذر نہ آرام لینے کیلئے بیٹھے اور نہ ہی ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائے بلکہ گھٹنوں پر زور دے کر کھڑا ہو۔ (کبیری، تسہیل، درمختار)

(۳۰) تیسویں سنت: یہ ہے کہ تشہد کی طرح دونوں سجدوں کے درمیان قعدہ میں بھی اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے اور گھٹنے کو پکڑے نہیں کیونکہ پھر انگلیوں کا رُخ زمین کی طرف ہوگا جبکہ ہم نے انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف کرنا ہے، اس طرح پر کہ ہتھیلیاں تو

رانوں پر رہیں اور انگلیوں کے کنارے یعنی آخری پورے گھٹنوں کے کناروں پر رہیں اور انگلیاں کھول کر رکھے لیکن پوری طرح نہیں جس طرح رکوع میں کرتے تھے بلکہ یہاں انگلیوں کو اپنی حالت پر رکھے نہ قصداً ملائے اور نہ قصداً کھولے۔ (غنیۃ المستملی، در مختار مع رد المحتار)

(۳۱) اکتیسویں سنت: یہ ہے کہ جب نمازی دوسری رکعت میں دوسرے سجدے سے اپنا سر اٹھائے تو اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پاؤں کھڑا کر دے اور دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُخ کر دے بقدرِ استطاعت کیونکہ چھنگلیا کو قبلہ رُخ کرنا معمولی مشقت سے خالی نہیں اور یہی سارا کام جو قعدۂ اولیٰ میں کیا قعدۂ اخیرہ میں بھی کرے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قعود اسی کیفیت کیساتھ نقل کیا ہے۔ یہ تو مرد کے قعود میں بیٹھنے کی مسنون کیفیت تھی۔ عورت کیلئے حکم یہ ہے کہ تشہد میں تورّک کرکے بیٹھ جائے۔ تورّک کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دونوں پاؤں دائیں طرف نکال دے اور بائیں سرین پر بیٹھ جائے اور دونوں رانوں کو ملا کر پنڈلی کو پنڈلی کے ساتھ جوڑ لے کیونکہ اس طرح بیٹھنے میں زیادہ ستر ہے جو کہ عورت کے حق مطلوب ہے۔ نیز ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر رکھے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، قاموس، جوہرۃ، کبیری، مراقی الفلاح مع طحطاوی، تسہیل)

(۳۲) بتیسویں سنت: یہ ہے کہ تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے جسکا طریقہ یہ ہے کہ چھنگلیا اور اسکے ساتھ والی انگلی کو بند کرے اور درمیان والی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور شہادت والی انگلی کو ویسے ہی چھوڑ دے جب "لَا اِلٰہَ" پر پہنچے تو شہادت والی انگلی اٹھائے اور جب "اِلَّا اللّٰہُ" کہے تو انگلی رکھ دے پس انگلی کا اٹھانا نفی کی طرف اشارہ ہوگا اور رکھنا اثبات کی طرف اشارہ ہوگا۔

فائدہ: یہاں دو باتیں یاد رہیں۔ ایک یہ کہ اشارہ صرف دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے کیا جائے گا بائیں ہاتھ کی انگلی سے نہیں لہذا اگر کسی کے دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی کٹی ہوئی ہو یا شل ہو تو وہ بائیں ہاتھ کی شہدت والی انگلی سے اشارہ نہ کرے بلکہ اشارہ ترک کردے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی جو کیفیت اشارہ کرنے کے لئے بنائے یہ کیفیت سلام پھیرنے تک رہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، مراقی مع طحطاوی، رد المحتار، تسہیل)

(۳۳) أَنْ يَقْرَأَ سُوْرَةَ الْفَاتِحَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ . وَالْعَصْرِ . وَالْعِشَاءِ . وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْمَغْرِبِ۔ (۳٤) أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ التَّشَهُّدِ فِي الْقُعُوْدِ الْأَخِيْرِ۔ (۳۵) أَنْ يَدْعُوَ لِنَفْسِهِ بَعْدَ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْأَدْعِيَةِ الْمَأْثُوْرَةِ۔ وَمِنَ الْأَدْعِيَةِ الْمَأْثُوْرَةِ: «اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْماً كَثِيْراً . وَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ . فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ . وَارْحَمْنِيْ . إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ» (۳٦) أَنْ يَلْتَفِتَ يَمِيْناً وَشِمَالاً عِنْدَ قَوْلِهِ «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ . وَرَحْمَةُ اللّٰهِ» (۳۷) أَنْ يَأْتِيَ الْإِمَامُ بِتَكْبِيْرَاتِ الْإِنْتِقَالِ جَهْراً . وَالْمُقْتَدِيْ يَأْتِيْ بِهَا سِرّاً۔ (۳۸) أَنْ يَقُوْلَ الْإِمَامُ: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ . وَرَحْمَةُ اللّٰهِ» جَهْراً . وَالْمُقْتَدِيْ يَأْتِيْ بِهَا سِرّاً۔ (۳۹) أَنْ يَنْوِيَ الْإِمَامُ بِالتَّسْلِيْمَتَيْنِ الرِّجَالَ . وَالْحَفَظَةَ . وَصَالِحِي الْجِنِّ . وَأَنْ يَنْوِيَ الْمُقْتَدِيْ إِمَامَهُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ جِهَةِ الْإِمَامِ . وَأَنْ يَنْوِيَ الْمُنْفَرِدُ الْمَلَائِكَةَ فَقَطْ۔

حل لغات: اَلْأَدْعِيَةُ: جمع ہے دُعَاءٌ کی بمعنی پکارنا، مدد طلب کرنا۔ اَلْمَأْثُوْرَةُ: صیغہ واحد مونث بحث اسم مفعول مہموز الفاء از باب نصر، ضرب بمعنی نقل کی ہوئی۔ اَلْحَفَظَةُ: صیغہ جمع مذکر مکسر بحث اسم فاعل صحیح از باب نصر بمعنی حفاظت کرنے والے، یہاں حفاظت

کرنے والے فرشتے مراد ہیں۔ صَالِحٍ؛ صیغہ جمع مذکر سالم بحث اسم فاعل صحیح از باب نصر، فتح، کرُم بمعنی نیک، جنّ کی طرف اضافت کی وجہ سے نونِ جمع مذکر سالم گر گئی۔ جِنّ؛ بمعنی دیو، پری۔ جمع جِنَّات۔ اَلْمَلَائِكَةُ؛ جمع مَلَكٌ بمعنی فرشتہ۔

ترجمہ: (۳۳) تینتیسویں سنت: یہ ہے کہ ظہر، عصر، عشاء کی آخری دو رکعتوں میں اور مغرب کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھے (۳۴) چونتیسویں سنت: یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد آپ ﷺ پر درود پڑھے۔ (۳۵) پینتیسویں سنت: یہ ہے کہ آپ ﷺ پر درود پڑھنے کے بعد اپنے لئے (آپ ﷺ سے) منقول دعاؤں کے ساتھ دعا مانگے۔ اور منقول دعاؤں میں سے یہ بھی ہے۔ "اے اللہ یقیناً میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے اور بے شک تو ہی گناہوں کو معاف کر سکتا ہے پس تو مجھے اپنی خاص بخشش سے معاف فرما، اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو بہت در گزر کرنے والا اور نہایت مہربان ہے"۔ (۳۶) چھتیسویں سنت: یہ ہے کہ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہنے کے وقت دائیں اور بائیں منہ پھیرے۔ (۳۷) سینتیسویں سنت: یہ ہے کہ امام تکبیراتِ انتقالات اونچی آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ آواز سے کہے (۳۸) اڑتیسویں سنت: یہ ہے کہ امام "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" زور سے کہے اور مقتدی یہ آہستہ آواز سے کہے۔ (۳۹) انتالیسویں سنت: یہ ہے کہ امام دونوں سلاموں میں مَردوں اور حفاظت کرنے والے فرشتوں اور نیک جنات کی نیت کرے اور یہ کہ مقتدی امام کی جانب میں لوگوں کے ساتھ امام کی نیت کرے اور یہ کہ منفرد صرف فرشتوں کی نیت کرے۔

تشریح: (۳۳) تینتیسویں سنت: یہ ہے کہ ظہر، عصر، عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھے اسی طرح مغرب کی تیسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ پڑھے لیکن اگر کچھ پڑھ لیا، جان بوجھ کر ہو یا بھول سے تو کوئی حرج نہیں نہ نماز میں کوئی فساد آئے گا اور نہ ہی سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ ویسے فرض نماز کی اول دو رکعتوں کے بعد والی رکعتوں میں نمازی کو تین طرح کا اختیار ہے (۱) چاہے سورۂ فاتحہ پڑھے (۲) چاہے تسبیحات پڑھے پھر تسبیحات چاہے سورۂ فاتحہ کی مقدار میں پڑھے چاہے صرف تین بار پڑھے (۳) یا چاہے خاموش رہے پھر خاموشی بھی چاہے سورۂ فاتحہ کے بقدر ہو یا تین تسبیحات کے بقدر ہو بہر حال ان تین صورتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا سب سے افضل ہے پھر تسبیحات پڑھنا خاموشی سے افضل ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، کبیری، تسہیل)

(۳۴) چونتیسویں سنت: یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد سے فارغ ہو کر آپ ﷺ پر درود پڑھے۔

فائدہ: آپ ﷺ پر پوری عمر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ اور مجلس میں جب آپ ﷺ کا تذکرہ ہو چاہے ایک مرتبہ ہو چاہے بار بار تو پھر ایک دفعہ درود شریف پڑھنا واجب ہے اور بار بار آپ ﷺ کے تذکرے پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ (طحطاوی مع مراقی الفلاح، در مختار مع شامی، کبیری)

(۳۵) پینتیسویں سنت: یہ ہے کہ درود شریف کے بعد اپنے لئے جو دعا مانگنا چاہے مانگے مگر ایسی دعا جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہو یا اس سے قریب تر ہو اور الفاظِ قرآن کے مشابہ ہو۔ ایسی دعا نہ مانگے جو خالصۃً کلام الناس کے قبیل سے ہو جیسے شادی وغیرہ کی دعا کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً یوں کہنا کہ اے اللہ! مجھے ایک لاکھ روپے دیدے یا اے اللہ! فلاں عورت سے میری شادی کرا دے۔ اور آپ ﷺ سے منقول دعاؤں میں سے ایک دعا وہ بھی ہے جو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انکی درخواست پر نماز کے آخر میں پڑھنے کے لئے سکھلائی تھی بہتر ہے کہ وہ دعا پڑھے۔ اور وہ یہ ہے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا اَلخ"۔

فائدہ: جس طرح اپنے لئے دعا مانگے اسی طرح ماں باپ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا و استغفار کرے۔(طحطاوی، کبیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ)

(۳۶) چھتیسویں سنت: یہ ہے کہ پہلے دائیں جانب رُخ کرے اور کہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" پھر بائیں جانب رُخ کرے اور کہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" وَبَرَكَاتُهٗ کا اضافہ نہ کرے۔ اور نہ مذکورہ الفاظ سے کمی کرے کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ یا صرف اَلسَّلَامُ کہے ورنہ خلافِ سنت ہوگا۔ اور دونوں جانب خوب اچھی طرح رُخ کرے۔ دونوں طرف سلام پھیرنا روایات سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے اور فرماتے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ"۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ مبارک اچھی طرح موڑتے یہاں تک کہ دائیں اور بائیں رُخسار کی سفیدی اچھی طرح نظر آتی۔

(۳۷) سینتیسویں سنت: یہ ہے کہ امام نماز میں ایک عمل سے دوسرے عمل کی طرف منتقل ہونے کی تکبیریں اونچی آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ آواز سے کہے۔

(۳۸) اڑتیسویں سنت: یہ ہے کہ امام سلام پھیرتے وقت "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" اونچی آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ آواز سے۔

(۳۹) انتالیسویں سنت: یہ ہے کہ امام سلام پھیرتے ہوئے دائیں اور بائیں جانب میں اُدھر کے مردوں، بچوں، (خواتین اگر جماعت میں شریک ہوں) محافظ فرشتوں کی، اور مؤمن، نیکوکار جنوں کی جنھوں نے اس امام کی اقتداء کی ہے نیت کرے کہ میں اِن کو سلام کر رہا ہوں۔ اور مقتدی مذکورہ لوگوں کے علاوہ جس سمت میں امام ہو اس طرف سلام پھیرتے ہوئے امام کی بھی نیت کرے۔ اور اگر مقتدی بالکل امام کے پیچھے کھڑا ہو تو دونوں طرف سلام پھیرتے وقت باقی لوگوں کے ساتھ امام کی بھی نیت کرے۔ اور تنہا نماز پڑھنے والا صرف فرشتوں کو سلام کرنے کی نیت کرے گا۔(قاموس، تسہیل، مراقی الفلاح مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، کبیری)

(٤٠) اَنْ يَّخْفِضَ صَوْتَهٗ بِالتَّسْلِيْمَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الْاُوْلٰى۔ (٤١) اَنْ يَّبْدَأَ بِالتَّسْلِيْمَةِ مِنَ الْيَمِيْنِ۔ (٤٢) اَنْ يَّكُوْنَ سَلَامُ الْمُقْتَدِىْ مُقَارِنًا لِسَلَامِ اِمَامِهٖ۔ (٤٣) اَنْ يَّنْتَظِرَ الْمَسْبُوْقُ فَرَاغَ الْاِمَامِ مِنَ التَّسْلِيْمَتَيْنِ. فَلَا يَقُوْمُ لِاِتْمَامِ صَلَاتِهٖ قَبْلَ فَرَاغِ الْاِمَامِ مِنَ التَّسْلِيْمَتَيْنِ۔

حلِّ لُغات: يَخْفِضَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب ضرب بمعنی پست کرنا، آہستہ کہنا۔ صَوْت؛ بمعنی آواز۔ جمع اَصْوَاتٌ۔ مُقَارِنًا؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل صحیح از باب مفاعلہ بمعنی ملا ہوا ہونا۔ مَسْبُوْق؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول صحیح از باب نصر بمعنی آگے بڑھنا۔ تو مسبوق وہ شخص ہوا جس سے امام ایک یا اس سے زیادہ رکعتوں میں آگے بڑھ گیا ہو۔ یعنی اس پر سبقت کی گئی ہو۔

ترجمہ: (۴۰) چالیسویں سنت: یہ ہے کہ دوسرے سلام میں بمقابلہ پہلے سلام کے اپنی آواز پست رکھے۔ (۴۱) اکتالیسویں سنت: یہ ہے کہ سلام کو دائیں طرف سے شروع کرے۔ (۴۲) بیالیسویں سنت: یہ ہے کہ مقتدی کا سلام اپنے امام کے سلام کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ (۴۳) تینتالیسویں سنت: یہ ہے کہ مسبوق امام کے دونوں سلاموں سے فارغ ہونے کا انتظار کرے پس امام کے دونوں سلاموں سے فارغ ہونے سے پہلے اپنی نماز کو مکمل کرنے کے لئے کھڑا نہ ہو۔

تشریح: (۴۰) چالیسویں سنت کا تعلق امام کے ساتھ ہے کہ امام ہی اونچی آواز سے سلام کہتا ہے مقتدی تو سلام آہستہ ہی کہتا ہے تو یہ اونچی آواز اور پست آواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۴۱) اکتالیسویں سنت: یہ ہے کہ سلام پھیرنے میں دائیں طرف سے پہل کرے، لہٰذا اگر کسی نے اسکا الٹ کر دیا کہ پہلے بائیں جانب سلام پھیرا، چاہے بھول کر ہو یا جان بوجھ کر تو کوئی حرج نہیں اب صرف دائیں طرف سلام پھیر لے بائیں جانب دوبارہ سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی نماز میں کوئی فرق پڑا، البتہ جان کر ایسا کرنے میں ترکِ سنت کا مرتکب ہو گا۔

(۴۲) بیالیسویں سنت: یہ ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ ساتھ سلام پھیر دے جس طرح کہ شروع میں امام کے ساتھ تکبیر کہی تھی۔ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی وجہ یہ ہے کہ حکم ہے، "جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو" لہٰذا سلام کو تکبیر پر قیاس کیا جائے گا کیونکہ تکبیر نماز کی ابتداء ہے اور سلام نماز کی انتہا ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو ممتاز شاگرد: (۱) امام یوسف، (۲) امام محمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ: امام کے دونوں جانب سلام پھیرنے کے بعد مقتدی سلام پھیرے۔ (مراقی مع طحطاوی، تسہیل، قاموس)

(۴۳) تینتالیسویں سنت: یہ ہے کہ وہ شخص جس کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی ہوں جس کو مسبوق کہتے ہیں اور اس نے سلام کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنی ہیں تو اس کے لئے سنت یہ ہے کہ جب تک امام دونوں سلاموں سے فارغ نہ ہو تو وہ اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرنے کے لئے نہ کھڑا ہو جب امام دونوں جانب سلام پھیر لے تو پھر کھڑے ہو کر اپنی باقی ماندہ نماز مکمل کرے، اور یہ اس لئے تاکہ اس کو یقین ہو جائے کہ امام نماز سے فارغ ہو گیا۔ کیونکہ اگر پہلے سلام کے بعد یہ کھڑا ہو جائے اور دوسرے سلام کا انتظار نہ کرے تو یہ بھی ممکن ہے کہ امام نے پہلا سلام سجدۂ سہو کے لئے پھیرا ہو تو پھر اس کو واپس آنا پڑے گا۔ اور اگر امام کے پہلے سلام کا بھی انتظار نہ کیا اور کھڑا ہو گیا تو یہ مکروہِ تحریمی ہے البتہ اس سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں جو آپ بڑی کتابوں میں پڑھیں گے ان شاء اللہ۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی، تسہیل، درمختار مع ردالمحتار)

مُسْتَحَبَّاتُ الصَّلَاةِ

تُسْتَحَبُّ الْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ فِي الصَّلَاةِ، وَيَحْسُنُ مُلَاحَظَتُهَا لِيَكُوْنَ أَدَاءُ الصَّلَاةِ عَلَى وَجْهٍ أَكْمَلَ: (١) أَنْ يُّخْرِجَ الرَّجُلُ كَفَّيْهِ مِنْ رِدَائِهِ، أَوْ مِنْ كُمَّيْهِ عِنْدَ التَّحْرِيْمَةِ، وَالْمَرْأَةُ لَا تُخْرِجُ كَفَّيْهَا۔ (٢) أَنْ يَّكُوْنَ نَظَرُ الْمُصَلِّيْ إِلَى مَوْضِعِ سُجُوْدِهِ حَالَ الْقِيَامِ۔ (٣) أَنْ يَّكُوْنَ نَظَرُهُ إِلَى ظَاهِرِ قَدَمَيْهِ حَالَ الرُّكُوْعِ۔ (٤) أَنْ يَّكُوْنَ نَظَرُهُ إِلَى أَرْنَبَةِ أَنْفِهِ حَالَ السُّجُوْدِ۔ (٥) أَنْ يَّكُوْنَ نَظَرُهُ إِلَى حُجْرِهِ حَالَ الْقُعُوْدِ۔

حلِّ لغات: مُلَاحَظَةٌ؛ مصدر ہے باب مفاعلہ کا صحیح سے بمعنی خیال رکھنا، رعایت کرنا، انتظار کرنا۔ رِدَاءٌ؛ بمعنی چادر جمع أَرْدِيَةٌ۔ كُمَّيْنِ؛ تثنیہ ہے كُمٌّ کی بمعنی آستین۔ جمع أَكْمَامٌ۔ أَرْنَبَةٌ؛ بمعنی ناک کا بانسہ۔ جمع أَرَانِبُ۔ حُجْرٌ؛ بمعنی گود۔

ترجمہ: نماز کے مستحبات و آداب: آنے والے کام نماز میں پسندیدہ ہیں۔ اور ان کا خیال رکھنا بہتر ہے تاکہ نماز کی ادائیگی خوب کامل طریقہ پر ہو۔ (۱) پہلا مستحب یہ ہے کہ مرد اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنی چادر یا آستینوں سے تکبیرِ تحریمہ کہنے کے وقت باہر نکال دے...

عورت اپنی ہتھیلیاں نہ نکالے۔(۲)دوسرا مستحب یہ ہے کہ قیام کی حالت میں نمازی کی نگاہ اپنے سجدہ کی جگہ کی طرف ہو۔(۳)تیسرا مستحب یہ ہے کہ رکوع کی حالت میں اسکی نگاہ اپنے قدموں کی پشت پر ہو۔(۴)چوتھا مستحب یہ ہے کہ سجدے کی حالت میں اس کی نگاہ اپنی ناک کے بانسے پر ہو۔ (۵)پانچواں مستحب یہ ہے کہ قعدہ کی حالت میں اسکی نگاہ اپنی گود کی طرف ہو۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ سنن نماز کے بیان سے فارغ ہوگئے تو آدابِ نماز کے بیان کو شروع فرمایا۔ نماز میں کچھ آداب و مستحبات بھی ہیں عام طور پر اُن امور کو آداب میں شمار کیا جاتا ہے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گاہے گاہے کیا ہے اور اُن پر دوام نہیں فرمایا ہے جیسے رکوع، سجدہ کی تسبیحات زیادہ مقدار میں کہنا۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسے سُنن، فرائض اور واجبات کی تکمیل کرتی ہیں اسی طرح آداب اور مستحبات سُنن کی تکمیل اور سنن کی ادائیگی میں حسن و کمال کا ذریعہ ہیں، ان کا ترک نہ باعثِ مؤاخذہ و عتاب ہے اور نہ وجہِ گرفت۔ البتہ اِن کی بجا آوری بہتر اور افضل ہے۔ نماز کے آداب اور مستحبات میں سے چند اہم امور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں۔

(۱)پہلا مستحب اور ادب یہ ہے کہ مرد تکبیر کہتے وقت ہاتھوں کو چادر سے اگر چادر اوڑھی ہو یا آستینوں سے اگر چادر نہ ہو باہر نکال دے، کیونکہ ایسا کرنا تواضع اور عاجزی کے زیادہ قریب ہے اور متکبرین کے ساتھ مشابہت سے دور ہے البتہ اگر ضرورت ہو کہ شدید سردی ہو تو پھر نہ نکالے۔ عورت اپنے ہاتھوں کو آستینوں میں چھپائی رکھے ورنہ بازو کھلنے کا اندیشہ ہے نیز یہ عورتوں کے لئے زیادہ باعثِ ستر ہے۔

(۲، ۳، ۴، ۵)دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں مستحب یہ ہے کہ حالتِ قیام میں چاہے قیام حقیقتاً ہو جیسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں چاہے حکماً ہو جیسے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں، سجدہ گاہ پر اور رکوع میں پاؤں کی پشت پر اور سجدہ میں ناک پر اور حالتِ قعود میں گود پر نظر رکھے کیونکہ اس میں فروتنی کا اظہار ہے اور زیادہ باعثِ خشوع ہے اور تکلّف اس میں کم ہے۔ اور جب انسان تکلّف چھوڑ دیتا ہے تو خود بخود نظر اِن جگہوں کی طرف چلی جاتی ہے۔ چاہے قصد کرے یا نہ کرے۔

(٦)أَنْ يَكُوْنَ نَظَرُهُ إِلَى الْمَنْكِبَيْنِ عِنْدَ التَّسْلِيْمِ۔(٧)أَنْ يَدْفَعَ السُّعَالَ وَالتَّثَاؤُبَ قَدْرَ اِسْتِطَاعَتِهٖ۔ (٨)أَنْ يَكْظِمَ فَمَهٗ عِنْدَ التَّثَاؤُبِ إِذَا اضْطُرَّ إِلَيْهِ۔(٩)أَنْ يَقْرَأَ فِي الْقُعُوْدِ الْأَوَّلِ. وَالْأَخِيْرِ التَّشَهُّدَ الْمَأْثُوْرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہما۔(١٠)أَنْ يَقْرَأَ فِي الْوِتْرِ خُصُوْصاً: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُکَ... إلخ

حلِّ لغات: مَنْكِبَيْنِ؛ تثنیہ ہے مَنْكِبٌ کی بمعنی مونڈھا۔ جمع مَنَاكِبُ۔ يَدْفَعُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب فتح بمعنی دور کرنا، ہٹانا۔ اَلسُّعَالُ؛ بمعنی کھانسی۔ اَلتَّثَاؤُبُ؛ بمعنی جمائی لینا مصدر ہے باب تفاعل کا مہموز العین سے۔

ترجمہ:(٦)چھٹا مستحب اور ادب یہ ہے کہ سلام پھیرتے وقت نمازی کی نگاہ مونڈھوں پر ہو۔(٧)ساتواں مستحب یہ ہے کہ اپنی طاقت کے بقدر کھانسی اور جمائی کو دور کرے۔(۸) آٹھواں مستحب یہ ہے کہ جمائی لینے کے وقت منہ بند کرے جب جمائی لینے پر مجبور ہو۔ (۹)نواں مستحب یہ ہے کہ پہلے اور آخری قعدہ میں وہ تشہد پڑھے جو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔(۱۰)دسواں مستحب یہ ہے کہ وتر میں خاص طور پر "اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُکَ" آخر تک پڑھے۔

تشریح: (۶) چھٹا ادب یہ ہے کہ سلام پھیرتے ہوئے مونڈھوں پر نظر رکھے اور اگر نابینا ہو یا بینا ہے لیکن اندھیرا ہے تو پھر مونڈھے کی طرف چہرہ پھیرتے وقت اللہ کی عظمت کا ملاحظہ کرے۔

(۷) ساتواں مستحب یہ ہے کہ ممکن حد تک کھانسی اور جمائی کو روکے کیونکہ یہ دونوں کام افعالِ نماز میں سے نہیں۔ لیکن یہاں کھانسی سے ایسی کھانسی مراد ہے کہ طبیعت اس کا تقاضہ بھی کرے ورنہ بلا ضرورت کھانسی سے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ یہی سارا حال ڈکار لینے کا بھی ہے۔

(۸) آٹھواں ادب یہ ہے کہ اگر مجبوراً جمائی لینی ہی پڑ جائے تو پھر بھی اپنا منہ بند کرنا، پھر منہ بند کرنے کے دو طریقے ہیں: (۱) پہلا طریقہ یہ ہے کہ دانتوں سے ہونٹوں کو دبائے، اگر یوں بند کرنا ممکن نہ ہو تو پھر (۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ منہ پر اپنا ہاتھ یا کپڑا رکھ لے۔ قیام کی حالت میں تو دایاں ہاتھ منہ پر رکھے چاہے ہتھیلی والی جانب ہو یا پشت والی جانب اور حالتِ قیام کے علاوہ رکوع، سجدہ اور قعدہ وغیرہ میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ کو بند کرے۔

فائدہ: اگر جمائی لیتے وقت منہ کو بند نہ رکھا گیا تو شیطان ہنستا ہے۔ نیز جمائی سستی کی نشانی ہے اسی وجہ سے حضرات انبیاءِ کرام علیہم السلام جمائی سے محفوظ رکھے گئے کہ کسی بھی پیغمبر کو کبھی بھی جمائی نہیں آئی۔

(۹) نواں مستحب یہ ہے کہ دونوں قعدوں میں وہ تشہد پڑھے جو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"۔ چونکہ تشہد عام طور پر تین طرح کا ہے: (۱) ایک وہ جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ (۲) دوسرا وہ جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ (۳) تیسرا وہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے لیکن فقہِ حنفی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما والا تشہد پڑھنا بہتر ہے۔ بہتر ہونے کی وجہ ان شاء اللہ بڑی کتابوں میں آپ پڑھ لیں گے۔ نیز تشہد کی باقی قسموں کے الفاظ بھی بڑی کتابوں میں آجائیں گے۔

(۱۰) دسواں مستحب یہ ہے کہ وتر کی آخری رکعت میں مشہور دعا پڑھے جس کے الفاظ یہ ہیں: "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ"۔ ویسے وتر میں پڑھنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی دعائیں منقول ہیں ان دعاؤں میں سے کوئی بھی دعا پڑھنا جائز ہے مگر فقہِ حنفی میں خاص طور سے مذکورہ بالا دعا پڑھنا بہتر ہے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

"اے اللہ! ہم آپ سے مدد کے طلبگار اور مغفرت کے خواست گار ہیں، آپ ہی پر ایمان رکھتے ہیں، بھروسہ آپ ہی پر ہے، ہر طرح کی تعریف سے آپ کی ستائش کرتے ہیں آپ کے شکر گذار ہیں، ناشکری نہیں کرتے، جو آپ کا نافرمان ہو ہم اس سے الگ ہیں، اور اسے چھوڑتے ہیں، اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، آپ ہی کے لئے نماز اور سجدہ کرتے ہیں، اور آپ ہی کی طرف دوڑتے ہیں، ہم

آپ کی عبادت کے لئے تیار ہیں، ہم آپ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور آپ کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے"۔(مراقی الفلاح مع طحطاوی، تسہیل، قاموس الفقہ، ردالمحتار)

فائدہ: نماز کی بعض کیفیات میں مرد اور عورت کے درمیان فرق

خواتین کے بارے میں شریعت کا مزاج یہ ہے کہ ہر کام میں حتی الامکان ستر و حجاب سے کام لے، جن جن کاموں میں بے حجابی کا اندیشہ تھا، وہاں عورتوں کے لئے استثنائی احکام رکھے گئے ہیں۔ مردوں پر جہاد فرض ہے عورتوں پر نہیں بلکہ آپ ﷺ نے حج ہی کو عورتوں کا جہاد قرار دیا۔ (بخاری) جمعہ و عیدین اور جماعت کے واجبات سے وہ مستثنیٰ ہیں نہ وہ امام بن سکتی ہیں نہ مؤذن، اُن کے لئے گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے بہتر ہے۔ (البحر الرائق) مسجد آہی جائیں تو ان کی صف سب سے آخر میں رکھی گئی ہے پہلے مرد پھر بچے پھر عورتیں۔ اس لئے فقہاء نے نماز کی کیفیت و ہیئت میں بھی مرد و عورت میں کسی قدر فرق رکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ عورتیں ایسا طریقہ اختیار کریں کہ اس میں زیادہ سے زیادہ ستر و حجاب کی رعایت ہو۔ جن کیفیات میں مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: (۱) عورتیں تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کے لئے ہاتھوں کو چادر یا آستینوں سے باہر نہ نکالیں۔ چاہے سردی ہو یا گرمی۔

(۲) عورتیں تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ کاندھوں تک ہی اٹھائیں گی چنانچہ حضرت امّ درداء رضی اللہ عنہا صحابیہ رسول ﷺ اور حضرت حفصہ بنت سیرین رحمہا اللہ کا بھی یہی عمل نقل کیا گیا ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتی تھیں۔ (۳) حالتِ قیام میں عورت اپنے ہاتھ سینہ پر پستانوں کے نیچے باندھے۔ (۴) حالتِ قیام میں عورتیں دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے بائیں ہاتھ پر حلقہ نہیں بنائیں گی بلکہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں گی، اس لئے کہ اس میں زیادہ ستر ہے۔ (۵) رکوع کی حالت میں عورتوں کو تھوڑا سا محض اس قدر جھکنا چاہیئے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائے باقی ہاتھوں سے گھٹنوں کو زور دیکر سہارا نہ لیں۔

(۶) پھر رکوع میں عورت انگلیوں کو ملا کر رکھے، پھیلائے نہیں۔

(۷) عورت رکوع میں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے نہیں بلکہ محض ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے۔

(۸) رکوع میں بازؤں کو بغلوں سے دور نہیں رکھے گی۔ اس طرح رکوع کرنے میں ستر زیادہ ہے۔

(۹) سجدہ کا مسنون طریقہ مردوں کے لئے تو یہ ہے کہ پہلو پیٹ سے الگ رہیں اور ہاتھ زمین سے اٹھے رہیں اور پاؤں کھڑے رکھے جائیں لیکن عورتیں پہلو اور پیٹ ملا کر اور ہاتھوں کو زمین پر بچھا کر نیز پاؤں کو کھڑا رکھنے کے بجائے زمین پر بچھا کر خوب سمٹ کر زمین کے ساتھ لگ کر سجدہ کریں گی۔

(۱۰) مردوں کی بہترین صف پہلی صف ہے اور عورتوں کی بہترین صف آخری صف ہے۔

(۱۱) قعدہ میں مرد بایاں پاؤں بچھا کر دایاں پاؤں کھڑا رکھیں گے اور عورتیں بائیں کولھوں (سرین) پر بیٹھیں اور دونوں پاؤں رانوں کے نیچے سے دائیں طرف نکال دیں۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں سے چپکا لے تاکہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو، اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نظر رحمت فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: اے فرشتو! میں تمہیں اس پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے بخش دیا۔

(۱۲) قعدہ میں عورتیں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر رکھیں بخلاف مردوں کے کہ وہ اپنے حال پر رکھتے ہیں۔(۱۳) عورت مرد کا امام نہیں بن سکتی۔(۱۴) عورتوں کی جماعت مکروہ ہے۔(۱۵) اگر باجماعت نماز پڑھیں تو جو عورت امام بنے وہ صف کے بیچ میں کھڑی ہوگی آگے نہیں۔(۱۶) عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔(۱۷) عورتوں پر جمعہ نہیں، عید نہیں۔(۱۸) عورتوں کے لئے فجر کی نماز میں اِسفار (یعنی روشنی میں پڑھنا) مستحب نہیں بخلاف مردوں کے۔(۱۹) جہری نمازوں میں بھی عورتیں آہستہ ہی قرأت کریں گی۔(جوہرۂ نیرہ، طحطاوی مع امراقی، در مختار مع رد المحتار، حاشیہ الفتاوی السراجیہ، غنیۃ المستملی)

مُفْسِدَاتُ الصَّلَاةِ

تَفْسُدُ الصَّلَاةُ إِذَا حَصَلَ وَاحِدٌ مِنَ الْأُمُوْرِ الْآتِيَةِ فِيْ أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ: (١) إِذَا فَاتَ شَرْطٌ مِنْ شُرُوْطِ الصَّلَاةِ. (٢) إِذَا تَرَكَ رُكْنًا مِنْ أَرْكَانِ الصَّلَاةِ. (٣) إِذَا تَكَلَّمَ فِيْ أَثْنَاءِ صَلَاتِهٖ سَوَاءٌ كَانَ الْكَلَامُ عَمْدًا، أَوْ كَانَ سَهْوًا، أَوْ خَطَأً. (٤) إِذَا دَعَا بِمَا يُشْبِهُ كَلَامَ النَّاسِ، كَأَنْ يَقُوْلَ: «اَللّٰهُمَّ زَوِّجْنِيْ فُلَانَةً، أَوْ أَطْعِمْنِيْ تُفَّاحَةً.» (٥) إِذَا سَلَّمَ عَلٰى أَحَدٍ، أَوْ رَدَّ سَلَامَهٗ بِاللِّسَانِ، أَوْ بِالْمُصَافَحَةِ، سَوَاءٌ كَانَ التَّسْلِيْمُ عَمْدًا، أَوْ خَطَأً، أَمَّا إِذَا رَدَّ السَّلَامَ بِإِشَارَةٍ فَلَا تَفْسُدُ صَلَاتُهٗ. (٦) إِذَا عَمِلَ عَمَلًا كَثِيْرًا۔

حلِّ لغات: أَثْنَاء: بمعنی دوران، درمیان۔ يُشْبِهُ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افعال بمعنی مانند ہونا، مشابہ ہونا۔ تُفَّاحَةٌ: جمع تَفَافِيْح بمعنی سیب۔ (مصباح اللغات)

ترجمہ: نماز کو توڑ دینے والی چیزیں۔ نماز ٹوٹ جاتی ہے جب دورانِ نماز پیش آنے والے کاموں میں سے کوئی کام: (۱) جب نماز کی شرطوں میں سے کوئی شرط فوت ہو جائے۔ (۲) جب نماز کے ارکان میں سے کوئی رکن چھوڑ دے۔ (۳) جب نماز کے درمیان میں بات کرے، برابر ہے کہ بات جان بوجھ کر ہو یا بھول کر یا غلطی سے۔ (۴) جب دعا مانگے اُن الفاظ کے ساتھ جو انسانوں کے کلام کے مشابہ ہوں جیسا کہ یوں کہے: اے اللہ! فلاں عورت سے میرا نکاح کرا دے، یا مجھے سیب کھلا دے۔ (۵) جب کسی کو سلام کرے یا اس کے سلام کا جواب زبان سے یا مصافحہ سے دے، برابر ہے کہ سلام قصداً ہو یا بھولے سے ہو یا غلطی سے ہو، بہر حال جب سلام کا جواب اشارے سے دے تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔ (۶) جب عملِ کثیر کا ارتکاب کرے۔

تشریح: نماز اللہ کی بندگی اور رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں مخلوق کی اپنے خالق کے ساتھ ہم کلامی اور سرگوشی کا عمل ہے۔ جس کا تقاضہ ہے کہ انسان ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ ہو اور کوئی ایسی چھوٹی یا بڑی حرکت نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور احترام اور خود آدمی کی شانِ بندگی و فروتنی کے خلاف ہو، اس لئے کچھ باتیں ایسی ہیں جو نماز کے منافی ہیں اور ان کی وجہ سے نماز فاسد اور خراب ہو جاتی ہے ان کو "مُفْسِدَاتِ صَلوٰۃ" کہتے ہیں۔ جن کی تعداد کثیر ہے بعض نے ۶۸ بعض نے ۳۱ بعض نے اس سے بھی زیادہ گنوائیں ہیں۔ (قاموس

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ نماز کے ارکان میں سے کوئی رکن چھوٹ جائے مثلاً رکوع، سجدہ وغیرہ۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ دورانِ نماز بات کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے اور بات وہ ہے جو کم سے کم دو حروف پر مشتمل ہو، ہاں اگر ایک ہی حرف کسی خبر یا حکم کا معنیٰ دے اور سمجھ میں آوے تو اُس سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

اسی طرح دو حرفوں سے کوئی ایسا کلام بن جائے جس سے بات مکمل نہ ہو پاتی ہو، جیسے "یا" (حرف ندا) تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر جانور کو متوجہ کرنے کے لئے اس طرح آواز نکالے کہ حروفِ تہجی نہ بننے پائیں تو بھی نماز فاسد ہو جائیگی۔ پھر کلام سے نماز کے فاسد ہونے کے لئے قصد اور ارادہ، اختیار اور رضا ضروری نہیں قصداً بولے یا بھولے سے یا غلطی سے، جاگتے یا سوتے، جبراً ہو یا اپنے اختیار سے دانستہ، یا بلاارادہ کسی بھی طریقے سے کوئی لفظ زبان سے نکلے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے نماز میں گفتگو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ: نماز میں عام انسانی کلام کی گنجائش نہیں۔

تنبیہ: سہواً (بمعنی بھولے سے) اور خطاً (بمعنی غلطی سے) میں فرق یہ ہے کہ سہو (بھول) میں آدمی کو نماز کی حالت یاد نہیں رہتی کہ میں نماز میں ہوں۔ اور خطاً (غلطی) میں آدمی کو حالت یاد رہتی ہے لیکن بلاارادہ زبان سے بات نکل جاتی ہے۔ مثلاً قرأت کرنا چاہتا تھا یا کوئی تسبیح ذکر وغیرہ کرنا چاہتا تھا کہ اچانک زبان پر بات جاری ہو گئی۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ ایسے الفاظ کیساتھ دورانِ نماز (مثلاً قومہ یا جلسہ میں یا تشہد کے بعد درود شریف پڑھ کر) دعا مانگنا جو انسان کے کلام کے مشابہ ہوں مثلاً ایسی چیز مانگنا جس کا بندہ سے مانگنا ممکن ہو اور قرآن اور حدیث میں بھی وہ دعا نہ ہو جیسے اے اللہ! فلاں عورت سے میرا نکاح کرا دے یا مجھے سیب کھلا دے۔ اور جس چیز کا بندوں سے مانگنا محال اور ناممکن ہو نیز وہ دعا قرآن یا حدیث میں بھی موجود ہو تو وہ دعا مانگنا جائز ہے، جیسے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ" (اے اللہ! میری بخشش فرما) چونکہ یہ لوگوں کے کلام کے مشابہ نہیں لہٰذا اس سے نماز بھی فاسد نہ ہو گی۔ (ردالمحتار، تسہیل، غنیۃ المستملی، طحطاوی)

(۵) پانچویں بات جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے وہ سلام ہے۔ نماز کی حالت میں کسی شخص کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا نماز کے فاسد ہونے کا باعث ہے۔ چاہے جان بوجھ کر ہو، یا بھول کر، یا غلطی سے۔ اس لئے کہ یہ مِن جملہ: کلام الناس کے ہے۔ پھر نماز کے فاسد ہونے کے لئے صرف لفظِ "السلام" بھی کافی ہے چاہے "علیکم" نہ کہا ہو۔ پھر جس طرح زبان سے سلام کہنے یا جواب دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اسی طرح مصافحہ کرنے سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ یہ عملِ کثیر ہے۔ البتہ اگر ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا جائے یا جواب دیا جائے تو نماز نہیں ٹوٹے گی لیکن مکروہ یہ بھی ہے۔ جہاں تک نماز سے نکلنے کے لئے سلام کا مسئلہ ہے تو اگر بھول کر سلام پھیر دے تو نماز فاسد نہ ہو گی جیسا کہ چار رکعت پڑھنے والا دو رکعت پر سلام پھیر دے۔ اور اگر قصداً سلام کہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (مراقی مع طحطاوی، قاموس، درمختار مع ردالمحتار، کبیری)

(۶) چھٹی بات عملِ کثیر کا ارتکاب ہے۔ نماز میں معمولی عمل باعثِ فساد نہیں لیکن عملِ کثیر نماز کو فاسد کرنے والا ہے۔ پھر عملِ کثیر کی تفسیر میں چند اقوال ہیں کہ عملِ کثیر کیا ہے؟ چنانچہ (۱) پہلا قول یہ ہے کہ نمازی ایسا عمل کرے جو نہ نماز کی قسم سے ہو اور نہ

نماز کی اصلاح کے لئے ہو بلکہ عبث اور بے کار ہو اور وہ شخص جس کو پہلے سے نمازی کے نماز میں مشغول ہونے کا علم نہ ہو، اِس نمازی کو اِس کے عمل کی وجہ سے نماز میں مشغول نہ سمجھے اور دیکھنے والے کو کوئی شک باقی نہ رہے اس بات میں کہ یہ شخص حالتِ نماز میں نہیں تو یہ عمل کثیر ہے اور اگر دُور سے دیکھنے والے کو اس کے نماز میں نہ ہونے میں شک ہو تو پھر عمل قلیل ہے۔ خلاصہ اس قول کا یہ ہے کہ جس عمل کیساتھ نمازی کو نماز پڑھنے والا نہ سمجھا جائے وہ عمل عملِ کثیر ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مدار خود نماز پڑھنے والے کی رائے پر ہوگا وہ خود جس عمل کو کثیر سمجھے وہ کثیر ہے اور جس کو قلیل سمجھے وہ قلیل ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ جو کام دو ہاتھ سے کئے جائیں وہ عملِ کثیر کہلائیں گے جیسے عِمامہ باندھنا، پائجامہ پہننا، وغیرہ اور جو کام ایک ہاتھ سے کئے جائیں جیسے ٹوپی پہننا اور اتارنا، یہ عملِ قلیل تصور کیا جائے گا۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ مسلسل تین بار حرکت عملِ کثیر ہے اور اس سے کم عملِ قلیل ہے مثلاً جسم کا کوئی حصہ مسلسل تین بار کُھجلایا اور ہر بار ہاتھ اٹھایا اسی طرح تین پتھر مسلسل پھینکے یا تین بال مسلسل اُکھاڑے اور ہر بار ہاتھ اٹھایا۔ اسی طرح ایک ہی رکن میں تین بار ہاتھ اٹھایا تو یہ عملِ کثیر ہے نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ایک یا دو بار ہاتھ اٹھائے تو یہ عملِ قلیل ہے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (در مختار مع رد المحتار، مراقی الفلاح مع طحطاوی، حاشیہ الفتاوی السراجیہ، قاموس الفقہ، الجوہرۃ النیرۃ، غنیۃ المستملی)

(۷) إِذَا حَوَّلَ صَدْرَهُ عَنِ الْقِبْلَةِ۔ (۸) إِذَا أَكَلَ شَيْئًا، أَوْ شَرِبَهُ، وَلَوْ كَانَ الشَّيْءُ الْمَأْكُولُ، أَوِ الْمَشْرُوبُ قَلِيلًا۔ (۹) إِذَا أَكَلَ الشَّيْءَ الَّذِيْ عَلِقَ بِأَسْنَانِهِ، وَكَانَ قَدْرَ الْحِمَّصَةِ۔ (۱۰) إِذَا تَنَحْنَحَ بِدُوْنِ حَاجَةٍ۔ (۱۱) إِذَا تَأَوَّهَ، أَوْ تَأَفَّفَ، أَوْ أَنَّ، إِذَا لَمْ تَكُنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءُ نَاشِئَةً مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ وَيُسْتَثْنٰى مِنْ ذَالِكَ الْمَرِيْضُ الَّذِيْ لَا يَمْلِكُ نَفْسَهُ عَنْ أَنِيْنٍ، وَتَأَوُّهٍ، فَإِنَّ صَلَاتَهُ لَا تَفْسُدُ۔ (۱۲) إِذَا بَكٰى بِصَوْتٍ عَالٍ وَلَمْ يَكُنِ الْبُكَاءُ نَاشِئًا مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، أَوْ مِنْ ذِكْرِ الْجَنَّةِ، أَوِ النَّارِ بَلْ كَانَ نَاشِئًا مِنْ وَجَعٍ أَوْ مُصِيْبَةٍ۔ (۱۳) إِذَا انْكَشَفَتْ عَوْرَةُ الْمُصَلِّيْ فِيْ أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ مُدَّةَ أَدَاءِ رُكْنٍ۔

حلِ لغات: حَوَّلَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف واوی از باب تفعیل بمعنی منتقل کرنا، زائل کرنا۔ عَلِقَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف از باب سَمِعَ بمعنی پھنسنا، چمٹنا۔ حِمَّصَةٌ: بمعنی چنا۔ تَنَحْنَحَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مضاعف رباعی مزید فیہ از باب تفعلل بمعنی گلا صاف کرنا، کھنکھارنا۔ تَأَوَّهَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مہموز الفاء اجوف واوی از باب تفعل بمعنی درمند ہونا، اُوہ اُوہ کرنا۔ تَأَفَّفَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مہموز الفاء مضاعف ثلاثی از باب تفعل بمعنی بے قراری سے اُف اُف کرنا۔ أَنَّ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مہموز الفاء مضاعف ثلاثی از باب ضرب بمعنی کراہنا، آہ آہ کرنا۔ نَاشِئًا: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل مہموز اللام از باب فتح بمعنی پیدا ہونا۔ (مصباح)

ترجمہ: (۷) جب اپنا سینہ قبلہ سے پھیر لے۔ (۸) جب کوئی چیز کھائے یا پیئے اگرچہ وہ کھائی گئی چیز یا پی گئی چیز تھوڑی ہو۔ (۹) جب وہ چیز کھالے جو پھنس گئی ہو اسکے دانتوں کے درمیان جبکہ وہ چنے کی مقدار میں ہو۔ (۱۰) جب بغیر ضرورت کے کھنکھارے۔ (۱۱) جب اُوہ اُوہ

کرے یا اُف اُف کرے یا کراہے۔(آہ آہ کرے) جبکہ یہ چیزیں اللہ کے ڈر سے پیدا ہونے والی نہ ہوں۔ اور اس سے وہ مریض مستثنیٰ ہے جو کراہنے سے اور اُوہ اُوہ کرنے سے اپنے آپ پر قابو نہیں پاسکتا، کیونکہ اسکی نماز فاسد نہیں ہوگی۔(۱۲) جب بلند آواز سے روئے اور یہ رونا اللہ کے خوف یا جنت، دوزخ کے تذکرے سے پیدا ہونے والا نہ ہو بلکہ کسی درد یا مصیبت کی بنیاد پر ہو۔(۱۳) جب نمازی کا ستر دورانِ نماز ایک رکن کی ادائیگی کی مدت کھل جائے۔

تشریح:(۷) ساتواں مفسدِ نماز: نمازی کا اپنا سینہ قبلہ سے پھیرنا ہے جبکہ بغیر عذر کے ایسا کرے اور اگر عذر سے ایسا کیا مثلاً وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرنے کے لئے جائے یا میدانِ جنگ میں خوف کی نماز پڑھ رہا ہو تو پھر دورانِ نماز چلنا نماز کو فاسد نہیں کرے گا۔ پھر اگر سینہ نہ موڑا صرف چہرہ پھیرا، یا گردن پھیری تو اس کا یہ عمل مکروہ تو ہوگا لیکن اس کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔(در مختار مع ردالمحتار، طحطاوی مع مراقی الفلاح، قاموس، الفتاوی علی المذاہب الاربعہ)

(۸) آٹھواں مفسد: یہ بات ظاہر ہے کہ نماز جیسی عبادت کی حالت میں کھانا، پینا، شانِ بندگی کے خلاف ہے اس لئے کھانے پینے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے، لہٰذا باہر سے تل برابر بھی کوئی چیز کھالینا نماز کے باطل ہونے کے لئے کافی ہے۔(۹) نواں مفسد: یہ ہے کہ دانت میں کوئی چیز پھنسی ہوئی تھی کہ اِسی حالت میں نماز شروع کر دی تو اگر وہ چنے کے دانے کے برابر ہو اور نمازی نے اسے چبایا، یا نگل لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر چنے کی مقدار سے کم کوئی چیز پہلے سے منہ میں موجود تھی اور اُس کو نگل لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

تنبیہ: کھانا، پینا قصداً ہو یا بھول کر دونوں کا حکم ایک ہے۔(طحطاوی، قاموس، شامیہ)

(۱۰) دسواں مفسد: بغیر عذر کے کھنکھارنا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مرض کی وجہ سے کھانسا جائے اور کو کھانسی سے حروف پیدا ہو جائیں، تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اگر بغیر بیماری کے کھانسے اور یہ کھانسنا کسی درست مقصد کے لئے ہو جیسے قرأت کے لئے آواز صاف کرنا جبکہ بلغم آواز نکلنے کے لئے رکاوٹ بنے، یا ناواقف شخص کو اپنے بارے میں حالتِ نماز میں ہونے کی اطلاع دینا یا امام کو اُس کی غلطی کی طرف متوجہ کرنا تو اس صورت میں بھی راجح یہی ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، ہاں اگر بلا عذر اور بلا کسی مناسب اور درست مقصد کے کھانستا ہے یا گلا صاف کرتا ہے اور اس سے حروف تہجی بن جاتے ہیں۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر حروفِ تہجی نہ بنیں لیکن آواز پیدا ہو تب بھی کراہت سے خالی نہیں۔

تنبیہ: جو حکم کھانسی کا ہے وہی ڈکار کا بھی ہے۔(قاموس، مراقی مع طحطاوی)

(۱۱) گیارہواں مفسد: حالتِ نماز میں اُوہ کہنا یا اُف اُف کرنا یا کراہنا یعنی آہ آہ کرنا اس سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے جبکہ یہ کام اللہ سے ڈرنے کی بنیاد پر نہ ہوں بلکہ درد اور تکلیف کی وجہ سے ہوں جبکہ اس سے وہ مریض مستثنیٰ ہے جو آہ یا اُوہ یا اُف کو روکنے پر قادر نہ ہو تو اس کے حق میں اس طرح آہ، اُوہ، اُف مفسدِ نماز نہیں کیونکہ اِس وقت یہ چھینک اور کھانسی کی طرح ہے۔

(۱۲) بارہواں مفسدِ نماز: جب اونچی آواز سے روئے جس سے حروف پیدا ہوں اور یہ رونا جنت یا دوزخ کے ذکر سے نہ ہو بلکہ کسی درد اور مصیبت کی وجہ سے اضطراری کیفیت کے بغیر ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ کلام الناس کے مشابہ ہے اور معنیٰ کلام

ہے۔ہاں اگر نمازی نماز میں ذکرِ جنت یا ذکرِ دوزخ یا خوفِ خداوندی کی وجہ سے باآواز روئے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔(قاموس، تبیین الحقائق، طحطاوی، در مختار)

(۱۳) تیرہواں مفسدِ نماز: نماز میں جس قدر بے ستری نا قابلِ معافی ہے اور وہ ہے رُبعِ عُضو (عضو کا چوتھائی حصہ) تو اُس قدر بے ستری کے ساتھ نماز کا ایک رُکن ادا ہو جائے یا اِتنا وقت گذر جائے جس میں تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھا جاسکتا ہے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔اور اگر ستر کھلتے ہی بلا وقفہ ستر کو چھپالے تو کوئی حرج نہیں۔(مراقی مع طحطاوی، در مختار، قاموس)

(١٤)إِذَا وُجِدَتْ نَجَاسَةٌ فِيْ بَدَنِ الْمُصَلِّيْ أَوْ فِيْ ثِيَابِهٖ أَوْ مَكَانِهٖ مُدَّةَ أَدَاءِ رُكْنٍ۔(١٥)إِذَا طَرَأَ الْجُنُوْنُ۔ (١٦)إِذَا طَرَأَ الْإِغْمَاءُ عَلَى الْمُصَلِّيْ۔(١٧)إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ۔(١٨)إِذَا دَخَلَ وَقْتُ الزَّوَالِ فِي الْعِيْدَيْنِ۔(١٩)إِذَا دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ فِيْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ۔(٢٠)إِذَا كَانَ الْمُصَلِّيْ مُتَيَمِّماً فَوَجَدَ الْمَاءَ، وَقَدَرَ عَلٰى إِسْتِعْمَالِهٖ۔

حلِّ لغات: طَرَأَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مہموز اللام از باب فتح بمعنی اچانک آنا۔

ترجمہ: (۱۴) جب نمازی کے بدن میں یا اُس کے کپڑوں میں یا اسکی جگہ میں ایک رکن کی ادائیگی کی مدت تک نجاست پائی جائے۔ (۱۵) جب دیوانگی طاری ہو جائے۔(۱۶) جب نمازی پر بے ہوشی طاری ہو جائے۔(۱۷) جب فجر کی نماز میں سورج نکل آئے۔(۱۸) جب عیدین کی نماز میں آفتاب ڈھل جائے۔(۱۹) جب عصر کا وقت داخل ہو جائے جمعہ کی نماز میں۔(۲۰) جب نمازی تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہو پھر اس نے پانی پالیا اور پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا۔

تشریح: (۱۴) چودھواں مفسدِ نماز: یہ ہے کہ جس قدر نجاست نا قابلِ معافی ہے (یعنی نجاستِ غلیظہ ایک درہم سے زیادہ اور نجاستِ خفیفہ چوتھائی یا چوتھائی سے زیادہ) اُتنی مقدار کے ساتھ نماز کا ایک رکن گذر جائے یا اتنا وقت گذر جائے کہ اس میں تین بار تسبیح پڑھی جاسکتی ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر نجاست کے پڑتے ہی اس کو ہٹا دیا اور اس کا اثر ختم ہو گیا تو پھر نماز فاسد نہیں ہوگی۔(قدوری، مراقی الفلاح، قاموس الفقہ)

(۱۵) پندرہواں مفسدِ نماز: یہ ہے کہ نمازی دیوانہ ہو جائے خواہ تھوڑی دیر کے لئے کیوں نہ ہو۔

(۱۶) سولہواں مفسدِ نماز: یہ ہے کہ نمازی پر بے ہوشی چھا جائے خواہ تھوڑی دیر کے لئے ہو۔

(۱۷) سترہواں مفسدِ نماز: یہ ہے کہ نمازِ فجر پڑھتے ہوئے سورج نکل آئے۔اس لئے کہ نماز پوری کرنے سے پہلے کامل وقت پر ناقص وقت آگیا حالانکہ نماز کامل وقت میں پوری کرنی تھی جو کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے کا وقت ہے۔

(۱۸) اٹھارواں مفسدِ نماز: یہ ہے کہ عیدین کی نماز پڑھتے ہوئے سورج ڈھل جائے یعنی ظہر کا وقت داخل ہو جائے۔تو چونکہ عیدین کی نماز کی شرط جو کہ چاشت کا وقت ہے، وہ فوت ہو گئی اس لئے نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

(۱۹) انیسواں مفسدِ نماز: یہ ہے کہ جمعہ کی نماز پڑھتے ہوئے عصر کا وقت شروع ہو جائے تو چونکہ جمعہ کے لئے ظہر کا وقت شرط ہے اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی۔یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کی نماز کے بارے میں کہا ہے اس لئے کہ ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے اگر عصر کا وقت داخل ہو جائے تو ظہر کی نماز باطل نہیں ہوگی۔(طحطاوی، قاموس، غنیۃ المستملی)

(۲۰) بیسواں مفسدِ نماز: یہ ہے کہ تیمم سے نماز پڑھ رہاتھا کہ دورانِ نماز پانی مل گیااور یہ اس پانی کے استعمال پر قادر بھی ہو گیاتو اب نماز فاسد ہو جائے گی اور وضو کر کے نماز ادا کرنی پڑے گی۔

(۲۱) إِذَا انْتَقَضَ الْوُضُوْءُ بِصُنْعِ الْمُصَلِّيْ أَوْ بِصُنْعِ غَيْرِهٖ۔ (۲۲) إِذَا مَدَّ هَمْزَةَ «اَللّٰهُ أَكْبَرُ» (۲۳) إِذَا قَرَأَ مِنَ الْمُصْحَفِ۔ (۲۴) إِذَا أَدّٰى رُكْناً فِيْ حَالَةِ النَّوْمِ، وَلَمْ يُعِدْ ذَالِكَ الرُّكْنَ بَعْدَ الْإِنْتِبَاهِ مِنَ النَّوْمِ۔ (۲۵) إِذَا كَانَ الْمُصَلِّيْ صَاحِبَ تَرْتِيْبٍ فَتَذَكَّرَ فِيْ أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ أَنَّ عَلَيْهِ فَائِتَةً لَمْ يَقْضِهَا بَعْدُ۔ (۲۶) إِذَا اسْتَخْلَفَ الْإِمَامُ رَجُلاً لَا يَصْلُحُ لِلْإِمَامَةِ۔ (۲۷) إِذَا ظَنَّ أَنَّهٗ قَدْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ، فَخَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ أَوْ تَجَاوَزَ الصُّفُوْفَ، أَوِ السُّتْرَةَ فِيْ غَيْرِ الْمَسْجِدِ۔

حلِ لغات: صُنْعٌ؛ بمعنی عمل۔ اَلسُّتْرَة؛ بمعنی پردہ۔ جمع سُتَرٌ۔ حَدَثٌ؛ بمعنی بے وضوگی۔ جمع أَحْدَاثٌ۔

ترجمہ: (۲۱) جب وضو ٹوٹ جائے۔ نمازی کے (اپنے) عمل سے یا کسی دوسرے کے عمل سے۔ (۲۲) جب اللہ اکبر کے ہمزہ کو کھینچے۔ (۲۳) جب قرآنِ شریف سے دیکھ کر پڑھے۔ (۲۴) جب پورے ایک رکن کی ادائیگی نیند کی حالت میں کرے اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس رکن کو پھر لوٹائے بھی نہیں۔ (۲۵) جب نمازی صاحبِ ترتیب ہو، پس اس کو دورانِ نماز یہ بات یاد آگئی کہ اسکے ذمہ ایک فوت شدہ نماز ہے جو ابھی تک اس نے ادا نہیں کی۔ (۲۶) جب امام ایسے شخص کو نائب بنائے جو امام بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ (۲۷) جب نمازی کو یہ گمان ہو جائے کہ اس کو بے وضوگی لاحق ہو گئی پس وہ مسجد سے نکل گیا، یاصفوں کی حد سے گذر گیایا مسجد کے علاوہ میں سترہ سے آگے نکل گیا۔

تشریح: (۲۱) اکیسواں مفسدِ نماز: یہ ہے کہ جب نمازی جان بوجھ کر بالارادہ کوئی ایسی حرکت کرے جس کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے مثلاً پیشاب، پاخانہ کرنا، یار یح خارج کرنا، یا قصداً نکسیر کا خون جاری کرنا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور وضو کر کے از سرِ نو نماز ادا کرنی ہوگی۔ یا کسی اور کے عمل سے اس کا وضو ٹوٹ جائے مثلاً کسی نے نمازی کی طرف پتھر پھینکا جس سے نمازی کا جسم زخمی ہوا اور خون بہنے لگا یا نمازی کے بدن میں زخم تھا جو کسی دوسرے شخص نے دبایا اور خون نکل آیا تو ان دونوں صورتوں میں نماز ٹوٹ جائے گی وضو کر کے از سرِ نو نماز پڑھنی پڑے گی لیکن اگر کسی آسمانی آفت سے بلا اختیار وضو ٹوٹ جائے جس میں نہ نمازی کا کوئی دخل ہے نہ کسی اور کا مثلاً نکسیر پھوٹ گئی یا پیشاب کا قطرہ بے اختیار ٹپک پڑا، یار یح بلا ارادہ خارج ہو گئی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ مگر نماز فاسد نہ ہوگی اور اس بات کی گنجائش ہوگی کہ وضو کر کے دوبارہ باقی ماندہ نماز کو ادا کر لے، نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔ اس کو فقہاء کرام پہلی نماز پر "بنا" کرنے سے تعبیر کرتے ہیں مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وضو کیلئے ضرورت سے زیادہ منافی صلوٰۃ کام نہ کرے: مثلاً قریب جگہ پر پانی مل جائے تو وہاں وضو کر لے دور نہ جائے، استنجاء نہ کرے وغیرہ۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی از سرِ نو نماز پڑھے۔

(۲۲) بائیسواں مفسدِ نماز: یہ ہے کہ جب دورانِ نماز اللہ اکبر کے ہمزہ کو کھینچ کر پڑھے آللّٰہ اَکبر، تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر نماز شروع کرتے وقت تکبیرِ تحریمہ کی تکبیر میں یہ غلطی ہوئی تو اس تکبیر سے وہ نماز کو شروع کرنے والا نہیں ہو گا یہی حال آکبر کے ہمزہ کا بھی ہے اگر دورانِ نماز کھینچ کر پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر شروع میں تحریمہ کے وقت یہ غلطی کرے تو نماز شروع ہی نہ ہوگی۔ (قاموس الفقہ، طحطاوی، رد المحتار)

(۲۷) ستائیسواں مفسدِ نماز: یہ ہے کہ اگر کوئی اس خیال سے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا مسجد سے باہر نکل گیا اگر مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو، یا صفوں سے آگے نکل گیا اگر صحرا میں باجماعت نماز پڑھ رہا ہو کیونکہ صحرا میں صفوں کی جگہ مسجد کے حکم میں ہے یا مسجد کے علاوہ کہیں اکیلے نماز پڑھ رہا ہو اور سامنے سترہ پڑا ہو اور سترے سے آگے نکل گیا یا سترہ تو نہیں لیکن ایک صف کے برابر چل پڑا پھر معلوم ہوا کہ اس کا وضو نہیں ٹوٹا تو نماز فاسد ہو چکی ہے اب یہ شخص اپنی نماز از سر نو پڑھے پچھلی نماز پر بِنا کرنا جائز نہیں اس لئے کہ مسجد وغیرہ سے نکل جانا عملِ کثیر ہے جو بلا ضرورت پایا گیا۔ (طحطاوی، تسہیل)

(۲۸) إِذَا ضَحِكَ فِي أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ بِالصَّوْتِ۔ (۲۹) إِذَا نَزَعَ خُفَّهُ فِي أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ، سَوَاءٌ كَانَ النَّزْعُ بِالْعَمَلِ الْقَلِيْلِ، أَوِ الْكَثِيْرِ۔ (۳۰) إِذَا سَبَقَ الْمُقْتَدِيْ إِمَامَهُ فِيْ أَدَاءِ رُكْنٍ، بِحَيْثُ لَا يَكُوْنُ شَرِيْكًا مَعَ الْإِمَامِ فِيْ أَدَاءِ ذَالِكَ الرُّكْنِ۔ كَأَنْ رَكَعَ الْمُقْتَدِيْ قَبْلَ إِمَامِهِ، وَرَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ رُكُوْعِ الْإِمَامِ۔ وَلَمْ يُعِدْ ذَالِكَ الرُّكُوْعَ مَعَهُ۔ (۳۱) إِذَا حَصَلَتْ جَنَابَةٌ فِيْ أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ، سَوَاءٌ حَصَلَتْ بِالنَّظَرِ إِلَى إِمْرَأَةٍ، أَوْ بِالتَّفَكُّرِ فِيْ جَمَالِهَا، أَوْ بِاحْتِلَامٍ۔

حلِ لغات: إِحْتِلَامٌ: مصدر ہے باب افتعال کا صحیح سے بمعنی خواب دیکھنا، یہاں مراد نیند میں انزال کا ہونا ہے۔

ترجمہ: (۲۸) جب دورانِ نماز زور سے ہنسے۔ (۲۹) جب دورانِ نماز اپنا موزہ اتار دے چاہے عملِ قلیل کے ذریعہ ہو یا عملِ کثیر کے ذریعہ۔ (۳۰) جب مقتدی کسی رکن کی ادائیگی میں امام سے آگے نکل جائے اس طور پر کہ اس رکن کی ادائیگی میں امام کے ساتھ شریک نہ ہو۔ جیسا کہ مقتدی امام سے پہلے رکوع میں چلا گیا اور اپنا سر اٹھا لیا امام کے رکوع کرنے سے پہلے اور اس رکوع کا امام کے ساتھ اعادہ بھی نہیں کیا۔ (۳۱) جب دورانِ نماز جنابت لاحق ہو جائے، برابر ہے کہ کسی عورت کی طرف دیکھنے سے لاحق ہو یا عورت کی خوبصورتی کو سوچنے سے لاحق ہو یا احتلام کے ذریعہ لاحق ہو۔

تشریح: (۲۸) اٹھائیسواں مفسدِ نماز ترجمہ سے واضح ہے کیونکہ زور سے ہنسنا جسکی دو صورتیں ہیں: (۱) یہ کہ اتنا زور سے ہنسے کہ صرف خود سنے آس پاس والے نہ سنیں اس کو "ضحک" کہتے ہیں اس سے صرف نماز ٹوٹ جاتی ہے اور (۲) یہ ہے کہ اتنا زور سے ہنسے کہ نماز میں کھڑے آس پاس والے بھی ہنسی کی آواز سن لیں اس کو "قہقہہ" کہتے ہیں۔ یہ جب نماز میں ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جب وضو ٹوٹ گیا تو نماز بدرجہ اولیٰ ٹوٹ گئی۔ کیونکہ قہقہہ بات کرنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے کیونکہ بات سے صرف نماز ٹوٹ جاتی ہے اور قہقہہ سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے پھر چاہے یہ ہنسنا جان کر ہو یا بھول کر تھوڑا ہو یا زیادہ، جس طرح کہ بات کرنا جان بوجھ کر ہو یا بھول کر دونوں صورتوں میں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (جوہرۃ، طحطاوی)

(۲۹) انتیسواں مفسدِ نماز: یہ ہے کہ ایک آدمی موزے پہن کر نماز پڑھ رہا تھا کہ دورانِ نماز اس نے موزے اتار دیئے تو نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ گذشتہ حدث (ناپاکی) اور بے وضوگی جو موزوں پر مسح کرنے نے روکی تھی وہ اب پاؤں میں چلی گئی لہٰذا اب پاؤں دھونے پڑیں گے اگر پانی ہو ورنہ پھر تیمم کرے۔ بہر حال نماز ٹوٹ جائیگی۔

(۳۰) تیسواں مفسدِ نماز: بھی ترجمہ سے واضح ہے صرف اتنی بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس رکن میں امام سے آگے جا کر اس وا، کر لیا اور پھر اس رکن کو نہ امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دہرایا اور نہ ہی امام کے سلام پھیرنے کے بعد دہرایا اور سلام بھی پھیر دیا تو نماز باطل ہو جائیگی۔

(۳۱) اکتیسواں مفسدِ نماز: دورانِ نماز آدمی پر غسل واجب ہو جائے جُنبی ہونے کی وجہ سے۔ اب نماز میں کیسے جُنبی بنے گا؟ تو اس کی مختلف صورتیں ہیں: (۱) دورانِ نماز کسی عورت پر نگاہ پڑی یا کسی عورت کے حسن کو سوچ کر انزال ہو جائے یا نماز میں اس طریقہ سے سو جائے جس سے وضو نہیں ٹوٹتا مثلاً مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کیا اور سو گیا اور پھر نیند میں انزال ہو جائے جس کو احتلام کہتے ہیں تو ان صورتوں میں چونکہ طہارت ختم ہو جاتی ہے اس لئے نماز خود بخود فاسد ہو جائیگی۔ از سر نو غسل بھی کرے اور نماز بھی پڑھے۔ (رد المحتار مع طحطاوی، کتاب الاختیار لتعلیل المختار، الجوہرۃ النیرہ)

فائدہ: اگر ایسے طریقہ سے سویا جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مثلاً خلافِ سنت زمین کے ساتھ لگ کر سویا پھر انزال ہو گیا تو یہاں انزال سے نہیں بلکہ اس سے پہلے سونے کی وجہ سے وضو ٹوٹ کر نماز فاسد ہو چکی ہے۔

اَلْأُمُوْرُ الَّتِيْ لَا تَفْسُدُ بِهَا الصَّلَاةُ

لَا تَفْسُدُ الصَّلَاةُ بِالْأُمُوْرِ الْآتِيَةِ: (۱) إِذَا سَلَّمَ سَاهِياً لِلْخُرُوْجِ مِنَ الصَّلَاةِ۔ (۲) إِذَا مَرَّ أَحَدٌ فِيْ مَوْضِعِ سُجُوْدِهٖ۔ (۳) إِذَا أَكَلَ الشَّيْئَ الَّذِيْ عَلِقَ بِأَسْنَانِهٖ، وَكَانَ أَقَلَّ مِنَ الْحِمَّصَةِ۔ (٤) إِذَا نَظَرَ إِلٰى مَكْتُوْبٍ، وَفَهِمَهٗ۔

ترجمہ: وہ کام جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ آنے والے کاموں سے نماز فاسد نہیں ہوتی: (۱) جب نماز سے نکلنے کے لئے بھول کر سلام پھیر لے۔ (۲) جب کوئی شخص نمازی کے سجدہ کی جگہ سے گذر جائے۔ (۳) جب وہ چیز کھالے جو اسکے دانتوں کے درمیان اٹکی ہوئی ہو اور وہ چنے سے کم ہو۔ (۴) جب کسی تحریر کو دیکھے اور سمجھ لے۔

تشریح: اُن کاموں کے بیان سے جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے فارغ ہونے کے بعد اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ وہ امور بھی ذکر فرماتے ہیں جن سے نماز میں کوئی فرق نہیں آتا۔ چنانچہ ان میں سے (۱) ایک چیز یہ ہے کہ نمازی نے بھول کر سلام پھیر لیا یعنی اس خیال سے کہ شاید میری نماز پوری ہو چکی ہے نماز کو ختم کرنے کی نیت سے سلام پھیرا۔ پھر یاد آگیا کہ میری نماز تو پوری نہیں ہوئی جیسے چار رکعت پڑھنے والا دو رکعت پر سلام پھیر لے اس خیال سے کہ یہ چوتھی رکعت ہے یا وہ شخص جو امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی کچھ رکعتیں باقی ہوں کہ امام کے ساتھ سلام پھیر لے اور پھر یاد آجائے کہ میری رکعتیں باقی ہیں تو اس سلام سے نماز فاسد نہیں ہوتی جب تک سلام کے بعد کوئی عمل کثیر یا بات نہ کی ہو۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، بحر الرائق، قاموس الفقہ)

(۲) دوسری چیز جس سے نماز فاسد نہیں ہوتی وہ یہ ہے کہ نمازی کی سجدہ والی جگہ میں، مراد اس سے قدم سے لیکر سجدہ کی جگہ تک ہے یعنی بالکل قریب سے بھی اگر کوئی گذر جائے چاہے گذرنے والا مرد ہو یا عورت، کتا ہو یا گدھا کسی صورت میں بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۳) تیسری چیز یہ ہے کہ دانتوں میں کوئی چیز پھنسی ہو اور اُسی حالت میں نماز شروع کی اور دورانِ نماز وہ چیز نگل لی تو اگر چنے سے کم ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر چنے کے برابر یا زیادہ ہو تو نماز فاسد ہو جائیگی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

تنبیہ: یہاں دانتوں میں پھنسی ہوئی چیز کا حکم بیان ہوا کیونکہ اگر دورانِ نماز باہر سے کوئی چیز نگل لی تو چاہے وہ تل کے برابر کیوں نہ ہو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۴) چوتھی بات جس سے نماز فاسد نہیں ہوتی وہ یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا حالتِ نماز میں کسی تحریر، خط، یا کتاب کو دیکھے اور اُسکا مفہوم اور مطلب سمجھ لے لیکن اس لکھے ہوئے کو زبان سے ادانہ کرے تو نماز نہیں ٹوٹے گی اگرچہ یہ مکروہ ضرور ہے اگر جان بوجھ کر نظر ڈالے، اور اگر غلطی سے نظر پڑگئی تو پھر مکروہ بھی نہیں۔ البتہ اگر زبان سے بھی اس کو پڑھا تو نماز جاتی رہے گی۔ (بہشتی زیور، قاموس الفقہ، مراقی الفلاح مع طحطاوی، در مختار)

اَلْأُمُوْرُ الَّتِیْ تُکْرَہُ فِی الصَّلَاۃِ

تُکْرَہُ الْاُمُوْرُ الْاٰتِیَۃُ فِی الصَّلَاۃِ، یَنْبَغِی الْإِجْتِنَابُ عَنْهَا لِئَلَّا یَعْتَرِیَ الصَّلَاۃَ نَقْصٌ: (۱) تَرْکُ سُنَّۃٍ مِنْ سُنَنِ الصَّلَاۃِ عَمْداً۔ (۲) اَلْعَبَثُ بِالثَّوْبِ. أَوِ الْبَدَنِ۔ (۳) اَلصَّلَاۃُ فِی الثِّیَابِ الْمُمْتَهَنَۃِ الَّتِیْ لَا یَخْرُجُ فِیْ مِثْلِهَا إِلٰی أَشْرَافِ النَّاسِ۔ (٤) اَلْإِتِّکَاءُ إِلٰی شَیْئٍ فِی الصَّلَاۃِ۔ (٥) اَلْإِلْتِفَاتُ بِالْعُنُقِ یَمِیْناً وَشِمَالاً بِدُوْنِ حَاجَۃٍ۔ (٦) اَلصَّلَاۃُ فِیْ مُوَاجَهَۃِ آدَمِیٍّ۔ (٧) اَلصَّلَاۃُ عِنْدَ مُدَافَعَۃِ الْبَوْلِ، وَالْغَائِطِ، وَالرِّیْحِ۔

حلِّ لغات: یَعْتَرِیْ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف ناقص واوی از باب افتعال بمعنی پیش آنا۔ اَلْعَبَثُ؛ بے فائدہ کام، لغو، کھیل کود کرنا۔ اَلْمُمْتَهَنَۃ؛ صیغہ واحد مؤنث بحث اسم مفعول صحیح از باب افتعال بمعنی بوسیدہ، حقیر۔ اَلْإِتِّکَاءُ؛ مصدر ہے باب افتعال کا مثال واوی مہموز اللام سے بمعنی سہارا لیکر بیٹھنا، پیٹھ یا پہلو کا کسی چیز سے سہارا لگانا۔ عُنُقٌ؛ بمعنی گلا۔ جمع أَعْنَاقٌ۔ مُدَافَعَۃ؛ بمعنی زور دینا، تنگ کرنا۔

ترجمہ: وہ کام جو نماز میں مکروہ ہیں: آنے والے کام نماز میں مکروہ ہیں، ان سے بچنا چاہیئے تاکہ نماز میں کمی واقع نہ ہو۔ (۱) نماز کی سنتوں میں سے کوئی سنت جان بوجھ کر چھوڑ دی۔ (۲) کپڑے یا جسم سے کھیلنا۔ (۳) ایسے بے کار قسم کے کپڑوں میں نماز پڑھنا جن میں معزز لوگوں کے پاس نہیں جاتا۔ (۴) نماز میں کسی چیز کی طرف ٹیک لگانا۔ (۵) بلاضرورت گردن دائیں بائیں موڑنا۔ (۶) کسی آدمی کے چہرے کی طرف چہرہ کرکے نماز پڑھنا۔ (۷) پیشاب، پاخانہ، ہوا کے شدید تقاضہ کے وقت نماز ادا کرنا۔

تشریح: معنف رحمۃ اللہ علیہ مفسداتِ نماز سے فارغ ہوگئے تو اب مکروہاتِ نماز کو شروع فرمایا، چونکہ مفسدات مکروہات سے قوی ہیں اس لئے پہلے مفسدات کو بیان فرمایا۔ وہ تمام باتیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے یا جو کم توجہی یا بے توجہی کو ظاہر کرتی ہوں، یا تقاضۂ تعظیم واحترام کے خلاف ہوں وہ سب مکروہ ہیں، اس لئے مکروہات کی فہرست طویل ہے۔

پھر بعض مکروہات تحریمی ہیں اور بعض تنزیہی۔ مکروہِ تحریمی حرام کے قریب ہوتا ہے اور مکروہِ تنزیہی حلال کے قریب ہوتا ہے۔ جب کتابوں میں صرف مکروہ کا لفظ آجائے تو اس سے مراد مکروہِ تحریمی ہوتا ہے اور جب مکروہ کے ساتھ تنزیہی کا لفظ بھی آجائے تو

اس سے مراد مکروہِ تنزیہی ہوتا ہے۔ مکروہ محبوب کی ضد ہے بمعنی ناپسندیدہ۔ مکروہ وہ چیز ہے جس سے نماز نہیں ٹوٹتی لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے اور گناہ بھی ہوتا ہے۔ پھر اگر سنت یا مستحب کام کو چھوڑ کر مکروہ کا ارتکاب کیا ہے تو نماز دُہرانا مستحب ہے تاکہ نماز سے کراہت نکل جائے اور اگر واجب کو چھوڑ کر مکروہ کا ارتکاب کیا ہے تو پھر نماز دہرانا واجب ہے۔

کچھ اہم مکروہات درج ذیل ہیں: (۱) نماز کی جو سنتیں ہیں ان میں سے کوئی سنت چھوڑنا، جیسے ارکان میں اطمینان، امام سے آگے نہ بڑھنا، تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں سے اوپر کرنا یا کندھوں سے نیچے کرنا وغیرہ۔

(۲) نماز میں کپڑوں سے یا جسم کے کسی حصہ سے یا داڑھی سے کھیلنا، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند فرمائی ہیں۔ (۱) نماز میں کھیلنا، (۲) روزے کی حالت میں گندی باتیں کرنا، (۳) اور قبرستان میں ہنسنا۔ نیز چونکہ یہ خشوع کے منافی ہے جو کہ نماز کی روح ہے۔

(۳) نماز میں ایسے مُبْتَذَل، بُرے اور میلے کچیلے کام کاج کے کپڑے استعمال کرنا جن کو پہن کر شائستہ مجلسوں مثلاً بیاہ شادی کی تقریب میں جانا پسند نہ ہو جیسے آجکل رنگ روغن کرنے والے لوگ یا ویلڈنگ کرنے والے یا پینٹ چونا کرنے والے لوگ سستی اور لاپرواہی سے انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایسے کپڑوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو سخت ڈانٹا۔ ہاں اگر دوسرے کپڑے نہ ہوں تو جائز ہے۔ (بہشتی زیور، قاموس، مراقی الفلاح مع طحطاوی، بحر الرائق)

(۴) فرض نماز میں بے ضرورت دیوار وغیرہ کسی چیز کے سہارے کھڑا ہونا مکروہ ہے، البتہ نوافل میں اجازت ہے۔ (بہشتی زیور بحوالہ منیۃ المصلی)

(۵) نماز میں بلا ضرورت دائیں بائیں توجہ کرنا، اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) مباح، (۲) مکروہ، (۳) مُبطِل۔ (۱) مکروہ یہ ہے کہ صرف چہرہ، گردن دائیں بائیں پھیر لے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ: میں نے آپ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ شیطان کا نماز میں سے اُچک لینا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتے ہیں اس کی نماز میں جب تک بندہ اِدھر اُدھر توجہ نہ پھیرلے۔ (۲) مباح: یہ ہے کہ صرف گوشۂ چشم کو دائیں بائیں کرلے گردن موڑے بغیر۔ (۳) مُبطِل (باطل کرنے والی صورت) یہ ہے کہ سینہ قبلہ سے پھیر لے اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی جبکہ بلا ضرورت ہو اور اگر ضرورت سے ہو جیسا کہ بے وضو ہو جانے کے گمان سے قبلہ سے پھر گیا پھر معلوم ہوا کہ وضو نہیں ٹوٹا اور مسجد سے بھی نہیں نکلا تو اب نماز فاسد نہیں ہو گی۔ (طحطاوی مع مراقی، قاموس)

(۶) اس طرح نماز پڑھنا کہ نمازی کا رُخ دوسرے شخص کے چہرہ کی طرف ہو بشرطیکہ نمازی نے کسی شخص کے چہرے کی طرف نماز پڑھنی شروع کی ہو، اس لئے کہ اس میں غیر اللہ کی عبادت کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔ اور اگر نمازی پہلے سے نماز پڑھ رہا ہو پھر کوئی شخص اس کی طرف منہ کرلے تو اب کراہت اُس شخص پر ہو گی، جیسے امام جب سلام پھیر لے اور مقتدیوں کی طرف چہرہ پھیر کر بیٹھ جائے اور کچھ پیچھے مقتدی امام کے بالمقابل کھڑے ہوں اپنی باقی نماز پوری کرنے کے لئے تو یہ امام کے لئے مکروہ ہے چاہے قریب کی صفوں میں ہو یا دور کی صفوں میں۔ (در مختار مع رد المحتار، قاموس الفقہ)

ہ چیزیں زور سے لگی ہوں اور زور دے رہی ہوں تو ایسے وقت نماز شروع کرنا مکروہ ہے کیونکہ
۔ ان چیزوں کے شدید تقاضہ کے وقت نماز شروع کر دی ہو تو نماز توڑنا مستحب ہے لیکن اگر ان
ے جانے کا اندیشہ ہو یا جماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور دوسری جماعت بھی نہ ملے تو ایسے ہی نماز
ز ادا کرنا نماز کو قضاء کرنے سے بہتر ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، بہشتی زیور، ردالمحتار)

نِ رِضَاهُ۔ (۹) اَلصَّلَاةُ فِيْ مُوَاجَهَةِ نَارٍ اَوْ فِيْ مُوَاجَهَةِ كَانُوْنٍ فِيْهِ نَارٌ۔ (۱۰) اَلصَّلَاةُ فِيْ
ٗ الْخَلَاءِ۔ (۱۱) اَلصَّلَاةُ فِي الطَّرِيْقِ۔ (۱۲) اَلصَّلَاةُ فِي الْمَقْبَرَةِ۔ (۱۳) اَلصَّلَاةُ قَرِيْباً
ٔ نَجَاسَةٍ قَلِيْلَةٍ. تَجُوْزُ مَعَهَا الصَّلَاةُ بِدُوْنِ عُذْرٍ۔ (۱۵) اَلصَّلَاةُ فِيْ ثَوْبٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ
نِ فِيْهِ صُوْرَةٌ سَوَاءٌ كَانَتِ الصُّوْرَةُ فَوْقَ رَأْسِهِ اَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ. اَوْ خَلْفَهُ۔ (۱۷) فَرْقَعَةُ
ابِعِ۔

ب مفاعلہ کا مثال واوی سے بمعنی رُو در رُو مقابلہ کرنا، آمنے سامنے ہونا۔ كَانُوْنٌ؛ بمعنی انگیٹھی۔ جمع
نے کی جگہ۔ فَرْقَعَةٌ؛ مصدر ہے رباعی مجرد کا بمعنی انگلیاں چٹخانا۔ تَشْبِيْكٌ؛ مصدر ہے باب تفعیل کا
ل کرنا۔

ی زمین میں اسکی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا۔ (۹) آگ کے سامنے نماز پڑھنا یا ایسی انگیٹھی کے سامنے
نیا جگہ نماز پڑھنا جیسے نہانے کی جگہ یا بیت الخلاء۔ (۱۱) گذر گاہ میں نماز پڑھنا۔ (۱۲) قبرستان میں نماز
ڑھنا۔ (۱۴) ایسی تھوڑی نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا کہ بغیر کسی عذر کے بھی اس نجاست کے ساتھ
نماز پڑھنا جس میں جاندار کی تصویر ہو۔ (۱۶) ایسی جگہ میں نماز پڑھنا جس میں کوئی تصویر ہو، چاہے
ں کے سامنے ہو یا اس کے پیچھے ہو۔ (۱۷) انگلیاں چٹخانا۔ (۱۸) ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی

کہ کسی دوسرے شخص کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھے، تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ
ں کی زمین کاشت کی ہوئی ہو یا جوتی ہوئی ہو اور کھیت والے کے ساتھ جان پہچان دوستی وغیرہ بھی نہ ہو یا
چھینی ہوئی زمین ہو تو ان صورتوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہو گا بجائے اس زمین کے راستے میں نماز پڑھ لے
۔ لیکن اگر کسی مسلمان کی زمین ہو اور کاشت کی ہوئی بھی نہ ہو یا کاشت کی ہوئی ہو لیکن مالکِ زمین کے
راضی نہیں ہو گا تو پھر نماز پڑھ لے۔ اور اگر کسی کے گھر میں ہو تو بہتر ہے کہ اجازت لے لے اور اگر نہ
نا جائز ہے۔ (طحطاوی مع مراقی الفلاح، در مختار مع ردالمحتار)

(۹) نواں مکروہ یہ ہے کہ نمازی ایسی جگہ نماز شروع کرے کہ اُس کے سامنے آگ ہو یا آگ کی انگیٹھی ہو جس میں انگارے پڑے ہوئے ہوں کیونکہ اس میں مجوسیوں، آتش پرستوں کی عبادت کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، فتاوی قاضیخان، بحر الرائق، نہر الفائق)

(۱۰) دسواں مکروہ یہ ہے کہ گھٹیا جگہ نماز پڑھنا جیسے نہانے کی جگہ نماز پڑھے کیونکہ اس میں دو وجہوں سے کراہت ہے ایک تو اس لئے کہ یہاں لوگوں کے غسل کا پانی گرتا رہتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حمام کو شیطان کا گھر کہا گیا ہے۔ لیکن اگر وقت نکلنے کا اندیشہ ہو تو حمام کی کچھ جگہ دھو کر وہاں نماز ادا کرلے تاکہ نماز قضاء نہ ہو جائے۔ (ردالمحتار)

تنبیہ: حمام یعنی اجتماعی نہانے کی جگہ، پرانے زمانے میں ہوتے تھے۔ ایک بڑا ہال ہوتا تھا جس میں ایک تالاب ہوتا تھا اور اس تالاب کا پانی گرم ہوتا تھا ایک طرف سے پانی آکر دوسری طرف نکل جاتا مردوں کے لئے الگ اور عورتوں کے لئے الگ۔ آج کل ان کا رواج ختم ہو گیا اب ان کی جگہ غسل خانے نکل آئے ہیں۔

(۱۱) گیارہواں مکروہ یہ ہے کہ راستہ میں نماز پڑھے اس لئے کہ جن جگہوں میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے ان میں ایک راستہ بھی ہے۔ نیز لوگوں کیلئے گذرنے میں رکاوٹ ہوگی۔

(۱۲) بارہواں مکروہ یہ ہے کہ مقبرے میں نماز پڑھے کیونکہ مقبرے میں مُردوں کی ہڈیاں پڑی ہوتی ہیں۔ نیز قبروں کے سامنے ہونے کی وجہ سے اس میں یہود اور بت پرستوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے ہاں اگر قبرستان میں کوئی جگہ مثلاً مسجد یا مصلّی نماز پڑھنے کے لئے مقرر کی گئی ہو جہاں سامنے قبر بھی نہ ہو تو پھر وہاں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ (ردالمحتار)

(۱۳) تیرہواں مکروہ گندگی کے قریب نماز پڑھنا کیونکہ گندگی کی قریب والی جگہ گندگی کے حکم میں ہے اور ہمیں گندگی سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح اونٹوں، بکریوں، گایوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ یہ جگہیں گندی اور ناپاک ہوتی ہیں، ایسے ہی مذبح خانہ میں کیونکہ ان مذکورہ تمام جگہوں میں ناپاک ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ، ردالمحتار)

(۱۴) چودھواں مکروہ یہ ہے کہ اتنی نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا جو نماز کے لئے رکاوٹ نہ ہو خواہ وہ کپڑے پر ہو یا بدن پر یا نماز پڑھنے کی جگہ پر، یعنی تھوڑی مقدار میں ہو، جس کے ہوتے ہوئے بھی نماز ہو جاتی ہے یعنی اگر بغیر کسی عذر کے بھی وہ نجاست نہ ہٹائی جائے اس کے ہوتے ہوئے نماز پڑھ لی جائے تو بھی نماز درست ہو جائیگی تو ایسی ناپاکی کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور یہ مقدار نجاستِ غلیظہ (جیسے بہنے والا خون، شراب، مرغی کی بیٹ، ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے گدھا، کتا، بلی وغیرہ۔ لید، گوبر وغیرہ) میں سے ایک درہم یا ہتھیلی کی چوڑائی کی مقدار یا اس سے کم معاف ہے اگر اس قدر نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لی تو نماز درست ہو جائے گی لیکن مکروہ ضرور ہوگی اگر سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے دور نہیں کرتا، ہاں اگر پانی وغیرہ نہ ہونے کا عذر ہے تو پھر بلا کراہت جائز ہے۔ اور نجاستِ خفیفہ (جیسے ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جیسے اونٹ، گائے، بکری وغیرہ، گھوڑے کا پیشاب، اُن

ں کھایا جاتا جیسے کوّا وغیرہ) میں سے ایک چوتھائی سے کم مقدار لگی ہو تو وہ معاف ہے اگر اتنی مقدار
نماز پڑھ لی تو نماز جائز ہے لیکن بلا عذر اتنی ناپاکی کے ساتھ نماز پڑھنا اور اسکو دور نہ کرنا یہ مکروہ ضرور ہے
ت جو نماز سے رکاوٹ نہیں، اس کو دور کرنے میں لگے تو نماز قضاء ہو جائے گی، تو ایسی صورت میں اس
ت کے ساتھ ادا کر لینا قضاء کرنے سے بہتر ہے۔
یا بدن میں لگ جائے تو جس حصہ میں لگی ہے اس کا اعتبار ہوگا، اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف
ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو، اگر کلی یعنی تریز میں لگی ہو تو اس کی چوتھائی سے کم ہو، اگر دوپٹے میں
طرح اگر نجاستِ خفیفہ بدن کے کسی حصہ میں ہو مثلاً ہاتھ میں ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہو، ٹانگ
تب معاف ہے۔ لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھنا مکروہ اور برا ہے۔ (طحطاوی، تسہیل، بہشتی زیور)
ہے کہ نمازی کا ایسا کپڑا پہننا جس میں جاندار کی تصویر ہو بشرطیکہ وہ اتنی بڑی ہو کہ زمین پر رکھ کر
یکھا جائے تو اس کے اعضاء خوب نمایاں اور ظاہر ہوں، کیونکہ یہ آدمی حاملِ صنم یعنی بت اٹھا کر نماز
مع طحطاوی، تسہیل، بحر الرائق، نہر الفائق، در مختار مع رد المحتار)
، کہ نمازی ایسی جگہ نماز پڑھے کہ جہاں تصویر ہو چاہے سر کے اوپر لگی ہو یعنی چھت میں ہو، یا سامنے ہو
ں تصویر کی عبادت کے ساتھ مشابہت ہے۔ نیز حدیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ہم (یعنی
تے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو۔ البتہ اگر تصویر بہت چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھ دو تو کھڑے ہو کر نہ دکھائی
ا ہو یا مٹا ہوا ہو یا غیر جاندار مثلاً درخت یا مکان وغیرہ کسی چیز کا نقشہ بنا ہو تو ان کا کچھ حرج نہیں ایسی تصویر
چاہے جس طرف ہو اس لئے کہ ان کی عبادت نہیں کی جاتی۔ (در مختار بحوالہ بہشتی زیور، مراق مع طحطاوی)
یاں چٹخانا ہے۔
، ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا یعنی دبا کر یا کھینچ کر آواز نکالنا چاہے ایک ہی
ﷺ نے نماز کی حالت میں ایسا کرنے سے روکا ہے۔ پھر جس طرح نماز میں مکروہ ہے اسی طرح نماز
، مسجد میں، تو بھی ایسا کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ البتہ نماز کے علاوہ اگر صحیح مقصد کی بنیاد پر انگلیاں چٹخائی
کے تشبیک کی جائے تو پھر مکروہ نہیں۔ اور صحیح مقصد یہ ہے کہ انگلیوں کی ورزش مقصود ہو۔ ورنہ تو
ں بھی مکروہ ہے۔ (در مختار مع رد المحتار، طحطاوی مع مراقی الفلاح)
) اَلْإِقْعَاءُ۔ (۲۱) إِفْتِرَاشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُوْدِ۔ (۲۲) وَضْعُ يَدَيْهِ عَلٰى خَاصِرَتِهٖ۔
يْهِ۔ (۲٤) اَلصَّلَاةُ فِي الْإِزَارِ وَحْدَهٗ، أَوْ فِي السِّرْوَالِ وَحْدَهٗ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلٰى لُبْسِ
فَ الرَّأْسِ لِغَيْرِ عُذْرٍ، أَوْ لِغَيْرِ مَصْلَحَةٍ۔ (۲٦) اَلصَّلَاةُ خَلْفَ الصَّفِّ الَّذِيْ فِيْهِ

وَسَعَةٌ لِلْقِيَامِ۔ (۲۷) عَدُّ الْاٰيَاتِ وَالتَّسْبِيْحِ بِالْاَصَابِعِ۔ (۲۸) مَسْحُ تُرَابٍ لَا يُؤْذِيْهِ مِنَ الْوَجْهِ فِيْ أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ (۲۹) اَلْاِقْتِصَارُ فِي السُّجُوْدِ عَلَى الْجَبْهَةِ بِدُوْنِ عُذْرٍ۔ (۳۰) اَلصَّلَاةُ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ إِذَا كَانَتْ نَفْسُهُ تَمِيْلُ إِلَى الطَّعَامِ۔

حلِّ لغات: اَلتَّرَبُّعُ، چارزانو ہو کر بیٹھنا۔ مصدر ہے باب تفعّل کا صحیح سے۔ اَلْاِقْعَاءُ، مصدر ہے باب افعال کا بمعنی کتّے کی طرح چوتڑ پر بیٹھنا۔ خَاصِرَةٌ؛ بمعنی پہلو۔ جمع خَوَاصِرُ۔ تَشْمِيْر؛ مصدر ہے باب تفعیل کا بمعنی سمیٹنا۔ سِرْوَالٌ، بمعنی پائجامہ، شلوار۔ جمع سَرَاوِيْل۔ تَمِيْلُ، صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف یائی از باب ضرب بمعنی رغبت کرنا۔

ترجمہ: (۱۹) بلا عذر چارزانو ہو کر بیٹھنا۔ (۲۰) کتّے کی طرح بیٹھنا۔ (۲۱) سجدہ میں دونوں کلائیوں کو بچھانا۔ (۲۲) پہلو پر ہاتھ رکھنا۔ (۲۳) کہنیوں سے آستین چڑھانا۔ (۲۴) ایک ہی تہبند یا ایک ہی شلوار میں نماز پڑھنا باوجودیکہ قمیص پہننے پر قدرت ہو۔ (۲۵) بغیر کسی عذر یا مصلحت کے ننگے سر نماز پڑھنا۔ (۲۶) اُس صف کے پیچھے نماز پڑھنا جس میں کھڑے ہونے کے لئے خالی جگہ اور گنجائش ہو۔ (۲۷) آیتوں اور تسبیحات کو انگلیوں پر گننا۔ (۲۸) دورانِ نماز چہرے سے اُس مٹی کو پونچھنا جو تکلیف نہ دے۔ (۲۹) بلا کسی عذر کے سجدے میں پیشانی پر اکتفاء کرنا۔ (۳۰) کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا جبکہ طبیعت کھانے کی طرف مائل ہو۔

تشریح: (۱۹) انیسواں مکروہ یہ ہے کہ بغیر عذر کے حالتِ نماز میں چارزانو ہو کر بیٹھنا جس کو آلتی پالتی یا چوکڑی مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح بیٹھنے میں قعدۂ مسنونہ کا ترک لازم آتا ہے، البتہ اگر کسی دکھ، بیماری، درد کی وجہ سے چارزانو ہو کر بیٹھے تو پھر مکروہ نہیں کیونکہ عذر کی وجہ سے تو واجب کو چھوڑنے کی بھی اجازت ہے۔ البتہ بغیر نماز کے چارزانو ہو کر بیٹھنے میں کوئی کراہت نہیں اس لئے کہ آپ ﷺ سے اس طرح بیٹھنا ثابت ہے۔ (در مختار مع ردالمحتار، طحطاوی، مراقی الفلاح)

(۲۰) بیسواں مکروہ: یہ ہے کہ آدمی نماز میں کتّے کی طرح بیٹھے جس کی صورت یہ ہے کہ سُرین زمین پر رکھے اور رانوں کو کھڑا کرکے دونوں گھٹنوں کو سینے سے ملائے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دے یہ بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے آپ ﷺ نے تین کاموں سے منع فرمایا: ایک یہ کہ کوئے کی طرح چونچ مارنے سے، یعنی جلدی سجدہ کرنے سے جیسا کہ کوّا زمین سے دانہ اٹھاتا ہے اور دوسرا کتے کی طرح بیٹھنے سے اور تیسرا لومڑی کی طرح ہاتھ بچھانے سے یعنی سجدے کی حالت میں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس طرح بیٹھنے سے مسنون جلسہ کو چھوڑنا لازم آتا ہے۔ (در مختار مع ردالمحتار، مراقی مع طحطاوی، نہر الفائق)

(۲۱) اکیسواں مکروہ: حالتِ سجدہ میں کہنیوں کو زمین پر بچھانا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے نیز یہ سستی اور کاہلی کی نشانی ہے لیکن مردوں کے لئے ہے۔ عورتیں کہنیوں کو بچھائیں گی۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع ردالمحتار)

(۲۲) بائیسواں مکروہ: نمازی کا حالتِ نماز میں خاصرہ (کوکھ) پر ہاتھ رکھنا۔ خاصرہ پسلی کے نیچے سے لے کر سُرین کی بالائی ہڈی کے سرے تک اس درمیانی حصہ کو کہتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے نیز اس طرح ہاتھ رکھنے میں مسنون قیام کو چھوڑنا لازم آتا ہے۔ اور یہ متکبر لوگوں کا فعل ہے اس لئے بھی مکروہ ہے۔ نیز نماز کے باہر بھی اس طرح کھڑا ہونے کو مکروہ کہا گیا ہے۔ (در مختار مع ردالمحتار، طحطاوی مع مراقی، قاموس)

(۲۳) تئیسواں مکروہ: کہنیاں کھلی رکھنا کیونکہ اس میں تکبّر اور لا پرواہی ہے جو نماز کے منافی ہے، یہ اس وقت ہے کہ نماز سے پہلے کسی کام کے لئے آستین چڑھالے یا وضو کیلئے آستین چڑھالے اور پھر امام کے ساتھ رکعت پانے کے لئے جلدی سے اسی طرح نماز شروع کردے، لیکن اگر نماز میں آستین چڑھالی تو پھر نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ عملِ کثیر ہے اور عملِ کثیر کے پائے جانے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، پھر اگر نماز سے پہلے آستینیں چڑھائی ہوئی تھیں کہ اسی حالت میں نماز شروع کردی تو اب عملِ قلیل کے ذریعہ آہستہ آہستہ آستین ڈھیلے کر کے کہنیوں کو ڈھانک لے۔ (در مختار مع رد المحتار، طحطاوی مع مراقی، کبیری، قاموس)

(۲۴) چوبیسواں مکروہ: یہ ہے کہ قمیص پہننے پر قدرت ہے اس کے باوجود صرف شلوار پہن کر یا صرف تہبند یعنی لُنگی باندھ کر نماز پڑھے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "تم میں سے کوئی اس حال میں نماز نہ پڑھے کہ کپڑے میں سے کچھ اس کے کندھے پر نہ ہو"۔ (بخاری و مسلم) اس طرح آدھا جسم (اگر چہ وہ ستر میں داخل نہیں) کھول کر نماز پڑھنا یہ سُستی اور غفلت اور ادب کی کمی کی وجہ سے ہے۔ ہاں اگر عذر ہے مثلاً کپڑا نہیں تو پھر بلا کراہت جائز ہے۔ پھر مرد کے لئے مستحب یہ ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے (۱) تہبند یا شلوار، (۲) قمیص، (۳) پگڑی۔

(۲۵) پچیسواں مکروہ: بغیر کسی مجبوری اور بغیر کسی مصلحت اور مقصد کے خالص سُستی کی وجہ سے اور نماز کے معاملہ کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے اور ٹوپی کو سر پر بوجھ سمجھنے کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا، اس لئے کہ ننگے سر نماز پڑھنے سے وقار اور سنجیدگی جو نماز کی شان ہے فوت ہو جاتی ہے۔ مجبوری سے مراد یہ ہے کہ ٹوپی نہیں ہے پاس، اور مصلحت سے مراد یہ ہے کہ تذلُّل اور عاجزی ظاہر کرنے کے لئے ننگے سر نماز پڑھے۔ اور اگر کوئی استخفاف یعنی نماز کو ہلکا سمجھ کر ننگے سر نماز پڑھے (نعوذ باللہ) تو کافر ہو جائے گا۔ (رد المحتار، طحطاوی، مراقی، کبیری)

(۲۶) چھبیسواں مکروہ: ایسی صف کے پیچھے کھڑا ہونا جس میں کھڑے ہونے کی گنجائش ہو، بشرطیکہ اقتداء کی نیت ہو اس لئے کہ صف کی کشادگی کو پُر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جو صف میں خالی جگہ بھر دے اللہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اور دس گناہ مٹا دیتا ہے اور دس درجات بلند فرما دیتا ہے۔ اور اگر اکیلئے نماز پڑھنے کے لئے صف کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے۔ (طحطاوی مع مراقی، در مختار)

(۲۷) ستائیسواں مکروہ: آیتوں یا تسبیحات کو نماز میں انگلیوں پر گننا۔ کیونکہ یہ اعمالِ نماز میں سے نہیں خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔ لیکن اگر صرف انگلیوں کے سِروں کو دبائے یا دل میں یاد رکھے تو پھر مکروہ نہیں۔ البتہ زبان سے گننا نماز کو فاسد کرتا ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، تسہیل، در مختار مع رد المحتار، کبیری)

(۲۸) اٹھائیسواں مکروہ: دورانِ نماز پیشانی سے وہ مٹی دور کرنا جو تکلیف دِہ نہ ہو، اس لئے کہ یہ عبث اور فضول کام ہے۔ ہاں اگر کوئی کنکر وغیرہ لگا ہے اور تکلیف ہو رہی ہے تو بلا کراہت دور کر سکتا ہے۔ یہی حال پسینہ پونچھنے کا بھی ہے۔ اگر کوئی تکلیف ہو مثلاً آنکھوں میں جا کر تکلیف دے تو پھر پیشانی سے پسینہ خشک کرنا مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے۔ (طحطاوی مع مراقی، غنیۃ المستملی)

(۲۹) انتیسواں مکروہ: ناک کو چھوڑ کر صرف پیشانی پر سجدہ کرنا جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو تو صرف پیشانی پر سجدہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کا الٹ کرے کہ صرف ناک پر سجدہ کرے تو اگر عذر ہے تو نماز جائز ہے لیکن بلا عذر صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ہی ادا نہ ہو گا۔

(۳۰) تیسواں مکروہ: کھانا موجود ہو اور طبیعت اس کی طرف مائل ہو اس حالت میں نماز ادا کرنا، یہ اس لئے مکروہ ہے تا کہ خشوع فوت نہ ہو، نیز اس لئے بھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کھانے کی موجودگی میں جب کہ طبیعت کا تقاضہ بھی ہو اور وقت میں گنجائش بھی ہو تو ایسی حالت میں جو نماز پڑھی جائے گی وہ خشوع کے فوت ہو جانے کی وجہ سے کامل نہ ہو گی۔ یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس کی موجودگی خشوع میں خلل انداز ہو اور دل کو غافل کرے۔ لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب وقت میں ابھی کافی گنجائش ہو ورنہ تو نماز کو مقدم کیا جائے تا کہ نماز قضاء نہ ہو، اگرچہ طبیعت کھانے کی طرف مائل ہو اور کھانا موجود بھی ہو۔ (مراقی مع طحطاوی، بحر الرائق، قاموس الفقہ)

(٣١) تَعْيِينُ سُوْرَةٍ لَا يَقْرَأُ غَيْرَهَا۔ (٣٢) تَكْرَارُ قِرَاءَةِ سُوْرَةٍ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْفَرْضِ إِذَا كَانَ يَحْفَظُ غَيْرَهَا۔ (٣٣) اَلْقِرَاءَةُ فِي الْفَرَائِضِ عَلَى خِلَافِ تَرْتِيبِ السُّوَرِ عَمْداً۔ (٣٤) تَطْوِيلُ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ عَلَى الرَّكْعَةِ الْأُولَى تَطْوِيلاً فَاحِشاً۔ (٣٥) تَحْوِيلُ أَصَابِعِ يَدَيْهِ أَوْ رِجْلَيْهِ عَنِ الْقِبْلَةِ فِي السُّجُودِ. أَوْ غَيْرِهِ۔ (٣٦) اَلسُّجُودُ عَلَى كَوْرِ عِمَامَتِهِ. أَوْ عَلَى صُوْرَةِ ذِي رُوحٍ۔ (٣٧) اَلْفَصْلُ فِي الْفَرَائِضِ بَيْنَ سُوْرَتَيْنِ قَرَأَهُمَا بِسُوْرَةٍ قَصِيرَةٍ. كَأَنْ قَرَأَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى سُوْرَةَ التَّكَاثُرِ. وَقَرَأَ فِي الثَّانِيَةِ سُوْرَةَ الْهُمَزَةِ وَتَرَكَ بَيْنَهُمَا سُوْرَةَ الْعَصْرِ۔ (٣٨) تَرْكُ وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ فِي الرُّكُوعِ۔ (٣٩) تَرْكُ وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْفَخِذَيْنِ فِي التَّشَهُّدِ. وَفِي الْجَلْسَةِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔ (٤٠) اَلتَّثَاؤُبُ: فَإِنْ غَلَبَ عَلَيْهِ التَّثَاؤُبُ. فَلْيَكْظِمْ بِأَنْ يَضَعَ ظَاهِرَ يَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى فَمِهِ۔ (٤١) رَدُّ السَّلَامِ۔ (٤٢) أَخْذُ الْقَمْلَةِ وَقَتْلُهَا۔

حلِّ لغات: تَحْوِيل؛ بمعنی ہٹانا۔ كَوْرٌ؛ بمعنی عمامہ کا پیچ۔ جمع أَكْوَارٌ۔ عِمَامَةٌ؛ بمعنی پگڑی۔ جمع عَمَائِمُ۔ اَلتَّثَاؤُبُ؛ مصدر ہے باب تفاعل کا مہموز العین سے بمعنی جمائی لینا۔ فَلْيَكْظِمْ؛ صیغہ واحد مذکر غائب بحث امر غائب معروف بمعنی دبانا، بند کرنا۔ فَمٌ؛ بمعنی منہ۔ جمع أَفْوَاهٌ۔ اَلْقَمْلَةُ؛ بمعنی جوں۔

تنبیہ: ایک ہے اَلْقُمَّلَةُ بمعنی چچڑی، چھوٹی چیونٹی۔ یہاں پہلا درست ہے۔

ترجمہ: (۳۱) کسی سورت کو (کسی خاص نماز میں قرأت کے لئے) متعیّن کرنا۔ (۳۲) فرض نماز کی دو رکعتوں میں ایک سورت کو دُہرانا جبکہ اس کے علاوہ بھی کوئی سورت یاد ہو۔ (۳۳) فرض نمازوں میں جان بوجھ کر سورتوں کی ترتیب کے خلاف قرأت کرنا۔ (۳۴) دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے کافی لمبی کرنا۔ (۳۵) سجدہ یا سجدہ کے علاوہ کسی حالت میں ہاتھ یا پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ سے پھیرنا۔ (۳۶) اپنی پگڑی کے پیچ پر یا کسی جاندار کی تصویر پر سجدہ کرنا۔ (۳۷) فرض نمازوں میں دو سورتوں کے درمیان جو اس نے پڑھی ہیں ایک چھوٹی سورت کے ذریعہ فصل کرنا۔ جیسا کہ پہلی رکعت میں سورۂ تکاثر پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ ہُمزہ پڑھے اور ان دونوں کے درمیان سورۂ عصر چھوڑ دے۔ (۳۸) حالت رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے کو چھوڑنا۔ (۳۹) حالتِ تشہد میں، نیز دو سجدوں کے درمیان

جلسہ میں دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنے کو چھوڑنا۔ (۴۰) جمائی لینا۔ پس اگر جمائی غالب آجائے تو چاہیئے کہ دبائے اس طور پر کہ دائیں ہاتھ کے پشت کو اپنے منہ پر رکھے۔ (۴۱) اشارے سے سلام کا جواب دینا۔ (۴۲) جوں پکڑنا اور اس کو مارنا۔

تشریح: (۳۱) اکتیسواں مکروہ: سورۂ فاتحہ کے علاوہ کسی خاص سورت کو کسی خاص نماز میں قرأت کے لئے متعین کرلینا کہ اس نماز میں اسی خاص سورت کو پڑھنا اس کے علاوہ نہ پڑھنا، اس لئے کہ اس میں باقی قرآن کو چھوڑنا لازم آتا ہے۔ ہاں اگر کوئی سورت پڑھنا آسان ہے یا احادیث میں کسی خاص نماز میں رسول اللہ ﷺ کے جن سورتوں کے پڑھنے کا اہتمام مذکور ہے ان کو تبرکاً اور اتباعِ سنت کی وجہ سے پڑھنا مکروہ نہیں۔ البتہ کبھی کبھی چھوڑ دینا مسنون ہے تاکہ اس کے واجب ہونے کا وہم پیدا نہ ہو۔ جیسا کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ الٓم سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ دہر پڑھنا۔ (مراقی مع طحطاوی)

(۳۲) بتیسواں مکروہ: یہ ہے کہ فرائض میں ایک ہی سورت کو دہرانا مثلاً سورۂ اخلاص پہلی رکعت میں بھی پڑھنا اور دوسری رکعت میں بھی، کیونکہ یہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں۔ لیکن یہ اس وقت مکروہ ہے جبکہ اس سورت کے علاوہ کوئی اور سورت بھی یاد ہو یا کوئی اور ضرورت ہو مثلاً پہلی رکعت میں بھول سے "قل اعوذ برب الناس" پڑھ لی تو اب ظاہر ہے کہ دوسری رکعت میں دوبارہ اس کو پڑھنا ہوگا۔ اور اگر کوئی اور سورت یاد نہیں تو پھر مکروہ نہیں لیکن دیگر سورتیں یاد کرنی چاہیئے پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرض نمازوں میں اس کو مکروہ قرار دیا اس لئے کہ نوافل میں بڑی گنجائش ہے اس لئے کہ آپ ﷺ سے نیز سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے تہجد کی نماز میں ایک ہی آیت کو بار بار دہرانا ثابت ہے حتّٰی کہ بعض تو پوری رات ایک ہی آیتِ عذاب یا ایک ہی آیتِ رحمت پڑھتے پڑھتے گذار دیتے تھے۔ (طحطاوی مع مراقی، فتاوی قاضیخان)

(۳۳) تینتیسواں مکروہ: فرض نمازوں میں سورتوں کی قرآنی ترتیب کے خلاف قرأت کرنا یعنی پہلے کی سورت بعد میں اور بعد کی سورت پہلے پڑھنا۔ کیونکہ سورتوں میں ترتیب کی رعایت رکھنا یہ قرأت کے واجبات میں سے ہے۔ لہٰذا جان بوجھ کر ایسا کرنا مکروہ ہوگا چنانچہ اگر کسی نے پہلی رکعت میں بھول کر سورۂ "قل اعوذ برب الناس" پڑھی تو اب دوسری رکعت میں بھی یہی سورت دہرائے پیچھے "قل اعوذ برب الفلق" پر نہ آئے کیونکہ ایک ہی سورت کو دہرانا اتنا بُرا نہیں جتنا قرآن کو الٹا پڑھنا۔ البتہ نوافل میں کسی بھی طریقہ پر پڑھنے کی گنجائش ہے لیکن خلافِ ترتیب پڑھنا پھر بھی بہتر نہیں۔

تنبیہ: بچوں کو جو قرآن الٹا پڑھنے کی اجازت ہے یہ حفظ کی آسانی کے لئے ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، کبیری، در مختار مع ردالمحتار)

(۳۴) چونتیسواں مکروہ: دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے تطویل فاحش کے ساتھ طویل کرنا۔ اور یہ بات تمام نمازوں میں ہے چاہے فرائض ہوں یا نوافل۔

اب یہاں دو باتیں سمجھنے کی ہیں: (۱) ایک تطویل فاحش کی مقدار اور وہ یہ ہے کہ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے تین یا اس سے زیادہ آیات کے بقدر لمبا کیا جائے۔ مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ عصر پڑھنا اور دوسری رکعت میں سورۂ ہُمزہ پڑھنا کہ پہلی میں تین آیات ہیں اور دوسری میں نو آیتیں ہیں لہٰذا تین آیات سے کم دوسری رکعت کو لمبا کرنا مکروہ نہ ہوگا جیسا کہ آپ ﷺ نے فجر کی نماز میں "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" کی تلاوت فرمائی حالانکہ سورۂ الناس سورۂ الفلق سے ایک آیت کے ساتھ لمبی ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ بعض نمازوں میں دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبا کرنا حدیث سے ثابت ہے لہٰذا وہ مکروہ نہیں جیسے آپ ﷺ جمعہ، عیدین کی نمازوں میں پہلی رکعت میں سورۂ الاعلی اور دوسری رکعت میں سورۂ الغاشیہ پڑھتے تھے حالانکہ سورۂ الغاشیہ سورۂ الاعلی سے سات آیات کی مقدار لمبی ہے۔ (در مختار مع ردالمحتار، طحطاوی مع مراقی، کبیری)

(۳۵) پینتیسواں مکروہ: رکوع، سجدہ میں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ سے منحرف ہونا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے حتی الامکان اعضاء کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ نیز اس میں مسنون طریقہ کو چھوڑنا لازم آتا ہے۔ (طحطاوی مع مراقی)

(۳۶) چھتیسواں مکروہ: عمامہ یعنی پگڑی کے پیچ یعنی لپیٹ پر سجدہ کرنا بغیر کسی ضرورت کے مثلاً گرمی، سردی، زمین کے پتھر وغیرہ۔

تنبیہ: یہ اس وقت ہے کہ جب پگڑی کی لپیٹ اور پیچ پیشانی پر ہو، لیکن اگر پگڑی کا بل سر پر لپیٹا ہے اور اس پر کسی نے سجدہ کیا اور پیشانی سجدہ میں نہیں رکھی تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی اس لئے کہ سجدہ ادا نہیں ہوا۔ (مراقی مع طحطاوی، کبیری)

اِسی طرح جاندار کی تصویر پر سجدہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں بت پرستوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے اور بت پرستوں کی مشابہت مکروہ ہے۔ نیز اس میں تصویر کی تعظیم بھی ہے۔

(۳۷) سینتیسواں مکروہ: دو سورتوں کے درمیان ایک چھوٹی سورت کو چھوڑ دینا۔ البتہ یہ فرض میں مکروہ ہے نفل نماز میں نہیں۔ اس لئے کہ اس طرح کرنے میں قرآن کو چھوڑنے کا شبہ ہے۔ پھر فرض میں بھی اس وقت مکروہ ہے کہ جب دو سورتوں کے درمیان چھوٹی سورت چھوڑ دی جائے جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مثال دی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی بڑی سورت چھوڑ دی جائے جو دو چھوٹی سورتوں کے برابر ہو جیسے سورۂ الشمس کے بعد سورۂ الضحیٰ پڑھنا اور سورۂ اللیل کو درمیان میں چھوڑ دینا، تو یہ مکروہ نہیں۔ (ردالمحتار، مراقی مع طحطاوی)

(۳۸) اڑتیسواں مکروہ، اور (۳۹) انتالیسواں مکروہ: ترجمہ سے واضح ہیں کہ ان میں ہاتھ اپنی مقررہ جگہ پر نہ رکھنے سے سنت کو چھوڑنا لازم آتا ہے جو مکروہِ تنزیہی ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔ اسی طرح حالتِ قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نہ رکھنا بھی خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، کبیری)

(۴۰) چالیسواں مکروہ: ضرورتِ شدیدہ کے بغیر جمائی لینا، اس لئے کہ یہ سُستی اور پیٹ بھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے آتی ہے۔ پس اگر کسی پر غالب آجائے تو حتی الامکان روک لے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہونٹوں کو دانتوں سے دبائے اور اگر پھر بھی نہ رُکے تو ہاتھ کے پشت سے یا آستین سے منہ ڈھک لینا چاہیئے۔ حالتِ قیام میں دائیں ہاتھ کی پشت سے اور دوسرے مواقع میں بائیں ہاتھ کی پشت سے۔ اگر جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ نہ رکھا جائے تو حدیث کی رُو سے شیطان منہ کے اندر داخل ہوتا ہے، اس لئے آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جتنا ہو سکے اس کو روکو۔ اور جمائی کے وقت ہاہا کی آواز نہ نکالو کہ اس سے شیطان ہنستا ہے۔ اسی طرح انگڑائی لینا بھی مکروہ ہے کہ سُستی اور غفلت کی دلیل ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، غنیۃ المستملی)

(۴۱) اکتالیسواں مکروہ: سلام کا جواب سر یا ہاتھ کے اشارے سے دینا۔ کیونکہ یہ معنوی جواب ہے۔ تو جس طرح زبان سے حقیقۃً جواب دینا مفسدِ نماز ہے اسی طرح اشارے سے جواب دینا مکروہ ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، غنیۃ المستملی، در مختار مع ردالمحتار)

(۴۲) بیالیسواں مکروہ: جوں وغیرہ مثلاً کھٹمل کو پکڑنا اور مارنا لیکن یہ اس وقت مکروہ ہے جبکہ عذر نہ ہو مثلاً کاٹنے کا ڈر نہ ہو اور اگر عذر ہو مثلاً جوں، چیونٹی وغیرہ کے کاٹنے سے توجہ خراب ہوتی ہو تو پکڑ کر مارنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ عمل قلیل سے ہو۔ اس لئے کہ اب نہ مارنے میں اور چھوڑنے سے خشوع ختم ہو گا اور کاٹنے کی صورت میں دل تکلیف کی طرف متوجہ ہو گا۔ (مراقی مع طحطاوی، غنیۃ المستملی)

(٤٣) أَنْ يُصَلِّيَ وَقَدْ شَدَّ رَأْسَهُ بِالْمِنْدِيْلِ، وَتَرَكَ وَسْطَهُ مَكْشُوْفاً۔ (٤٤) أَنْ يُصَلِّيَ وَهُوَ عَاقِصٌ شَعْرَهُ۔ (٤٥) أَنْ يَرْفَعَ ثَوْبَهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ أَوْ مِنْ خَلْفِهِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ، وَالسُّجُوْدِ خَوْفاً مِنْ أَنْ يَتَلَوَّثَ بِالتُّرَابِ۔ (٤٦) سَدْلُ ثَوْبِهِ بِأَنْ يَجْعَلَ الثَّوْبَ عَلَى رَأْسِهِ، أَوْ عَلَى كَتِفَيْهِ، وَتَرَكَ جَانِبَيْهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَضُمَّهُمَا۔ (٤٧) سَدْلُ إِزَارِهِ، أَوْ سِرْوَالِهِ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔ (٤٨) اَلرُّكُوْعُ قَبْلَ تَمَامِ الْقِرَاءَةِ وَإِكْمَالُهَا فِي الرُّكُوْعِ۔ (٤٩) قِيَامُ الْإِمَامِ بِجُمْلَتِهِ فِي الْمِحْرَابِ بِدُوْنِ عُذْرٍ۔ (٥٠) قِيَامُ الْإِمَامِ وَحْدَهُ فِي مَكَانٍ مُرْتَفِعٍ بِقَدْرِ ذِرَاعٍ، أَوْ فِي مَكَانٍ مُنْخَفِضٍ بِدُوْنِ عُذْرٍ، فَإِنْ قَامَ مَعَهُ وَاحِدٌ مِنَ الْمُقْتَدِيْنَ، فَلَا تُكْرَهُ الصَّلَاةُ۔ (٥١) تَغْمِيْضُ عَيْنَيْهِ لِغَيْرِ مَصْلَحَةٍ۔ (٥٢) رَفْعُ عَيْنَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ۔

حلِّ لغات: شَدَّ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی باندھنا۔ اَلْمِنْدِيْل؛ بمعنی رومال۔ جمع مَنَادِيْلُ۔ عَاقِصٌ؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل صحیح از باب ضرب بمعنی بالوں کی چوٹی بنانا، جوڑا باندھنا۔ يَتَلَوَّثُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف واوی از باب تفعّل بمعنی کپڑوں کا کیچڑ یا مٹی میں لتھڑنا، خراب ہونا۔ سَدْلٌ؛ مصدر ہے باب نصر، ضرب سے بمعنی کپڑا، یا بال لٹکانا۔ إِزَارٌ؛ بمعنی تہبند۔ سِرْوَال؛ بمعنی شلوار۔ مُنْخَفِضٌ؛ بمعنی پست ہونا صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل صحیح از باب انفعال۔ تَغْمِيْضٌ؛ مصدر ہے باب تفعیل کا بمعنی آنکھ بند کرنا۔ (مصباح اللغات)

ترجمہ: (۴۳) یہ کہ نماز اس حال میں پڑھے کہ اپنا سر رومال سے باندھ لے اور سر کے درمیانی حصہ کو کھلا چھوڑ دے۔ (۴۴) یہ کہ نماز اس حال میں پڑھے کہ اپنے بالوں کا جوڑا باندھے ہوئے ہو۔ (۴۵) یہ کہ رکوع اور سجدہ کی حالت میں اپنے سامنے سے یا پیچھے سے اپنا کپڑا اٹھائے، کپڑوں کے مٹی میں لتھڑنے کے ڈر سے۔ (۴۶) نمازی کا اپنا کپڑا لٹکانا اس طور پر کہ کپڑا سر پر یا کندھوں پر ڈال دے اور اس کے دونوں کنارے چھوڑ دے ان کو آپس میں ملائے بغیر۔ (۴۷) اپنی تہبند یا شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔ (۴۸) قرأت پوری ہونے سے پہلے رکوع کرنا اور قرأت کو رکوع میں پورا کرنا۔ (۴۹) امام کا بغیر کسی مجبوری کے پورا محراب کے اندر کھڑا ہونا۔ (۵۰) امام کا تنہا بغیر کسی مجبوری کے ایک ہاتھ کے بقدر اونچی جگہ میں یا پست جگہ میں کھڑا ہونا، پس اگر امام کے ساتھ مقتدیوں میں سے کوئی ایک شخص کھڑا ہو جائے تو نماز مکروہ نہ ہو گی۔ (۵۱) نمازی کا اپنی آنکھوں کو بغیر کسی مصلحت کے بند کرنا۔ (۵۲) آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا۔

تشریح: (۴۳) تینتالیسواں مکروہ: یہ ہے کہ سر کے ارد گرد رومال یا پگڑی لپیٹے اور درمیانی حصہ سر کا یعنی کھوپڑی کو کھلا رکھے اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ نیز اس طرح کرنے میں عورتوں اور اُجڈ دیہاتیوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، غنیۃ المستملی)

(۴۴) چوالیسواں مکروہ: یہ ہے کہ نمازی نماز اس حال میں پڑھے کہ وہ معقوص الشعر ہو یعنی بالوں کو سر پر یا گُدی پر جمع کر کے گوند سے چپکا دے یا دھاگے سے باندھ لے تا کہ حالتِ سجدہ میں زمین پر نہ گریں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گذرے جس نے اِس طرح کیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اپنے بالوں کو چھوڑ دے تا کہ تیرے ساتھ سجدہ کریں۔ لیکن یہ کام مکروہ اس وقت ہے کہ نماز سے پہلے اس طرح کر کے نماز میں داخل ہو اگر نماز کے اندر بالوں کا جوڑا باندھا تو عملِ کثیر ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (مراقی مع طحطاوی، تسہیل، در مختار مع رد المحتار)

(۴۵) پینتالیسواں مکروہ: یہ ہے کہ نمازی رکوع، سجدہ کرتے وقت آگے سے یا پیچھے سے اپنے کپڑے سمیٹے تا کہ خاک آلود نہ ہوں کیونکہ ایک تو یہ متکبر لوگوں کا عمل ہے۔ دوسرا اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں اور اپنے بالوں اور کپڑوں کو نہ سمیٹوں۔ لہٰذا آج کل جو یہ دیکھا جاتا ہے کہ کاٹن کا کپڑا پہننے والے بعض لوگ سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے اٹھ کر بیٹھنے کے وقت کپڑا یعنی پیچھے کے دامن کو اٹھا دیتے ہیں تا کہ سلوٹیں نہ پڑیں اور کپڑے بد نما نظر نہ آئیں یہ عمل مکروہ ہے۔ (تسہیل، مراقی مع طحطاوی)

(۴۶) چھیالیسواں مکروہ: "سدل" یعنی نمازی کا حالتِ نماز میں کپڑا لٹکانا ہے۔ اور سدل یہ ہے کہ نمازی کپڑا اپنے کندھوں پر یا سر پر ڈال کر اسکے کنارے دونوں جانب، دائیں بائیں لٹکے چھوڑے اور لپیٹے نہیں۔ لیکن اگر رومال وغیرہ کی ایک جانب کو گلے سے گھما کر کر پر ڈال دیا جائے اور صرف ایک جانب سامنے لٹکتی رہے تو پھر مکروہ نہیں۔ یہ تو چادر اور رومال میں سدل ہے اور جُبّہ میں سدل یہ ہے کہ جُبّہ کندھوں پر ڈال دیا جائے اور اس کے آستینوں میں ہاتھ داخل نہ کئے جائیں بلکہ آستین ویسے ہی لٹکتے رہیں۔ اس کے مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا نیز یہ متکبر اور سست لوگوں کا عمل ہے۔ البتہ نماز کے بغیر اگر تکبر کے طور پر نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، تسہیل، قاموس، غنیۃ المستملی، النہر الفائق، البحر الرائق)

(۴۷) سینتالیسواں مکروہ: ترجمہ سے واضح ہے اور یہ عمل یعنی تہبند، پائجامہ، شلوار ٹخنے سے نیچے لٹکانا نماز کے بغیر بھی مکروہِ تحریمی ہے اور اس طرح کرنے پر ٹخنوں کے جہنم کی آگ میں جلنے کی سخت وعید آئی ہے۔

(۴۸) اڑتالیسواں مکروہ: یہ ہے کہ قرأت ختم کرنے سے پہلے رکوع میں چلا جائے اور باقی ماندہ قرأت رکوع میں مکمل کرے، اسی طرح وہ اذکار جو ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف انتقال کے وقت مشروع ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔ مثلاً تکبیراتِ انتقالات اور تسمیع، ان کو انتقال مکمل ہونے کے بعد کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں سنت کی مخالفت لازم آتی ہے کہ اپنے محل میں چھوڑنا اور غیر محل میں حاصل کرنا لازم آتا ہے۔ مثلاً رکوع کی تکبیر رکوع میں جانے کے بعد کہے یا سمع اللہ لمن حمدہ کھڑے ہونے کے بعد کہے۔ کیونکہ سنت طریقہ یہ ہے کہ مسنون ذکر کی ابتداء انتقال شروع کرتے وقت کی جائے اور اختتام بھی انتقال کے اختتام پر ہو۔ (مراقی مع طحطاوی، رد المحتار)

(۴۹) انچاسواں مکروہ: یہ ہے کہ صرف امام پورا کا پورا محراب کے اندر کھڑا ہو، اس لئے کہ امام کے لئے مخصوص مکان کا انتخاب یہود کا عمل اور طریقہ ہے۔ نیز محراب کے اندر کھڑا ہونے سے مقتدیوں پر امام کی حالت پوشیدہ رہے گی کہ امام اب کونسے رکن میں ہے یا

کونسے رکن سے کونسے رکن کی طرف انتقال کرے گا۔ البتہ اگر امام محراب سے باہر کھڑا ہو صرف سجدہ محراب میں کرتا ہو تو وہ مکروہ نہیں کیونکہ اعتبار قدموں کا ہے اس لئے کہ قیام کی بنیاد قدموں پر ہے۔ یہ اس وقت مکروہ ہے کہ جب کوئی عذر نہ ہو لیکن اگر بنابر عذر مثلاً جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے امام محراب میں کھڑا ہو جائے تو پھر مکروہ نہیں۔

فائدہ: محراب کو محراب اس لئے کہتے ہیں کہ محراب حَرْبٌ بمعنی جنگ سے مشتق ہے چونکہ امام اس میں اپنے نفس یا شیطان سے جھگڑا کرتا ہے اس لئے اس کو محراب کہتے ہیں۔

(۵۰) پچاسواں مکروہ: یہ ہے کہ صرف امام کا ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) یا ایک ہاتھ سے زیادہ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا جبکہ مقتدی سب کے سب نیچے ہوں اسی طرح اس کے برعکس صرف امام کسی نچلی، نشیبی جگہ میں کھڑا ہو اور مقتدی سب کے سب اوپر کسی مکان پر کھڑے ہوں۔ کیونکہ اس میں اہلِ کتاب، یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے امام کے لئے مخصوص مکان کا انتخاب کرتے ہیں۔ نیز ایسی حالت میں دونوں جانب کے مقتدیوں پر امام کی حالت مشتبہ ہو جاتی ہے۔ نیز امام کے نیچے ہونے کی صورت میں امام کی تحقیر لازم آتی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کو ہر محاذ پر کسی بھی عمل میں اہلِ کتاب کے ساتھ تشبُّہ سے روکا گیا ہے اور ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ البتہ اگر امام کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی کھڑے ہوں تو پھر مکروہ نہیں۔ (غنیۃ المستملی، طحطاوی مع مراقی، تسہیل، قاموس الفقہ)

(۵۱) اکاونواں مکروہ: بغیر کسی مصلحت کے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، نیز اس طرح کرنے سے سنت کو چھوڑنا لازم آتا ہے کیونکہ مسنون یہ ہے کہ حالتِ قیام میں سجدہ کی جگہ اور حالتِ رکوع میں پاؤں کی پشت پر اور حالتِ سجدہ میں ناک پر اور حالتِ قعدہ میں گود پر اور حالتِ سلام میں کندھوں پر نگاہ رکھے اور یہی آنکھوں کی عبادت ہے۔ لیکن اگر آنکھیں بند کرنے سے نماز میں دل خوب لگے اور توجہ خوب حاصل ہو تو بند کرنے میں بھی کوئی بُرائی نہیں۔ مصلحت سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو دیکھنے پر آنکھیں بند کرنا جو خشوع کے لئے رکاوٹ بنے اور خالق کائنات سے توجہ ہٹائے۔ (مراقی مع طحطاوی، تسہیل، در مختار)

(۵۲) باونواں مکروہ: یہ ہے کہ نگاہ آسمان کی طرف اٹھائے کیونکہ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، (بخاری) البتہ نماز کے علاوہ آسمان کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ آسمان دُعا کا قبلہ ہے جس طرح کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔ (طحطاوی مع مراقی، غنیۃ المستملی)

ان کے علاوہ بھی علماءِ کرام رحمہم اللہ نے کئی چیزیں مکروہ قرار دی ہیں اُن میں سے بعض یہ ہیں: (۱) امام سے پہلے سر اٹھانا، (۲) نماز کے لئے تکبیرِ تحریمہ کے وقت دوڑنا، (۳) کانوں سے اوپر یا مونڈھوں سے نیچے تک ہاتھ اٹھانا۔ (غنیۃ المستملی) (۴) نمازی کے سامنے سے گذرنا، (۵) منفرد (اکیلے نماز پڑھنے والے) کا صف کے درمیان کھڑا ہونا، (۶) جانوروں کے باڑے میں نماز پڑھنا، (۷) رکوع، سجدے کی تسبیحات چھوڑنا یا تین سے کم کرنا، (۸) قیام، رکوع، سجدہ، تشہد میں مقرر جگہ پر ہاتھ نہ رکھنا، (۹) منہ میں کوئی چیز رکھ کر نماز پڑھنا۔ (۱۰) اسی طرح کپڑا لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ ہاتھ باہر نہ نکل سکے، (۱۱) ناک اور منہ ڈھانک کر رکھنا، (۱۲) قصداً کھانسنا، (۱۳) نماز میں تھوکنا، (۱۴) جمعہ یا سری نمازوں میں ایسی سورت تلاوت کرنا جس میں آیت سجدہ ہو، (۱۵) سجدہ میں جاتے ہوئے بلا عذر گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو

زمین پر رکھنا، عذر ہو تو مضائقہ نہیں، (۱۶) بلا عذر اتنی مقدار چلنا کہ جس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، (۱۷) مسجد میں اپنے لئے کوئی جگہ خاص کرنا۔ (قاموس الفقہ، فتاوی قاضیخان، در مختار مع رد المحتار، بحر الرائق، نہر الفائق، کبیری، طحطاوی)

اَلْأُمُوْرُ الَّتِیْ لَا تُکْرَہُ فِی الصَّلَاۃِ

لَا تُکْرَہُ الْأُمُوْرُ الْاٰتِیَۃُ فِی الصَّلَاۃِ: (۱) اَلْاِلْتِفَاتُ بِالْعَیْنِ مِنْ غَیْرِ تَحْوِیْلِ الْوَجْہِ۔ (۲) اَلصَّلَاۃُ فِیْ مُوَاجَھَۃِ مُصْحَفٍ۔ (۳) اَلصَّلَاۃُ إِلٰی ظَھْرِ رَجُلٍ قَاعِدٍ یَتَحَدَّثُ۔ (٤) اَلصَّلَاۃُ فِیْ مُوَاجَھَۃِ قِنْدِیْلٍ أَوْ سِرَاجٍ۔ (٥) تَکْرَارُ سُوْرَۃٍ فِیْ رَکْعَتَیْنِ مِنَ النَّوَافِلِ۔ (٦) مَسْحُ جَبْھَتِہٖ مِنَ التُّرَابِ أَوْ مِنَ الْحَشِیْشِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الصَّلَاۃِ. وَکَذَا مَسْحُ جَبْھَتِہٖ فِیْ خِلَالِ الصَّلَاۃِ مِنْ حَشِیْشٍ أَوْ تُرَابٍ یُؤْذِیْہِ أَوْ یَشْغَلُہٗ عَنِ الصَّلَاۃِ۔ (٧) قَتْلُ حَیَّۃٍ أَوْ عَقْرَبٍ إِذَا کَانَ یَخَافُ أَذَاھُمَا۔ (٨) نَفْضُ ثَوْبِہٖ کَیْلَا یَلْتَصِقَ بِجَسَدِہٖ فِی الرُّکُوْعِ أَوِ السُّجُوْدِ۔ (٩) اَلسُّجُوْدُ عَلٰی بِسَاطٍ فِیْہِ تَصَاوِیْرُ لِذِیْ رُوْحٍ إِذَا لَمْ یَسْجُدْ عَلٰی تِلْکَ التَّصَاوِیْرِ۔ (١٠) اَلصَّلَاۃُ فِیْ مُوَاجَھَۃِ سَیْفٍ مُعَلَّقٍ۔

حلِّ لغات: مُوَاجَھَۃٌ: مصدر ہے باب مفاعلہ کا مثال واوی سے بمعنی رُوبرو ملاقات کرنا۔ یَتَحَدَّثُ: صیغہ واحد مذکر اثبات فعل مضارع معروف از باب تفعّل بمعنی گفتگو کرنا۔ قِنْدِیْلٌ: بمعنی فانوس، چراغ۔ جمع قَنَادِیْلُ۔ سِرَاجٌ: بمعنی چراغ۔ جمع سُرُجٌ۔ اَلْحَشِیْشُ: بمعنی خشک گھاس۔ خِلَالٌ: بمعنی درمیان۔ یُؤْذِیْہِ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مہموز الفا ناقص یائی از باب افعال بمعنی تکلیف دینا۔ یَشْغَلُ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف از باب فتح بمعنی غافل کرنا۔ حَیَّۃٌ: بمعنی سانپ۔ جمع حَیَّاتٌ۔ عَقْرَبٌ: بمعنی بچھو۔ جمع عَقَارِبُ۔ نَفْضٌ: مصدر ہے باب نصر کا بمعنی کپڑا جھاڑنا۔ یَلْتَصِقُ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افتعال بمعنی چپکنا۔ تَصَاوِیْرُ: جمع منتہی الجموع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور غیر منصرف ہونے کی بنیاد پر اس پر تنوین نہیں ہے۔ (مصباح اللغات بزیادۃ)

ترجمہ: وہ کام جو نماز میں مکروہ نہیں۔ آنے والے کام نماز میں مکروہ نہیں ہیں۔ (۱) چہرہ پھیرے بغیر بذریعہ آنکھ دائیں بائیں توجہ کرنا۔ (۲) قرآن مجید کے سامنے نماز پڑھنا۔ (۳) ایسے شخص کی پشت کی طرف نماز پڑھنا جو بیٹھا باتیں کر رہا ہو۔ (۴) فانوس یا چراغ کی طرف نماز پڑھنا۔ (۵) نفل نماز کی دو رکعتوں میں ایک ہی سورت کو دہرانا۔ (۶) نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی پیشانی سے مٹی یا گھاس پونچھنا۔ اور اسی طرح دورانِ نماز ایسی گھاس یا مٹی سے پیشانی کو صاف کرنا کہ جو تکلیف دہ ہو یا نمازی کو نماز سے غافل کر دے۔ (۷) سانپ اور بچھو کو مارنا جبکہ ان سے تکلیف کا اندیشہ ہو۔ (۸) اپنے کپڑے جھاڑنا تاکہ رکوع یا سجدہ کی حالت میں اس کے جسم کے ساتھ چپک نہ جائیں۔ (۹) ایسے بچھونے پر سجدہ کرنا جس میں جاندار کی تصویریں بنی ہوں جبکہ اُن تصویروں پر سجدہ نہ کرے۔ (۱۰) لٹکی ہوئی تلوار کی طرف نماز پڑھنا۔

تشریح: مکروہاتِ نماز کو بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ ان چیزوں کو بیان فرماتے ہیں جو مکروہ نہیں۔ چنانچہ (۱) ایک ان میں سے یہ ہے کہ اگر صرف گوشۂ چشم کو دائیں بائیں کرلے اور دیکھے تو مکروہ نہیں جبکہ چہرہ اور سینہ قبلہ سے نہ پھیرے لیکن بلا ضرورتِ شدیدہ اس

سے بھی بچنا چاہئے اگرچہ مکروہ نہیں۔ لیکن خلافِ ادب تو بہر حال ہے۔ کیونکہ ادب یہ ہے کہ نگاہ سجدہ کی جگہ پر رہے۔ جس کی تفصیل کراہت کے بیان میں گذر چکی ہے کہ اگر چہرہ پھیرا تو مکروہ ہے اور اگر سینہ پھیرا تو نماز فاسد ہو جائیگی۔(مراقی مع طحطاوی، قاموس)

(۲) اسی طرح قرآن شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ قرآن شریف کی عبادت نہیں کی جاتی جبکہ کراہت ایسی چیزوں کی طرف نماز پڑھنے میں ہے جن کی عبادت کی جاتی ہو۔

(۳) اسی طرح ایسے شخص کی پشت کی طرف نماز پڑھنا مکروہ نہیں جو بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر باتیں کرتا ہو بشرطیکہ باتیں آہستہ کرے کیونکہ اگر بلند آواز سے باتیں کرے تو نمازی کو تشویش ہوگی جو کہ مکروہ ہے۔ یہاں پشت کی قید لگائی ہے لہٰذا اگر سامنے والے شخص کا رخ نمازی کی طرف ہو تو پھر مکروہ ہے۔

(۴) اسی طرح چراغ، فانوس، موم بتی وغیرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں کیونکہ اس میں مجوس کے ساتھ مشابہت لازم نہیں آتی کیونکہ آتش پرست لوگ انگاروں کی عبادت کرتے ہیں جلتی آگ کی عبادت نہیں کرتے۔(مراقی مع طحطاوی، تسہیل، در مختار مع رد المحتار)

(۵) نفل کی دو رکعتوں میں ایک ہی سورت کو دہرانا مثلاً پہلی رکعت میں بھی سورۂ اخلاص اور دوسری رکعت میں بھی سورۂ اخلاص پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ نوافل کا باب بڑا وسیع ہے اس میں ہر طرح کی گنجائش ہوتی ہے۔ جبکہ فرائض میں اس طرح کرنا مکروہ ہے۔

(۶) نماز سے فراغت پر پیشانی پر لگی ہوئی مٹی یا گھاس کو دور کرنے میں کوئی کراہت نہیں تا کہ صفائی حاصل ہو اور مثلہ یعنی کارٹون بننے سے بچ جائے۔ اسی طرح دورانِ نماز بھی اگر پیشانی پر لگی ہوئی مٹی، گھاس وغیرہ سے تکلیف ہو رہی ہے تو دور کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۷) نماز میں عمل قلیل سے سانپ اور بچھو کو مارنے میں کوئی کراہت نہیں اس لئے کہ آپ ﷺ نے دورانِ نماز سانپ اور بچھو مارنے کا حکم دیا ہے بشرطیکہ ان سے ضرر کا اندیشہ ہو۔ لہٰذا اگر ان سے ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو پھر عملِ قلیل کے ساتھ مارنا بھی مکروہ ہے اور اندیشہ ہو لیکن عمل کثیر سے سانپ بچھو کو قتل کر دیا تو نماز فاسد ہو جائیگی اگرچہ گنہگار نہیں ہوگا۔(مراقی مع طحطاوی، تسہیل الضروری، بہشتی زیور، در مختار مع رد المحتار)

(۸) عمل قلیل کے ساتھ اپنے کپڑوں کو درست کرنا مکروہ نہیں تا کہ کپڑے جسم کے ساتھ پیوست نہ ہوں اور اعضاء کی بناوٹ ظاہر نہ ہو جیسا کہ پیچھے سے دامن کو اسی خیال سے درست کیا جاتا ہے تا کہ سرین کی بناوٹ ظاہر نہ ہو۔(در مختار مع رد المحتار، مراقی مع طحطاوی)

(۹) ایسے بچھونے یا چٹائی یا فرش پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں جس میں تصویریں ہوں کیونکہ بچھونے کی تصویریں روندی جاتی ہیں لہٰذا ان میں تصویروں کی تعظیم نہیں بلکہ ان کی توہین ہے۔ بشرطیکہ سجدہ کی جگہ پر نہ ہوں ورنہ مکروہ ہے۔ کیونکہ سجدہ کی جگہ پر ہونے کی صورت میں بت پرستوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے اور ان کی مشابہت مکروہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کراہت کی بنیاد دو باتوں پر ہے تعظیم اور مشابہت۔(در مختار مع رد المحتار، تسہیل، مراقی الفلاح)

(۱۰) تلوار لٹکی ہوئی ہو اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں کیونکہ تلوار کی بھی عبادت نہیں کی جاتی۔(مراقی)

كَيْفِيَّةُ أَدَاءِ الصَّلَاةِ

إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تُصَلِّيَ فَقُمْ، وَارْفَعْ كَفَّيْكَ حِذَاءَ أُذُنَيْكَ نَاوِياً أَدَاءَ الصَّلَاةِ. ثُمَّ قُلْ: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ». ثُمَّ ضَعْ يَمِيْنَكَ عَلَى يَسَارِكَ تَحْتَ سُرَّتِكَ عَقِبَ التَّحْرِيْمَةِ بِلَا مُهْلَةٍ. ثُمَّ اسْتَفْتِحْ سِرّاً بِقَوْلِ «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَىٰ جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ» ثُمَّ قُلْ سِرّاً: «أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ». ثُمَّ قُلْ سِرّاً «بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ» ثُمَّ اقْرَأْ سُوْرَةَ الْفَاتِحَةِ. فَإِذَا فَرَغْتَ مِنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ قُلْ سِرّاً: «آمِيْن» ثُمَّ اقْرَأْ سُوْرَةً أَوْ ثَلَاثَ آيَاتٍ قِصَارٍ، أَوْ آيَةً طَوِيْلَةً عَلَى الْأَقَلِّ۔

حلّ لغات: حِذَاء؛ بمعنی مقابل اور برابر۔ نَاوِياً؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل لفیف مقرون از باب ضرب بمعنی نیت کرنا۔ عَقِبٌ؛ بمعنی انجام، پیچھے۔ اِسْتَفْتِحْ؛ صیغہ واحد مذکر بحث امر حاضر معروف صحیح از باب استفعال بمعنی شروع کرنا۔ آمِيْن؛ اسم فعل بمعنی قبول کر۔

ترجمہ: ادائیگی نماز کا طریقہ۔ جب تو نماز پڑھنا چاہے تو کھڑا ہو جا اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں کانوں کے برابر اٹھا لے ادائیگی نماز کی نیت کرتے ہوئے پھر کہو اللہ اکبر (اللہ ہر چیز سے بڑا ہے) پھر تکبیر تحریمہ کے بعد بغیر کسی تاخیر کے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھ لے پھر آہستہ آواز سے شروع کر اپنے قول: (اے اللہ ہم تیری پاکی کا اقرار کرتے ہیں اور تیری تعریف کرتے ہیں تیرا نام بہت برکت والا ہے اور تیری بزرگی برتر ہے، تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں) سے۔ پھر اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم آہستہ کہہ (میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان ملعون سے) پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ کہہ (میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے) پھر سورۂ فاتحہ پڑھ، پس جب تو سورۂ فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہو جائے تو آمین آہستہ کہہ۔ پھر کم از کم ایک سورت یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کی قرأت کر۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پہلے نماز کے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، مفسدات، مکروہات کو بیان فرمایا اب یہاں سے نماز پڑھنے کا طریقہ ابتداء سے لیکر انتہاء تک منقول ترتیب کے مطابق بیان کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: جب تُو نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے جو نسی بھی نماز ہو تو کھڑا ہو جا اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اس قدر اٹھا کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے برابر ہو جائیں گویا یہ اٹھانا اشارہ ہے توحید کی طرف یا امور دنیا کو پیٹھ پیچھے پھینکنے کی طرف، اور ہتھیلیوں کے اندرونی حصہ کو قبلہ کی طرف رکھے، نیز ہاتھوں کی انگلیوں کو نہ بالکل کھول کر رکھے نہ بالکل ملا کر بلکہ درمیانی کیفیت پر اور اپنے حال پر چھوڑ دے۔ اور اگر کوئی عذر ہے جس کی وجہ سے ہاتھ کان کی لو تک نہ اٹھا سکے یا ایک ہاتھ اٹھا سکتا ہے دوسرا ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تو پھر بقدرِ امکان جتنا اٹھا سکتا ہے اتنا اٹھائے اور عورت اپنے ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھائے اس طور پر کہ انگلیوں کے سرے کندھوں کے برابر ہوں لیکن ہاتھوں کو دوپٹے سے باہر نہ نکالے۔

نَاوِياً أَدَاءَ الصَّلَاةِ الخ: نماز ادائیگی کی نیت کرتے ہوئے اس لئے کہ نیت شرط ہے۔ پھر اللہ اکبر کہہ اور یہ لفظِ اللہ اکبر کہنا واجب ہے، نیز "را" پر جزم پڑھنا ہے۔

فائدہ: گونگے کے بارے میں حکم یہ ہے کہ وہ تکبیرِ تحریمہ اور قرأت کے لئے زبان ہلائے، پھر تکبیرِ تحریمہ پڑھنے کے بعد ناف کے نیچے اس طرح ہاتھ باندھ کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ہو۔

فائدہ: ہاتھ باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے اوپر رکھی جائے اور کلائی پر خنصر یعنی ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنالیا جائے اور باقی تین انگلیوں کو کلائی پر بچھا دیا جائے، عورت صرف دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر سینہ کے اوپر رکھے گی ہاتھ کا حلقہ نہیں بنائے گی مردوں کی طرح۔

پھر آہستہ سے ثناء پڑھ اور ثناء ہر نمازی پڑھے گا چاہے امام ہو یا مقتدی یا اکیلے نماز پڑھنے والا ہو، البتہ اگر مقتدی ایسے وقت میں امام کی اقتداء کرے کہ امام نے قرأت شروع کر دی ہو تو اب ثنا نہیں پڑھنی چاہیئے بلکہ اسے چاہیئے کہ خاموش ہو کر امام کی قرأت سنے۔ اور ثناء "سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالیٰ جَدُّکَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُکَ" ہے۔ پھر آہستہ سے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھ چونکہ یہ تعوّذ قرأت کے لئے ہے اور مقتدی پر قرأت نہیں اس لئے مقتدی أَعُوْذُ بِاللّٰهِ نہ پڑھے۔ البتہ مسبوق سے جو رکعت رہ گئی ہے اس میں چونکہ اس پر قرأت فرض ہے اس لئے اس کو ثناء کے بعد أَعُوْذُ بِاللّٰهِ بھی پڑھنی چاہیئے۔ پھر آہستہ آواز سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ۔

تنبیہ: ثناء، تعوّذ، تسمیہ یہ سب آہستہ پڑھتے ہیں۔ بسم اللہ نماز میں ہر وہ شخص پڑھے گا جو قرأت کرتا ہے جیسا کہ امام اور منفرد۔ نیز بسم اللہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنی ہوگی چاہے فرض ہو یا نفل۔ پھر سورۂ فاتحہ پڑھ یعنی تعوّذ اور تسمیہ کے بعد پھر جب فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہو جائے تو آہستہ سے آمین کہہ۔ چاہے امام ہو یا مقتدی، تنہا ہو یا جماعت کے ساتھ، نماز سرّی ہو یا جہری ہر حال میں آہستہ آمین کہہ۔

پھر کوئی سورت یا کم از کم چھوٹی تین آیتیں یا ایک بڑی آیت جس کسی سورت سے چاہے پڑھ۔

فائدہ: اگر نمازی الحمد کے بعد سورت پڑھنے کو بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا پھر رکوع میں اس کو یاد آیا تو واپس کھڑا ہو جائے کوئی سورت یا تین آیتیں پڑھ کر پھر رکوع کرے۔

ثُمَّ ارْكَعْ قَائِلاً: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ» مُسَوِّياً رَأْسَکَ بِعَجُزِکَ، اٰخِذاً رُكْبَتَيْکَ بِيَدَيْکَ مُفَرِّجاً أَصَابِعَکَ وَقُلْ وَأَنْتَ رَاكِعٌ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَلَى الْأَقَلِّ. ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَکَ مِنَ الرُّكُوْعِ قَائِلاً: «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ» «رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ» إِلَّا إِذَا كُنْتَ مُقْتَدِياً فَاكْتَفِ بِقَوْلِ: «رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ» وَقُمْ مُطْمَئِنًّا. ثُمَّ كَبِّرْ ذَاهِباً إِلَى السُّجُوْدِ وَاضِعاً رُكْبَتَيْکَ عَلَى الْأَرْضِ. ثُمَّ يَدَيْکَ ثُمَّ وَجْهَکَ بَيْنَ كَفَّيْکَ. وَاسْجُدْ مُطْمَئِنًّا بِأَنْفِکَ، وَجَبْهَتِکَ مُبَاعِداً بَطْنَکَ عَنْ فَخِذَيْکَ وَعَضُدَيْکَ عَنْ جَنْبَيْکَ إِذَا لَمْ يَكُنْ إِزْدِحَامٌ مُوَجِّهاً أَصَابِعَ يَدَيْکَ، وَرِجْلَيْکَ نَحْوَ الْقِبْلَةِ قَائِلاً فِي السُّجُوْدِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَلَى الْأَقَلِّ.

حلّ لغات: مُسَوِّياً؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل لفیف مقرون از باب تفعیل بمعنی برابر کرنا۔ سیدھا کرنا۔ فَاكْتَفِ؛ صیغہ واحد مذکر حاضر بحث امر حاضر معروف ناقص یائی از باب افتعال بمعنی قناعت کرنا۔ إِزْدِحَامٌ؛ مصدر ہے باب افتعال کا صحیح سے بمعنی بھیڑ لگانا۔ مُطْمَئِنًّا؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل رباعی مزید فیہ از باب افعلال بمعنی قرار پکڑنا۔

ترجمہ: پھر "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے ہوئے رکوع کر، اپنے سر کو سُرین کے ساتھ برابر رکھتے ہوئے، اپنے دونوں گھٹنوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے، اپنی انگلیوں کو کھول کر، اور کہہ اس حال میں کہ تو رکوع کرنے والا ہو "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم" (ترجمہ: پاک ہے میرا رب عظمت والا۔) کم از کم تین مرتبہ۔ پھر رکوع سے اپنا سر اٹھا "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" کہتے ہوئے (ترجمہ: اللہ نے سُن لی تعریف اس شخص کی جس نے اس کی تعریف کی اے رب ہمارے! سب تعریفیں تیرے لئے ہیں۔) مگر جبکہ تو اقتداء کرنے والا ہو پس اکتفاء کر "رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" کہنے پر۔ اور اچھی طرح سیدھا کھڑا ہو جا، پھر تکبیر کہہ سجدہ میں جاتے ہوئے، اپنے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھتے ہوئے، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو پھر اپنے چہرے کو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان۔ اور اطمینان سے سجدہ کر ناک اور پیشانی پر، دور رکھتے ہوئے اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے اور اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے جبکہ بھیڑ نہ ہو، ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ رکھتے ہوئے، سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" (ترجمہ: پاک ہے میرا رب اونچی شان والا) کہتے ہوئے۔

تشریح: قرأت پوری کرنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائے جھکنے کی ابتداء کرتے ہی تکبیر کی ابتداء کرے اور رکوع میں پہنچتے ہی تکبیر ختم کرے، نیز تکبیر میں مدّ پیدا نہ کرے کیونکہ لفظِ اللہ کی ابتداء میں مدّ پیدا کرنا اور لفظِ اکبر کی ابتداء میں مدّ پیدا کرنا ازروئے دین خطا ہے جس سے نماز فاسد ہو جائیگی۔ رکوع میں سر اور کمر برابر ہو یعنی سر نہ پیٹھ سے اونچا رکھے اور نہ نیچے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیٹھ کو برابر رکھتے حتی کہ اگر پانی کا پیالہ آپ کی پیٹھ پر رکھ دیتے تو وہ قرار پکڑتا، ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے اور تھامے، انگلیاں خاص طور سے کھول کر اور پھیلا کر رکھے پنڈلیاں سیدھی رکھی جائیں کج رکھ کر رکوع کرنا مکروہ ہے۔

فائدہ: انگلیاں کھلی رکھنا صرف حالتِ رکوع میں مستحب ہے اور صرف مردوں کے لئے سنت ہے عورتوں کے لئے سنت نہیں بلکہ عورت انگلیوں کو ملا کر رکھے نیز گھٹنوں کو پکڑے نہیں بلکہ صرف ہاتھ گھٹنوں پر رکھے۔ انگلیوں کو ضم کرنا اور ملانا صرف سجدہ میں مستحب ہے اور رکوع اور سجدہ کے علاوہ دیگر حالات میں انگلیاں اپنی عادت پر چھوڑ دی جائینگی۔

حالتِ رکوع میں کم سے کم تین یا اس سے بڑھ کر طاق عدد میں سبحان ربی العظیم کہے، تین مرتبہ پڑھنا کامل سنت کا ادنیٰ درجہ ہے صاحب منیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: سات مرتبہ تسبیح پڑھنا کامل سنت ہے اور پانچ مرتبہ اوسط درجہ ہے اور تین مرتبہ ادنیٰ درجہ ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص رکوع کی تسبیح میں عظیم کی "ظا" نہ پڑھ سکے تو سبحان ربی الکریم پڑھے کیونکہ عزیم "زا" کے ساتھ پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائیگی۔ نیز رکوع، سجدہ، تشہد کی حالت میں قرآن کی تلاوت مکروہ ہے۔

پھر "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" کہتے ہوئے رکوع سے سر اٹھائے مگر یہ کہ نماز پڑھنے والا مقتدی ہو تو وہ صرف "رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" پر اکتفاء کرے، "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" نہ کہے باقی امام اور تنہا نماز پڑھنے والا تسمیع اور تحمید دونوں کہیں گے، اور اچھی طرح کھڑا ہو جائے۔ پھر تکبیر کہے سجدہ کے لئے جُھکتے ہوئے۔ جُھکتے ہی تکبیر شروع کرے اور ختم اس وقت ہو کہ پیشانی زمین پر رکھے، سجدہ میں جانے کی کیفیت یہ ہو کہ اول زمین پر گھٹنے رکھے، پھر ہاتھ، اگر اس طرح رکھنے سے کوئی عذر نہ ہو۔ اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں کے درمیان چہرہ رکھے۔ نیز دونوں ہاتھ کانوں کے برابر رکھے۔ اور اطمینان سے سجدہ کرے سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں

زمین پر رہیں۔ پیٹ رانوں سے اور بازو بغلوں سے علیحدہ ہوں کیونکہ جب آپ ﷺ سجدہ فرماتے تو پیٹ رانوں سے جدا رکھتے اور کہنیاں زمین سے اونچی رکھتے حتی کہ اگر بکری کا چھوٹا بچہ درمیان سے گذرنا چاہتا تو گذر سکتا۔ نیز آپ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھ۔

إِذَا لَمْ يَكُنْ إِزْدِحَامٌ: مگر بازوؤں کو بغلوں سے دور رکھنے کا حکم اس وقت ہے کہ نمازی اکیلا ہو، اور اگر صف میں ہو تو اس طرح کرنے میں دوسروں کے لئے حرج ہے اس لئے اس طرح نہ کرے۔ بلکہ صرف کہنیوں کو زمین سے اٹھا کر رکھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُخ رکھ ہاتھ کی انگلیوں کو خوب ملا کر رکھے،

فائدہ: حالتِ سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو زمین پر رکھنا فرض ہے حتی کہ اگر کسی نے سجدہ کیا اور انگلیوں کو زمین سے بلند رکھا اور تھوڑی دیر کے لئے بھی زمین پر نہ رکھا تو سجدہ درست نہیں ہو گا۔

تنبیہ: عورت کے سجدے کا طریقہ یہ ہے کہ خوب سمٹ کر اور دَب کر سجدہ کرے کہ پیٹ کو دونوں رانوں سے اور بازوؤں کو دونوں پہلوؤں سے خوب ملا دیوے اور دونوں کلائیاں زمین پر رکھے پاؤں کھڑے نہ کرے مردوں کی طرح، بلکہ داہنی طرف کو نکال دے۔ اس طرح سجدہ کرنے میں اُس کے لئے زیادہ ستر ہے جو کہ عورت کے حق میں مطلوب ہے۔ کم سے کم تین بار یا اس سے زیادہ طاق عدد میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" کہے۔

ثُمَّ كَبِّرْ رَافِعاً رَأْسَكَ مِنَ السَّجْدَةِ الْأُوْلٰى، وَاجْلِسْ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ مُطْمَئِنًّا، وَاضِعاً يَدَيْكَ عَلٰى فَخِذَيْكَ، ثُمَّ كَبِّرْ، وَاسْجُدْ مَرَّةً ثَانِيَةً، وَسَبِّحْ فِي السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ أَيْضاً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَلَى الْأَقَلِّ۔ ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ مُكَبِّراً لِلنُّهُوْضِ بِلَا إِعْتِمَادٍ عَلَى الْأَرْضِ بِيَدَيْكَ وَبِلَا قُعُوْدٍ، وَهُنَا تَمَّتِ الرَّكْعَةُ الْأُوْلٰى، وَافْعَلْ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلْتَهُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى غَيْرَ أَنَّكَ لَا تَرْفَعُ يَدَيْكَ وَلَا تَقْرَأُ بِدُعَاءِ الْإِسْتِفْتَاحِ، وَلَا تَتَعَوَّذُ فِيْهَا۔

حلِّ لُغات: اَلنُّهُوْض: مصدر ہے باب فتح کا صحیح سے بمعنی اٹھنا، کھڑا ہونا۔

ترجمہ: پھر تکبیر کہہ پہلے سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے اور بیٹھ جا دو سجدوں کے درمیان اچھی طرح اطمینان سے، ہاتھوں کو اپنی رانوں پر رکھتے ہوئے، پھر تکبیر کہہ اور سجدہ کر دوسری مرتبہ اور دوسرے سجدہ میں بھی کم سے کم تین مرتبہ تسبیح (سبحان ربی الاعلیٰ) کہہ، پھر اپنا سر اٹھا کھڑے ہونے کے لئے اللہ اکبر کہتے ہوئے زمین پر ہاتھوں کے ذریعہ سہارا لئے بغیر اور بیٹھے بغیر۔ اور یہاں پر پہلی رکعت پوری ہو گئی۔ اور دوسری رکعت میں کر اُسی جیسا جو تو نے پہلی رکعت میں کیا سوائے اس کے کہ تو اس میں اپنے ہاتھ نہ اٹھائے اور نماز شروع کرنے کی دعا (ثناء) نہ پڑھے اور اعوذ باللہ نہ پڑھے۔

تشریح: پھر پہلا سجدہ مکمل کر کے سر اٹھاتے ہوئے تکبیر کہے کیونکہ آپ ﷺ نماز میں اٹھتے بیٹھتے تکبیر کہا کرتے تھے۔ اور اطمینان کے ساتھ سیدھا ایک لمحہ کے لئے اس طرح بیٹھ جائے کہ ہاتھ رانوں پر رکھے۔ پھر جبکہ اعضاء کی حرکت ختم ہو کر جسم میں سکون آجائے تو تکبیر کہتے ہوئے دوسرے سجدہ میں جائے اور پہلے سجدہ کی طرح یہ سجدہ بھی ادا کرے، پھر جب دوسرا سجدہ اطمینان سے ادا کر کے فارغ

ہو جائے تو کھڑا ہونے کے لئے تکبیر کہے اور سجدہ سے اپنے پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے، بلا عذر نہ آرام لینے کے لئے بیٹھے اور نہ ہی اپنے ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائے، اس لئے کہ آپ ﷺ نماز میں اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ یہاں تک ایک رکعت مکمل ہوگئی پھر دوسری رکعت میں وہ سب کام کرے جو پہلی رکعت میں کئے تھے یعنی قیام، قرأت، اور رکوع وغیرہ البتہ رکعتِ ثانیہ میں ہاتھ نہ اٹھائے کیونکہ ہاتھ اٹھانا صرف آٹھ جگہوں میں ثابت ہے۔(۱) نماز کی ابتداء میں تکبیر کہتے وقت، (۲) وتر میں دعاءِ قنوت شروع کرتے وقت، (۳) عیدین کی تکبیروں میں، (۴) حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت، (۵) صفا پر تکبیر کہتے وقت، (۶) مروہ پر تکبیر کہتے وقت، (۷) عرفات میں، (۸) حج میں شیطان کو کنکریاں مارتے وقت۔ دعاءِ استفتاح یعنی ثنا اور تعوُّذ (اعوذ باللہ) نہ پڑھے کیونکہ یہ دونوں کام نماز میں صرف ایک مرتبہ ثابت ہیں اور وہ نماز کے شروع میں ہیں۔

وَإِذَا فَرَغْتَ مِنْ سَجْدَةِ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ إِفْتَرِشْ رِجْلَكَ الْيُسْرٰى، وَاجْلِسْ عَلَيْهَا، وَانْصِبْ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى مُوَجِّهاً أَصَابِعَهَا نَحْوَالْقِبْلَةِ. وَاضِعاً يَدَيْكَ عَلٰى فَخِذَيْكَ بَاسِطاً أَصَابِعَكَ. ثُمَّ اقْرَإِ التَّشَهُّدَ الَّذِيْ هُوَ مَأْثُوْرٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ: «اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوٰتُ، وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ» مُشِيْراً بِالْمُسَبِّحَةِ فِي الشَّهَادَةِ. فَارْفَعْهَا عِنْدَ قَوْلِكَ: «لَا إِلٰهَ» وَضَعْهَا عِنْدَ قَوْلِكَ: «إِلَّا اللّٰهُ»۔

حلِّ لُغات: إِفْتَرِشْ؛ صیغہ واحد مذکر بحث امر حاضر معروف از باب افتعال بمعنی بچھانا۔ إِنْصِبْ؛ صیغہ واحد مذکر حاضر بحث امر حاضر معروف صحیح از باب ضرب بمعنی کھڑا کرنا۔ مُشِيْراً؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل اجوف واوی از باب افعال بمعنی اشارہ کرنے والا۔ اَلْمُسَبِّحَةُ؛ بمعنی انگشتِ شہادت۔ (مصباح اللغات)

ترجمه: پس جب تو دوسری رکعت کے سجدہ سے فارغ ہو جائے تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھادے اور اس پر بیٹھ جا اور اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کردے اس کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے، اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر رکھتے ہوئے، انگلیوں کو پھیلا کر، پھر وہ تشہد پڑھ جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، (یعنی تمام قولی عبادات، اور تمام فعلی عبادات اور تمام مالی عبادات اللہ ہی کے لئے ہیں اور اے نبی! ﷺ آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں اور سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں) تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے، پس انگلی اٹھا لَا إِلٰهَ کہنے کے وقت اور رکھ اس کو إِلَّا اللّٰهُ کہنے کے وقت۔

تشریح: جب نمازی دوسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پاؤں کھڑا کردے اس طور پر کہ دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُخ ہوں، دونوں ہاتھ رانوں پر ہوں اور انگلیاں پھیلائے جو گھٹنوں کے کناروں تک ہوں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا قعود اسی کیفیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

تنبیہ: عورت کے لئے حکم یہ ہے کہ تشہد میں تَوَرُّک کر کے بیٹھے، تَوَرُّک کا مطلب یہ ہے کہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دے اور بائیں سُرین پر بیٹھ جائے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ دے نیز انگلیاں خوب ملا کر رکھے کیونکہ اس طرح بیٹھنے میں ستر زیادہ ہے جو عورت کے حق میں مطلوب ہے۔

پھر نمازی چاہے امام ہو یا مقتدی یا تنہا نماز پڑھنے والا، کوئی بھی ہو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد پڑھے جسکے الفاظ مُندَرِجہ بالا ہیں۔ ویسے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تشہد مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے لیکن حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا تشہد بڑے اہتمام کے ساتھ سکھایا چنانچہ فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے تشہد سکھلایا جیسا کہ مجھے قرآن مجید سے کوئی سورت سکھلاتے تھے اور فرمایا: پڑھ۔ پھر "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" میں "لَا اِلٰهَ" پر دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت کو اٹھاتا ہے اور "اِلَّا اللّٰهُ" پر گراتا ہے۔ اشارے کا طریقہ یہ ہے کہ جب لفظِ "اَشْهَدُ" پر پہنچے تو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ والی انگلی سے حلقہ بنائے اور چھنگلیا (چھوٹی انگلی) اور ساتھ والی انگلی کو بند کرے اور شہادت والی انگلی کو ویسے چھوڑ دے جب "لَا اِلٰهَ" پر پہنچے تو انگشتِ شہادت اٹھائے اور "اِلَّا اللّٰهُ" پر گرا دے مگر حلقہ کی یہ کیفیت آخرِ نماز تک باقی رکھے۔

فَإِنْ كَانَتِ الصَّلَاةُ ثُنَائِيَّةً كَصَلَاةِ الْفَجْرِ مَثَلاً، صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ التَّشَهُّدِ. فَقُلْ: « اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ » ثُمَّ ادْعُ بِمِثْلِ مَا وَرَدَ فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ. كَأَنْ تَقُوْلَ: « رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ » ثُمَّ سَلِّمْ يَمِيْناً وَشِمَالاً. قَائِلاً: « اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، نَاوِياً فِي التَّسْلِيْمَتَيْنِ مَنْ كَانَ مَعَكَ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ. وَصَالِحِي الْجِنِّ. وَالْحَفَظَةِ۔

حلِ لغات: ثُنَائِيَّةٌ: بمعنی دو رکعتوں والی نماز جیسے فجر، جمعہ، عیدین کی نمازیں۔ حَمِيْدٌ: صیغہ واحد مذکر بحث صفتِ مشبہ صحیح از باب سمع بمعنی تعریف کیا ہوا۔ مَجِيْدٌ: صیغہ واحد مذکر بحث صفتِ مشبہ صحیح از باب کرُم بمعنی بزرگی والا۔ صَالِحِي: صیغہ جمع مذکر سالم بحث اسم فاعل صحیح از باب کرُم بمعنی نیک، اصل میں صَالِحِيْنَ تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گئی۔ اَلْحَفَظَةُ: صیغہ جمع مکسر بحث اسم فاعل صحیح از باب سمع بمعنی نگہبان فرشتے۔

ترجمہ: پس اگر نماز دو رکعت والی ہو جیسے مثلاً فجر کی نماز، تو تشہد کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ، پس تو کہہ: "اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت نازل فرما، جیسا کہ آپ نے ابراہیم (علیہ السلام) پر اور ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر رحمت نازل فرمائی ہے، بلاشبہ آپ بہت تعریف کئے گئے، بزرگی والے ہیں۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی ہے ابراہیم (علیہ السلام) پر اور آلِ ابراہیم (علیہ السلام) پر، بلاشبہ آپ خوبیوں والے، بزرگی والے ہیں"۔ پھر دعا کر ان جیسے الفاظ سے جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں۔ جیسا کہ تو کہے: "اے رب ہمارے! دے ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی، اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے"، پھر دائیں اور بائیں سلام پھیر "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہتا ہوا، دونوں سلاموں میں اُن نمازیوں کی نیت کرتے ہوئے جو تیرے ساتھ ہیں اور نیکوکار جنّات کی، اور محافظ فرشتوں کی۔

تشریح: جب نمازی تشہد سے فارغ ہو جائے۔ تو اگر نماز دو رکعتوں والی ہو جیسے فجر کی نماز، جمعہ کی نماز، دونوں عیدوں کی نماز تو تشہد کے بعد درود شریف پڑھے اس لئے کہ درود شریف پڑھنا مسنون ہے۔ پھر درود شریف کے بعد نمازی جو دعا کرنا چاہے کر لے مگر دعا کے الفاظ قرآن اور حدیث کے الفاظ کے مشابہ ہوں جیسے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ الخ" یا "رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا الخ" یا "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْماً كَثِيْراً وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" یہ آخری دعا آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں پڑھنے کے لئے تعلیم فرمائی تھی۔ ایسے الفاظ سے دعا نہ مانگے جو لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو ورنہ تو نماز ٹوٹ جائیگی مثلاً ایسی چیز مانگنا جس کا بندوں سے مانگنا ممکن ہو جیسے "اَللّٰهُمَّ زَوِّجْنِيْ فُلَانَةً" اے اللہ! فلاں عورت سے میرا نکاح کرا دے۔

پھر جب دعا سے فارغ ہو جائے تو اولاً دائیں اور پھر بائیں جانب سلام پھیر دے۔ اور دونوں جانب خوب اچھی طرح رخ کرے اور نگاہ کندھے پر رکھے۔ اور سلام کے الفاظ یہ ہیں "السلام علیکم ورحمۃ اللہ"۔

نَاوِياً الخ: یعنی سلام پھیرتے وقت دائیں طرف کے سلام میں دائیں جانب کے نمازیوں اور مسلمان جنات اور فرشتوں کی نیت کرے اور بائیں جانب کے سلام میں بھی ان سب کی نیت کرے اور اگر امام مقتدی کی دائیں جانب میں ہو تو دائیں جانب میں امام کی نیت کرے اور اگر بائیں جانب میں ہو تو بائیں جانب میں امام کی نیت کرے اور اگر امام سامنے بالمقابل ہو تو دونوں طرف کے سلام میں اس کی نیت کرے اور خود امام دونوں جانب میں مقتدیوں اور فرشتوں کو سلام کرنے کی نیت کرے اور تنہا نماز پڑھنے والا صرف محافظ فرشتوں کی نیت کرے۔ وجہ یہ ہے کہ اب تک اپنے رب کے ساتھ مناجات میں مشغول ہونے کی وجہ سے گویا مخلوق سے غائب رہا اب مناجات کے اختتام پر گویا حاضر ہو رہا ہے لہٰذا موجودین کو سلام کرے۔

وَإِنْ كَانَتِ الصَّلَاةُ ثُلَاثِيَّةً أَوْ رُبَاعِيَّةً لَا تَزِدْ عَلَى التَّشَهُّدِ فِي الْقُعُوْدِ الْأَوَّلِ. بَلِ انْهَضْ عَقِبَ الْفَرَاغِ مِنَ التَّشَهُّدِ لِلرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ مُكَبِّراً. وَاقْرَإِ الْفَاتِحَةَ فَقَطْ فِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ. إِذَا كَانَتِ الصَّلَاةُ ثُلَاثِيَّةً كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَفِي الرَّكْعَةِ الرَّابِعَةِ أَيْضاً إِذَا كَانَتِ الصَّلَاةُ رُبَاعِيَّةً كَصَلَاةِ الظُّهْرِ، وَالْعَصْرِ مَثَلاً وَارْكَعْ. وَاسْجُدْ كَمَا فَعَلْتَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ ثُمَّ اجْلِسْ. وَاقْرَإِ التَّشَهُّدَ فِي الْقُعُوْدِ الْأَخِيْرِ وَصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ كَمَا تَقَدَّمَ۔

حلّ لغات: لَا تَزِدْ: صیغہ واحد مذکر حاضر بحث نہی حاضر معروف اجوف یائی از باب ضرب بمعنی زیادہ کرنا، بڑھانا۔ اِنْهَضْ: صیغہ واحد مذکر حاضر بحث امر حاضر معروف صحیح از باب فتح بمعنی کھڑا ہونا، اٹھنا۔

ترجمہ: اور اگر نماز تین یا چار رکعت والی ہو تو پہلے قعدہ میں تشہد پر کچھ نہ بڑھا بلکہ تشہد سے فارغ ہونے کے بعد تیسری رکعت کے لئے تکبیر کہتے ہوئے کھڑا ہو جا اور تیسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھ جبکہ نماز تین رکعت والی ہو جیسے مغرب کی نماز اور چوتھی رکعت میں بھی جبکہ نماز چار رکعت والی ہو جیسے مثلاً ظہر اور عصر کی نماز اور رکوع کر اور سجدہ کر جیسا کہ تو نے پہلی دو رکعتوں میں یہ کیا پھر بیٹھ جا اور قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھ جیسا کہ گذر گیا۔

تشریح: تین یا چار رکعت والی نماز میں جب پہلے قعدہ میں تشہد پڑھ لے تو مزید کچھ نہ پڑھے اگر بھول کر "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ" تک درود پڑھ لیا تو سجدۂ سہو لازم آئے گا۔ اس لئے تشہد پڑھنے کے فوراً بعد تیسری رکعت ادا کرنے کے لئے تکبیر کہتے ہوئے اٹھے، اٹھنے میں بلا عذر زمین پر ہاتھ رکھ کر سہارا نہ لے بلکہ پنجوں کے بل کھڑا ہو، اب فرض نماز میں پہلی دو رکعتوں کے بعد والی رکعتوں میں تین باتوں کا اختیار ہے: چاہے سورۂ فاتحہ پڑھے چاہے دیگر تسبیحات پڑھے اور چاہے تو بقدر رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے بقدر خاموش رہے البتہ سورۂ فاتحہ پڑھنا افضل ہے اب اگر نماز تین رکعت والی ہے تو تیسری رکعت میں اور اگر چار رکعت والی ہو تو چوتھی میں بھی صرف سورۂ فاتحہ پڑھے اور مزید کچھ نہ پڑھے البتہ نوافل کی ہر رکعت میں سورت ملانا بھی ضروری ہے۔

پھر رکوع، سجدہ اسی طریقہ کے مطابق کرے جیسا کہ پہلی دو رکعتوں میں کیا تھا پھر نمازی قعدۂ اخیرہ میں اسی ہیئت پر بیٹھے جس پر قعدۂ اولیٰ میں بیٹھا تھا پھر تشہد پڑھے اور درود شریف پڑھے اسی طریقہ پر جو گذر گیا پھر درود شریف کے بعد جو دعا کرنا چاہے کرے کیونکہ درود شریف کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔ (در مختار مع رد المحتار، غنیۃ المستملی، قاموس الفقہ، تسہیل، مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی، الجوہرۃ النیرہ، مصباح)

فَضْلُ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ﴾ (البقرة ۴۳) وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً﴾ (رواہ مسلم) وَقَدْ وَاظَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الصَّلَاةِ بِالْجَمَاعَةِ طُوْلَ حَيَاتِهٖ وَلَمْ يَتَخَلَّفْ عَنِ الْجَمَاعَةِ حَتّٰى فِيْ مَرَضِهٖ إِلَّا نَادِراً۔ وَكَذٰلِكَ كَانَ الصَّحَابَةُ يُحَافِظُوْنَ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَلَمْ يَكُنْ يَتَخَلَّفُ عَنِ الْجَمَاعَةِ إِلَّا مَعْذُوْرٌ أَوْ مُنَافِقٌ عُرِفَ نِفَاقُهٗ فَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ. أَنَّهٗ قَالَ: ﴿رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ. أَوْ مَرِيْضٌ وَإِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَأْتِيَ الصَّلَاةَ﴾ وَقَالَ: ﴿إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى، وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ﴾ (رواہ مسلم)۔ اَلْجَمَاعَةُ هِيَ الْإِرْتِبَاطُ الْحَاصِلُ بَيْنَ صَلَاةِ الْمُقْتَدِيْ وَالْإِمَامِ۔ وَتَنْعَقِدُ الْجَمَاعَةُ لِوَاحِدٍ مَعَ الْإِمَامِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا إِلَّا الْجُمُعَةَ۔ وَتَنْعَقِدُ الْجَمَاعَةُ فِيْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ بِثَلَاثَةِ رِجَالٍ سِوَى الْإِمَامِ۔

حل لغات: تَفْضُلُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب نصر بمعنی زائد ہونا۔ اَلْفَذُّ؛ مصدر ہے بمعنی اکیلا۔ لَمْ يَتَخَلَّفْ؛ صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی جحد بلم در فعل مستقبل معروف صحیح از باب تفعّل بمعنی پیچھے رہنا۔ رُوِيَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی مجہول لفیف مقرون از باب ضرب بمعنی نقل کرنا۔

ترجمہ: باجماعت نماز کی فضیلت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ" اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: "باجماعت نماز اکیلے شخص کی نماز سے ستائیس درجہ بڑھ جاتی ہے" (امام مسلم نے اس کو نقل فرمایا) اور تحقیق آپ ﷺ نے پوری زندگی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر مداومت اختیار فرمائی ہے اور جماعت سے پیچھے نہیں رہے یہاں تک کہ بیماری میں بھی مگر کبھی کبھار۔ اور

اسی طرح حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جماعت پر مداومت فرماتے تھے اور جماعت سے پیچھے نہیں رہتے تھے مگر کوئی عذر والا یا ایسا منافق جسکا نفاق مشہور ہو کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: "ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے اور نماز باجماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا مگر ایسا منافق جس کا نفاق معلوم ہو یا ایسا شخص جو معذور ہو اور یقیناً مریض دو آدمیوں کے درمیان سہارا لیکر چلتا تھا یہاں تک کہ وہ نماز کو آجاتا تھا" اور فرمایا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہ: "بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کے طریقے سکھائے ہیں اور بے شک ہدایت کے راستوں میں سے ہے اُس مسجد میں نماز پڑھنا جس میں اذان دی جاتی ہو"۔ (مسلم نے اس حدیث کو نقل فرمایا) جماعت نام ہے مقتدی اور امام کی نماز میں پائے جانے والے تعلق کا۔ اور جماعت ثابت ہوتی ہے سوائے جمعہ کے تمام نمازوں میں امام کے ساتھ ایک مقتدی کے ہونے سے۔ اور جمعہ میں امام کے علاوہ تین آدمیوں سے جماعت منعقد ہوتی ہے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پہلے اکیلے نماز پڑھنے کے مسائل بیان کئے اب نماز باجماعت کے فضائل اور احکام بیان فرماتے ہیں۔ جماعت لغت میں گروہ کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ نماز پڑھنے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ"۔ یعنی نماز باجماعت پڑھا کرو اور شریکِ جماعت ہو جاؤ پہلے کسی دین میں نماز باجماعت نہیں ہوتی تھی اور یہود کی نماز میں رکوع نہ تھا اس لئے رکوع کا یہ حکم یہود کو ہے۔ اس آیت میں نماز باجماعت پڑھنے کی ترغیب اور تحریض ہے، جمہور علماءِ امت کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے اس لئے کہ فجر کی سنتیں جو اہم ترین اور مؤکد ترین سنتیں ہیں وہ بھی جماعت کو پانے کے لئے چھوڑی جاتی ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص عذرِ شرعی مثلاً مرض وغیرہ کے بغیر تنہا نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائیگی مگر سنتِ مؤکدہ کے ترک کی وجہ سے مستحقِ عقاب ہوگا اور اگر ترکِ جماعت کی عادت بنالے تو سخت گنہگار ہوگا۔

پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نماز باجماعت کی فضیلت میں چند احادیث مبارکہ نقل فرمائی ہیں۔ چنانچہ پہلی حدیث کا مضمون ہے کہ نماز باجماعت پڑھنا اکیلے نماز کے مقابلے میں ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ جس طرح ہماری اس مادی دنیا میں چیزوں کے خواص اور اثرات میں درجوں کا فرق ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ان چیزوں کی قدر و قیمت میں بھی فرق ہو جاتا ہے اس طرح ہمارے اعمال میں بھی درجوں اور نمبروں کا فرق ہوتا ہے اور اس کا صحیح اور تفصیلی علم بس اللہ ہی کو ہے۔ اس حدیث سے ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز بھی بالکل معدوم نہیں ہے وہ بھی ادا ہو جاتی ہے لیکن ثواب میں چھبیس درجہ کمی رہتی ہے اور یہ بھی یقیناً بڑا خسارہ اور بڑی محرومی ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کا اتنا اہتمام فرمایا کہ بیماری کی حالت میں بھی جماعت کو نہیں چھوڑا سوائے ایک آدھ بار کے یعنی زندگی کے آخری حصہ میں بیماری کی وجہ سے۔

وَكَذٰلِكَ كَانَ الصَّحَابَةُ الخ: اس امت کے اُس اولین دور میں جو مثالی اور معیاری دور تھا منافقوں اور مجبور مریضوں کے علاوہ ہر مسلمان جماعت ہی سے نماز ادا کرتا تھا جیسا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں اپنے اس ارشاد میں فرماتے ہیں کہ: ہم نے اپنا وہ دور دیکھا ہے اور اپنے مجمع کو ایسا پایا ہے کہ کھلے اور معلوم و مشہور منافق کے علاوہ یا مریض کے علاوہ کوئی آدمی جماعت سے الگ نماز نہیں پڑھتا تھا یہاں تک کہ بعض حضرات کو عذر اور بیماری میں بھی دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں لایا جاتا اور صف

میں کھڑا کر دیا جاتا تھا نیز یہ بھی فرمایا کہ: آپ ﷺ نے ہمیں ہدایت کے کچھ طریقے سکھائے ان طریقوں میں سے پانچ نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا بھی ہے۔

سنت کی دو قسمیں ہیں: (۱) سُنَنِ ھُدٰی (۲) سُنَنِ زوائد۔ سُنَنِ ھُدٰی: اُن طریقوں اور راستوں کو کہتے ہیں جن پر عمل کرنا ہدایت کا موجب اور اللہ کے قُرب اور رضا کا باعث ہو۔ آپ ﷺ کے افعال دو نوعیت کے ہوتے تھے ایک قسم کے افعال تو وہ تھے جنہیں آپ ﷺ بطریقہ عبادت کرتے تھے اُنہیں سُنَنِ ھُدٰی کہتے ہیں اور دوسری قسم وہ تھے جنہیں آپ ﷺ بطور عادت کرتے تھے اُنہیں سُنَنِ زوائد کہتے ہیں۔ جیسے آپ ﷺ کی عاداتِ مبارکہ کھڑے ہونے میں، بیٹھنے میں، گفتگو میں، کھانے میں، لباس وغیرہ میں۔ پھر سُنَنِ ھُدٰی کی دو قسمیں ہیں: (۱) سُنَنِ مؤکّدہ: آپ ﷺ کے وہ افعال جنہیں آپ ﷺ نے پابندی کے ساتھ کیا اور دوسرے لوگوں کو بھی اُن افعال کے کرنے کی تاکید فرمائی۔ (۲) سُنَنِ غیرِ مؤکّدہ: وہ افعال ہیں جو نہ تو آپ ﷺ نے ہمیشگی کے ساتھ کئے اور نہ اُن پر عمل کرنے کے لئے لوگوں کو تاکید فرماتے تھے۔

اَلْجَمَاعَةُ هِيَ الْاِرْتِبَاطُ الخ: جماعت کی اہمیت اور فضیلت کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کے بعد اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ جماعت کی تعریف کرتے ہیں کہ جماعت کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنی نماز کو ایسے امام کی نماز کے ساتھ وابستہ کرے جس میں امامت کی شرطیں پائی جائیں جن کا تذکرہ ان شاء اللہ کچھ صفحات کے بعد آجائے گا۔ پس یہ مقتدی قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ وغیرہ میں اُس امام کی تابعداری کرے چنانچہ امام اور مقتدی کی نماز کے اس جوڑ کا نام جماعت ہے۔

پھر فرمایا: **وَتَنْعَقِدُ الخ:** کہ جماعت کا ثبوت اور جماعت کی فضیلت امام کے ساتھ کم از کم ایک مقتدی کے ہونے سے بھی حاصل ہوجائے گی چاہے وہ ایک مقتدی مرد ہو یا عورت یا سمجھدار بچہ اور چاہے یہ نماز گھر میں ہو یا مسجد میں لیکن یہ بات جمعہ کے علاوہ دیگر نمازوں میں ہے البتہ جمعہ کی نماز میں جماعت کے ثبوت کے لئے ایک خاص تعداد ضروری ہے اور وہ امام کے علاوہ کم از کم تین مردوں کا ہونا ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار)

حُكْمُ الْجَمَاعَةِ

تُسَنُّ الْجَمَاعَةُ لِلرِّجَالِ سُنَّةَ عَيْنٍ مُؤَكَّدَةٍ شَبِيْهَةً بِالْوَاجِبِ فِي الْقُوَّةِ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ۔ وَلَا يَجُوْزُ التَّخَلُّفُ عَنِ الْجَمَاعَةِ إِلَّا بِعُذْرٍ شَرْعِيٍّ۔ مَنِ اعْتَادَ تَرْكَ الْجَمَاعَةِ بِدُوْنِ عُذْرٍ فَقَدْ أَثِمَ۔ تُشْتَرَطُ الْجَمَاعَةُ لِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ۔ فَلَا تَصِحُّ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ، وَالْعِيْدَيْنِ بِدُوْنِ الْجَمَاعَةِ۔ تُسَنُّ الْجَمَاعَةُ سُنَّةً كِفَايَةً مُؤَكَّدَةً لِصَلَاةِ التَّرَاوِيْحِ وَلِصَلَاةِ الْكُسُوْفِ۔ تُسْتَحَبُّ الْجَمَاعَةُ لِصَلَاةِ الْوِتْرِ فِي رَمَضَانَ۔

حلِّ لغات: شَبِيْهَةً؛ صیغہ واحد مؤنث بحث صفت مشبہ صحیح از باب کرم بمعنی مثل، ایک جیسا۔ جمع شِبَاهٌ۔ اِعْتَادَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معلوم اجوف واوی از باب افتعال بمعنی خوگر ہونا، عادی ہونا۔ أَثِمَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معلوم از باب سمع بمعنی گناہ کرنا، گنہگار ہونا۔ سنّتِ کفایہ؛ سنت کی دو قسمیں ہیں: (۱) سنتِ عین (جیسے تراویح)، (۲) سنتِ کفایہ (جیسے

تراویح کی جماعت)۔ جس طرح فرض کی دو قسمیں ہیں:(۱)فرضِ عین۔ (۲)فرضِ کفایہ۔ سنتِ عین جو ہر ایک کے لئے ضروری ہو اور سنتِ کفایہ جو بعض کے کرنے سے ادا ہو جائے۔

ترجمہ: جماعت کا حکم: جماعت مردوں کے لئے پانچ نمازوں میں سنتِ مؤکدہ علی العین ہے جو قوت میں واجب کی طرح ہے اور بغیر شرعی عذر کے جماعت سے پیچھے رہنا جائز نہیں، جس شخص نے بغیر کسی مجبوری کے جماعت چھوڑنے کی عادت بنالی پس تحقیق وہ گنہگار ہو گیا۔ جمعہ اور دونوں عیدوں کی نماز کے لئے جماعت کی شرط لگائی جاتی ہے۔ لہٰذا جمعہ اور عیدین کی نمازیں بغیر جماعت کے درست نہیں۔ تراویح اور سورج گرہن کی نماز کے لئے جماعت سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ رمضان میں وتر کی نماز کے لئے جماعت مستحب ہے۔

تشریح: یہاں سے جماعت کا حکم یعنی شرعی حیثیت ذکر کر رہے ہیں کہ جماعت فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ چنانچہ فرمایا: جماعت سنتِ مؤکدہ علی العین ہے۔ جس طرح کہ فرض کی دو قسمیں ہیں:(۱)فرضِ عین،(۲)فرضِ کفایہ۔ اسی طرح سنّت کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱)سنتِ مؤکدہ علی العین(۲)سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ۔ سنتِ مؤکدہ علی العین کا مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی کے لئے اس کا کرنا سنتِ مؤکدہ ہو، نہ کرنے کی صورت میں عتاب کا مستحق ہو، جیسے فرض نمازوں سے پہلے یا بعد کی سنتیں یا رمضان المبارک میں تراویح کی نماز۔ اور سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ کا مطلب یہ ہے کہ بعض کے ادا کرنے سے باقی لوگ سنت کے چھوڑنے کے گناہ سے بچ جائیں، جیسے رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف اور تراویح کی جماعت کہ اگر کچھ لوگ مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کریں اور باقی لوگ گھروں میں تو مضائقہ نہیں اور اگر مسجد میں تراویح کی جماعت بالکل ہی نہ ہو تو تمام اہلِ محلہ گنہگار ہونگے۔ تو پانچ نمازوں میں جماعت سنتِ مؤکدہ علی العین ہے جو قوت میں یعنی اہم ہونے میں واجب کے قریب قریب ہے یعنی ہر ایک مرد پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنتِ مؤکدہ علی العین ہے اور بغیر شرعی عذر کے جماعت سے پیچھے رہنا جائز نہیں یعنی وہ مجبوری جس کا شریعت نے اعتبار کیا ہو جس کا تذکرہ تفصیل سے آگے آرہا ہے ان شاء اللہ۔

تُشْتَرَطُ الخ: جماعت کا سنتِ مؤکدہ ہونا پانچ نمازوں میں ہے جبکہ جمعہ اور عیدین میں جماعت سے نماز پڑھنا صرف سنت ہی نہیں بلکہ نماز کے درست ہونے کی شرطوں میں سے ہے۔ اسکے علاوہ رمضان المبارک میں تراویح کی نماز جماعت سے پڑھنا سنتِ کفایہ ہے اسی طرح جب سورج گرہن ہو جائے یعنی بے نور ہو جائے۔ تو اس موقع پر دو رکعت نماز پڑھنا اور ہر رکعت میں خوب لمبی قرأت کرنا مسنون ہے، اب یہ دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مسنون علی الکفایہ ہے۔ جبکہ چاند گرہن ہو جائے تو جماعت سے نماز پڑھنا مسنون نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں کئی مرتبہ چاند گرہن ہوا لیکن آپ ﷺ نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی، دوسری وجہ یہ ہے کہ رات کا وقت ہوتا ہے جس میں لوگوں کو جمع کرنا مشکل ہوتا ہے لہٰذا چاند گرہن کے موقع پر ہر آدمی تنہا نماز پڑھ لے۔ وتر کی نماز عام دنوں میں تنہا تنہا ادا کی جائے گی لیکن رمضان المبارک میں تراویح کے بعد جماعت سے ادا کرنا مستحب ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، غنیۃ المستملی، قاموس الفقہ، طحطاوی)

تُكْرَهُ الْجَمَاعَةُ تَنْزِيهاً لِلْوِتْرِ فِيْ غَيْرِ رَمَضَانَ إِذَا وَاظَبُوْا عَلَيْهَا۔ فَإِنْ صَلَّوْا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ مِنْ غَيْرِ مُوَاظَبَةٍ فَلَا بَأْسَ بِهِ۔ تُكْرَهُ الْجَمَاعَةُ لِلنَّوَافِلِ إِذَا أُقِيمَتْ بِتَدَاعٍ وَإِعْلَامٍ۔ أَمَّا إِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ مِنْ غَيْرِ تَدَاعٍ وَلَا إِعْلَامٍ

وَاُقِيْمَتْ جَمَاعَةُ النَّافِلَةِ بِدُوْنِ أَذَانٍ وَ إِقَامَةٍ فَلَا تُكْرَهُ. تُكْرَهُ الْجَمَاعَةُ الثَّانِيَةُ فِيْ مَسْجِدِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَهُ إِمَامٌ وَمُؤَذِّنٌ، وَقَدْ صَلّٰى أَهْلُ الْحَيِّ بِأَذَانٍ وَ إِقَامَةٍ أَمَّا إِذَا تَغَيَّرَتِ الْهَيْئَةُ الْأُوْلٰى بِأَنْ قَامَ إِمَامُ الْجَمَاعَةِ الثَّانِيَةِ فِيْ غَيْرِ الْمَكَانِ الَّذِيْ قَامَ فِيْهِ إِمَامُ الْجَمَاعَةِ الْأُوْلٰى فَلَا تُكْرَهُ.

حلِّ لغات: تَدَاعٍ؛ مصدر ہے باب تفاعل کا ناقص واوی سے بمعنی ایک دوسرے کو بلانا۔ إِعْلَامٌ؛ مصدر ہے باب افعال کا صحیح سے بمعنی اطلاع دینا۔ حَيٌّ؛ بمعنی محلہ۔ جمع أَحْيَاءٌ۔

ترجمہ: رمضان کے علاوہ میں وتر کے لئے جماعت مکروہِ تنزیہی ہے جبکہ جماعت پر پابندی اختیار کریں۔ پس اگر انہوں نے (وتر جماعت کے ساتھ) پڑھے ایک یا دو مرتبہ بغیر پابندی کے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ نوافل کے لئے جماعت مکروہ ہے جبکہ ایک دوسرے کو دعوت دیکر اور اعلان کرکے قائم کی جائے۔ بہر حال جب لوگ ایک دوسرے کو دعوت دیئے اور اعلان کئے بغیر جمع ہوں اور نوافل کی جماعت اذان اور اقامت کے بغیر قائم کی جائے تو مکروہ نہیں۔ دوسری جماعت مکروہ ہے محلہ کی اُس مسجد میں جس کا کوئی امام اور مؤذن ہو اور اہلِ محلہ اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا کر چکے ہوں، بہر حال جب پہلی کیفیت تبدیل ہو جائے بایں طور کہ دوسری جماعت کا امام اُس جگہ کے علاوہ میں کھڑا ہو جائے جس میں پہلی جماعت کا امام کھڑا تھا تو پھر مکروہ نہیں۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اُس جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا تذکرہ کیا جو بلا کراہت جائز تھی یعنی سنت یا مستحب تھی اب اس جماعت کا تذکرہ کرتے ہیں جو مکروہ ہے چنانچہ فرمایا: تُكْرَهُ الْجَمَاعَةُ الخ: غیر رمضان میں وتر کی جماعت کرانا مکروہِ تنزیہی ہے جبکہ رمضان کی طرح پابندی کے ساتھ وتروں کی جماعت کرائی جائے، اس لئے کہ یہ ثابت نہیں البتہ ایک آدھ دفعہ وتر جماعت کے ساتھ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن نہ پڑھنا بہتر ہے۔

تُكْرَهُ الْجَمَاعَةُ لِلنَّوَافِلِ الخ: نفل نماز کی جماعت اِس طرح ادا کرنا کہ لوگوں کو اُس کی دعوت دیجائے اور اُس کا اعلان کرایا جائے اور اس طرح اہتمام کرایا جائے جیسے دیگر نمازوں کے لئے کیا جاتا ہے، مکروہ ہے۔ اس کو فقہ کی اصطلاح میں "تَدَاعِيْ" کہتے ہیں اور تداعی کی حد یہ ہے کہ اگر اذان و اقامت کے بغیر جماعت کرلی اور امام کے سوا تین آدمیوں سے زیادہ نہ ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مقتدیوں کی تعداد چار یا اس سے زیادہ ہو گئی تو مکروہ ہے۔

تُكْرَهُ الْجَمَاعَةُ الثَّانِيَةُ الخ: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں "جماعتِ ثانیہ" کا مسئلہ ذکر کرتے ہیں جو کہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ محلہ کی وہ مسجد جس کا مؤذن اور امام مقرر ہو اور اہلِ محلہ نے بہ آوازِ بلند اذان دے کر اور اقامت کہہ کر نماز ادا کرلی ہو، اب اس مسجد میں دوبارہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس طرح کرنے سے جماعت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے جو کہ مسلمانوں کا ایک جگہ اجتماع ہے اگر بار بار جماعت کی گنجائش ہو تو یہ مقصد فوت ہو جائے گا اور نماز پڑھنے والوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بن جائیں گی، البتہ اتنی گنجائش ہے کہ اگر دوسری جماعت کی کیفیت اور صورت پہلی جماعت سے مختلف ہو جس کے لئے یہ بات کافی ہے کہ پہلے جس جگہ جماعت ادا کی گئی تھی اب وہاں سے ہٹ کر جماعت کرائی جائے۔ تو اب مکروہ نہیں۔ (قاموس الفقہ، در مختار مع رد المحتار، غنیۃ المستملی)

لِمَنْ تُسَنُّ الْجَمَاعَةُ؟

تُسَنُّ الْجَمَاعَةُ سُنَّةً مُؤَكَّدَةً شَبِيهَةً بِالْوَاجِبِ فِي الْقُوَّةِ لِلَّذِي تَتَوَفَّرُ فِيهِ الشُّرُوطُ الْآتِيَةُ: (۱) أَنْ يَكُونَ رَجُلاً. فَلَا تُسَنُّ الْجَمَاعَةُ لِلْمَرْأَةِ۔ (۲) أَنْ يَكُونَ بَالِغاً. فَلَا تُسَنُّ الْجَمَاعَةُ لِلصَّبِيِّ۔ (۳) أَنْ يَكُونَ عَاقِلاً. فَلَا تُسَنُّ الْجَمَاعَةُ لِلْمَجْنُونِ۔ (٤) أَنْ يَكُونَ سَالِماً مِنَ الْأَعْذَارِ. فَلَا تُسَنُّ الْجَمَاعَةُ لِلْمَعْذُورِ۔ (٥) أَنْ يَكُونَ حُرّاً. فَلَا تُسَنُّ الْجَمَاعَةُ لِلرَّقِيقِ۔ إِذَا صَلَّى بِالْجَمَاعَةِ كُلٌّ مِنَ الْمَرْأَةِ. وَالصَّبِيِّ. وَالْمَجْنُونِ. وَالْمَعْذُورِ۔ وَالرَّقِيقِ صَحَّتْ صَلَاتُهُمْ وَيُثَابُونَ عَلَيْهَا۔

حلِّ لغات: تَتَوَفَّرُ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مثال واوی از باب تفعُّل بمعنی کامل طور پر پایا جائے۔ حُرٌّ، بمعنی آزاد۔ جمع أَحْرَارٌ۔ رَقِيقٌ، بمعنی غلام۔ جمع أَرِقَّاء۔ يُثَابُونَ، صیغہ جمع مذکر غائب اثبات فعل مضارع مجہول اجوف واوی از باب افعال بمعنی بدلہ دینا۔

ترجمہ: جماعت کس کے لئے مسنون ہے؟ جماعت ایسی سنتِ مؤکدہ ہے جو قوت میں واجب جیسی ہے اس شخص کے لئے جس میں آنے والی شرطیں پوری طرح پائی جائیں: (۱) ایک یہ کہ (نماز پڑھنے والا) مرد ہو لہٰذا عورت کے لئے جماعت مسنون نہیں۔ (۲) دوسری یہ ہے کہ (نمازی) بالغ ہو، لہٰذا جماعت بچے کے لئے مسنون نہیں۔ (۳) تیسری یہ ہے کہ (نمازی) عقلمند ہو، لہٰذا دیوانے کے لئے جماعت مسنون نہیں۔ (۴) چوتھی یہ ہے کہ (نمازی) اعذار سے بری ہو، لہٰذا معذور کے لئے جماعت مسنون نہیں۔ (۵) پانچویں یہ ہے کہ (نمازی) آزاد ہو، لہٰذا غلام کے لئے جماعت مسنون نہیں۔ جب عورت اور بچے اور دیوانے اور معذور اور غلام میں سے ہر ایک نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو ان کی نماز درست ہو گی اور ان کو اس نماز با جماعت پر اجر دیا جائے گا۔

تشریح: نماز با جماعت کا حکم یعنی شرعی حیثیت بیان کرنے کے بعد اب یہ بتاتے ہیں کہ نماز با جماعت کس کے حق میں سنتِ مؤکدہ ہے اور کون اس کو چھوڑنے سے ملامت کا مستحق ہے؟۔ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: جن لوگوں میں یہ پانچ شرطیں موجود ہوں تو اُن کے لئے نماز جماعت سے پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے جو قوت میں یعنی تاکید کے لحاظ سے واجب کے قریب قریب ہے، قوت میں واجب جیسا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جتنی وعید واجب کو چھوڑنے میں ہے اُتنی جماعت کو چھوڑنے میں بھی ہے۔ اِن کے علاوہ کے لئے مسنون نہیں لیکن اگر پڑھ لیں تو نماز بھی ہو جائیگی اور جماعت کا ثواب بھی مل جائے گا۔ پہلی شرط یہ ہے کہ مرد ہو، لہٰذا عورت کے لئے مسجد میں جانا اور وہاں مردوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنا مسنون نہیں بلکہ الگ پڑھے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: عورت کی نماز کو ٹھڑی کے اندر بہتر ہے بنسبت صحن میں نماز پڑھنے کے اور عورت کی نماز اندرونِ کو ٹھڑی میں افضل ہے کو ٹھڑی میں نماز پڑھنے سے۔ نیز اس میں فتنہ کا بھی خوف ہے اس لئے عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔ پھر جس طرح خواتین کو اپنے وطن میں گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

اِسی طرح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی ان کو نماز گھر، اور قیام گاہ بلڈنگ وغیرہ میں بغیر جماعت کے پڑھنا افضل ہے اور مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز کا جو ثواب مردوں کو ملتا ہے اس سے زیادہ ثواب عورتوں کو اپنی قیام گاہوں اور گھروں میں نماز پڑھنے پر ملتا ہے۔

البتہ جب حرمین شریفین میں بیت اللہ کی زیارت یا طواف کرنے کے لئے یا مسجد نبوی میں سلام کی غرض سے حاضر ہوں اور نماز کا وقت ہو جائے تو عورتوں کی مقرر جگہ پر نماز باجماعت پڑھ لیں۔ البتہ اگر ایسا موقع ہو کہ عورت اپنے شوہر وغیرہ کسی مَحرم کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھے تو کسی مرد کے برابر نہ کھڑی ہو بلکہ پیچھے رہے ورنہ اس کی نماز بھی خراب ہوگی اور اُس مرد کی نماز بھی برباد ہو جائے گی۔ (جوہرہ نیرہ، بہشتی زیور، تسہیل، در مختار)

دوسری شرط یہ ہے کہ بالغ ہو، لہٰذا بچے کے لئے نماز باجماعت مسنون نہیں اس لئے کہ بچے کی نماز نفل ہے اور جماعت پانچ فرض نمازوں کے لئے سنت ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ نمازی عاقل ہو، لہٰذا دیوانے، پاگل کے لئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مسنون نہ ہوگا اس لئے کہ اُس کی نماز نماز نہیں جبکہ جماعت تو نماز کے لئے مسنون ہے، یہ اُس مجنون کا حال ہے جو مستقل دیوانہ ہو اگر کبھی کبھار جنون ہوتا ہو تو جب حالت ٹھیک ہو اس وقت جماعت سے نماز پڑھنا اس کے لئے بھی سنتِ مؤکدہ ہوگا۔ یہی حال اس شخص کا بھی ہے جو نشے میں ہو۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ نمازی عوارض اور اعذار سے محفوظ ہو، چنانچہ اگر کوئی عذر ہو جس کی تفصیل آگے آرہی ہے تو پھر نماز باجماعت پڑھنا اس کے لئے سنتِ مؤکدہ کے درجہ میں نہ ہوگا کیونکہ نماز باجماعت یا تو سنتِ مؤکدہ ہے یا واجب ہے اور جب عذر ہوگا تو جماعت سے نہ پڑھنے کا گناہ بھی نہیں ہوگا بلکہ جماعت چھوڑنے کی اجازت ہوگی۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ نمازی آزاد ہو، لہٰذا غلام کے لئے جماعت سنتِ مؤکدہ نہیں کیونکہ غلام اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہوتا ہے البتہ اگر آقا نے اجازت دیدی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تو پھر مسنون ہوگا۔

آخر میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مذکورہ بالا لوگوں کے لئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مسنون تو نہیں لیکن اگر یہ لوگ جماعت میں حاضر ہو گئے اور نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لی تو نماز بھی درست ہوگی اور جماعت کا ثواب بھی ملے گا۔ (مراقی مع طحطاوی، قاموس الفقہ، در مختار مع رد المحتار)

مَتٰی یَسْقُطُ حُضُوْرُ الْجَمَاعَةِ؟

یَسْقُطُ حُضُوْرُ الْجَمَاعَةِ إِذَا حَصَلَ وَاحِدٌ مِنَ الْأَعْذَارِ الْاٰتِيَةِ: (١) إِذَا كَانَتِ السَّمَاءُ تُمْطِرُ مَطَراً غَزِيْراً۔ (٢) إِذَا كَانَ بَرْدٌ شَدِيْدٌ، وَيَخْشٰى أَنَّهٗ لَوْ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ مَرِضَ، أَوِ اشْتَدَّ مَرَضُهٗ۔ (٣) إِذَا كَانَ وَحْلٌ شَدِيْدٌ فِي الطَّرِيْقِ۔ (٤) إِذَا كَانَتْ ظُلْمَةٌ شَدِيْدَةٌ۔ (٥) إِذَا كَانَتْ تَهُبُّ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فِي اللَّيْلِ۔ (٦) إِذَا كَانَ مَرِيْضاً۔ (٧) إِذَا كَانَ أَعْمٰى۔ (٨) إِذَا كَانَ شَيْخاً هَرِماً لَا يَقْدِرُ عَلَى الْمَشْيِ إِلَى الْمَسْجِدِ۔ (٩) إِذَا كَانَ مُمَرِّضاً لِمَرِيْضٍ يَقُوْمُ بِشُؤُوْنِهٖ۔ (١٠) إِذَا كَانَ يُدَافِعُهُ الْبَوْلُ، أَوِ الْغَائِطُ۔ (١١) إِذَا كَانَ مَحْبُوْساً سَوَاءٌ كَانَ قَدْ حُبِسَ بِحَقٍّ أَحَدٍ أَوْ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ (١٢) إِذَا كَانَ مَقْطُوْعَ الرِّجْلَيْنِ أَوْ إِحْدَاهُمَا۔

حلِّ لغات: تُمْطِرُ: صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افعال بمعنی بارش برسانا۔ غَزِيْرٌ: صیغہ واحد مذکر بحث صفتِ مشبہ صحیح از باب کرُم بمعنی پانی وغیرہ کا زیادہ ہونا۔ جمع غِزَارٌ۔ بَرْدٌ: بمعنی سردی۔ تَهُبُّ: صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل

مضارع معروف مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی ہوا کا چلنا۔ ھَرِماً، صیغہ واحد مذکر بحث صفت مشبہ صحیح از باب سمع بمعنی بہت بوڑھا ہونا۔ مُمَرِّضاً، صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل صحیح از باب تفعیل بمعنی تیمار داری کرنے والا، علاج کرنے والا۔ شُؤُوْنٌ، جمع ہے شَأْنٌ کی بمعنی احوال اور معاملات۔

ترجمہ: جماعت میں حاضر ہونا کب معاف ہے؟ جماعت میں شریک ہونا اُس وقت معاف ہو جاتا ہے کہ جب آنے والی مجبوریوں میں سے کوئی مجبوری پائی جائے۔ (۱) جب آسمان خوب بارش برسا رہا ہو۔ (۲) جب سخت سردی ہو اور نمازی کو ڈر ہو کہ اگر مسجد کی طرف نکلے گا تو بیمار ہو جائے گا یا اس کی بیماری بڑھ جائے گی۔ (۳) جب راستہ میں سخت کیچڑ ہو۔ (۴) جب سخت اندھیرا ہو۔ (۵) جب رات میں تیز آندھی چلتی ہو۔ (۶) جب (نمازی) بیمار ہو۔ (۷) جب (نمازی) اندھا (نابینا) ہو۔ (۸) انتہائی بوڑھا ہو کہ مسجد تک چلنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ (۹) جب (نمازی) کسی مریض کی تیمارداری کرنے والا ہو کہ اس کی ضرورتوں کا انتظام کرتا ہو۔ (یعنی کہ اس کے احوال کی خبر گیری کرتا ہو) (۱۰) جب اس کو پیشاب یا پائخانہ زور دے رہا ہو۔ (۱۱) جب (نمازی) قید میں گرفتار ہو چاہے کسی کے حق میں گرفتار ہو یا ناحق گرفتار ہو۔ (۱۲) جب (نمازی کے) دونوں پاؤں یا ایک پاؤں کٹا ہوا ہو۔

تشریح: جیسا کہ اس سے قبل والے سبق میں بتایا جا چکا ہے کہ ہر عاقل، بالغ، غیر معذور مرد پر نماز واجب یا کم از کم سنتِ مؤکدہ ہے لیکن اگر کوئی شخص معذور ہو اور ایسا عذر لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ مسجد میں جا کر جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا تو اس کے حق میں نماز باجماعت واجب یا سنتِ مؤکدہ نہیں رہتی، چنانچہ اِس سبق میں کچھ ایسے ہی اعذار کا بیان ہے۔

چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: (۱) پہلا عذر یہ ہے کہ مُوسلا دھار بارش ہو رہی ہو یعنی اِتنی زور کی بارش برس رہی ہو کہ مسجد تک جانے میں بھیگ جانے کا اندیشہ ہو اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دستور تھا کہ جب سردی یا بارش والی رات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو حکم دیتے کہ یہ اعلان کر دو کہ نماز گھروں ہی میں پڑھ لو، لیکن بہتر یہی ہے کہ جا کر جماعت سے نماز پڑھی جائے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو پسند فرمایا ہے۔

(۲) دوسرا عذر یہ ہے کہ سردی اتنی سخت ہو کہ باہر نکلنے میں یا مسجد کی طرف جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہو جانے کا یا پرانی بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو، اسی طرح برف باری کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر گرمی بھی شدت کو پہنچ جائے تو وہ بھی عذر ہے۔ (ملا علی قاری)

(۳) تیسرا عذر یہ ہے کہ جب راستہ میں سخت کیچڑ ہو کہ چلنا دشوار ہو اسی طرح پانی یا پھسلن ہو تو بھی اجازت ہے کہ نماز گھر میں پڑھ لے۔

(۴) چوتھا عذر یہ ہے کہ سخت اندھیرا ہو اور راستہ نہ دکھلائی دیتا ہو اور روشنی کا سامان بھی نہ ہو کیونکہ اِس وقت یہ اندھے کی طرح ہے۔ لیکن اگر روشنی کا سامان جیسے لالٹین، بیٹری موجود ہو تو جماعت نہیں چھوڑنی چاہیئے۔

(۵) پانچواں عذر یہ ہے کہ اندھیری رات ہو اور تیز ہوا چل رہی ہو، چونکہ اب مسجد جانے میں کافی مشقت ہو گی اس لئے گھر میں نماز پڑھ لے لیکن دن میں سخت آندھی عذر نہیں۔ (جوہرۃ، در مختار مع رد المحتار، طحطاوی مع مراقی)

(۶) چھٹا عذر یہ ہے کہ جب نمازی بیمار ہو اور بیماری ایسی ہو کہ جو کم از کم تیمم کو جائز قرار دے یا جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے جیسے فالج وغیرہ۔

(۷) ساتواں عذر یہ ہے کہ آدمی اندھا ہو اگرچہ مسجد تک پہنچا دینے والا کوئی مل سکے، لیکن جو نابینا بے تکلف مسجد میں پہنچ سکے تو اس کو جماعت ترک نہیں کرنی چاہئے۔ (۸) آٹھواں عذر ترجمہ سے واضح ہے۔

(۹) نواں عذر یہ ہے کہ کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو کہ اس کے جماعت کے لئے چلے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا وحشت کا خوف ہو اور کوئی دوسرا خبر گیری کرنے والا نہ ہو۔

(۱۰) دسواں عذر یہ ہے جب پیشاب، پاخانہ اسی طرح ہوا کا زور معلوم ہو۔ اس لئے کہ ان حالات میں دل ان امور میں مشغول ہوگا۔

(۱۱) گیارہواں عذر ترجمہ سے واضح ہے۔

(۱۲) بارہواں عذر یہ ہے کہ دونوں پاؤں یا ایک پاؤں کٹا ہو یا ایک ہاتھ ایک پاؤں مخالف جانب سے کٹے ہوئے ہوں۔

(۱۳) إِذَا كَانَ بِهِ دَاءٌ لَا يَقْدِرُ مَعَهُ عَلَى الْمَشْيِ كَالشَّلَلِ۔ (۱٤) إِذَا كَانَ قَدْ حَضَرَهُ الطَّعَامُ، وَهُوَ جَائِعٌ وَنَفْسُهُ تَمِيلُ إِلَى الطَّعَامِ۔ (۱۵) إِذَا كَانَ يَتَهَيَّأُ لِلسَّفَرِ۔ (۱٦) إِذَا كَانَ يَخَافُ ضِيَاعَ مَالِهِ لَوِ اشْتَغَلَ بِالْجَمَاعَةِ۔ (۱۷) إِذَا كَانَ يَخَافُ سَيْرَ الْقِطَارِ أَوْ إِقْلَاعَ الطَّائِرَةِ لَوِ اشْتَغَلَ بِالْجَمَاعَةِ۔

حلِّ لغات: دَاءٌ، بمعنی بیماری۔ جمع أَدْوَاءٌ۔ اَلشَّلَلُ، معنی خشک ہونا، لُنجا ہونا۔ اَلْقِطَارُ، بمعنی ریل گاڑی۔ إِقْلَاعٌ، مصدر ہے باب افعال کا بمعنی جہاز وغیرہ کا روانہ ہونا۔

ترجمہ: (۱۳) جب (نمازی کو) ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چلنے پھرنے پر قدرت نہ ہو جیسے لُنجاپن۔ (۱۴) جب نمازی کے پاس کھانا موجود ہو اور وہ بھوکا ہو اور حالت یہ ہے کہ اسکا دل کھانے کی طرف مائل ہے۔ (۱۵) جب (نمازی) سفر کی تیاری کر رہا ہو۔ (۱۶) جب نمازی کو یہ ڈر ہو کہ اگر جماعت میں مشغول ہو گیا تو مال ضائع ہو جائے گا۔ (۱۷) جب نمازی کو یہ ڈر ہو کہ اگر جماعت میں مشغول ہو گیا تو ریل گاڑی چل پڑے گی یا جہاز روانہ ہو جائے گا۔

تشریح: (۱۳) تیرہواں عذر ترجمہ سے واضح ہے۔

(۱۴) چودھواں عذر جماعت کو چھوڑنے کا یہ ہے کہ جب سخت بھوک لگی ہو اور کھانا سامنے موجود ہو یا تیار ہونے کے قریب ہو اور کھانے کا تقاضا بھی ہو اور نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو اب ایسی حالت میں اگر آدمی کو حکم دیا جائے کہ وہ کھانا چھوڑ کر جماعت میں شریک ہو تو اس بات کا کافی امکان ہے کہ اس کا دل نماز پڑھتے ہوئے بھی کھانے میں لگا رہے گا اس لئے ایسی صورت میں شریعتِ مطہرہ کا یہی حکم ہے اور حکمت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ وہ پہلے کھانے سے فارغ ہو لے اس کے بعد نماز پڑھے، نیز صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق نقل کیا ہے کہ خود ان کو بھی ایسا اتفاق ہو جاتا تھا کہ ان کے سامنے کھانا رکھ دیا گیا اور مسجد میں جماعت کھڑی ہو گئی، تو

ایسی صورت میں آپ رضی اللہ عنہ کھانا چھوڑ کے نہیں بھاگتے تھے بلکہ کھانا کھاتے رہتے تھے، حالانکہ (مکان مسجد کے بالکل قریب ہونے کی وجہ سے) امام کی قرأت کی آواز کانوں میں آتی رہتی تھی لیکن آپ کھانے سے فارغ ہو کر ہی نماز پڑھتے تھے۔

(۱۵) پندرہواں عذر یہ ہے کہ جب سفر کی تیاری کر رہا ہو اور سفر کا ارادہ ہو اور یہ خوف ہو کہ جماعت میں شریک ہونے کی صورت میں دیر ہو جائیگی یا قافلہ (مثلاً بس، ٹرین وغیرہ) چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو اور دوسری سواری آسانی سے مہیا نہ ہو تو جماعت چھوڑنے میں مضائقہ نہیں۔ بہر حال صرف سفر جماعت چھوڑنے کا عذر نہیں بلکہ سفر میں قافلہ کا نکل جانا عذر ہے۔

(۱۶) سولہواں عذر یہ ہے کہ مسجد تک جانے میں اور جماعت میں مشغول ہونے میں مال کے چوری ہو جانے کا یا کسی ظالم سے اپنی جان کا خطرہ ہو تو بھی جماعت چھوڑ سکتا ہے۔

(۱۷) سترہواں عذر ترجمہ سے اور ماقبل کی تشریح سے واضح ہے۔ ان مذکورہ سترہ اعذار کے علاوہ بھی علماء نے اعذار بیان فرمائے ہیں، مثلاً نماز کے درست ہونے کی کوئی شرط نہیں پائی جاتی جیسے (۱) طہارت یا ستر عورت، (۲) یا راستہ میں کسی دشمن کے مل جانے کا خطرہ ہو، یا (۳) مسجد جانے میں کسی قرضخواہ کے ملنے کا اور اس سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو بشرطیکہ قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو اگر قرض ادا کرنے پر قادر ہو تو پھر قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں یہ ظالم سمجھا جائے گا اور اِس کو ترکِ جماعت کی اجازت نہ ہوگی۔ (در مختار مع ردالمحتار، قاموس الفقہ، مراقی الفلاح مع طحطاوی، توضیح السنن، معارف الحدیث، الجوہرۃ النیرہ)

شُرُوطُ صِحَّةِ الْإِمَامَةِ

تُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ الْإِمَامَةِ أَنْ تَتَوَفَّرَ الْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ فِي الْإِمَامِ: (۱) أَنْ يَّكُوْنَ رَجُلاً. فَلَا تَصِحُّ إِمَامَةُ النِّسَاءِ لِلرِّجَالِ۔ (۲) أَنْ يَّكُوْنَ مُسْلِماً. فَلَا تَصِحُّ إِمَامَةُ الْكَافِرِ بِحَالٍ۔ (۳) أَنْ يَّكُوْنَ بَالِغاً. فَلَا تَصِحُّ إِمَامَةُ الصَّبِيِّ۔ (٤) أَنْ يَّكُوْنَ عَاقِلاً. فَلَا تَصِحُّ إِمَامَةُ الْمَجْنُوْنِ۔ (٥) أَنْ يَّكُوْنَ قَادِراً عَلَى الْقِرَاءَةِ اللَّازِمَةِ لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ. فَلَا تَصِحُّ إِمَامَةُ الْأُمِّيِّ الَّذِيْ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ لِلَّذِيْ يَقْرَأُ۔ (٦) أَنْ لَّا يَكُوْنَ فَاقِداً شَرْطاً مِّنْ شُرُوْطِ الصَّلَاةِ. كَالطَّهَارَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ۔

حلِّ لغات: فَاقِداً، صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل صحیح از باب نصر بمعنی گم کرنا نہ پانا۔ اَلْأُمِّيُّ، بمعنی اَن پڑھ۔ اُمٌّ بمعنی (ماں) کی طرف منسوب ہے کہ جس طرح ماں نے اس کو جنا تھا اور اس وقت کچھ نہ جانتا تھا تو اب بھی کچھ نہیں جانتا۔ (نہر الفائق)

ترجمہ: امامت کے درست ہونے کی شرطیں۔ امامت کی درستگی کے لئے شرط لگائی جاتی ہے اس بات کی کہ آنے والی باتیں امام میں پوری طرح پائی جائیں: (۱) ایک یہ ہے کہ (امام) مرد ہو، لہٰذا عورتوں کا مرد کے لئے امام بننا درست نہیں۔ (۲) دوسری یہ ہے کہ (امام) مسلمان ہو، لہٰذا کافر کی امامت کسی حال میں درست نہیں۔ (۳) تیسری یہ ہے کہ (امام) بالغ ہو، لہٰذا بچے کی امامت درست نہیں۔ (۴) چوتھی یہ ہے کہ (امام) عاقل ہو، لہٰذا دیوانے کی امامت درست نہیں۔ (۵) پانچویں یہ ہے کہ (امام) اتنی قرأت کرنے پر قدرت رکھتا ہو جو نماز کی درستگی کے لئے ضروری ہے، لہٰذا ایسے اَن پڑھ کا جو قرأت پر قادر نہیں ایسے شخص کی امامت کرنا جو قرأت کو سکتا ہو درست نہیں۔ (۶) چھٹی شرط یہ ہے کہ (امام) نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کو فوت کرنے والا نہ ہو، جیسے پاکی اور ستر چھپانا۔

تشریح: امام کا لغوی معنی ہے آگے اور سامنے۔ شریعت میں اس لفظ سے "امیر المسلمین" بھی مراد لئے جاتے ہیں۔ فقہ کی اصطلاح میں یہ لفظ اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جس کی نقل و حرکت کی پیروی نماز میں کی جاتی ہے اور جس کو ہمارے عرف میں امام کہتے ہیں۔ چونکہ دین کے تمام اعمال میں سب سے اہم اور مقدم نماز ہے اور دین کے نظام میں اس کا درجہ اور مقام گویا وہی ہے جو جسم انسانی میں قلب کا ہے، اس لئے اس کی امامت بہت بڑا دینی منصب ہے اور بڑی بھاری ذمہ داری ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی ایک طرح کی نیابت ہے، اس واسطے ضروری ہے کہ امام ایسے شخص کو بنایا جائے جو موجود نمازیوں میں دوسروں کی بنسبت اس عظیم منصب کے لئے زیادہ اہل اور موزوں ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے میں سے بہترین افراد کو امام بناؤ، اس لئے کہ وہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان وکیل اور نمائندہ ہیں، ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر تم چاہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو اپنے میں سے بہتر کو امام بناؤ، چنانچہ اب مصنف رحمہ اللہ وہ شرطیں بیان فرماتے ہیں جن کا امام میں پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ امام مرد ہو لہٰذا عورت، اسی طرح خنثیٰ مشکل یعنی ہیجڑا مرد کے لئے امام نہیں بن سکتے اس لئے کہ عورت کو پیچھے کرنے کا حکم ہے جبکہ عورت کو امام بنانے میں اس حکم کی خلاف ورزی ہے اور خنثیٰ مشکل بھی عورت کے حکم میں ہے، اس سے پتہ چلا کہ عورت عورت کے لئے امام بن سکتی ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ نیز ہیجڑا بھی عورت کا امام بن سکتا ہے البتہ ہیجڑا ہیجڑے کے لئے امام نہیں بن سکتا۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ امام مسلمان ہو، لہٰذا غیر مسلم کی امامت بالاتفاق درست نہیں، اسی طرح ایسا بدعتی نہ ہو جس کا عقیدہ کفریہ ہو جیسا کہ روافض جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اِلٰہ ہونے کا دعویٰ کریں یا یہ کہیں کہ نبوت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام غلطی سے دوسری جگہ وحی لے کر جاتے تھے، اسی طرح جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے اور ان پر تہمت باندھے یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے یا ان کی خلافت کا انکار کرے ان مذکورہ عقائد رکھنے والے شخص میں بھی امام بننے کی صلاحیت نہیں، البتہ ایسا بدعتی جس کا عقیدہ کفریہ نہ ہو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ وہ عقیدے کے لحاظ سے فاسق ہے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ امام بالغ ہو، چنانچہ نابالغ بچے کی امامت جبکہ اس کے پیچھے بالغ مقتدی ہوں درست نہیں چاہے نماز فرض ہو یا نفل واجب ہو یا سنت، اسی طرح نماز جنازہ یا تراویح ہی کیوں نہ ہوں، اس لئے کہ بالغ کی نماز فرض اور قوی ہے اور نابالغ کی نماز نفل اور ضعیف ہے اور قوی کی بنیاد ضعیف پر یعنی فرض پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔ البتہ لڑکا اگر بالغ ہو مگر امرد اور بے ریش ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز تو ہے مگر داڑھی والا اس سے مقدم ہے اسی طرح نابالغ نابالغ بچوں کا امام بن سکتا ہے۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ امام پاگل نہ ہو اسی طرح نشہ میں مدہوش نہ ہو، البتہ اگر پاگل ایسا ہو کہ کبھی کبھار اپنے جنون سے نکل جاتا ہو تو اس وقت درست ہے۔

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ اتنی قرأت کرنے کی قدرت رکھتا ہو جو نماز کے درست ہونے کے لئے ضروری ہے جبکہ اس کے پیچھے مقتدی قرأت کو جانتے ہوں یعنی امی نہ ہوں کیونکہ اگر مقتدی امی ہوں تو پھر امی ان کا امام بن سکتا ہے۔ اور وہ مقدار جو نماز کے

درست ہونے کے لئے ضروری ہے یعنی فرض مقدار وہ اتنی قرأت ہے جس کا پڑھنا آسان ہو اور وہ بقولِ اصح کم از کم ایک چھوٹی آیت ہے مگر "مُدْهَامَّتَانِ" جیسا ایک کلمہ نہ ہو۔ البتہ قوی اور محتاط رائے یہ ہے کہ کم از کم ایک طویل آیت یا چھوٹی تین آیتوں کی مقدار ہے۔

فائدہ: جتنی مقدار قرأت سے نماز جائز ہو یعنی کم از کم چھوٹی ایک آیت اس کا یاد کرنا فرض ہے اور سورۂ فاتحہ اور ایک سورت کو یاد کرنا واجب ہے، بہر حال پورا قرآن یاد کرنا تو یہ فرضِ کفایہ ہے۔ (نہر الفائق)

(۶) چھٹی شرط یہ ہے کہ امام ایسا آدمی بنے جس میں نماز کی ساری شرطیں موجود ہوں کوئی شرط فوت نہ ہو رہی ہو لہٰذا اگر کسی شخص میں طہارت والی شرط نہ ہو چاہے نجاست حکمی سے طہارت نہ ہو جیسے وضو یا غسل یا حقیقی سے نہ ہو مثلاً کپڑے یا بدن پر نجاست لگی ہوئی ہے تو ایسا شخص ان لوگوں کا امام نہیں بن سکتا جن میں ہر قسم کی طہارت پائی جاتی ہے اسی طرح اگر کسی میں ستر چھپانے والی شرط مفقود ہو تو وہ بھی امام نہیں بن سکتا چنانچہ ننگا آدمی ستر چھپانے والوں کا امام نہیں بن سکتا۔ البتہ ننگا ننگوں کا امام بن سکتا ہے۔ (نہر الفائق، قاموس الفقہ، مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، کتاب الفقہ علی المذاہب، جوہرۃ)

(۷) أَنْ يَكُوْنَ سَالِماً مِنَ الْأَعْذَارِ، كَالرُّعَافِ الدَّائِمِ، وَسَلَسِ الْبَوْلِ وَانْفِلَاتِ الرِّيْحِ (۸) أَنْ يَكُوْنَ صَحِيْحَ اللِّسَانِ بِحَيْثُ يَنْطِقُ بِالْحُرُوْفِ عَلٰى وَجْهِهَا۔ فَلَا تَصِحُّ إِمَامَةُ الَّذِيْ يُبَدِّلُ الرَّاءَ غَيْناً، أَوْ لَاماً وَالسِّيْنَ ثَاءً مَثَلاً لِلَّذِيْ هُوَ قَادِرٌ عَلَى النُّطْقِ بِالْحُرُوْفِ عَلٰى وَجْهِهَا۔

حلِ لغات: اَلرُّعَافُ، بمعنی نکسیر جو ایک بیماری ہے جس میں ناک سے خون بہتا ہے کبھی تو مسلسل اور کبھی ایک آدھ بار آجاتا ہے خاص طور پر گرمیوں میں۔ سَلِسٌ، بمعنی آسان، نرم سَلِسُ الْبَوْل بمعنی پیشاب کا آسانی سے بہنا اور نہ رُکنا یہ بھی ایک بیماری ہے جس میں مسلسل پیشاب کے قطرے ٹپکتے رہتے ہیں۔ اِنْفِلَات، مصدر ہے باب انفعال کا بمعنی چھوٹنا۔ انفلات الریح بمعنی ہوا خارج ہونے کی بیماری یہ بھی ایک بیماری ہے جس کو گیس کہتے ہیں۔ نُطْقٌ، بمعنی گفتگو کرنا، واضح بیان کرنا۔

ترجمہ: (۷) ساتویں شرط یہ ہے کہ عیوب سے محفوظ ہو جیسا کہ مستقل نکسیر اور مسلسل پیشاب کے قطرے آنا اور مسلسل ہوا کا خارج ہونا۔ (۸) آٹھویں شرط یہ ہے کہ درست زبان والا ہو اس طور پر کہ حروف کو انکے طریقے پر (مخارج کے ساتھ) ادا کر سکتا ہو لہٰذا اس شخص کی امامت جو مثلاً را کو غین یا لام سے اور سین کو ثا سے تبدیل کرتا ہو اُس شخص کے لئے درست نہیں جو حروف کو صحیح طریقہ پر پڑھ سکتا ہو۔

تشریح: (۷) ساتویں شرط امامت کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ امام کو کسی قسم کا عذر لاحق نہ ہو جیسے دائمی نکسیر، مسلسل پیشاب کے قطرے آنا، اور مسلسل ہوا کا خارج ہونا اس لئے کہ معذور کی نماز مجبوری کی نماز ہے جو باوجود عذر کے بھی ہو جاتی ہے اس لئے غیر معذور کی نماز عذر والے کے پیچھے جائز نہیں البتہ ایک معذور کی نماز دوسرے معذور کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ دونوں کا عذر ایک ہو، عذر کے تفصیلی مسائل بڑی کتابوں میں آجائیں گے ان شاء اللہ۔

(۸) آٹھویں شرط یہ ہے کہ امام کی زبان درست ہو یعنی حروف کو اپنے مخارج سے ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہو زبان میں ہکلا پن نہ ہو کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نکلے مثلاً ذال کی جگہ زا، شین کی جگہ سین، ایسا شخص باوجود محنت کے بھی اگر درست نہ پڑھ سکتا ہو تو وہ اپنے جیسے کا تو امام بن سکتا ہے لیکن قرآن کو صحیح پڑھنے والے کا امام نہیں بن سکتا۔(در مختار مع رد المحتار، قاموس الفقہ، مراقی الفلاح مع طحطاوی)

فائدہ: ان تمام شرطوں کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ امام بنسبت مقتدیوں کے نماز کی شرطوں کے اعتبار سے اچھے حال میں ہو یا کم از کم برابر درجہ میں ہو مقتدیوں سے کم تر حالت میں نہ ہو۔ ورنہ امامت درست نہیں۔ کیونکہ مقتدی کی نماز کی بنیاد امام کی نماز پر ہے لہٰذا امام کی نماز کا کامل ہونا ضروری ہے۔(کتاب الاختیار لتعلیل المختار)

مَنْ لَهُ حَقُّ التَّقَدُّمِ فِي الْإِمَامَةِ؟

اَلسُّلْطَانُ وَنَائِبُهُ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ۔ اَلْإِمَامُ الْمُوَظَّفُ فِيْ مَسْجِدٍ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ خَاصَّةً۔ صَاحِبُ الْمَنْزِلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ إِذَا كَانَ يَصْلُحُ لِلْإِمَامَةِ، وَأُقِيْمَتِ الْجَمَاعَةُ فِيْ مَنْزِلِهٖ۔ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْحَاضِرِيْنَ السُّلْطَانُ، أَوْ نَائِبُهُ، أَوِ الْإِمَامُ الْمُوَظَّفُ، أَوْ صَاحِبُ الْمَنْزِلِ، فَأَوْلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ أَعْلَمُهُمْ بِأَحْكَامِ الصَّلَاةِ صِحَّةً وَفَسَادًا۔

حلِّ لغات: سُلْطَان، بمعنی بادشاہ۔ جمع سَلَاطِيْن۔ اَلْمُوَظَّفُ، صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول مثال واوی از باب تفعیل بمعنی تنخواہ دار، وظیفہ خور، وہ شخص جس کا وظیفہ یعنی تنخواہ مقرر ہو۔

ترجمہ: امام بننے میں مقدم ہونے کا حق کس کو ہے؟ بادشاہ اور اس کا نائب امامت کا سب سے زیادہ مستحق (حقدار) ہے۔ کسی بھی مسجد کا تنخواہ دار (مقرر کردہ) امام اسی مسجد میں خاص طور پر امام بننے کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ مالکِ مکان امامت کا زیادہ حقدار ہے جبکہ وہ مالکِ مکان امامت کی صلاحیت رکھتا ہو، اور جماعت اس کے مکان میں کھڑی کی جائے۔ پس اگر موجودہ لوگوں میں بادشاہ، یا اس کا نائب، یا اس کا مقرر کردہ تنخواہ دار امام، یا گھر والا نہ ہو تو لوگوں میں سے امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ شخص ہے جو باعتبار صحت وفسادِ نماز کے مسائل اور احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔

تشریح: امامت کے شرائط بیان فرمانے کے بعد اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ: امامت جیسے عظیم منصب کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے اور اِس کی ترتیب کیا ہے؟ چنانچہ فرمایا کہ: (۱) بادشاہِ اسلام یا اس کے نائب یا حاکم شرع کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو امامت کا حق نہیں بلکہ یہ لوگ امامت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں، بشرطیکہ بقدرِ ضرورت نماز اور اس کے طریقے سے واقف ہوں اور نماز کی دیگر شرطیں بھی ان میں پائی جاتی ہوں، اس لئے کہ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے کسی اور کو آگے کرنے میں ان لوگوں کی اہانت ہے، نیز ان لوگوں کے ہوتے ہوئے کسی اور کو آگے کرنے میں حدیث پاک کی مخالفت لازم آتی ہے۔

(۲) پھر کسی بھی مسجد کا مقرر کردہ امام اپنی مسجد میں امامت کروانے کا زیادہ حقدار ہے۔

(۳) پھر جب گھر میں جماعت ہو رہی ہو تو اس گھر والا امامت کا زیادہ حقدار ہے بشرطیکہ امامت کی دوسری شرائط اس میں پائی جائیں، ان مذکورہ لوگوں یعنی (۱) بادشاہِ اسلام یا اُس کا نائب اور قاضی، (۲) مسجد کا مقرر کردہ امام، (۳) صاحب خانہ کی موجودگی میں ان کی

اجازت کے بغیر امامت کی طرف سبقت کرنا کسی دوسرے شخص کا حق نہیں ہے چاہے ان کی موجودگی میں ان سے زیادہ مسائل کو جاننے والا، ان سے بڑا قاری ان سے بڑا متقی اور افضل آدمی موجود ہو بالخصوص عیدین اور جمعہ کی نماز میں کیونکہ اس طرح کرنے میں امور سلطنت میں اختلاط، آپس میں بغض وعناد، اختلاف اور افتراق، فتنہ اور فساد کا دروازہ کھلتا ہے جبکہ جماعت کی مشروعیت ہی ان غیر اخلاقی چیزوں کو ختم کرنے کے لئے ہوئی ہے۔ جیسا کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اپنے علم، فضل و شرف اور تقویٰ کے باوجود حجاج بن یوسف جیسے ظالم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے پھر چاہے یہ لوگ خود نماز پڑھائیں یا کسی اور کو آگے کر دیں کیونکہ امامت ان کا حق ہے اور ان کو اختیار ہے بشرطیکہ جس کو آگے کریں وہ نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہو چاہے افضل نہ ہو۔

فائدہ: یہ مذکورہ ترتیب دوسرے لوگوں کے اعتبار سے ہے اگر کسی مجلس میں بادشاہ، قاضی، مسجد کا مقرر کردہ امام، اور صاحبِ منزل سارے موجود ہوں تو اس وقت سب سے زیادہ حقدار بادشاہ ہے پھر قاضی پھر مالکِ مکان پھر محلہ کا مقرر کردہ امام۔

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْحَاضِرِيْنَ الخ: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتا رہے ہیں کہ اگر حاضرین میں (جو جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے جمع ہیں) نہ بادشاہ ہو نہ اس کا نائب نہ امام مسجد نہ مالک مکان تو اب چونکہ امامت بہت بڑا دینی منصب، اور بڑی بھاری ذمہ داری ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرح کی نیابت ہے اس واسطے ضروری ہے کہ امام ایسے شخص کو بنایا جائے جو موجودہ نمازیوں میں دوسروں کی نسبت اس عظیم منصب کے لئے زیادہ موزوں ہوں اور یہ وہی شخص ہو سکتا ہے جو آپ کی وراثت سے زیادہ حصہ لے چکا ہو اور آپ کی وراثت میں اعلیٰ چیز قرآن مجید کا ہے اس لئے جس شخص نے قرآن سے خاص تعلق پیدا کیا، دل میں اتارا، اور اس کے احکام کو سمجھا جسکو عالم کہتے ہیں جو حاضرین میں سب سے زیادہ نماز کے احکام سے واقف ہو صحت اور فساد کے اعتبار سے، یعنی نماز کی درستگی کے لئے کن امور کی شرط ہے اور کن باتوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ نیز نماز میں قرآن کی جو مقدار سنت ہے اس کا حافظ بھی ہو نیز ظاہری برائیوں سے بچتا بھی ہو۔ دین کے معاملے میں لوگ اس پر انگشت نمائی نہ کرتے ہوں۔

ثُمَّ الْأَكْثَرُ حِفْظاً لِلْقُرْآنِ مَعَ الْعِلْمِ بِأَحْكَامِ الصَّلَاةِ. ثُمَّ الْأَوْرَعُ. ثُمَّ الْأَكْبَرُ سِنًّا. فَإِنِ اسْتَوَوْا صَلَّى بِهِمْ مَنِ اخْتَارَهُ الْقَوْمُ. فَإِنِ اخْتَلَفَ الْقَوْمُ صَلَّى بِهِمْ مَنِ اخْتَارَهُ الْأَكْثَرُوْنَ وَإِنْ قَدَّمُوْا غَيْرَ الْأَوْلٰى فَقَدْ أَسَاءُوْا.

حل لغات: اَلْأَوْرَعُ: صیغہ واحد مذکر بحث اسم تفضیل مثال واوی از باب حسب، کرم، فتح بمعنی پرہیزگار ہونا، گناہوں سے دور رہنا۔ "أَوْرَعُ" وَرَعٌ سے مشتق ہے ورع کا معنیٰ مشتبہ چیزوں سے بچنا جبکہ تقویٰ صرف مکروہِ تحریمی اور حرام سے بچنے کو کہتے ہیں تو ورع تقویٰ سے بھی اعلیٰ درجہ کی صفت ہے۔ اور اس سے اوپر درجہ کی چیز زُھد ہے جس میں حلال سے بھی اس لئے بچا جاتا ہے کہ کہیں مشتبہ میں واقع نہ ہو جائے۔ اِسْتَوَوْا: صیغہ جمع مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف لفیفِ مقرون از باب افتعال بمعنی معتدل و برابر ہونا، اصل میں اِسْتَوَيُوْا بروزن اِجْتَنَبُوْا تھا۔ اِخْتَارَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف یائی از باب افتعال بمعنی انتخاب کرنا۔ أَسَاءُوْا: صیغہ جمع مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مہموز اللام اجوف واوی از باب افعال بمعنی برا کرنا۔

ترجمہ: پھر وہ شخص جو نماز کے احکام کو جاننے کے ساتھ ساتھ قرآن کا سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔ پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو۔ پھر وہ شخص جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔ پس اگر (ان تمام چیزوں میں) برابر ہوں تو قوم کو وہ شخص نماز پڑھائے گا جس کو قوم نے منتخب کیا ہو۔ پس اگر قوم اختلاف کرے (امام کے انتخاب میں) تو قوم کو نماز پڑھائے گا وہ شخص جس کو اکثر لوگ منتخب کریں اور اگر انہوں نے غیر مستحق کو آگے کیا تو بُرا کیا اور نامناسب کام کیا (اچھا نہیں کیا)۔

تشریح: یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ اگر نماز کے مسائل کا علم رکھنے میں سب برابر ہوں تو اس کے بعد جو نماز کے احکام کو جاننے کے ساتھ ساتھ قرآن کا سب سے بڑا قاری ہو یعنی صرف حافظ نہ ہو بلکہ قرأت کے احکام وقف، وصل، ابتدا، اور حروف کی ادائیگی کی کیفیت کو بھی جانتا ہو اور تجوید سے قرآن پڑھتا ہو، اس ترتیب کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت میں ترجیح دی حالانکہ قرأت کے اعتبار سے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو فضیلت حاصل تھی، نیز "قرأت" میں مہارت کا تعلق نماز کے صرف ایک رکن سے ہے جبکہ علم کا تعلق نماز کے تمام ارکان سے ہے اس لئے احکام شریعت کی واقفیت میں فائق ہونا زیادہ اہم ہے۔

پھر اگر قاری قرآن ہونے میں بھی سب برابر ہوں تو اس کے بعد وہ شخص امامت کا زیادہ حقدار ہے جس کے اندر تقویٰ اور پرہیز گاری زیادہ ہو۔ "اَوْرَعْ" اُس شخص کو کہتے ہیں جو حرام کاموں اور گناہوں کے ساتھ مشتبہ چیزوں سے بھی پرہیز کرتا ہو جبکہ "متقی" حرام سے بچنے والے کو کہتے ہیں۔

پھر اگر تقویٰ اور پرہیز گاری میں بھی سب برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا اور بزرگ ہو اس لئے کہ آپ ﷺ نے دو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہما سے جو سفر پر جانا چاہتے تھے فرمایا: تم میں سے بڑا تمہاری امامت کرائے۔

اسکے بعد بھی فقہاء نے کچھ ترجیح کے اسباب بیان فرمائے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ: اگر عمر میں بھی سب برابر ہوں تو پھر جس کے اخلاق اچھے ہوں پھر جس کا چہرہ حسین ہو پھر جس کا نسب عالی اور شرافت والا ہو پھر جس کی آواز اچھی ہو غرض جو کمالات لوگوں کی زیادہ توجہ اور نشاط کا باعث بن سکتے ہوں اُن کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

پھر اگر عمر میں سارے برابر ہوں تو قوم جس کو منتخب کرے وہی امامت کا زیادہ حقدار ہے جس کے لئے قرعہ اندازی کرنا بھی جائز ہے پس جس کے نام کا قرعہ نکلے وہی امامت کرائے، پھر اگر قوم کا اختلاف ہو جائے انتخاب میں تو جس کے بارے میں قوم کے زیادہ افراد کی رائے ہو اور زیادہ رائے بھی سمجھدار لوگوں کی معتبر ہے ورنہ جاہلوں کی کثرت کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ مذکورہ ترتیب مسلم شریف کی حدیث پاک میں وارد ہوئی ہے جو ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ حدیث شریف میں فضیلت کا تیسرا معیار عہدِ نبوت کے اس خاص ماحول میں ہجرت میں مقدم ہونا تھا اس لئے حدیث میں تیسرے نمبر پر ہجرت میں سابق ہونا فرمایا گیا ہے لیکن بعد میں ہجرت باقی نہ رہی اس لئے فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی جگہ باطنی ہجرت یعنی گناہوں کو چھوڑنا اور صلاح اور تقویٰ میں فوقیت کو فضیلت کا تیسرا معیار قرار دیا۔ لہٰذا اگر مستحق کے ہوتے ہوئے غیر مستحق کو آگے کیا تو بُرا کیا لیکن گنہگار نہیں ہونگے بُرا تو اس لئے کیا کہ سنت طریقہ چھوڑ دیا اور گنہگار اس لئے نہیں ہونگے کہ واجب کو ترک نہیں کیا تاہم نماز ادا ہو جائیگی کیونکہ انہوں نے ایسے شخص کو آگے

کیا ہے جس میں امام بننے کی صلاحیت موجود تھی۔ (غنیۃ المستملی، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، طحطاوی مع مراقی الفلاح، البحر الرائق، منحۃ الخالق، النہر الفائق، قاموس الفقہ، معارف الحدیث)

مَوَاضِعُ الْكَرَاهَةِ فِي الْإِمَامَةِ وَالْجَمَاعَةِ

(۱) تُكْرَهُ إِمَامَةُ الْفَاسِقِ۔ (۲) تُكْرَهُ إِمَامَةُ الْعَبْدِ۔ (۳) تُكْرَهُ إِمَامَةُ الْأَعْمٰى إِلَّا إِذَا كَانَ أَفْضَلَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ اِجْتَمَعُوْا فَلَا تُكْرَهُ۔ (٤) تُكْرَهُ إِمَامَةُ الْجَاهِلِ سَوَاءٌ كَانَ بَدَوِيًّا أَوْكَانَ حَضَرِيًّا مَعَ وُجُوْدِ الْعَالِمِ۔ (٥) تُكْرَهُ إِمَامَةُ مَنْ يَكْرَهُهُ النَّاسُ لِنَقْصٍ فِيْهِ۔ (٦) يُكْرَهُ تَطْوِيْلُ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَدْرِ الْمَسْنُوْنِ۔ (٧) تُكْرَهُ جَمَاعَةُ النِّسَاءِ وَحْدَهُنَّ فَإِنْ صَلَّيْنَ بِالْجَمَاعَةِ وَقَفَتِ الْإِمَامُ وَسْطَهُنَّ۔ (٨) يُكْرَهُ حُضُوْرُ النِّسَاءِ الْجَمَاعَةَ فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ لِعُمُوْمِ الْفِتْنَةِ۔

حلِّ لغات: مُبْتَدِعٌ: صیغہ اسم فاعل صحیح از باب افتعال بمعنی بدعت نکالنے والا، بدعتی۔ بَدَوِيًّا: اسم منسوب ہے بَدَاوَۃ کی طرف بمعنی خانہ بدوش، دیہاتی۔ حَضَرِيًّا: اسم منسوب ہے حَضَارَۃٌ (جس کا معنی ہے شہری زندگی) کی طرف تو حَضَرِيًّا بمعنی شہری۔

ترجمہ: امامت اور نماز باجماعت میں کراہت کے مواقع: (یعنی مکروہ باتیں)۔ (۱) فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ (۲) بدعتی کی امامت مکروہ ہے۔ (۳) نابینا کی امامت مکروہ ہے مگر جب کہ وہ نابینا اس قوم میں سب سے افضل ہو جو (نماز کے لئے) جمع ہیں تو پھر مکروہ نہیں۔ (۴) عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کی امامت مکروہ ہے چاہے وہ جاہل شہری ہو یا دیہاتی۔ (۵) اس شخص کی امامت مکروہ ہے جس کو لوگ کسی عیب کی وجہ سے ناپسند کرتے ہوں۔ (٦) مسنون مقدار سے نماز کو زیادہ لمبا کرنا مکروہ ہے۔ (۷) اکیلے عورتوں کی جماعت مکروہ ہے، پس اگر وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں تو امامت کرنے والی ان کے درمیان میں کھڑی ہو۔ (۸) اس زمانہ میں فتنہ کے پھیل جانے کی وجہ سے عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ امامت اور جماعت کے مکروہات کو بیان فرماتے ہیں: تاکہ امامت کے مسئلہ میں نیز باجماعت نماز ادا کرنے میں ان مکروہ چیزوں سے اجتناب کیا جا سکے۔

امامت کے مسئلہ میں (۱) پہلا مکروہ یہ ہے کہ فاسق کو امام بنایا جائے۔ "فَاسِقٌ" "فِسْقٌ" سے مشتق ہے جس کا معنی ہے استقامت سے نکل جانا، شریعت کی اصطلاح میں فاسق اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی اطاعت سے نکل جائے اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے اور توبہ بھی نہ کرے یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرے اور عادت بنالے اور جو گناہ کے کام علانیہ طور پر کرے اس کو فاجر کہتے ہیں۔ فاسق سے مراد ہر وہ شخص ہے جو کھلم کھلا گناہوں کا ارتکاب کرے جیسا کہ داڑھی منڈواتا ہے یا سود کھاتا ہے یا جوا کھیلتا ہے۔ چونکہ یہ دین کے بارے میں متہم ہے اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں جو جماعت کو کم کرنے کا ذریعہ ہے۔ تو شرعاً اس کی اہانت ضروری ہے اور نماز کے لئے اس کو آگے کرنے میں اِس کی تعظیم لازم آتی ہے اس لئے فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے البتہ اگر فاسق کے علاوہ کوئی اور مناسب آدمی موجود نہ ہو یا فاسق ایسا زور دار ہو کہ اس کو ہٹانے پر قدرت نہ ہو یا فتنۂ عظیم برپا ہوتا ہو تو پھر کراہت نہیں، تنہا نماز پڑھنے سے اس فاسق کے پیچھے نماز

(۲) بدعتی کی امامت مکروہِ تحریمی ہے چاہے عالم اور قاری ہو کیونکہ یہ فاسق سے بھی خطرناک ہے اس لئے کہ فاسق میں عمل کا فسق ہے اور بدعتی میں عقیدے کا فسق ہے نیز عمل کا فاسق اپنے آپ کو گنہگار بھی سمجھتا ہے اور استغفار بھی کرے گا جبکہ بدعتی اپنے آپ کو گنہگار نہیں سمجھتا تو استغفار کیسے کرے گا، بدعتی وہ شخص ہے جو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف کسی چیز کے دین ہونے کا عقیدہ رکھے۔

بدعتی دو قسم کے ہیں: (۱) جس کی بدعات کفر اور شرک کی حد تک پہنچی ہوں، اُس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں اگر پڑھ لی تو لوٹانا ضروری ہے۔ لہٰذا جو شخص شفاعتِ نبی کا منکر ہو یا دیدارِ خداوندی کا منکر ہو یا حدیث کا منکر ہو یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے یا ان کی خلافت کا انکار کرے یا شیخین یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دے یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے تو اس کو امام بنانا جائز نہیں اس کے کفریہ عقائد کی بنیاد پر اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی جائز نہیں۔ (۲) ایسا بدعتی جس کی بدعات کفر و شرک کی حد تک نہ پہنچی ہوں یعنی ایسا عمل کرتا ہو جس کی شریعتِ مطہرہ میں کوئی اصل اور دلیل نہ ہو اور یہ اس کو ثواب کا کام سمجھ کر کرتا ہے مثلاً قبروں پر پھول چڑھانا، اگر بتی اور موم بتی جلانا، چونکہ بدعتی کا مرتبہ فاسق سے بھی بڑا ہے اس لئے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

فائدہ: غیر مقلّد بہت طرح کے ہیں بعض ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا خلافِ احتیاط یا مکروہِ تحریمی ہے یا بالکل نہیں ہوتی جو غیر مقلّد سخت متعصّب ہو اور بزرگانِ دین کے بارے میں زبان درازی کرتا ہو وہ فاسق کے حکم میں ہے اس کی امامت مکروہ ہے لیکن اگر وہ غیر متعصّب ہو اور بزرگوں کی شان میں بے ادب نہ ہو نیز وہ ایسا عمل نہ کرے کہ جس سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق نماز مکروہ یا فاسد ہو جاتی ہے تو ایسے غیر مقلّد کے پیچھے نماز پڑھنا مذکورہ شرائط کے ساتھ درست ہے جبکہ وہ طہارت وغیرہ مسائل میں احناف کے مسلک کی رعایت رکھتا ہو۔ (فتاوی رشیدیہ، دار العلوم دیوبند) چونکہ پورا حال معلوم ہونا بروقت مشکل ہے اس لئے احتیاطاً غیر مقلّد کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہیئے۔ (امداد الفتاوی)

نیز داڑھی کٹوانے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ داڑھی رکھنا واجب اور منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ خواہ فرائض میں ہو یا تراویح میں۔ نیز محلّہ کی مسجد میں اگر بدعتی امام ہو تو یہ جماعت ترک کرنے کا عذر ہے اس صورت میں اگر اہل حق کی کوئی دوسری مسجد قریب ہو یا زیادہ دور نہ ہو اور معمولی مشقت اٹھا کر وہاں جا کر نماز پڑھ سکتا ہو تو وہاں جا کر پڑھے ورنہ اپنے گھر پر جماعت سے پڑھ لے۔

(۳) اندھے کی امامت مکروہ ہے چنانچہ مفسر الامت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے امامت سے پرہیز فرماتے تھے۔ (ہندیہ) کیونکہ عام طور سے اندھا آدمی کپڑوں کو نجاست سے محفوظ نہیں رکھ سکتا نیز قبلہ کی جہت کو بھی اچھی طرح نہیں پا سکتا لیکن اگر وہ نابینا محتاط ہو اور نجاست سے بچنے کا پورا اہتمام کر سکتا ہو اور مقتدیوں میں سب سے افضل ہو تو اس صورت میں اس کی امامت مکروہ نہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پر جانے کے وقت حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم اور حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہما کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا جو نمازیں بھی پڑھاتے تھے۔

(۴) عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کی امامت مکروہ ہے چاہے وہ جاہل شہری ہو یا دیہاتی کیونکہ وہ نماز کے مسائل سے ناواقف ہے۔

(۵) اس شخص کی امامت بھی مکروہ ہے جس کو لوگ کسی عیب کی وجہ سے ناپسند کرتے ہوں لیکن یہ ناپسند کرنا دیندار اور اکثر لوگوں کا معتبر ہے ایک دو آدمی یا دنیاداروں کی ناراضگی معتبر نہیں، امامت مکروہ اس لئے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو کسی قوم کی امامت کرے اور قوم اس کی امامت پر راضی نہ ہو"۔ نیز اس کے امام بننے سے جماعت میں کمی واقع ہوگی لیکن اگر امامت کے اوصاف اس میں سب سے زیادہ پائے جاتے ہیں اور کوئی شرعی خرابی بھی امام میں موجود نہیں لوگ غلط اعتراض کی وجہ سے اس سے ناخوش ہیں اور اس کو امامت سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ لوگ گنہگار اور سخت مجرم ہیں اور غلطی پر ہیں۔

(۶) مسنون مقدار سے نماز کو زیادہ لمبا کرنا بھی مکروہ ہے چاہے قرأت کی لمبائی ہو یا تسبیحات کی۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "جو تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور اور بیمار اور بوڑھے ہوتے ہیں اور جب اپنی نماز پڑھے تو جتنی چاہے طویل کرے"۔ نیز حد سے زیادہ لمبا کرنے میں جماعت کے کم ہونے کا خدشہ ہے۔ البتہ مسنون مقدار میں قرأت یا تسبیحات کرنا لمبی نماز نہیں کہلائے گی، تسبیحات میں بہتر یہ ہے کہ امام پانچ مرتبہ کہے تاکہ مقتدی آسانی کیساتھ تین مرتبہ کہہ سکے۔ آپ ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ امام کو چاہیئے کہ وہ اس بات کا خاص لحاظ رکھے کیونکہ مقتدیوں میں کبھی کوئی بیمار یا کمزور یا بوڑھا بھی ہوتا ہے، اس لئے نماز زیادہ طویل نہ پڑھائے یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ اور ہر وقت کی نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھی جائیں اور رکوع، سجدہ میں تین دفعہ سے زیادہ تسبیح بھی نہ پڑھی جائے۔ (جوہرۃ، معارف الحدیث، رد المحتار)

(۷) صرف عورتوں کی جماعت مکروہ ہے یعنی مکروہِ تحریمی ہے (یعنی جماعت میں صرف عورتیں ہی شریک ہوں مرد بالکل نہ ہوں) چاہے فرض نماز کی جماعت ہو یا نفل نماز کی، جیسے تراویح، صلوٰۃ التسبیح وغیرہ۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "عورت کی نماز کوٹھڑی کے اندر بہتر ہے بنسبت صحن میں نماز پڑھنے کے اور اس کی نماز گھر کے اندر کی کوٹھڑی میں بہتر ہے کوٹھڑی میں نماز پڑھنے سے"۔ نیز عورتوں کی جماعت مکروہ کام کے ارتکاب سے خالی نہیں اس لئے کہ ان کی امام، اقتداء کرنے والی عورتوں سے آگے کھڑی ہوگی یا ان کے درمیان میں کھڑی ہوگی، پہلی صورت میں عورت کا آگے ہونا لازم آتا ہے جو عورتوں کے حق میں مکروہ ہے اور پردے کے خلاف ہے دوسری صورت میں امام کا اپنے مقام کو چھوڑنا لازم آئے گا جبکہ جماعت سنت ہے اور قانون یہ ہے کہ مکروہ کا ارتکاب کرنے سے سنت کو چھوڑ دینا بہتر ہے لیکن اگر وہ کراہت کے باوجود جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا چاہیں تو ان کی امامت کرنے والی عورت اُن کے درمیان میں کھڑی ہوگی جیسے برہنہ لوگوں کا امام ان کے درمیان کھڑا ہوتا ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل اسی طرح منقول ہے شاید وہ ابتداء اسلام میں ایسا کرچکی ہوں، نیز اس میں ستر بھی زیادہ ہے۔ لیکن اگر امام عورت آگے کھڑی ہوئی تو گنہگار ہوجائے گی تاہم نماز درست ہوجائے گی کراہت کیساتھ۔ (رد المحتار مع در مختار، طحطاوی مع مراقی الفلاح، تسہیل)

(۸) اس زمانہ میں فتنے کے اندیشہ کی وجہ سے عورتوں کا مسجد کی جماعت میں حاضر ہونا مکروہِ تحریمی ہے چاہے جمعہ کی نماز ہو یا عید کی، عورتیں چاہے بوڑھی ہوں یا جوان، ان کا گھروں میں ہی نماز پڑھنا بہتر ہے جیسا حدیث میں گذرا۔ نیز اس میں ارشادِ خداوندی کی مخالفت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ"۔ نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "عورتوں کے لئے ان کے گھر بہتر ہیں اگر

ان کو پتہ ہوتا"، لیکن اگر وہ آ ہی جائیں اور جماعت میں شریک ہوں تو ان کی صف سب سے اخیر میں بچوں کے بعد بنائی جائے۔ (قاموس الفقہ، طحطاوی، ردالمحتار، کتاب المسائل۔)

مَوْقِفُ الْمُقْتَدِیْ وَتَرْتِیْبُ الصُّفُوْفِ

إِذَا كَانَ مَعَ الْإِمَامِ وَاحِدٌ، رَجُلٌ أَوْ صَبِيٌّ مُمَيِّزٌ وَقَفَ عَنْ يَمِينِ الْإِمَامِ مُتَأَخِّراً قَلِيلاً۔ إِذَا كَانَ مَعَ الْإِمَامِ رَجُلَانِ أَوْ أَكْثَرُ قَامُوْا خَلْفَهُ۔ كَذَا إِذَا كَانَ مَعَ الْإِمَامِ رَجُلٌ وَصَبِيٌّ قَامَا خَلْفَهُ۔ وَإِذَا اجْتَمَعَ رِجَالٌ، وَنِسْوَةٌ، وَصِبْيَانٌ، وَالْخُنَاثٰى صَفَّ الرِّجَالُ، ثُمَّ الصِّبْيَانُ، ثُمَّ الْخُنَاثٰى، ثُمَّ النِّسَاءُ۔ يَنْبَغِيْ أَنْ يَقِفَ أَفْضَلُ الْقَوْمِ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ لِيَكُوْنُوْا مُتَأَهِّلِيْنَ لِلْإِمَامَةِ عِنْدَ سَبْقِ الْحَدَثِ۔

حلِّ لغات: **اَلْخُنَاثٰی**: جمع ہے **خُنْثٰی** کی بمعنی ہیجڑا۔ **يَقِفُ**: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مثال واوی ازباب ضرب بمعنی کھڑا ہونا۔ اصل میں تھا **يَوْقِفُ** واؤ علامت مضارع مفتوح اور کسرۂ لازمی کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے گر گئی۔ **مُتَأَهِّلِيْنَ**، صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل مہموز الفاء ازباب تفعل بمعنی کسی کام کے لائق ہونا۔

ترجمہ: مقتدی کے کھڑے ہونے کی جگہ اور صفوں کی ترتیب۔ جب امام کے ساتھ ایک شخص ہو، بالغ مرد ہو یا سمجھدار بچہ ہو تو وہ امام کی داہنی جانب تھوڑا سا پیچھے ہو کر کھڑا ہو جائے۔ جب مقتدی دو مرد ہوں یا دو مردوں سے زیادہ ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ اسی طرح جب امام کے ساتھ ایک مرد اور ایک بچہ ہو تو وہ دونوں امام کے پیچھے ہی کھڑے ہوں۔ اور جب کچھ مرد، کچھ عورتیں، کچھ بچے، کچھ ہیجڑے، سب ہی نماز کے لئے جمع ہوں تو مرد (پہلے) صف بنائیں پھر بچے، پھر ہیجڑے، پھر عورتیں۔ مناسب ہے کہ قوم کے بہتر (باشعور) لوگ پہلی صف میں کھڑے ہوں تاکہ بے وضوگی کے پیش آنے کے وقت امامت کے لائق ہو سکیں۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے صف بندی اور نماز باجماعت کا طریقہ بیان فرماتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ: اگر امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو خواہ بالغ مرد ہو یا نابالغ سمجھدار بچہ ہو جس کو نماز کی تمیز پیدا ہو گئی ہو تو اس کو امام کے داہنی جانب امام کے برابر کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کان پکڑ کر مجھے پیچھے سے گھمایا یہاں تک کہ مجھے اپنی دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ چنانچہ اگر تنہا ایک مقتدی امام کی بائیں جانب یا پیچھے کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز تو ہو جائے گی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور گنہگار ہو گا، پھر مقتدی دائیں جانب اس طرح کھڑا ہو کہ اس کے قدم امام کے قدموں سے آگے نہ ہوں کیونکہ اعتبار قدم رکھنے کی جگہ کو ہے پس اگر کوئی مقتدی دراز قد ہو جس کا سجدہ امام سے آگے ہو تو یہ مُضر نہیں، نیز امام سے آگے ہونا اس وقت سمجھا جائے گا کہ مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جائے ورنہ پیر بڑا ہونے کے سبب صرف انگلیاں آگے بڑھ جائیں تو کوئی حرج نہیں اقتدا درست ہو جائے گی اور جب امام کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس اور یتیم رضی اللہ عنہما کو نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اُن دونوں سے آگے کھڑے ہوئے۔ اگر دو مقتدی امام کے

دائیں بائیں کھڑے ہوں تو یہ مکروہِ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں اور دائیں بائیں کھڑے ہوں تو مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کا آگے بڑھنا واجب ہے۔

فائدہ: اگر شروع میں امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو بعد میں کچھ اور لوگ بھی آگئے تو وہ امام کے پیچھے صف بنائیں اور پہلا مقتدی بھی پیچھے ہٹ جائے اور دوسرے مقتدیوں کے ساتھ صف میں شامل ہو جائے اور اگر پہلا مقتدی خود نہ ہٹے تو بعد میں آنے والا اس کو آرام سے پیچھے کھینچ لے بشرطیکہ فساد اور جھگڑے کا خطرہ نہ ہو اور اگر لاعلمی سے وہ مقتدی امام کے دونوں جانب کھڑے ہو جائیں اور پہلے مقتدی کو پیچھے نہ ہٹائیں تو امام اُن کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کریں ورنہ امام کو چاہیئے کہ وہ آگے بڑھ جائے۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ امام کے ساتھ ایک بالغ مرد اور ایک بچہ ہو۔

وَإِذَا اجْتَمَعَ رِجَالٌ الخ: یعنی جب مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں تو صفیں اس ترتیب سے قائم کریں کہ پہلے مردوں کی صفیں ہوں پھر ان کے پیچھے بچے کھڑے ہوں پھر ہیجڑوں کی پھر بالغ عورتوں کی صف ہو۔ اسلئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: مجھ سے قریب رہیں تم میں سے بالغ مرد یعنی عقل والے۔ پھر بچوں کی تقدیم عورتوں پر یہ آپ ﷺ کے فعل سے ثابت ہے پھر احتیاطاً ہیجڑوں کی صف بنائی جائے اس لئے کہ ہیجڑے سے مراد یہاں خُنثیٰ مُشکِل ہے جس میں مردانہ اور زنانہ علامات برابر ہوں تو ان کی صف مردوں کے پیچھے بنائی جائے کہ شاید عورتیں ہوں اور عورتوں سے آگے بنائی جائے کہ ہو سکتا ہے کہ مرد ہوں۔ اور اگر کوئی ہیجڑا ایسا ہو کہ اس میں زنانہ علامات زیادہ ہوں تو وہ عورت شمار ہو کر عورتوں کی صف میں کھڑا ہوگا اور اگر مردانہ علامات زیادہ ہوں تو وہ مرد شمار ہوگا اور مردوں کی صف میں کھڑا ہوگا البتہ اگر ہیجڑا اکیلا ہو تو وہ مردوں کی صف میں کھڑا ہوگا۔ پھر سب سے آخر میں عورتوں کی صف بنائی جائے۔

فائدہ: اگر بچوں کے ایک ہی صف میں کھڑا کرنے میں ان کے شور و شغب کا اندیشہ ہو تو مناسب ہے کہ بچوں کو متفرق طور پر بڑوں کی صفوں میں کھڑا کیا جائے۔ آج کل اسی پر عمل کرنا چاہیئے قوم کے اہل علم او باشعور، ذی فہم افراد کو پہلی صف میں کھڑا ہونا چاہیئے تاکہ ضرورت پڑنے پر امام بن سکیں نیز آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ: مجھ سے قریب اہل علم لوگ کھڑے ہوں۔ (در مختار مع ردالمحتار، قاموس الفقہ، مراقی مع طحطاوی، تسہیل)

إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الْقَوْمِ غَيْرُ صَبِيٍّ وَاحِدٍ دَخَلَ فِي صَفِّ الرِّجَالِ۔ فَإِنْ تَعَدَّدَ الصِّبْيَانُ جَعَلُوا صَفّاً خَلْفَ الرِّجَالِ وَلَا تُكَمَّلُ بِهِمْ صُفُوفُ الرِّجَالِ۔ إِذَا جَاءَ أَحَدٌ لِلصَّلَاةِ فَوَجَدَ الْإِمَامَ رَاكِعاً فَإِنْ كَانَ فِي الصُّفُوفِ فُرْجَةٌ فَلَا يُكَبِّرْ لِلْإِحْرَامِ خَارِجَ الصَّفِّ بَلْ يَقُوْمُ فِي الصَّفِّ وَيُكَبِّرُ لِلتَّحْرِيْمَةِ فِيْهِ وَلَوْ فَاتَتِ الرَّكْعَةُ۔

حلِّ لغات: فُرْجَةٌ: بمعنی کشادگی۔

ترجمہ: جب مجمع میں ایک بچہ سے زائد نہ ہو تو وہ مردوں کی صف میں کھڑا ہوگا۔ اور اگر بچے متعدد ہوں تو پھر وہ بالغ مردوں کے پیچھے ایک صف بنالیں اور ان سے مردوں کی صفوں کی تکمیل نہیں کی جائے گی۔ جب ایک آدمی نماز کے لئے (ایسے وقت میں) آیا کہ اس نے

امام کو رکوع کی حالت میں پایاتو اگر صفوں میں گنجائش ہو تو صف سے باہر تکبیرِ تحریمہ نہ کہے بلکہ صف میں کھڑا ہو جائے اور تکبیرِ تحریمہ صف میں کہے اگر چہ وہ رکعت فوت ہو جائے۔

تشریح: اگر حاضرین میں صرف ایک ہی بچہ ہو تو اس کو مردوں کی صف میں کھڑا کیا جائے گا اس لئے کہ بچوں کا مردوں کے پیچھے ہونا اس وقت ہے کہ بچوں کی صف بنائی جاسکے جب کہ یہاں ایک بچہ ہے اور اگر بچے متعدد ہوں تو پھر طریقہ یہ ہے کہ ان کی صف مردوں کے بعد بنائی جائے، چاہے ابھی مردوں کی صف میں جگہ خالی کیوں نہ ہو، مردوں کی صفوں کو بچوں سے مکمل نہیں کیا جائے گا۔

جب کوئی شخص ایسے وقت میں پہنچا کہ امام رکوع میں تھا تو اب اگر کسی بھی صف میں جگہ خالی ہو تو صف میں آکر تکبیرِ تحریمہ کہے رکعت کو پانے کے لئے صف سے باہر تکبیرِ تحریمہ نہ کہے، چاہے اس کی وہ رکعت جماعت سے چھوٹ جائے۔ اس میں اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں کہ امام کو رکوع میں دیکھتے ہیں تو بس آئے اور ایک ہی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے گئے۔ جب ایک تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے گئے تو وہ تو رکوع کی تکبیر ہوئی جو کہ سنت ہے تو تکبیرِ تحریمہ کہاں چلی گئی؟ اور جب تحریمہ نہیں تو نماز نہیں۔ البتہ اگر کسی بھی صف میں جگہ نہ ہو اور کسی دوسرے نمازی کے آنے کی بھی امید نہ ہو تو اب وہ آخری صف کے پیچھے تکبیر کہے لیکن اس سے پہلے اگلی صف سے ایک آدمی کو نئی صف بنانے کی نیت سے کھینچ کر پیچھے اپنے ساتھ کھڑا کرے۔ کیونکہ اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے بشرطیکہ عمل کثیر نہ ہو اور وہ آدمی برا بھی نہ منائے۔ نیز وہ مسئلہ سے بھی واقف ہو۔ ورنہ اکیلے صف کے پیچھے کھڑا ہو جائے۔

فائدہ: چند ضروری مسائل: (۱) پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے ہاں! جب صف پوری ہو جائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہیئے۔ (۲) عورتوں کی صفوں کا مردوں سے مؤخر کرنا واجب ہے، مگر بچوں کی صفوں کا مردوں کے پیچھے کرنا مستحب ہے، لہٰذا بعد میں آنے والے لوگوں کا پہلے سے نماز میں مشغول بچوں کو پیچھے کرنا ضروری نہیں۔ (۳) امام کو چاہیئے کہ صفیں سیدھی کرائے یعنی صف میں آگے پیچھے ہونے سے منع کرے سب کو برابر کھڑے ہونے کا حکم دے، صف میں ایک دوسرے کو مل کر کھڑا ہونا چاہیئے۔ درمیان میں کوئی خالی جگہ نہ رہنی چاہیئے۔ (۴) مردوں کی صفوں میں سب سے افضل صف پہلی ہے پھر دوسری پھر تیسری اسی طرح آخر تک۔ اس لئے کہ اللہ کی رحمت سب سے پہلے امام پر اترتی ہے پھر جو اس کے بالمقابل پیچھے کھڑا ہو پھر دائیں طرف پھر بائیں طرف۔ اور عورتوں کی صفوں میں افضل صف آخری ہے۔ (کتاب المسائل، درمختار مع ردالمحتار، قاموس الفقہ، مراقی مع طحطاوی، کتاب الفقہ علی المذاہب، جوہرۃ، تسہیل الحقائق، نہر الفائق)

شُرُوْطُ صِحَّةِ الْإِقْتِدَاءِ

يَصِحُّ الْإِقْتِدَاءُ بِالشُّرُوْطِ الْآتِيَةِ۔ ۱۔ أَنْ يَنْوِيَ الْمُقْتَدِيْ مُتَابَعَةَ الْإِمَامِ عِنْدَ تَحْرِيْمَتِهٖ۔ ۲۔ أَنْ يَكُوْنَ الْإِمَامُ مُتَقَدِّماً بِعَقِبِهٖ عَلَى الْأَقَلِّ مِنَ الْمُقْتَدِيْ۔ ۳۔ أَنْ لَا يَكُوْنَ الْإِمَامُ أَدْنٰى حَالاً مِنَ الْمُقْتَدِيْ فَلَا يَصِحُّ الْإِقْتِدَاءُ إِذَا كَانَ الْإِمَامُ يُصَلِّي النَّافِلَةَ وَالْمُقْتَدِيْ يُصَلِّي الْفَرْضَ، وَيَصِحُّ الْإِقْتِدَاءُ إِذَا كَانَ الْإِمَامُ يُصَلِّي الْفَرْضَ وَالْمُقْتَدِيْ يُصَلِّي النَّفْلَ۔ ۴۔ أَنْ يَكُوْنَ الْإِمَامُ وَالْمُقْتَدِيْ يُصَلِّيَانِ فَرْضَ وَقْتٍ وَاحِدٍ، فَلَا يَصِحُّ الْإِقْتِدَاءُ إِذَا كَانَ الْإِمَامُ يُصَلِّي الظُّهْرَ مَثَلاً وَالْمُقْتَدِيْ يُصَلِّي الْعَصْرَ أَوْ بِالْعَكْسِ۔ ۵۔ أَنْ لَا يَكُوْنَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْمُقْتَدِيْ صَفٌّ مِنَ النِّسَاءِ۔

حلّ لغات: أَدْنٰی: صیغہ واحد مذکر بحث اسم تفضیل ناقص یائی از باب سمع بمعنی گھٹیا ہونا۔

ترجمہ: اقتداء کے صحیح ہونے کی شرطیں۔ آنے والی شرطوں کے ساتھ اقتداء درست ہے: (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ مقتدی تکبیر تحریمہ کے وقت امام کی اتباع کی نیت کرے۔ (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ امام مقتدی سے کم از کم دونوں ایڑیوں کے بقدر آگے کھڑا ہو۔ (۳) تیسری یہ ہے کہ امام مقتدی سے باعتبارِ حالت کے گھٹیا نہ ہو، لہٰذا اقتداء درست نہیں اس وقت کہ جب امام نفل نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی فرض، اور اقتداء درست ہے جبکہ امام فرض پڑھ رہا ہو اور مقتدی نفل۔ (۴) چوتھی یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں ایک ہی وقت کا فرض پڑھ رہے ہوں لہٰذا اقتداء درست نہیں جبکہ امام مثلاً ظہر کی نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی عصر کی نماز پڑھ رہا ہو یا اس کے برعکس۔ (۵) پانچویں یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی کوئی صف نہ ہو۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اقتداء کی شرطیں ذکر کرتے ہیں چنانچہ درج ذیل شرائط کے ساتھ مقتدی کا امام کے پیچھے اقتداء کرنا درست ہے۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ مقتدی تکبیرِ تحریمہ کے وقت امام کی اتباع کی نیت کرے کہ میں اِس امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھتا ہوں اور یہ نیت تکبیرِ تحریمہ سے متصل پہلے ہو۔ لہٰذا اگر ایک آدمی نے اکیلے نماز شروع کر دی پھر دورانِ نماز اس کو امام مل گیا اور دورانِ نماز امام کی پیروی کی نیت کی تو یہ اقتداء درست نہیں کیونکہ اقتداء کی یہ نیت نماز کے شروع سے نہیں۔ اور امام کا امامت کی نیت کرنا شرط نہیں مگر جب کہ عورتیں بھی اُس امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتی ہوں تو پھر عورتوں کی نماز کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ امام نے عورت کے لئے امام بننے کی نیت کی ہو ورنہ عورت کی نماز فاسد ہو گی بلکہ عورت امام کی نماز میں شریک ہی نہیں ہو گی اگر عورتوں کا امام عورتوں کے لئے امامت کی نیت نہ کرے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، غنیۃ المستملی، کتاب الاختیار لتعلیل المختار)

(۲) دوسری شرط امام کا مقتدی سے آگے ہونا، کم از کم اتنا آگے ہونا کہ امام کی ایڑیاں مقتدی سے آگے ہوں۔ لہٰذا اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو تو اس کی اقتداء درست نہیں اور مقتدی کا امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا کہ مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو ورنہ پیر بڑا ہونے کی وجہ سے صرف انگلیاں آگے بڑھ جائیں تو کوئی حرج نہیں اقتداء درست ہو جائے گی۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ امام کی حالت مقتدی سے کمتر نہ ہو چونکہ فرض نماز نفل نماز سے قوی ہے اس لئے نفل نماز پڑھنے والے کی حالت فرض نماز پڑھنے والے سے کمتر ہے اس لئے اس کے پیچھے فرض نماز پڑھنے والے کی اقتداء درست نہیں۔ البتہ اس کے برعکس جائز ہے۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں کی نماز ایک ہو یعنی ایک ہی وقت کی ہو ایک ہی دن کی ہو مثلاً دونوں ظہر کی نماز پڑھیں یا دونوں عصر کی، لہٰذا اگر امام ظہر کی نماز پڑھتا ہے اور مقتدی عصر کی، یا دونوں ظہر کی پڑھیں لیکن امام ادا نماز پڑھتا ہے اور مقتدی قضا یا امام نفل پڑھتا ہے اور مقتدی فرض، تو اقتداء درست نہ ہو گی البتہ ایسی صورت میں مقتدی کی نماز نفل ہو جائے گی اس لئے کہ اقتداء نام ہے تحریمہ میں شرکت کا اور یہاں تحریمہ میں اتحاد نہیں، کیونکہ دونوں کی تحریمہ الگ الگ نمازوں کے لئے ہے۔

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ امام اور مرد مقتدیوں کے درمیان عورتوں کی صف نہ ہو اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ان عورتوں کو پیچھے کرو، جہاں اللہ نے ان کو پیچھے کیا ہے، (کبیری) لہٰذا اگر امام اور مردوں کے درمیان عورتوں کی صف ہو تو پچھلے تمام مردوں کی نماز فاسد ہو گی اور اگر امام اور مردوں کے درمیان تو نہ ہو لیکن مردوں کی صفوں کے بیچ میں ہو تو اگر تین عورتوں کی صف ہو تو ان کے پیچھے بالمقابل تین مردوں کی نماز فاسد ہو گی ہر صف میں سے آخری صف تک اور دائیں بائیں ایک ایک مرد کی بھی اور اگر دو ہوں تو ان کے پیچھے والی صف میں صرف دو مردوں کی نماز فاسد ہو گی جو ان دو عورتوں کے بالمقابل پیچھے کھڑے ہوں۔ اور دائیں بائیں والے دو مردوں کی نماز فاسد ہو گی۔ اور اگر ایک ہو تو عورت کے دائیں بائیں اور بالمقابل پیچھے والے مرد کی نماز فاسد ہو گی۔ (مراقی مع طحطاوی، کتاب الفقہ، ردالمحتار، کبیری)

۶۔أَنْ لَا يَكُوْنَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْمُقْتَدِيْ نَهْرٌ فَاصِلٌ يَمُرُّ فِيْهِ الزَّوْرَقُ۔ ۷۔أَنْ لَا يَكُوْنَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْمُقْتَدِيْ طَرِيْقٌ تَمُرُّ فِيْهِ السَّيَّارَةُ أَوِ الْعَجَلَةُ۔ ۸۔أَنْ لَا يَكُوْنَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْمُقْتَدِيْ شَيْءٌ تَخْفٰى بِسَبَبِهٖ إِنْتِقَالَاتُ الْإِمَامِ عَلَى الْمُقْتَدِيْ، فَإِنْ لَمْ تَشْتَبِهْ عَلَى الْمُقْتَدِيْ إِنْتِقَالَاتُ الْإِمَامِ بِسَمَاعٍ أَوْ رُؤْيَةٍ صَحَّ الْإِقْتِدَاءُ۔ يَصِحُّ إِقْتِدَاءُ الْمُتَوَضِّيْ بِالْإِمَامِ الَّذِيْ يُصَلِّيْ بِالتَّيَمُّمِ۔ يَصِحُّ إِقْتِدَاءُ الَّذِيْ غَسَلَ رِجْلَيْهِ بِالْإِمَامِ الْمَاسِحِ عَلٰى خُفَّيْهِ۔ يَصِحُّ إِقْتِدَاءُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ قَائِماً بِالْإِمَامِ الَّذِيْ يُصَلِّيْ قَاعِداً۔ يَصِحُّ إِقْتِدَاءُ الْمُسْتَقِيْمِ بِالْإِمَامِ الْأَحْدَبِ۔ يَصِحُّ إِقْتِدَاءُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ بِالْإِيْمَاءِ بِالْإِمَامِ الَّذِيْ يُصَلِّيْ بِالْإِيْمَاءِ مِثْلَهٗ۔ إِذَا فَسَدَتْ صَلَاةُ الْإِمَامِ بِسَبَبٍ مِنَ الْأَسْبَابِ فَسَدَتْ صَلَاةُ الْمُقْتَدِيْنَ كَذٰلِكَ، وَيَجِبُ عَلَى الْإِمَامِ أَنْ يُّعِيْدَ صَلَاتَهٗ وَيُعْلِنَ بِفَسَادِ صَلَاتِهٖ لِيُعِيْدَ الْمُقْتَدُوْنَ صَلَاتَهُمْ۔

حلِّ لغات: يَمُرُّ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی گذرنا۔ اَلزَّوْرَقُ، بمعنی چھوٹی کشتی۔ اَلسَّيَّارَةُ، بمعنی موٹر کار۔ جمع سَيَّارَاتٌ۔ اَلْعَجَلَةُ، بمعنی بیل گاڑی۔ جمع عِجَالٌ۔ اَلْأَحْدَبُ، بمعنی کبڑا۔ جمع أَحْدَابٌ۔ اَلْإِيْمَاءُ، مصدر ہے باب اِفعال کا مثال واوی مہموز اللام سے بمعنی اشارہ کرنا۔ (مصباح اللُّغات)

ترجمہ: (۶) چھٹی شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان اس قدر بڑی نہر حائل نہ ہو کہ جس میں چھوٹی کشتی چل سکتی ہو۔ (۷) ساتویں یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان اس قدر کشادہ راستہ نہ ہو جس میں سے گاڑی یا بیل گاڑی گذر سکے۔ (۸) آٹھویں یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان ایسی چیز نہ ہو جس کی وجہ سے امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانا مخفی اور پوشیدہ ہو جائے، پس اگر مقتدی پر امام کا ایک حالت سے دوسری حالت میں جانا امام کی آواز سننے یا امام کو دیکھنے کی وجہ سے مشتبہ نہ ہو تو اقتداء درست ہے۔ وضو کرنے والے شخص کا اس امام کی اقتداء کرنا درست ہے جو تیمم کرکے نماز پڑھا رہا ہو۔ اُس شخص کی اقتداء جس نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے ہوں موزوں پر مسح کرنے والے امام کے پیچھے درست ہے۔ اُس شخص کی اقتداء جو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہو اس امام کے پیچھے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو درست ہے۔ صحیح سالم شخص کے لئے کبڑے امام کی اقتداء درست ہے۔ اُس شخص کی اقتداء جو اشارے سے نماز پڑھ رہا ہو اُس امام کے پیچھے جو اُس کی طرح اشارے سے نماز پڑھ رہا ہو درست ہے۔ جب امام کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو

مقتدیوں کی نماز بھی اسی طرح فاسد ہو جائے گی اور امام پر لازم ہے کہ وہ اپنی نماز دوبارہ پڑھے اور اپنی نماز کے فاسد ہونے کا اعلان کرے تاکہ مقتدی بھی اپنی نماز دہرالیں۔

تشریح: اقتداء کے درست ہونے کے لئے چھٹی شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی نہر نہ ہو اتنی بڑی نہر کہ جس میں چھوٹی کشتی چل سکتی ہو، اسی طرح دَہ دَردَہ حوض بھی نہ ہو جس میں نجاست پڑنے سے وہ ناپاک نہ ہوتا ہو۔

(۷) ساتویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان ایسا عام راہ گذر نہ ہو جس سے بیل گاڑی یا تانگہ یا موٹر کار گذر سکے، اسی طرح اگر دو صفوں کے درمیان اتنا فاصلہ واقع ہو جائے جو مسئلہ نمبر ۶ اور ۷ میں بیان ہوا تو اُس صف کی اقتداء درست نہ ہو گی جو ان چیزوں کے پار ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اقتداء کے لئے رکاوٹ، امام اور مقتدی کے درمیان یا دو صفوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا جس میں دو صفیں بن سکیں۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار)

فائدہ: یہ حکم اس وقت ہے جب کہ نماز کسی بہت بڑی مسجد میں ہو جیسے بیت المقدس جو تین مسجدوں پر مشتمل ہے: (۱) اقصیٰ، (۲) صحراء، (۳) بیضاء، یا جامع مسجد خُوارِزم جس کا چوتھائی حصہ چار ہزار ستونوں پر مشتمل ہے، یا بہت بڑے مکان یا بڑے میدان اور بڑے جنگل میں ہو، عام مکان یا مسجد میں نہ ہو، کیونکہ ان جگہوں میں جماعت ہونے کی صورت میں پوری مسجد یا کمرہ کے اندر جہاں بھی ہو اقتداء درست ہو گی اگرچہ صفیں ملی ہوئی نہ ہو البتہ بغیر مجبوری کے درمیان میں فاصلہ چھوڑنا مسجد میں مکروہ ہے۔ (کبیری، طحطاوی)

(۸) آٹھویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان بڑی دیوار یا کوئی اور چیز حائل نہ ہو کیونکہ اگر کوئی ایسی چیز حائل ہو جس کی وجہ سے مقتدی کو امام کے انتقالات مثلاً رکوع، سجدہ، قومہ وغیرہ کا علم نہ ہوتا ہو تو اقتداء درست نہ ہو گی، اور اگر علم ہو خواہ امام کو دیکھ کر یا امام یا مُکَبِّر کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر تو اقتداء درست ہے۔ (طحطاوی، رد المحتار مع در مختار)

آگے جو مسائل بتائے جارہے ہیں ان میں یہ اصول کار فرما ہے کہ قوی کی بنیاد ضعیف پر درست نہیں، یعنی ارکان کی ادائیگی میں مقتدی کا حال امام کے مساوی یا اس سے کمتر ہو، مُساوی کی مثال مثلاً رکوع، سجدہ پر قدرت رکھنے والے امام کا اپنے جیسے مقتدی کی امامت کرنا، یا اشارہ سے نماز پڑھنے والے امام کا اپنے جیسے مقتدی کی امامت کرنا۔ کمتر کی مثال مثلاً رکوع، سجدہ پر قادر امام کا اشارے سے نماز پڑھنے والے کی امامت کرنا۔ مقتدی کا حال امام سے اعلیٰ اور قوی نہ ہو لہٰذا غیر معذور کی اقتداء معذور کے پیچھے درست نہیں۔ اور یہی اصول شرائطِ نماز کے سلسلہ میں بھی ہے، یعنی مقتدی ستر، طہارت وغیرہ میں امام کے برابر یا اس سے کمتر ہو اعلیٰ نہ ہو۔ مثلاً جس شخص کو مسلسل پیشاب کے قطرے آنے کی شکایت ہو اس کے پیچھے اُس آدمی کی اقتداء درست نہیں جس کو یہ عذر نہ ہو۔ لیکن وضو سے نماز پڑھنے والے مقتدی کی نماز تیمم سے پڑھنے والے امام کے پیچھے صحیح ہے۔ یہاں پر بظاہر اگرچہ تیمم کرنے والے کی حالت باوضو شخص سے کمتر ہے لیکن حقیقت میں دونوں کا حال یکساں ہے، نیز حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تیمم سے نماز پڑھائی تھی جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم وضو کئے ہوئے تھے۔

اسی طرح پاؤں کو دھونے والے مقتدی کی اقتداء موزوں پر مسح کرنے والے امام کے پیچھے صحیح ہے اس لئے کہ ان دونوں کا حصہ بھی برابر ہے کیونکہ دونوں نے پاؤں دھوئے ہیں موزے والے نے پاؤں دھو کر موزے پہنے ہیں پھر موزہ کی وجہ سے بے وضو ہونے کا اثر قدم تک نہیں پہنچا لہٰذا یہ شخص پاؤں کو دھونے والا باقی رہا۔ نیز مسح کامل طہارت ہے۔

اسی طرح کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے مقتدی کی نماز بیٹھ کر نماز پڑھانے والے امام کے پیچھے درست ہے یہاں بھی کھڑے ہو کر پڑھنے والے کا حال بیٹھ کر پڑھنے والے امام کے حال سے قوی ہے اس لئے کہ بیٹھنے والا معذور ہے اور دوسرا نہیں، لیکن یہاں پر یہ قاعدہ حدیث کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے مرض الوفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی تھی اور قوم ساری آپ ﷺ کے پیچھے کھڑی تھی۔ اور یہ ہفتہ یا اتوار کے دن کی ظہر کی نماز تھی اور یہ آخری نماز تھی جو آپ ﷺ نے پڑھائی۔ (درمختار مع ردالمحتار، مراقی مع طحطاوی، تسہیل الحقائق، غنیۃ المستملی، جوہرۃ)

اسی طرح تندرست یعنی سیدھی کمر والے کی کُبڑے یعنی جھکی ہوئی کمر والے کے پیچھے اقتداء درست ہے کیونکہ کُبڑے کا نیچے والا نصف حصہ تو سیدھا ہے جس طرح کے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا اوپر والا حصہ سیدھا ہوتا ہے۔

اسی طرح اشارے سے نماز پڑھنے والے کی نماز اشارے سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے کیونکہ دونوں کی حالت ایک جیسی ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ امام کھڑا ہو یا بیٹھ کر اشارہ کرے اگر امام لیٹا ہوا ہو اور اشارے سے نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی کھڑا یا بیٹھا ہوا ہو تو اس وقت مقتدی کی اقتداء درست نہیں۔ کیونکہ اب امام کی حالت مقتدی سے کمتر ہو رہی ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، مراقی مع طحطاوی، جوہرۃ، تسہیل الحقائق)

ملاحظہ: نماز پڑھنے کے بعد اگر کسی وجہ سے امام کی نماز کا فاسد ہونا معلوم ہو جائے مثلاً امام سے کوئی شرط یا رکن فوت ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ مقتدیوں کی نماز صحت و فساد کے لحاظ سے امام کی نماز پر موقوف ہے۔ اب امام کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی نماز بھی لوٹائے اور اپنی نماز کے فساد کا اعلان بھی کرے یعنی مقتدیوں کو بتائے تاکہ وہ بھی اپنی نمازیں دہرائیں، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جو قوم کو نماز پڑھائے پھر ظاہر ہو جائے کہ یہ تو بے وضو تھا یا جُنبی تھا تو وہ نماز کا اعادہ کرے اور قوم اپنی نماز کا اعادہ کرے۔

تنبیہ: اس معاملہ میں امام بات کو لوگوں سے چھپاتے ہیں اور اپنی ظاہری عزت کو برقرار رکھنے کے لئے نماز کے فاسد ہونے کا اعلان نہیں کرتے اور اپنے سر پر سارے مقتدیوں کا گناہ لے لیتے ہیں لہٰذا اگر کبھی نماز فاسد ہو جائے تو اعلان کر دینا چاہیئے بلکہ ضروری ہے، لوگ بُرا بھلا کہیں تو ان سے کیا لینا دینا۔ (شامی، طحطاوی مع مراقی، نہر الفائق)

مَتٰی یُتَابِعُ الْمُقْتَدِیْ إِمَامَهٗ وَمَتٰی لَا یُتَابِعُهٗ؟

إِذَا قَامَ الْإِمَامُ لِلرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ الْمُقْتَدِيْ مِنَ التَّشَهُّدِ لَا يُتَابِعُهُ الْمُقْتَدِيْ فِي الْقِيَامِ بَلْ يُكْمِلُ التَّشَهُّدَ ثُمَّ يَقُوْمُ۔ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ الْمُقْتَدِيْ مِنَ التَّشَهُّدِ لَا يُتَابِعُهُ الْمُقْتَدِيْ بَلْ يُكْمِلُ التَّشَهُّدَ ثُمَّ

يُسَلِّمُ۔ إِذَا زَادَ الْإِمَامُ سَجْدَةً لَا يُتَابِعُهُ الْمُقْتَدِيْ فِي السَّجْدَةِ الزَّائِدَةِ۔ إِذَا قَامَ الْإِمَامُ بَعْدَ الْقُعُوْدِ الْأَخِيْرِ سَاهِيًا لَا يُتَابِعُهُ الْمُقْتَدِيْ فِي الْقِيَامِ۔ فَإِنْ قَيَّدَ الْإِمَامُ الرَّكْعَةَ الزَّائِدَةَ بِسَجْدَةٍ يُسَلِّمُ الْمُقْتَدِيْ وَحْدَهٗ۔

حلِّ لغات: يُتَابِعُ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب مفاعلہ بمعنی پیروی اور موافقت کرنا۔ قَيَّدَ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف یائی از باب تفعیل بمعنی مقید کرنا، کسی قول یا فعل میں مزید کچھ ملالینا۔

ترجمہ: مقتدی کب اپنے امام کی پیروی کرے گا اور کب نہیں؟۔ جب امام مقتدی کے تشہد (التحیات) سے فارغ ہونے سے پہلے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی (تیسری رکعت کے لئے) کھڑے ہونے میں امام کی پیروی نہ کرے بلکہ تشہد مکمل کرے پھر (تیسری رکعت کے لئے) کھڑا ہو۔ جب امام مقتدی کے التحیات سے فارغ ہونے سے پہلے سلام پھیر لے تو مقتدی (سلام پھیرنے میں) امام کی پیروی نہ کرے بلکہ تشہد پوری کر کے سلام پھیرلے۔ جب امام کوئی زائد سجدہ کرے تو مقتدی اس زائد سجدہ میں امام کی پیروی نہ کرے۔ جب امام قعدۂ اخیرہ کے بعد بھول کر کھڑا ہو جائے تو مقتدی کھڑے ہونے میں امام کی پیروی نہ کرے۔ پس اگر امام نے زائد رکعت کو سجدہ کے ساتھ مقید کر لیا تو مقتدی اکیلے ہی سلام پھیر لے۔

تشریح: یہاں سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ کن کاموں میں امام کی پیروی ضروری ہوگی اور کن میں نہیں۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ فرائض اور واجبات میں امام کی پیروی واجب ہے پس اگر امام کی پیروی کا کسی واجب کے ساتھ مقابلہ آجائے کہ اگر امام کی پیروی کرتا ہے تو واجب چھوٹ جاتا ہے اور واجب کو ادا کرتا ہے تو امام کی پیروی چھوٹ جاتی ہے تو ایسی صورت میں واجب کو چھوڑنا مناسب نہیں بلکہ واجب کو بجالا کر پھر امام کی پیروی کرے اس لئے کہ واجب (امام کی پیروی) کو مؤخر کرنا واجب کو چھوڑنے سے بہتر ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب امام کی پیروی کا سنت کے ساتھ ٹکراؤ ہو جائے تو اس وقت سنت کو چھوڑنا بہتر ہے بنسبت واجب میں تاخیر کے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ: (۱) جب امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو حالانکہ ابھی مقتدی نے التحیات مکمل نہیں کی تو مقتدی امام کی پیروی میں کھڑا نہ ہو بلکہ تشہد پوری کر کے کھڑا ہو کیونکہ تشہد واجب ہے لیکن اگر تشہد پورا نہ بھی کیا اور امام کی اقتداء میں کھڑا ہو گیا تو جائز ہے اسی طرح قعدۂ اخیرہ کے بعد جب امام سلام پھیرلے حالانکہ ابھی تک مقتدی نے تشہد پوری نہیں کی تو مقتدی امام کی اتباع میں سلام نہ پھیرے بلکہ پہلے تشہد پوری کر لے پھر سلام پھیرلے لیکن اگر مقتدی نے تشہد پوری نہیں کی اور امام کے ساتھ سلام پھیر لیا تو بھی درست ہے۔ (حلبی کبیر، مراقی مع طحطاوی)

جب امام کسی بھی رکعت میں سجدہ بڑھادے یعنی بجائے دو سجدوں کے تین کرے تو تیسرے سجدہ میں مقتدی امام کی پیروی نہ کرے اسی طرح جب امام قعدۂ اخیرہ کے بعد بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو تو بھی مقتدی امام کی پیروی نہ کرے بلکہ مناسب ہے کہ اس صورت میں تسبیح (یعنی سبحان اللہ) کہہ کر امام کو اپنی غلطی پر متنبہ کردے لیکن اگر امام کھڑا ہو ہی گیا تو اب مقتدی بیٹھے بیٹھے اس کا انتظار کرے پس اگر امام پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے واپس آگیا تو سلام پھیرلے بغیر تشہد لوٹائے اور مقتدی بھی اس کے ساتھ سلام پھیرلے لیکن اگر اس نے پانچویں رکعت میں سجدہ بھی کر لیا تو اب مقتدی تنہا ہی سلام پھیرلے اور امام کا انتظار نہ کرے۔ اسی طرح

مقتدی امام کی پیروی نہ کرے جب امام عیدین کی نمازوں میں تکبیروں میں اضافہ کرے یا جنازہ کی نماز میں چار تکبیروں سے زائد تکبیر کہے۔(غنیۃ المستملی، مراقی مع طحطاوی)

إِذَا قَامَ الْإِمَامُ قَبْلَ الْقُعُوْدِ الْأَخِيْرِ سَاهِياً لَا يُتَابِعُهُ الْمُقْتَدِيْ بَلْ يُسَبِّحُ لِيُنَبِّهَ إِمَامَهُ وَيَنْتَظِرُ رُجُوْعَهُ إِلَى الْقُعُوْدِ۔فَإِنْ قَيَّدَ الْإِمَامُ الرَّكْعَةَ الزَّائِدَةَ بِسَجْدَةٍ سَلَّمَ الْمُقْتَدِيْ وَحْدَهُ۔وَإِنْ سَلَّمَ الْمُقْتَدِيْ قَبْلَ أَنْ يُقَيِّدَ الْإِمَامُ الرَّكْعَةَ الزَّائِدَةَ بِسَجْدَةٍ بَطَلَ فَرْضُهُ۔إِذَا رَفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ أَوِ السُّجُوْدِ قَبْلَ أَنْ يُكَمِّلَ الْمُقْتَدِيْ تَسْبِيْحَهُ ثَلَاثاً تَابَعَهُ الْمُقْتَدِيْ وَتَرَكَ التَّسْبِيْحَ۔يُكْرَهُ لِلْمُقْتَدِيْ أَنْ يُسَلِّمَ قَبْلَ إِمَامِهِ۔فَإِنْ سَلَّمَ الْمُقْتَدِيْ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ إِمَامُهُ مِنَ التَّشَهُّدِ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ۔

ترجمہ: جب امام قعدۂ اخیرہ سے پہلے ہی بھول کر کھڑا ہو جائے تو مقتدی امام کی پیروی نہ کرے بلکہ سبحان اللہ کہے تاکہ اپنے امام کو آگاہ کرے اور امام کے قعدۂ اخیرہ کی طرف لوٹ آنے کا انتظار کرے، پس اگر امام نے زائد رکعت کے ساتھ سجدہ ملالیا تو مقتدی اکیلے ہی سلام پھیرلے۔اور اگر مقتدی نے سلام پھیر لیا قبل اِس کے کہ امام زائد رکعت کو سجدہ کے ساتھ مقید کرلے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جائے گی۔جب امام رکوع یا سجدہ سے سر اٹھالے مقتدی کے اپنی تسبیح کو تین مرتبہ مکمل کرنے سے پہلے تو مقتدی امام کی پیروی کرے اور تسبیح کو چھوڑ دے۔مقتدی کے لئے مکروہ ہے یہ بات کہ وہ اپنے امام سے پہلے سلام پھیرلے۔پس اگر مقتدی سلام پھیرلے امام کے تشہد (التحیات) سے فارغ ہونے سے پہلے ہی تو مقتدی کی نماز باطل ہو جائے گی۔

تشریح: یہاں سے یہ بات بیان فرماتے ہیں کہ: اگر امام قعدۂ اخیرہ سے پہلے ہی بھول کر کھڑا ہو گیا مثلاً دو رکعت والی نماز تھی جیسے فجر کی یا جمعہ کی نماز تو تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا تین رکعت والی نماز تھی جیسے مغرب کی تو چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا چار رکعت والی نماز تھی جیسے ظہر، عصر، عشاء کی تو پانچویں کے لئے کھڑا ہو گیا تو اب مقتدی کو حکم یہ ہے کہ کھڑا ہونے میں امام کی پیروی نہ کرے بلکہ اپنے امام کو آگاہ کرنے کے لئے "سبحان اللہ" اونچی آواز سے کہے اور امام کے قعدۂ اخیرہ کی طرف واپس آنے کا انتظار کرے اگر وہ واپس آجائے تو امام کے ساتھ سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرلے اور اگر امام قعدۂ اخیرہ کی طرف نہ لوٹے بلکہ زائد رکعت کے ساتھ سجدہ بھی ملالے تو اب اکیلے سلام پھیرلے کیونکہ امام سمیت سب مقتدیوں کی فرض نماز بھی باطل ہو جائیگی اور نفل میں تبدیل ہو جائے گی۔ (مراقی مع طحطاوی، کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ، فتاوی قاضیخان، در مختار مع رد المحتار، کتاب الاختیار)

اور اگر مقتدی نے تشہد پڑھ کر سلام پھیر لیا حالانکہ ابھی امام نے زائد رکعت میں سجدہ نہیں کیا تو بھی مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اگر امام نے رکوع یا سجدہ سے سر اٹھالیا حالانکہ ابھی مقتدی نے تین بار تسبیح نہیں کہی تو مقتدی بھی سر اٹھالے کیونکہ امام کی پیروی واجب ہے اور تین بار تسبیحات سنت ہے واجب کو چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی اور سنت کے چھوٹنے سے نماز ہو جاتی ہے۔

نماز کے اخیر تک امام کی اقتداء ضروری ہے اس لئے مقتدی کا امام سے پہلے سلام پھیرنا اور نماز ختم کر دینا مکروہ تحریمی ہے یونہی ابھی سلام باقی ہے جس میں امام کی پیروی کرنا واجب ہے لیکن یہ اس وقت ہے کہ امام تشہد کی مقدار بیٹھا ہو ورنہ مقتدی کی نماز باطل ہو جائیگی۔ (در مختار مع رد المحتار، مراقی مع طحطاوی، فتاوی قاضیخان)

أَحْكَامُ السُّتْرَةِ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلٰى سُتْرَةٍ، وَلْيَدْنُ مِنْهَا﴾ (رواہ ابو داؤد)

اَلسُّتْرَةُ: هِيَ مَا يَجْعَلُهُ الْمُصَلِّيْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ خَشَبٍ وَغَيْرِهٖ كَيْ لَا يُخِلَّ صَلَاتَهٗ مُرُوْرُ مَارٍّ۔ يُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ أَنْ يَتَّخِذَ سُتْرَةً بَيْنَ يَدَيْهِ إِذَا كَانَ بِمَكَانٍ يَكْثُرُ فِيْهِ الْمُرُوْرُ۔ لَا يَحْتَاجُ الْمُقْتَدِيْ إِلٰى اِتِّخَاذِ سُتْرَةٍ، لِأَنَّ سُتْرَةَ الْإِمَامِ هِيَ سُتْرَةٌ لِلْمُقْتَدِيْ۔

حلِّ لغات: سُتْرَةٌ، بمعنی پردہ۔ جمع سُتَرٌ۔ وَلْيَدْنُ، اصل میں لِيَدْنُ ہے صیغہ واحد مذکر غائب بحث امر غائب معروف ناقص واوی از باب نصر بمعنی قریب ہونا۔ یَدْنُوْ تھا لام امر کی وجہ سے آخر سے واؤ گر گئی۔ خَشَبٌ، بمعنی لکڑی۔ جمع خُشُبٌ۔ لَا یُخِلُّ، صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع منفی معروف مضاعف ثلاثی از باب افعال بمعنی بگاڑ دینا۔ مَارٌّ، صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی گذرنے والا۔

ترجمہ: سُترہ کے احکام۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ سُترہ کے سامنے نماز پڑھے اور چاہئے کہ سُترہ کے قریب کھڑا ہو"۔ سُترہ وہ چیز ہے جس کو نمازی اپنے سامنے رکھے یعنی لکڑی یا اس کے علاوہ کوئی چیز تاکہ کسی گذرنے والے کا گذرنا نمازی کی نماز کو خراب نہ کر دے۔ امام کے لئے مستحب ہے کہ اپنے سامنے سُترہ رکھے جبکہ وہ ایسی جگہ (نماز پڑھ رہا) ہو جہاں (لوگوں کا) گذرنا زیادہ ہو۔ مقتدی کو سُترہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے کہ امام کا سُترہ ہی مقتدی کا سُترہ ہے۔

تشریح: آپ ﷺ نے نمازی کے آگے گذرنے سے منع فرمایا ہے ایک روایت میں ہے کہ نمازی کے آگے سے گذرنے میں جو گناہ ہے اگر لوگ واقف ہوں تو جانیں کہ چالیس سال کا رُکا رہنا بھی اس سے کمتر ہے۔ (کبیری) البتہ اگر نمازی کے آگے سُترہ ہو اور لوگ سُترہ کے آگے سے گذریں تو قباحت نہیں۔

سُترہ کا معنی: وہ چیز جس سے کوئی چیز ڈھکی جائے، فقہاءِ کرام رحمہم اللہ سُترہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کو سامنے رکھ کر نماز ادا کی جائے، چاہے وہ درخت ہو یا ستون یا دیوار یا وقتی طور پر کوئی چیز مصلّی کے سامنے نصب کر دی جائے یا رکھ لی جائے۔ اس لئے نماز پڑھتے وقت نماز گاہ کے سامنے "سُترہ" رکھ لینا مستحب ہے، آپ ﷺ کا یہی معمول تھا۔ (نسائی) اور آپ ﷺ نے اس کی ہدایت بھی فرمائی جیسا کہ حدیثِ بالا سے معلوم ہوا۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے سُترہ سے متعلق یہاں کئی اہم احکام ذکر کئے ہیں۔ (۱) سُترہ کن چیزوں کو بنایا جا سکتا ہے، سُترہ کس طرح ہونا چاہئے، (۲) سُترہ کا مقصد، (۳) سُترہ نمازی سے کتنے فاصلے پر ہو، سُترہ کس کے لئے مستحب ہے؟

(۱) چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: سُترہ وہ چیز ہے جو نمازی اپنے سامنے رکھے لکڑی وغیرہ، وغیرہ سے مراد یہ ہے کہ سُترہ درخت بھی ہو سکتا ہے، آدمی بھی ہو سکتا ہے جبکہ اس کی پشت نمازی کی جانب ہو اور جانور بھی، اسی طرح دیوار وغیرہ کے بجائے کپڑے یا کسی اور چیز کا پردہ نمازی کے سامنے لٹکا ہوا ہو تو یہ بھی سُترہ کے لئے کافی ہے لیکن کسی بھی چیز کا سُترہ میسر نہ ہو تو پھر سامنے لمبائی میں خط کھینچ دے کہ وہ سُترہ کے سائے کی طرح محسوس ہو۔

(۲) **سُترہ کا مقصد:** یہ ہے کہ نمازی کی نماز میں خلل واقع نہ ہو کیونکہ جب سامنے کو کوئی گذرے گا تو اس کو ہٹانا پڑے گا جس کی وجہ سے نماز کے خشوع میں فرق آجائے گا۔ نیز سترہ سے آگے نگاہ جانے سے بھی حفاظت ہوگی اور دل جمعی نصیب ہوگی۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ: نمازی کو اپنی نماز کے نقصان کا پتہ چل جائے تو کبھی سُترہ کے بغیر نماز نہ پڑھے۔

(۳) **سُترہ کس کے لئے مستحب ہے:** امام کے لئے اسی طرح منفرد (اکیلے نماز پڑھنے والے) کے لئے سُترہ مستحب ہے جبکہ گھر میں یا میدان میں یا ایسی جگہ نماز پڑھ رہے ہوں جہاں لوگوں کے نمازی کے سامنے گذرنے کا احتمال ہو۔ لہٰذا مسجد میں یا ایسی جگہ جہاں لوگوں کے گذرنے کا احتمال نہ ہو تو پھر سُترہ کی ضرورت نہیں، سُترہ رکھنے کے بعد آگے سے گذرنا گناہ نہیں لیکن اگر سُترہ اور نمازی کے درمیان سے کوئی شخص نکلے تو پھر گنہگار ہوگا البتہ مقتدی کے لئے الگ سُترہ مطلوب نہیں بلکہ امام نے اپنے آگے جو سُترہ رکھا ہے وہی مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی، غنیۃ المستملی، قاموس الفقہ)

وَيُسْتَحَبُّ لِلْمُصَلِّيْ أَنْ يَقُوْمَ قَرِيْباً مِنَ السُّتْرَةِ. وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَتَحَوَّلَ الْمُصَلِّيْ عَنِ السُّتْرَةِ يَمِيْناً أَوْ يَسَاراً. وَلَا يُوَاجِهُ السُّتْرَةَ. وَيُشْتَرَطُ لِلسُّتْرَةِ أَنْ تَكُوْنَ فِيْ طُوْلِ ذِرَاعٍ أَوْ أَطْوَلَ مِنْهَا وَيُشْتَرَطُ أَنْ تَكُوْنَ فِيْ غِلَظِ إِصْبَعٍ أَوْ أَغْلَظَ مِنْهَا۔

حلِّ لغات: يَتَحَوَّلُ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف واوی از باب تفعّل بمعنی پھرنا، منتقل ہونا۔ غِلَظٌ؛ مصدر ہے باب نصر، ضرب کا بمعنی موٹا ہونا، گاڑھا ہونا۔

ترجمہ: اور نمازی کے لئے مستحب ہے کہ سُترہ سے قریب کھڑا ہو۔ مستحب ہے یہ کہ نمازی سُترہ سے دائیں یا بائیں کو ہو جائے اور سُترے کے بالکل سامنے نہ کھڑا ہو۔ اور سُترہ کے لئے یہ شرط ہے کہ ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ لمبا ہو اور یہ (بھی) شرط ہے کہ ایک انگلی یا اس سے زیادہ موٹا ہو۔

تشریح: یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سُترہ نمازی سے کتنے فاصلے پر ہو؟ چنانچہ مستحب ہے کہ قریب کھڑا ہو اور اس قریب ہونے کا مصداق یہ ہے کہ نمازی اور سُترہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہئے اور ایک ہاتھ ڈیڑھ فُٹ کا ہوتا ہے تو اس حساب سے ساڑھے چار فٹ کے فاصلہ پر ہونا چاہئے اس سے زیادہ نہیں۔ اور یہ تین ہاتھ کا فاصلہ نمازی کے قدم سے شمار ہوگا۔ (مراقی مع طحطاوی، قاموس الفقہ)

وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَتَحَوَّلَ الخ: یہاں سے یہ بتاتے ہیں کہ بہتر ہے کہ سُترہ کو دائیں یا بائیں بھوئیں کے سامنے رکھا جائے بالکل بیچوں بیچ نہ رکھا جائے تاہم دائیں بھوئیں کے سامنے سُترہ رکھنا افضل ہے۔ اس لئے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ نقل فرمایا ہے۔ (شامی بحوالہ قاموس، مراقی مع طحطاوی، کبیری)

وَيُشْتَرَطُ الخ: سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سُترہ کس طرح کا ہو چنانچہ فرماتے ہیں کہ: سُترہ لمبائی میں کم از کم ایک ہاتھ ہو اور ایک ہاتھ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق دو بالشت ہے یعنی ۱½ ڈیڑھ فٹ۔ یا اس سے زیادہ اور چوڑائی میں کم از کم ایک انگلی کے بقدر موٹا ہو کیونکہ اگر اس سے باریک ہو تو بسا اوقات نظر نہیں آئے گا جس سے مقصود حاصل نہیں ہو گا۔ لیکن اگر اس سے بھی پتلی چیز ہو تو بھی سُترہ بن سکتی ہے۔ (طحطاوی مع مراقی، قاموس الفقہ)

تنبیہ: اگر لکڑی، لاٹھی وغیرہ کو زمین میں گاڑنا ممکن نہ ہو تو اس کو زمین پر رکھے لیکن لمبائی میں رکھے نہ کہ چوڑائی میں۔

أَحْكَامُ الْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ

لَا يَجُوْزُ الْمُرُوْرُ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مِنْ مَوْضِعِ قَدَمَيْهِ إِلٰى مَوْضِعِ سُجُوْدِهٖ إِذَا كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدٍ كَبِيْرٍ۔ وَكَذَا لَا يَجُوْزُ الْمُرُوْرُ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مِنْ مَوْضِعِ قَدَمَيْهِ إِلٰى مَوْضِعِ سُجُوْدِهٖ إِذَا كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ مَيْدَانٍ۔ وَلَا يَجُوْزُ الْمُرُوْرُ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مِنْ مَوْضِعِ قَدَمَيْهِ إِلٰى حَائِطِ الْقِبْلَةِ إِذَا كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدٍ صَغِيْرٍ. أَوْ فِيْ بَيْتٍ صَغِيْرٍ۔

حلِّ لغات: حَائِطٌ، بمعنی دیوار۔ جمع حِيْطَانٌ۔ مسجد کبیر سے مراد: سو اٹھارہ میٹر، یا چالیس ہاتھ یعنی ساٹھ فٹ لمبی چوڑی مسجد یا اس سے زیادہ مسجد کبیر ہے ورنہ صغیر ہے۔ (قاموس الفقہ، تفہیم الفقہ)

ترجمہ: نمازی کے سامنے گذرنے کے احکام: نمازی کے سامنے اس کے دونوں پاؤں کی جگہ سے لیکر اس کے سجدہ کی جگہ تک گذرنا جائز نہیں جبکہ وہ بڑی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو۔ اور اسی طرح نمازی کے سامنے اس کے پاؤں کی جگہ سے لیکر اس کے سجدہ کی جگہ تک گذرنا جائز نہیں جبکہ وہ میدان میں نماز پڑھ رہا ہو۔ اور نمازی کے آگے اس کے پاؤں کی جگہ سے لیکر قبلہ کی دیوار تک (درمیان سے) گذرنا جائز نہیں جبکہ وہ چھوٹی مسجد میں یا چھوٹے کمرے میں نماز پڑھ رہا ہو۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر نمازی کے سامنے سُترہ وغیرہ نہ ہو تو پھر گذرنے والے کو نمازی کے کتنے آگے سے گذرنا چاہیئے؟ تو اگر کمرہ یا چھوٹی مسجد (مسجدِ صغیر) میں نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی کے قدم سے تا دیوارِ قبلہ گذرنا مکروہ ہے صحرا، یا بڑی مسجد (مسجد کبیر) ہو تو گذرنے والے کو کہاں سے گذرنا چاہیئے؟ اس بارے میں فقہاءِ کرام کی آراء مختلف ہیں اور انہوں نے مختلف اندازے بتائے ہیں جیسا کہ ایک قول مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے کہ مقام سجدہ تک درمیان سے نہ گذرے لیکن جس رائے پر فتویٰ ہے وہ یہ ہے کہ اتنی دور سے گذرے کہ خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے ایک شخص مقام سجدہ پر نگاہ رکھے تو گذرنے والے پر اس کی نگاہ نہ پڑھے ایسی صورت جائز ودرست ہے۔ جس کا عام اندازہ یہ ہے کہ نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے دو صف (تقریباً آٹھ فٹ یعنی ۲.۴۴ میٹر) یا تین صفیں چھوڑ کر آگے سے گذر سکتا ہے۔ (قاموس الفقہ، تفہیم الفقہ)

وَكَذَا لَا يَجُوْزُ لِلْمُصَلِّيْ أَنْ يَتَعَرَّضَ بِصَلَاتِهٖ لِمُرُوْرِ النَّاسِ بَيْنَ يَدَيْهِ كَأَنْ يُصَلِّيَ بِدُوْنِ السُّتْرَةِ بِمَكَانٍ يَكْثُرُ فِيْهِ الْمُرُوْرُ۔ إِذَا مَرَّ أَحَدٌ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ جَازَ لِلْمُصَلِّيْ أَنْ يَدْفَعَ الْمَارَّ بِالْإِشَارَةِ. أَوْ بِالتَّسْبِيْحِ۔ وَكَذَا يَجُوْزُ

لِلْمُصَلِّيْ أَنْ يَدْفَعَ الْمَارَّ بِرَفْعِ صَوْتِهٖ بِالْقِرَاءَةِ وَلَا يَنْبَغِيْ لِلْمُصَلِّيْ أَنْ يَدْفَعَ الْمَارَّ بِيَدَيْهِ۔ وَالْمَرْأَةُ تَدْفَعُ الْمَارَّ بِالْإِشَارَةِ، أَوْ بِالتَّصْفِيْقِ۔ وَلَا تَرْفَعُ الْمَرْأَةُ صَوْتَهَا بِالْقِرَاءَةِ لِدَفْعِ الْمَارِّ۔

حلِّ لغات: اَلْمَارُّ؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی گذرنے والا۔ یَدْفَعُ؛ بمعنی ہٹانا، دور کرنا۔ اَلتَّصْفِيْقُ؛ مصدر ہے باب تفعیل کا صحیح سے بمعنی تالی بجانا۔ یَتَعَرَّضُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب تفعُّل بمعنی پیش کرنا، درپے ہونا۔

ترجمہ: اور اسی طرح جائز نہیں نماز پڑھنے والے کے لئے کہ اپنی نماز کو (خراب کرنے کے لئے) پیش کرے لوگوں کا اس کے سامنے گذرنے کی وجہ سے، جیسا کہ وہ بغیر سُترہ کے ایسی جگہ نماز پڑھے جس میں (لوگوں کا) گذرنا زیادہ ہو۔ جب کوئی شخص نمازی کے آگے گذرے تو نمازی کے لئے جائز ہے کہ وہ گذرنے والے کو اشارہ یا تسبیح کے ذریعہ روک دے۔ اور اسی طرح جائز ہے نمازی کے لئے کہ وہ (اپنے سامنے سے) گذرنے والے کو ہٹائے تلاوت میں اپنی آواز کو بلند کرکے۔ اور عورت اشارے یا تالی بجانے کے ذریعہ روکے، اور عورت گذرنے والے کو روکنے کے لئے اپنی آواز کو قرأت میں بلند نہ کرے۔

تشریح: نمازی کو بغیر سُترہ کے ایسی جگہ نہیں کھڑا ہونا چاہیئے کہ جہاں لوگ اس کے سامنے گذرتے ہوں ورنہ گنہگار ہوگا۔ اور اگر نمازی نے راستہ روک کر نماز کی نیت باندھ لی اور گذرنے والے کے لئے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں مثلاً مسجد کے عین دروازے کے پاس نیت باندھ لی تو ایسی صورت میں آگے سے گذرنے والا گنہگار نہ ہوگا بلکہ صرف نماز پڑھنے والا گنہگار ہوگا۔ اگر نمازی کے آگے سے کوئی شخص گذرے تو اس کو روکنا درست ہے روکنے کی ایک صورت سر، آنکھ، ہاتھ کا اشارہ ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی دو صاحبزادیوں عُمَیرہ اور زینب رضی اللہ عنہما کو ہاتھ کے اشارے سے منع فرمایا تھا، یا تسبیح (سبحان اللہ) کہہ کر یا بلند آواز میں قرآن پڑھ کر روکنے کی کوشش کی جائے تاہم اشارہ اور تسبیح میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرے دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے، خواتین اشارہ یا تصفیق کا استعمال کریں، تصفیق سے مراد یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت کو تھپتھپایا جائے، عورتیں تسبیح کہہ کر یا بہ آوازِ بلند قرأت کرکے نہ روکیں تاہم یہ روکنا بھی محض جائز ہے بہتر نہیں۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی، قاموس الفقہ، غنیۃ المستملی، درمختار مع ردالمحتار)

تنبیہ: چند متفرق مسائل: (۱) مسجدِ حرام میں نمازیوں کے آگے سے گذرنے کا حکم؟ مسجدِ حرام میں طواف کرنے والوں کے لئے طواف کرتے ہوئے نمازی کے آگے سے گذرنا مطلقاً جائز ہے، لیکن جو لوگ طواف نہ کر رہے ہوں ان کو نمازی کے آگے سے گذرنے میں احتیاط کرنی چاہیئے، اور اگر گذرنا ناگُزیر ہو تو سجدے کی جگہ کے آگے سے گذرے قریب سے نہ گذرے۔

(۲) تخت یا چبوترے پر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گذرنا، اگر گذرنے والے کا کوئی عضو نمازی کے کسی عضو کے سامنے ہوتا ہو تو بھی سامنے والے کے لئے گذرنا ناجائز اور مکروہِ تحریمی ہے، البتہ وہ جگہ اتنی بلند ہو کہ نمازی کے قدم گذرنے والے کے سر سے اونچے ہوں یعنی وہ جگہ گذرنے والے کے قد سے اونچی ہو تو مکروہ نہیں۔ (۳) اگر اگلی صف میں خالی جگہ چھوڑ کر کوئی شخص پچھلی صف میں کھڑا ہو گیا تو بعد میں آنیوالے شخص کیلئے جائز ہے کہ اگر وہ کوئی اور جگہ نہ پائے تو نمازی کے سامنے گذر کر اگلی صف میں خالی جگہ کو پُر کرے۔

(۴) جو شخص نمازی کے سامنے بیٹھا ہے وہ دائیں یا بائیں کو ہو کر نکل سکتا ہے، جو ممنوع ہے وہ سامنے سے آر پار ہونا ممنوع ہے۔ (۵) اگر کوئی ایسا شخص نمازی کے سامنے سے گذرنا چاہے اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جو سُترہ بن جانے کے قابل ہو مثلاً کرسی، لاٹھی وغیرہ تو اسے نمازی کے سامنے کرکے اس کے پرے سے گذر جائے اور پھر اس چیز کو اٹھالے۔ (۶) کسی شخص کے آگے سے گذرنے سے نمازی کی نماز میں کوئی فرق نہیں آتا نہ ثواب میں کمی ہوتی ہے بلکہ (بلاعذر) گذرنے والا ہی گنہگار ہوگا۔ (درمختار مع ردالمحتار، وغیرہ)

مَتٰی يَجِبُ قَطْعُ الصَّلَاةِ وَمَتٰی يَجُوْزُ؟

لَا يَجُوْزُ لِلْمُصَلِّيْ أَنْ يَّقْطَعَ صَلَاتَهٗ بَعْدَ الشُّرُوْعِ فِيْهَا بِدُوْنِ عُذْرٍ شَرْعِيٍّ۔ لَا يَجُوْزُ لِلْمُصَلِّيْ أَنْ يَّقْطَعَ صَلَاتَهٗ إِذَا نَادَاهُ أَبُوْهُ أَوْ أُمُّهٗ۔ يَجِبُ عَلَى الْمُصَلِّيْ أَنْ يَّقْطَعَ صَلَاتَهٗ إِذَا رَأٰى أَعْمٰى قَدْ أَشْرَفَ عَلٰى بِئْرٍ أَوْ عَلٰى حُفْرَةٍ وَخَشِيَ إِنْ لَّمْ يُرْشِدْهُ وَقَعَ فِي الْبِئْرِ أَوْ فِي الْحُفْرَةِ۔

حلِّ لغات: أَشْرَفَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب افعال بمعنی اوپر سے جھانکنا۔ حُفْرَةٌ: بمعنی گڑھا۔ جمع حُفَرٌ۔ لَمْ يُرْشِدْ: صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی جحد بلم در فعل مستقبل معروف صحیح از باب افعال بمعنی اس نے رہنمائی نہ کی۔

ترجمہ: کب نماز کو توڑنا واجب ہے اور کب جائز ہے؟ نمازی کے لئے جائز نہیں کہ بغیر شرعی مجبوری کے نماز کو شروع کرنے کے بعد اپنی نماز توڑ دے۔ نمازی کے لئے جائز نہیں کہ اپنی نماز توڑ دے جب اس کو بلائے اس کا باپ یا اُس کی ماں۔ نمازی پر واجب ہے کہ اپنی نماز توڑ دے جب وہ دیکھے کسی اندھے کو جو کسی کنویں یا گڑھے میں گرنے کے قریب ہو اور نمازی کو ڈر ہو کہ اگر اُس اندھے کی رہنمائی نہیں کرے گا تو وہ کنویں یا گڑھے میں گر جائے گا۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مفسداتِ نماز کے عنوان سے وہ امور ذکر کئے جن کا ارتکاب جائز نہیں تھا تو اب یہاں سے وہ مفسدات بیان فرماتے ہیں جن کا ارتکاب بعض صورتوں میں جائز اور بعض صورتوں میں واجب ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ: نماز میں لگنے کے بعد بلا ضرورتِ شدیدہ نماز کو توڑنا درست نہیں۔ اسی طرح ماں، باپ، دادا، دادی، نانا نانی نے یوں ہی بلا ضرورت پکارا تو فرض نماز کو توڑ دینا درست نہیں، البتہ اگر سنت یا نفل پڑھ رہا ہو اور یہ لوگ ضرورت سے یا بلا ضرورت پکاریں لیکن اُن کو معلوم نہیں کہ فلاں نماز پڑھ رہا ہے تب بھی نماز توڑ کر ان کی بات کا جواب دینا واجب ہے۔ لیکن اگر اُن کو نماز پڑھنے کا علم ہو پھر بھی بلا ضرورت پکاریں اور یہ اُن کو جواب نہ دے تو مضائقہ نہیں۔

تنبیہ: پیر اور استاد بھی اِسی حکم میں داخل ہیں۔ لیکن اگر ماں، باپ کسی مصیبت کی وجہ سے پکاریں تو پھر فرض نماز کو توڑ دینا بھی واجب ہے۔ اسی طرح کوئی اندھا جا رہا ہے یا ایسا آدمی جا رہا ہے جس کو آگے کنویں کے موجود ہونے کا علم نہ ہو اور آگے کنواں ہے اور اس میں گر پڑنے کا ڈر ہے یا چھت سے گر پڑنے کا ڈر ہو تو اب نماز کو توڑ دینا فرض ہے تاکہ اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بچالے اگر نماز نہیں توڑی اور اندھا کنویں میں گر کر مر گیا تو نماز پڑھنے والا گنہگار ہوگا۔ (طحطاوی مع مراقی، درمختار مع ردالمحتار)

يَجِبُ عَلَى الْمُصَلِّيْ أَنْ يَقْطَعَ صَلَاتَهُ إِذَا اسْتَغَاثَ بِهِ مَظْلُوْمٌ وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى دَفْعِ الظُّلْمِ عَنْهُ وَيَجُوْزُ لِلْمُصَلِّيْ أَنْ يَقْطَعَ صَلَاتَهُ إِذَا رَأَى سَارِقًا يَسْرِقُ مَالًا يُسَاوِيْ دِرْهَمًا سَوَاءٌ كَانَ الْمَالُ لَهُ أَوْ كَانَ لِغَيْرِهِ۔ وَيَجُوْزُ لِلْمُسَافِرِ أَنْ يُؤَخِّرَ صَلَاتَهُ إِذَا كَانَ يَخْشَى مِنَ اللُّصُوْصِ۔

حل لغات: اِسْتَغَاثَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف واوی از باب استفعال بمعنی مدد طلب کرنا۔ لُصُوْصٌ، جمع ہے لِصٌّ کی بمعنی چور۔

ترجمہ: نمازی پر واجب ہے کہ اپنی نماز توڑ دے جبکہ اس سے کوئی مظلوم مدد طلب کرے اور وہ (نمازی) مظلوم سے ظلم دور کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔ نمازی کے لئے اپنی نماز کو توڑ دینا جائز ہے جب وہ کسی چور کو دیکھے مال چوری کرتے ہوئے خواہ وہ مال اُس کا اپنا ہو یا کسی اور کا ہو۔ اور مسافر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی نماز کو مؤخر کر دے جبکہ اس کو چوروں کا ڈر ہو۔

تشریح: جب کوئی مظلوم مدد کے لئے پکارے چاہے بلا تعیین کسی کو پکارے مثلاً یوں کہے کہ کوئی میری مدد کرے، یا خاص طور پر نمازی کو پکارے مثلاً نمازی کا نام لے کر پکارے اور نمازی کو یہ اندازہ ہے کہ میں اس کی مدد کر سکتا ہوں تو پھر نماز توڑ دینا ضروری ہے چاہے نفل ہو یا فرض۔

دورانِ نماز اگر ایسی چیز کے ضائع ہونے یا خراب ہونے کا ڈر ہو یا چور ایسی چیز چوری کر رہا ہو جس کی قیمت کم از کم ایک درہم یعنی تیس روپے ہوں تو اس کی حفاظت کے لئے نماز توڑ دینا درست ہے۔

(**فائدہ**: ایک درہم ساڑھے تین ماشہ ہے یعنی تین گرام چاندی کے برابر ہوتا ہے) پھر چاہے یہ مال اپنا ہو یا کسی اور کا دونوں صورتوں میں نماز توڑ دینا جائز ہے۔

مسافر کے لئے جب کہ اس کو ڈاکوؤں یا چوروں کا خطرہ ہو یا درندہ یا سیلاب کا خطرہ ہو اور نماز پڑھنے کی صورت میں جان یا مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اور کسی طرح بھی نماز پڑھنا ممکن نہ رہے نماز کو مؤخر کرنا جائز ہے یعنی اگر قضاء بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بعد میں جب اطمینان کی حالت ہو تو نماز قضا کی جائے۔

تنبیہ: مسافر سے مراد یہاں پر شرعی مسافر نہیں بلکہ کوئی بھی آدمی جو جنگل یا ویرانے میں جا رہا ہو چاہے مقیم ہی کیوں نہ ہو اس کا یہ حکم ہے۔ اسی طرح اگر نماز میں اچانک کوئی زہریلا کیڑا نظر آ جائے اور نمازی کی طرف بڑھے اگر نماز توڑے بغیر، عمل قلیل کے ساتھ اس کو مار سکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو مارنے کے لئے نماز کو توڑ سکتے ہیں۔ اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے ریل چل پڑے اور اس میں اپنا سامان یا بچے سوار ہوں تو نماز توڑ کر بیٹھ جانا درست ہے۔ (در مختار مع رد المحتار، مراقی مع طحطاوی، تفہیم المسائل)

صَلَاةُ الْوِتْرِ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «اَلْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا» (رواہ ابو داؤد) اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ۔ لَوْ تَرَكَ الْوِتْرَ سَاهِيًا أَوْ عَامِدًا وَجَبَ عَلَيْهِ قَضَاؤُهُ۔ صَلَاةُ الْوِتْرِ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيْمَةٍ وَاحِدَةٍ۔ تُصَلّٰى صَلَاةُ الْوِتْرِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ سُنَّةِ

الْعِشَاءِ۔ لَايَجُوْزُ أَنْ يُّصَلِّيَ الْوِتْرَ قَاعِدًا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ۔ كَذَا لَايَجُوْزُ أَنْ يُّصَلِّيَ الْوِتْرَ رَاكِبًا عَلَى الدَّابَّةِ إِلَّا إِذَا كَانَ لَهٗ عُذْرٌ۔ يَجِبُ أَنْ يَّقْرَأَ الْمُصَلِّيْ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ مِنَ الْوِتْرِ الْفَاتِحَةَ وَسُوْرَةً كَمَا يَفْعَلُ فِي النَّوَافِلِ۔

حلِّ لغات: وِتْرٌ: بمعنی طاق، بے جوڑ جیسے ۱۔۳۔۵۔۷۔۹۔۱۱۔

ترجمہ: وتر کی نماز: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وتر (کی نماز) حق ہے، جو شخص وتر (کی نماز) نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔ وتر (کی نماز) واجب ہے، اگر کسی نے وتر کو بھول کر یا جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو اس پر وتر کی قضا واجب ہے۔ وتر کی نماز تین رکعتیں ہیں ایک سلام کے ساتھ۔ وتر کی نماز عشاء کی سنت سے فارغ ہونے کے بعد پڑھی جائیگی۔ جائز نہیں کہ وتر کی نماز بیٹھ کر پڑھے کھڑے ہونے پر قدرت رکھنے کے باوجود۔ اسی طرح جائز نہیں کہ وتر کی نماز پڑھے چوپائے پر سوار ہو کر مگر جب نمازی کو کوئی عذر ہو۔ واجب ہے یہ بات کہ نمازی وتر کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے جیسا کہ نوافل میں کرتا ہے۔

تشریح: جب مصنف رحمۃ اللہ علیہ اُن نمازوں کو بیان کرنے سے فارغ ہوگئے جو عقیدۃً بھی فرض ہیں اور عملاً بھی، تو اب اُس نماز کو بیان کرتے ہیں جو عقیدۃً تو واجب ہے لیکن عملاً فرض ہے۔ عربی زبان میں "وتر" طاق عدد کو کہتے ہیں، نمازیں عام طور پر جفت عدد میں رکھی گئی ہیں دو رکعت یا چار رکعت، لیکن اس سے دو نمازیں مُستثنیٰ ہیں، ایک مغرب کی نماز اور دوسری وتر کی نماز، روایتوں میں پیغمبرِ اسلام ﷺ نے نمازِ وتر کو نمازِ مغرب سے تشبیہ دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اِس نماز کو طاق اس لئے مقرر فرمایا ہے کہ طاق عدد مبارک عدد ہے چنانچہ فرمایا: "اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے اس لئے اے اہلِ قرآن! تم نمازِ طاق (وتر) پڑھا کرو"۔ (ابوداؤد)

وتر کی نماز واجب ہے ہر عاقل، بالغ، مسلمان پر۔ اور واجب کا مرتبہ قریب قریب فرض نماز کے ہے چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے اگر کبھی چھوٹ جائے تو جب موقع ملے فوراً اس کی قضاء پڑھنی چاہیئے۔

وتر کی رکعتیں: وتر کی تین رکعتیں ہیں، ایک سلام اور دو تشہد کے ساتھ تین رکعت ادا کی جائینگی۔ جن کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تین رکعتیں پڑھی جائیں، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائی جائے، دوسری رکعت پر حسبِ دستور قعدہ کیا جائے اور التحیات پڑھے اور درود شریف بالکل نہ پڑھے بلکہ التحیات پڑھنے کے بعد فوراً اٹھ کھڑا ہو اور الحمد اور ساتھ کوئی دوسری سورت ملا کر اللہ اکبر کہے مرد کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھائے جبکہ عورت کندھے تک ہاتھ اٹھائے۔ پھر ہاتھ باندھ لے اور دعائے قنوت پڑھ کر رکوع کرے اور تیسری رکعت پر بیٹھ کر التحیات، درود شریف، اور دعا پڑھ کر سلام پھیر لے۔

وتر کا وقت: نمازِ وتر کا ایک وقت مستحب ہے اور ایک اصل وقت ہے۔ نمازِ وتر کا اصل اور پورا وقت وہی ہے جو عشاء کی نماز کا وقت ہے (یعنی شفق کے غروب سے لے کر صبح صادق تک) لیکن وتر کو عشاء کی نماز کے بعد ہی پڑھنا واجب ہے تاکہ ترتیب کی خلاف ورزی نہ ہو پھر وتر کا مستحب وقت آخرِ شب ہے بشرطیکہ آخرِ شب میں اٹھنے کا اپنے اوپر اعتماد ہو ورنہ سونے سے پہلے ہی نمازِ وتر پڑھ لینی چاہیئے۔ بلا عذر وتر بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں اسی طرح چلتی ہوئی سواری مثلاً گھوڑا، اونٹ، موٹر کار وغیرہ پر سوار ہو کر پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔

وتر کی تینوں رکعتوں میں ''الحمد'' کے ساتھ سورت ملانا ضروری ہے پھر کوئی خاص سورت مقرر نہیں بلکہ جہاں سے چاہے پڑھ لے، البتہ نبی کریم ﷺ سے پہلی رکعت میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلٰی" اور دوسری رکعت میں "قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ" اور تیسری رکعت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" پڑھنا ثابت ہے لیکن ان سورتوں کی اتنی پابندی نہ کی جائے کہ لوگ ان کو پڑھنا واجب سمجھ لیں بلکہ کبھی کبھار چھوڑ دینا چاہیے۔ یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔

وَيَجْلِسُ عَلٰى رَأْسِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ لِلتَّشَهُّدِ. وَلَا يَزِيْدُ فِي الْقُعُوْدِ الْأَوَّلِ عَلَى التَّشَهُّدِ. إِذَا قَامَ إِلَى الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ لَا يَقْرَأُ الثَّنَاءَ، وَلَا التَّعَوُّذَ. وَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ السُّوْرَةِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَرْفَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ وَيُكَبِّرُ كَمَا يَفْعَلُ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَهُوَ قَائِمٌ. اَلْقُنُوْتُ وَاجِبٌ فِي الْوِتْرِ فِي جَمِيْعِ السَّنَةِ. يَقْنُتُ كُلٌّ مِنَ الْإِمَامِ، وَالْمُقْتَدِيْ، وَالْمُنْفَرِدِ سِرًّا.

حلِّ لغات: رَأْسٌ، بمعنی سر، یہاں مراد انتہا ہے۔ حِذَاءٌ، بمعنی مقابل و برابر۔ اَلْقُنُوْتُ، مصدر ہے باب نصر کا صحیح سے بمعنی اطاعت کرنا یہاں مراد وہ دعا ہے جو نمازِ وتر میں پڑھی جائے۔

ترجمہ: اور وتر کی پہلی دو رکعتوں کے اختتام پر تشہد کے لئے بیٹھے۔ اور قعدۂ اولیٰ میں تشہد پر کچھ نہ بڑھائے۔ جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو ثناء (سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ) اور تعوّذ (أَعُوْذُ بِاللّٰهِ) نہ پڑھے۔ اور جب تیسری رکعت میں سورت کی قرأت سے فارغ ہو جائے تو اُس (نمازی) پر لازم ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھائے اور اُسی طرح تکبیر کہے جس طرح نماز شروع کرنے کے وقت کہتا ہے، پھر رکوع میں جانے سے پہلے کھڑے ہو کر (دعائے) قنوت پڑھے۔ دعاءِ قنوت تمام سال وتر (کی نماز) میں پڑھنا واجب ہے۔ امام، اور مقتدی، اور منفرد (اکیلے نماز پڑھنے والے) میں سے ہر ایک دعاءِ قنوت آہستہ پڑھے۔

تشریح: دو رکعتوں کے بعد قعدۂ اولیٰ واجب ہے، اس قعدہ میں صرف تشہد پڑھنے پر اکتفاء کرے گا، پھر تیسری رکعت میں ثناء پڑھنے کی ضرورت نہیں جب قرأت سے فارغ ہو تو کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور یہ ہاتھ اٹھانا سنت ہے اور ہاتھوں کو اٹھاتے وقت تکبیر کہے اور یہ تکبیر واجب ہے، ہاتھ اٹھانے کے بعد پھر ہاتھ باندھ لے اور کھڑے کھڑے دعاءِ قنوت پڑھے پھر دعا کے بعد رکوع کرے اور عام نمازوں کی طرح نماز پوری کرے۔ اسی طرح سال بھر نمازِ وتر میں دعاءِ قنوت پڑھی جائیگی اور یہ پڑھنا واجب ہے۔ وتر کی نماز عام دنوں میں تنہا، تنہا ادا کی جائے گی، البتہ صرف رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا مستحب ہے۔ نیز دعاءِ قنوت آہستہ پڑھی جائے گی کیونکہ یہ دُعا ہے اور دُعا میں اصل یہ ہے کہ آہستہ مانگی جائے۔ (درمختار مع ردالمحتار، مراقی مع طحطاوی، کتاب الفقہ علی المذاہب، کبیری، قاموس)

يُسَنُّ أَنْ يَقْرَأَ فِي الْقُنُوْتِ مَا وَرَدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه وَهُوَ: ﴿اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ، وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُؤْمِنُ بِكَ، وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ، وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَنَشْكُرُكَ، وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنَخْلَعُ، وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ. اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّيْ، وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعٰى، وَنَحْفِدُ، وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ، وَنَخْشٰى عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ﴾ مَنْ لَا يَقْدِرُ عَلٰى قِرَاءَةِ الْقُنُوْتِ الْمَأْثُوْرِ يَقُوْلُ: ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ

النَّارِ﴾ أَوْ يَقُوْلُ: «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ أَوْ يَقُوْلُ: «يَارَبِّ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ إِذَا نَسِيَ الْمُصَلِّيْ قِرَاءَةَ الْقُنُوْتِ وَتَذَكَّرَهُ فِيْ حَالَةِ الرُّكُوْعِ لَا يَقْنُتُ فِي الرُّكُوْعِ۔ وَلَا يَعُوْدُ إِلَى الْقِيَامِ لِقِرَاءَةِ الْقُنُوْتِ بَلْ يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ لِتَرْكِهِ الْوَاجِبَ نِسْيَانًا۔

حلِّ لغات: نُثْنِيْ؛ صیغہ جمع مذکر ومؤنث متکلم بحث اثبات فعل مضارع معروف ناقص یائی از باب افعال بمعنی تعریف کرنا۔ نَخْلَعُ؛ صیغہ جمع مذکر ومؤنث متکلم بحث اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب فتح بمعنی علیحدہ کرنا۔ نَحْفِدُ؛ صیغہ جمع مذکر ومؤنث متکلم بحث اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب ضرب بمعنی جلدی کرنا، مستعد ہونا۔ نَرْجُوْ؛ صیغہ جمع مذکر ومؤنث متکلم بحث اثبات فعل مضارع معروف ناقص واوی از باب نصر بمعنی امید کرنا۔

ترجمہ: قنوت میں وہ دُعا پڑھنا مسنون ہے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے اور وہ یہ ہے "اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ الخ"
ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ ہی سے مغفرت کے خواستگار ہیں اور تجھ ہی پر ایمان رکھتے ہیں، اور آپ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور ہم تیری اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور ہم الگ کرتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں اُس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی (رضا کے) واسطے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری طرف دوڑتے ہیں اور جلدی کرتے ہیں اور ہم تیری رحمت کے امید وار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔ جو شخص منقول دعاءِ قنوت کے پڑھنے پر قادر نہ ہو وہ (اس دُعا کی) پڑھے: "رَبَّنَا آتِنَا الخ"
ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! دے ہمیں بھلائی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ہمیں بچا دوزخ کے عذاب سے۔ یا تین مرتبہ یہ پڑھے: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ"، ترجمہ: اے اللہ! میری بخشش فرما۔ یا تین مرتبہ یہ پڑھے: "يَارَبِّ"، ترجمہ: اے میرے پروردگار!۔ جب نمازی دُعاءِ قنوت پڑھنا بھول جائے اور اس کو دُعاءِ قنوت رکوع کی حالت میں یاد آجائے تو رکوع کی حالت میں دُعاءِ قنوت نہ پڑھے، اور نہ ہی دُعاءِ قنوت پڑھنے کے لئے دوبارہ کھڑا ہو بلکہ سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرے واجب کو بھول کر چھوڑنے کی وجہ سے۔

تشریح: نمازِ وتر میں مخصوص الفاظ ہی میں دُعاءِ قنوت پڑھنا ضروری نہیں کوئی بھی دُعا جو قرآن وحدیث سے مشابہ ہو، پڑھی جاسکتی ہے، لیکن جو دُعا اس موقع پر پڑھنا منقول ہو اس کا پڑھنا بہتر ہے، چنانچہ اِس موقع کی مختلف دعائیں منقول ہیں احناف کے یہاں اُس دعا کو ترجیح حاصل ہے جو حضرت عبد اللہ بنِ مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جس کے الفاظ بمع ترجمہ کے گذر گئے، البتہ اگر کسی کو مذکورہ بالا دُعاءِ قنوت یاد نہ ہو تو اس کو یاد کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ اس کا پڑھنا مسنون اور بہتر ہے اور جب تک یاد نہ ہو اس وقت تک "رَبَّنَا آتِنَا الخ" پڑھتا رہے یعنی تین مرتبہ، یہی بخارا کے مشائخ کا قول ہے۔ اور یہ بھی نہ پڑھ سکے تو کم از کم "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ" یا "يَارَبِّ" تین مرتبہ کہہ لے۔ (رد المحتار، طحطاوی مع مراقی الفلاح، قاموس، کتاب الفقہ علی المذاہب، الفتاوی السراجیہ)

لَوْ قَرَأَ الْقُنُوْتَ بَعْدَ الْقِيَامِ مِنَ الرُّكُوْعِ لَا يُعِيْدُ الرُّكُوْعَ وَلٰكِنْ يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ لِأَنَّهُ أَخَّرَ الْقُنُوْتَ عَنْ مَحَلِّهٖ۔ إِذَا رَكَعَ الْإِمَامُ قَبْلَ فَرَاغِ الْمُقْتَدِيْ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُنُوْتِ لَا يُتَابِعُهُ الْمُقْتَدِيْ بَلْ يُكْمِلُ الْقُنُوْتَ ثُمَّ يُشَارِكُهُ فِي الرُّكُوْعِ۔ أَمَّا إِذَا

خَافَ فَوَاتَ الرُّكُوعِ مَعَ الْإِمَامِ تَابَعَ إِمَامَهُ وَتَرَكَ الْقُنُوتَ۔ لَوْ تَرَكَ الْإِمَامُ الْقُنُوتَ يَقْرَأُ الْمُقْتَدِيُ الْقُنُوتَ إِذَا أَمْكَنَ لَهُ أَنْ يُشَارِكَ الْإِمَامَ فِي الرُّكُوعِ۔ وَإِذَا خَافَ فَوَاتَ الرُّكُوعِ مَعَ الْإِمَامِ تَابَعَ إِمَامَهُ وَتَرَكَ الْقُنُوتَ۔ لَا يَقْرَأُ الْقُنُوتَ فِي غَيْرِ الْوِتْرِ إِلَّا فِي النَّوَازِلِ۔

حل لغات: اَلنَّوَازِلُ: جمع ہے نَازِلَةٌ کی بمعنی پیش آنے والی سخت مصیبت۔

ترجمہ: اگر (نمازی نے) رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد دُعاءِ قنوت پڑھی تو رکوع کو نہ لوٹائے، لیکن سجدۂ سہو کرے گا اس لئے کہ اس نے دُعاءِ قنوت کو اپنے موقع سے مؤخر کر دیا ہے۔ جب امام مقتدی کے دُعاءِ قنوت کے پڑھنے سے فارغ ہو جانے سے پہلے رکوع میں چلا جائے تو مقتدی امام کی پیروی نہ کرے بلکہ دُعاءِ قنوت کو مکمل کرے، پھر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو جائے۔ بہر حال جب امام کے ساتھ رکوع کے چھوٹ جانے کا خطرہ ہو تو امام کی پیروی کرے اور دُعاءِ قنوت کو چھوڑ دے۔ اگر امام نے دُعاءِ قنوت چھوڑ دی تو مقتدی دُعاءِ قنوت پڑھے بشرطیکہ رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہونے کا امکان ہو۔ اور جب امام کے ساتھ رکوع کے چھوٹنے کا خوف ہو تو امام کا اتباع کرے اور دُعاءِ قنوت کو چھوڑ دے۔ وتر کے علاوہ (نمازوں) میں دُعاءِ قنوت نہ پڑھے مگر خاص مصیبتوں کے وقت۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتایا کہ اگر دُعاءِ قنوت پڑھنا بھول جائے اور رکوع میں یا رکوع سے اٹھنے کے بعد یاد آ جائے تو اب دُعاءِ قنوت نہ پڑھے بلکہ آخر میں سجدۂ سہو کر لے۔ یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ اگر رکوع سے اٹھنے کے بعد کسی نے فوت شدہ دُعاءِ قنوت پڑھ لی تو اب رکوع کے اعادہ کی ضرورت نہیں صرف سجدۂ سہو کر لینا کافی ہے۔ اور سجدۂ سہو اس لئے ضروری ہے کہ دعاء قنوت کا جو اپنا موقع و محل تھا (رکوع سے پہلے پڑھنا) اس میں ترک کر کے واجب کام میں تاخیر ہو گئی۔

اگر مقتدی کے دُعاءِ قنوت شروع کرنے یا مکمل کرنے سے پہلے ہی امام صاحب رکوع میں چلے جائیں، تو اگر دُعاءِ قنوت پڑھ کر امام کو رکوع میں پانا ممکن ہو تو امام کی پیروی نہ کرے یعنی امام کے ساتھ فوراً رکوع میں نہ جائے بلکہ دُعاءِ قنوت پوری کر کے پھر رکوع میں جائے تاکہ حتی الامکان دونوں ضروری کاموں (دُعاءِ قنوت، رکوع) کو پا لے لیکن اگر رکوع کے فوت ہونے کا یعنی امام کے رکوع سے سر اٹھا لینے کا خطرہ ہو تو پھر دُعاءِ قنوت مکمل پڑھنا چھوڑ دے اور امام کے ساتھ ہی رکوع میں چلا جائے۔ اسی طرح اگر امام نے دُعاءِ قنوت چھوڑ دی اور رکوع میں چلا گیا تب بھی مقتدی کے لئے یہ گذشتہ حکم ہے۔

يُسَنُّ قُنُوتُ النَّوَازِلِ لِلْإِمَامِ لَا لِلْمُنْفَرِدِ بَعْدَ رَفْعِ الرَّأْسِ مِنَ الرُّكُوعِ۔ يَنْبَغِيْ لِلْإِمَامِ أَنْ يَقْرَأَ فِي النَّوَازِلِ هٰذَا الْقُنُوتَ، وَلَهُ أَنْ يَزِيْدَ فِيْهِ مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ۔ «اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا بِفَضْلِكَ فِيْمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ، وَآلِهٖ، وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ» إِذَا أَدْرَكَ الْمَسْبُوقُ إِمَامَهُ فِيْ رُكُوعِ الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ كَانَ مُدْرِكًا لِلْقُنُوتِ حُكْمًا فَلَا يَقْرَأُ الْقُنُوتَ إِذَا قَامَ لِإِتْمَامِ صَلَاتِهٖ۔ صَلَاةُ الْوِتْرِ مَعَ الْجَمَاعَةِ فِيْ رَمَضَانَ أَفْضَلُ مِنْ أَدَائِهٖ مُنْفَرِدًا فِيْ آخِرِ اللَّيْلِ۔ وَتُكْرَهُ جَمَاعَةُ الْوِتْرِ فِيْ غَيْرِ رَمَضَانَ۔

حلّ لغات: تَوَلَّنَا: صیغہ واحد مذکر مخاطب بحث امر حاضر معروف لفیفِ مفروق از باب تفعّل۔ نَا ضمیر منصوب متصل بمعنی ذمہ دار اور ضامن بننا۔ قِنَا: میں سے "قِ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث امر حاضر معروف لفیفِ مفروق از باب ضرب بمعنی حفاظت کرنا۔ مَسْبُوْقٌ: وہ نمازی جس کی ایک یا کچھ رکعتیں جماعت سے فوت ہوئی ہوں۔

ترجمہ: مَصائب کے وقت دُعاءِ قنوت (قنوتِ نازلہ) امام کے لئے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد مسنون ہے نہ کہ منفرد کے لئے۔ امام کے لئے مناسب ہے کہ مصائب کے وقت یہ قنوت (قنوتِ نازلہ) پڑھے، اور امام کے لئے جائز ہے کہ اس دُعاءِ قنوتِ (نازلہ) میں ان دعاؤں کا اضافہ کرے جو سنت سے ثابت ہیں۔ (قنوتِ نازلہ یہ ہے) "اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الخ"۔ ترجمہ: اے اللہ! جن لوگوں کو تونے ہدایت دی اُن لوگوں کے ساتھ ہمیں بھی اپنے فضل سے ہدایت نصیب فرما، اور جن لوگوں کو تونے (بلاؤں اور آفتوں سے) عافیت بخشی ہے، اُن کے ساتھ ہمیں بھی (ہر قسم کی آفت اور بلا سے) عافیت نصیب فرما، اور جن لوگوں کا تو ذمہ دار اور ضامن بن گیا ہے، انہی کے ساتھ ہماری بھی ذمہ داری اور ضمانت لے لے، اور جو کچھ تونے ہمیں عطا فرمایا ہے اس میں برکت عطا فرما، اور جو کچھ تونے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے اس کے شر سے ہمیں بچالے، کیوں کہ تیرا حکم سب پر چلتا ہے اور تجھ پر کسی کا حکم نہیں چلتا، یقیناً جس کا تو نگہبان ہو جائے وہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، اور جس سے تو دشمنی رکھے وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا، اے ہمارے پروردگار! تیری ذات بابرکت ہے اور بہت بلند و برتر ہے، اور اللہ تعالیٰ کا درود و سلام نازل ہو ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر اور اُن کی آل پر، اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر۔ جب مسبوق اپنے امام کو تیسری رکعت کے رکوع میں پائے تو وہ حکمی طور پر دُعاءِ قنوت کو پانے والا ہو گا لہٰذا وہ دعاءِ قنوت نہیں پڑے گا جب وہ اپنی نماز کو پورا کرنے کے لئے کھڑا ہو۔ رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ وتر کی نماز (ادا کرنا) بہتر ہے رات کے آخری حصہ میں اکیلے ادا کرنے سے۔ اور غیر رمضان میں وتر کی جماعت مکروہ ہے۔

تشریح: یوں تو ہر دُعا؛ قنوت ہے، لیکن دو دُعائیں خاص طور پر قنوت کے نام سے مشہور و معروف ہیں، ایک تو وہ دُعا جو نمازِ وتر میں پڑھی جاتی ہے، دوسری وہ دُعا جو نوازل یعنی مصیبت اور ابتلاء کے وقت پڑھی جاتی ہے اور قنوتِ نازلہ کے نام سے معروف ہے، حضور اکرم ﷺ خود بھی خاص مواقع پر مسلمانوں کے حق میں دُعا اور بد باطن و سرکش اعداءِ اسلام کے حق میں بد دُعا کے لئے پڑھا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے ایک ماہ عُصَیَّہ اور ذُکْوان نامی قبیلوں پر بد دُعا کی غرض سے قنوتِ نازلہ پڑھی، نیز بخاری شریف کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: آپ ﷺ نے مکہ میں پھنسے ہوئے مسلمانوں ولید بن ولید اور سَلَمہ بن ہشام وغیرہ رضی اللہ عنہم کے حق میں نمازِ فجر میں قنوتِ نازلہ پڑھی۔

قنوتِ نازلہ پڑھنے کا وقت اور طریقہ: نمازِ فجر میں آپ ﷺ کا قنوتِ نازلہ پڑھنا متعدد روایات میں مذکور ہے، بعض دیگر نمازوں جیسے مغرب، ظہر، عشاء میں بھی قنوتِ نازلہ کا ذکر آتا ہے۔ قنوتِ نازلہ کے بارے میں آپ ﷺ کا معمول آخری رکعت میں رکوع کے بعد دُعا پڑھنے کا تھا۔ لہٰذا اگر کسی جگہ کے مسلمان دشمنوں کی طرف سے سخت فتنہ اور مصیبت و آزمائش میں مبتلا ہوں، تو حکم یہ

ہے کہ امام فجر کی نماز میں رکوع کے بعد قومہ میں "قنوتِ نازلہ" پڑھے جس میں مسلمانوں کے لئے فتنہ سے حفاظت اور دشمنانِ اسلام کے لئے تباہی اور اُن کے شُرور سے بچاؤ کی دُعائیں کی جائیں، مقتدی حضرات ہر دُعا پر آہستہ آمین کہیں۔

اگر وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں مسبوق شامل ہوا جبکہ امام قنوت پڑھ چکا تھا تو مسبوق اپنی بقیہ نماز میں قنوت نہ پڑھے کیونکہ اس کو تیسری رکعت مل گئی لہٰذا وہ حکماً دُعاءِ قنوت کو پانے والا تصوّر کیا جائے گا اور امام کا قنوت اُسکی قرأت کی طرح مقتدی کے لئے کافی ہو گا۔ (قاموس الفقہ، طحطاوی)

اَلصَّلَوَاتُ الْمَسْنُوْنَةُ

هِيَ الصَّلَوَاتُ الَّتِيْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْهَا زِيَادَةً عَلٰى مَا فَرَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِيَتَقَرَّبَ بِهَا إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ. وَتَعَالٰى، وَكَانَ يُوَاظِبُ عَلٰى بَعْضِهَا، وَيَتْرُكُ بَعْضَهَا أَحْيَانًا. فَالصَّلَوَاتُ الَّتِيْ وَاظَبَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ تُسَمّٰى سُنَنًا مُؤَكَّدَةً وَالصَّلَوَاتُ الَّتِيْ صَلَّاهَا أَحْيَانًا. تُسَمّٰى سُنَنًا غَيْرَ مُؤَكَّدَةٍ. أَوْ مَنْدُوْبَةً۔

حلِّ لُغات: تُسَمّٰی: صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع مثبت مجہول ناقص واوی از باب تفعیل بمعنی نام رکھنا۔

ترجمہ: مسنون نمازیں: یہ وہ نمازیں ہیں جن کو نبی اکرم ﷺ بڑھا کر پڑھتے تھے اُن نمازوں پر جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا ہے تا کہ ان کے ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قُرب حاصل کریں۔ اور آپ ﷺ اِن سُنَن میں سے بعض کی پابندی فرماتے تھے اور ان میں سے بعض کو کبھی کبھار چھوڑ دیتے تھے۔ چنانچہ وہ نمازیں جن کی آپ ﷺ نے پابندی کی ہے وہ "سُنَنِ مؤکّدہ" کہلاتی ہیں۔ اور وہ نمازیں جن کو آپ ﷺ نے کبھی کبھار پڑھا وہ "سُنَنِ غیرِ مؤکّدہ" یا مستحب کہلاتی ہیں۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پہلے فرض اور واجب نمازوں کو بیان فرمایا اب یہاں سے سُنَن اور نوافل کا ذکر شروع فرماتے ہیں۔

سنن ونوافل کی ضرورت: شب وروز میں پانچ نمازیں تو فرض کی گئی ہیں اور وہ گویا اسلام کا رکن اور لازمۂ ایمان ہیں۔ ان کے علاوہ ان ہی کے آگے پیچھے اور دوسرے اوقات میں بھی کچھ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب وتعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ پھر ان میں سے جن کے لئے آپ ﷺ نے تاکیدی الفاظ فرمائے یا دوسروں کو ترغیب دینے کے ساتھ جن کا آپ ﷺ نے عملاً بہت زیادہ اہتمام فرمایا اُن کو عرف میں سنتِ مؤکّدہ کہا جاتا ہے اور ان کے ماسوا کو سُنَنِ غیرِ مؤکّدہ یا نوافل کہا گیا ہے۔ ان سب کا اہتمام ضروری ہے، اس لئے کہ بسا اوقات فرائض کی ادائیگی میں دانستہ یا نادانستہ طور پر کچھ کمی رہ جاتی ہے، تو اس کی تلافی آخرت میں سُنَن ونوافل کے ذریعہ کی جائے گی۔ چنانچہ احادیث مبارکہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر مسلمان محض فرائض کی انجام دہی پر اکتفاء نہ کرے بلکہ اپنے نامۂ اعمال میں نوافل کا ذخیرہ بھی زیادہ سے زیادہ جمع رکھے تاکہ آخرت میں قربِ خداوندی اور درجات کی بلندی کی نعمت سے سرفراز ہو سکے۔

اَلسُّنَنُ الْمُؤَكَّدَةُ

۱۔رَكْعَتَانِ قَبْلَ فَرْضِ الصُّبْحِ۔۲۔أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيْمَةٍ وَاحِدَةٍ قَبْلَ فَرْضِ الظُّهْرِ۔ ۳۔رَكْعَتَانِ بَعْدَ فَرْضِ الظُّهْرِ۔٤۔رَكْعَتَانِ بَعْدَ فَرْضِ الْمَغْرِبِ۔ ٥۔رَكْعَتَانِ بَعْدَ فَرْضِ الْعِشَاءِ۔ ٦۔أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيْمَةٍ وَاحِدَةٍ قَبْلَ فَرْضِ الْجُمُعَةِ۔ ۷۔أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيْمَةٍ وَاحِدَةٍ بَعْدَ فَرْضِ الْجُمُعَةِ۔

ترجمہ: سنتِ مؤکدہ (نمازیں): ۲/دو رکعت فجر کی فرض نماز سے پہلے۔ ۴/چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ظہر کی فرض نماز سے پہلے۔ ۲/رکعتیں ظہر کی نماز کے بعد۔ ۲/دو رکعتیں مغرب کی فرض نماز کے بعد۔ ۲/دو رکعتیں عشاء کی فرض نماز کے بعد۔ ۴/چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے۔ ۴/چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ جمعہ کی نماز کے بعد۔

تشریح: مسنون نمازوں کی دو قسمیں ہیں: (۱) سُنَنِ مؤکَّدہ، (۲) سُنَنِ غیرِ مؤکَّدہ ۔ سُنَنِ مؤکَّدہ چونکہ بہت اہم ہیں اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ پہلے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ سُنَنِ مؤکَّدہ واجب کے قریب ہیں، اگر کوئی شخص اِن کو چھوڑنے کا معمول بنا لے تو مستحقِ ملامت ہے اور گناہ کا بھی اندیشہ ہے۔ سُنَنِ مؤکَّدہ کو "سُنَنِ ھُدیٰ"، "سُنَنِ راتبہ" بھی کہتے ہیں۔ سُنَنِ مؤکَّدہ کی عظیم فضیلت: ایک روایت میں ہے کہ: جو شخص دن رات میں فرائض کے علاوہ ۱۲/رکعت سُنَن پڑھے گا اس کے لئے جنت میں محل تعمیر کیا جائے گا۔ (مسلم) نیز دوسری روایت میں آیا ہے کہ: یہ دو رکعتیں مجھے دنیا وما فیہا سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ (مراقی) سُنَنِ مؤکَّدہ یہ نمازیں ہیں:

نمازِ فجر سے پہلے دو رکعت: یہ سب سے مؤکَّد ترین سُنتیں ہیں چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں کسی نماز کا اس سے زیادہ اہتمام نہیں فرماتے تھے۔

تنبیہ: فجر کی سنتیں بلا عذر بیٹھ کر یا سواری پر پڑھنا جائز نہیں، نیز بہتر ہے کہ گھر یا کمرہ میں فجر کی سنتیں پڑھ کر جائے اگر گھر میں نہیں پڑھی اور جب مسجد میں پہنچا تو نماز کھڑی ہو چکی تھی تو لیں، مسجد کے باہری حصہ میں یا ستون وغیرہ کے پیچھے یا دروازہ کے قریب کھڑے ہو کر سنت ادا کرے، جماعت کی صفوں کے ساتھ مل کر یا قریب سنتیں پڑھنا سخت مکروہ ہے آجکل اس میں بڑی بے احتیاطی برتی جاتی ہے۔

اسی طرح اگر مسجد میں جماعت کھڑی ہو جائے اور وہاں جماعت خانہ سے ہٹ کر نماز پڑھنے کی جگہ موجود ہو، تو اگر سنت ادا کرنے کے بعد ایک رکعت بھی جماعت کے ساتھ ملنے کی امید ہو تو پہلے سنت پڑھے اس کے بعد جماعت میں شریک ہو اور اگر ایک رکعت بھی ملنے کی امید نہ ہو تو اس وقت سنت ترک کر دے پھر سورج نکلنے کے بعد ادا کرے۔ اگر کسی وجہ سے فجر کی سنتیں رہ جائیں تو طلوعِ آفتاب سے پہلے تو ادا نہ کرے البتہ اسی دن اشراق کے وقت سے لے کر نصف النہار تک کے درمیان اُسے بطورِ نفل ادا کر لینا بہتر ہے۔

اسی طرح فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنا سنت ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ان دو رکعتوں کو ہلکا اور مختصر پڑھنے کا تھا۔

ظہر کی فرض نماز سے پہلی چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ: آپ ﷺ یہ سنتیں کبھی ترک نہیں فرماتے تھے اور ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے تھے لہٰذا یہ اسی وقت سنت بنیں گی کہ ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں۔

تنبیہ: سنتیں پڑھتے ہوئے ظہر کی جماعت یا جمعہ کے دن خطبہ شروع ہو جائے تو؟ اگر جماعتِ ظہر یا خطبہ کا وقت قریب ہو تو سنت کی نیت ہی نہیں باندھنی چاہیے، بلکہ اس کو مؤخر کر دینا چاہیے، لیکن اگر سنت پڑھنی شروع کی اور درمیان ہی میں جماعت کھڑی ہو گئی یا خطبہ شروع ہو گیا تو کیا کرے؟ اس بارے میں درج ذیل تفصیل ہے (۱) اگر قعدۂ اولیٰ سے پہلے جماعت شروع ہو گئی تو قعدۂ اُولیٰ ہی پر سلام پھیر لے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور نماز کے بعد وہ چار رکعت سنتِ مؤکدہ دوبارہ پڑھے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ جماعت اس وقت کھڑی ہوئی جب کہ سنت پڑھنے والا سنتوں کی تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا تھا، تو اب اُسے چاہیے کہ چوتھی رکعت پوری کر کے ہی سلام پھیر لے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ قعدۂ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا، مگر ابھی سجدہ نہیں کیا تھا کہ جماعت شروع ہو گئی یا امام نے خطبہ کا آغاز کر دیا تو اب مختصر قرأت کر کے چار رکعت پوری کرنی چاہئیں۔ نیز اگر ظہر سے پہلے والی چار سنتیں فرض نماز سے پہلے کسی وجہ سے نہ پڑھ سکا تو فرض کے بعد اولاً دو رکعت سنتِ مؤکدہ پڑھے اس کے بعد پہلے کی چھوٹی ہوئی چار رکعت سنتیں ادا کرے۔ یہی صورت مختار اور اصح ہے جبکہ اس کے برعکس بھی جائز ہے۔

ظہر کی نماز کے بعد دو رکعت: سنتِ مؤکدہ ہیں ان کے علاوہ مزید دو رکعت پڑھنا بھی مستحب ہے۔

مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتیں: اور ان میں قرأت لمبی کرنا بھی سنت ہے کیونکہ آپ ﷺ سے ان میں سورۂ الٓمّ السجدہ پہلی رکعت میں اور سورۂ مُلک دوسری رکعت میں پڑھنا ثابت ہے۔

عشاء کی نماز کے بعد دو رکعتیں: (**فائدہ:** سُنن اور نوافل میں مطلق نیت کافی ہوتی ہے۔ یعنی اگر محض یہ نیت کر لی کہ میں اتنی رکعت نماز پڑھتا ہوں تو بھی سنتیں ادا ہو جائیں گی۔ باقاعدہ لفظِ سنت کہنا یا وقت کا ذکر کرنا کچھ ضروری نہیں۔

فرض نمازوں اور سنتوں کے درمیان وقفہ: فرض نماز کی ادائیگی کے بعد کسی دیگر کام میں مشغول ہوئے بغیر جلد از جلد سنت ادا کر لینی چاہیے۔ اس میں بلا عذر تاخیر نہ کی جائے اور نماز کے بعد والے اوراد و وظائف سنتوں کے بعد پڑھیں۔ تاہم اگر کسی دینی ضرورت سے کبھی کبھار قدرے تاخیر ہو جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ بہتر ہے کہ پنج وقتہ نمازوں کی سُننِ مؤکدہ اور دیگر نوافل اپنے گھر یا قیام گاہ پر پڑھی جائیں کیوں کہ آپ ﷺ کا معمول ایسا ہی تھا، لیکن اگر اندیشہ ہو کہ گھر پر جا کر پڑھنے میں خشوع و خضوع کامل نہ ہو گا یا کسی مشغولی کی وجہ سے سنتیں چھوٹ جائیں گی تو ایسی صورت میں مسجد میں ہی سنتوں کا ادا کرنا بہتر ہے اور آج کل کے ماحول کے اعتبار سے یہی مناسب ہے کیوں کہ گھروں کا ماحول دینی اعتبار سے پُر سکون نہیں)۔

نمازِ جمعہ سے پہلے چار رکعت ایک سلام کے ساتھ: اسی طرح نمازِ جمعہ کے بعد چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ سنت مؤکدہ ہیں پھر دو رکعت سنتِ غیرِ مؤکدہ ہیں، لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کے بعد چھ رکعت سنتِ مؤکدہ ہیں اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، الفتاوی السراجیہ، غنیۃ المستملی، در مختار، قاموس الفقہ)

اَلسُّنَنُ الْغَيْرُ الْمُؤَكَّدَةُ

١۔ أَرْبَعُ رَكْعَاتٍ قَبْلَ فَرْضِ الْعَصْرِ۔ ٢۔ سِتُّ رَكْعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ۔ ٣۔ أَرْبَعُ رَكْعَاتٍ قَبْلَ فَرْضِ الْعِشَاءِ۔ ٤۔ أَرْبَعُ رَكْعَاتٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ۔ تُصَلَّى الصَّلَوَاتُ الْمَسْنُونَةُ كَالْفَرَائِضِ، إِلَّا أَنَّهُ يَضُمُّ سُورَةً مَعَ سُورَةِ الْفَاتِحَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ مِنْ رَكَعَاتِ النَّفْلِ۔ إِذَا صَلَّى نَافِلَةً أَكْثَرَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَجْلِسْ إِلَّا فِي آخِرِهَا صَحَّ نَفْلُهُ مَعَ الْكَرَاهَةِ۔ يُكْرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ فِي النَّهَارِ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ۔ يُكْرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ فِي اللَّيْلِ أَكْثَرَ مِنْ ثَمَانِي رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ۔ اَلْأَفْضَلُ عِنْدَ الْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ رحمه الله أَنْ يُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ وَالْأَفْضَلُ عِنْدَ الْإِمَامَيْنِ أَبِي يُوسُفَ، وَمُحَمَّدٍ رحمهما الله أَنْ يُصَلِّيَ فِي اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، وَفِي النَّهَارِ أَرْبَعاً أَرْبَعاً۔

حلِ لغات: **يَضُمُّ**: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی ملانا۔ **مَثْنَى**: بمعنی دو دو۔

ترجمہ: سنتِ غیرِ مؤکدہ (نمازیں): ۴/ چار رکعت عصر کی فرض نماز سے پہلے۔ ۶/ چھ رکعت مغرب کی نماز کے بعد۔ ۴/ چار رکعت عشاء کی فرض نماز سے پہلے۔ ۴/ چار رکعت عشاء کی نماز کے بعد۔ سنت نمازیں فرائض کی طرح پڑھی جائیں گی مگر یہ کہ نفل کی رکعتوں میں سے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت ملائے گا۔ جب دو رکعت سے زائد نفل نماز پڑھے اور صرف نفلوں کے آخر میں بیٹھے تو اس کی نفل نماز کراہت کے ساتھ درست ہو جائے گی۔ دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعت سے زیادہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ دن اور رات میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ رات کو دو، دو۔ اور دن کو چار، چار پڑھے۔

تشریح: سُنَنِ مؤکدہ کو بیان کرنے کے بعد اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ سُنَنِ غیرِ مؤکدہ کو بیان فرماتے ہیں۔ سُنَنِ غیرِ مؤکدہ جن کو پڑھنا بہتر ہے اور نہ پڑھنا باعثِ مؤاخذہ نہیں۔

عصر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں: ان کا بڑا اجر ہے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھے"۔ (ابوداؤد) نیز ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں آگ اُس کو نہیں چھوئے گی۔ (جوہرۃ) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور حنفی فقیہ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ چار کے بجائے دو رکعت پڑھے تو بھی کافی ہے۔

مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت: سنتِ غیرِ مؤکدہ ہیں۔ اور بڑی فضیلت کی بات ہے، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: "جو شخص نمازِ مغرب کے بعد چھ رکعت (اوابین) پڑھے گا اور ان کے درمیان کوئی غلط بات زبان سے نہیں نکالے گا تو یہ چھ

رکعات ثواب میں اُس کے لئے بارہ سال کی عبادت کے برابر قرار پائیں گی"۔ (ترمذی) ایک روایت میں آیا ہے کہ جو بندہ مغرب کے بعد چھ رکعات نماز پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ نیز جو شخص ان کو پڑھے وہ اوّابین میں لکھا جائے گا۔ ان کے علاوہ بھی کئی فضائل ہیں۔

تنبیہ: مغرب کے بعد دو رکعت تو سنتِ مؤکدہ ہیں ان کے علاوہ چار رکعتیں نفل اور پڑھی جائیں تو چھ ہو جائینگی۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ دو رکعت سنتوں کے علاوہ چھ رکعتیں پڑھے۔

چار رکعت عشاء سے پہلے: ان چار کے بارے میں کوئی صریح اور واضح روایت موجود نہیں البتہ حضرت عبد اللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال ممکن ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ہر دو اذان یعنی اذان و اقامت کے درمیان نماز ہے۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی اور تیسری دفعہ میں ارشاد فرمایا: "لِمَنْ شَاءَ" یعنی جو پڑھنا چاہے پڑھے۔ اب چوں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفل نماز دن کی ہو یا رات کی، ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھنی بہتر ہے، اس لئے فقہاءِ احناف نے کہا کہ عشاء سے پہلے بھی چار رکعت ادا کرلی جائے۔ (کبیری، قاموس)

چار رکعت عشاء کے بعد: چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھی تو گویا اس نے اِسی تعداد میں تہجد پڑھی اور جس نے عشاء کے بعد چار رکعت پڑھی تو گویا یہی تعداد شبِ قدر میں پڑھی۔ (کبیری، بیہقی، دار قطنی)

سنت نمازیں فرض نمازوں کی طرح پڑھی جائینگی یعنی جسطرح چار رکعت والی فرض نماز میں دو رکعت کے بعد پہلے قعدہ میں صرف تشہد پر اکتفاء کیا جاتا ہے اسی طرح چار رکعت والی سنت نمازوں میں بھی پہلے قعدہ میں تشہد پر اکتفاء کیا جائے گا۔ اسی طرح جب تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو تو ثناء پڑھنے کی ضرورت نہیں البتہ چونکہ، سنت کی ہر دو رکعت علیحدہ نماز ہے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا نئی تحریمہ کی طرح ہے اس لئے سنت نمازوں کی تمام رکعتوں میں قرأت یعنی سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے۔ جب دو رکعت سے زائد مثلاً چار رکعت نفل پڑھے اور صرف آخری قعدہ کرے، دو رکعت کے بعد نہ بیٹھے تو ایسا کرنے سے نماز درست تو ہو جائے گی مگر کراہت کے ساتھ۔ پھر اگر بھول کر چھوڑا ہے تو اخیر میں سجدۂ سہو کرلے۔ دن کو نفلیں پڑھے تو چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے چاہے چار چار کی، دن کو چار رکعت سے زیادہ کی نیت باندھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ اور رات کو اکٹھی چھ چھ یا آٹھ آٹھ کی نیت باندھنا بھی درست ہے البتہ آٹھ رکعت سے زیادہ کی نیت باندھنا رات کو بھی مکروہ ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دن ہو یا رات ایک سلام کے ساتھ چار، چار رکعت پڑھنی افضل ہے جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما (جن کو صاحبین رحمۃ اللہ علیہما بھی کہتے ہیں) کے نزدیک دن میں چار اور رات میں دو، دو رکعت پڑھنا بہتر ہے اور یہی طریقہ مفتٰی بہ اور بہتر ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، کبیری، الفتاوی السراجیہ، قاموس)

طُوْلُ الْقِيَامِ وَالْقِرَاءَةِ أَفْضَلُ مِنْ كَثْرَةِ الرَّكَعَاتِ۔ اَلتَّنَفُّلُ بِاللَّيْلِ أَفْضَلُ مِنَ التَّنَفُّلِ بِالنَّهَارِ۔

ترجمہ: لمبا قیام اور لمبی قرأت رکعتوں کی زیادتی سے بہتر ہے۔ رات میں نفل پڑھنا دن میں نفل پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔

تشریح: طویل قیام و قرأت افضل ہیں کثرتِ رکعات سے اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو"، کیونکہ رکوع اور سجدہ کی کثرت میں تسبیح زیادہ ہوگی۔ اور طویل قیام کی صورت میں قرآن مجید کی قرأت زیادہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ قرآن کی تلاوت افضل ہے دیگر اذکار و تسبیحات سے۔ اور رات کی نفل نماز دن کی نفل نماز سے بہتر ہے اس لئے کہ رات کی نماز نفس پر زیادہ بھاری ہے اور ریا سے زیادہ دور ہے اور قرآن میں تعریف ہوئی ہے رات میں نماز پڑھنے والوں کی "تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ" الایۃ۔ بالخصوص رات کی آخری تہائی حصہ کی نماز۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، جوہرۃ، غنیۃ المستملی)

اَلصَّلَوَاتُ الْمَنْدُوْبَةُ وَإِحْيَاءُ اللَّيَالِيْ

يُسْتَحَبُّ لِمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ أَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْجُلُوْسِ وَتُسَمّٰى هٰذِهِ الصَّلَاةُ تَحِيَّةَ الْمَسْجِدِ۔ فَإِنْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا جَلَسَ فَلَا بَأْسَ بِهٖ۔ وَإِنْ صَلَّى الْفَرْضَ عَقِبَ دُخُوْلِهٖ فِي الْمَسْجِدِ، أَوْصَلّٰى صَلَاةً أُخْرٰى، وَلَمْ يَنْوِبِهَا تَحِيَّةَ الْمَسْجِدِ تَكْفِيْهِ هٰذِهِ الصَّلَاةُ عَنْ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ۔ وَتُسْتَحَبُّ رَكْعَتَانِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ قَبْلَ جَفَافِ الْمَاءِ مِنَ الْأَعْضَاءِ، وَتُسَمّٰى هٰذِهِ الصَّلَاةُ تَحِيَّةَ الْوُضُوْءِ ۔ وَتُسْتَحَبُّ أَرْبَعُ رَكْعَاتٍ فِي الضُّحٰى، وَيَزِيْدُ مَاشَاءَ إِلٰى ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً، وَتُسَمّٰى هٰذِهِ الصَّلَاةُ صَلَاةَ الضُّحٰى۔

حلّ لغات: اَلْمَنْدُوْبَةُ: صیغہ واحد مؤنث بحث اسم مفعول صحیح از باب نصر بمعنی بلانا۔ عَقِبَ: بمعنی پیچھے، بعد۔ تَكْفِيْهِ: کتاب میں يَكْفِيْهِ ہے یہ بھی درست ہے کیونکہ صلاۃ کی تانیث غیر حقیقی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ تَكْفِيْهِ پڑھا جائے تاکہ فعل اور فاعل میں مطابقت رہے۔ جَفَافٌ: مصدر ہے باب ضرب کا مضاعف ثلاثی سے بمعنی خشک ہونا۔

ترجمہ: مستحب نمازیں اور راتوں کو جگانا (شب بیداری)۔ مستحب ہے اُس شخص کے لئے جو مسجد میں داخل ہو کہ دو رکعت پڑھے بیٹھنے سے پہلے اور اِس نماز کا نام "تحیۃ المسجد" رکھا جاتا ہے۔ پس اگر بیٹھنے کے بعد دو رکعت پڑھے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اور اگر مسجد میں داخل ہونے کے بعد فرض نماز، یا کوئی دوسری نماز پڑھے اور اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہ بھی کرے تو بھی یہ نماز تحیۃ المسجد کی طرف سے کافی ہو جائے گی۔ اور وضو کے بعد اعضاء سے پانی کے خشک ہونے سے پہلے دو رکعت پڑھنا مستحب ہے اور اِس نماز کا نام "تحیۃ الوضو" رکھا جاتا ہے۔ اور چاشت کے وقت چار رکعت مستحب ہیں اور اضافہ کرے جتنا چاہے بارہ رکعت تک، اور اس نماز کا نام "صَلٰوةُ الضُّحٰى" "چاشت کی نماز" رکھا جاتا ہے۔

تشریح: اس سے پہلے سنتِ مؤکدہ و غیر مؤکدہ نمازوں کا بیان تھا۔ اب یہاں سے نفل نمازوں کا اور قیامُ اللّیل کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

إِحْيَاءُ اللَّيَالِيْ: (راتوں کو زندہ رکھنا یعنی جگانا) سے مراد پوری رات عبادت میں مشغول رہنا ہے۔ چونکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نفل نمازوں کے ساتھ اُن راتوں کا بھی تذکرہ فرمائیں گے جن راتوں میں عبادت کرنا بڑے ثواب کا ذریعہ ہے اس لئے "إِحْيَاءُ اللَّيَالِيْ" کا عنوان دیا۔

تحیۃ المسجد: "تحیہ" کے اصل معنی مبارک باد اور تحفہ پیش کرنے کے ہیں، اس طرح "تحیۃ المسجد" کے معنی مسجد کے رب کے حضور تحفۂ عبادت پیش کرنا ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی دو رکعت پڑھنا مسنون ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے تحیۃ المسجد پڑھنے کا

حکم دیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد جائے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے،(بخاری و مسلم) بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔ تحیۃ المسجد سے مقصود مسجد کی تعظیم و تکریم ہے، جو در حقیقت اللہ کی ہی تعظیم ہے۔ تحیۃ المسجد بیٹھنے سے ساقط نہیں ہوتی، بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھنا افضل ہے مگر بیٹھنے کے بعد بھی پڑھنے سے ان شاء اللہ ثواب کی امید ہے۔

تحیۃ المسجد کے قائم مقام نمازیں: اگر کوئی شخص مسجد میں آتے ہی فوراً کوئی نماز مثلاً فرض، سنت، نفل پڑھنے لگتا ہے تو اس کو اس نماز کے علاوہ تحیۃ المسجد کا بھی ثواب ملتا ہے، لیکن بہتر ہے کہ دل میں باقاعدہ تحیۃ المسجد کی نیت بھی کرلے۔ اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ "تحیۃ المسجد" پڑھ لینا کافی ہے خواہ شروع میں پڑھ لے یا آخر میں۔

تحیۃ الوضو: جو شخص وضو کرے تو اعضاء کے خشک ہونے سے پہلے پہلے نماز شروع کر دی جائے کیونکہ اعضاء کے خشک ہونے کے بعد یہ نماز تحیۃ الوضو نہیں کہلائے گی، اسی طرح غسل کے بعد بھی۔ فضیلت اس نماز کی یہ ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرنے کے بعد پورے خشوع و خضوع کے ساتھ دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے لئے جنت کو واجب قرار دیتے ہیں" (مسلم)۔ تحیۃ الوضو بھی گویا اللہ کے حضور ایک نیک عمل کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔

تنبیہ: صبح صادق سے سورج نکلنے تک تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد یا کوئی دوسری نفلی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اس وقت دو رکعت سنتِ فجر کے علاوہ (وہ بھی فرض سے پہلے) کوئی بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد بھی غروب تک کوئی نفل نماز پڑھنا جائز نہیں لہٰذا ایسے مکروہ اوقات میں مسجد میں آنے والا یا وضو کرنے والا تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو نہ پڑھے بلکہ تسبیح، تہلیل، درود شریف پڑھے اس سے بھی مسجد کا حق ادا ہو جائے گا۔

صَلٰوۃُ الضُّحٰی: (چاشت کی نماز): نفل نماز میں سے ایک نماز چاشت کی بھی ہے یہ نماز طلوعِ آفتاب سے زوالِ آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے تک پڑھی جاسکتی ہے جس طرح عشاء کے بعد سے لے کر طلوعِ فجر تک کے طویل وقفہ میں کوئی نماز فرض نہیں کی گئی ہے لیکن اس درمیان میں تہجد کی کچھ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، اسی طرح فجر سے لے کر ظہر تک کے طویل وقفہ میں بھی کوئی نماز فرض نہیں کی گئی ہے مگر اس درمیان میں "صلوٰۃ الضحیٰ" کے عنوان سے کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ جتنی ہو سکیں نفلی رکعتیں پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس نماز کی فضیلت یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جنابِ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: "جو شخص چاشت کی بارہ رکعت نماز پڑھتا ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک سونے کا محل تیار کرتے ہیں"۔ (ترمذی) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے دوگانہ چاشت کا اہتمام کیا اس کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں"۔ (معارف الحدیث بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ) نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "جو نمازِ چاشت دو رکعت پڑھے وہ غافلین میں شمار نہیں ہوگا اور جو چار رکعت پڑھے وہ عابدین میں سے لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے تو اس دن اس کے تمام کاموں کی کفایت کی جائے گی اور جو آٹھ رکعت پڑھے اللہ اس کو قانتین (اطاعت کرنے والوں) میں سے لکھے گا اور جو بارہ رکعت پڑھے تو اللہ اس کے لئے جنت میں محل بنائے گا"۔ (طبرانی)

چاشت کا وقت: بہتر ہے کہ دن کا چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد ادا کرے یعنی اگر دن کو چار حصوں میں تقسیم کریں تو پہلا حصہ گذرنے کے بعد اندازۃً دس، گیارہ بجے جب سورج خوب روشن ہو جائے۔ نمازِ چاشت کی رکعات: چاشت کی نماز دو رکعت سے لے کر بارہ رکعت تک ثابت ہے، اگر کوئی دو ہی رکعت پر اکتفاء کرے تب بھی اس کو نمازِ چاشت کا ثواب ملے گا، لیکن افضل یہ ہے کہ چار رکعت پڑھے اور اس سے بھی زیادہ نفع بخش آٹھ رکعت ہیں۔ (مراقی مع طحطاوی، قاموس الفقہ، در مختار مع رد المحتار، معارف الحدیث)

وَتُسْتَحَبُّ صَلَاةُ الْإِسْتِخَارَةِ وَهِيَ رَكْعَتَانِ۔ وَتُسْتَحَبُّ صَلَاةُ الْحَاجَةِ وَهِيَ رَكْعَتَانِ۔ وَيُسْتَحَبُّ إِحْيَاءُ لَيَالِي الْعَشْرِ الْأَخِيْرِ مِنْ رَمَضَانَ۔ وَيُسْتَحَبُّ إِحْيَاءُ لَيْلَتَيْ عِيْدِ الْفِطْرِ، وَعِيْدِ الْأَضْحٰى۔ وَيُسْتَحَبُّ إِحْيَاءُ لَيَالِيْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ۔ وَيُسْتَحَبُّ إِحْيَاءُ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ۔ يُكْرَهُ الْإِجْتِمَاعُ عَلٰى إِحْيَاءِ لَيْلَةٍ مِنْ هٰذِهِ اللَّيَالِيْ إِذَا كَانَ الْإِجْتِمَاعُ بِتَدَاعٍ۔ أَمَّا إِذَا كَانَ الْإِجْتِمَاعُ بِدُوْنِ تَدَاعٍ فَلَا بَأْسَ بِهٖ۔

حلِّ لغات: اَلْإِسْتِخَارَةُ، مصدر ہے باب استفعال کا اجوف یائی سے بمعنی طلبِ خیر کی دعا کرنا۔ تَدَاعٍ، مصدر ہے باب تفاعل کا ناقص واوی سے بمعنی ایک دوسرے کو بلانا۔

ترجمہ: اور استخارہ کی نماز مستحب ہے اور وہ دو رکعت ہے۔ اور حاجت کی نماز مستحب ہے اور وہ دو رکعت ہے۔ اور رمضان مبارک کے اخیر عشرہ کی دس راتوں کو جاگنا مستحب ہے۔ اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں کی راتوں میں جاگنا مستحب ہے۔ اور ذی الحجہ کے (پہلے) عشرہ کی دس راتوں کو جاگنا مستحب ہے۔ اور شعبان المعظم کی پندرہویں تاریخ کی رات کو جاگنا مستحب ہے۔ ان تمام راتوں میں سے کسی رات میں جاگنے پر لوگوں کا اکٹھا ہونا مکروہ ہے جبکہ یہ اکٹھا ہونا ایک دوسرے کو دعوت دیکر ہو، بہر حال جب یہ اکٹھا ہونا ایک دوسرے کو دعوت دیے بغیر ہو تو اِس میں کوئی حرج نہیں۔

تشریح: نمازِ استخارہ: استخارہ کا معنٰی خیر کی طلب اور جستجو کے ہیں بعض امور وہ ہیں جو سراپا خیر اور بھلائی کے ہیں، اُن میں شر اور بگاڑ کا کوئی پہلو ہی نہیں ہے۔ اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خیر و بھلائی قرار دیا، اس طرح تمام فرائض، واجبات، سُنن اور مستحبات خیر ہی خیر ہیں۔ اسی طرح بعض وہ امور ہیں جو یقیناً شر ہی شر ہیں، ان کے اندر خیر و بھلائی کا کوئی پہلو ہی نہیں، اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کو شریعت نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ اس طرح تمام حرام، ناجائز، مکروہ کام شر ہی شر ہیں۔ مذکورہ دونوں قسم کے کاموں میں استخارہ کا کوئی سوال ہی نہیں اور نہ جائز ہے۔ البتہ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا نہ حکم دیا گیا ہے اور نہ اُن پر پسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے نہ منع کیا گیا ہے نہ ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ اُن کو مباح کہتے ہیں ایسی چیزوں میں حالات کے اعتبار سے دونوں احتمال ہیں مفید بھی ہو سکتی ہیں اور نقصان دہ بھی۔ مثلاً کسی کو کوئی اہم کام درپیش ہو اور یہ طے نہ کر پا رہا ہو کہ یہ کام بہتر رہے گا یا نہیں تو ایسی چیزوں میں جس طرح انسان ایک دوسرے سے مشورہ کرتا ہے، اِسی طرح حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے بھی مشورہ کرنے کا طریقہ بتایا ہے اور اسی کو "استخارہ" کہتے ہیں۔

استخارہ کی اہمیت: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: حضور ﷺ نے مجھے اِس طرح اِس کی تعلیم دی جس طرح قرآنِ مجید کی سورتیں سکھاتے تھے، نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جب تم کو کوئی اہم معاملہ پیش آئے تو دو رکعت نفل نماز پڑھو، پھر یہ دعا کرو: "اَللّٰهُمَّ

إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ. فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ، فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِيْ بِهٖ"۔ ترجمہ: "اے اللہ! میں تیرے علم کے ذریعہ تجھ سے خیر مانگتا ہوں، اور تیری قدرت کے ذریعہ تجھ سے طاقت حاصل کرنا چاہتا ہوں، اور تیرے بڑے فضل کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، کیونکہ تجھے قدرت ہے اور مجھے قدرت نہیں، اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا، اور تو چھپی ہوئی باتوں سے خوب واقف ہے، اے اللہ! اگر تیرے علم میں میرے لئے یہ کام میرے دین اور دنیا اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے تو اس کو میرے لئے مقدر فرما، اور اسے میرے حق میں آسان فرما، پھر میرے لئے اِس میں برکت عطا فرما، اور اگر تیرے علم میں میرے لئے یہ کام میرے حق میں دینی، دنیوی، اخروی اعتبار سے بُرا ہے تو اِس کو مجھ سے اور مجھے اس سے ہٹا دے اور میرے لئے خیر مقدر فرما جہاں کہیں بھی ہو، پھر اس پر مجھے راضی فرما"۔

ان دعائیہ کلمات کو پڑھتے ہوئے جب "هٰذَا الْأَمْرَ" پر پہنچے تو دونوں جگہ اس کام کا دل میں دھیان جمائے جس کے لئے استخارہ کر رہا ہے، نیز شروع اور آخر میں اللہ کی تعریف اور درود شریف بھی پڑھے۔ بہتر ہے کہ نمازِ استخارہ کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ اور اگر نماز پڑھنے کا موقع نہ ہو تو پوری توجہ کے ساتھ دعاءِ استخارہ پڑھ لی جائے۔ بہتر ہے کہ استخارہ سات دن تک کیا جائے اگر سات دن میں بھی کسی ایک جانب رجحان نہ ہو تو مسلسل استخارہ کرتا رہے۔ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ استخارہ کی دعا پڑھ کر قبلہ رُخ باوضو سو جائے اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھ لے کہ اس کام میں خیر ہے اور اگر کالی یا سرخ چیز نظر آجائے تو سمجھ لے کہ یہ کام بہتر نہیں لیکن یہ محض تخمینی چیز ہے اصل مدار دل کے رجحان پر ہے۔ کہ دل میں اس کام کے کرنے کا داعیہ اور جذبہ بڑھ جاتا ہے یا اس کے برعکس دل اس کام کی طرف سے ہٹ جاتا ہے۔ ان دونوں کیفیتوں کو منجانب اللہ اور دُعا کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے۔ استخارہ سے پہلے مشورہ بھی کرنا چاہیئے لیکن ایسے شخص کے ساتھ جو ہمدرد، مخلص، اور سمجھدار ہو۔ (شامی، قاموس، طحطاوی)

نمازِ حاجت: جب کسی شخص کو کوئی اہم ضرورت درپیش ہو تو اس کے لئے نمازِ حاجت پڑھنا مستحب ہے۔ چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے "تجنیس" کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ نمازِ حاجت عشاء کے بعد چار رکعت ہے جس کی ترتیب ایک مرفوع حدیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور آیۃ الکرسی تین مرتبہ پڑھی جائے، اور مابقیہ تین رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۂ اخلاص معوذتین ایک ایک مرتبہ پڑھے، مشائخ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ نماز پڑھی تو ہماری ضرورتیں پوری ہوگئیں۔ نیز دو رکعت پڑھ کر "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ الخ" پڑھنے کا ذکر بھی حدیث میں آیا ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، شامی)

وَتُسْتَحَبُّ إِحْيَاءُ لَيَالِي الْعَشْرِ الْأَخِيْرِ الخ: یہاں سے چار قسم کی راتوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں ساری رات جاگنا اور عبادت کرنا بڑی فضیلت کی بات ہے بلکہ رات کا اکثر حصہ جاگنا بھی شب بیداری میں داخل ہے۔ لیکن شب بیداری کرنے والا عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھے خصوصاً فجر کی نماز قضا نہ ہونے دے۔ اگر شب بیداری سے نماز قضاء ہونے یا کسی ضروری کام میں فرق آنے کا خطرہ ہو،

تو ایسی صورت میں عشاء اور فجر کی نماز باجماعت پڑھ لینا کافی ہے۔ نیز اِن راتوں میں تنہا بغیر جماعت کے نفلیں پڑھنا، تلاوت کرنا، ذکر کرنا، درود شریف پڑھنا، حدیث پڑھنا یا سننا شب بیداری ہے نہ کہ خالی جاگنا۔ ان میں سے (۱) ایک یہ ہے کہ رمضان مبارک کے عشرۂ اخیر میں جاگے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس عشرۂ اخیر میں خود بھی جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے اور عبادت میں خوب کوشش فرماتے اور اِس عشرہ میں شب بیداری سے مقصود لیلۃ القدر کی فضیلت کو حاصل کرنا ہوتا تھا کہ جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے اس رات کو قیام کرے تو اس کے اگلے اور پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نیز ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور ہزار مہینے سے ۸۳ سال ۴ ماہ بنتے ہیں۔ (در مختار مع رد المحتار، مراقی مع طحطاوی)

(۲) دونوں عیدوں کی راتوں کو جاگنا بھی مستحب ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس نے عید کی رات شب بیداری کی تو اللہ اُس دن اس کا دل زندہ رکھے گا جس دن بہت دل مر جائیں گے یعنی قیامت کے دن کی دہشتوں سے محفوظ رہے گا۔ (طبرانی، مراقی)

(۳) اسی طرح ماہِ ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں جاگنا اور عبادت کرنا بھی مستحب ہے، چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو عملِ صالح جتنا ان دس دنوں میں محبوب ہے اتنا کسی دوسرے دن میں نہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ہر رات کا قیام (عبادت) لیلۃُ القدر کے قیام کے برابر ہے۔

(۴) اسی طرح پندرہ شعبان کی رات یعنی ۱۴/ اور ۱۵/ تاریخ کی درمیانی شب میں جاگنا بھی مستحب ہے اس لئے کہ اس شب میں عبادت کرنے کے بارے میں حدیث میں ترغیب بھی آئی ہے۔ (ابن ماجہ، ترمذی) بعض حضرات نے اس رات میں غسل کرنا بھی مستحب لکھا ہے تاکہ شب بیداری ہو۔ لیکن اس رات کو عبادت کرنے میں غلو سے کام نہ لیا جائے، عبادت ہوئی تو بھی ٹھیک، نہ ہوئی تو بھی حرج نہیں۔ آخر میں مصنف رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا کہ: اجتماعی طور پر کسی رات میں شب بیداری مکروہ ہے جبکہ اجتماع کا اہتمام کیا جائے اور لوگوں کو جاگنے کی دعوت دیکر اکٹھا کرنا مکروہ ہے خواہ یہ اجتماع مسجد میں ہو یا کسی بیٹھک وغیرہ میں۔

جَدْوَلُ الصَّلٰوتِ

نقشہ برائے نماز

نمازیں	سنتِ مؤکدہ فرض سے پہلے	سنت غیر مؤکدہ فرض سے پہلے	فرض نمازیں	سنتِ مؤکدہ فرض کے بعد	واجب	مجموعہ	ملاحظات (نوٹ)
فجر	۲	-	۲	-		۴	
ظہر	۴	-	۴	۲		۱۰	سفر میں فرض دو رکعت
عصر	-	۴	۴	-		۸	سفر میں فرض دو رکعت
مغرب	-	-	۳	۲		۵	
عشاء	-	۴	۴	۲	۳ رکعت وتر	۱۳	سفر میں فرض دو رکعت
جمعہ	۴	-	۲	۴ (۲)		۱۲	خطبہ نماز جمعہ سے پہلے پڑھا جائے گا
عیدین	-	-	-	-	۲ رکعت دونوں عیدوں میں	۲	خطبہ عیدین کی نماز کے بعد دیا جائے گا
تراویح	-	-	-	۲۰		۲۰	رمضان المبارک میں وتر سے پہلے تراویح کی ۲۰/بیس رکعت ادا کی جائیں گی

تنبیہ: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (جنکا اپنا نام یعقوب ہے) کے نزدیک جمعہ کی نماز کے بعد چھ (۶) رکعت سنتِ مؤکّدہ ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔

جَدْوَل؛ بمعنی چاٹ، نقشہ، فہرست، کالم یہاں مراد نقشہ اور چاٹ ہے۔

اَلصَّلَاةُ قَاعِداً

لَا يَصِحُّ الْفَرْضُ قَاعِداً مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ۔ وَلَا يَصِحُّ الْوَاجِبُ قَاعِداً مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ۔ وَيَصِحُّ النَّفْلُ قَاعِداً مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ۔ مَنْ صَلَّى النَّفْلَ قَاعِداً بِدُوْنِ عُذْرٍ فَلَهٗ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ۔ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِداً بِعُذْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ أَجْرِ الْقَائِمِ۔ اَلَّذِىْ يُصَلِّىْ قَاعِداً يَجْلِسُ مِثْلَ جُلُوْسِهٖ لِلتَّشَهُّدِ۔ لَوِافْتَتَحَ النَّفْلَ قَائِماً جَازَ لَهٗ أَنْ يُكْمِلَهٗ قَاعِداً بِدُوْنِ كَرَاهَةٍ۔

حلِّ لغات: اِفْتَتَحَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب افتعال بمعنی شروع کرنا۔

ترجمہ: بیٹھ کر نماز پڑھنے کا بیان۔ کھڑے ہو کر (فرض نماز) پڑھنے پر قدرت کے باوجود فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔ اور واجب نماز (بھی) قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔ اور نفل نماز قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا درست ہے۔ جو شخص نفل بغیر کسی مجبوری کے بیٹھ کر ادا کرے گا تو اس کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کے اجر کا آدھا ملے گا۔ اور جو شخص کسی مجبوری کی وجہ سے بیٹھ کر (نفل) پڑھے تو اس کو کھڑے ہونے والے شخص کے ثواب کی طرح ثواب ملے گا۔ وہ شخص جو بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تشہد کے لئے بیٹھنے کی طرح بیٹھے۔ اگر کسی نے نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی تو اس کے لئے بغیر کسی کراہت کے جائز ہے کہ اس نفل نماز کو بیٹھ کر پورا کرے۔

تشریح: جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہو تو اس کے لئے فرض یا واجب نماز بیٹھ کر پڑھنی کسی حال میں جائز نہیں کیونکہ فرض اور واجب نمازوں میں قیام فرض ہے۔ (بعض لوگ ٹرین کے سفر میں بلا عذر سیٹ پر بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں اُن کی نماز درست نہیں) اسی طرح قیام کی حالت میں بلا عذر صرف ایک پاؤں پر وزن ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو تو پھر بیٹھ کر نماز ادا کرے، یا کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے میں بے ستری کا اندیشہ ہو اور خطرہ ہو کہ جن اعضاء کا ستر واجب ہے، اُن میں سے کسی عضو کا چوتھائی حصہ قیام کی صورت میں کُھل جائے گا، تب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرے۔

تنبیہ: اگر پورے قیام پر قادر نہیں لیکن کچھ دیر کھڑا ہو سکتا ہے، تو جتنی دیر کھڑا ہو سکتا ہے اُتنی دیر کھڑا ہونا ضروری ہے خواہ تحریمہ کے بقدر ہی کیوں نہ ہو باقی نماز بیٹھ کر پڑھے، البتہ نفل نمازیں بلا عذر بھی بیٹھ کر ادا کی جا سکتی ہیں، نفل نمازوں میں سنتِ مؤکدہ وغیرِ مؤکدہ سب داخل ہیں البتہ سُنَنِ مؤکدہ، بالخصوص فجر کی سنتوں کے متعلق احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ بلا عذر بیٹھ کر نہ پڑھی جائے۔ لیکن بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے کی صورت میں کھڑے ہونے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ملے گا، سوائے پیغمبر کے کہ پیغمبر کو بیٹھ کر پڑھنے کی صورت میں بھی پورا اجر ملتا ہے۔

وَمَنْ صَلّٰی قَاعِدًا بِعُذْرٍ الخ: عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں پورا اجر ملتا ہے اس لئے کہ اس کے بس میں یہی ہے اس سے زیادہ پر یہ قدرت نہیں رکھتا، نیز بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب کوئی بندہ بیمار ہو جائے یا سفر میں چلا جائے تو اس کے لئے عمل کا ویسا ہی اجر لکھا جاتا ہے جس طرح حالتِ صحت یا اقامت میں کرتا تھا۔

پھر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا کس طرح بیٹھے گا؟ تو فرمایا کہ: تشہد کی ہیئت میں بیٹھے گا بشرطیکہ اس طرح بیٹھ سکتا ہو ورنہ جس طرح آسان ہو اس طرح بیٹھے۔

کوئی شخص نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کرے اور بعد میں بیٹھ جائے، یا بیٹھ کر شروع کرے اور بعد میں کھڑا ہو جائے تو اس طرح بھی نماز درست ہے کیونکہ قیام نفل نمازوں میں رکن نہیں لیکن جب کھڑے ہو کر نماز شروع کرے تو بہتر ہے کہ بلا عذر نہ بیٹھے۔

خلاصۂ کلام: جو شخص بیماری کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو، اس کے لئے بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر ادا کرو، اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکو تو لیٹ کر ادا کرو۔ کھڑے

ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ یا تو کھڑا ہو ہی نہیں سکتا جیسے مفلوج ہو، یا سخت تکلیف کے بغیر کھڑا ہونا ممکن نہ ہو، یا ماہر اطباء کا مشورہ ہو کہ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا تو بیماری بڑھ جائے گی، یا صحت یابی میں تاخیر ہوگی البتہ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر فرض اور واجب نماز پڑھنا جائز نہیں، اگر پورے وقت کا قیام دشوار ہو لیکن کچھ دیر کھڑا ہو سکتا ہو تو کھڑا ہو جائے۔ نیز بیٹھنے کی کوئی ہیئت متعین نہیں جس طرح بیٹھنے میں سہولت ہو اس طرح بیٹھ کر نماز پڑھے، تشہد کی بیٹھک، یا آلتی پالتی یا کسی اور طرح۔

نماز کے درمیان بیمار ہو جانا: نماز حالتِ صحت میں قیام کے ساتھ شروع کی درمیان میں بیماری کا حملہ ہوا اب کھڑا نہیں رہ سکتا تو بیٹھ کر رکوع وسجدہ کے ساتھ نماز ادا کرے۔ اگر رکوع وسجدہ پر بھی قدرت نہ ہو تو اشارے سے کام لے اور بیٹھ بھی نہ سکتا ہو تو لیٹ جائے۔

درمیانِ نماز صحت یاب ہو جانا: یعنی نماز کا ابتدائی حصہ بیٹھ کر ادا کیا درمیانِ نماز ہی صحت ہوگئی، اور اب کھڑے ہونے پر قادر ہے تو باقی نماز کھڑے ہو کر ادا کرے۔ (قاموس الفقہ، کبیری، مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار)

أَلصَّلَاةُ عَلَى الدَّابَّةِ

لَا يَصِحُّ الْفَرْضُ عَلٰى ظَهْرِ الدَّابَّةِ۔ وَلَا يَصِحُّ الْوَاجِبُ عَلٰى ظَهْرِ الدَّابَّةِ۔ فَصَلَاةُ الْوِتْرِ وَصَلَاةُ النَّذْرِ، وَقَضَاءُ صَلَاةِ النَّفْلِ الَّتِيْ أَفْسَدَهَا بَعْدَ الشُّرُوْعِ فِيْهَا لَا تَجُوْزُ عَلَى الدَّابَّةِ: إِذَا كَانَ لِلْمُصَلِّيْ عُذْرٌ، كَأَنْ يَخَافَ عَدُوًّا إِذَا نَزَلَ عَلَى الْأَرْضِ۔ أَوْ يَخَافَ سَبُعًا مِنَ السِّبَاعِ۔ أَوْ يَخَافَ جُمُوْحَ الدَّابَّةِ أَوْ كَانَ فِيْ ذَالِكَ الْمَكَانِ وَحْلٌ۔ تَصِحُّ صَلَاتُهٗ عَلَى الدَّابَّةِ سَوَاءٌ كَانَتِ الصَّلَاةُ فَرْضًا أَوْ كَانَتْ وَاجِبَةً۔

حلِّ لغات: دَابَّةٌ؛ صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل مضاعف ثلاثی از باب ضرب بمعنی رینگنا، ہاتھوں یا پیروں کے بل چلنا۔ جمع دَوَابُّ۔ سَبُعٌ؛ بمعنی درندہ۔ جمع سِبَاعٌ۔ جُمُوْحٌ؛ مصدر ہے باب فتح کا بمعنی سرکشی کرنا، سواری کا قابو میں نہ آنا۔ وَحْلٌ؛ بمعنی کیچڑ۔ جمع أَوْحَالٌ۔

ترجمہ: سواری پر نماز پڑھنے کا بیان۔ فرض نمازیں جانور کی پشت پر ادا کرنا درست نہیں ہے۔ اور واجب نماز (بھی) جانور کی پشت پر ادا کرنا درست نہیں ہے۔ چنانچہ وتر کی نماز، نذر کی نماز، اور اُس نفل نماز کی قضاء جس کو شروع کرنے کے بعد توڑ دیا ہو، جانور کی پیٹھ پر ادا کرنا درست نہیں۔ جب نمازی کو کوئی عذر ہو جیسا کہ وہ دشمن سے ڈر رہا ہو جبکہ وہ زمین پر اترے۔ یا درندوں میں سے کسی درندے سے ڈر رہا ہو، یا جانور کی سرکشی کا خوف ہو یا اس جگہ میں کیچڑ ہو تو (ان تمام صورتوں میں) اس کی نماز جانور پر درست ہے چاہے نماز فرض ہو یا واجب۔

تشریح: انسانی زندگی کے مراحل میں ایک اہم مرحلہ سواری پر سوار ہونے کا بھی ہے اگر ایسی حالت میں نماز کا وقت ہو جائے تو اس کے متعلق شریعتِ محمدیہ کی کیا تعلیمات ہیں؟ یہاں سے وہ بتاتے ہیں۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: فرض، واجب نمازیں ایسی سواری پر سوار ہو کر پڑھنا جس پر رکوع سجدہ نہ ہو سکتا ہو (جیسے گھوڑا، موٹر سائیکل، کار وغیرہ) جائز نہیں۔ فرض نمازیں: جیسے پنج گانہ اور جمعہ کی نماز، واجب نمازیں: جیسے وتر، عیدین، منت مانی ہوئی نماز (نذر کی نماز سے مراد یہ ہے کہ کسی نے کہا: اگر فلاں کام ہو گیا تو میں اللہ کے لئے چار رکعت نفل پڑھوں گا، پھر وہ کام ہو گیا تو اب چار رکعت پڑھنا واجب ہو گیا) ایسے ہی وہ نفل جو شروع کرنے کے بعد توڑ دیئے جائیں چونکہ وہ

شروع کرنے سے واجب ہو چکے ہیں تو اب اُنکی قضاء واجب ہے۔ ایسے ہی نمازِ جنازہ، وہ سجدۂ تلاوت جسکی آیت زمین پر پڑھی گئی ہو، ان سب گذشتہ نمازوں کو سواری سے اتر کر ادا کرنا ضروری ہے۔ یہ گذشتہ حکم اُس وقت ہے کہ جب کوئی عذر نہ ہو اور اتر کر پڑھ سکتا ہو لیکن اگر کوئی عذر ہو جیسا کہ آگے آرہا ہے تو پھر سواری پر سوار ہو کر بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ مثلاً اتر کر نماز پڑھنے کی صورت میں اپنی جان، یا سواری، یا سامان کے متعلق دشمن یا چور کا ڈر ہو یا اپنی جان اور سواری کے متعلق کسی درندے کا ڈر ہو یا سواری کی سرکشی اور بے قابو ہو جانے کا خطرہ ہو، یا بارش اور کیچڑ ہو جس میں چہرہ کے خراب ہونے کا خطرہ ہو اور خشک جگہ نہ ملے تو ان تمام صورتوں میں کھڑی ہوئی سواری پر سوار ہو کر اشارے سے نماز پڑھنے کی گنجائش ہے چاہے فرض ہو یا واجب البتہ اتنا خیال رہے کہ حتی الامکان قبلہ رُخ رہنے کا اہتمام لازم ہو گا، نیز رکوع اور سجدہ کا اشارہ کرنا ہو گا، جانور کی پشت پر سجدہ کرنا جائز نہیں۔ (کبیری، مراقی مع طحطاوی)

وَكَذَا إِذَا لَمْ يَجِدْ مَنْ يُرْكِبُهُ عَلَى الدَّابَّةِ وَهُوَ لَايَقْدِرُ عَلَى الرُّكُوبِ بِنَفْسِهِ۔ تَجُوزُ السُّنَنُ الْمُؤَكَّدَةُ عَلَى الدَّابَّةِ إِلَّا أَنَّهُ يَنْزِلُ لِسُنَّةِ الْفَجْرِ لِأَنَّهَا آكَدُ مِنْ غَيْرِهَا۔ إِذَا صَلَّى خَارِجَ الْمِصْرِ عَلَى الدَّابَّةِ صَلَّى بِالْإِيْمَاءِ إِلَى أَيِّ جِهَةٍ تَوَجَّهَتِ الدَّابَّةُ۔

حلِّ لُغات: يُرْكِبُ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افعال بمعنی سوار کرانا۔ اَلْإِيْمَاءُ: مصدر ہے باب اِفعال کا مہموز اللام مثال واوی سے بمعنی اشارہ کرنا۔

ترجمہ: اور اسی طرح جب وہ کسی ایسے شخص کو نہ پائے جو اُس کو (نماز پڑھنے کے بعد) سواری پر سوار کرائے اور وہ خود سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ چوپائے پر سنتِ مؤکدہ نمازیں پڑھنا جائز ہے مگر فجر کی سنتوں کے لئے وہ (زمین پر) اترے گا اس لئے کہ یہ (فجر کی سنتیں) دیگر سُننِ مؤکدہ سے زیادہ اہم ہیں۔ جب کوئی شہر سے باہر چوپایہ پر نماز پڑھے تو وہ اِشارہ سے جس طرف جانور کا رُخ ہو اُس طرف نماز پڑھے۔

تشریح: اگر مریض سواری پر سوار ہے اور وہ خود نہ اتر سکتا ہو اور کوئی آدمی ساتھ نہیں جو اس کو اتارے اور نماز پڑھنے کے بعد سواری پر سوار کرائے تو اس صورت میں بھی سواری پر بیٹھ کر فرض نماز ادا کر لینا کافی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کا کسی کو مکلف نہیں بناتا۔ اسی طرح سُننِ مؤکدہ اور نوافل بھی سواری پر سوار ہو کر پڑھنا جائز ہے بغیر کسی عذر کے بھی لیکن فجر کی سنتیں اتر کر پڑھے، بغیر عذر کے سوار ہو کر نہ پڑھے۔ جب شہر سے باہر ہو تو نفل نماز سواری (اونٹ، گھوڑا، کار وغیرہ) پر اِشارے سے پڑھنا درست ہے خواہ سواری کا رُخ کسی طرف ہو، کیونکہ نفل نماز پڑھنے والوں کے لئے اس مسئلہ میں کسی قدر وسعت اور گنجائش ہے۔ لیکن اگر شہر کے اندر ہے تو پھر قبلہ معلوم کر کے قبلہ رُخ پڑھے۔

تنبیہ: بس کا مسافر کیا کرے؟ اگر کوئی شخص بس میں سفر کر رہا ہو اسی درمیان نماز کا وقت آجائے اور بس رُکنے کا نام نہ لے، وضو اور تیمم کی بھی کوئی شکل نہ ہو اور قبلہ کی طرف بھی رُخ نہ کر سکے تو ایسے شخص کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ وقت کے ختم ہونے سے پہلے سیٹ پر بیٹھے بیٹھے اشارہ سے نمازیوں کی مشابہت اختیار کرے اور پھر بعد میں موقع ملنے پر اس نماز کی قضاء کرے۔ (قاموس الفقہ، غنیۃ المستملی، مراقی مع طحطاوی)

اَلصَّلَاةُ فِي السَّفِيْنَةِ

يَصِحُّ الْفَرْضُ فِي السَّفِيْنَةِ الْجَارِيَةِ قَاعِداً بِدُوْنِ عُذْرٍ عِنْدَ الْإِمَامِ أَبِي حَنِيْفَةَ ﷫۔ وَلَا يَصِحُّ الْفَرْضُ قَاعِداً فِي السَّفِيْنَةِ الْجَارِيَةِ عِنْدَ الْإِمَامَيْنِ أَبِي يُوْسُفَ، وَمُحَمَّدٍ ﷭ بِدُوْنِ عُذْرٍ۔ لَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ فِي السَّفِيْنَةِ بِالْإِيْمَاءِ لِمَنْ يَقْدِرُ عَلَى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ۔ إِذَا كَانَتِ السَّفِيْنَةُ مَرْبُوْطَةً بِالسَّاحِلِ لَا تَجُوْزُ فِيْهَا الصَّلَاةُ قَاعِداً مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ۔ إِذَا لَمْ يَكُنْ قَادِراً عَلَى الْخُرُوْجِ مِنَ السَّفِيْنَةِ جَازَتْ صَلَاتُهُ سَوَاءٌ كَانَتْ مَرْبُوْطَةً أَوْ كَانَتْ جَارِيَةً۔

حلِ لغات: سَفِيْنَةٌ، بمعنی کشتی۔ جمع سُفُنٌ۔ سَاحِلٌ، بمعنی سمندر کا کنارہ۔ جمع سَوَاحِلُ۔

ترجمہ: کشتی میں نماز (پڑھنے کا بیان) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چلتی ہوئی کشتی میں بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر نماز ادا کرنا درست ہے اور امام ابو یوسف اور محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک بغیر کسی مجبوری کے چلتی ہوئی کشتی میں نماز ادا کرنا درست نہیں۔ اُس شخص کے لئے جو رکوع، سجدہ کرنے پر قادر ہو کشتی میں اشارہ سے نماز پڑھنا درست نہیں۔ جب کشتی سمندر کے کنارہ پر بندھی ہوئی ہو تو قیام پر قدرت کے باوجود کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ جب کشتی سے باہر نکلنے پر قدرت نہ رکھے تو اس کی نماز (کشتی میں) جائز ہے خواہ کشتی رُکی ہوئی ہو یا چل رہی ہو۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے سواری پر نماز پڑھنے کے احکام بیان فرمائے تو اب کشتی میں نماز پڑھنے کے احکام بیان فرماتے ہیں کیونکہ کشتی سواری کے مشابہ ہے اس لئے کہ کشتی دریا کی سواری ہے اور گھوڑا، کار وغیرہ خشکی کی سواری ہے یہ ہے ربط ماقبل کے ساتھ۔

اگر کسی نے کشتی میں بلا عذر بیٹھ کر رکوع، سجدہ کے ساتھ فرض، واجب نماز پڑھ لی تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ جائز ہے کیونکہ عام طور سے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے سر چکراتا ہے، البتہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی افضل ہے۔ لیکن امام ابو یوسف اور محمد رحمۃ اللہ علیہما (جن کو صاحبین رحمۃ اللہ علیہما بھی کہتے ہیں) کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ قیام رکن ہے اور قدرت موجود ہے لہٰذا قیام چھوڑنا جائز نہیں، نیز عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کشتی میں نماز کس طرح ادا کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: کھڑے ہو کر، سوائے اس کے کہ غرق ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اور یہی راجح ہے۔

مذکورہ بالا اختلاف اُس کشتی میں ہے جو سمندر کے کنارے بندھی ہوئی نہ ہو بلکہ چلتی ہو اور جو کشتی سمندر کے کنارے بندھی ہوئی ہو اُس میں بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاتفاق جائز نہیں۔ کشتی اگر ساحل سے بندھی ہوئی ہو اور خشکی پر نکل کر نماز ادا کرنے میں دِقّت نہ ہو تو ساحل پر اتر کر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی ہو گی ورنہ کشتی میں نماز پڑھے۔ مگر کھڑے ہو کر رکوع، سجدہ کے ساتھ۔

فائدہ: سمندر کے گہرے پانی میں رُکی ہوئی کشتی اگر ہواؤں کی وجہ سے شدید اضطراب میں ہو تو ایسی کشتی چلنے والی کشتی کے حکم میں ہے یعنی اُس میں سر چکرانے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور اگر شدید اضطراب میں نہ ہو تو پھر کنارے پر کھڑی کشتی کے حکم میں ہے۔ یعنی اس میں بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ عذر سے مراد سر چکرانا، یا نکلنے کی طاقت نہ رکھنا ہے۔ (قاموس الفقہ، تسہیل، مراقی مع طحطاوی)

اَلصَّلَاةُ فِي الْقِطَارِ وَالطَّائِرَةِ

يَصِحُّ الْفَرْضُ، وَالْوَاجِبُ فِي الْقِطَارِ الْجَارِي، وَالطَّائِرَةِ حَالَ طَيَرَانِهَا قَاعِداً بِدُوْنِ عُذْرٍ عَلَى مَذْهَبِ الْإِمَامِ أَبِي حَنِيْفَةَ ﷺ۔ وَلَا يَصِحُّ الْفَرْضُ، وَالْوَاجِبُ فِي الْقِطَارِ الْجَارِي وَالطَّائِرَةِ حَالَ طَيَرَانِهَا قَاعِداً بِدُوْنِ عُذْرٍ عِنْدَ أَكْثَرِ الْأَئِمَّةِ إِلَّا إِذَا كَانَ لَهُ عُذْرٌ كَدَوَرَانِ الرَّأْسِ مَثَلاً۔ وَكَذَا إِذَا كَانَ الْقِطَارُ يَتَحَرَّكُ تَحَرُّكاً شَدِيْداً بِحَيْثُ يَتَعَسَّرُ الْقِيَامُ صَحَّتِ الصَّلَاةُ قَاعِداً۔ إِذَا صَلَّى قَائِماً بَيْنَ الْمَقْعَدَيْنِ، وَسَجَدَ عَلَى مَقْعَدٍ صَحَّتْ صَلَاتُهُ إِذَا لَمْ يُمْكِنْهُ السُّجُوْدُ عَلَى فَرْشِ الْقِطَارِ۔

حل لغات: اَلْقِطَارُ؛ بمعنی ٹرین۔ جمع قُطُرٌ۔ اَلطَّائِرَةُ؛ بمعنی ہوائی جہاز۔ جمع طَائِرَاتٌ۔ دَوَرَانٌ؛ مصدر ہے باب نصر کا اجوف واوی سے بمعنی چکر کھانا۔ اَلْمَقْعَدَيْنِ؛ تثنیہ ہے مَقْعَدٌ کی بمعنی سیٹ، نشست گاہ۔ جمع مَقَاعِدُ۔

ترجمہ: ٹرین اور ہوائی جہاز میں نماز (پڑھنے کا بیان): فرض اور واجب نمازیں چلتی ٹرین میں اور اڑتے ہوئے جہاز میں بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق جائز ہے۔ اور اکثر ائمہ کے نزدیک فرض اور واجب نماز چلتی ہوئی ٹرین میں اور اڑتے ہوئے جہاز میں بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں مگر یہ کہ جب نمازی کو کوئی عذر ہو مثلاً سر کا چکرانا۔ اور اسی طرح جب ٹرین انتہائی تیز چلتی ہو کہ کھڑا ہونا مشکل ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔ اگر نمازی دو سیٹوں کے درمیان کھڑا ہو جائے اور ایک سیٹ پر سجدہ کرے تو اس کی نماز درست ہوگی جبکہ ٹرین کے فرش پر سجدہ کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو۔

تشریح: کشتی میں نماز کے مسائل سے فارغ ہونے کے بعد اب ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کے مسائل کو بیان فرماتے ہیں: ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھتے وقت دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے (۱) ایک استقبالِ قبلہ۔ (۲) دوسرا قیام۔ اس صفحہ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہی دو مسئلے ذکر کئے ہیں۔ اگر ریل گاڑی میں سفر کر رہا ہے تو اس کے کسی جگہ ٹھہرنے پر نماز پڑھے اور اگر وقت ہو گیا اور انتظار کرنے میں نماز کے قضاء ہو جانے کا ڈر ہو تو اسی چلتی ریل میں (سمتِ قبلہ معلوم کر کے) نماز پڑھنا درست ہے۔ اگر کھڑے ہو کر سر چکرانے یا گرنے کا خوف ہو تو اس وقت بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔ یہی حال ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا ہے کہ انتظار کے بعد جب نماز کا وقت تنگ ہونے لگے اور زمین پر اترنا اپنے اختیار سے باہر ہو تو (سمتِ قبلہ معلوم کر کے) ہوائی جہاز ہی میں نماز پڑھ لے۔ کھڑے ہو کر پڑھنے میں کچھ عذر نہ ہو تو کھڑے ہو کر ورنہ بیٹھ کر پڑھ لے ٹرین کی سخت حرکت میں چونکہ کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے اس لئے یہ عذر ہے جس کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

أَمَّا إِذَا كَانَ الْقِطَارُ وَاقِفاً فَلَا تَجُوْزُ فِيْهِ الصَّلَاةُ قَاعِداً بِدُوْنِ عُذْرٍ عِنْدَ الْجَمِيْعِ۔ كَذَا إِذَا كَانَتِ الطَّائِرَةُ وَاقِفَةً عَلَى الْأَرْضِ، لَا تَجُوْزُ فِيْهَا الصَّلَاةُ قَاعِداً بِدُوْنِ عُذْرٍ۔ إِذَا شَرَعَ صَلَاتَهُ مُتَوَجِّهاً نَحْوَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ تَحَوَّلَ الْقِطَارُ، أَوِ الطَّائِرَةُ إِلَى جِهَةٍ أُخْرَى تَحَوَّلَ نَحْوَ الْقِبْلَةِ إِنْ قَدَرَ عَلَى التَّحَوُّلِ۔ وَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى التَّحَوُّلِ، أَوْ لَمْ يَعْلَمْ بِتَحَوُّلِ الْقِطَارِ أَوِ الطَّائِرَةِ جَازَتْ صَلَاتُهُ۔

ترجمہ: بہر حال جب ٹرین رُکی ہوئی ہو تو اس میں بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا تمام ائمہ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک جائز نہیں۔ اسی طرح جب جہاز زمین پر کھڑا ہو تو اس میں بھی بغیر عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ جب (نمازی) اپنی نماز قبلہ رُخ ہو کر شروع کرے پھر ٹرین مڑ جائے یا ہوائی جہاز دوسری طرف گھوم جائے تو نمازی قبلہ کی جانب ہو جائے اگر اپنا رُخ قبلہ کی طرف کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔ اور اگر پھرنے پر قادر نہ ہو، یا اس کو ٹرین اور جہاز کے گھومنے کا علم ہی نہ ہو تو اس کی نماز جائز ہے۔

تشریح: اس سے پہلے ٹرین اور ہوائی جہاز کے متعلق وہ مسائل بیان فرمائے کہ جو چلتی ٹرین اور اڑتے ہوئے ہوائی جہاز کے متعلق تھے اب کھڑی ٹرین اور زمین پر کھڑے جہاز کے متعلق نماز میں قیام کا مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ اس صورت میں باتفاقِ تمام ائمہ کرام بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

إِذَا شَرَعَ الخ: اس پوری عبارت کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ چونکہ ٹرین اور ہوائی جہاز اپنی وضع کے لحاظ سے اس نوعیت کے ہیں کہ ان میں استقبالِ قبلہ کیا جاسکتا ہے اور درمیان میں اگر انحراف پیدا ہو تو قبلہ درست بھی کیا جاسکتا ہے اس لئے ٹرین و ہوائی جہاز میں فرض و واجب نماز پڑھتے وقت آغاز میں بھی اور دورانِ نماز بھی قبلہ کا استقبال ضروری ہے۔ اگر نماز قبلہ رُخ ہو کر شروع کی اور درمیان میں ٹرین نے رُخ بدلا تو اپنا رُخ بھی بدلنا چاہیئے۔ یہی حکم ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا بھی ہے۔

بس میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ اگر بس ٹھہری ہوئی ہو تو نیچے اتر کر نماز پڑھنا واجب ہے، چل رہی ہو مگر سوار اس کو رُکوا سکتا ہو تو اب بھی اتر کر استقبالِ قبلہ کے ساتھ نماز ادا کرے اور اگر سوار رُکوانے پر قادر نہ ہو تو قضاء ہونے کی صورت میں سیٹ پر بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھ لے بعد میں یہ نماز لوٹا لے۔ (تسہیل الحقائق، قاموس الفقہ)

صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ﴿مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾ (رواه البخاري ومسلم)
صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ سُنَّةٌ عَيْنٍ مُؤَكَّدَةٌ عَلَى الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ۔ صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ بِالْجَمَاعَةِ سُنَّةٌ كِفَايَةٍ لِأَهْلِ الْحَيِّ۔ صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ عِشْرُونَ رَكْعَةً بِعَشْرِ تَسْلِيمَاتٍ۔ وَقْتُ التَّرَاوِيحِ مِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ۔ يُسْتَحَبُّ تَقْدِيمُ التَّرَاوِيحِ عَلَى الْوِتْرِ۔

حلِّ لغات: تَرَاوِيحُ: جمع ہے تَرْوِيحَةٌ کی بمعنی بیٹھنا، رمضان کی راتوں میں چار رکعت پڑھ لینے کے بعد آرام حاصل کرنے کے لئے بیٹھنا؛ پھر ہر چار رکعت ہی کو "تَرْوِيحَه" کہنے لگے۔ اَلْحَيُّ: بمعنی محلہ۔ جمع أَحْيَاءٌ۔

ترجمہ: تراویح کی نماز۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص رمضان المبارک میں ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ قیام کرے تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائینگے"۔ (بخاری، مسلم) تراویح کی نماز مردوں، عورتوں سب کیلئے سنتِ مؤکدہ ہے۔ تراویح کی نماز محلہ والوں کے لئے جماعت سے پڑھنا سنتِ کفایہ ہے۔ تراویح کی نماز بیس رکعت ہیں دس سلاموں کے ساتھ۔ تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ تراویح کو وتر پر مقدم کرنا مستحب ہے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تراویح کو نوافل میں ذکر کرنے کے بجائے مستقل فصل میں ذکر فرمایا کیونکہ تراویح کی کچھ خصوصیات ایسی ہیں جو مطلق نوافل میں نہیں، جیسے تعدادِ رکعات کا معیّن ہونا اور ایک بار ختمِ قرآن کا اِن میں مسنون ہونا۔

"تراویح" "تَرْوِیحَۃٌ" کی جمع ہے جو راحت سے ماخوذ ہے۔ رمضان المبارک میں رات کے نوافل کی چار رکعت کو "ترویحہ" کہتے ہیں کیونکہ ان میں ہر چار رکعت کے بعد استراحت کیلئے تھوڑا سا وقفہ رکھا جاتا ہے۔ یا اس لئے کہ نماز بجائے خود مسلمانوں کے لئے راحت دسکون کا باعث ہے اس لئے اس نماز کو "تراویح" کہتے ہیں۔ سب سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ تراویح کی فضیلت ایک حدیثِ پاک سے بیان فرمائی ہے۔

پھر فرمایا کہ: نمازِ تراویح مردوں، عورتوں سب کے لئے سنتِ مؤکّدہ ہے لہٰذا جو اس کے سنتِ مؤکّدہ ہونے کا انکار کرے تو فقہاء نے اس کو بدعتی اور گمراہ کے زُمرہ میں رکھا ہے۔ اور اس کی گواہی کو ناقابلِ قبول قرار دیا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول میں رد ہے دو قسم کے شیعہ لوگوں پر (۱) اکثر شیعہ اس کو سنتِ عُمَری کہہ کر اس کے سنت ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ (۲) اور بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے لیکن صرف مردوں کے لئے، عورتوں کے لئے نہیں۔ لیکن اہلسنت والجماعت کے نزدیک تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک میں تین دن مسجدِ نبوی میں باجماعت نماز پڑھائی لیکن جب مجمع بڑھنے لگا اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے غیر معمولی ذوق وشوق کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ ہوا کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ کر دی جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سلسلہ موقوف فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک مسجد میں چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بن کر لوگ نمازِ تراویح پڑھتے رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو حضرت اُبَیّ بْنِ کَعْب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کر دیا۔

پھر فرمایا کہ: تراویح کی نماز کی مسجد میں باجماعت ادائیگی (مردوں کے لئے) سنتِ کفایہ ہے۔ سنتِ کفایہ کا مطلب کہ اگر محلّہ کی مسجد میں تراویح کی جماعت نہ ہو تو سارے اہلِ محلّہ گنہگار ہونگے۔ اور اگر کچھ لوگوں نے مسجد میں باجماعت ادا کی اور کچھ نے اپنے گھروں پر، تو مضائقہ نہیں وہ محض جماعت کی فضیلت کے تارک ہونگے سنت کے تارک نہیں ہونگے یہ ہے سنتِ کفایہ ہونے کا مطلب۔

پھر فرمایا کہ: نمازِ تراویح بیس رکعت ہیں یعنی امام لوگوں کو پانچ ترویحات پڑھائے ہر ترویحہ چار رکعت کی ہو اور ہر ترویحہ دو سلاموں کے ساتھ ادا کرے اس طرح دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعتیں ہو گئیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد دیگر خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم نے دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعات تراویح کی پابندی فرمائی ہے۔ نیز بیس رکعت تراویح میں راز یہ ہے کہ سُنن اس لئے مشروع ہوئی ہیں کہ ان سے فرائض کی تکمیل ہو اور وتر ملا کر دن میں بیس رکعت فرض ہیں پس ان کی تکمیل کے لئے تراویح کو بھی بیس رکعت قرار دیا۔

چنانچہ جمہور علماءِ امت اور حضرات ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کا متفقہ موقِف یہ ہے کہ تراویح کی رکعات بیس سے کم نہیں نیز عالَم میں شرقاً وغرباً صدیوں سے امت کا عمل چلا آرہا ہے حتّٰی کہ حرمین شریفین میں آج تک بیس رکعات ہی پڑھی جاتی ہیں لہٰذا اس میں کسی مسلمان کو کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتنی چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ: تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے یعنی عشاء اور وتر کے درمیان، لہذا اگر تراویح عشاء کی نماز سے پہلے پڑھ لی تو جائز نہیں۔ تراویح کا مستحب وقت یہ ہے کہ ایک تہائی شب سے کچھ پہلے تک نماز مؤخر کی جائے، یا نصفِ شب سے پہلے تک۔ تراویح کو وتر سے پہلے پڑھنا مستحب اور بہتر ہے اس لئے کہ اسی طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ادا کرنا ثابت ہے تاہم اگر وتر کے بعد بھی تراویح پڑھیں تو شرعاً درست ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، قاموس الفقہ، تسہیل، کبیری)

وَيَصِحُّ تَقْدِيْمُ الْوِتْرِ عَلَى التَّرَاوِيْحِ ، وَلٰكِنَّ تَقْدِيْمَ التَّرَاوِيْحِ عَلَى الْوِتْرِ هُوَ الْأَوْلٰى۔ يُسْتَحَبُّ تَأْخِيْرُ التَّرَاوِيْحِ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَكَذَا إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ۔ وَلَا يُكْرَهُ تَأْخِيْرُ التَّرَاوِيْحِ إِلٰى مَا بَعْدَ نِصْفِ اللَّيْلِ۔ يُسْتَحَبُّ الْجُلُوْسُ بَعْدَ كُلِّ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ لِلْإِسْتِرَاحَةِ بِقَدْرِ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ۔ وَكَذَا يُسْتَحَبُّ الْجُلُوْسُ بَيْنَ التَّرْوِيْحَةِ الْخَامِسَةِ وَالْوِتْرِ۔ تُسَنُّ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ بِتَمَامِهٖ فِيْ صَلَاةِ التَّرَاوِيْحِ مَرَّةً فِي الشَّهْرِ۔ فَلَا يَتْرُكُ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ بِتَمَامِهٖ لِكَسْلِ الْقَوْمِ۔

حلِ لغات: كَسْلٌ؛ بمعنی سستی کرنا مصدر ہے باب سمع کا صیغہ ہے۔

ترجمہ: اور وتر کو تراویح پر مقدم کرنا درست ہے لیکن تراویح کو وتر پر مقدم کرنا ہی بہتر ہے۔ تراویح کو رات کے تہائی حصہ تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور اسی طرح آدھی رات تک، اور تراویح کو آدھی رات کے بعد تک مؤخر کرنا (بھی) مکروہ نہیں۔ ہر چار رکعت کے بعد چار رکعت کی مقدار آرام لینے کے لئے بیٹھنا مستحب ہے۔ اور اسی طرح پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان (بھی) بیٹھنا مستحب ہے۔ پورے مہینہ میں ایک مرتبہ تراویح کی نماز میں پورا قرآن کریم کا پڑھنا مستحب ہے۔ لہٰذا لوگوں کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے پورے قرآن کریم کا پڑھنا نہ چھوڑے۔

تشریح: وَلَا يُكْرَهُ تَأْخِيْرُ التَّرَاوِيْحِ الخ: یعنی تراویح کو نصفِ رات کے بعد طلوعِ فجر سے پہلے پڑھنا، اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ افضل نماز آخری رات کی نماز ہے لیکن چونکہ اس میں نمازِ تراویح کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے بہتر وہی بات ہے کہ زیادہ سے زیادہ آدھی رات تک مؤخر کی جائے اس کے بعد نہیں۔

يُسْتَحَبُّ الْجُلُوْسُ الخ: تراویح کی بیس رکعات دس سلاموں سے پڑھی جائینگی اور ان میں ہر ترویحہ (چار رکعت) کے بعد کچھ دیر توقف کرنا پسندیدہ ہے۔ یعنی جتنی دیر میں چار رکعت پڑھی ہیں اتنی دیر بیٹھنا چاہیئے پھر اس توقف میں اختیار ہے، چاہے تسبیح، تہلیل پڑھے، انفرادی طور پر نفل پڑھے، حرم شریف میں ہو تو طواف بھی کر سکتا ہے یا یوں ہی خاموش رہے تو مضائقہ نہیں، ترویحہ کے لئے کوئی خاص عبادت متعین نہیں اور بعض فقہاء سے یہ دعا پڑھنا بھی منقول ہے لہٰذا جس کا جی چاہے اسے بھی پڑھ سکتا ہے: "سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ، سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ، سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ"۔

تُسَنُّ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ الخ: یعنی تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن پاک ختم کرنا سنت ہے اس سے زائد مستحب ہے۔ لوگوں کی کاہلی اور سستی کی وجہ سے اِس کو ترک نہیں کرنا چاہیئے ہاں! اگر یہ اندیشہ ہو کہ پورا قرآن مجید پڑھنے کی صورت میں لوگ نماز میں نہ آئیں گے

اور جماعت ٹوٹ جانے گی یا ان کو بہت ناگوار ہوگا تو بہتر ہے کہ جو مقدار لوگوں کو گراں نہ گزرے وہی مقدار پڑھی جاوے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ پوری امت کی طرف سے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے باجماعت تراویح اور قراءتِ قرآن کے اہتمام کا حکم دے کر قرآنِ کریم کی حفاظت کا ایک سبب مہیا فرمادیا۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رمضان المبارک کی پہلی شب میں مسجدِ نبوی سے گذرے تو وہاں قرآنِ کریم پڑھنے کی آواز آپ کو سنائی دی تو بے ساختہ ارشاد فرمایا: "نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَ عُمَرَ كَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ بِالْقُرْآنِ" (غنیۃ الطالبین ۴۸۷) یعنی اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو نور سے بھر دے جیسا کہ انہوں نے اللہ کی مسجدوں کو قرآن کریم کی تلاوت سے منور کردیا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی طرح کا جملہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر اس انداز پر تراویح میں قرآنِ کریم سننے سنانے کا رواج نہ ہوتا، تو کتنے ہی حُفّاظِ کرام حفظ کرنے کے باوجود اپنے حفظ کو محفوظ نہ رکھ پاتے۔ تراویح میں سنانے یا سننے کی فکر کی وجہ سے سال میں کم از کم ایک مرتبہ حُفّاظِ کرام از سرِ نو یاد کرنے کا اہتمام کرتے ہیں اس لئے تراویح میں ختمِ قرآن کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ لیکن ضروری ہے کہ پڑھنے والے اور سننے والے قرآنِ کریم کے آداب کا ضرور لحاظ رکھیں۔ افسوس ہے کہ آج کل اس بارے میں سخت کوتاہی برتی جاتی ہے، اور جلد از جلد ختمِ قرآن کے شوق میں شرعی ہدایات کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے، عام طور پر تین تین اور کہیں کہیں پانچ پانچ پارے تراویح میں پڑھنے کا رواج ہو چلا ہے۔ زیادہ سننا پڑھنا برا نہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ اتنا تیز نہ پڑھا جائے کہ حروف کٹ جائیں یا غلطیاں رہ جائیں، ایسی جلدبازی قرآنِ کریم کے ساتھ سخت بے ادبی اور توہین ہے۔ بہتر ہے کہ روزانہ اتنی مقدار میں قرآنِ پاک سنا جائے کہ ستائیسویں یا انتیسویں شب میں ایک ختم ہو جائے۔ جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ہر رکعت میں دس آیتوں کی تلاوت کی جائے کیونکہ تراویح کی کل رکعات چھ سو ہیں اور قرآنِ پاک کی کل آیتیں مشہور قول کے مطابق چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ اور دیگر اقوال کے مطابق چھ ہزار اور کچھ اوپر ہیں اس طرح پورے مہینہ میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم ہو جائے گا۔ تاکہ اس بہانے اخیر مہینہ تک تراویح کی پابندی اور ذوق وشوق برقرار رہے، اور رمضان کا آخری عشرہ سُستی اور کاہلی کی نذر نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (در مختار مع رد المحتار، مراقی مع طحطاوی، نور الایضاح، کتاب الاختیار لتعلیل المختار، قاموس الفقہ)

وَلَا يَتْرُكُ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيْ كُلِّ تَشَهُّدٍ فِيْهَا وَلَوْ مَلَّ الْقَوْمُ۔ كَذَا لَا يَتْرُكُ الثَّنَاءَ، وَتَسْبِيْحَاتِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَلَوْ مَلَّ الْقَوْمُ۔ وَيَتْرُكُ الدُّعَاءَ بَعْدَ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِنْ مَلَّ الْقَوْمُ بِهٖ، وَلٰكِنَّ الْأَفْضَلَ أَنْ يَدْعُوَ بِدُعَاءٍ قَصِيْرٍ تَحْصِيْلًا لِلسُّنَّةِ۔ لَا تُقْضٰى صَلَاةُ التَّرَاوِيْحِ لَا جَمَاعَةً وَلَا إِنْفِرَادًا۔

حلِّ لغات: مَلَّ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مضاعف ثلاثی از باب سمع بمعنی تنگ دل ہونا، ملال اور ناگواری لاحق ہونا۔

ترجمہ: تراویح کے کسی بھی تشہد میں آپ ﷺ پر درود شریف کا پڑھنا نہ چھوڑے اگرچہ لوگ اکتا جائیں اور ان کو ناگوار ہو۔ اسی طرح (امام) ثناء، اور رکوع وسجود کی تسبیحات کو نہ چھوڑے اگرچہ لوگ تنگ ہوتے ہیں۔ (البتہ) آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے بعد

دعا چھوڑ سکتا ہے اگر لوگ تنگ ہوتے ہوں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ سنت پر عمل پیرا ہونے کے لئے چھوٹی دعا پڑھ لے۔ تراویح کی قضا نہیں کی جائے گی نہ جماعت کے طور پر اور نہ اکیلے طور پر۔

تشریح: یہاں مذکورہ بالا عبارت سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اُن چند کوتاہیوں کی نشاندہی فرماتے ہیں جو عام طور سے نمازِ تراویح میں کی جاتی ہیں کہ حفاظ یا ائمۂ مساجد حضرات نمازِ تراویح میں ثناء، تعوّذ، تسمیہ چھوڑ دیتے ہیں، رکوع و سجود میں اس قدر جلدی کردیتے ہیں کہ مقتدی کو بعض اوقات ایک دفعہ بھی تسبیح کہنے کا موقع نہیں ملتا اور قعدۂ اخیرہ میں درود و دُعا بھی غائب کردیتے ہیں، یہ نہایت افسوس کی بات ہے، ایسی نماز کی مقبولیت کی کیا امید ہوسکتی ہے، لہٰذا تراویح ہوں یا غیرِ تراویح کسی بھی نماز کا غلط نمونہ دیکر لوگوں کو نماز کے آداب وطریق سے بے بہرہ نہ رکھنا چاہیئے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ: آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف نہ چھوڑے اگرچہ لوگ یعنی مقتدی حضرات تنگ وپریشان ہوں۔ اس لئے کہ یہ لوگوں کی خالص سستی اور دین کے ساتھ لاپرواہی ہے، جس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ ہمارے نزدیک سنت ہے جبکہ دیگر بعض ائمہ کے نزدیک فرض ہے جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ اسی طرح اور جو سنت امور ہیں مثلاً ثنا، رکوع، سجدہ کی تسبیحات کم از کم تین مرتبہ، ان کو بھی نہ چھوڑے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے، البتہ اگر درود شریف کے بعد دُعا چھوڑنا چاہتا ہے تو گنجائش ہے لیکن اس میں بھی بہتر طریقہ یہ ہے کہ بالکل ترک تو نہ کرے البتہ کوئی چھوٹی دعا پڑھ لے مثلاً "رَبَّنَا اٰتِنَا الخ" تاکہ سنت پر بہر حال عمل ہوجائے۔

لَا تُقْضٰی الخ: چونکہ قضا فرائض اور واجبات کے ساتھ مخصوص ہے اور تراویح چونکہ سنت ہے اس لئے اگر کسی نے بروقت تراویح نہ پڑھیں یعنی کسی رات طلوعِ فجر سے پہلے پہلے، تو اب ان کی قضاء نہیں نہ جماعت کے ساتھ نہ اکیلے۔

تنبیہ: متفرق احکام: (۱) تراویح چونکہ وقت کی سنت ہے روزہ کی نہیں اس لئے جو نماز پڑھ سکتا ہے وہ تراویح بھی پڑھے گا لہٰذا اگر کوئی مسلمان دن کو روزہ رکھنے کی اہلیت یا طاقت تو نہیں رکھتا، مثلاً حیض ونفاس والی عورت، مریض جو روزہ نہ رکھ سکے لیکن رات کو یہ نماز پڑھنے کے قابل ہوگئے یعنی عورت پاک ہوگئی اور مریض نماز پڑھ سکتا ہے تو اب اِن کے لئے بھی تراویح سنتِ مؤکدہ ہوں گی اور انکو تراویح پڑھنی ہوگی۔ ایسا نہیں کہ دن کو روزہ نہیں رکھا، لہٰذا رات کو تراویح بھی نہ پڑھے۔

(۲) **تراویح کی نیت:** نمازِ تراویح پڑھتے ہوئے "تراویح" یا "سنتِ وقت" یا "قیام اللیل رمضان" کی نیت کرے صرف نماز، یا نمازِ نفل کا ارادہ کافی نہیں ہوگا، کیونکہ یہ ایک مستقل نماز ہے۔ پھر زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہر دو رکعت پر مستقل نیت کی ضرورت نہیں بلکہ یکبارگی شروع میں نیت کافی ہوگی، اس لئے کہ تمام رکعات ایک ہی نماز کے درجہ میں ہیں۔

(۳) **حافظہ عورت کا تراویح میں قرآن سنانا:** اگر کوئی حافظہ عورت اپنا قرآن یاد رکھنے کی غرض سے صرف اپنے گھر کی عورتوں کو تراویح میں قرآن سنائے تو یہ اگرچہ مکروہ ہے مگر فی الجملہ اس کی گنجائش ہے (بشرطیکہ اور کوئی فتنہ مثلاً دیگر گھروں یا محلوں کی خواتین کا اجتماع نہ ہو) ایسی صورت میں وہ صف کے درمیان کھڑی ہو کر امامت کرائے گی۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان مبارک میں صف کے درمیان کھڑی ہو کر عورتوں کی امامت فرمایا کرتی تھیں۔ (در مختار مع رد المحتار، مراقی مع طحطاوی، کتاب الاختیار لتعلیل المختار، قاموس الفقہ)

صَلَاةُ الْمُسَافِرِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ﴾ (النساء-۱۰۱) وَرَوَى الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: ﴿خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ﴾ أَقَلُّ السَّفَرِ الَّذِي يَجِبُ فِيْهِ قَصْرُ الصَّلَاةِ، وَيُرَخَّصُ فِيْهِ الْإِفْطَارُ فِي رَمَضَانَ هُوَ مَا كَانَتْ مَسَافَتُهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ أَقْصَرِ أَيَّامِ السَّنَةِ بِالسَّيْرِ الْوَسَطِ، وَهُوَ مَشْيُ الْأَقْدَامِ، وَسَيْرُ الْإِبِلِ، مَنْ قَطَعَ مَسَافَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي سَاعَةٍ مَثَلًا عَلَى مَرْكَبٍ سَرِيْعٍ كَالْقِطَارِ وَالطَّائِرَةِ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقَصْرُ۔

حلِّ لغات: قَصْرٌ: بمعنی چھوٹا کرنا، چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھنا، مصدر ہے باب نصر سے۔ یُرَخَّصُ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع مجہول صحیح از باب تفعیل بمعنی اجازت دینا۔

ترجمہ: مسافر کی نماز: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز کو کم کرو۔ (سورۂ نساء ۱۰۱) اور امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو آپ ﷺ دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ مدینہ لوٹ آئے۔ سفر کی سب سے کم مدت جس میں قصر کی نماز واجب ہے اور جس میں رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ملتی ہے وہ مدت ہے جس کا فاصلہ سال کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے تین دن (کے برابر) ہو درمیانی رفتار کے ساتھ، اور وہ درمیانی رفتار پیدل اور اونٹ کی رفتار ہے۔ جس شخص نے تین دن کی مسافت ایک گھنٹہ میں طے کی مثلاً کسی تیز رفتار سواری پر (سوار ہو کر) جیسے: ٹرین اور ہوائی جہاز تو اس پر بھی قصر واجب ہے۔

تشریح: سفر کا لغوی معنیٰ ہے مسافت طے کرنا اور فقہاء کی اصطلاح یعنی زبان میں اُس مسافت طے کرنے کو کہتے ہیں جس سے احکام (مثلاً نماز میں قصر، روزہ نہ رکھنے کی گنجائش، موزوں پر مسح کی مدت میں اضافہ وغیرہ) بدل جاتے ہیں۔ انسانی زندگی کی ضروریات میں سے ایک اہم ضرورت سفر کی بھی ہے۔ سفر میں انسان اپنی مانوس و مامون جگہ کو چھوڑ کر جاتا ہے، راستہ میں خطرات و خدشات درپیش ہوتے ہیں، صحت و زندگی کی بابت بھی خطرات رہتے ہیں اور دینی معمولات کی بھی کماحقہٗ ادائیگی دشوار ہوتی ہے اس لئے شریعت نے سفر کو اُن عوارض میں رکھا ہے جن کی وجہ سے احکام میں تخفیف و سہولت پیدا ہوتی ہے۔

اس پر اتفاق ہے کہ دورانِ سفر ظہر، عصر، عشاء کی نمازیں چار کی جگہ دو رکعت پڑھی جائے گی، اِسی کو اصطلاح میں "قصر" کہتے ہیں، باقی فجر اور مغرب کی نماز میں کوئی تخفیف نہیں۔ سفر میں قصر کی بابت خود قرآن میں صراحۃً حکم موجود ہے۔ جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے شروع میں آیت ذکر کی ہے، اور آپ ﷺ کے عمل سے بھی ثابت ہے جیسا کہ حدیث بھی ذکر کی گئی ہے۔

أَقَلُّ السَّفَرِ الخ: یعنی جس سفر سے احکام متغیر ہو جاتے ہیں وہ سفر یہ ہے کہ انسان اپنی یا اونٹ کی درمیانی چال سے تین دن تین رات کے چلنے کا ارادہ کر کے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے خواہ سفر خشکی کا ہو یا دریا کا ہو یا پہاڑ کا ہو۔ راستہ کی نوعیت پر یہ مسافت منحصر ہو گی۔

میدانی، پہاڑی، آبی علاقوں اور راستوں میں اُسی کے حسبِ حال کا اعتبار ہوگا، یعنی دریائی سفر میں خشکی کی رفتار معتبر نہ ہوگی جس طرح کہ خشکی کے سفر میں دریا کی رفتار معتبر نہیں۔ پھر دن سے سال کا سب سے چھوٹا دن مراد ہے اور چوبیس گھنٹے چلنا مراد نہیں بلکہ صبح صادق سے زوال تک چلنا مراد ہے کیونکہ مسلسل چلنا انسان کے بس میں نہیں اور نہ ہی رات چلنے کے لئے ہے بلکہ رات تو آرام کے لئے ہے۔ پس ہر روز صبح سے زوال تک کسی منزل پر پہنچ کر آرام کر کے تین دن تین رات میں جو مسافت طے ہو سکے وہ مسافتِ سفر ہے۔ پس اگر کسی نے تیز سفر کر کے تین دن سے کم میں مسافتِ سفر یعنی ٧٧ کلومیٹر کو طے کر لیا مثلاً ریلوے، موٹر کار، ہوائی جہاز میں سفر کیا اور تین دن رات کی مسافت کو ایک گھنٹہ میں بھی طے کر لیا تب بھی مسافر ہوگا اور قصر کرے گا اگر ایک ہی مقام تک پہنچنے کے دو راستے ہوں، ایک طویل اور دوسرا مختصر، طویل راستہ مسافتِ سفر کو پورا کرتا ہو اور مختصر راستہ اس سے کم ہو تو جس راستہ سے سفر کر رہا ہو اسی کا اعتبار ہوگا۔

فائدہ: متاخرین علماءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے عام لوگوں کی سہولت و آسانی کے لئے مسافتِ سفر کی میلوں کے ذریعہ اندازہ لگایا ہے اور وہ ٤٨/ اڑتالیس میل، برابر ستتر/ ٧٧ کلومیٹر ہیں جو دو سو اڑتالیس / ٢٤٨ میٹر اور دو ملی میٹر ہوتے ہیں (تقریباً سوا ستتر کلومیٹر)

اَلْقَصْرُ وَاجِبٌ عَلَى الْمُسَافِرِ۔ مَنْ أَتَمَّ صَلَاتَهُ فِي السَّفَرِ فَقَدْ أَسَاءَ۔ اَلْمُسَافِرُ يَقْتَصِرُ فِيْ فَرْضِ الظُّهْرِ، وَالْعَصْرِ، وَالْعِشَاءِ۔ فَيُصَلِّي الْفَرْضَ فِيْ هٰذِهِ الْأَوْقَاتِ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ بَدَلَ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ۔ وَلَا يَقْتَصِرُ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ۔

حلِ لغات: أَسَاءَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مہموز اللام اجوف واوی از باب افعال بمعنی بُرا کرنا، بگاڑنا، گناہ کرنا۔

ترجمہ: قصر مسافر پر واجب ہے۔ جس شخص نے سفر میں اپنی نماز پوری پڑھی تو تحقیق اس نے بُرا کیا۔ مسافر ظہر، عصر، عشاء کی فرض نماز میں قصر کرے گا لہٰذا وہ ان اوقات میں چار رکعت کے بدلے دو دو رکعت پڑھے گا۔ اور فجر اور مغرب میں قصر نہیں کرے گا۔

تشریح: جو شخص مسافرِ شرعی بن جائے تو اس پر شرعاً لازم ہے کہ وہ ٤/ رکعت والی نمازیں دو دو رکعت ہی پڑھے جیسا کہ ظہر، عصر، اور عشاء کی نماز، (جبکہ وہ تنہا یا امام بن کر نماز پڑھے) لہٰذا اگر دو رکعت پر بیٹھے بغیر چار رکعت ادا کر لے تو حنفیہ کے یہاں نماز ادا نہ ہوگی نیز گنہگار بھی ہوگا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ابتداء میں نماز دو دو رکعتیں فرض کی گئی تھیں، سفر کی نماز اسی طرح باقی رہی اور حضر میں چار کر دی گئی۔ اور جو نمازیں چار رکعت والی نہیں جیسے فجر، مغرب اور عشاء کے بعد وتر تو ان میں قصر کرنا یعنی دو پڑھنا جائز نہیں ہے۔

پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں فرض نمازوں میں قصر کرنے کو بیان فرمایا سُنن کے بارے میں نہیں کیونکہ سُنن میں قصر نہیں، بلکہ سُنن کا حکم یہ ہے کہ اگر مسافر امن اور قرار کی حالت میں ہو تو بہتر یہ ہے کہ سُنن پڑھ لے اور اگر جلدی اور فرار کی حالت میں ہو تو چھوڑ دے گنہگار نہیں ہوگا۔ اور فجر کی سنتوں کے بارے میں چونکہ حدیثِ پاک میں بڑی تاکید آئی ہے لہٰذا ان کو نہ چھوڑے۔ (مراقی مع طحطاوی، تسہیل، تفہیم، در مختار)

شُرُوْطُ صِحَّةِ نِيَّةِ السَّفَرِ

تُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ نِيَّةِ السَّفَرِ ثَلَاثَةُ أُمُوْرٍ: ١۔ أَنْ يَكُوْنَ الَّذِيْ قَدْ نَوَى السَّفَرَ بَالِغاً۔ فَلَوْ كَانَ صَبِيّاً لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْقَصْرُ۔ ٢۔ أَنْ يَكُوْنَ الَّذِيْ قَدْ نَوَى السَّفَرَ مُسْتَقِلّاً بِسَفَرِهٖ۔ فَلَا يَجِبُ الْقَصْرُ إِذَا كَانَ تَابِعاً لِلَّذِيْ لَمْ يَكُنْ نَاوِياً لِلسَّفَرِ۔

فَلَا تُعْتَبَرُ نِيَّةُ الزَّوْجَةِ بِالسَّفَرِ إِذَا لَمْ يَنْوِ الزَّوْجُ السَّفَرَ، لِأَنَّ الزَّوْجَةَ تَابِعَةٌ لِزَوْجِهَا۔ وَلَا تُعْتَبَرُ نِيَّةُ الْخَادِمِ بِالسَّفَرِ إِذَا لَمْ يَنْوِ سَيِّدُهُ السَّفَرَ، لِأَنَّ الْخَادِمَ تَابِعٌ لِسَيِّدِهٖ۔ وَكَذَا لَا تُعْتَبَرُ نِيَّةُ الْجُنْدِيِّ بِالسَّفَرِ، إِذَا لَمْ يَنْوِ أَمِيْرُهُ السَّفَرَ، لِأَنَّ الْجُنْدِيَّ تَابِعٌ لِأَمِيْرِهٖ۔ ۳۔ أَنْ لَا يَكُوْنَ مَسَافَةُ السَّفَرِ أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ بِالْمَشْيِ عَلَى الْأَقْدَامِ۔

حلِ لغات: اَلْجُنْدِيُّ، بمعنی فوجی۔ نَاوِیاً، صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل لفیفِ مقرون از باب ضرب بمعنی ارادہ کرنا

ترجمہ: سفر کی نیت کے صحیح ہونے کی شرطیں: سفر کی نیت کی درستگی کے لئے تین کام شرط ہیں۔ (۱) یہ کہ وہ شخص جس نے سفر کی نیت کی ہے وہ بالغ ہو، پس اگر وہ بچہ ہو تو اس پر قصر واجب نہیں۔ (۲) یہ کہ وہ شخص جس نے سفر کی نیت کی ہے وہ اپنے سفر میں خود مختار ہو، لہٰذا قصر واجب نہیں جبکہ وہ تابع ہو اس شخص کا جس نے سفر کی نیت نہ کی ہو، لہٰذا سفر میں بیوی کی نیت معتبر نہیں جب تک کہ شوہر نے سفر کی نیت نہ کی ہو۔ اس لئے کہ بیوی شوہر کے تابع ہوتی ہے۔ اور خادم کی نیت سفر میں معتبر نہیں جب تک کہ آقا سفر کی نیت نہ کرے اس لئے کہ خادم اپنے آقا کا تابع ہوتا ہے۔ اور اسی طرح سفر کے متعلق فوجی کی نیت کا بھی اعتبار نہیں جبکہ اس کے امیر نے سفر کی نیت نہ کی ہو، اس لئے کہ فوجی اپنے کمانڈر کے تابع ہوتا ہے۔ (۳) یہ کہ سفر کا فاصلہ تین دن پیدل چلنے کی مقدار سے کم نہ ہو۔

تشریح: چونکہ سفر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ سہولتیں ملتی ہیں اور یہ مسافر کو ملتی ہیں اور شرعی طور پر مسافر وہی قرار دیا جائے گا جو سفرِ شرعی کی نیت سے سفر کا آغاز کرے گا اور سفر شرعی کی نیت درست ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ تو اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے اُن شرائط کو بیان فرماتے ہیں جن سے بندہ میں اس بات کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ان سہولتوں سے فائدہ اٹھائے، چنانچہ پہلی شرط یہ ہے کہ سفر کی نیت کرنے والا بالغ ہو، لہٰذا اگر کوئی بچہ سفر میں جا رہا ہے تو اس پر قصر یعنی چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت پڑھنا واجب نہیں البتہ اگر کوئی نابالغ بچہ سفر کے دوران بالغ ہو گیا تو جس جگہ بالغ ہوا ہے وہاں سے منزلِ مقصود کی مسافت دیکھی جائے گی، اگر وہ مسافتِ سفر کے بقدر ہو تو وہ بچہ مسافر ہو گا ورنہ نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ سفر کی نیت کرنے والا خود مختار اور مستقل بالذات ہو، لہٰذا جو شخص اپنے ارادہ کا خود مختار نہ ہو مثلاً بیوی، غلام، خادم، فوجی وغیرہ، وہ اگر اپنے طور پر سفر یا اقامت کی نیت کریں تو اُن کی نیت کا کوئی اعتبار نہ ہو گا بلکہ وہ جس کے تابع ہیں اُن کی نیت کا اعتبار ہو گا، یعنی اپنے متبوع اور اصل کے مقیم ہونے سے تابع مقیم ہو گا اور متبوع اور اصل کے مسافر ہونے سے تابع مسافر ہو گا کیونکہ سفر اور اقامت کی قدرت اصل یعنی متبوع کو حاصل ہے تابع کو نہیں۔ چنانچہ بیوی تابع ہے شوہر کی، غلام تابع ہے اپنے آقا کا، اسی طرح جس شاگرد کا کھانا، پینا استاذ کے ذمہ ہو تو اس استاذ کے ساتھ سفر کرنے کی صورت میں اپنی نیت کا اعتبار نہ ہو گا۔ فوجی تابع ہے اپنے کمانڈر اور سپہ سالار کا۔ پھر اصل کی نیت تابع کے حق میں اس وقت معتبر ہو گی کہ تابع کو اصل کی نیت کا علم ہو ورنہ معتبر نہ ہو گی لہٰذا اگر کسی جگہ متبوع نے اقامت کی نیت کر لی حالانکہ تابع کو اس کا علم نہیں تھا اور تابع حالتِ سفر سمجھ کر سفرانہ نماز پڑھتا رہا تو اس کی نماز صحیح ہے دُہرانے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ سفر تین دن سے کم کا نہ ہو جس کا اندازہ ۷۷ کلو میٹر ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، تسہیل وغیرہ)

مَتٰی یَبْدَأُ بِالْقَصْرِ؟

وَلَا یَجُوْزُ الْقَصْرُ اِلَّا اِذَا خَرَجَ مِنَ الْقَرْیَۃِ وَتَجَاوَزَ عُمْرَانَھَا۔ وَلَا یَجُوْزُ الْقَصْرُ اِلَّا اِذَا خَرَجَ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ وَتَجَاوَزَ فِنَاءَ ھَا۔ فَلَا یَجُوْزُ الْقَصْرُ لِمُجَرَّدِ نِیَّۃِ السَّفَرِ، اِذَا لَمْ یُغَادِرِ الْمَدِیْنَۃَ اَوِ الْقَرْیَۃَ۔ وَکَذَا لَا یَجُوْزُ الْقَصْرُ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ وَلٰکِنْ لَمْ یَتَجَاوَزْ فِنَاءَ الْمَدِیْنَۃِ اَوْ عُمْرَانَ الْقَرْیَۃِ۔

حلِّ لغات: یَبْدَأُ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مہموز اللّام از باب فتح بمعنی شروع کرنا۔ عُمْرَانَ، بمعنی آبادی۔ لَمْ یُغَادِرْ، صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی جحد بلم در فعل مستقبل معروف صحیح از باب مفاعلہ بمعنی چھوڑ دینا۔

ترجمہ: قصر کب شروع کرے؟ اور قصر جائز نہیں مگر اسی وقت کہ جب (مسافر) گاؤں سے نکلے اور گاؤں کی آبادی سے آگے نکل جائے۔ اور قصر جائز نہیں مگر اسی وقت کہ جب (مسافر) شہر سے نکلے اور شہر کی حدود سے آگے بڑھ جائے۔ پس قصر صرف سفر کی نیت سے ہی جائز نہیں ہو جاتا جب تک کہ وہ شہر یا گاؤں کو چھوڑ نہ دے، اور اسی طرح قصر جائز نہیں ہو جاتا جب (مسافر) اپنے گھر سے تو نکلے لیکن شہر کی حدود یا گاؤں کی آبادی سے آگے نہ بڑھ جائے۔

تشریح: اس مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سفر شروع کرنے کے بعد وہ کونسا مقام ہے جہاں سے اس کے لئے قصر کی نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے یعنی قصر کی ابتداء کب ہوگی؟ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اگر کوئی شخص تقریباً ۷۷ کلو میٹر دور منزلِ مقصود کے ارادے سے سفر شروع کرے اور وہ اپنی بستی اور شہر کی حدود اور اسکی فِناء سے باہر نکل جائے تو اس کی طرف احکامِ سفر متوجہ ہو جاتے ہیں اور فِناء سے نکلتے ہی اس پر قصر نماز ہوگی خواہ آبادی پختہ ہو یا جھونپڑیاں وغیرہ ہوں، محض گھر یا محلہ سے نکلنے سے وہ مسافر نہ سمجھا جائے گا۔

فِناء کی تعریف: فِناءِ شہر بھی شہر کے حکم میں ہوتا ہے قصر کے لئے شہر اور اسکے فِناء دونوں سے نکلنا ضروری ہے، فِناء سے مراد شہر کی حکومتی اور عرفی حدود ہیں یعنی وہ جگہیں جو شہر کی ضروریات اور کاموں کے لئے استعمال ہوتی ہوں۔ جیسے قبرستان، گھوڑدوڑ کا میدان، اسٹیڈیم، کچرا ڈالنے کی جگہیں، سبزی منڈی، بس اسٹاپ، ائرپورٹ، ریلوے اسٹیشن، بندرگاہ، جنازہ گاہ۔

تنبیہ: مذکورہ بالا تفصیل اس وقت ہے کہ جب شہر کی آبادی اور اسکا فِناء متصل ہوں ان کے درمیان فاصلہ دو سو گز (۱۷۶ء۱۳ میٹر) سے کم ہو یا کوئی زرعی زمین یا کھیت وغیرہ حائل نہ ہوں۔ لیکن اگر آبادی اور فِناء کے درمیان فاصلہ دو سو گز یا اس سے زیادہ ہو یا ان کے درمیان کوئی زرعی زمین وغیرہ حائل ہو تو اس صورت میں صرف آبادی سے نکلتے ہی قصر کرنا ضروری ہوگا فِناء کی حدود سے باہر نکلنا ضروری نہیں۔

یَجُوْزُ الْقَصْرُ فِیْ کُلِّ سَفَرٍ سَوَاءٌ کَانَ السَّفَرُ لِطَاعَۃٍ کَالْحَجِّ وَالْجِھَادِ اَوْ کَانَ لِاَمْرٍ مُبَاحٍ کَالتِّجَارَۃِ، اَوْ کَانَ لِاَمْرٍ فِیْہِ مَعْصِیَۃٌ کَالسَّرِقَۃِ۔ اِذَا اَتَمَّ الْمُسَافِرُ الرُّبَاعِیَّۃَ وَقَعَدَ بَعْدَ الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ صَحَّتْ صَلَاتُہٗ، وَتَصِیْرُ الرَّکْعَتَانِ الْاَخِیْرَتَانِ نَافِلَتَیْنِ، وَلٰکِنَّہٗ یُکْرَہُ لِتَاْخِیْرِہِ السَّلَامَ عَنْ مَحَلِّہٖ۔ اِذَا اَتَمَّ الْمُسَافِرُ الرُّبَاعِیَّۃَ وَلَمْ یَجْلِسْ بَعْدَ الْاُوْلَیَیْنِ قَدْرَ التَّشَھُّدِ لَا تَصِحُّ صَلَاتُہٗ لِاَنَّ الْقَصْرَ حَتْمٌ عِنْدَنَا وَلَیْسَ بِرُخْصَۃٍ۔

حلِّ لغات: حَتْمٌ، بمعنی واجب، ضروری۔

ترجمہ: قصر ہر سفر میں جائز ہے خواہ وہ سفر فرمانبرداری کے لئے ہو، جیسے حج اور جہاد کے لئے یا کسی جائز کام کے لئے ہو، جیسے تجارت یا کسی ایسے کام کے لئے ہو جس میں نافرمانی ہو جیسے چوری۔ جب مسافر چار رکعت والی نماز پوری کرلے اور پہلی دو رکعت کے بعد بیٹھ جائے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ اور بعد والی دو رکعتیں نفل ہو جائیگی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے سلام کو اپنے موقع سے مؤخر کرنے کی وجہ سے۔ جب مسافر چار رکعت والی نماز پوری کرلے اور پہلی دو رکعتوں کے بعد تشہد کی مقدار نہیں بیٹھا تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ قصر ہمارے نزدیک ضروری ہے قصر کوئی رخصت نہیں۔

تشریح: سفر کرنا ہر مسافر کے لئے باعثِ تخفیف ہے اگر اطاعت کا ہو جیسے: حج، جہاد، طلبِ علم کے لئے ہو یا سفر کسی مُباح غرض کے لئے ہو جیسے: تجارت، سیاحت، سیر و تفریح، تو بالاتفاق ایسے اسفار میں سفر سے متعلق شرعی رخصتیں اور مُراعات حاصل ہوں گی۔ اور اگر سفر معصیت کا ہو حتی کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کے ارادے سے سفر کرے تو اس پر بھی قصر کرنا لازم ہوگا جیسے: چوری یا زنا کرنے کے لئے سفر یا عورت کا بلا محرم سفرِ حج یا دیگر سفر یا بھاگے ہوئے غلام کا سفر تو علماءِ احناف کے نزدیک یہ اسفار بجائے خود گناہ ہیں مگر سفر سے متعلق سہولتیں ان کو بھی حاصل ہوں گی کیونکہ شریعت نے مطلقاً سفر کی وجہ سے سہولت دی ہے اور اِس میں طاعت اور معصیت کا کوئی فرق نہیں کیا۔ نیز سفر بذاتِ خود معصیت نہیں بلکہ سفر تو قطعِ مسافت کا نام ہے۔ معصیت سفر کے بعد ہوگی جیسے ڈاکہ، زنا وغیرہ۔

اِذَا اَتَمَّ الخ: اگر مسافر نے بھول کر ظہر، عصر اور عشاء میں پوری چار رکعتوں کی نیت کرلی اور نماز شروع کرنے کے بعد خیال آیا تو نماز میں دل سے نیت کی اصلاح کرلے اور دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے، نماز توڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اس کو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا اور اسی طرح چار رکعتیں پڑھ لیں تو اگر اس نے دوسری رکعت کے بعد اَلتحیات پڑھی ہے یعنی بقدر تشہد بیٹھا ہے تو اِس صورت میں دو رکعتیں فرض اور دو رکعتیں نفل ہو جائیگی اور سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے اور اگر دو رکعتوں کے بعد اَلتحیات نہ پڑھی ہو تو اب چار رکعت نفل شمار ہوں گے فرض نماز دوبارہ پڑھے۔ کیونکہ فرض کے ارکان مکمل نہیں ہوئے اس لئے کہ قعدہ اخیرہ رہ گیا ہے جو دو رکعت کے بعد تھا۔ اور تکمیل ارکان سے پہلے فرض کے ساتھ نفل ملانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص سفر میں جان بوجھ کر ظہر، عصر، عشاء کی نماز پوری پڑھ لے اور قصر نہ کرے تو یہ شخص عمداً ترکِ واجب کی وجہ سے گنہگار بھی ہوگا اس لئے ایسے شخص پر توبہ واجب ہے اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک قصر ضروری ہے یہ کوئی اختیاری چیز نہیں کہ کرو یا نہ کرو۔ (مراقی مع طحطاوی، کبیری، تسہیل، قاموس الفقہ، در مختار)

مُدَّةُ الْقَصْرِ

وَلَا يَزَالُ الْمُسَافِرُ يَقْصُرُ فَرْضَهُ حَتّٰى يَرْجِعَ وَيَدْخُلَ مَدِينَتَهُ۔ وَيَسْقُطُ الْقَصْرُ اِذَا نَوَى الْاِقَامَةَ لِمُدَّةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا أَوْ أَكْثَرَ فِي قَرْيَةٍ اَوْ مَدِينَةٍ۔ فَاِنْ نَوَى الْاِقَامَةَ لِاَقَلَّ مِنْ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا لَمْ يَزَلْ يَقْصُرُ فَرْضَهُ۔ وَكَذَا اِذَا لَمْ يَنْوِ الْاِقَامَةَ وَبَقِيَ سِنِيْنَ بِدُوْنِ نِيَّةِ الْاِقَامَةِ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ۔

حلِ لغات: مُدَّةٌ: زمانہ کا حصہ قلیل ہو یا کثیر۔ جمع مُدَدٌ۔ نَوٰى: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف لفیفِ مقرون از باب ضرب بمعنی ارادہ کرنا، قصد کرنا۔

ترجمہ: نمازِ قصر کی مدت: مسافر اپنی فرض نماز کو مسلسل قصر کرتا رہے گا یہاں تک کہ لوٹ آئے اور اپنے شہر میں داخل ہو جائے۔ قصر ساقط ہو جاتا ہے جب (مسافر) پندرہ دن یا اس سے زیادہ مدت کسی گاؤں یا شہر میں ٹھہرنے کی نیت کرے۔ پس اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی تو اپنی فرض نماز میں قصر کرتا رہے گا۔ اور اسی طرح جب مسافر نے ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو اور بغیر نیتِ اِقامت کے کئی سال ٹھہر گیا تو وہ نماز میں قصر ہی کرتا رہے گا۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ قصر کی کل مدت بیان فرماتے ہیں کہ مسافر کب تک قصر کر سکتا ہے؟ چنانچہ فرمایا کہ: مسافر اس وقت تک قصر کرتا رہے گا جب تک واپس آکر اپنے شہر میں داخل نہ ہو۔ یعنی سفر کا حکم اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ اپنے شہر میں داخل نہ ہو جائے یا کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں کم از کم پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت نہ کرے۔ پس جب پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت کرے گا تو سفر کا حکم ختم ہو جائیگا اور نماز کو پورا کرنا لازم ہو جائے گا۔

فائدہ: اقامت کی ادنیٰ مدت (پندرہ دن) کو طہر (عورت کی پاکی) کی ادنیٰ مدت پر قیاس کیا گیا ہے اس لئے کہ دونوں میں علت ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں واجب کرنے والے ہیں۔ یعنی جس طرح حیض کی وجہ سے جو عبادات ساقط ہو گئی تھی طہر (پاکی) کی وجہ سے وہ واپس آتی ہے اسی طرح سفر کی وجہ سے ساقط شدہ عبادات بھی نیتِ اقامت کی وجہ سے واپس آجاتی ہے۔ پس جسطرح ادنیٰ مدتِ طہر پندرہ دن ہیں اِسی طرح ادنیٰ مدتِ اقامت بھی پندرہ دن ہیں۔

فَإِنْ نَوَى الْإِقَامَةَ الخ: اور اگر کسی ایک شہر میں پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت کی تو قصر کرتا رہے گا کیونکہ حکم سفر برقرار ہے، نیز سفر درمیان میں بار بار کی مختصر اقامتوں سے خالی نہیں ہوتا اس لئے پندرہ دن سے کم اقامتوں کا اعتبار نہیں۔

وَكَذَا إِذَا لَمْ يَنْوِ الْإِقَامَةَ الخ: اسی طرح اگر کوئی مسافر کسی شہر میں داخل ہوا مگر اقامت کی نیت نہیں کی بلکہ نیت یہ تھی کہ کل جاؤں گا پرسوں جاؤں گا اور غرض یہ تھی کہ آجکل چند دنوں میں نکل جاؤں گا حتیٰ کہ اِسی آج کل میں اس پر کئی سال بھی گذر گئے تو یہ شخص قصر کرے گا مسافر ہونے کی وجہ سے مقیم نہیں کہلائے گا۔

فائدہ: خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مسافر کے مقیم ہونے کے لئے درج ذیل پانچ شرائط ہیں: (۱) اقامت کی نیت ہو۔ (۲) ایک ہی جگہ مسلسل پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔ لہٰذا تبلیغی جماعت والے احباب کی کسی شہر کی مختلف مساجد میں پندرہ دن کی تشکیل ہوئی تو یہ جماعت مقیم سمجھی جائے گی۔ اور اگر دو الگ الگ مقامات پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی مثلاً سات دن ایک جگہ اور آٹھ دن دوسری جگہ تو وہ معتبر نہیں۔ (۳) ایسی جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے جو جگہ قیام کی صلاحیت رکھتی ہو، جیسے: شہر، قصبہ جات، قریہ جات۔ چنانچہ اگر کسی شخص نے صحرا و یا ویرانے یا کسی جنگل یا جزیرے یا کشتی یا بحری جہاز وغیرہ میں پندرہ دن کی نیت کی تو چونکہ یہ جگہیں ہمارے معاشرے میں بظاہر اقامت کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں لہٰذا یہ شخص بدستور مسافر رہے گا مقیم نہیں بنے گا۔ البتہ خانہ بدوش لوگ اگر کہیں جنگل میں پڑاؤ ڈالیں اور پندرہ دن قیام کی نیت کرلیں تو اس کا اعتبار ہے اور اب وہ مسافر نہیں رہیں گے بلکہ مقیم بن جائینگے۔ (۴) نیت کرنے والا اپنی نیت میں مستقل ہو کسی کے تابع نہ ہو۔ (۵) سلسلۂ سفر موقوف کرلے، سواری پر چلتے چلتے اقامت کی نیت معتبر نہیں۔ (مراقی مع طحطاوی، قاموس، تسہیل، جوہرۃ، غنیۃ المستملی، در مختار مع رد المحتار)

اِقْتِدَاءُ الْمُسَافِرِ بِالْمُقِيْمِ وَعَكْسُهٗ

يَجُوْزُ اِقْتِدَاءُ الْمُسَافِرِ بِالْمُقِيْمِ وَيُتِمُّ صَلَاتَهٗ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ مُتَابِعاً لِإِمَامِهٖ۔ وَيَجُوْزُ اِقْتِدَاءُ الْمُقِيْمِ بِالْمُسَافِرِ۔ إِذَا صَلَّى الْمُسَافِرُ بِالْمُقِيْمِيْنَ يَنْبَغِيْ لَهٗ أَنْ يَقُوْلَ بَعْدَ التَّسْلِيْمِ «أَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ» فَإِنِّيْ مُسَافِرٌ وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَقُوْلَ ذَالِكَ قَبْلَ شُرُوْعِهٖ فِي الصَّلَاةِ وَبَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْهَا أَيْضاً۔

حلِ لغات: اَلْمُقِيْمُ: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل اجوف واوی از باب افعال بمعنی اقامت اختیار کرنے والا، وطن میں رہنے والا۔

ترجمہ: مسافر کا مقیم کی اقتداء کرنا اور اس کے برعکس۔ مسافر شخص کا مقیم کی اقتداء کرنا جائز ہے، اور وہ (مسافر) اپنے مقیم امام کی تابعداری کرتے ہوئے اپنی چار رکعت نماز پوری کرے گا۔ اور مقیم شخص کا مسافر امام کی اقتداء جائز ہے۔ جب مسافر مقیم لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ (مسافر امام) سلام پھیرنے کے بعد کہہ دے کہ تم اپنی نمازیں پوری کر لو کیونکہ میں مسافر ہوں۔ اور بہتر یہ ہے کہ وہ یہ بات نماز شروع کرنے سے پہلے کہہ دے اور نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد بھی۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ بڑا اہم مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ دورانِ سفر کسی بھی مسافر کو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے جو مسافر نہ ہو بلکہ مقیم ہو، چنانچہ اب کسی مسافر کا مقیم امام کے پیچھے یا کسی مقیم شخص کا مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے احکام ذکر کرتے ہیں:

(ا) اگر مسافر نے مقیم امام کی اقتداء کی بشرطیکہ وقت کے اندر اندر ہو تو یہ درست ہے اور اب مسافر مقتدی پوری چار رکعت نماز پڑھے گا چاہے نماز کے شروع میں شریک ہوا ہو یا آخر میں کیونکہ مسافر نے مقیم امام کی متابعت اور پیروی کو اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے۔ لیکن وقت کے گذرنے کے بعد مسافر اپنی فوت شدہ قضاء نماز کے اندر مقیم کی اقتداء نہیں کر سکتا۔

(ب) پچھلے مسئلہ کے برعکس اگر مقیم لوگوں نے مسافر امام کی اقتداء کی تو وقت کے اندر اور وقت کے بعد دونوں صورتوں میں درست ہے یعنی مقیم اپنی ادا اور قضاء دونوں نمازوں میں مسافر امام کی اقتداء کر سکتا ہے، پھر مسافر امام دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ میں التحیات، درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے کیونکہ اس کی نماز مکمل ہو گئی اور مقیم مقتدی صرف التحیات پڑھ کر خاموش رہیں اور امام کے بائیں طرف سلام شروع کرنے پر کھڑے ہو کر انفرادی طور پر اپنی باقی ماندہ نماز پوری کر لیں لیکن ان باقی رکعتوں میں چونکہ یہ مقیم مقتدی "لاحق" کے حکم میں ہیں اس لئے قرأت نہ کریں بلکہ فاتحہ کی مقدار خاموش کھڑے رہیں پھر رکوع میں جائیں۔

مسافر امام کے لئے مستحب ہے کہ نماز سے پہلے یا نماز کے فوراً بعد اپنے مسافر ہونے کا اعلان کرے کہ میں مسافر ہوں آپ اپنی نمازیں پوری کر لیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے بھی کہہ دے تاکہ مقتدیوں کو بروقت امام کے مسافر ہونے کا علم ہو جائے اور وہ پہلے سے اپنی نماز مکمل کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اور بعد میں بھی تاکہ وہ مقتدی بھی جان لیں جو تحریمہ کے وقت موجود نہ ہوں بلکہ بعد میں آ کر شامل ہوں۔ (الجوہرۃ النیرہ، در مختار، کبیری، قاموس الفقہ، تسہیل، مراقی الفلاح مع طحطاوی)

اِذَا قَامَ الْمُقِيْمُ لِاِتْمَامِ صَلَاتِهٖ بَعْدَ تَسْلِيْمِ اِمَامِهِ الْمُسَافِرِ لَا يَقْرَأُ بَلْ يُتِمُّ صَلَاتَهٗ بِدُوْنِ الْقِرَاءَةِ مِثْلَ اللَّاحِقِ۔ اِذَا فَاتَتْ صَلَاةٌ رُبَاعِيَّةٌ فِي السَّفَرِ تُقْضٰى رَكْعَتَيْنِ، سَوَاءٌ يَقْضِيْهَا فِي السَّفَرِ، اَوْ يَقْضِيْهَا فِي الْحَضَرِ۔

حلِّ لغات: اَللَّاحِقُ، صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل صحیح از باب سمع بمعنی پالینا، آملنا۔ "لاحق" اُس مقتدی کو کہتے ہیں جو نماز کے ابتدائی حصہ کو امام کے ساتھ پالے اور اُس کے بعد کا حصہ امام کے ساتھ فوت ہو جائے خواہ ایسا، نیند آجانے کے باعث ہوا ہو، یا نقضِ وضو پیش آجانے کے باعث، یا ازدحام کی وجہ سے کھڑا رہ گیا اور رکوع میں امام کے ساتھ شریک نہ ہو سکا، ان تمام صورتوں میں فوت شدہ رکعتوں کی ادائیگی میں وہ لاحق متصور ہو گا، اگر مقیم شخص مسافر کے پیچھے نماز ادا کرے تو باقی رکعتوں کو ادا کرنے میں یہ مقتدی بھی لاحق ہی ہو گا، لاحق کو فوت شدہ رکعتیں اس طرح ادا کرنی ہیں کہ وہ ان میں اپنے آپ کو امام کے پیچھے تصور کرے اور جیسے امام کے پیچھے قرآنِ مجید کی قرأت نہیں کی جاتی، اسی طرح لاحق بھی ان رکعتوں کو ادا کرتے وقت قرأت نہیں کرے گا۔

ترجمہ: جب مقیم اپنے مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز کو پورا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو کچھ نہ پڑھے بلکہ اپنی نماز لاحق کی طرح بغیر قرأت کے مکمل کرے۔ جب سفر میں چار رکعت والی نماز چھوٹ جائے تو اسکی قضاء دو رکعت پڑھی جائے گی، خواہ سفر میں اسکی قضاء کرے یا حضر (وطن) میں۔ اور جب مقیم ہونے کی حالت میں چار رکعت والی نماز قضاء ہو جائے تو اسکی قضاء چار رکعت ہی پڑھی جائیں گی خواہ وہ اس کی قضاء سفر میں کرے یا حضر (وطن) میں۔

تشریح: اِذَا قَامَ الْمُقِيْمُ الخ: اس مسئلہ کی وضاحت اوپر گذر چکی ہے نیز لاحق کی تعریف بمع حکم بھی حلِ لُغات میں تفصیل کے ساتھ درج کی گئی ہے۔

اِذَا فَاتَتْ الخ: سفر میں چھوٹی ہوئی نمازوں کو قصر کے ساتھ ادا کیا جائے گا یعنی اگر کسی کی حالتِ سفر میں چار رکعت والی نماز قضاء ہو گئی جیسے ظہر، عصر، عشاء کی نمازیں ہیں۔ تو جب ان کی قضاء بجالانا چاہے تو دو رکعت ہی پڑھے گا چاہے سفر میں پڑھے یا گھر آکر پڑھے، اور اگر حضر یعنی گھر پر رہتے ہوئے کوئی رُباعی نماز فوت ہو گئی تو اب چاہے گھر پر اس کی قضاء کرے یا سفر میں جب بھی کرے گا چار رکعت ہی قضاء کرے گا کیونکہ قضاء ادا کے مطابق ہوتی ہے۔ (مراقی الفلاح، الجوہرۃ النیرہ، قاموس)

اَقْسَامُ الْوَطَنِ وَاَحْكَامُهَا

اَلْوَطَنُ الْاَصْلِيُّ يَبْطُلُ بِالْوَطَنِ الْاَصْلِيِّ۔ فَاِذَا تَرَكَ وَطَنَهُ الْاَصْلِيَّ وَانْتَقَلَ مِنْهُ اِلٰى بَلْدَةٍ اُخْرٰى وَاسْتَوْطَنَهَا ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى وَطَنِهِ الْاَوَّلِ لِاَمْرٍ مَا قَصَرَ فِيْهِ لِاَنَّهٗ لَمْ يَبْقَ الْآنَ وَطَنًا لَهٗ۔ وَطَنُ الْاِقَامَةِ يَبْطُلُ بِوَطَنِ الْاِقَامَةِ الْآخَرِ۔ وَوَطَنُ الْاِقَامَةِ يَبْطُلُ بِالسَّفَرِ مِنْهُ۔ وَوَطَنُ الْاِقَامَةِ يَبْطُلُ بِالرُّجُوْعِ اِلَى الْوَطَنِ الْاَصْلِيِّ۔

حلِّ لغات: وَطَنٌ، جائے سکونت، اقامت گاہ۔ جمع اَوْطَانٌ۔ اِسْتَوْطَنَهَا، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مثال واوی از باب استفعال بمعنی وطن بنانا۔ (مصباح اللغات)

ترجمہ: وطن کی قسمیں اور ان کے احکام۔ وطن اصلی وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے۔ پس جب (کوئی شخص) اپنے اصلی وطن کو چھوڑ دے اور وہاں سے دوسرے شہر کی طرف منتقل ہو جائے اور اسی شہر کو اپنا وطن بنالے پھر وہ اپنے اصلی وطن کی طرف کسی بھی کام کی وجہ

سے جائے تو وہاں قصر کرے گا، اس لئے کہ اب یہ اس کا (اصلی) وطن باقی نہیں رہا۔ وطن اقامت دوسرے وطن اقامت کی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے۔ وطن اقامت وہاں سے سفر کی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے۔ اور وطن اقامت وطن اصلی کی طرف لوٹنے سے باطل ہو جاتا ہے۔

تشریح: وطن اصلی و وطن اقامت: سفر ہی سے وطن کا مسئلہ متعلق ہے، اس لئے کہ آدمی وطن سے نکلنے کے بعد ہی مسافر ہوتا ہے اور اسی صورت میں مسافر کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ اسی لئے فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے سفر کے ذیل میں اس مسئلہ پر بھی تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے۔ اِس کا خلاصہ یہ ہے کہ وطن کی دو قسمیں ہیں: (۱) وطنِ اصلی۔ (۲) وطنِ اقامت۔

وطنِ اصلی: وہ جگہ ہے جہاں آدمی کی وِلادت اور نشو و نما ہوئی ہو، اور وہاں رہتا بھی ہو یا وہاں اس نے مستقل، تا زندگی رہائش اختیار کرنے کا عزم کر لیا ہو اور یہ ارادہ ہو کہ وہاں سے نہ جائے گا، یا وہ جگہ جہاں سے اس نے شادی کر لی ہو اور اس کے اہل و عیال وہاں مستقل رہائش رکھتے ہوں۔ تو گویا وطنِ اصلی تین اسباب میں سے کسی ایک سبب سے بنتا ہے، نیز وطنِ اصلی متعدد بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ دونوں دو مقامات سے تعلق رکھتی ہوں اور وہاں رہتی ہوں تو وہ دونوں ہی مقام اِس شخص کے لئے وطنِ اصلی ہو جائینگے۔ جس شہر میں جائے گا وہاں مقیم ہو گا اور پوری نماز پڑھے گا مثال کے طور پر کسی شخص کی بیوی بچے کراچی میں رہتے ہوں اور اس نے لاہور میں نئی شادی کر لی اور اپنی دوسری بیوی کو لاہور ہی میں رکھا تو اس کے لئے کراچی بھی وطنِ اصلی ہے اور لاہور بھی وطنِ اصلی ہے۔

وطنِ اقامت: وطنِ اقامت وہ جگہ ہے جہاں مسافر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے اور وہ وہاں مستقل سکونت نہ رکھتا ہو اور نہ ہی وہاں اس کی بیوی رہتی ہو چاہے یہاں سے اس کا وطنِ اصلی ۴۸ میل سے کم ہی پر کیوں نہ واقع ہو جبکہ اس جگہ میں اقامت کی وہ تمام شرائط پائی جاتی ہوں جن کا ذکر مقیم بننے کی شرائط کے بیان میں گذر چکا ہے۔ کہ ایک ہی جگہ ہو، جنگل نہ ہو بلکہ شہر یا بستی ہو۔

فائدہ: وطن کے متعلق احکام سمجھنے کے لئے چند تمہیدی باتوں کا سمجھنا ضروری ہے: (۱) وطن کے ساتھ جن احکام کا تعلق ہے وہ اس وقت تک ہوں گے جب تک آدمی کا وطن برقرار رہے، جب کسی جگہ کا وطن ہونا ختم ہو جائے گا تو وطن کے احکام بھی ختم ہو جائینگے۔ (۲) وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت دونوں میں کوئی شخص مسافر نہیں ہو سکتا لہٰذا نماز میں قصر کرنا جائز نہیں ہے۔ (۳) ہر چیز اپنی مثل (برابر کی چیز) یا اپنے سے قوی چیز سے باطل ہو سکتی ہے، اپنے سے کم درجہ کی چیز سے باطل نہیں ہو سکتی۔

وطنِ اصلی کب ختم ہوتا ہے؟: چنانچہ اس تیسرے اصول کی روشنی میں کسی شخص کا ایک وطنِ اصلی دوسرے وطنِ اصلی سے باطل ہوتا ہے کیونکہ وہ اُس کے برابر کی چیز ہے۔ مثال: جس کسی شخص نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا اور کسی دوسرے شہر میں اپنا گھر بنا لیا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہاں مستقل رہنے لگا اور پہلے گھر سے کچھ سروکار نہیں ہے اگرچہ پہلے شہر میں اس کے اراضی، مکانات وغیرہ باقی ہیں تو اب دوسرا شہر اُس کے لئے وطنِ اصلی بن گیا اور پہلا شہر اس کے لئے پردیس کی طرح ہے۔ اگر وہاں جائے گا جبکہ وہ جگہ سفر شرعی تقریباً (۷۷ کلومیٹر) کی مقدار پر واقع ہو تو یہ وہاں مسافر ہو گا۔ لیکن مکانات اور جائیداد ہونے کی صورت میں اگر پہلی جگہ بلحاظِ موسم آنے اور رہنے کا قصد ہو تو دونوں جگہیں وطنِ اصلی شمار ہونگے۔ مگر وطنِ اصلی وطنِ اقامت سے باطل نہیں ہو گا کیونکہ وطنِ اقامت وطنِ اصلی سے کم درجہ کا وطن ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی شخص کے اہل و عیال کراچی میں ہیں (تو یہ اس کا وطنِ اصلی ہے) اور یہ شخص سفر کر کے پندرہ

دن یا زیادہ دن ٹھہرنے کی نیت سے لاہور آجاتا ہے تو لاہور اس کے لئے وطنِ اقامت ہے لہٰذا اگر یہ شخص کراچی ایک دو دن کے لئے بھی جائے گا تو پوری نماز پڑھے گا قصر نہیں کرے گا۔

وطنِ اقامت کب ختم ہوتا ہے؟: وطنِ اقامت تین صورتوں میں ختم ہو جاتا ہے جن کی تفصیل نمبر وار ذکر کی جاتی ہے۔

(۱) ایک وطنِ اقامت دوسری جگہ کو وطنِ اقامت بنانے سے ختم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اس کے برابر کا وطن ہے۔ مثال: کوئی شخص کراچی (اپنے وطن) سے سفر کرکے ملتان پہنچ گیا اور وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو یہ ملتان اس کا وطنِ اقامت بن گیا ہے اب وہ شخص ملتان چھوڑ کر اسلام آباد چلا جاتا ہے اور وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلیتا ہے تو اب اسلام آباد اس کا وطنِ اقامت بن جائے گا اور پہلا وطنِ اقامت (ملتان) ختم ہو جائے گا لہٰذا اب اگر ملتان آئے گا تو مسافر ہو گا اور قصر نماز پڑھے گا بشرطیکہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو۔ (۲) اسی طرح وطنِ اقامت کی ضد (سفر شروع کرنے) سے باطل ہو جاتا ہے۔ (۳) وطنِ اقامت وطنِ اصلی کی طرف واپس پہنچے جانے کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے۔ مثال: کوئی شخص ملتان میں پندرہ دن یا زیادہ دن ٹھہرنے کی نیت سے مقیم ہے تو ملتان اس کا وطنِ اقامت ہے اب یہ شخص کراچی (جو کہ اس کا وطنِ اصلی ہے) کی طرف واپس پہنچ گیا تو ملتان اس کا بطورِ وطنِ اقامت ختم ہو جائے گا اب جب بھی یہ ملتان آئے گا تو مسافر ہو گا۔

تنبیہ: کتاب میں وطن کے احکام پہلے بیان کئے گئے ہیں اور وطن کی قسمیں اور ان کی تعریفیں بعد میں ذکر کی گئی ہیں لیکن ہم نے آسانی کے لئے ترتیب بدل دی ہے۔ (در مختار مع رد المحتار، قاموس الفقہ، تسہیل، کبیری، مراقی مع طحطاوی)

صَلَاةُ الْمَرِيْضِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرہ-۲۸٦) وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ: ﴿صَلِّ قَائِماً فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِداً، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى الْجَنْبِ تُوْمِيْ إِيْمَاءً﴾ (رواہ ابو داؤد) لَا يَجُوْزُ تَرْكُ الصَّلَاةِ حَتّٰى فِيْ حَالِ الْمَرَضِ۔ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضاً لَا يَسْتَطِيْعُ أَدَاءَ أَرْكَانِ الصَّلَاةِ بِتَمَامِهَا يُؤَدِّي الْأَرْكَانَ الَّتِيْ يَقْدِرُ عَلٰى أَدَائِهَا۔ فَالْمَرِيْضُ الَّذِيْ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يُّصَلِّيَ قَائِماً يُصَلِّيْ قَاعِداً بِرُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ وَالْمَرِيْضُ الَّذِيْ يَتَعَسَّرُ عَلَيْهِ الْقِيَامُ لِأَلَمٍ شَدِيْدٍ يُصَلِّيْ قَاعِداً بِرُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ۔

حل لغات: مَرِيْضٌ، صیغہ صفتِ مشبہ صحیح از باب سمع بمعنی بیمار ہونا۔ جمع مَرْضٰی۔ تُوْمِيْ، صیغہ واحد مذکر مخاطب بحث اثبات فعل مضارع معروف مہموز اللام مثال واوی از باب افعال بمعنی اشارہ کرنا۔ يُؤَدِّيْ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مہموز الفاء ناقص یائی از باب تفعیل بمعنی ادا کرنا۔ أَلَمٌ، بمعنی دکھ، درد۔ جمع آلَامٌ۔

ترجمہ: بیمار کی نماز: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کسی انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اور آپ ﷺ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ: کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو، پس اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو بیٹھ کر، پس اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو کے بل اشارے سے (نماز پڑھا کرو)۔ نماز کو چھوڑنا بیماری کی حالت میں بھی جائز نہیں۔ اور جو شخص ایسا بیمار ہو کہ نماز کے تمام

ارکان کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اُن ارکان کو ادا کرے جن کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ بیمار جو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ بیٹھ کر رکوع، سجدہ کے ساتھ نماز ادا کرے۔ اور وہ بیمار جس کے لئے قیام دشوار ہو کسی سخت تکلیف کی وجہ سے تو وہ (بھی) بیٹھ کر رکوع، و سجود کے ساتھ نماز ادا کرے گا۔

تشریح: مریض اور اسکے احکام: جسم کا حدِ اعتدال میں باقی نہ رہنا مرض ہے۔ مرض بھی اُن اسباب میں سے ہے جنکی وجہ سے بہت سے احکامِ شرعیہ میں سہولت و آسانی پیدا ہو جاتی ہے، جس طرح سفر سہولت و آسانی کا سبب ہے۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ سفر کے احکام کو بیان کرنے سے فارغ ہو کر اب مرض کی حالت کے احکامات بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ مریض کو بعض چیزوں میں رخصت ملنے پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کی آیت بطورِ دلیل پیش فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ احکامِ شرعیہ میں صرف اُن امور کو فرض یا حرام فرماتے ہیں جو بندہ کی طاقت اور اختیار میں ہوں، اسی طرح حدیث سے بھی مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر دلیل حاصل کی۔ یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ نئے باب کے شروع میں بطورِ برکت نیز بطورِ دلیل کے قرآن کی کوئی آیت یا کوئی حدیث پیش فرماتے ہیں۔

پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے "وَمَنْ كَانَ مَرِيْضاً لَا يَسْتَطِيْعُ" سے بطورِ قاعدہ کلیہ یہ بیان فرمایا کہ: جو شخص نماز کے سارے ارکان ادا کرنے پر قادر نہیں تو جتنے ادا کر سکتا ہے اُتنے ادا کرے لیکن نماز کسی حال میں نہ چھوڑے۔

پھر مریض کی نماز کے تین مرحلے ہیں: (۱) پہلا مرحلہ: کھڑے ہو کر نماز پڑھنا، (۲) دوسرا مرحلہ بیٹھ کر نماز پڑھنا جس کو فَالْمَرِيْضُ الَّذِيْ الخ سے بیان کیا ہے۔ کہ جو شخص بیماری یا کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے عاجز ہو وہ بیٹھ کر فرض نماز پڑھے اور رکوع و سجود کرے جیسا کہ حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبکہ انہوں نے بواسیر کی شکایت کی۔

عذر کا مطلب: عذر کا معنٰی یہ ہے کہ اس کو کھڑے ہونے سے ضرر ہوتا ہے خواہ عذر فرض، واجب یا سنتِ فجر شروع کرنے سے پہلے موجود ہو یا نماز کے اندر لاحق ہوا ہو، اور خواہ عذر حقیقی ہو کہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا جیسے مفلوج، کہ اگر کھڑا ہو تو گر پڑے گا، یا ضعف اور کمزوری کی وجہ سے کھڑا ہو ہی نہیں سکتا، یا حکمی ہو مثلاً کھڑے ہونے سے اپنے تجربے کی بنیاد پر یا کسی ماہر طبیب کے بتانے سے مرض کی زیادتی کا یا دیر میں اچھا ہونے کا ڈر ہو، یا چکرانے کا خوف ہو، یا کھڑے ہونے سے بدن میں کسی جگہ شدید اور ناقابلِ برداشت درد ہوتا ہو، ان سب صورتوں میں قیام ترک کر دے اور بیٹھ کر رکوع، سجدہ کے ساتھ نماز ادا کرے اور اگر تھوڑا (قابلِ برداشت) درد یا تکلیف ہو تو قیام کا چھوڑنا جائز نہیں حتی کہ اگر کوئی شخص بلا سہارے کھڑے ہونے پر قدرت نہ رکھے لیکن سہارے کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہو مثلاً دیوار، لاٹھی، یا کسی خادم کے سہارے کھڑا ہو سکتا ہے۔ تو ایسے شخص کے لئے کھڑا ہونا لازم ہے اس کی نماز بیٹھ کر ادا نہ ہوگی۔ اگر پورے وقت کا قیام دشوار ہو لیکن کچھ دیر کھڑا رہ سکتا ہو مثلاً تحریمہ کے بقدر تو اتنی ہی دیر کھڑا رہ کر پھر بیٹھ جائے۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی، قاموس الفقہ، غنیۃ المستملی، بحر الرائق، در مختار مع الشامیہ)

تنبیہ: یہ ساری تفصیل فرض، واجب اور سنتِ فجر کے متعلق ہے ان کے علاوہ نمازوں میں بغیر عذر کے بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔ (ردالمحتار)

كَذَا يُصَلِّيْ قَاعِدًا إِذَا خَشِيَ حُدُوْثَ مَرَضٍ، أَوِ ازْدِيَادَ مَرَضٍ، أَوِ التَّاخِيْرَ فِي الشِّفَاءِ إِذَا صَلَّى قَائِمًا۔ وَكَذَا يُصَلِّيْ قَاعِدًا إِذَا عَجَزَ عَنِ الرُّكُوْعِ، وَالسُّجُوْدِ أَوْ عَنْ أَحَدِهِمَا، وَيُؤَدِّي الرُّكُوْعَ، وَالسُّجُوْدَ بِالْإِيْمَاءِ۔ مَنْ يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ بِالْإِيْمَاءِ يَجْعَلُ إِيْمَاءَهُ لِلسُّجُوْدِ أَخْفَضَ مِنْ إِيْمَائِهِ لِلرُّكُوْعِ إِنْ لَّمْ يَجْعَلْ إِيْمَاءَهُ لِلسُّجُوْدِ أَخْفَضَ مِنْ إِيْمَائِهِ لِلرُّكُوْعِ لَا تَصِحُّ صَلَاتُهُ۔ وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّرْفَعَ شَيْئًا إِلَى وَجْهِهِ يَسْجُدُ عَلَيْهِ۔

حل لغات: خَشِيَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف ناقص یائی از باب سمع، بمعنی ڈرنا۔ اِزْدِيَادٌ؛ مصدر ہے باب افتعال کا اجوف یائی سے بمعنی زیادہ ہونا۔ اصل میں اِزْتِيَادٌ تھا تا کو دال سے تبدیل کر دیا۔ أَخْفَضَ؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم تفضیل صحیح از باب ضرب بمعنی پست۔

ترجمہ: اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھے جب (مریض کو) ڈر ہو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں کسی بیماری کے پیدا ہونے کا یا بیماری کے بڑھ جانے کا یا شفاء میں تاخیر ہونے کا۔ اور اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھے جب رکوع، سجدہ یا ان دونوں میں کسی ایک کو ادا کرنے سے عاجز ہو اور رکوع و سجود اشارے ہی سے ادا کرے۔ جو شخص رکوع و سجود اشارے سے ادا کرے تو وہ سجدہ کے لئے اشارے کو زیادہ پست رکھے بنسبت رکوع کے اشارے کے۔ اگر سجدے کے اشارے کو رکوع کے اشارے سے زیادہ پست نہیں رکھے گا تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔ اور جائز نہیں یہ بات کہ (نمازی) کوئی ایسی چیز اپنے چہرے کی طرف اٹھائے جس پر سجدہ کرے۔

تشریح: كَذَا يُصَلِّيْ الخ: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ حکمی عذر کو بیان فرماتے ہیں جس کی تفصیل گذشتہ تشریح میں آچکی ہے۔

وَكَذَا يُصَلِّيْ قَاعِدًا إِذَا عَجَزَ عَنِ الرُّكُوْعِ الخ: کہ اگر کوئی ایسا بیمار ہے کہ وہ قیام پر تو قادر ہے لیکن رکوع اور سجدہ کرنے پر قادر نہیں یا قیام اور رکوع پر قادر ہے، سجدہ پر قادر نہیں تو اس پر قیام لازم نہیں، کھڑے ہو کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے اور بیٹھ کر بھی دونوں صورتوں میں رکوع اور سجدہ اشارے سے کرے گا تاہم بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے کہ اس صورت میں سجدہ کا اشارہ سجدہ کی ہیئت سے قریب تر ہوگا۔ نیز قیام اس غرض سے رکن ہے کہ وہ رکوع، سجدہ ادا کرنے کا وسیلہ ہوتا ہے تو جب قیام کے بعد رکوع، سجدہ نہیں تو وہ قیام رکن نہ ہوگا اور کھڑے ہو کر پڑھنا خلاف اولیٰ ہے۔ پھر بیٹھنے کی کوئی صورت متعین نہیں جس طرح بیٹھنے میں سہولت ہو اس طرح بیٹھ کر نماز ادا کرے تشہد کی بیٹھک یا آلتی پالتی یا کسی اور طرح، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ زیادہ تکلیف نہ ہو تو تشہد کی ہیئت میں بیٹھ کر نماز ادا کرے، نیز اگر مریض سیدھا بیٹھنے پر قادر نہیں اور کسی دیوار سے یا کسی فرمانبردار شخص یا تکیہ یا کسی اور چیز کا سہارا لیکر بیٹھنے پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ اس سہارے سے بیٹھ کر نماز پڑھے، اس کو لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

وَيُؤَدِّي الرُّكُوْعَ، وَالسُّجُوْدَ بِالْإِيْمَاءِ الخ: اگر بیٹھ کر پڑھتے ہوئے رکوع، سجدہ کر سکتا ہے تو رکوع اور سجدہ کرے ورنہ سر کے اشارے سے رکوع، سجدہ کرے اور اشارہ کی حقیقت سر کا جھکا دینا ہے۔ اور سجدہ کے اشارے کو بمقابلہ رکوع کے اشارہ کے لازمی طور پر زیادہ نیچے کرے یعنی سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ جھک جایا کرے تا کہ دونوں اشاروں میں تمیز ہو۔ اور اس حالت میں سجدہ کی صحت کے لئے سرین کو اٹھانا لازم نہیں ہے۔ اور اگر رکوع و سجدہ کا اشارہ برابر کرے تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔

وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَرْفَعَ الخ: کوئی چیز تکیہ، پتھر، لکڑی وغیرہ پیشانی کی طرف اٹھا کر اس پر سجدہ نہ کرے کیونکہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے لہٰذا کوئی چیز سر کی طرف اٹھانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر پھر بھی کسی نے ایسا کیا کہ تکیہ وغیرہ پیشانی کی طرف اٹھا کر اس پر سجدہ کیا تو اگر سجدہ اور رکوع میں سر جھکتا ہو اور سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ سر جھکا دیا تو درست ہے کیونکہ اشارہ پایا گیا ورنہ درست نہیں۔ کیونکہ سجدہ کا اشارہ رہ گیا۔

فائدہ: اور اگر کوئی تکیہ زمین پر رکھا ہوا ہو اور وہ سخت اور ٹھوس ہو اور نمازی اس پر عذر کی وجہ سے سجدہ کرتا ہو تو پھر بلا کراہت جائز ہے۔

(مراقی مع طحطاوی، تسہیل الحقائق، قاموس الفقہ، الجوہرۃ النیرہ، درمختار)

إِنْ عَجَزَ الْمَرِيْضُ عَنِ الْجُلُوْسِ صَلّٰى مُسْتَلْقِياً عَلٰى ظَهْرِهٖ وَرِجْلَاهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَيَنْصِبُ رُكْبَتَيْهِ وَيَرْفَعُ رَأْسَهٗ عَلٰى وِسَادَةٍ لِيَصِيْرَ وَجْهُهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ، وَيُؤَدِّي الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ بِالْإِيْمَاءِ۔ كَذَا يَجُوْزُ إِنْ عَجَزَ عَنِ الْجُلُوْسِ أَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى جَنْبِهٖ وَيُؤَدِّي الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ بِالْإِيْمَاءِ. إِنَّمَا يَنُوْبُ الْإِيْمَاءُ مَنَابَ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ إِذَا كَانَ بِالرَّأْسِ۔ أَمَّا إِذَا كَانَ الْإِيْمَاءُ بِالْعَيْنِ، أَوِ الْحَاجِبِ، أَوْ بِالْقَلْبِ فَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ۔ إِذَا عَجَزَ الْمَرِيْضُ عَنْ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالْإِيْمَاءِ بِالرَّأْسِ أُخِرَتْ عَنْهُ صَلَاةُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَيَقْضِيْهَا بَعْدَ مَا قَدَرَ عَلٰى قَضَائِهَا وَمَا زَادَ عَلَيْهَا سَقَطَتْ عَنْهُ۔

حلّ لغات: وِسَادَةٌ؛ بمعنی تکیہ۔ جمع وِسَادَات، وَسَائِدُ۔ يَنُوْبُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف اجوف واوی از باب نصر بمعنی قائم مقام ہونا۔ مَنَابٌ؛ صیغہ اسم ظرف اجوف واوی از باب نصر بمعنی مقام۔ حَاجِبٌ؛ بمعنی آبرو۔ جمع حَوَاجِبُ۔

ترجمہ: اگر بیمار بیٹھنے سے عاجز ہو تو وہ چت لیٹ کر نماز پڑھے اس حال میں کہ اس کے دونوں پاؤں قبلہ رُخ ہوں اور اپنے دونوں گھٹنوں کو کھڑا کرلے، اور اپنے سر کو کسی تکیہ پر رکھے، تاکہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہوجائے اور رکوع اور سجدہ اشارہ سے ادا کرے۔ اسی طرح جائز ہے اگر (مریض) بیٹھنے سے عاجز ہو جائے کہ اپنے پہلو کے بل (لیٹ کر) نماز پڑھے اور رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرے۔ سوائے اس کے نہیں کہ اشارہ رکوع اور سجدہ کے قائم مقام اسی وقت ہوگا جب کہ اشارہ سر سے ہو۔ بہر حال جب اشارہ آنکھ، یا ابرو، یا دل سے ہو تو نماز درست نہیں ہوگی۔ جب بیمار اشارہ کے ساتھ نماز پڑھنے سے عاجز ہو جائے تو ایک دن اور ایک رات کی نماز اس سے مؤخر ہو جائے گی چنانچہ اس کی قضاء کرے گا قضاء پر قادر ہونے کے بعد، اور جو نمازیں ایک دن رات کی نمازوں سے زیادہ ہوں تو وہ معاف ہیں۔

تشریح: تیسرا مرحلہ: لیٹ کر نماز پڑھنا: اگر بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی قدرت نہیں نہ خود نہ تکیہ وغیرہ کے ذریعہ پھر خواہ حقیقۃً بیٹھنے پر قادر نہ ہو، یا حکماً بیٹھنے پر قادر نہ ہو یعنی بیٹھنے سے مرض کے بڑھنے یا طویل ہونے کا خوف ہو مثلاً کسی سے آنکھ بنوائی اور ماہر طبیب نے چت لیٹے رہنے کا حکم دیا اور ہلنے جُلنے سے منع کیا تو اپنی پشت کے بل چت لیٹ کر نماز پڑھے، پھر لیٹ کر نماز پڑھنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) کمر کے بل لیٹے اور دونوں پاؤں کو قبلہ کی طرف پھیلائے لیکن اگر کچھ طاقت ہو تو گھٹنوں کو کھڑا کرلے اور پاؤں قبلہ کی طرف نہ پھیلائے کیونکہ بلا ضرورت قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بُرا ہے۔ (ہمارے ملک میں چونکہ قبلہ مغرب کی طرف ہے لہٰذا مریض کا سر مشرق کی طرف ہوگا، اور اس کے پاؤں مغرب کی طرف ہونگے) اور رکوع، سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کرے، البتہ اس صورت میں سر کے نیچے تکیہ رکھ

لینا چاہیئے تاکہ چہرہ بھی قبلہ کی طرف ہو سکے اور لیٹا ہوا مریض بیٹھنے والے کے مشابہ ہو جائے اور اشارہ بھی اچھی طرح کرنا ممکن ہو۔
(۲) دوسرا طریقہ جس کو کَذَا یَجُوْزُ سے بیان کیا ہے۔ یہ ہے کہ مریض دائیں کروٹ پر اس طرح لیٹے کہ چہرہ قبلہ کی طرف ہو اور سر کے اشارے سے نماز پڑھے۔

فائدہ: مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت اولیٰ و افضل ہے اس لئے کہ چت لیٹ کر نماز پڑھنے والے کا سجدہ آسمان کی طرف ہوتا ہے اور کعبہ آسمان تک کی فضا کو شامل ہے بخلاف کروٹ کے بل لیٹ کر نماز پڑھنے والے کے کہ اس کا سجدہ قدموں کی طرف ہوتا ہے۔

اِنَّمَا یَنُوْبُ الخ: سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اشارہ رکوع، سجدہ کے قائم مقام اسی وقت ہو گا جبکہ سر سے ہو جہاں تک آنکھ، ابرو یا دل سے اشارہ کرنے کا تعلق ہے تو ان کا کچھ اعتبار نہیں ان اشاروں سے نماز کی ادائیگی نہیں ہو سکتی۔

اِذَا عَجَزَ الْمَرِیْضُ عَنْ اَنْ یُّصَلِّیَ الخ: یہاں سے مصنف رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب مریض سر کے اشارے سے نماز پڑھنے سے بھی عاجز ہو جائے تو وہ کیا کرے گا؟ چنانچہ اب وہ نماز نہ پڑھے بلکہ مؤخر کر دے، پھر اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں: (۱) یہ کیفیت چوبیس گھنٹے سے کم رہے یعنی ایک رات دن کے اندر۔ پھر کم از کم اشارہ سے پڑھنے کی طاقت آگئی۔ (خواہ ہوش و حواس ہوں یا نہ ہوں) اور اس کے بعد وہ نمازوں کو ادا کرنے پر قادر ہو جائے تو اس پر قضاء لازم ہے۔

(۲) وَمَا زَادَ عَلَیْهَا الخ: سے دوسری صورت کو بیان کرتے ہیں کہ اس حالت پر چوبیس گھنٹے سے زیادہ گذر جائیں یعنی چھ نمازیں قضاء ہو جائیں تو پھر قضاء بھی نہیں بلکہ یہ نمازیں ساری معاف ہو جائیں گی۔ (در مختار مع رد المحتار، طحطاوی مع مراقی الفلاح، غنیۃ المستملی، الجوھرۃ النیرۃ، نہر الفائق، کتاب الاختیار لتعلیل المختار، قاموس الفقہ، تسہیل الحقائق)

مَنْ طَرَأَ عَلَیْهِ الْجُنُوْنُ، اَوِ الْاِغْمَاءُ وَاسْتَمَرَّ الْاِغْمَاءُ، وَالْجُنُوْنُ اِلٰی اَکْثَرَ مِنْ خَمْسِ صَلَوَاتٍ سَقَطَتْ عَنْهُ تِلْکَ الصَّلَوَاتُ۔ مَنْ طَرَأَ عَلَیْهِ الْجُنُوْنُ، اَوِ الْاِغْمَاءُ وَاسْتَمَرَّ الْاِغْمَاءُ، وَالْجُنُوْنُ اِلٰی خَمْسِ صَلَوَاتٍ اَوْ اَقَلَّ مِنْهَا، قَضٰی صَلَوَاتِهٖ بَعْدَ مَا اَفَاقَ۔ مَنِ افْتَتَحَ صَلَاتَهٗ قَائِمًا ثُمَّ عَجَزَ عَنِ الْقِیَامِ صَلّٰی قَاعِدًا اِذَا کَانَ قَادِرًا عَلَی الْقُعُوْدِ، وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ قَادِرًا عَلَی الْقُعُوْدِ صَلّٰی مُسْتَلْقِیًا بِالْاِیْمَاءِ۔

حل لغات: طَرَأَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مہموز اللام از باب فتح بمعنی اچانک آنا۔ اَلْاِغْمَاءُ: مصدر ہے باب افعال کا ناقص یائی سے بمعنی غشی طاری ہونا۔ اِسْتَمَرَّ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مضاعف ثلاثی از باب استفعال بمعنی ایک حالت پر باقی رہنا۔ اَفَاقَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف واوی از باب افعال بمعنی ہوش میں آنا۔

ترجمہ: جس شخص پر دیوانگی یا بے ہوشی طاری ہو گئی اور بے ہوشی اور دیوانگی پانچ نمازوں سے زیادہ وقت تک برقرار رہے تو اس شخص سے یہ ساری نمازیں ساقط (معاف) ہو جائیں گی۔ جس پر دیوانگی یا بے ہوشی طاری ہو گئی اور بے ہوشی اور دیوانگی پانچ نمازوں تک یا اس سے کم تک رہی تو ہوش میں آنے کے بعد اپنی نمازوں کی قضاء کرے۔ جس شخص نے نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر کھڑے ہونے سے عاجز آیا تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے جبکہ بیٹھنے پر قدرت رکھتا ہو اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تو چت لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے۔

تشریح: چونکہ دیوانگی اور بے ہوشی بھی ایک بیماری ہے اور یہ حالات انسان پر آتے رہتے ہیں اس لئے اب ان کے احکام بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ: اگر کسی شخص کو جنون لاحق ہو جائے یا اس پر غشی طاری ہو جائے اور یہ دیوانگی اور بے ہوشی (جبکہ یہ بے ہوشی قدرتی ہو شراب یا کوئی نشہ آور چیز سے نہ ہو) پانچ نمازوں کے اوقات سے زیادہ برقرار رہی یعنی ایک دن رات سے زیادہ ہو گئی اور چھٹی نماز کا وقت نکل گیا تو اس دوران فریضۂ نماز اس سے متعلق نہیں رہے گا اور چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضاء اس پر واجب نہ ہو گی، البتہ اگر بے ہوشی اور دیوانگی پانچ نمازوں تک یا اس سے کم نمازوں تک برقرار رہے یعنی ایک دن کے اندر اندر پھر افاقہ ہو جائے تو اب فوت شدہ نمازوں کی قضاء کرنا لازم ہو گا۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ مریض دوائی کی وجہ سے بے ہوش ہو۔ لیکن اگر کسی کی عقل شراب، بھنگ وغیرہ منشیات کی وجہ سے زائل ہو گئی ہو تو اس کے ذمہ نمازوں کی قضاء لازم ہے اگرچہ ایک دن رات سے زیادہ بے ہوش رہے اس لئے کہ اِس وقت ہوش کا زائل ہونا گناہ کی وجہ سے ہے اس لئے ایسا آدمی تخفیف اور سہولت کا مستحق نہیں۔

مَنِ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ الخ: اگر کوئی صحت مند شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا تھا کہ درمیان میں اس کو ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ وہ کھڑا رہنے یا رکوع، سجدہ کرنے پر قادر نہ رہا تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ بیٹھ کر رکوع، سجدہ کے ساتھ نماز ادا کرے اگر رکوع، سجدہ پر بھی قدرت نہیں تو اشارے سے نماز پڑھے اور بیٹھ بھی نہ سکتا ہو تو لیٹ کر ادا کرے۔

چند متفرق مسائل

(۱) اگر آپریشن کے لئے کسی کو بے ہوش کر دیا تو اگر بے ہوشی ایک دن رات یا اس سے کم رہی تو اس وقت کی نمازیں قضاء کی جائیں گی اور اگر چھٹی نماز کا وقت بھی بے ہوشی کی حالت میں گذر جائے تو اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ قضاء کر لی جائے۔ (۲) اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں وضو ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو کہ خون یا پیشاب نکل آئے گا اور بیٹھ کر نماز پڑھے تو ایسا نہ ہو گا، یا سجدہ کرنے کی صورت میں ناقضِ وضو پیش آئے گا اور رکوع اور سجدہ کا اشارہ کرنے کی صورت میں ایسا نہ ہو گا، تو پہلی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھے اور دوسری صورت میں اشارے سے رکوع و سجود کرے۔ (۳) تنہا کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے، لیکن امام کے ساتھ کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا، تو شروع میں امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے پھر بیٹھ جائے اور رکوع کے وقت کھڑا ہو جائے۔ (۴) نماز کا ابتدائی حصہ کسی بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر ادا کیا پھر درمیانِ نماز ہی صحت ہو گئی، اور اب کھڑے ہونے پر قدرت حاصل ہو گئی تو اب اِسی نماز کو کھڑے ہو کر ادا کرے۔ (۵) مریض اگر قبلہ کو پہچانتا ہو لیکن قبلے کی طرف منہ کرنے پر قادر نہیں اور ایسا کوئی شخص بھی نہیں ملتا جو اس کا منہ قبلے کی طرف کو پھیر دے تو جدھر منہ ہو اسی طرف اشارے سے نماز پڑھ لے۔ (۶) مریض نجس (ناپاک) بچھونے پر ہو تو اگر پاک بچھونا نہیں ملتا یا ملتا ہے لیکن کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کا بچھونا بدل دے اور مریض خود اٹھنے کے قابل نہیں یا بدلنے میں بہت تکلیف ہو خواہ معاون کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں اُسی نجس (ناپاک) بچھونے پر نماز پڑھ لینا درست ہے۔ (۷) نفل نماز میں اگر تھکاوٹ کی وجہ سے کوئی شخص دیوار یا لاٹھی سے ٹیک لگائے تو بلا کراہت درست ہے البتہ بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ نیز نفل نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں البتہ بلا عذر بیٹھ کر نفل پڑھنے میں آدھا ثواب ملے گا، لیکن سُنَنِ مؤکدہ بہر حال کھڑے ہو کر ہی پڑھنے ہوں گے۔

(۸) **کرسی یا اسٹول پر بیٹھ کر نماز پڑھنا:** جو شخص سجدہ پر قادر نہ ہو اور پاؤں وغیرہ میں تکلیف کی وجہ سے زمین پر کسی طرح بیٹھ بھی اس کے لئے مشکل ہو تو وہ کرسی یا اسٹول پر بیٹھ کر رکوع، سجدہ کے اشارہ سے نماز ادا کرے گا لیکن جو شخص کسی بھی طرح زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کر سکتا ہو اس کے لئے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا سخت مکروہ ہوگا، اسے زمین پر بیٹھ کر اشارے سے نماز ادا کرنی چاہیئے، آج کل اس معاملہ میں بہت کوتاہی ہوتی ہے۔ معمولی بہانے سے لوگ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہیں جبکہ کرسی پر نماز پڑھنے میں اور بھی کئی مفاسد اور خرابیاں ہیں، جیسے تکبّر کا شائبہ، صفوں کی ترتیب میں خلل وغیرہ۔ (مراقی مع طحطاوی، کبیری، کتاب الاختیار لتعلیل المختار، در مختار مع رد المحتار، تسہیل، قاموس)

قضاءُ الفوائتِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ (النساء ۱۰۳) يَجِبُ أَدَاءُ الصَّلَوَاتِ فِي أَوْقَاتِهَا۔ وَلَا يَجُوْزُ تَأْخِيْرُ الصَّلَاةِ عَنْ وَقْتِهَا بِدُوْنِ عُذْرٍ۔ وَمَنْ أَخَّرَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا بِعُذْرٍ لَزِمَهُ الْقَضَاءُ بَعْدَ زَوَالِ الْعُذْرِ۔ قَضَاءُ الْفَرْضِ فَرْضٌ۔ وَقَضَاءُ الْوَاجِبِ وَاجِبٌ۔ وَلَا تُقْضَى السُّنَنُ وَالنَّوَافِلُ إِلَّا إِذَا أُفْسِدَتْ بَعْدَ الشُّرُوْعِ فِيْهَا فَيَجِبُ قَضَاءُهَا۔ إِذَا فَاتَتْهُ سُنَّةُ الْفَجْرِ مَعَ الْفَرْضِ قَضَاهَا إِلَى قُبَيْلِ الزَّوَالِ۔ وَإِذَا فَاتَتْهُ سُنَّةُ الْفَجْرِ وَحْدَهَا لَمْ يَقْضِهَا۔

حلِّ لغات: مَوْقُوْتًا، صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول بمعنی مقرر کیا ہوا وقت۔ قُبَیْلٌ، قَبْلٌ کی تصغیر ہے بمعنی کچھ پہلے، تھوڑی دیر پہلے۔

ترجمہ: فوت شدہ نمازوں کی قضاء (کا بیان)۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک نماز مؤمنوں پر اوقاتِ مقررہ کے ساتھ فرض کر دی گئی ہے۔ (سورۂ نساء آیت نمبر ۱۰۳) نمازوں کو اپنے وقتوں میں ادا کرنا ضروری ہے۔ اور بغیر مجبوری کے نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں۔ اور جس شخص نے کسی مجبوری کی وجہ سے نماز کو اسکے وقت سے مؤخر کر دیا تو اس پر عذر ختم ہونے کے بعد قضاء ضروری ہے۔ فرض کی قضاء فرض ہے۔ اور واجب کی قضاء واجب ہے۔ اور سنتوں اور نفلوں کی قضاء نہیں کی جاتی مگر جب ان کو شروع کرنے کے بعد توڑ دیا جائے تو پھر ان کی قضاء ضروری ہے۔ جب فجر کی سنت فرض کے ساتھ قضاء ہو جائے تو سورج کے ڈھلنے سے تھوڑی دیر پہلے تک فرض نماز کے ساتھ سنت کی قضاء کرے اور جب فجر کی سنت اکیلی رہ جائے تو اس کی قضاء نہ کرے۔

تشریح: اسلام میں نماز کی جو اہمیت ہے اور قرآن و حدیث میں جس اہتمام، تاکید اور تکرار کے ساتھ نماز کا حکم دیا گیا ہے اس کے پیش نظر یہ بات بہت بعید ہے کہ کوئی مسلمان قصداً نماز چھوڑ دے بلکہ عہدِ نبوت میں تو منافقین کی بھی شاید ہی کوئی نماز فوت ہوتی تھی۔ اسی لئے فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے بھی عام طور پر "قضاءِ متروکات" (چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضاء) کے بجائے "قضاءِ فوائت" (چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضاء) کا عنوان اختیار کیا ہے۔ کہ نیند یا بھول سے تو نماز چھوٹ سکتی ہے لیکن جان بوجھ کر نہیں چھوڑی جاسکتی یہی مسلمان کے شایانِ شان ہے۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تو بغیر عذر کے نماز چھوڑنے والے کو مرتد قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ پنج وقتہ نماز بر وقت پڑھنے کا مکمل اہتمام رکھے، اور حتی الامکان نماز کو قضاء نہ ہونے دے۔ اور اگر بالفرض کوئی نماز کسی عذر کی وجہ سے قضاء ہو جائے تو پہلی فرصت میں اسے ادا کرلے، بلاوجہ تاخیر نہ کرے۔

بعض وہ اعذار جن کی بنا پر نماز کو مؤخر کرنے کی گنجائش ہے: اصل تو یہی ہے کہ کوئی نماز وقت سے قضاء نہ ہو، لیکن اگر کوئی معقول عذر پیش آجائے تو شریعت میں نماز کو وقت سے مؤخر کرنے کی گنجائش ہے۔ مثلاً (۱) دشمن کا خطرہ جیسے: چور، ڈاکو حملہ آور ہوں اور اسکی بنیاد پر کسی طرح بھی نماز پڑھنا ممکن نہ رہے، حتی کہ بھاگتے ہوئے سواری پر کسی بھی طرف نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہ ہو، تو ایسی صورت میں نماز کو مؤخر کرنے کی گنجائش ہے، بعد میں جب اطمینان کی حالت ہو تو نماز قضاء کی جائے۔

(۲) دائی کا پیدائش کے عمل میں مشغولی کے وقت بچہ کی یا اس کی ماں کی جان کا خطرہ محسوس کرنا، مثلاً بچہ کا سر ظاہر ہو چکا ہو، اب اسی درمیان میں اگر اس عمل کو چھوڑ دیا جائے تو معاملہ بگڑنے کا شدید اندیشہ رہتا ہے، تو ایسی صورت میں نماز کو مؤخر کرنا جائز ہے، الغرض ایسا کوئی بھی عذر جس کا تعلق جان یا مال کے تحفظ سے ہو، اس کی بنیاد پر نماز کو مؤخر کرنے کی گنجائش ہے۔ پھر فرض کی قضاء کرنا فرض ہے، واجب کی قضاء کرنا واجب ہے۔ نیز بعض سنتوں کی قضاء سنت ہے جیسے سنتِ فجر، ان کے علاوہ سنتوں اور نفلوں کی کوئی قضاء نہیں اس لئے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوۂ خندق کے موقع پر فوت ہونے والی نمازوں میں صرف فرض نمازوں کی قضاء کی تھی۔ لیکن اگر کوئی شخص سنتیں یا نوافل شروع کر کے توڑ دے تو اس پر ان کی قضاء کرنا واجب ہو جاتا ہے، اس لئے کہ سُنن اور نوافل شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں لہٰذا واجب کو توڑنے کی وجہ سے قضاء کرنا واجب ہے۔ سنتوں میں سے صرف سنتِ فجر کی قضاء ہے اس کی خصوصیت کے باعث، چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فجر کی نماز فوت ہوئی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرض کے ساتھ فجر سے پہلے سنت کی بھی قضاء فرمائی۔ دو شرطوں کے ساتھ: (۱) یہ سنتیں فرضوں سمیت فوت ہو جائیں، (۲) ان کی قضاء زوالِ آفتاب سے پہلے پہلے کی جائے۔ لہٰذا اگر اکیلی سنت فوت ہو جائے یا فرضوں کے ساتھ فوت ہو جائیں لیکن قضاء زوالِ آفتاب کے بعد کی جائے تو ان دونوں صورتوں میں صرف فرض کی قضاء کی جائے گی سنتوں کی نہیں۔ (حلبی کبیری، قاموس الفقہ، کتاب الاختیار لتعلیل المختار، الجوھرۃ النیرہ۔)

اَلتَّرْتِيْبُ وَاجِبٌ بَيْنَ الْوَقْتِيَّةِ وَالْفَائِتَةِ۔ فَلَا يَجُوْزُ اَدَاءُ الْوَقْتِيَّةِ قَبْلَ قَضَاءِ الْفَائِتَةِ۔ كَذَا التَّرْتِيْبُ وَاجِبٌ بَيْنَ الْفَوَائِتِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ۔ فَلَا يَجُوْزُ قَضَاءُ فَائِتَةِ الظُّهْرِ قَبْلَ قَضَاءِ فَائِتَةِ الصُّبْحِ مَثَلًا۔ كَذَا التَّرْتِيْبُ وَاجِبٌ بَيْنَ الْفَرَائِضِ وَالْوِتْرِ۔ فَلَا يَجُوْزُ اَدَاءُ الصُّبْحِ قَبْلَ قَضَاءِ فَائِتَةِ الْوِتْرِ۔

ترجمہ: وقتی نمازوں اور فوت شدہ نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے۔ لہٰذا وقتی نماز کی ادائیگی فوت شدہ نماز کی قضاء کرنے سے پہلے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ترتیب واجب ہے خود فوت شدہ نمازوں کے درمیان آپس میں۔ لہٰذا مثلاً ظہر کی فوت شدہ نماز کی قضاء فجر کی فوت شدہ نماز کی قضاء سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح فرض نمازوں اور وتر نماز کے درمیان بھی ترتیب واجب ہے، لہٰذا وتر کی فوت شدہ نماز کی قضاء سے پہلے فجر کی نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

تشریح: قضاء کرنے کا طریقہ: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے قضاء کی اہمیت بیان فرمائی کہ اگر کبھی نماز چھوٹ گئی تو جلد از جلد اس کی قضاء کرے اب یہاں سے قضاء کا طریقہ بیان فرماتے ہیں اس لئے کہ ہر کام کا شریعت میں اپنا ایک طریقۂ کار ہے، چنانچہ یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ وقتی نماز اور چھوٹی ہوئی نمازوں کے درمیان ترتیب کی رعایت رکھنا ضروری ہے یعنی پہلے قضاء نماز ادا کرنا ضروری ہے، اس

کے بعد وقتی نماز ادا کی جائے۔ مثال: کسی شخص کی ظہر کی نماز رہ گئی یہاں تک کہ عصر کا وقت شروع ہو گیا تو اس شخص پر واجب ہے کہ پہلے ظہر کی نماز کی قضاء پڑھے اس کے بعد عصر کی نماز ادا کرے لہٰذا اگر کسی نے پہلے وقتی نماز پڑھ لی پھر اس کے بعد قضاء نماز پڑھی تو اس کی وقتی نماز ادا نہیں ہوئی اس کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے اسی طرح اگر کسی شخص کی کئی نمازیں فوت ہو گئیں ہوں، تو خود ان فوت شدہ نمازوں کو ادا کرنے میں بھی ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ اس لئے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے فوت شدہ نمازوں کو جس ترتیب سے فوت ہو گئی تھیں اُسی ترتیب سے ادا فرمایا۔ اِسی طرح پنج وقتہ نمازوں اور وتر کی نماز کو بھی بالترتیب پڑھنا لازم ہے لہٰذا اگر کسی کی وتر نماز قضاء ہو جائے تو اگلے دن کی فجر کی نماز سے پہلے وتر کی قضاء ضروری ہے رات کے وتر کی قضاء کئے بغیر فجر کی نماز پڑھنا جائز نہ ہو گا۔

فائدہ: یاد رہے کہ ترتیب کا یہ مسئلہ اس شخص کے لئے ہے جو فقہ کی اصطلاح میں "صاحبِ ترتیب" کہلاتا ہے۔

صاحبِ ترتیب کی تعریف: صاحبِ ترتیب سے مراد وہ شخص ہے جس کے ذمہ بالغ ہونے کے بعد کوئی قضاء نماز نہ ہو یا اگر اس کے ذمہ قضاء نمازیں ہوں بھی تو پانچ یا اس سے کم ہوں، خواہ یہ فوت شدہ نمازیں مسلسل ہوں یا متفرق اوقات میں قضاء ہونے والی ہوں، نئی تازہ تازہ قضاء ہوئی ہوں یا پُرانی ذمہ میں ہوں۔ لہٰذا اگر کسی کے ذمہ چھ یا زیادہ نمازیں قضاء ہوں تو ایسا شخص صاحبِ ترتیب نہیں کہلائے گا۔

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق جو شخص صاحبِ ترتیب ہو گا اس کو اپنی ادا اور قضاء نمازوں میں ترتیب کا خیال رکھنا واجب ہو گا اور جو صاحبِ ترتیب نہ ہو اس کو اپنی ادا اور قضاء نمازوں میں ترتیب کی رعایت رکھنا واجب نہ ہو گا۔ (الجوہرۃ النیرۃ، کبیری، تسہیل)

إِنَّمَا يَجِبُ التَّرْتِيبُ فِيمَا بَيْنَ الْفَوَائِتِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ وَبَيْنَهَا وَبَيْنَ الْوَقْتِيَةِ إِذَا لَمْ تَبْلُغِ الْفَوَائِتُ سِتًّا سِوَى الْوِتْرِ۔ فَلَوْ كَانَتِ الْفَوَائِتُ أَقَلَّ مِنْ سِتِّ صَلَوَاتٍ وَأَرَادَ قَضَاءَ هَا يَلْزَمُهُ أَنْ يَقْضِيَ الصَّلَوَاتِ بِالتَّرْتِيبِ. فَيَقْضِي الصُّبْحَ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَالظُّهْرَ قَبْلَ الْعَصْرِ مَثَلاً۔ يَسْقُطُ وُجُوبُ التَّرْتِيبِ بِوَاحِدٍ مِنْ ثَلٰثَةِ أُمُوْرٍ: ۱۔ إِذَا بَلَغَتِ الْفَوَائِتُ سِتًّا سِوَى الْوِتْرِ۔ ۲۔ إِذَا خَافَ فَوَاتَ الْوَقْتِيَةِ لِضِيْقِ الْوَقْتِ۔ ۳۔ إِذَا نَسِيَ أَنَّ عَلَيْهِ فَائِتَةً فَصَلَّى الْوَقْتِيَةَ نَاسِياً۔ إِذَا كَانَتِ الصَّلَاةُ السَّادِسَةُ وِتْراً وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يَقْضِيَ الْوِتْرَ قَبْلَ أَدَاءِ الْفَجْرِ۔ إِذَا سَقَطَ التَّرْتِيبُ لِبُلُوْغِ الْفَوَائِتِ سِتًّا أَوْ أَكْثَرَ فَلَا يَعُوْدُ بَعْدَ مَا عَادَتِ الْفَوَائِتُ إِلَى الْقِلَّةِ كَأَنْ فَاتَتْهُ عَشْرُ صَلَوَاتٍ فَقَضَى مِنْهُنَّ تِسْعَ صَلَوَاتٍ وَبَقِيَتْ فَائِتَةٌ وَاحِدَةٌ ثُمَّ صَلَّى الْوَقْتِيَةَ ذَاكِراً قَبْلَ قَضَاءِ الْفَائِتَةِ جَازَ، وَصَحَّتْ صَلَاتُهُ لِسُقُوْطِ التَّرْتِيبِ عَنْهُ۔

حلِّ لُغات: لَا يَعُوْدُ، صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی معلوم اجوف واوی از باب نصر بمعنی لوٹنا۔

ترجمہ: سوائے اسکے نہیں کہ فوت شدہ نمازوں کی آپس میں اور فوت شدہ نمازوں اور وقت کی فرض نمازوں کے درمیان ترتیب اس وقت واجب ہے کہ جب فوت شدہ نمازیں وتر کے علاوہ چھ تک نہ پہنچی ہوں، پس اگر فوت شدہ نمازیں چھ نمازوں سے کم ہوں اور وہ (نمازی) ان کی قضاء کرنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ نمازوں کی قضاء ترتیب سے کرے، مثلاً فجر کی نماز کی قضاء ظہر سے پہلے کرے اور ظہر کی عصر سے پہلے۔ تین باتوں میں سے کسی ایک بات (کے پائے جانے) کی وجہ سے ترتیب کا وجوب ختم ہو جاتا ہے۔ (۱) جب فوت شدہ نمازوں کی تعداد وتر کو چھوڑ کر چھ ہو جائے۔ (۲) جب وقت کی تنگی کیوجہ سے وقتی

نماز کے قضاء ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ (۳) جب اس بات کو بھول جائے کہ اسکے ذمہ کوئی فوت شدہ نماز ہے اور وقتی نماز بھول کر پڑھ لے۔ جب ترتیب ساقط ہو جائے فوت شدہ نمازوں کے چھ یا اس سے زیادہ ہو جانے کی وجہ سے تو اب فوت شدہ نمازوں کے کمی کی طرف لوٹ آنے کیوجہ سے ترتیب (کا حکم) دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے گا جیسا کہ کسی سے دس نمازیں فوت ہو گئیں پس اس نے ان میں سے نو نمازوں کی قضاء کرلی اور ایک فوت شدہ نماز باقی رہ گئی پھر اس نے وقتی نماز پڑھ لی اس ایک فوت شدہ نماز کو یاد رکھتے ہوئے تو جائز ہے۔ اور اس کی نماز درست ہے ترتیب کے ساقط ہو جانے کی وجہ سے۔

تشریح: نمازوں میں ترتیب کا واجب ہونا: مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق نماز پڑھنا اس وقت واجب ہے کہ جب فوت شدہ نمازیں تھوڑی ہوں یعنی وتر کی علاوہ چھ نمازوں سے کم ہوں پانچ یا اس سے کم ہوں۔ اگر فوت شدہ نمازوں کی تعداد چھ یا اس سے زیادہ ہو تو اسکا حکم آگے آرہا ہے۔

يَسْقُطُ وُجُوْبُ التَّرْتِيْبِ الخ: یہاں سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کن اعذار سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے؟۔ مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق نماز پڑھنا عام حالات میں واجب ہے مگر درج ذیل تین صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جائے تو نمازوں میں ترتیب کا خیال رکھنا صاحب ترتیب پر واجب نہیں رہتا۔ (۱) ترتیب کو ساقط کرنے والی پہلی صورت: جب فوت شدہ نمازوں کی تعداد وتر کو چھوڑ کر چھ ہو جائے اور چھٹی نماز کا وقت ختم ہو جائے تو اب ترتیب ضروری نہیں رہے گی نہ فوت شدہ نمازوں کی آپس میں اور نہ وقتی نماز کے ساتھ کیونکہ اس صورت میں فوت شدہ نمازیں کثرت کی حد میں داخل ہو جائینگی اور کثیر نمازوں میں ترتیب کا اگر حکم برقرار رکھا جائے تو لوگ حرج اور مشقت میں مبتلا ہو جائیں گے، پھر مصنف رحمہ اللہ نے "سِوَى الْوِتْرِ" کہا یعنی وتر کو چھوڑ کر جب چھ نمازیں ہو جائیں کیونکہ ترتیب کو ساقط کرنے میں وتر کا کوئی دخل نہیں ہے اس لئے کہ ترتیب کو ساقط کرنے والی چیز نمازوں کی کثرت ہے اور کثرت اوقات کی زیادتی سے حاصل ہوتی ہے اور وتر کا اپنا کوئی مستقل وقت نہیں۔ البتہ وتر کی ترتیب فجر کے ساتھ ضروری ہے جیسا کہ پہلے گذر گیا۔

(۲) ترتیب کو ساقط کرنے والی دوسری صورت: وقتیہ نماز کا وقت اتنا تنگ ہو جائے کہ اگر ترتیب کا خیال رکھتے ہوئے پہلے قضاء نماز پڑھے گا تو وقتی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو اور مسنون طریقہ پر اسے ادا نہ کیا جاسکے۔ تو ایسی صورت میں وقتی نماز کو مقدم کرے پھر اسکے بعد فوت شدہ نماز کی قضاء کرے کیونکہ اس صورت میں اگر ترتیب واجب قرار دی جائے تو وقتی نماز کو فوت کرنا لازم آتا ہے اور یہ عقلمندی نہیں کہ مفقود کی تلاش میں موجود کو ضائع کیا جائے۔ مثلاً کسی شخص کی ظہر کی نماز فوت ہو گئی اور نماز عصر کے اخیر وقت میں اسے یاد آیا کہ ظہر اور عصر دونوں نمازیں ادا کرنی ہیں حالانکہ عصر کا وقت ختم ہونے میں پانچ منٹ باقی ہیں جس میں صرف ایک نماز پڑھ سکتا ہے، اب اگر یہ شخص ترتیب کی رعایت رکھتے ہوئے عصر سے پہلے ظہر کی نماز پڑھتا ہے تو خود عصر کی نماز قضاء ہو جائے گی، چنانچہ ایسی صورت میں ترتیب ضروری نہیں بلکہ پہلے عصر اپنے وقت میں پڑھے پھر ظہر کی قضاء پڑھے۔

(۳)ترتیب کوساقط کرنے والی تیسری صورت:فوت شدہ نماز بالکل یاد ہی نہ رہےیعنی کسی شخص کے ذمہ قضاء نماز تھی ایک یادو یا تین یا چار یا پانچ اور اس نے بھول کر وقتی نماز پڑھ لی اور یہ یاد نہ رہا کہ میرے ذمہ قضاء نماز ہے نماز کے بعد یاد آیا تو اس شخص پر ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں،اِس کی وقتیہ نماز ہوگئی اب صرف فوت شدہ نمازپڑھ لے وقتیہ کو دُہرانے کی ضرورت نہیں۔نیز حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ بھولی ہوئی نمازکاوقت وہی ہے جب وہ یاد آجائے اور یہاں فوت شدہ نماز وقتی نماز کے بعد یاد آئی ہے۔(مراقی مع طحطاوی،ردالمحتار، کبیری، تسہیل الحقائق)

إِذَا كَانَتِ الصَّلَاةُ السَّادِسَةُ وِتْرًا الخ: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جب وتر کو چھوڑ کر نمازوں کی تعداد چھ ہوجائے تو ترتیب ساقط ہوجائے گی جس سے معلوم ہوا کہ قضاء ہونے والی چھٹی نماز کا بھی وتر کے علاوہ ہونا ضروری ہے لہٰذا اگروتر کوملاکر قضاء نمازوں کی تعداد چھ بنتی ہے اور وتر اُن میں سے آخری اور چھٹی نماز ہے تو ابھی تک ترتیب کاحکم برقرار ہے لہٰذا اس صورت میں جب تک وتر کی قضاء نہیں پڑھی اس وقت تک فجر کی ادانماز نہیں پڑھ سکتا۔

إِذَا سَقَطَ التَّرْتِيبُ الخ: یہاں سے یہ بتاناچاہتے ہیں کہ جب فوت شدہ نمازیں چھ یا چھ سےزائد ہوجائیں تو بعض کی ادائیگی سے ترتیب کاحکم دوبارہ لاگو نہیں ہوگا،وضاحت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگرکسی شخص کےذمہ چھ سے زائد نمازیں قضاء ہوگئیں تھیں پھراس نےان کوادا کرنا شروع کیا،ادا کرتا رہا تا آں کہ تعداد چھ سے کم رہ گئی،تواب اسکے لئے ترتیب کا حکم دوبارہ عائد نہ ہوگا۔کہ اب پہلے فوت شدہ نماز پڑھ لے پھر وقتیہ پڑھے، نہیں ایسانہیں ہوگا بلکہ فوت شدہ نماز کولوٹائے بغیر پہلے وقتیہ نمازپڑھ سکتا ہے۔ جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو مثال سے واضح فرمایا ہے۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے ایک مہینہ تک نمازیں نہیں پڑھیں پھران سب نمازوں کی قضاء کرلی سوائے ایک دونمازوں کے تو اب اگرچہ اسکے ذمہ فوت شدہ نمازیں صرف دو باقی رہ گئیں لیکن پھر بھی یہ شخص ان دونمازوں کواداکرنے سے پہلے وقتیہ نمازپڑھ سکتا ہے۔(بحرالرائق،نہرالفائق،شامی،مراقی مع طحطاوی)

لَوْ صَلَّى الْوَقْتِيَّةَ وَهُوَ يَذْكُرُ أَنَّ عَلَيْهِ فَائِتَةً فَسَدَ فَرْضُهُ وَلٰكِنْ يَكُونُ هٰذَا الْفَسَادُ مَوْقُوفًا۔فَإِنْ صَلَّى خَمْسَ صَلَوَاتٍ قَبْلَ قَضَاءِ الْفَائِتَةِ وَهُوَ ذَاكِرٌ لِلْفَائِتَةِ زَالَ الْفَسَادُ بِخُرُوجِ وَقْتِ الْخَامِسَةِ الْمُؤَدَّاةِ وَصَحَّتِ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ عَنِ الْفَرْضِ۔وَلٰكِنْ إِذَا قَضَى الْفَائِتَةَ قَبْلَ خُرُوجِ وَقْتِ الْخَامِسَةِ الْمُؤَدَّاةِ بَطَلَ الْفَرْضُ وَصَارَتْ صَلَوَاتُهُ كُلُّهَا نَفْلًا فَيَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَقْضِيَ هٰذِهِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ الَّتِي صَلَّاهَا قَبْلَ قَضَاءِ الْفَائِتَةِ۔إِذَا كَثُرَتِ الْفَوَائِتُ يَحْتَاجُ إِلَى تَعْيِينِ كُلِّ صَلَاةٍ عِنْدَ الْقَضَاءِ۔وَلٰكِنْ إِذَا تَعَذَّرَ عَلَيْهِ تَعْيِينُ كُلِّ صَلَاةٍ يَنْوِي مَثَلًا أَنَّهُ يَقْضِيَ أَوَّلَ ظُهْرٍ فَاتَهُ،أَوْ اٰخِرَ ظُهْرٍ فَاتَهُ۔

حلِّ لُغات: اَلْمُؤَدَّاةِ،صیغہ واحد مؤنث بحث اسم مفعول مہموزالفاء ناقص یائی از باب تفعیل بمعنی ادا کی ہوئی۔ هٰذِهِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ میں اَلصَّلَوَاتِ مجرور ہے باوجودیکہ یَقْضِيَ کا مفعول بہ ہے،جرکی وجہ یہ ہے کہ صَلَوَات جمع مؤنث سالم ہے اس کا نصب جر کے تابع ہے۔

ترجمہ: اگر (نمازی نے) وقتی نماز پڑھ لی اس حال میں کہ اس کو یہ بات یاد ہے کہ اس کے ذمہ فوت شدہ نماز ہے، تو اُس کی فرض نماز فاسد ہوجائے گی لیکن یہ فساد موقوف ہوگا، پس اگر اس نے فوت شدہ نماز کی قضاء سے پہلے پانچ نمازیں پڑھ لیں جبکہ فوت شدہ نماز اس کو یاد ہے تو فساد ختم ہوجائے گا پانچویں ادا نماز کے وقت کے نکلتے ہی اور پانچوں نمازیں بطورِ فرض کے درست ہوجائینگی۔ لیکن جب فوت شدہ نماز کی قضاء پڑھی پانچویں ادا نماز کے وقت کے نکلنے سے پہلے تو اس کی فرض نمازوں کی فرضیت باطل ہوگئی اور اسکی ساری نمازیں نفل ہوجائیں گی، چنانچہ اس کے ذمہ واجب ہے کہ اِن پانچوں نمازوں کی قضاء کرے جو اس نے فوت شدہ نماز کی قضاء سے پہلے پڑھی ہیں۔ جب فوت شدہ نمازیں زیادہ ہوں تو قضاء پڑھنے کے وقت ہر نماز کو متعین کرنے کی ضرورت ہے لیکن جب ہر نماز کو متعین کرنا اس کے لئے مشکل ہو تو یہ نیت کرے کہ میں پہلے ظہر کی نماز جو مجھ سے فوت ہوئی ہے اس کی قضاء پڑھتا ہوں یا آخری ظہر کی نماز جو مجھ سے فوت ہوئی ہے۔

تشریح: چونکہ اس سے پہلے یہ بیان کیا کہ جب صاحبِ ترتیب شخص کے ذمہ ایک سے لے کر پانچ تک نمازوں کی قضاء ہو تو جب تک ان کی قضاء نہ کرلے اس وقت تک وقتی نماز پڑھنا اسکے لئے جائز نہیں، تو اب مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی صاحبِ ترتیب شخص نے ایسا کیا تو اُس کا کیا حکم ہوگا؟ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: اگر کسی شخص کے ذمہ کوئی قضاء نماز ہے (جیسے فجر کی نماز) اور اس نے قضاء نماز یاد ہوتے ہوئے وقتی نماز (ظہر کی نماز) پڑھ لی تو ترتیب کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے اسکی یہ وقتی نماز فاسد ہوجائے گی۔ لیکن اس نماز کا فساد موقوف (رُکا ہوا) رہے گا یعنی ابھی فاسد ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ اگر اس نے ظہر کی نماز کے بعد فجر کی قضاء نماز یاد ہوتے ہوئے تیسری (عصر کی) نماز پڑھ لی تو یہ نماز بھی فاسد ہوجائے گی، مگر اس کے فساد کا حکم بھی موقوف رہے گا۔ اس کے بعد چوتھی نماز (مغرب کی) فجر کی قضاء نماز کے یاد ہوتے ہوئے پڑھ لی تو مغرب کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی۔ مگر اس کے فساد کا حکم بھی موقوف رہے گا۔ پھر اُس نے فجر کی قضاء نماز یاد ہوتے ہوئے پانچویں نماز (عشاء کی) بھی پڑھ لی تو یہ عشاء کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی اور اِسکا فساد موقوف رہے گا، ابھی گذشتہ فجر کی نماز ذمہ میں باقی تھی کہ اس نے اگلے دن کی فجر کی نماز بھی پڑھ لی تو اُس کی یہ نماز بھی فاسد ہوجائے گی اور اس کے فساد کے ساتھ ہی فاسد نمازوں کی تعداد چھ ہوجائیگی۔ پھر فجر کا وقت نکلتے ہی ترتیب کا حکم ساقط ہوجائے گا اور پہلے ادا کی ہوئی ساری نمازیں جن کے فاسد ہونے کا حکم موقوف تھا سب صحیح ہوجائینگی اور اُن کا فساد ختم ہوجائے گا۔ لیکن اگر اس شخص نے چھٹی نماز (اگلے دن فجر کی نماز) کے ادا کرنے سے پہلے پہلے یا فجر کا وقت نکلنے سے پہلے پہلے پچھلی فجر کی قضاء نماز پڑھ لی تو اس کی یہ تمام نمازیں نفل ہوجائینگی اور اس شخص کے ذمہ واجب ہے کہ قضاء نماز (فجر) پڑھنے سے پہلے اس نے جتنی وقتی نمازیں پڑھی ہیں انہیں دوبارہ پڑھ لے۔ دونوں مسئلوں میں فرق واضح ہے۔

قضائے عمری کا مسئلہ: اِذَا كَثُرَتِ الْفَوَائِتُ الخ: یہاں سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کسی بے نمازی شخص نے توبہ کرلی تو عمر بھر جتنی نمازیں قضاء ہوئی ہیں سب کی قضاء پڑھنا واجب ہے۔ توبہ سے نمازیں معاف نہیں ہوتیں البتہ نماز نہ پڑھنے کی وجہ

سے جو گناہ ہوا تھا وہ معاف ہوگیا۔اب اگر ان کی قضاء نہیں پڑھے گا تو پھر گنہگار ہوگا۔ یاد رہے کہ قضائے عُمری کا طریقہ صرف اور صرف قضاء نمازوں کا پڑھنا ہے اس کے علاوہ ہمارے معاشرے میں جو قضائے عُمری سے متعلق باتیں مشہور ہورہی ہیں کہ خاص ایام یا خاص راتوں میں چند نمازوں سے یا توبہ سے ساری عمر کی قضاء نماز بغیر پڑھے معاف ہوجاتی ہیں، یہ سب مَن گھڑت ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔چنانچہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں بعض لوگ نمازِ جمعہ کے بعد قضائے عُمری کے نام سے دو رکعت باجماعت پڑھتے ہیں، پڑھنے والوں کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ قضاء شدہ نمازوں سے ذمہ فارغ ہوجاتا ہے اس مرؤجہ قضائے عُمری کو علماءِ دیوبند نے بدعتِ سیۂ میں شمار کیا ہے اسلئے اس میں شرکت نہیں کرنی چاہیئے۔(فتاویٰ حقانیہ ج۳)

قضائے عُمری کا طریقہ: آدمی کو چاہیئے کہ زندگی بھر میں اس سے جتنی نمازیں فوت ہوئی ہیں اُن کا حساب لگا کر (اور اگر یقینی تعداد یاد نہ ہو تو خوب سوچ بچار کے بعد اندازہ کرکے) جس قدر جلدی ہو اپنی فرض نماز کیساتھ تھوڑا تھوڑا کرکے ادا کرے اور اس طرح نیت کرے کہ فلاں سال کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کی (مثلاً) فجر کی (پہلی یا دوسری) نماز پڑھتا ہوں بغیر اس طرح نیت کئے قضاء صحیح نہیں ہوتی۔اسی کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا "يَحْتَاجُ إِلَى تَعْيِيْنِ كُلِّ صَلَاةٍ عِنْدَ الْقَضَاءِ"۔

وَلَكِنْ إِذَا تَعَذَّرَ الخ. پھر چونکہ یہ نمازیں تعداد میں زیادہ بھی ہوسکتی ہیں جن کا یاد رکھنا مشکل ہے لہٰذا اگر کسی کو دن، تاریخ، مہینہ، سال کی تعداد یاد نہ ہو کہ کون سا دن تھا اور کونسی نماز پہلے قضاء ہوئی تھی تو اندازہ کرے، جو تعداد اندازہ میں زیادہ سے زیادہ آئے اس کو اختیار کرے اور ہر نماز کے لئے یوں نیت کرے کہ ظہر کی جتنی نمازیں میرے ذمہ ہیں اُن میں سے پہلی قضاء پڑھتا ہوں، یا آخری نماز پڑھتا ہوں اسی طرح (عصر، مغرب وغیرہ کے لئے) نیت کرتا رہے یہاں تک کہ دل گواہی دے دے کہ سب نمازیں پوری ہوگئیں۔(مراقی الفلاح مع طحطاوی، تسہیل، درمختار مع ردالمحتار)

چند متفرق مسائل

(۱) فوت شدہ نمازوں کی قضاء برسرعام نہ لی جائے کیونکہ نماز کا ذمہ میں قضاء رہنا معصیت ہے، اور معصیت کا اظہار بھی معصیت ہے لہٰذا جہاں تک ممکن ہو قضاء نمازوں کی ادائیگی میں اِخفاء اور پوشیدگی سے کام لینا چاہیئے۔دوسروں کے سامنے اظہار کرکے نمازوں کا قضاء کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔(درمختار مع ردالمحتار)

(۲) عام نوافل کے مقابلہ میں فوت شدہ نمازوں کی قضاء افضل اور اہم ہے۔جن سُنن اور نوافل کی تاکید احادیث میں وارد ہے، مثلاً نمازوں سے پہلے یا بعد کی سُننِ مؤکدہ یا صلوٰۃ التسبیح اور تحیۃ المسجد وغیرہ، ان کو تو اپنے وقتوں پر ادا کرنا ہی افضل ہے، لیکن انکے علاوہ دیگر عام نوافل کے مقابلہ میں قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام اولیٰ اور بہتر ہے۔(طحطاوی)

(۳) اگر فوت شدہ نماز جماعت سے ادا کرنی ہو تو اگر وہ جہری نماز ہو اور رات کو ادا کی جارہی ہو تو بلند آواز سے قرأت کی جائے اور اگر سرّی ہو تو آہستہ آواز سے قرأت کی جائے۔اور اگر تنہا ادا کرنی ہو تو بہتر ہے کہ گھر میں ادا کی جائے سرّی کو تو سرًا اور جہری اگر دن میں قضاء کرے تو آہستہ آواز سے قرأت کرنا واجب ہے اور اگر رات کو قضاء کرے تو اختیار ہے گو جہر کیساتھ پڑھنا افضل ہے۔(قاموس الفقہ، فتاویٰ قاضیخان ج.۱، صفحہ ۱۰۵، مکتبہ اشرفیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

إِدْرَاكُ الْفَرِيْضَةِ بِالْجَمَاعَةِ

إِذَا أُقِيْمَتِ الْجَمَاعَةُ بَعْدَ مَا شَرَعَ الْمُنْفَرِدُ فِيْ صَلَاةِ الْفَرْضِ وَلَمْ يَسْجُدْ بَعْدُ، قَطَعَ صَلَاتَهُ بِتَسْلِيْمَةٍ قَائِماً وَاقْتَدٰى بِالْإِمَامِ۔ إِذَا أُقِيْمَتِ الْجَمَاعَةُ بَعْدَ مَا شَرَعَ فِيْ فَرْضِ الْفَجْرِ أَوِ الْمَغْرِبِ وَسَجَدَ قَطَعَ صَلَاتَهُ وَاقْتَدٰى بِالْإِمَامِ۔ إِذَا أُقِيْمَتِ الْجَمَاعَةُ بَعْدَ مَا شَرَعَ فِيْ فَرْضٍ رُبَاعِيٍّ وَأَتَمَّ رَكْعَةً وَاحِدَةً ضَمَّ إِلَيْهَا رَكْعَةً ثَانِيَةً، ثُمَّ يُسَلِّمُ وَيَقْتَدِيْ بِالْإِمَامِ بِنِيَّةِ الْفَرْضِ، وَتَصِيْرُ الرَّكْعَتَانِ صَلَّاهُمَا مُنْفَرِداً نَافِلَةً۔ إِذَا أُقِيْمَتِ الْجَمَاعَةُ بَعْدَ مَا صَلّٰى ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ مِنْ رُبَاعِيَّةٍ أَتَمَّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يَقْتَدِيْ بِالْإِمَامِ بِنِيَّةِ النَّفْلِ فِي الظُّهْرِ وَالْعِشَاءِ، وَلَا يَقْتَدِيْ بِهٖ بِنِيَّةِ النَّفْلِ فِي الْعَصْرِ۔ إِذَا أُقِيْمَتِ الْجَمَاعَةُ بَعْدَ مَا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ مِنْ رُبَاعِيَّةٍ وَقَامَ لِلرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ، وَلَمْ يَسْجُدْ بَعْدُ قَطَعَ صَلَاتَهُ قَائِماً بِتَسْلِيْمَةٍ، ثُمَّ يَقْتَدِيْ بِالْإِمَامِ بِنِيَّةِ الْفَرْضِ۔

حلّ لغات: رُبَاعِيَّةٌ؛ چار رکعت والی نماز۔ بَعْدُ؛ مبنی بر ضم ہے بمعنی ابھی تک۔

ترجمہ: فرض نماز کو جماعت کے ساتھ پانے کا بیان: جب جماعت کھڑی کردی گئی منفرد کے فرض نماز کو شروع کرنے کے بعد اور اُس نے ابھی تک سجدہ نہ کیا ہو، تو وہ قیام ہی کی حالت میں ایک سلام پھیر کر اپنی نماز ختم کردے اور امام کی اقتداء کرے۔ جب جماعت کھڑی کردی گئی (کسی کے) فجر یا مغرب کی فرض نماز شروع کرنے کے بعد جبکہ سجدہ بھی کر چکا ہو تو بھی اپنی نماز ختم کردے اور امام کی اقتداء کرے۔ جب جماعت کھڑی کردی گئی (کسی کے) چار رکعت والی فرض نماز شروع کردینے کے بعد جبکہ وہ ایک رکعت مکمل کر چکا ہو تو وہ اس ایک رکعت کے ساتھ دوسری رکعت بھی ملالے، پھر سلام پھیرلے اور فرض کی نیت کر کے امام کی اقتداء کرے۔ اور وہ دونوں رکعتیں جو اس نے اکیلے پڑھی ہیں وہ نفل ہو جائیں گی۔ جب جماعت کھڑی کردی گئی (کسی شخص کے) چار رکعت والی نماز میں سے تین رکعت پڑھنے کے بعد تو وہ چار رکعت پوری کرلے پھر ظہر اور عشاء میں نفل کی نیت کر کے امام کی اقتداء کرے۔ اور عصر میں نفل نماز کی نیت سے امام کی اقتداء نہ کرے۔ جب جماعت کھڑی کردی گئی بعد اسکے کہ چار رکعت والی نماز میں سے دو رکعت پڑھ چکا ہو، اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو چکا ہو اور ابھی تک سجدہ نہ کیا ہو تو قیام ہی کی حالت میں ایک طرف سلام پھیر کر اپنی نماز توڑ دے، پھر امام کی اقتداء کرے فرض کی نیت سے۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ جماعت میں شامل ہونے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں: نیز اس باب سے مقصود اُن متفرق مسائل کو بیان کرنا ہے جو فرائض کو کامل طریقہ سے ادا کرنے کے متعلق ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ بلا عذر قصداً عبادت کو توڑنا حرام ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "لَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ" (یعنی اپنے اعمال کو باطل مت کرو) کی وجہ سے۔ البتہ عبادت کو کامل بنانے کے لئے توڑنا جائز ہے، اس لئے کہ بظاہر تو یہ توڑنا نظر آرہا ہے لیکن حقیقت میں یہ توڑنا نہیں بلکہ پہلے کی تکمیل ہے اور اعتبار حقیقت کا ہوتا ہے۔ جیسے مسجد کی نئی تعمیر کے لئے پُرانی تعمیر کو توڑنا یا ایک جگہ سجدہ کرنے کے لئے سر رکھا کہ کوئی کانٹا یا تکلیف دِہ چیز پیشانی کو لگ گئی جسکی وجہ سے سجدہ اطمینان سے نہ ہو سکا اب اس سجدہ کو توڑ کر دوسرا سجدہ کیا تو یہ دو سجدے

شمار نہیں کئے جائینگے بلکہ دوسرا پہلے کو مکمل کرنے والا ہے۔پس چونکہ تنہا نماز پڑھنے سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے اس لئے اس ثواب کو حاصل کرنے کے لئے منفرد کا اپنی نماز کو توڑنا جائز ہے۔

اگر کسی شخص نے انفرادی طور پر کسی فرض نماز کی نیت باندھ لی تھی،اسی دوران اُسی مسجد میں وہ نماز باجماعت پڑھی جانے لگی،تو اب یہ الگ پڑھنے والا شخص کیا کرے؟اس بارے میں فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے درج ذیل تفصیل فرمائی ہے: (۱)جب جماعت کھڑی ہوجائے اور تنہا نماز پڑھنے والے نے ابھی تک پہلی رکعت کا سجدہ بھی نہ کیا ہو تو کھڑے کھڑے ایک طرف سلام پھیر کر اپنی نماز توڑ دے اوراس کے بعد امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہوجائے،کوئی بھی نماز ہو۔

فائدہ: متن میں "اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ" (نماز کھڑی کردی جائے)اس سے امام کا نماز کو تکبیرِ تحریمہ کہہ کر شروع کرنا مراد ہے، مؤذن کا اقامت شروع کرنا مراد نہیں۔نیز جن صورتوں میں نماز پوری کرلی جائے اُن میں سے فجر، عصر،مغرب میں تو دوبارہ شریکِ جماعت نہ ہو البتہ ظہر اور عشاء میں بطورِ نفل شریک ہو جائے۔

(۲)اگر وہ نماز دو یا تین رکعت والی ہو(مثلاً فجر،یا مغرب)،اور اس نمازی نے ایک رکعت پڑھی ہو لیکن ابھی تک دوسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو حکم یہ ہے کہ اپنی نماز توڑ کر امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہوجائے۔

(۳)اوراگر دو یا تین رکعت والی نماز میں دوسری رکعت کا سجدہ کرچکا ہے تو اب اپنی ہی نماز پوری کرے،جماعت میں شریک نہ ہو۔(یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں)

(۴)اگر نماز چار رکعت والی ہے(مثلاً ظہر،اور عشاء)اورابھی اس نمازی نے پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو فوراً کھڑے کھڑے ایک سلام کے ذریعہ نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہوجائے۔(یہ صورت بھی متن میں مذکور نہیں)

(۵)اوراگر چار رکعت والی نماز میں پہلی رکعت کا سجدہ کرچکا ہے تو فوراً نماز نہ توڑے ،بلکہ دوسری رکعت ملا کر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور جماعت میں فرض کی نیت سے شریک ہوجائے،اور یہ دو رکعتیں نفل ہوجائینگی۔اور اگر تین رکعت پڑھ چکا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو اب اپنی نماز نہ توڑے، بلکہ اسے پوری کرے،اور بعد میں بطورِ نفل امام کے ساتھ شریک ہوجائے بشرطیکہ یہ صورت ظہر یا عشاء میں پیش آجائے۔(یہ صورت عصر میں نہیں ہوسکتی اسلئے کہ عصر کے فرض پڑھنے کے بعد کوئی بھی نفل نماز پڑھنا منع ہے)اسی کو مصنف رحمہ اللہ نے اپنے قول وَلَا يَقْتَدِيْ بِهِ بِنِيَّةِ النَّفْلِ فِي الْعَصْرِ سے ذکر کیا ہے۔

(۶)اوراگر چار رکعت والی نماز میں دو رکعتیں پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہی ہوا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی اور اس نے ابھی تک تیسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو بھی کھڑے کھڑے ایک طرف سلام پھیر کر اپنی نماز توڑ دے اور جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے جماعت میں فرض کی نیت کرکے شامل ہوجائے ۔(مراقی الفلاح مع طحطاوی،درمختار مع رد المحتار، تسہیل،غنیۃ المستملی، نہر الفائق)

إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ لِلْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ مَا شَرَعَ فِي سُنَّةِ الْجُمُعَةِ أَتَمَّ رَكْعَتَيْنِ وَسَلَّمَ وَقَضَى سُنَّةَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْفَرْضِ۔ إِذَا أُقِيمَتِ الْجَمَاعَةُ بَعْدَ مَا شَرَعَ فِي سُنَّةِ الظُّهْرِ أَتَمَّ رَكْعَتَيْنِ وَسَلَّمَ وَاقْتَدٰى بِالْإِمَامِ. وَقَضَى السُّنَّةَ بَعْدَ الْفَرْضِ۔ إِذَا حَضَرَ الْمَسْجِدَ بَعْدَ مَا أُقِيمَتِ الْجَمَاعَةُ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ صَلَّى السُّنَّةَ فِي خَارِجِ الْمَسْجِدِ أَوْ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، إِنْ غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ أَنَّهٗ يُدْرِكُ الْإِمَامَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ۔ إِذَا خَشِيَ فَوَاتَ الْوَقْتِ أَوِ الْجَمَاعَةِ صَلَّى الْفَرْضَ وَتَرَكَ السُّنَّةَ۔

حلِّ لغات: نَاحِيَةٌ: بمعنی کنارہ، گوشہ۔ جمع نَوَاحِيْ۔

ترجمہ: جب امام جمعہ کے دن خطبہ کے لئے نکلے (کسی شخص کے) جمعہ کی سنت کو شروع کرنے کے بعد تو وہ دو رکعتیں پوری کرے اور سلام پھیر دے اور جمعہ کی چار سنت فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد قضاء کرے۔ جب جماعت کھڑی کردی جائے (کسی شخص کے) ظہر کی سنت کو شروع کرنے کے بعد تو دو رکعتیں پوری کرے اور سلام پھیر دے اور امام کی پیروی کرے۔ اور سنتوں کی قضاء فرض نماز کے بعد کرے۔ جب کوئی شخص مسجد میں پہنچے فجر کی نماز کے لئے جماعت کھڑی کی جانے کے بعد تو وہ سنت مسجد سے باہر پڑھے یا مسجد کے ایک گوشہ میں پڑھے بشرطیکہ اس کا غالب گمان ہو کہ امام کو دوسری رکعت میں پالے گا۔ جب وقت کے ختم ہونے یا جماعت کے فوت ہونے کا اس کو اندیشہ ہو تو فرض نماز پڑھ لے اور سنت کو چھوڑ دے۔

تشریح: جمعہ کی سنت کے دوران خطبہ شروع ہو جائے تو کیا کرے؟ اگر کوئی شخص جمعہ کی سنت پڑھ رہا تھا کہ اسی دوران خطیب نے خطبہ شروع کردیا تو راجح قول کے مطابق اس سنت پڑھنے والے شخص کو چاہیئے کہ دو رکعت پر سلام پھیر کر خطبہ سننے میں مشغول ہو جائے اور یہ دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی اور نمازِ جمعہ کے بعد سنت دوبارہ ادا کرے۔ اسی طرح حال ظہر کی نماز میں بھی ہے۔

فائدہ: نفل یا سنت پڑھتے ہوئے جماعت کھڑی ہوگئی تو کیا کرے؟ اگر نفل یا سنت کی نیت باندھ رکھی تھی کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو اب تین صورتیں ہیں: (۱) اگر اس نے ابھی دو رکعت پوری نہیں کی ہیں تو فوراً نماز نہ توڑے، بلکہ دو رکعت پوری کرکے سلام پھیر لے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔ (۲) اور اگر سنت کی تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو چکا تھا مگر ابھی سجدہ نہیں کیا تھا تو واپس آکر قعدہ میں سلام پھیر دے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔ (۳) اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ بھی کرلیا تھا تو اب چوتھی رکعت پوری کرکے ہی جماعت میں شریک ہو جائے۔ (درمختار مع ردالمحتار)

إِذَا حَضَرَ الْمَسْجِدَ الخ: اس سے پہلے وہ مسائل بیان ہوگئے کہ جن میں دورانِ سنت جماعت کھڑی ہو جائے، اب یہاں سے وہ مسائل بیان فرماتے ہیں جن میں پہلے سے جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور بعد میں نمازی مسجد میں پہنچے تو آیا یہ سنتوں میں مشغول ہو جائے یا جماعت میں شامل ہو جائے؟ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب نمازی ایسے وقت مسجد میں پہنچے کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی تو فوراً آتے ہی جماعت میں شریک ہو جائے سنتوں میں مشغول نہ ہو اسلئے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا کہ: جب نماز کی جماعت شروع ہوچکی ہو تو اب اس فرض کے سوا اور کوئی نماز ادا نہ کی جائے۔(بخاری) لیکن یہ بات ظہر کی نماز میں ہے اگر فجر کی نماز ہے تو اس کا حکم الگ ہے۔

فجر کی سنتوں کا مسئلہ: فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ مؤکد ہیں اس لئے اگر فجر کے وقت مسجد میں اس حال میں پہنچا کہ جماعت شروع ہوچکی ہے تو فجر کی سنت پڑھے یا نہ پڑھے؟ اس بارے میں درج ذیل صورتیں ہیں: (۱) اگر مسجد کشادہ ہے اور باہر برآمدہ یا صحن تک صفیں نہیں پہنچ رہی ہیں، تو اگر سنت کی ادائیگی کے بعد امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شریک ہونے کی امید ہو تو باہر حصہ میں (جماعت کی جگہ سے دور ہٹ کر) سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہوجائے۔ (۲) اگر یہ اندیشہ ہے کہ سنتوں میں مشغول ہوجانے کی وجہ سے فجر کا وقت ہی نکل جائے گا اور نماز قضاء ہوجائے گی یا پوری جماعت ہی چھوٹ جائے گی تو اب سنت نہ پڑھے، بلکہ جماعت میں شریک ہوجائے۔ (۳) اگر مسجد میں ایک ہی ہال ہے نہ کوئی برآمدہ اور نہ کوئی صحن نہ ہی الگ کوئی کمرا ہے تو اب صف سے علیحدہ مسجد کے کسی گوشہ میں یا کسی ستون کے پیچھے یا دروازہ کے پاس سنت پڑھ لے، لیکن اگر نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے صفیں پورے ہال میں پیچھے تک پہنچ چکی ہوں اور کوئی جگہ خالی نہ ہو، تو اس صورت میں فجر کی سنت چھوڑ دے اور جماعت میں شریک ہوجائے اس لئے کہ فرض کی صفوں کے ساتھ ملکر سنتیں پڑھنا سخت مکروہ ہے۔ اور سنت پر عمل کرنے کے بجائے مکروہ کام سے بچنا ضروری ہے۔ (در مختار مع ردالمحتار، مراقی مع طحطاوی، غنیۃ المستملی شرح المنیۃ)

مَنْ أَدْرَكَ إِمَامَهٗ فِي الرُّكُوْعِ فَقَدْ أَدْرَكَ تِلْكَ الرَّكْعَةَ۔ وَإِنْ رَفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهٗ قَبْلَ رُكُوْعِ الْمُقْتَدِيْ فَقَدْ فَاتَتْهُ تِلْكَ الرَّكْعَةُ۔ يُكْرَهُ الْخُرُوْجُ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ مَا أُذِّنَ فِيْهِ حَتّٰى يُصَلِّيَ۔ لَا يُكْرَهُ الْخُرُوْجُ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ مَا أُذِّنَ فِيْهِ لِلَّذِيْ هُوَ إِمَامٌ، أَوْ مُؤَذِّنٌ فِيْ مَسْجِدٍ اٰخَرَ۔ إِذَا أُقِيْمَتْ جَمَاعَةُ الظُّهْرِ، أَوِ الْعِشَاءِ بَعْدَ مَا صَلّٰى مُنْفَرِدًا كُرِهَ لَهُ الْخُرُوْجُ مِنَ الْمَسْجِدِ، بَلْ يَنْبَغِيْ لَهٗ أَنْ يُّصَلِّيَ مَعَ الْإِمَامِ بِنِيَّةِ النَّفْلِ۔ إِذَا أُقِيْمَتْ جَمَاعَةُ الْفَجْرِ، أَوِ الْعَصْرِ، أَوِ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا صَلّٰى مُنْفَرِدًا لَا يُكْرَهُ لَهُ الْخُرُوْجُ مِنَ الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ: جس نے اپنے امام کو رکوع میں پالیا تو تحقیق اس نے اس رکعت کو پالیا۔ اور اگر امام نے اپنا سر اٹھالیا مقتدی کے رکوع کرنے سے پہلے تو تحقیق اس مقتدی سے وہ رکعت چھوٹ گئی۔ مسجد سے نکلنا مکروہ ہے مسجد میں اذان ہوجانے کے بعد یہاں تک کہ نماز پڑھ لے۔ مسجد میں اذان ہوجانے کے بعد اس شخص کے لئے مسجد سے نکلنا مکروہ نہیں ہے جو کسی دوسری مسجد میں امام یا مؤذن ہو۔ جب ظہر یا عشاء کی جماعت کھڑی ہوجائے (کسی شخص کے) اکیلے نماز پڑھنے کے بعد تو اس کے لئے (بھی) مسجد سے نکلنا مکروہ ہے، بلکہ اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ امام کے ساتھ نفل کی نیت سے نماز پڑھ لے۔ جب فجر، یا عصر، یا مغرب کی جماعت کھڑی ہوجائے (کسی شخص کے) تنہا نماز پڑھنے کے بعد تو اس کے لئے مسجد سے نکلنا مکروہ نہیں۔

تشریح: مَنْ أَدْرَكَ الخ۔ سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امام کے ساتھ رکوع کو پانا ہی گویا رکعت کو پانا ہے اور رکوع کا نہ پانا گویا اس رکعت کو نہ پانا ہے۔

وَاِنْ رَفَعَ الخ: سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت پہنچا کہ امام رکوع میں ہے اور وہ اللہ اکبر کہہ کر اتنا عر
کہ امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا تو اس نے امام کے ساتھ یہ رکعت نہیں پائی کیونکہ رکعت پانے کے لئے یہ شرط ہے کہ امام
کے ساتھ قیام یا رکوع میں شریک ہو جبکہ یہ شخص نہ قیام میں شریک ہوا نہ رکوع میں۔

فائدہ: اگر مقتدی اس حالت میں رکوع کے لئے جُھکا کہ امام رکوع سے اٹھ رہا ہے مگر ابھی اِتنا کھڑا ہوا تھا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکتے تھے، اس حال میں مقتدی اتنا جُھک گیا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکتے ہیں تو اس کو یہ رکعت مل گئی ہے بقدرِ ایک تسبیح رکوع میں ٹھہر کر پھر امام کا اتباع کرے۔ نیز بعض لوگ امام کے رکوع میں چلے جانے پر رکعت حاصل کرنے میں بڑی بے احتیاطی کرتے ہیں کہ دوڑتے ہوئے آئے، (جبکہ جماعت میں شامل ہونے کے لئے دوڑنا منع ہے) جلدی جلدی نیت کی اور اللہ اکبر کہہ کر بغیر ہاتھ باندھے رکوع میں چلے گئے بعض دفعہ اس پہلی بار اللہ اکبر کہتے وقت اچھی طرح سیدھے کھڑے بھی نہیں ہوتے کہ اِسی تکبیر سے رکوع میں چلے جاتے ہیں جس سے تکبیرِ تحریمہ بھی باقاعدہ ادا نہیں ہوتی (جبکہ تکبیرِ تحریمہ کے وقت سیدھا کھڑا ہونا فرض ہے) یاد رکھنا چاہیئے کہ اس مقام پر مُنْدَرِجَۂ ذَیْل چار چیزیں ضروری ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی چھوٹ گئی تو نماز ہی نہیں ہوگی پھر رکوع ملنے کا کیا فائدہ؟ (۱) جماعت شروع ہونے کے بعد شامل ہونے والا مقتدی پہلے نماز کی نیت کرے۔ (۲) پھر اطمینان کے ساتھ (۳) تکبیرِ تحریمہ۔ (۴) کھڑے ہو کر کہے اور قاعدہ کے مطابق ہاتھ باندھ لے۔ پھر اگر امام رکوع میں ہے تو دوسری دفعہ تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔

يُكْرَهُ الْخُرُوْجُ الخ: یہاں سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آدمی پہلے سے مسجد میں موجود ہو اور اُسی مسجد میں اذان ہوگئی تو اب اس مسجد سے بغیر نماز پڑھے نکلنا مکروہ ہے، ہاں اگر اس شخص کے ساتھ کسی دوسری مسجد کی جماعت کا انتظام متعلق ہو مثلاً وہ دوسری مسجد کا امام ہے یا مؤذن ہے یا دوسری مسجد کی چابیاں اس کے پاس ہیں۔ اور کوئی دوسرا شخص یہ کام سرانجام نہ دے سکے، یا ان کی عدمِ موجودگی میں قوم کے بگڑ جانے کا خطرہ ہو تو پھر نکلنا مکروہ نہیں کیونکہ یہ شخص در حقیقت تکمیل کے لئے نکل رہا ہے۔

اِذَا اُقِيْمَتْ جَمَاعَةُ الظُّهْرِ الخ: یعنی اگر اس شخص نے وقت کی نماز پڑھ لی ہو جس کے لئے اذان دی گئی تو اگر یہ ظہر یا عشاء کی نماز ہو (اور مؤذن نے اقامت شروع کردی ہو) تو اب نہ نکلے بلکہ نفل کی نیت کر کے جماعت میں شامل ہو جائے کیونکہ اب نکلے گا تو اس پر مخالفتِ جماعت کی تہمت لگے گی۔ جبکہ دیگر نمازوں میں نکلنا مکروہ نہیں اسلئے کہ وہ ایک دفعہ اللہ کے داعی یعنی مؤذن کی دعوت کو قبول کرچکا ہے۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی، درمختار مع رد المحتار)

فِدْيَةُ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ

اِذَا اَصْبَحَ الْمَرِيْضُ قَادِرًا عَلٰى قَضَاءِ مَا فَاتَهُ مِنَ الصَّلَاةِ، وَلَوْ بِالْاِيْمَاءِ، وَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يَقْضِيَهَا وَجَبَ عَلَيْهِ اَنْ يُوْصِيَ وَلِيَّهُ بِاَدَاءِ فِدْيَةِ الصَّلَوَاتِ الْفَائِتَةِ۔ كَذَا اِذَا اَصْبَحَ الْمَرِيْضُ قَادِرًا عَلٰى قَضَاءِ مَا فَاتَهُ مِنَ الصِّيَامِ وَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يَقْضِيَهَا وَجَبَ عَلَيْهِ اَنْ يُوْصِيَ وَلِيَّهُ بِاَدَاءِ فِدْيَةِ الصِّيَامِ الْفَائِتَةِ۔ كَذَا اِذَا مَاتَ الْمَرِيْضُ قَبْلَ اَنْ يَقْضِيَ فَائِتَةَ الْوِتْرِ وَهُوَ قَادِرٌ عَلَيْهِ وَجَبَ عَلَيْهِ اَنْ يُوْصِيَ وَلِيَّهُ بِاَدَاءِ فِدْيَتِهَا۔

حلِّ لغات: فِدْيَةٌ، مال جو چھڑانے کے لئے دیا جائے۔ جمع فِدًی۔ وَلِيٌّ، صیغہ واحد مذکر بحث صفتِ مشبہ لفیفِ مفروق از باب حسِب بمعنی دوست، قریبی رشتہ دار، (یہاں مراد فوت ہونے والے کے مال کا اختیار رکھنے والا۔)

ترجمہ: نمازاور روزہ کا فدیہ: جب مریض قادر ہوجائے اس نماز کی قضاء پر جواس سے فوت ہوئی ہے، اگر چہ اشارہ سے ہی ہو، اور مرجائے اِن فوت شدہ نمازوں کی قضاء کرنے سے پہلے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنے وارث کووصیت کرے فوت شدہ نمازوں کا فدیہ دینے کی۔ اسی طرح جب بیمار قادر ہوجائے اُن روزوں کی قضاء پر جواس سے چھوٹ گئے ہوں اورانکی قضاء کرنے سے پہلے مرجائے تو اس پر ضروری ہے کہ اپنے وارث کو فوت شدہ روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرے۔ اسی طرح جب بیمار مرجائے فوت شدہ وتر(کی نماز) کی قضاء کرنے سے پہلے جب کہ وہ قادر تھا وتر کی ادائیگی پر تو اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنے وارث کو فوت شدہ وتر کے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت کرے۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نمازاورروزے کا فدیہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

فدیہ: فدیہ اور فِداء ہم معنٰی ہیں: انسان کسی تکلیف دِہ چیز سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے جو معاوضہ ادا کرتا ہے وہی فدیہ کہلاتا ہے۔

نماز کا فدیہ: اگر کسی کی کچھ نمازیں کسی عذر کی وجہ سے قضاء ہوگئیں اور مریض فوت شدہ نمازوں کوادا کرنے پر قادر ہوجائے کسی بھی طریقے سے، چاہے سر کے اشارے سے کیوں نہ ہو، تو ان کی قضاء کرے جس طرح بھی ہو، زندگی میں فوت شدہ نمازوں کے فدیہ کی ادائیگی کی کوئی شکل نہیں لیکن اسکے باوجود کہ نمازوں کی قضاء کرنے پر قادر تھا موت تک نمازوں کی قضاء کرنے کی نوبت نہیں آئی تاں آں کہ اس کی موت کا وقت آجائے تو مرتے وقت نمازوں کی طرف سے فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔ اور اگر قدرت ہی نہ ملی تو پھر وصیت بھی واجب نہیں چاہے نمازیں تھوڑی ہوں یا زیادہ۔ اِسی طرح جب مریض تندرست ہوجائے تو روزوں کی قضاء رکھنا واجب ہے۔ تو اب اگر مرض کے بعد اتنے دن زندہ رہا جتنے دن کے روزے نہیں رکھے تو فوت شدہ تمام روزوں کی قضاء لازم ہے اور اگر چند دن زندہ رہا تو بقدرِ صحت روزوں کی قضاء ضروری ہوگی مثلاً مرض کی وجہ سے کسی شخص کے بیس (۲۰) روزے فوت ہوگئے پھر تندرست ہونے کے بعد وہ بیس (۲۰) دن زندہ رہا تو اس پر بیس (۲۰) دنوں کی قضاء واجب ہے اور اگر تندرست ہونے کے بعد دس(۱۰)دن زندہ رہا تو اب اس پر دس روزوں کی قضاء واجب ہے بیس دن کی نہیں۔ لیکن اگر کسی نے موقع ملنے کے باوجود قضاء روزے نہیں رکھے تا آں کہ موت کا وقت آگیا تو اب جتنے دن صحت کے بعد زندہ رہا اُتنے دنوں کے روزوں کے فدیہ کی وصیت اس پر لازم ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔ یہی سارا حال جو مریض کا تھا مسافر کا بھی ہے۔

فائدہ: کتاب میں جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ وَمَاتَ قَبْلَ اَنْ یَقْضِیَھَا وَجَبَ عَلَیْهِ الخ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے تھوڑی دیر پہلے وصیت کرنا لازم ہے یہ مطلب نہیں کہ قضاء کرنے سے پہلے مرگیا تو اب وصیت لازم ہے اس لئے کہ مرنے کے بعد وہ وصیت کیسے کرے گا؟

وتر: فدیہ کے سلسلہ میں جو حال پانچ نمازوں کا ہے وہی وتر کا بھی ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، مراقی مع طحطاوی، غنیۃ المستملی)

وَالْوَلِيُّ يُخْرِجُ الْفِدْيَةَ مِنْ ثُلُثِ الْمِيْرَاثِ، فِدْيَةُ صَلَاةِ كُلِّ وَقْتٍ: نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قُمْحٍ أَوْ قِيْمَتُهُ، أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ أَوْ قِيْمَتُهُ، فِدْيَةُ صَوْمِ كُلِّ يَوْمٍ: نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قُمْحٍ أَوْ قِيْمَتُهُ، أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ أَوْ قِيْمَتُهُ۔ يَجُوْزُ لِلْوَلِيِّ أَنْ يَّدْفَعَ فِدْيَةَ الصَّلَوَاتِ بِتَمَامِهَا إِلٰى فَقِيْرٍ وَاحِدٍ۔ كَذَا يَجُوْزُ أَنْ يَّدْفَعَ فِدْيَةَ الصِّيَامِ كُلِّهَا إِلٰى فَقِيْرٍ وَاحِدٍ۔ وَلٰكِنْ لَا يَجُوْزُ أَنْ يَّدْفَعَ فِدْيَةَ كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ إِلٰى فَقِيْرٍ وَاحِدٍ أَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ صَاعٍ مِنَ الْقُمْحِ فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ۔ إِذَا لَمْ يُوْصِ الْمَيِّتُ وَلِيَّهُ بِأَدَاءِ الْفِدْيَةِ وَلٰكِنْ تَبَرَّعَ عَنْهُ وَلِيُّهُ يُرْجٰى قُبُوْلُهُ۔

حلّ لغات: مِيْرَاثٌ؛ صیغہ واحد بحث اسم آلہ کبریٰ مثال واوی ازباب حَسِبَ يَحْسِبُ بمعنی میت کا ترکہ۔ جمع مَوَارِيْثُ۔ صَاعٌ؛ ایک قسم کا پیمانہ جو ساڑھے تین سیر کے مساوی ہے۔ جمع أَصْوَاعٌ۔ قُمْحٌ؛ قاف کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بمعنی گندم۔ شَعِيْرٌ؛ بمعنی جو۔ تَبَرَّعَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح ازباب تفعُّل بمعنی صدقہ کرنا، احسان کرنا۔

ترجمہ: اور وارث فدیہ مالِ میراث کی تہائی سے نکالے۔ ہر وقت کی نماز کا فدیہ: گندم میں سے آدھا صاع ہے یا اسکی قیمت ہے یا جو میں سے ایک صاع ہے یا اس کی قیمت ہے۔ ہر دن کے روزہ کا فدیہ: گندم کا آدھا صاع ہے یا اسکی قیمت ہے یا جو کا ایک صاع ہے یا اسکی قیمت ہے۔ وارث کے لئے جائز ہے یہ بات کہ تمام نمازوں کا فدیہ ایک ہی فقیر کو دیدے۔ اسی طرح تمام (فوت شدہ) روزوں کا فدیہ ایک ہی فقیر کو دیدے۔ لیکن یہ بات جائز نہیں کہ قسم کے کفّارے کا فدیہ ایک ہی دن میں گندم کے آدھے صاع سے زیادہ ایک ہی فقیر کو دیدے۔ جب مرنے والا اپنے وارث کو فدیہ ادا کرنے کی وصیّت نہ کرے لیکن اس کی طرف سے اس کا وارث اپنی طرف سے احسان کرکے فدیہ ادا کرے تو اس کی قبولیت کی امید کی جاسکتی ہے۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمایا کہ: جس شخص کے ذمہ قضاء نمازیں یا روزے ہوں تو مرتے وقت فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہے تو اب یہاں سے یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ فدیہ کونسے مال سے دیا جائے گا؟ نیز فدیہ کی مقدار کیا ہے؟ اور فدیہ کس کو دیا جاسکتا ہے؟ نیز فدیہ کی وصیت کب ضروری ہے اور کب نہیں؟ چنانچہ فرمایا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: ولی میراث کی تہائی سے فدیہ نکالے۔ ولی اس شخص کو کہتے ہیں جس کو مرنے والا اپنے مال کے متعلق نگران اور ذمہ دار بنائے چاہے وہ میت کا وارث ہو یا اجنبی، لیکن چونکہ عام طور سے مال کا نگران وارث ہوتا ہے اس لئے ہم نے ولی کا ترجمہ وارث سے کیا ہے۔

ثلث المال کا مطلب: یہ ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اسکے مال میں سے سب سے پہلے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا جاتا ہے، پھر اگر کچھ مال بچ جائے تو قرضے ادا کئے جاتے ہیں اگر ہوں، اور اگر قرضے نہ ہوں یا ہوں لیکن مال بچ گیا ہے تو اب دیکھا جائے گا کہ اس نے کوئی وصیت کی ہے یا نہیں اگر وصیت کی ہے تو اب مال کے تین حصے کردیئے جائیں گے ایک حصہ (تہائی) وصیتوں میں خرچ کیا جائے گا مرنے والے کا حق صرف مال کے تیسرے حصے میں ہے باقی دو حصوں سے وارثوں کا حق متعلق ہے۔ اور باقی دو حصے وارث آپس میں تقسیم کرلیں گے اور اگر کوئی وصیت نہیں کی تو پورا مال وارثوں کا ہوگا۔

فدیہ کی مقدار: اگر گندم سے دینا ہے تو فی نماز آدھا صاع گندم یا آدھا صاع گندم کی قیمت۔ آدھا صاع سے مراد، اسّی تولے کے سیر کے حساب سے پونے دوسیر ہے۔(جس کا موجودہ حساب کتاب تقریباً ایک کلو ۵۷۵ گرام ہے)اور اگر جَو، کشمش، کھجور وغیرہ سے دینا چاہے تو پھر پورا ایک صاع جَو یا اس کی قیمت دیدے۔صاع اسّی تولہ کے سیر کے حساب سے ساڑھے تین سیر ہے جس کا موجودہ وزن تقریباً تین کلو ۱۵۰ گرام ہے۔ لہٰذا دن رات کی پانچ فرض اور ایک وتر ملا کر چھ نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس کلو گندم یا اس کی قیمت دینا چاہیئے۔یہی حال ایک روزے کے فدیہ کا بھی ہے۔(قاموس، کتاب السائل، مراقی مع طحطاوی)

وَلٰكِنْ لَّا يَجُوْزُ الخ: سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ولی کو نماز اور روزوں کے فدیہ میں یہ اختیار ہے کہ ایک ہی فقیر کو سارا فدیہ دیدے۔ لیکن اگر کسی نے قسم کھانے کے بعد قسم توڑ دی تو اس پر اس قسم کا کفّارہ لازم ہے اور قسم کے کفارہ میں قرآن نے تین باتوں کا اختیار دیا ہے:(۱) دس مسکینوں کو کھانا کھلانا(۲) یا دس مسکینوں کو درمیانہ کپڑا پہنانا(۳) یا ایک غلام آزاد کرنا۔پس اگر ان تینوں باتوں میں سے کسی کی طاقت نہ ہو تو پھر مسلسل تین دن روزے رکھنا ضروری ہے تو اب اگر قسم توڑنے والے نے کھانا کھلانے کو اختیار کیا تو اس کو اختیار ہے چاہے تو دس مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر درمیانہ کھانا کھلادے اور چاہے تو فی مسکین کو آدھا صاع گندم یا اسکی قیمت دیدے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ قسم کے فدیہ میں سے ایک مسکین کو ایک دن میں آدھے صاع گندم یا اس کی قیمت سے زیادہ دینا جائز نہیں بلکہ دس مسکینوں کو دینا پڑے گا اس لئے کہ قسم کے کفّارہ میں دس مسکینوں کا عدد مقصود ہے۔

إِذَا لَمْ يُوْصِ الْمَيِّتُ الخ: یہاں سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ولی کے ذمہ مال کے تہائی سے فدیہ دینا اس وقت واجب ہے کہ جب مرنے والے نے فدیہ کی وصیت کی ہو اور اگر وصیت نہیں کی تو اب سارا مال وارثوں کا ہے ان کے ذمہ فدیہ دینا واجب تو نہیں لیکن اگر وہ میت پر احسان کریں اور خوش دلی سے اس کے نماز، روزوں کا فدیہ دیدیں تو امید ہے کہ میت کا ذمہ عنداللہ بری ہو جائے گا۔

لَا يَصِحُّ لِلْوَلِيِّ أَنْ يَّصُوْمَ عَنِ الْمَيِّتِ عِوَضاً عَنْ صِيَامِهِ الْفَائِتَةِ۔ كَذَا لَا يَصِحُّ لِلْوَلِيِّ أَنْ يُّصَلِّيَ عَنِ الْمَيِّتِ عِوَضاً عَنْ صَلَوَاتِهِ الْفَائِتَةِ۔ إِذَا مَاتَ الْمَرِيْضُ قَبْلَ أَنْ يَّقْدِرَ عَلٰى أَدَاءِ الصَّلَاةِ بِالْإِيْمَاءِ لَا يَلْزَمُهُ الْإِيْصَاءُ بِأَدَاءِ الْفِدْيَةِ سَوَاءٌ كَانَتِ الصَّلَوَاتُ الْفَائِتَةُ كَثِيْرَةً أَوْ قَلِيْلَةً۔ كَذَا إِذَا مَاتَ الْمَرِيْضُ قَبْلَ أَنْ يَّقْدِرَ عَلٰى قَضَاءِ الصِّيَامِ الَّتِيْ فَاتَتْهُ فِيْ مَرَضِ مَوْتِهٖ لَا يَلْزَمُهُ الْإِيْصَاءُ سَوَاءٌ كَانَتِ الصِّيَامُ الْفَائِتَةُ كَثِيْرَةً أَوْ قَلِيْلَةً۔ وَكَذَا إِذَا مَاتَ الْمُسَافِرُ قَبْلَ الْإِقَامَةِ لَا يَلْزَمُهُ الْإِيْصَاءُ بِأَدَاءِ فِدْيَةِ الصِّيَامِ۔

حلّ لغات: عِوَضاً، بمعنی بدلہ۔ جمع أَعْوَاض۔

ترجمہ: ولی کے لئے درست نہیں ہے یہ بات کہ وہ مردے کی طرف سے اس کے فوت شدہ روزوں کے بدلہ میں روزہ رکھے۔ اسی طرح ولی کے لئے درست نہیں ہے یہ بات کہ وہ مردے کی طرف سے اس کے فوت شدہ نمازوں کے بدلہ میں نماز پڑھے۔ جب مریض انتقال کر جائے نماز کو اشارہ سے ادا کرنے پر قادر ہونے سے پہلے تو اس پر فدیہ کی ادائیگی کی وصیت کر

ضروری نہیں ہے خواہ فوت شدہ نمازیں زیادہ ہوں یا کم۔ اسی طرح جب مریض مرجائے اُن روزوں کی قضاء پر قادر ہونے سے پہلے جو روزے اس سے اس کے مرض الوفات میں فوت ہوگئے ہوں تو اس پر وصیت کرنا ضروری نہیں ہے برابر ہے کہ فوت شدہ روزے زیادہ ہوں یا تھوڑے ہوں۔ اور اسی طرح جب مسافر مقیم بننے سے پہلے ہی انتقال کرجائے تو اس پر روزوں کے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت کرنا ضروری نہیں ہے۔

تشریح: ولی یا غیر ولی کوئی شخص بھی میت کی طرف سے نہ اسکے فوت شدہ نمازوں کے عوض نماز پڑھ سکتا ہے نہ روزوں کے بدلے روزے رکھ سکتا ہے بلکہ صرف اسکی طرف سے کھانا کھلا سکتا ہے یا اس کھانے کے پیسے دے سکتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں ایسا ہی وارد ہوا ہے۔ (مراقی الفلاح)

إِذَا مَاتَ الْمَرِيْضُ الخ: بیمار آدمی جب بیماری کے دوران ہی فوت ہوجائے اور اس کو قضاء کا موقع نہ مل سکے تو اس پر نہ قضاء نمازوں کے فدیہ کی وصیت لازم ہے نہ قضاء روزوں کے فدیہ کی وصیت لازم ہے چاہے یہ قضاء نمازیں اور روزے زیادہ ہوں یا تھوڑے۔ یہی حال مسافر کا بھی ہے چونکہ دورانِ سفر روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے لہٰذا اگر کسی مسافر نے اس رخصت پر عمل کرتے ہوئے روزہ توڑ دیا یا سرے سے رکھا ہی نہیں پھر اسی سفر میں مرگیا تو اس پر روزوں کی قضاء لازم نہیں یعنی عند اللہ اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا اور نہ ہی فدیہ واجب ہوگا۔ (مراقی مع طحطاوی، تسہیل)

سُجُوْدُ السَّهْوِ

تَعْرِيْفُ السُّجُوْدِ: اَلسَّهْوُ لُغَةً: نِسْيَانُ الشَّيْءِ، وَالْغَفْلَةُ عَنْهُ۔ وَالْمَقْصُوْدُ هُنَا: خَلَلٌ يُوْقِعُهُ الْمُصَلِّيْ فِيْ صَلَاتِهِ، سَوَاءٌ كَانَ عَمَدًا أَوْ نِسْيَانًا، وَيَكُوْنُ السُّجُوْدُ، وَمَحَلُّهُ فِيْ آخِرِ الصَّلَاةِ، جَبْرًا لِذٰلِكَ الْخَلَلِ۔

دَلِيْلُ مَشْرُوْعِيَّتِهٖ: وَدَلِيْلُ مَشْرُوْعِيَّتِهٖ مَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهٗ ذُو الْيَدَيْنِ: اَلصَّلَاةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ)، أَنَقَصَتْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ﴿أَحَقٌّ مَا يَقُوْلُ؟﴾ قَالُوْا: نَعَمْ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔ رَوَى الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ ﷺ أَنَّهٗ قَالَ: صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: قَامَ مِنَ اثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ۔ ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ، فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ، فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ وَنَظَرْنَا تَسْلِيْمَهٗ، كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ سَلَّمَ۔ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ، وَأَبُوْ دَاؤُدَ وَغَيْرُهُمَا عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ، فَلَمْ يَسْتَتِمَّ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ، وَإِذَا اسْتَتَمَّ قَائِمًا فَلَا يَجْلِسْ، وَيَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ﴾۔

حل لغات: خَلَلٌ، بمعنی فساد۔ جَبْرًا مصدر ہے باب نصر کا بمعنی درست کرنا، نقصان کو پورا کرنا۔

ترجمہ: سجدۂ سہو: سجدۂ سہو کی تعریف: سہو لغت کے اعتبار سے کسی چیز کو بھولنے اور اس سے غافل ہوجانے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں مقصود ایسی خرابی ہے جس کو نمازی اپنی نماز میں ڈالے۔ برابر ہے کہ وہ خرابی پیدا کرنا جان بوجھ کر ہو یا بھول کر۔ اور سجدۂ سہو اور اس کا موقع

و محل نماز کے آخر میں ہے اس خرابی کو دور کرنے کے لئے۔ سجدۂ سہو کے مشروع ہونے کی دلیل: سجدۂ سہو کے مشروع ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ہمیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی، پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام پھیرا تو ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہوگئی؟ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: سچ ہے وہ بات جو ذوالیدین کہہ رہا ہے؟ تو لوگوں نے عرض کیا جی ہاں، چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو رکعتیں اور پڑھائیں پھر دو سجدے کیئے۔ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن بُحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں میں سے ایک نماز کی دو رکعتیں پڑھائیں، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہر کی دو رکعتوں پر کھڑے ہوگئے پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوگئے اور نہیں بیٹھے چنانچہ لوگ بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کھڑے ہوگئے، پھر جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نماز پوری فرمائی اور ہم نے سلام پھیرنے کا انتظار کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام سے پہلے تکبیر کہی پھر دو سجدے کئے بیٹھ کر پھر سلام پھیرا۔ اور ابن ماجہ اور ابو داؤد وغیرہ رحمہم اللہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ جب تم میں سے کوئی دو رکعتوں کو پڑھنے پر کھڑا ہو جائے اور سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو تو اس کو چاہیئے کہ بیٹھ جائے اور جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو نہ بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کرے"۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ ادا اور قضاء نماز کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب اس چیز کو بیان فرماتے ہیں جو نماز میں (چاہے ادا ہو یا قضا) واقع ہونے والے خلل اور نقصان کی تلافی کرے یعنی سجدۂ سہو کے بیان کو شروع فرمایا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چند احادیث مبارکہ سے سجدۂ سہو کی مشروعیت کو ثابت فرمایا ہے۔

"سہو" لغت میں نسیان کو کہتے ہیں یعنی کسی چیز کا اس کی ضرورت کے وقت یاد نہ رہنا اور یہ دونوں ایک ہیں، البتہ سہو اور نسیان میں تھوڑا سا فرق ہے۔ نسیان کہتے ہیں کسی چیز کے ذہن میں آنے کے بعد مکمل طور پر ذہن سے غائب ہو جانا جبکہ سہو کہتے ہیں بھول کو جو کبھی تو اس چیز سے ہوتی ہے جو آدمی جانتا ہے اور کبھی اس چیز سے جو آدمی نہیں جانتا۔ پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سجود السہو کہا جس کا مطلب ہے وہ سجدہ جس کا سبب بھول ہے لہٰذا جان بوجھ کر نماز میں کچھ چھوڑ دینے کے لئے سجدۂ سہو کافی نہ ہوگا۔

فائدہ: پہلی حدیث میں جو ذوالیدین کا لفظ آیا ہے یہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا لقب ہے جس کا اپنا نام خِرْبَاق رضی اللہ عنہ ہے چونکہ انکے ہاتھ ذرا لمبے تھے اس لئے ذوالیدین (بمعنی ہاتھوں والے) سے مشہور تھے۔ نیز یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب نماز میں باتیں کرنا ممنوع نہیں ہوا تھا اس لئے سوال وجواب اور گفتگو کے باوجود بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھا دیں بعد میں دورانِ نماز گفتگو ممنوع قرار دی گئی۔

تنبیہ: اَلْفِقْهُ المیسر کے بعض نسخوں میں یہ مذکورہ بالا عبارت سجود السہو کے عنوان سے جو ہے یہ نہیں ملتی۔

أَحْكَامُ سُجُوْدِ السَّهْوِ

مَنْ تَرَكَ رُكْناً مِنْ أَرْكَانِ الصَّلَاةِ بَطَلَتْ صَلَاتُهُ، وَوَجَبَ عَلَيْهِ إِعَادَةُ الصَّلَاةِ. وَلَا يُجْبَرُ نُقْصَانُ الصَّلَاةِ بِسُجُوْدِ السَّهْوِ، أَوْ بِشَيْئٍ أُخَرَ. سَوَاءٌ كَانَ تَرْكُ الرُّكْنِ عَامِداً أَوْ سَاهِياً. مَنْ تَرَكَ وَاجِباً مِنْ وَاجِبَاتِ الصَّلَاةِ عَامِداً فَقَدْ أَثِمَ، وَفَسَدَتْ

صَلَاتُهُ، وَوَجَبَ عَلَيْهِ إِعَادَةُ الصَّلَاةِ، وَلَا يُجْبَرُ نُقْصَانُ الصَّلَاةِ بِسُجُوْدِ السَّهْوِ۔ وَمَنْ تَرَكَ وَاجِباً مِنْ وَاجِبَاتِ الصَّلَاةِ سَاهِياً وَجَبَ عَلَيْهِ سُجُوْدُ السَّهْوِ، وَيُجْبَرُ نُقْصَانُ الصَّلَاةِ بِسُجُوْدِ السَّهْوِ۔

حلِّ لغات: لَا يُجْبَرُ، صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی مجہول صحیح از باب نصر بمعنی کمی پوری کرنا۔ أَثِمَ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مہموز الفاء از باب سمع بمعنی گنہگار ہونا۔

ترجمہ: سجدۂ سہو کے احکام۔ جس شخص نے نماز کے ارکان میں سے کوئی رُکن چھوڑ دیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اور اس پر نماز کو دُہرانا ضروری ہے۔ اور سجدۂ سہو یا کسی اور چیز سے نماز کی کمی کو پورا نہیں کیا جاسکتا، برابر ہے کہ رُکن کو چھوڑنا جان بوجھ کر ہو یا بھول کر۔ جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو تحقیق وہ شخص گنہگار ہو گیا، اور اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اس پر نماز کو لوٹانا ضروری ہے، اور نماز کی کمی سجدۂ سہو کے ذریعہ پوری نہیں کی جاسکتی۔ اور جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو بھول کر چھوڑ دیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے اور نماز کے نقصان کو سجدۂ سہو کے ذریعہ سے پورا کیا جائے گا۔

تشریح: بھول چُوک انسان کی سَرِشت اور فطرت میں داخل ہے اس لئے شریعت نے اس قسم کی کوتاہیوں کی تلافی کی صورت بھی مقرر کی ہے۔ چنانچہ نماز میں اسی مقصد کے لئے سجدۂ سہو کے احکام رکھے گئے ہیں، جس کے ذریعہ بھول چُوک کی تلافی ہوتی ہے۔ سجدۂ سہو کے سلسلہ میں بنیادی طور پر تین باتیں قابلِ توجہ ہیں: (۱) سجدۂ سہو کا حکم، (۲) سجدۂ سہو کے مواقع، (۳) سجدۂ سہو کا طریقہ۔ مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی اور دوسری بات یعنی سجدۂ سہو کا حکم اور مواقع کو بیان فرمایا ہے کہ سجدۂ سہو نہ فرض ہے نہ سنت بلکہ واجب ہے۔ دوسری بات کہ سجدۂ سہو کا موقع کیا ہے؟ اس سلسلہ میں علماءِ کرام رحمہم اللہ نے بہت سی صورتیں پیش فرمائی ہیں جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آگے بارہ (۱۲) مواقع بیان کئے ہیں۔

فائدہ: سجدۂ سہو کے مسائل خاص اہمیت کے حامل ہیں شاید ہی کوئی ایسا نمازی ہو جسے ان مسائل کی ضرورت نہ پڑتی ہو، سجدۂ سہو کے ایک ایک مسئلہ کو یاد رکھنا کافی مشکل ہوتا ہے۔ اس مشکل کے حل کے لئے حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے ایسے اصول و قواعد بتلائے ہیں جن کو سمجھنے اور یاد کر لینے کے بعد سجدۂ سہو کے مسائل میں ایک طالبِ علم کو فقہی بصیرت حاصل ہو سکتی ہے۔

(۱) پہلا قاعدہ: سہو کے معنی بھول جانا۔ لہٰذا سجدۂ سہو اسی صورت میں کرنے کی اجازت ہے جب نماز میں کوئی غلطی بھول چُوک سے ہو گئی ہو، اور اگر کوئی غلطی عمداً (جان بوجھ کر) کی تو سجدۂ سہو کی اجازت نہیں ہے بلکہ نماز کو لوٹانا ضروری ہے۔

(۲) دوسرا قاعدہ: نماز میں بھول کر درج ذیل غلطی سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے: (الف) واجب کو چھوڑنے سے، مثال: پہلی یا دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول گیا، یا تشہد پڑھنا بھول گیا، یا قومہ، جلسہ بھول سے چھوٹ جائے۔ (ا) واجب کو اپنے موقع و محل سے مقدم کرنے سے، مثال: بھول کر قرأت سے پہلے رکوع کر لیا یا سورۂ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھ لی۔ (۲) واجب کو مؤخر کرنے سے، مثال: پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا۔ اور دوسری رکعت میں یاد آجانے پر تین سجدے

کر لئے۔ یا سورۂ فاتحہ سورت کے بعد پڑھ لی۔ (۳) واجب کو بدلنے سے، مثال: جہری نماز میں امام نے بھول کر قرأت آہستہ کر دی یا سرّی نماز میں زور سے قرأت کر دی۔ (۴) واجب کے تکرار سے، مثال: کسی شخص نے بھول کر ایک سے زیادہ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی یا ایک سے زیادہ مرتبہ اَلتَّحِیَّات پڑھ لی۔ (ب) رُکن کو مقدم کرنے سے، یعنی کسی فرض کو اپنے اصلی مقام سے پہلے ادا کرنا، مثال: کوئی شخص بھول کر رکوع کرنے کے بجائے سجدہ میں چلا گیا۔ (ا) رُکن کو مؤخر کرنے سے، (کسی فرض کو اپنے اصلی مقام سے بھول کر مؤخر کرنا)۔ مثال: بھول سے پہلے سجدہ کرنے کے بعد واپس آکر رکوع کرنا۔ (۲) رُکن کا تکرار کرنے سے (یعنی رُکن کو مقرر حد سے زیادہ کرنا)۔ مثال: کسی شخص نے بھول کر دو رکوع یا تین سجدے کر لئے۔

(۳) تیسرا قاعدہ: اگر کوئی چیز نماز میں بھول کر چھوٹ جائے تو وہ تین طرح کی ہو سکتی ہے۔ اول فرائض، دوسرے سُنن، تیسرے واجبات۔ اگر چھوٹنے والی چیز فرض یعنی رُکن ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس فرض کی قضاء ممکن ہے یا نہیں اگر قضاء ممکن ہو تو نماز کے اندر اندر قضاء کر لے اور تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی واجب ہے، لیکن اگر اس کی قضاء ممکن نہیں تو سرے سے نماز ہی باطل ہو جائے گی۔ سجدۂ سہو سے کام نہیں چلے گا۔ مثلاً کسی شخص سے سجدہ چھوٹ گیا اور آخری قعدہ میں یاد آیا تو ابھی چونکہ یہ شخص نماز کی حالت میں ہے لہٰذا نماز کے اندر اندر قضاء کر لے اور ساتھ ہی سلام میں دیر کرنے کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی کر لے لیکن اگر اس نے سلام پھیر دیا اور نماز کے بعد آیا تو اب اس کی نماز باطل ہو گئی۔ اور اگر چھوٹنے والی چیز سنت ہے تو اس سے نماز کے ثواب میں کمی آتی ہے مگر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ اور اگر چھوٹنے والی چیز واجب ہے تو دیکھا جائے گا کہ جان بوجھ کر قصداً چھوڑی ہے یا بھول کر، اگر جان بوجھ کر چھوڑی ہے تو نماز کو دُہرانا ضروری ہو گا اور اگر بھول کر چھوٹ گئی ہے تو سجدۂ سہو سے اس نقصان کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ (تسہیل، تفہیم)

فَيَجِبُ سُجُوْدُ السَّهْوِ فِي الصُّوَرِ الْآتِيَةِ: **أَسْبَابُ الْوُجُوْبِ لِسُجُوْدِ السَّهْوِ:** ١- إِذَا تَرَكَ قِرَاءَةَ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ سَاهِياً فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْفَرْضِ أَوْ إِحْدَاهُمَا- وَكَذَا إِذَا تَرَكَ قِرَاءَةَ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ سَاهِياً فِي أَيِّ رَكْعَةٍ مِنْ رَكَعَاتِ النَّفْلِ وَالْوِتْرِ- ٢- إِذَا نَسِيَ الْقِرَاءَةَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْفَرْضِ، فَقَرَأَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ- ٣- إِذَا نَسِيَ ضَمَّ السُّوْرَةِ إِلَى الْفَاتِحَةِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْفَرْضِ أَوْ إِحْدَاهُمَا- وَكَذَا إِذَا نَسِيَ ضَمَّ السُّوْرَةِ إِلَى الْفَاتِحَةِ فِي أَيِّ رَكْعَةٍ مِنْ رَكَعَاتِ النَّفْلِ، وَالْوِتْرِ- ٤- إِذَا قَرَأَ الْفَاتِحَةَ مَرَّتَيْنِ، لِأَنَّهُ أَخَّرَ السُّوْرَةَ عَنْ مَوْضِعِهَا- ٥- إِذَا سَجَدَ سَجْدَةً وَاحِدَةً، وَقَامَ إِلَى الرَّكْعَةِ التَّالِيَةِ فَأَدَّى تِلْكَ الرَّكْعَةَ بِسَجْدَتَيْهَا ثُمَّ ضَمَّ إِلَيْهَا السَّجْدَةَ الَّتِي تَرَكَهَا سَاهِياً صَحَّتْ صَلَاتُهُ، وَوَجَبَ عَلَيْهِ سُجُوْدُ السَّهْوِ-

حلِّ لُغات: نَسِيَ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف ناقص یائی از باب ضرب بمعنی بھول جانا۔ أَدّٰى: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مہموز الفاء ناقص یائی از باب تفعیل بمعنی ادا کرنا۔ اَلتَّالِيَةُ: صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل ناقص واوی از باب نصر بمعنی پیچھے آنے والی۔

ترجمہ: چنانچہ آنے والی صورتوں میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔(۱)جب بھول کر چھوڑ دے سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض کی پہلی رکعتوں میں یا ان دونوں میں سے کسی ایک میں۔اور اِسی طرح جب بھول کر چھوڑ دے سورۂ فاتحہ پڑھنا نفل اور وتر کی رکعتوں میں سے کسی رکعت میں۔(۲) جب فرض کی پہلی دو رکعتوں میں (سورۂ فاتحہ) پڑھنا بھول جائے اور اس کو(فرض کی) آخری دو رکعتوں میں پڑھ لے۔(۳)جب سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا بھول جائے فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں یا ایک ہی رکعت میں،اور اسی طرح جب بھول جائے سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے کو نفل اور وتر کی رکعتوں میں سے کسی رکعت میں۔ (۴)جب سورۂ فاتحہ کو دو مرتبہ پڑھے،اس لئے کہ اس نے سورت کو اپنے محل سے پیچھے کر دیا۔(۵)جب کوئی شخص ایک ہی سجدہ کرے اور دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے،پس یہ (دوسری)رکعت اپنے دونوں سجدوں سمیت ادا کرے پھر اس کے ساتھ وہ سجدہ ملا لے جو اِس نے بھول کر چھوڑ دیا تھا تو اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔

تشریح: مذکورہ پانچ صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے۔انہی قواعد واصول کی بنیاد پر جو ذکر کر دیئے گئے البتہ پہلی صورت کے متعلق یہ بات یاد رہے کہ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سے کسی ایک رکعت میں اور وتر ونوافل کی کسی بھی رکعت میں جس طرح پوری سورتِ فاتحہ بھول جانے سے سجدۂ سہو واجب ہے ٹھیک اسی طرح سورۂ فاتحہ کی کوئی ایک آیت چھوڑنا بھی سجدۂ سہو کا باعث ہے۔(طحطاوی)نیز تیسری صورت کے متعلق یہ بات یاد رہے کہ اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملائے بغیر رکوع میں چلا گیا پھر اسے رکوع میں یا رکوع سے اٹھ کر اس بھول کا احساس ہوا تو اس پر لازم ہے کہ پہلے سورت ملائے پھر دوبارہ رکوع کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔یہی حال سورت پڑھ کر سورۂ فاتحہ بھول جانے کا بھی ہے۔چوتھی صورت کے متعلق بھی یہ بات یاد رہے کہ جس طرح پوری سورتِ فاتحہ کو بھول کر دُہرانے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے اِسی طرح ایک آیت کے تکرار سے بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔پانچویں صورت کے متعلق یہ بات یاد رہے کہ چونکہ ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں اور دونوں کا لگاتار ایک ساتھ ادا کرنا واجب ہے لہٰذا اگر کسی بھی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا تو دورانِ نماز ہی اس کو ادا کرنا ضروری ہے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے۔

٦۔إِذَا تَرَكَ الْقُعُوْدَ الْأَوَّلَ سَاهِياً فِي الصَّلَاةِ الثُّلَاثِيَّةِ.أَوِ الرُّبَاعِيَّةِ.سَوَاءٌ تَرَكَ الْقُعُوْدَ الْأَوَّلَ فِي الْفَرْضِ.أَوْ تَرَكَهُ فِي النَّفْلِ۔اَلَّذِيْ تَرَكَ الْقُعُوْدَ الْأَوَّلَ مِنَ الْفَرْضِ سَاهِياً وَقَامَ إِلَى الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ قِيَاماً تَامّاً مَضٰى فِيْ صَلَاتِهٖ وَ سَجَدَ لِلسَّهْوِ.لِأَنَّهٗ تَرَكَ وَاجِبَ الْقُعُوْدِ۔٧۔إِذَا تَرَكَ قِرَاءَةَ التَّشَهُّدِ سَاهِياً۔٨۔إِذَا تَرَكَ تَكْبِيْرَةَ الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ۔٩۔إِذَا تَرَكَ قِرَاءَةَ الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ۔١٠۔إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ فِي الصَّلَوَاتِ السِّرِّيَّةِ۔١١۔إِذَا أَسَرَّ الْإِمَامُ فِي الصَّلَوَاتِ الْجَهْرِيَّةِ ۔ ١٢۔إِذَا زَادَ عَلَى التَّشَهُّدِ فِي الْقُعُوْدِ الْأَوَّلِ.كَأَنْ أَتٰى بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ التَّشَهُّدِ سَاهِياً.أَوْ مَكَثَ سَاكِتاً قَدْرَ أَدَاءِ رُكْنٍ مِنَ الْأَرْكَانِ۔

حل لغات: اَلسِّرِّيَّة، سِرٌّ بمعنی پوشیدہ کی طرف منسوب ہے، یہاں مراد وہ نمازیں ہیں جن میں قرأت آہستہ آواز سے کی جاتی ہے جیسے ظہر، عصر۔ اَتٰی بِالصَّلَاةِ؛ بمعنی اس نے درود شریف پڑھا۔ مَكَثَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب نصر بمعنی ٹھہرنا۔

ترجمہ: (۶) جب قعدۂ اولیٰ بھول کر چھوڑ دے تین یا چار رکعت والی نماز میں خواہ قعدۂ اولیٰ فرض نماز میں چھوڑ دے یا نفل نماز میں چھوڑ دے۔ وہ شخص جس نے فرض نماز کا قعدۂ اولیٰ بھول کر چھوڑ دیا اور تیسری رکعت کے لئے مکمل طور پر کھڑا ہو گیا، تو وہ اپنی نماز جاری رکھے اور سجدۂ سہو کر لے، اس لئے کہ اُس نے واجب قعدہ کو چھوڑا ہے۔ (۷) جب التحیات کو پڑھنا چھوڑ دے بھول کر۔ (۸) جب وتر میں دعاءِ قنوت کی تکبیر چھوڑ دے۔ (۹) جب وتر میں رکوع سے پہلے دعاءِ قنوت کی قرأت چھوڑ دے۔ (۱۰) جب امام سرّی نمازوں میں اونچی آواز سے قرأت کرے۔ (۱۱) جب امام جہری نمازوں میں آہستہ آواز سے قرأت کرے۔ (۱۲) جب قعدۂ اولیٰ میں التحیات سے زیادہ پڑھ لے، جیسا کہ التحیات کے بعد بھول کر آپ ﷺ پر درود پڑھا، یا ارکان میں سے کسی ایک رُکن کی ادائیگی کی مقدار خاموش بیٹھا رہ جائے۔

تشریح: یہ چھ مسائل بھی گذشتہ قواعد کے روشنی میں ہیں البتہ اتنی بات یاد رہے کہ پہلے مسئلہ (۶) میں اگر بھول سے قعدۂ اولیٰ کو چھوڑ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو جب تک کھڑے ہونے کے قریب نہ ہو لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کی بھی ضرورت نہیں لیکن اگر نہیں لوٹا یا کھڑے ہونے کے قریب پہنچ کر لوٹا تو آخر میں سجدۂ سہو کرنا لازم ہو گا خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔

فائدہ: اگر جسم کا نچلا دھڑ سیدھا ہو گیا تو یہ کھڑے ہو جانے کے حکم میں ہے ورنہ نہیں۔

دوسرے مسئلہ (۷) کے متعلق یہ بات یاد رہے کہ جس طرح پوری التحیات بھول کر چھوڑ دینے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے اسی طرح التحیات کا کچھ حصہ چھوڑ دینے سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔

تیسرے مسئلہ (۹) کے متعلق یہ بات یاد رہے کہ اگر کوئی شخص وتر کی نماز میں دعائے قنوت بھول کر رکوع میں چلا گیا تو نہ رکوع میں دعاءِ قنوت پڑھے اور نہ دوبارہ کھڑے ہو کر دعاءِ قنوت پڑھنے کی ضرورت ہے، بلکہ اخیر میں سجدۂ سہو کر لے لیکن اگر رکوع سے قیام کی طرف لوٹ آئے اور دعاءِ قنوت پڑھ لے تو بھی اس کی نماز درست ہو جائے گی، البتہ سجدۂ سہو کرنا بہر حال لازم ہو گا۔

مسئلہ نمبر (۱۰،۱۱) کے متعلق یہ بات یاد رہے کہ سرّی نمازوں میں اونچی آواز سے اور جہری نمازوں میں آہستہ آواز سے قرأت کی تو وہ کونسی مقدار ہے جو سجدۂ سہو کو واجب کرتی ہے؟ تو یہ وہ مقدار ہے جس سے نماز ہو سکے اور وہ چھوٹی تین آیتیں یا ایک بڑی آیت ہے لہٰذا اگر امام نے سرّی نمازوں (مثلاً ظہر، عصر) میں تین آیتوں یا ایک لمبی آیت کے بقدر جہراً قرأت کی تو سجدۂ سہو لازم ہو گا۔ یہی حال جہری نمازوں کا بھی ہے۔

فائدہ: اگر کسی شخص نے تشہد، ثنا، درود شریف، تسبیحات جہراً پڑھیں تو اگر چہ ایسا کرنا مناسب نہیں ہے، لیکن اس کی وجہ سے تو نماز فاسد ہو گی اور نہ سجدۂ سہو لازم ہو گا۔ (طحطاوی، ردالمحتار)

بارہویں مسئلہ کے متعلق ایک یہ بات یاد رہے کہ جب قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد کچھ بڑھا لے تو دیکھیں گے اگر اس نے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ" یا اس سے زیادہ پڑھ لیا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ دوسری بات یہ یاد رہے کہ "اَوْ مَكَثَ سَاكِنًا" کہ تشہد کے بعد یا نماز پڑھتے پڑھتے درمیان میں کسی جگہ رُک گیا اور کچھ سوچنے لگا اور سوچنے میں ایک رُکن یعنی کم از کم تین دفعہ سبحان اللہ، کہنے کی مقدار دیر لگ گئی تو آخیر میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ (طحطاوی، غنیۃ المستملی، ردالمحتار)

فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِسُجُوْدِ السَّهْوِ

يَجِبُ سُجُوْدُ السَّهْوِ بِسَهْوِ الْإِمَامِ عَلَى الْإِمَامِ وَالْمُقْتَدِيْ۔ وَلَا يَجِبُ سُجُوْدُ السَّهْوِ إِذَا سَهَا الْمُقْتَدِيْ حَالَ إِقْتِدَائِهٖ بِالْإِمَامِ۔ وَيَجِبُ سُجُوْدُ السَّهْوِ عَلَى الْمُقْتَدِيْ إِذَا سَهَا حَالَ إِكْمَالِ صَلَاتِهٖ بَعْدَ تَسْلِيْمَةِ الْإِمَامِ۔ إِذَا وَجَبَ سُجُوْدُ السَّهْوِ عَلَى الْإِمَامِ وَسَجَدَ وَجَبَ عَلَى الْمُقْتَدِيْ أَنْ يُّتَابِعَ إِمَامَهٗ فِيْ سُجُوْدِ السَّهْوِ۔ اَلَّذِيْ وَجَبَ عَلَيْهِ سُجُوْدُ السَّهْوِ فَقَدْ أَثِمَ إِذَا تَرَكَهَا عَامِدًا، وَوَجَبَ عَلَيْهِ إِعَادَةُ الصَّلَاةِ۔ اَلَّذِيْ تَرَكَ أَكْثَرَ مِنْ وَاجِبٍ سَاهِيًا تَكْفِيْ لَهٗ سَجْدَتَانِ لِلسَّهْوِ۔ اَلَّذِيْ تَرَكَ الْقُعُوْدَ الْأَوَّلَ مِنَ الْفَرْضِ سَاهِيًا عَادَ إِلَى الْقُعُوْدِ مَا لَمْ يَسْتَوِ قَائِمًا ثُمَّ إِنْ كَانَ أَقْرَبَ إِلَى الْقِيَامِ سَجَدَ لِلسَّهْوِ، وَإِنْ كَانَ أَقْرَبَ إِلَى الْقُعُوْدِ فَلَا سُجُوْدَ عَلَيْهِ۔ اَلَّذِيْ نَسِيَ الْقُعُوْدَ الْأَوَّلَ فِي النَّفْلِ عَادَ إِلَى الْقُعُوْدِ وَإِنْ قَامَ مُسْتَوِيًا وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ۔ اَلَّذِيْ نَسِيَ الْقُعُوْدَ الْأَخِيْرَ وَقَامَ يَعُوْدُ إِلَى الْقُعُوْدِ مَا لَمْ يَسْجُدْ لِلرَّكْعَةِ الْخَامِسَةِ، وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ۔

حلِّ لغات: سَهَا؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف ناقص واوی از باب نصر بمعنی بھولنا، غافل ہونا۔ لَمْ يَسْتَوِ؛ صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی جحد بلم در فعل مستقبل معروف از باب استفعال بمعنی سیدھا نہیں ہوا۔

ترجمہ: چند مسائل جو سجدۂ سہو سے متعلق ہیں: امام کے بھول جانے سے امام اور مقتدی پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا جب مقتدی بھول جائے امام کی اقتداء کے دوران۔ اور مقتدی پر سجدۂ سہو واجب ہے جب وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز کو مکمل کرنے کے دوران بھول جائے۔ جب امام پر سجدۂ سہو واجب ہو جائے اور وہ سجدۂ سہو کر لے تو مقتدی پر ضروری ہے کہ سجدۂ سہو میں اپنے امام کی پیروی کرے۔ وہ شخص جس پر سجدۂ سہو واجب ہو گیا پس تحقیق وہ گنہگار ہوگا جب وہ سجدۂ سہو کو جان بوجھ کر چھوڑ دے گا۔ اور اُس پر نماز کو لوٹانا ضروری ہوگا۔ وہ شخص جس نے ایک واجب سے زیادہ (واجبات) کو بھول کر چھوڑ دیا تو اس کے لئے سہو کے دو سجدے کافی ہیں۔ وہ شخص جس نے فرض نماز کا قعدۂ اولیٰ بھول کر چھوڑ دیا تو وہ قعدہ کی طرف لوٹ آئے جب تک کہ وہ سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو پھر اگر وہ قیام کے زیادہ قریب ہو تو سجدۂ سہو کرے گا، اور اگر قعدہ کے زیادہ قریب ہو تو اس پر کوئی سجدۂ سہو نہیں وہ شخص جو نفل نماز میں قعدۂ اولیٰ بھول گیا تو وہ قعدہ کی طرف لوٹ آئے اگرچہ وہ سیدھا کھڑا ہو چکا ہو اور سجدۂ سہو کرلے۔ وہ شخص جو قعدۂ اخیرہ بھول گیا اور کھڑا ہو گیا تو وہ قعدہ کی طرف لوٹ آئے جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو اور سجدۂ سہو کرلے۔

تشریح: یہاں سے چند متفرق مسائل جو سجدۂ سہو ہی سے متعلق ہیں ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: اگر امام بھول جائے تو امام اور مقتدی دونوں پر سجدۂ سہو واجب ہے۔ اس لئے کہ مقتدی ہر کام میں امام کے تابع ہے لیکن اگر دورانِ اقتداء مقتدی سے کوئی غلطی ہو جائے

تو نہ مقتدی پر سجدۂ سہو واجب ہوگا اور نہ امام پر۔ اس لئے کہ اگر یہ سجدۂ سہو کرے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی جو درست نہیں۔ اور اگر امام سجدۂ سہو کرے گا تو امام کا مقتدی کے تابع ہونا لازم آئے گا جو درست نہیں۔

وَيَجِبُ سُجُوْدُ السَّهْوِ عَلَى الْمُقْتَدِيْ إِذَا سَهَا حَالَ إِكْمَالِ صَلَاتِهِ الخ: یہاں سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مسبوق (جس کی کچھ رکعتیں امام سے رہ گئیں) اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں میں بھول جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہے۔ اس لئے کہ یہ اپنی اس نماز میں منفرد کی حیثیت رکھتا ہے۔

اَلَّذِيْ وَجَبَ الخ: سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کسی پر سجدۂ سہو واجب تھا لیکن اس نے جان بوجھ کر ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیرا تب بھی جب تک کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے نماز جاتی رہتی ہے، تو سجدۂ سہو کر لینے کا اختیار ہے ایسی صورت میں بغیر سلام پھیرے سجدۂ سہو کرلے لیکن اگر بالکل ہی سجدۂ سہو نہ کیا تو گنہگار بھی ہوگا اور نماز کو لوٹانا بھی واجب ہوگا۔

اَلَّذِيْ تَرَكَ الْقُعُوْدَ الْأَوَّلَ الخ: تین یا چار رکعت والی فرض یا واجب نماز میں دو رکعت کے بعد قعدۂ اولیٰ میں بیٹھنا بھول گیا اور تیسری رکعت کے لئے اٹھنے لگا تو جب تک سیدھا کھڑا نہ ہو واپس آجائے (اور سیدھا کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا کہ گھٹنے کی ہڈی اپنے جوڑ سے مکمل طور پر مل جائے) اب یہ شخص سجدۂ سہو کرے گا یا نہیں؟ تو دیکھیں گے اگر یہ کھڑے ہونے کے قریب تھا تو کرے گا اور کھڑے ہونے کے قریب یہ ہے کہ گھٹنوں کو زمین سے اٹھالیا ہو اور ٹانگیں سیدھی ہو کر نیچے کا آدھا دھڑ بھی سیدھا ہو گیا ہو لیکن کمر جھکی ہو اور اگر بیٹھنے کے قریب ہو تو سجدۂ سہو نہیں کرے گا۔ لیکن اگر مکمل کھڑا ہو چکا ہے کہ گھٹنے کی ہڈی اپنے جوڑ سے مل گئی ہے تو اب نماز پوری کرلے اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے۔

اَلَّذِيْ نَسِيَ الْقُعُوْدَ الْأَوَّلَ فِي النَّفْلِ الخ: نفل سے مراد چار رکعت والی سنّتِ مؤکّدہ، غیرِ مؤکّدہ، نفل ساری ہی نمازیں ہیں۔ اگر چار رکعت نماز کی نیت باندھی اور بیچ میں دو رکعت کے بعد بیٹھنا بھول گیا تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تب تک یاد آنے پر بیٹھ جانا چاہئے کیونکہ نوافل میں ہر دو رکعت مستقل نماز ہے اور اس کا قعود فرض ہے اگرچہ تیسری رکعت کے لئے سیدھا کھڑا ہو چکا ہو اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کرلے۔ (طحطاوی)

اَلَّذِيْ نَسِيَ الْقُعُوْدَ الْأَخِيْرَ وَقَامَ يَعُوْدُ الخ: (اگر امام یا اکیلا نمازی) فرض (یا واجب) نماز کی آخری مثلاً چوتھی رکعت پر بیٹھنا بھول جائے اور پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو اگر نیچے کا آدھا دھڑ ابھی سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھ جائے اور التحیات، درود وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا ہے تب بھی بیٹھ جائے بلکہ اگر الحمد اور سورت بھی پڑھ چکا ہو یا رکوع بھی کر چکا ہو تب بھی بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کرلے۔

اَلَّذِيْ نَسِيَ الْقُعُوْدَ الْأَخِيْرَ وَقَامَ وَسَجَدَ لِلرَّكْعَةِ الْخَامِسَةِ صَارَ فَرْضُهُ نَفْلاً، وَيَنْبَغِيْ لَهُ أَنْ يَضُمَّ رَكْعَةً سَادِسَةً فِي الظُّهْرِ، وَالْعَصْرِ، وَالْعِشَاءِ، وَرَكْعَةً رَابِعَةً فِي الْفَجْرِ وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ، وَيُعِيْدُ فَرْضَهُ۔ اَلَّذِيْ جَلَسَ فِي الْقُعُوْدِ الْأَخِيْرِ، وَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَامَ ظَانًّا مِنْهُ الْقُعُوْدَ الْأَوَّلَ يَعُوْدُ وَيُسَلِّمُ، وَلَا يُعِيْدُ التَّشَهُّدَ۔ اَلَّذِيْ سَلَّمَ

عَامِداً لِلْخُرُوْجِ مِنَ الصَّلَاةِ. وَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ سُجُوْدُ السَّهْوِ سَجَدَ لِلسَّهْوِ مَا لَمْ يَعْمَلْ عَمَلاً يُنَافِي الصَّلَاةَ. كَالتَّحَوُّلِ عَنِ الْقِبْلَةِ. وَالتَّكَلُّمِ مَثَلاً۔ اَلَّذِيْ كَانَ يُصَلِّيْ صَلَاةً رُبَاعِيَّةً فَتَوَهَّمَ أَنَّهُ قَدْ أَكْمَلَ صَلَاتَهُ فَسَلَّمَ. ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ بَنٰى عَلٰى صَلَاتِهِ. وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ۔

حل لغات: ظَانًّا؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی گمان کرنا۔ اَلتَّحَوُّلِ؛ مصدر ہے باب تفعّل کا اجوف واوی سے بمعنی پھر جانا۔ تَوَهَّمَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مثال واوی از باب تفعّل بمعنی خیال کرنا، گمان کرنا۔ (مصباح)

ترجمہ: وہ شخص جو قعدۂ اخیرہ کو بھول جائے اور کھڑا ہو جائے اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر دے تو اس کی فرض (نماز) نفل ہو جائے گی اور اُس کے لئے مناسب ہے کہ ظہر اور عصر اور عشاء میں چھٹی رکعت ملا دے اور فجر کی نماز میں چوتھی رکعت ملا دے اور سجدۂ سہو کرے اور اپنی فرض نماز کو لوٹائے۔ وہ شخص جو قعدۂ اخیرہ میں بیٹھ جائے اور التّحیّات بھی پڑھ لے پھر وہ اپنی طرف سے اس کو قعدۂ اولیٰ سمجھ کر کھڑا ہو جائے تو وہ لوٹ آئے اور سلام پھیر دے اور التّحیّات کو نہ لوٹائے۔ وہ شخص جو جان بوجھ کر نماز سے نکلنے کے لئے سلام پھیر دے حالانکہ اس پر سجدۂ سہو واجب تھا تو وہ اس وقت تک سجدۂ سہو کر سکتا ہے جب تک وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو نماز کے خلاف ہو جیسا کہ قبلہ سے پھر جانا، یا مثلاً باتیں کر لینا۔ وہ شخص جو چار رکعت والی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کو یہ گمان ہو جائے کہ اُس نے اپنی نماز پوری کر لی ہے پس اس نے سلام پھیر لیا پھر معلوم ہوا کہ اس نے دو رکعت نماز پڑھی ہے تو وہ اپنی نماز پر بنا کرے گا اور سجدۂ سہو کرے گا۔

تشریح: جو شخص فرض یا واجب نماز میں قعدۂ اخیرہ کو بھول جائے اور کھڑا ہو جائے اور اگلی رکعت کا رکوع بھی کر لے اور رکوع کے بعد بھی یاد نہ آیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو نماز پھر سے پڑھے یہ نماز نفل ہو گی۔ اب ظہر، عصر، عشاء میں ایک رکعت اور ملا کر چھ رکعت پوری کرے۔ اور فجر میں ایک چوتھی ملا کر چار پوری کر لے تا کہ یہ شخص طاق رکعت نفل پڑھنے والا نہ ہو جائے کیونکہ طاق رکعت نفل مشروع نہیں۔ اور مغرب کے تذکرے سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے اس لئے کہ مغرب میں مزید ملانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ وہاں تو چار پوری ہو گئیں ہیں۔ اور سجدۂ سہو کرے اور اگر نہ بھی ملائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

فائدہ: مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو کرنا بعض فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کا قول ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں سجدۂ سہو نہ کرے۔ (مراقی مع طحطاوی، کبیری)

اَلَّذِيْ جَلَسَ فِي الْقُعُوْدِ الْأَخِيْرِ الخ: اگر کوئی چوتھی رکعت کے بعد بقدرِ تشہد بیٹھ گیا پھر بھول کر سلام پھیرنے کے بجائے کھڑا ہو گیا اس خیال سے کہ یہ قعدۂ اولیٰ تھا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو قعدہ کی طرف لوٹ آئے کیونکہ اس کے ذمہ سلام باقی ہے لیکن قعدہ کی طرف لوٹ آنے کے بعد تشہد کا اعادہ نہ کرے بلکہ سلام میں تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دے۔

فائدہ: مذکورہ بالا صورت میں اگر پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو اب استحباباً اس کے ساتھ چھٹی رکعت بھی ملا دے تا کہ چار فرض اور دو نفل ہو جائیں۔ اس صورت میں بھی سجدۂ سہو لازم ہو گا۔

اَلَّذِیْ سَلَّمَ عَامِداً الخ: سجدۂ سہو واجب تھا اور کسی نے جان کر (یا بھول کر) ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا تب بھی جب تک کوئی ایسی بات نہ ہوئی ہو جس سے نماز جاتی رہتی ہے، جیسے قبلہ سے منہ پھیرنا، اور باتیں کرنا (کیونکہ یہ دونوں کام تحریمہ کو ہی باطل کر دیتے ہیں) تب تک سجدۂ سہو کر لینے کا اختیار رہتا ہے ایسی صورت میں بغیر سلام پھیرے سجدۂ سہو کر لے، اگر نہیں کرے گا تو نماز کو لوٹانا واجب ہوگا۔

اگر کوئی شخص رُباعی یعنی چار رکعت والی نماز (جیسے ظہر، عصر، عشاء) میں دو رکعت پر بیٹھ گیا اور اسے یہ خیال آیا کہ میں چار رکعت پوری کر چکا ہوں پس اس نے سلام پھیر دیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ نہیں دو ہی رکعت پڑھ چکا ہوں تو اگر اس نے کوئی مفسدِ نماز کام (جیسے باتیں وغیرہ) نہیں کیا تو اب دو رکعت مزید اس کے ساتھ ملالے اور نماز کو پوری کر کے آخر میں سجدۂ سہو کر لے۔

كَيْفِيَّةُ سُجُوْدِ السَّهْوِ

اَلَّذِیْ وَجَبَ عَلَيْهِ سُجُوْدُ السَّهْوِ إِذَا فَرَغَ مِنَ التَّشَهُّدِ فِي الْقُعُوْدِ الْأَخِيْرِ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ تَسْلِيْمَةً وَاحِدَةً ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ مِثْلَ سُجُوْدِ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَجْلِسُ، وَيَتَشَهَّدُ وُجُوْباً وَيُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَيَدْعُوْ لِنَفْسِهٖ ثُمَّ يُسَلِّمُ لِلْخُرُوْجِ مِنَ الصَّلَاةِ. فَلَوْ سَجَدَ قَبْلَ السَّلَامِ جَازَتْ صَلَاتُهٗ، وَلٰكِنْ يُكْرَهُ تَنْزِيْهاً۔

حلِّ لغات: كَيْفِيَّةٌ: بمعنی صفت، حالت۔ جمع كَيْفِيَّات۔

ترجمہ: سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ: وہ شخص جس پر سجدۂ سہو واجب ہو گیا ہو جب وہ قعدۂ اخیرہ میں التَّحِیَّات سے فارغ ہو جائے تو اپنی داہنی جانب ایک سلام پھیر لے پھر (سجدہ میں جانے کے لئے) تکبیر (اللہ اکبر) کہے اور نماز کے سجدے کی طرح دو سجدے کرے پھر بیٹھ جائے اور التَّحِیَّات پڑھے جو کہ واجب ہے اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور اپنے لئے دعا کرے پھر نماز سے نکلنے کے لئے سلام پھیر دے۔ پس اگر اُس (نمازی) نے سلام سے پہلے سجدہ کر لیا تو اس کی نماز درست ہوگی لیکن ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف نے سجدۂ سہو کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں التَّحِیَّات پڑھ کر ایک طرف سلام پھیر دے پھر دو سجدے کر کے پھر التَّحِیَّات، درود، اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دے اور نماز کو ختم کر دے۔

مِثْلَ سُجُوْدِ الصَّلَاةِ الخ: کا مطلب یہ ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان اسی طریقہ سے بیٹھے جس طرح نماز میں بیٹھتا ہے اور سجدہ کے لئے جاتے وقت اور اٹھتے وقت تکبیر بھی کہے اور دونوں سجدوں میں کم از کم تین مرتبہ تسبیح بھی کہے۔

وَيَدْعُوْ لِنَفْسِهٖ الخ: اپنے لئے دعا مانگنے سے مراد ہر وہ مسنون دعا ہے جو آپ ﷺ سے منقول ہے اور جو نمازوں کے اخیر میں پڑھی جاتی ہے: جیسے "رَبَّنَا اٰتِنَا الخ"، "رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلَاةِ الخ"، "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ الخ"۔

مَتٰى يَسْقُطُ سُجُوْدُ السَّهْوِ

۱۔ يَسْقُطُ سُجُوْدُ السَّهْوِ فِي الْجُمُعَةِ. إِذَا حَضَرَ فِي الْجُمُعَةِ جَمْعٌ كَثِيْرٌ. لِئَلَّا يَشْتَبِهَ الْأَمْرُ عَلَى الْمُصَلِّيْنَ۔ ۲۔ وَيَسْقُطُ سُجُوْدُ السَّهْوِ فِي الْعِيْدَيْنِ إِذَا حَضَرَ فِيْهِمَا جَمْعٌ كَثِيْرٌ۔ ۳۔ وَيَسْقُطُ سُجُوْدُ السَّهْوِ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فِي الْفَجْرِ بَعْدَ السَّلَامِ۔ ۴۔ وَيَسْقُطُ سُجُوْدُ السَّهْوِ إِذَا احْمَرَّتِ الشَّمْسُ فِي الْعَصْرِ بَعْدَ السَّلَامِ۔ ۵۔ وَيَسْقُطُ سُجُوْدُ السَّهْوِ إِذَا حَصَلَ بَعْدَ السَّلَامِ شَيْءٌ يُنَافِي الصَّلَاةَ كَالتَّكَلُّمِ سَهْواً مَثَلاً وَفِيْ جَمِيْعِ هٰذِهِ الصُّوَرِ لَا تَجِبُ إِعَادَةُ الصَّلَاةِ۔

حلِّ لُغات: یَشْتَبِهُ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب اِفتعال بمعنی پوشیدہ اور مشتبہ ہونا۔ اِحْمَرَّتْ، صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب افعلال بمعنی سرخ ہونا۔

ترجمہ: سجدۂ سہو کب ساقط ہو جاتا ہے؟ (۱) جمعہ کی نماز میں سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے جبکہ جمعہ میں مجمع زیادہ ہو تاکہ نمازیوں پر معاملہ مشتبہ نہ ہو جائے۔ (۲) اور عیدین کی نماز میں سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے جبکہ عیدین میں مجمع خوب ہو۔ (۳) اور سجدۂ سہو اس وقت (بھی) ساقط ہو جاتا ہے جبکہ فجر کی نماز میں سلام پھیرنے کے بعد سورج طلوع ہو جائے۔ (۴) اور سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے جبکہ عصر کی نماز میں سلام پھیرنے کے بعد سورج سرخ ہو جائے۔ (۵) اور اسی طرح سجدۂ سہو اُس وقت ساقط ہو جاتا ہے کہ جب سلام کے بعد کوئی ایسی بات پیش آئے جو نماز کے منافی ہو مثلاً بھول کر بات کر دینا۔ اور ان تمام صورتوں میں نماز کو لوٹانا واجب نہیں۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے سجدۂ سہو کے واجب ہونے کے مواقع بیان فرمائے اب یہاں سے وہ مواقع بیان فرماتے ہیں جن میں باوجودیکہ سجدۂ سہو کا سبب پایا گیا ہے لیکن کسی دوسری مجبوری کی وجہ سے سجدۂ سہو ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ وہ مُندرجہ ذیل ۵ مواقع ہیں۔ (۱) پہلا موقع جمعہ اور (۲) دوسرا موقع عیدین کی نمازیں ہیں چونکہ جمعہ اور عیدین میں ازدحام کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنے کی صورت میں انتشار کا اندیشہ ہے اس لئے سجدۂ سہو نہیں کیا جائے گا لیکن اگر ازدحام نہ ہو بلکہ لوگ تھوڑے ہوں تو پھر سجدۂ سہو، واجب ہونے کی صورت میں کیا جائے گا۔

فائدہ: دوسرے مواقع پر بھی اگر نماز میں بڑا ہجوم ہو تو سجدۂ سہو نہ کرنا بہتر ہے۔

(۳) تیسرا موقع یہ ہے کہ جب نمازِ فجر میں سلام پھیرنے کے بعد سورج طلوع ہو جائے تو اب سجدۂ سہو ساقط ہو گا اس لئے کہ وقت نکلنے کی وجہ سے سجدۂ سہو کے درست ہونے کی شرط فوت ہو گئی۔

(۴) اسی طرح عصر کی نماز میں جب سلام پھیرنے کے بعد سورج کا رنگ تبدیل ہو کر سرخ ہو جائے تو اب اگر سجدۂ سہو کرے گا تو نماز مکروہ وقت میں چلی جائے گی۔

(۵) پانچواں موقع یہ ہے کہ جب سلام پھیر لینے کے بعد کوئی ایسا کام کرے جو نماز کے منافی ہو مثلاً بھول کر بات کر لینا یا کھانا یا قہقہہ لگانا تو بھی سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا۔

رہ گئی یہ بات کہ اب جب سجدۂ سہو ساقط ہو گیا تو آیا نماز کو دوبارہ لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟ کیونکہ پہلے جو ادائیگی ہوئی ہے وہ تو ناقص ادائیگی ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ منافی نماز کام اس نے جان بوجھ کر کیا ہے مثلاً جان بوجھ کر بات کی یا قہقہہ لگایا یا کچھ کھا پی لیا تو اب نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہو گا ورنہ نہیں۔ (درمختار مع ردالمحتار)

مَتٰی تَبْطُلُ الصَّلَاةُ بِالشَّكِّ وَمَتٰی لَا تَبْطُلُ؟

اَلَّذِیْ شَكَّ أَثْنَاءَ صَلَاتِهٖ فِیْ عَدَدِ رَكَعَاتِهَا، وَاعْتَرَاهُ هٰذَا الشَّكُّ لِأَوَّلِ مَرَّةٍ بَطَلَتْ صَلَاتُهٗ، وَوَجَبَ عَلَيْهِ إِعَادَةُ الصَّلَاةِ۔ اَلَّذِیْ شَكَّ فِیْ عَدَدِ رَكَعَاتِ الصَّلَاةِ بَعْدَ السَّلَامِ لَا تَبْطُلُ صَلَاتُهٗ۔ اَلَّذِیْ تَيَقَّنَ بَعْدَ السَّلَامِ أَنَّهٗ تَرَكَ بَعْضَ

رَكْعَاتِ الصَّلَاةِ صَلّٰى مَا تَرَكَهٗ إِنْ لَّمْ يَعْمَلْ عَمَلاً يُنَافِي الصَّلَاةَ. فَإِنْ عَمِلَ عَمَلاً يُنَافِي الصَّلَاةَ. كَأَنْ تَكَلَّمَ مَثَلاً أَعَادَ صَلَاتَهٗ. اَلَّذِيْ يَعْتَرِيْهِ الشَّكُّ فِيْ غَالِبِ الْأَوْقَاتِ وَصَارَ الشَّكُّ عَادَةً لَهٗ يَعْمَلُ بِمَا غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ۔ فَإِنْ لَّمْ يَغْلِبْ عَلٰى ظَنِّهٖ شَيْءٌ أَخَذَ بِالْأَقَلِّ. وَيَقْعُدُ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَةٍ يَظُنُّهَا اٰخِرَ صَلَاتِهٖ وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ۔

حلّ لغات: أَثْنَاء؛ بمعنی درمیان۔ اِعْتَرٰی؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف ناقص واوی از باب افتعال بمعنی لاحق ہونا، پیش آنا۔

ترجمہ: کب شک سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور کب باطل نہیں ہوتی؟ وہ شخص جس کو اپنی نماز کے درمیان نماز کی رکعتوں کے بارے میں شک پیدا ہو گیا اور حال یہ ہے کہ یہ شک اس شخص کو پہلی مرتبہ لاحق ہوا ہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اس پر نماز کو لوٹانا واجب ہے۔ وہ شخص جس کو نماز کی رکعتوں کی تعداد میں سلام کے بعد شک لاحق ہو گیا تو اس کی نماز باطل نہ ہو گی۔ وہ شخص جس کو سلام پھیرنے کے بعد یقین ہو گیا ہو کہ اس نے نماز کی کچھ رکعتیں چھوڑ دی ہیں تو وہ پڑھ لے ان رکعتوں کو جن کو چھوڑا ہے بشرطیکہ اُس نے ایسا کام نہ کیا ہو جو نماز کے منافی ہو پس اگر اُس نے کوئی ایسا کام کر لیا جو نماز کے منافی ہو جیسا کہ بات کر لی تو وہ اپنی نماز دُہرائے۔ وہ شخص جس کو اکثر اوقات شک لاحق ہوتا ہو اور شک کرنا اس کی عادت بن گئی ہو تو وہ غالب گمان پر عمل کرے۔ پس اگر (کسی طرف) ظن غالب نہ ہو تو کم کو اختیار کرے گا اور ہر رکعت کے بعد بیٹھے گا جس کو اپنی آخری رکعت تصور کرے گا اور سجدۂ سہو کرے گا۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ سہو کے مسائل بیان کرنے سے فارغ ہو گئے تو اب شک کے مسائل کو بیان فرماتے ہیں۔ فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک سہو (بھول) اور شک دونوں برابر ہیں جس طرح سہو (بھول) سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اسی طرح شک سے بھی سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور شک کی سب صورتیں سجدۂ سہو ہونے میں برابر ہیں۔ (عالمگیری)

پھر شک دو طرح کا ہے: (۱) ایک طہارت کے بارے میں، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیان نہیں کیا۔ (۲) دوسرا نماز کی رکعتوں کے سلسلہ میں، اس کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بیان فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ: نماز پوری ہونے سے پہلے دورانِ نماز ہی نمازی کو شک ہو گیا کہ مثلاً دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین، تین پڑھی ہیں یا چار تو اب دیکھیں گے کہ اگر یہ شک پہلی مرتبہ ہو گیا ہے، ایسا شبہ پڑھنے کی اس کو عادت نہیں تو اس نیت کو توڑ کر از سر نو نماز ادا کرنی چاہیے۔ یہ تو مسئلہ تھا کہ دورانِ نماز ہی شک ہوا اور اگر سلام پھیر لینے کے بعد شک ہوا کہ نہ معلوم تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو اس شک کا کچھ اعتبار نہیں البتہ اگر سلام کے بعد یقیناً یاد آ جائے کہ تین ہی ہوئیں تو پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لے اور سجدۂ سہو کر لے لیکن اگر سلام پھیرنے کے بعد بول پڑا یا سینہ قبلہ سے پھر گیا ہو یا اور کوئی ایسی بات ہو گئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مثلاً کھا پی لیا تو پھر سے نماز پڑھے، اسی طرح التحیات پڑھ چکنے کے بعد یہ شک ہوا تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو سلام پھیرنے کے بعد شک کا حکم ہے۔ کہ جب تک کوئی رکعت چھوڑنے کا یقین نہ ہو تو چھوڑنے کے شک کا کوئی اعتبار نہیں۔

فائدہ: لیکن اگر کوئی احتیاط کے لئے پھر سے نماز پڑھے تو اچھا ہے کہ دل کی کھٹک نکل جائے اور شبہ باقی نہ رہے۔

یہ تو سارا مسئلہ تھا کہ شک پہلی مرتبہ ہوا عادت نہیں تھی لیکن اگر شک کرنے کی کسی کو عادت ہو جائے اور اکثر اوقات اس کو شک ہی ہوتا رہتا ہے اور اکثر کی حد یہ ہے کہ اس سے پہلے کم از کم دو مرتبہ اس کو شک ہوا ہو تو تحری سے کام لے یعنی دل میں سوچ کر دیکھے کہ دل زیادہ کدھر جاتا ہے۔ جس تعداد کی طرف دل کا رجحان زیادہ ہو اسی کو اصل بنا کر نماز ادا کی جائے یعنی اگر زیادہ گمان تین رکعت پڑھنے کا ہو تو ایک اور پڑھ لے اور سجدۂ سہو بھی واجب نہیں اور اگر زیادہ گمان یہی ہے کہ میں نے چار رکعت پڑھ لی ہیں تو اور رکعت نہ پڑھے اور سجدۂ سہو بھی نہ کرے لیکن اگر سوچنے کے بعد بھی دونوں طرف خیال برابر رہے نہ تین کی طرف زیادہ گمان جاتا ہے نہ چار کی طرف تو کم تر عدد کو اصل بنا کر نماز ادا کرے مثلاً (دو اور تین میں شک ہے تو دو کم اور یقینی ہے) تین اور چار میں شک ہے تو تین کم اور یقینی ہے اب ایک رکعت اور پڑھ لے لیکن اس صورت میں تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر التَّحِیَّات پڑھ لے کہ شاید یہی چوتھی ہو، اس کے بعد کھڑا ہو کر چوتھی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو بھی کرے نیز اگر ایسا شک پہلی رکعت یا دوسری رکعت کے ہونے میں ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ کم تعداد کو اختیار کرے اور التَّحِیَّات پڑھے اور اخیر میں سجدۂ سہو بھی کرے یہی مطلب ہے مصنف رحمہ اللہ کے قول "وَيَقْعُدُ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَةٍ الخ" کا کہ ہر رکعت کے بعد قعدہ کرے کہ ہو سکتا ہے یہی آخری رکعت ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے یہی مفہوم ہوتا ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، قاموس الفقہ، در مختار مع رد المحتار)

سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ

أَحْكَامُ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ

يَجِبُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ إِذَا حَصَلَ وَاحِدٌ مِنْ ثَلَاثَةِ أُمُوْرٍ۔ ۱۔ إِذَا تَلَا آيَةَ السَّجْدَةِ سَوَاءٌ كَانَ سَمِعَ مَا تَلَاهُ أَمْ لَمْ يَسْمَعْهُ، كَذَا يَجِبُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ إِذَا تَلَا حَرْفَ سَجْدَةٍ مَعَ كَلِمَةٍ قَبْلَهُ، أَوْ بَعْدَهُ مِنْ آيَةِ السَّجْدَةِ۔ ۲۔ يَجِبُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ إِذَا سَمِعَ آيَةَ السَّجْدَةِ، سَوَاءٌ كَانَ قَصَدَ السَّمَاعَ، أَمْ لَمْ يَقْصِدِ السَّمَاعَ۔ ۳۔ يَجِبُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ إِذَا اقْتَدٰى بِالْإِمَامِ الَّذِيْ تَلَا آيَةَ السَّجْدَةِ، سَوَاءٌ كَانَ الْمُقْتَدِيْ سَمِعَ آيَةَ السَّجْدَةِ أَمْ لَمْ يَسْمَعْهَا۔ لَا يَجِبُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ عَلَى الْحَائِضِ، وَلَا عَلَى النُّفَسَاءِ۔ وَلَا يَجِبُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ مِنْ تِلَاوَةِ الْمُقْتَدِيْ لَا عَلَى الْمُقْتَدِيْ وَلَا عَلَى الْإِمَامِ۔ وَلَا يَجِبُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ عَلَى النَّائِمِ، وَالْمَجْنُوْنِ، وَلَا عَلَى الصَّبِيِّ، وَالْكَافِرِ۔

حلِّ لغات: تَلَا؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف ناقص واوی از باب نصر بمعنی پڑھنا۔ اَلْحَائِضُ؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل اجوف یائی از باب ضرب بمعنی ماہواری کا خون جاری ہونا، چونکہ یہ بات عورتوں کے ساتھ خاص ہے اس لئے حَائِضٌ میں تائے تانیث لانے کی ضرورت نہیں۔ اَلنُّفَسَاءُ؛ بمعنی زچہ یعنی وہ عورت جس کو ولادت کے بعد خون آرہا ہو۔

ترجمہ: سجدۂ تلاوت کے احکام: سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے جب تین کاموں میں سے کوئی ایک کام پایا جائے۔ (۱) جب کسی نے سجدہ کی آیت پڑھی خواہ اس نے وہ آیت جو پڑھی ہے سنی ہو یا نہ سنی ہو، اسی طرح سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے جب سجدہ کی آیت میں سجدہ کا حرف پڑھے بمع ایک کلمہ کے جو اس حرف سے پہلے ہو یا بعد میں ہو۔ (۲) سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے جب سجدہ کی آیت سنے خواہ سننے

کا ارادہ کیا ہو یا سننے کا ارادہ نہ کیا ہو۔ (۳) سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے جب اس نے اقتداء کی اس امام کی جس نے آیت سجدہ تلاوت کی، برابر ہے کہ مقتدی نے آیتِ سجدہ کو سنا ہو یا نہ سنا ہو۔ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے حیض والی عورت پر اور نہ ہی نفاس والی عورت پر۔ مقتدی کی تلاوت سے نہ مقتدی پر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے اور نہ ہی امام پر۔ اور سجدۂ تلاوت واجب نہیں سونے والے پر اور دیوانے پر اور نہ ہی بچہ اور کافر پر۔

تشریح: قرآنِ مجید میں بعض آیات کی تلاوت پر رسول اللہ ﷺ سجدہ فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی سجدہ کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب ابنِ آدم آیت سجدہ کی تلاوت کرتا ہے اور پھر سجدہ کرتا ہے، تو شیطان بھاگتا ہے اور کہتا جاتا ہے، ہائے میری ہلاکت! کہ ابنِ آدم کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور اس نے سجدہ کیا اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا اور میں نے انکار کیا چنانچہ میرے لئے جہنم ہے۔ قرآنِ پاک کی چودہ آیتوں کی تلاوت سے سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ ان آیات کے مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں فرشتوں کی مشابہت کے لئے، کہیں ساری خلقِ خدا کے اظہارِ عبدیت کو اجاگر کرنے کے لئے، کہیں اہلِ معرفت افراد کے دلوں کی کڑھن ظاہر کرنے کے لئے اور کہیں حکم دے کر سجدہ کی تاکید کی گئی ہے۔

سجدۂ تلاوت کی اہلیت کی شرائط: سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے لئے وہی اہلیت شرط ہے جو نماز کے فرض ہونے کے لئے ہے: مثلاً مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا اور حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

سجدۂ تلاوت کی شرائط: سجدۂ تلاوت کے درست ہونے کے لئے وہ تمام شرائط ہیں جو نماز کے صحیح ہونے کے لئے ہیں: مثلاً بدن کا، جگہ کا، اور کپڑے کا پاک ہونا وغیرہ۔ سوائے تحریمہ کے۔

سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کے فی الجملہ تین اسباب ہیں جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کئے ہیں: (۱) پہلا سبب یہ ہے کہ خود آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے خواہ وہ آیت جس نے تلاوت کی ہے خود سنے یا نہ سنے سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی بہرے نے آیتِ سجدہ کی تلاوت کی تو اس پر سجدہ واجب ہوگا۔ یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا لفظِ تلاوت ذکر کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کسی نے سجدۂ تلاوت والی آیت لکھی قلم سے یا کمپیوٹر سے یا ٹائپ رائٹر سے لیکن زبان سے نہ پڑھے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر سجدہ کی آیت کو ہجے کر کے پڑھا تو سجدہ کسی پر بھی واجب نہیں ہوتا نہ پڑھنے والے پر نہ سننے والے پر۔ اور نہ ہی نظر پڑنے سے یا دل میں بغیر زبان ہلائے پڑھنے سے واجب ہوتا ہے۔

إِذَا تَلَا حَرْفَ سَجْدَةٍ الخ: یعنی سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے لئے پوری آیت سجدہ کا تلاوت کرنا ضروری نہیں ہے اگر کسی شخص نے آیت میں سجدے والا لفظ اور اس کے ساتھ کم از کم ایک لفظ پہلے کا یا بعد کا ملا کر پڑھا تو سجدۂ تلاوت واجب ہو گیا۔ حرفِ سجدہ سے مراد وہ پورا لفظ ہے جو سجدہ پر دلالت کرے۔ جیسے لفظِ "اُسْجُدْ" یا "يَسْجُدُوْنَ" وغیرہ۔

(۲) دوسرا سبب سننا ہے۔ یعنی اگر کسی شخص نے آیت سجدہ سن لی تو اس پر بھی "سجدۂ تلاوت" واجب ہے خواہ اس نے جان بوجھ کر سنی ہو یا بغیر ارادہ کے کان میں آواز آ گئی ہو۔ جبکہ سننے والے کو معلوم ہو کہ آیت سجدہ پڑھی گئی ہے ورنہ معذور ہے۔ سوائے حیض و نفاس والی عورت کے، کہ ان پر باوجود سننے کی بھی واجب نہیں ہوتا۔

(۳) تیسرا سبب۔ اگر کوئی شخص جماعت کی نماز میں شریک ہے اور امام نے سجدہ کی آیت تلاوت کی تو امام کی طرح مقتدی پر بھی سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے خواہ مقتدی نے امام سے وہ آیت سنی ہو یا نہ سنی ہو، نیز نماز خواہ جہری ہو یا سرّی ہو۔ یہ اس لئے کہ امام کی پیروی مقتدی پر لازم ہے چنانچہ اگر امام نے سجدۂ تلاوت نہ کیا تو مقتدی بھی نہیں کرے گا اگر چہ اس نے امام سے سنی ہو۔

جن صورتوں میں سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ وَلَا يَجِبُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ الخ سے وہ پانچ مقامات بیان فرماتے ہیں جہاں سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا: (۱) حائضہ اور نفاس والی عورت اگر آیتِ سجدہ سن لے یا تلاوت کرلے (اگر چہ اس کے لئے تلاوت کرنا جائز نہیں تھا) تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ البتہ جُنبی (مرد یا عورت) اگر آیتِ سجدہ سن لے یا پڑھ لے اگر چہ اس کے لئے پڑھنا جائز نہیں تھا تو بھی اُس پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

(۲) مقتدی اگر اونچی آواز سے آیتِ سجدہ تلاوت کرے تو نہ خود مقتدی پر سجدہ واجب ہوتا ہے نہ امام پر اور نہ اس نماز میں شریک دوسرے مقتدیوں پر، البتہ وہ لوگ جو تلاوت کرنے والے مقتدی کے ساتھ اس نماز میں شریک نہیں (خواہ وہ سرے سے نماز ہی نہ پڑھ رہے ہوں یا کوئی دوسری نماز ادا کر رہے ہوں) اگر آیتِ سجدہ سن لی تو ان پر سجدہ واجب ہو جائے گا۔

(۳) غیر مکلف (نابالغ، دیوانہ، کافر، سونے والے) پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

وَلَا يَجِبُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ إِذَا سَمِعَ آيَةَ السَّجْدَةِ مِنْ غَيْرِ آدَمِيٍّ كَأَنْ سَمِعَهَا مِنَ الْبَبْغَاءِ۔ وَلَا يَجِبُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ إِذَا سَمِعَ آيَةَ السَّجْدَةِ مِنْ آلَةٍ حَاكِيَةٍ كَشَرِيْطِ التَّسْجِيْلِ وَالْفُوْنُغْرَافِ۔ وُجُوْبُ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ تَارَةً يَكُوْنُ مُوَسَّعاً وَتَارَةً يَكُوْنُ مُضَيَّقاً۔ وُجُوْبُ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ يَكُوْنُ مُوَسَّعاً إِذَا حَصَلَ مُوْجِبُهٗ خَارِجَ الصَّلَاةِ. فَلَا يَأْثَمُ إِذَا أَخَّرَ سُجُوْدَ التِّلَاوَةِ خَارِجَ الصَّلَاةِ. وَلٰكِنْ يُكْرَهُ تَأْخِيْرُهٗ تَنْزِيْهاً۔

حلّ لغات: اَلْبَبْغَاءِ: بمعنی طوطا۔ جمع بَبْغَاوَات۔ حَاكِيَةٍ: صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل ناقص یائی از باب ضرب بمعنی نقل کرنا۔ شَرِيْطُ التَّسْجِيْلِ: بمعنی ٹیپ ریکارڈ۔ اَلْفُوْنُغْرَافُ: بمعنی گرامو فون۔ مُوَسَّعاً: بمعنی وسعت والا۔ مُضَيَّقاً: بمعنی تنگ۔

ترجمہ: اور سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا جب سجدہ کی آیت انسان کے علاوہ سے سنے جیسے کہ طوطا۔ اور نہ سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے جب آیتِ سجدہ سنے کسی نقل کرنے والے آلہ سے جیسے ٹیپ ریکارڈ اور فون گراف۔ اور سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کے وجوب کا وقت کبھی وسیع ہوتا ہے اور کبھی تنگ ہوتا ہے۔ سجدۂ تلاوت کا واجب ہونا اس وقت وسیع ہوتا ہے جب کہ سجدۂ تلاوت کو واجب کرنے کا سبب نماز سے باہر پایا جائے۔ لہٰذا وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا جو نماز سے باہر سجدۂ تلاوت کو مؤخر کرے لیکن ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان پانچ مقامات میں سے دو مقامات بیان فرمائے جن میں سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ ایک یہ ہے کہ ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو، سی ڈی وغیرہ پر آیتِ سجدہ سنا لیکن یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جب ریڈیو وغیرہ پر تلاوت براہِ راست نہ ہو رہی ہو لیکن اگر ریڈیو وغیرہ پر براہِ راست تلاوت نشر کی جا رہی ہو جیسے حرم کی تراویح براہِ راست نشر ہوتی ہے تو پھر آیتِ سجدہ سننے پر سجدہ واجب ہوگا البتہ وہ آلات جو آواز کی نقل وحکایت کے بجائے اُسی آواز کو بلند کرتے ہیں جیسے آلۂ مکبّر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) تو ان سے آیتِ سجدہ سننے پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔

دوسرا مقام یہ ہے کہ انسان کے علاوہ کسی دوسرے جاندار مثلاً طوطا، مینا وغیرہ سے سجدۂ تلاوت سننے پر بھی سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا، اسی طرح آواز بازگشت جو پہاڑ وغیرہ بڑی عمارتوں میں آواز نکالنے سے ٹکرا کر پیدا ہوتی ہے اس سے بھی سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

وُجُوْبُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نماز کی حالت میں اور نماز سے باہر آیت سجدہ کی تلاوت کرنے کی صورت میں سجدہ واجب ہونے کی نوعیت میں بڑا فرق ہے اگر آیت سجدہ نماز سے باہر تلاوت کی تو اس کے واجب ہونے میں کافی وسعت ہے فوراً ادا کرنا ضروری نہیں البتہ بلاعذر مؤخر کرنا مکروہِ تنزیہی ضرور ہے۔ کیونکہ تاخیر سے بھول جانے کا اندیشہ ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، ردالمحتار)

وَيَكُوْنُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ مُضَيَّقاً إِذَا حَصَلَ مُوْجِبُهُ فِي الصَّلَاةِ بِأَنْ تَلَا آيَةَ السَّجْدَةِ وَهُوَ يُصَلِّيْ. وَفِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ يَجِبُ عَلَيْهِ أَدَاؤُهُ فَوْراً۔ وَ قَدْرُ الْفَوْرِ بِأَنْ لَا يَكُوْنَ بَيْنَ السَّجْدَةِ وَبَيْنَ تِلَاوَةِ آيَةِ السَّجْدَةِ زَمَنٌ يَسَعُ أَكْثَرَ مِنْ قِرَاءَةِ ثَلَاثِ آيَاتٍ۔ فَإِنْ مَضٰى بَيْنَهُمَا زَمَنٌ يَسَعُ أَكْثَرَ مِنْ قِرَاءَةِ ثَلَاثِ آيَاتٍ بَطَلَ الْفَوْرُ۔ فَإِنْ لَمْ يَسْجُدْ لِآيَةِ السَّجْدَةِ بَلْ رَكَعَ قَبْلَ إِنْقِطَاعِ الْفَوْرِ، وَنَوٰى بِالرُّكُوْعِ السَّجْدَةَ أَجْزَأَتْهُ۔ كَذَا إِذَا لَمْ يَسْجُدْ لِآيَةِ السَّجْدَةِ بَلْ سَجَدَ لِلصَّلَاةِ قَبْلَ إِنْقِطَاعِ الْفَوْرِ أَجْزَأَتْهُ، سَوَاءٌ نَوٰى سَجْدَةَ التِّلَاوَةِ، أَمْ لَمْ يَنْوِهَا۔

حلِّ لغات: **مُضَيَّقاً**، صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول اجوف یائی از باب تفعیل بمعنی تنگ۔ **أَجْزَأَتْهُ**، صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل ماضی معروف مہموز اللام از باب افعال بمعنی قانع بنانا، کافی ہونا۔

ترجمہ: اور سجدۂ تلاوت (کا وقت) تنگ ہوتا ہے جب کہ اس کے واجب ہونے کا سبب نماز کے اندر پایا جائے۔ اس طور پر کہ آیت سجدہ کی تلاوت کرے اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو اور اس صورت میں نمازی کے ذمہ سجدۂ تلاوت کو فوراً ادا کرنا ضروری ہے۔ اور فوراً کی مقدار یہ ہے کہ آیت سجدہ کی تلاوت اور سجدہ کے درمیان اتنا وقت نہ ہو کہ جو تین آیتوں کی تلاوت سے زیادہ کی گنجائش رکھے پس اگر ان دونوں کے درمیان اتنا وقت گذر جائے کہ جو تین آیتوں کی تلاوت سے زیادہ کی گنجائش رکھے تو فوریت باطل ہو جائے گی۔ پس اگر کسی نے سجدہ کی آیت پر سجدہ نہیں کیا بلکہ فوراً کی مقدار ختم ہونے سے پہلے رکوع میں چلا گیا اور رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی تو یہ رکوع اس سجدہ کے لئے کافی ہوگا۔ اسی طرح جب سجدہ کی آیت پر سجدہ نہ کرے بلکہ فوراً کی مقدار ختم ہونے سے پہلے نماز کا سجدہ ادا کر لیا تو یہ سجدہ اس کو کافی ہو جائے گا خواہ وہ سجدۂ تلاوت کی نیت کرے یا نہ کرے۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نماز سے باہر سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کی نوعیت بیان فرمائی اب یہاں سے نماز کے اندر سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کی نوعیت بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آیت سجدہ (امام یا منفرد) نماز کے دوران تلاوت کرے تو فوراً سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔ فوراً کا مطلب یہ ہے کہ آیت سجدہ پڑھنے کے بعد تین آیتوں کے بقدر تلاوت سے پہلے پہلے سجدۂ تلاوت یا رکوع یا سجدۂ نماز ادا کر لینا چاہیئے کیونکہ یہ سجدہ اب نماز کا جزء بن گیا ہے۔ اور اگر سجدۂ تلاوت فوراً نہ کرے بلکہ فوراً رکوع

رلے اور رکوع میں سجدۂ تلاوت کی بھی نیت کرلے تو بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا کیونکہ مقصود تعظیم ہے جو رکوع میں بھی ہے۔ بعد
ب جماعت کی نماز میں لوگوں کی تعداد کثیر ہو تو امام کو ایسا ہی کرنا چاہیے تاکہ نماز لوگوں پر خلط ملط نہ ہو جائے۔ اور اگر آیت سجدہ کے بعد
دور ار کوع تو کیا لیکن نیت نہ کی تو پھر سجدہ میں خود بخود ادا ہو جائے گا چاہے نیت بھی نہ کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ رکوع میں "سجدۂ تلاوت" ادا
ہونے کے لئے نیت شرط ہے اور سجدہ میں نہیں۔ (طحطاوی، در مختار مع رد المحتار)

فَإِذَا انْقَطَعَ الْفَوْرُ فَلَا تَسْقُطُ عَنْهُ لَا بِالرُّكُوعِ وَلَا بِالسُّجُودِ لِلصَّلَاةِ. وَيَجِبُ عَلَيْهِ قَضَاءُ تِلْكَ السَّجْدَةِ بِسَجْدَةٍ خَاصَّةٍ مَادَامَ فِي صَلَاتِهِ. فَإِذَا خَرَجَ مِنَ الصَّلَاةِ فَلَا يَقْضِيهَا خَارِجَ الصَّلَاةِ لِأَنَّهُ قَدْ فَاتَ وَقْتُهَا. أَمَّا إِذَا خَرَجَ مِنَ الصَّلَاةِ بِالسَّلَامِ فَإِنَّهُ يَقْضِيهَا مَا لَمْ يَعْمَلْ عَمَلًا يُنَافِي الصَّلَاةَ۔

ترجمہ: پس جب فوراً کی مقدار ختم ہو جائے تو سجدۂ تلاوت اس (آدمی) سے نماز کے رکوع اور سجود کے ذریعہ ساقط نہ ہو گا اور اس کے ذمہ ایک خاص سجدہ کے ذریعہ سجدۂ تلاوت کی قضا واجب ہے جب تک کہ وہ نماز میں ہو۔ پس جب وہ نماز سے نکل جائے تو نماز سے باہر سجدۂ تلاوت کی قضا نہ کرے اس لئے کہ اس کا وقت ختم ہو چکا ہے، بہر حال جب نمازی نماز سے سلام کے ذریعہ سے نکل جائے تو وہ سجدۂ تلاوت کی قضا کر سکتا ہے اس وقت تک جب تک وہ نماز کے منافی کوئی کام نہ کرلے۔

تشریح: مندرجہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آیت سجدہ تلاوت کرنے کے بعد اتنی تاخیر ہو گئی کہ جس میں تین آیتوں سے زیادہ تلاوت ہو سکتی ہو تو یہ شخص تاخیر کی وجہ سے گنہگار ہو گا اور یہ سجدہ قضا ہو جائے گا جو نماز والے رکوع اور سجدہ سے ادا نہیں ہو گا۔ اب اگر یہ شخص نماز کی حالت میں ہو تو اس شخص پر نماز کے دوران اس سجدہ کی قضا واجب ہے اگر نماز کے اندر قضا نہ کی اور نماز مکمل کرلی تو یہ سجدہ ہمیشہ کے لئے اس کے ذمہ واجب رہے گا جس کی قضا کی کوئی صورت نہیں کیونکہ اب یہ نماز کا جزء بن گیا ہے اور نماز کا جزء نماز سے باہر ادا نہیں ہو سکتا۔ نیز نماز کا جزء ہونے کی وجہ سے اس کو کمال حاصل ہو گیا اور جو فعل کامل واجب ہو وہ ناقص ادائیگی سے ادا نہیں ہوتا۔ اب سوائے توبہ واستغفار کے کوئی چارہ نہیں، البتہ نماز درست ہو جائے گی۔ (در مختار مع رد المحتار، طحطاوی، تسہیل)

فُرُوعٌ تَتَعَلَّقُ بِسُجُودِ التِّلَاوَةِ

إِذَا سَمِعَ الْإِمَامُ وَالْمُقْتَدُونَ آيَةَ السَّجْدَةِ مِنَ الشَّخْصِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ شَرِيكًا مَعَهُمْ فِي الصَّلَاةِ سَجَدَ الْإِمَامُ وَالْمُقْتَدُونَ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الصَّلَاةِ. فَلَوْ سَجَدُوا هٰذِهِ السَّجْدَةَ فِي الصَّلَاةِ لَا تَصِحُّ وَلٰكِنْ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُمْ بِهٰذِهِ السَّجْدَةِ۔

حلّ لغات: اَلْمُقْتَدُوْنَ: صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل ناقص واوی از باب افتعال بمعنی پیروی کرنا۔

ترجمہ: چند مسائل جو سجدۂ تلاوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب امام اور مقتدی سجدہ کی آیت اُس شخص سے سنیں جو کہ اِن کے ساتھ نماز میں شریک نہیں تو امام اور مقتدی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کریں گے۔ پس اگر (ان لوگوں نے) اِس سجدہ کو نماز میں ادا کر لیا تو درست نہیں لیکن اس سجدہ سے اُن کی نماز فاسد نہ ہو گی۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے سجدۂ تلاوت کے چند اہم اور مرکزی مسائل بیان فرمائے اب یہاں سے مزید چند مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں چنانچہ فرمایا: إِذَا سَمِعَ الْإِمَامُ الخ اس عبارت کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ جب امام اور مقتدی کسی ایسے شخص سے سجدہ کی آیت سنیں جو کہ ان کے ساتھ نماز میں شریک نہیں تو سننے والے حالتِ نماز میں سجدہ نہ کریں کیونکہ یہ سجدہ نماز کا نہیں اس لئے کہ آیتِ سجدہ کو سننا نماز کے افعال میں سے نہیں۔ البتہ بعد از نماز سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہوگا کیونکہ سببِ سجدہ یعنی آیت کا سننا پایا گیا۔ (طحطاوی، تسہیل)

اَلَّذِیْ سَمِعَ آیَةَ السَّجْدَةِ مِنَ الْإِمَامِ ثُمَّ اقْتَدٰی بِهٖ قَبْلَ أَنْ یَّسْجُدَ الْإِمَامُ لِسَجْدَةِ التِّلَاوَةِ یُتَابِعُ إِمَامَهٗ فِیْ سُجُوْدِهٖ۔ اَلَّذِیْ سَمِعَ آیَةَ السَّجْدَةِ مِنَ الْإِمَامِ ثُمَّ اقْتَدٰی بِهٖ بَعْدَ مَا سَجَدَ لَهَا الْإِمَامُ فِیْ تِلْكَ الرَّكْعَةِ نَفْسِهَا صَارَ مُدْرِكًا لِلسَّجْدَةِ فَلَا یَسْجُدُ، لَا فِی الصَّلَاةِ وَلَا فِیْ خَارِجِ الصَّلَاةِ۔ اَلَّذِیْ تَلَا آیَةَ السَّجْدَةِ خَارِجَ الصَّلَاةِ وَلَمْ یَسْجُدْهَا ثُمَّ أَعَادَ تِلَاوَتَهَا فِی الصَّلَاةِ وَسَجَدَ لَهَا أَجْزَأَتْ هٰذِهِ السَّجْدَةُ عَنِ السَّجْدَتَیْنِ مَا لَمْ یَتَبَدَّلِ الْمَجْلِسُ۔ اَلَّذِیْ كَرَّرَ تِلَاوَةَ آیَةِ سَجْدَةٍ فِیْ مَجْلِسٍ وَاحِدٍ تَكْفِیْ لَهٗ سَجْدَةٌ وَاحِدَةٌ۔ اَلَّذِیْ تَلَا آیَةَ السَّجْدَةِ فِیْ مَجْلِسٍ ثُمَّ تَبَدَّلَ الْمَجْلِسُ وَ أَعَادَ تِلَاوَتَهَا تَجِبُ عَلَیْهِ سَجْدَتَانِ۔ یَتَبَدَّلُ الْمَجْلِسُ مِنَ الْإِنْتِقَالِ مِنْ ذَالِكَ الْمَجْلِسِ۔ زَوَایَا الْبَیْتِ فِیْ حُكْمِ مَجْلِسٍ وَاحِدٍ، سَوَاءٌ كَانَ الْبَیْتُ صَغِیْرًا أَوْ كَبِیْرًا۔ زَوَایَا الْمَسْجِدِ فِیْ حُكْمِ مَجْلِسٍ وَاحِدٍ، سَوَاءٌ كَانَ الْمَسْجِدُ صَغِیْرًا أَوْ كَبِیْرًا۔

حلِّ لغات: نَفْسِهَا: تاکید ہے تِلْكَ الرَّكْعَةِ کے لئے اور تِلْكَ الرَّكْعَةِ، فِیْ کی وجہ سے مجرور ہے اس لئے نَفْسِهَا بھی مجرور ہے کیونکہ مؤکَّد اور تاکید کا اعراب ایک ہوتا ہے۔ زَوَایَا: جمع ہے زَاوِیَةٌ کی بمعنی گوشہ۔

ترجمہ: وہ شخص جس نے امام سے سجدہ کی آیت سنی، پھر اس نے امام کی پیروی کی امام کے سجدۂ تلاوت کرنے سے پہلے تو وہ اپنے امام کی تابعداری کرے اس کے سجدۂ تلاوت میں۔ وہ شخص جس نے امام سے سجدہ کی آیت سنی، پھر اس نے امام کی پیروی کی اُسی رکعت میں امام کے سجدۂ تلاوت کر لینے کے بعد تو وہ سجدۂ تلاوت کو پانے والا ہو گیا لہٰذا سجدہ نہ کرے نہ نماز میں اور نہ نماز کے باہر۔ وہ شخص جس نے نماز کے باہر سجدہ کی آیت تلاوت کی اور اس نے سجدہ نہ کیا پھر اسی سجدہ کی (آیت کی) تلاوت کو نماز میں دوبارہ لوٹایا اور سجدہ کیا تو یہ سجدہ دونوں سجدوں کی طرف سے کافی ہو جائے گا جب تک کہ مجلس تبدیل نہ ہو۔ وہ شخص جس نے ایک مجلس میں سجدہ کی آیت کو بار بار دُہرایا تو اس کے لئے ایک ہی سجدہ کافی ہے۔ وہ شخص جس نے ایک مجلس میں سجدہ کی آیت تلاوت کی پھر مجلس بدل گئی اور سجدہ کی (آیت کی) تلاوت کو دُہرایا تو اس پر دو سجدے واجب ہونگے۔ مجلس تبدیل ہو جاتی ہے اُس مجلس سے منتقل ہو جانے سے۔ گھر کے گوشے ایک ہی مجلس کے حکم میں ہیں خواہ گھر چھوٹا ہو یا بڑا۔ مسجد کے گوشے ایک ہی مجلس کے حکم میں ہیں خواہ مسجد چھوٹی ہو یا بڑی۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں پہلے مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام سے آیت سجدہ کو سننے کے بعد امام کے سجدہ کرنے سے پہلے پہلے اُسی امام کی اقتداء کی تو اب امام کے ساتھ یہ شخص بھی سجدہ میں شریک ہو جائے کیونکہ اگر یہ شخص آیت سجدہ کو نہ سنتا تب بھی اس پر امام کے اتباع میں سجدہ کرنا لازم تھا پس جب اس نے آیتِ سجدہ سن بھی لیا تو پھر تو بطریقِ اولیٰ لازم ہوگا۔ اور اگر امام نے سجدۂ تلاوت کر لیا بعد میں اس

نے اسی رکعت میں امام کی اقتداء کی تو اب یہ شخص اس سجدہ کو نہ نماز میں ادا کرے اور نہ نماز کے بعد کیونکہ اس نے امام کے ساتھ رکعت پالی تو اس نے اس سجدہ کو بھی پالیا جیسے کوئی شخص وتر کی آخری رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے تو اُس رکعت کو پانے کی وجہ سے یہ شخص دعاءِ قنوت کو بھی پانے والا شمار ہوتا ہے نیز اس لئے بھی کہ یہ شخص نہ نماز میں سجدہ کر سکتا ہے کیونکہ امام کی مخالفت لازم آئے گی، اور نہ نماز کے بعد کیونکہ نماز والا سجدہ باہر والے سجدہ سے قوی اور کامل ہوتا ہے۔ یہ تو سارا مسئلہ تھا کہ امام سے آیت سجدہ سننے کے بعد اقتداء کرے تو کیا حکم ہے۔ اب اگر اس نے اقتداء ہی نہیں کی تو پھر خود سجدہ کرلے کیونکہ سجدہ کا سبب اس کے حق میں پایا گیا ہے۔

اَلَّذِیْ تَلَا اٰیَةَ السَّجْدَةِ خَارِجَ الصَّلَاةِ الخ: اگر کسی نے آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ نہیں کیا حتی کہ اسی مجلس میں یعنی کھانے پینے وغیرہ کسی کام میں مشغول ہونے سے پہلے نماز شروع کردی پھر نماز میں اسی آیت سجدہ کی دوبارہ تلاوت کی اور نماز ہی میں سجدۂ تلاوت کو ادا کیا تو یہ سجدہ دونوں تلاوتوں کے سجدوں کے لئے کافی ہوگا کیونکہ دوسرا سجدہ صلاتیہ (نماز والا) ہونے کی وجہ سے اقوٰی ہے لہٰذا یہ ادنٰی کو بھی شامل ہوگا جو کہ غیر صلاتیہ ہے۔

مَالَمْ یَتَبَدَّلِ الْمَجْلِسُ کا مطلب: جب تک کھانے وغیرہ کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ مجلس جس طرح اٹھنے سے تبدیل ہو جاتی ہے اسی طرح وہاں بیٹھے بیٹھے کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے سے بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔

تنبیہ: جو سجدہ حالتِ نماز میں واجب ہو خواہ خود تلاوت کی یا امام سے آیت سجدہ سن لی یہ سجدہ نماز سے باہر ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتا کیونکہ صلاتیہ (نماز والے) سجدہ کو غیر صلاتیہ پر فضیلت حاصل ہے نیز یہ سجدہ اب افعالِ نماز کا جزء بن گیا ہے اور افعالِ نماز نماز سے باہر ادا نہیں کئے جاتے۔

اَلَّذِیْ کَرَّرَ الخ: یہاں سے آیت سجدہ کو کئی بار تلاوت کرنے کے مسائل بیان فرماتے ہیں۔ آیت سجدہ کو کئی بار تلاوت کرنے کی عقلی طور پر چار صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ایک ہی آیت سجدہ کو بار بار تلاوت کرتا رہا اس صورت میں اتحادِ مجلس بھی ہے اور اتحادِ آیت بھی۔ (۲) ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے مختلف آیاتِ سجدہ تلاوت کرتا ہے اس صورت میں اتحادِ مجلس تو ہے مگر اتحادِ آیت نہیں۔ (۳) مختلف نشستوں میں ایک ہی آیت سجدہ بار بار تلاوت کرتا رہے اس صورت میں اتحادِ آیت تو ہے مگر اتحادِ مجلس نہیں۔ (۴) مختلف نشستوں میں مختلف آیاتِ سجدہ تلاوت کرتا ہے اس صورت میں نہ اتحادِ مجلس ہے نہ اتحادِ آیت۔ کتاب میں صرف پہلی اور تیسری صورت کو بیان کیا گیا ہے ان مختلف عقلی صورتوں میں سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کا اصول یہ ہے کہ وہ صورت جس میں اتحادِ مجلس اور اتحادِ آیت دونوں ہوں تو اس میں سجدۂ تلاوت میں تداخُل ہوگا اور ایک ہی سجدۂ تلاوت واجب ہوگا حرج کو دور کرنے کے لئے کہ بار بار سجدہ کرنے میں مشقت ہوگی نیز حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کوفہ کی مسجد میں لوگوں کو قرآن کی تعلیم کے دوران ایسا ہی کرتے تھے۔ باقی اگر اتحادِ مجلس ہو اتحادِ آیت نہ ہو جیسا کہ دوسری صورت میں یا اتحادِ آیت ہو اتحادِ مجلس نہ ہو جیسا کہ تیسری صورت میں یا دونوں نہ ہو جیسا کہ چوتھی صورت میں تو پھر جتنی بار آیت سجدہ تلاوت کرے گا اُتنے ہی سجدے واجب ہونگے۔

یَتَبَدَّلُ الْمَجْلِسُ الخ: مجلس کی تبدیلی کی دو شکلیں ہیں: (۱) حقیقی، (۲) حکمی۔ حقیقی تبدیلی یہ ہے کہ ایک جگہ سے اُٹھ کر کم از کم (۲) چار قدم چلے جانا یا مسجد یا کمرہ سے باہر نکل جانا۔ حکمی یہ ہے کہ مثلاً ایک مجلس میں بیٹھے بیٹھے کسی ایسے کام میں مشغول ہو جانا جو عرف میں الگ سمجھا جاتا ہے جیسے پڑھتے پڑھتے درمیان میں دستر خوان بچھا کر کھانے لگنا یا خرید و فروخت کی مجلس سے مجلسِ نکاح میں منتقل ہو جانا وغیرہ تو ان اعمال کے بعد اگر وہی آیت دوبارہ پڑھے گا تو پھر سجدۂ تلاوت بھی دوبارہ کرے گا۔

تنبیہ: ایک دو لقمے کھانے یا ایک دو گھونٹ پانی پینے یا اُسی جگہ کھڑے ہونے اور بیٹھ جانے سے مجلس نہیں بدلتی اور وہاں ایک ہی آیت سجدہ دوبارہ پڑھنے سے ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ البتہ کھانے کے تین لقمے یا تین گھونٹ پانی پینے سے نیز لیٹ کر سو جانے سے مجلس تبدیل ہو جاتی ہے۔

زَوَایَا الْمَسْجِدِ الخ: چھوٹی یا بڑی مسجد (تمام حصوں سمیت) اور عید گاہ ایک مکان ہے اگر ان کے ایک حصہ میں آیت سجدہ تلاوت کی، پھر دوسرے حصہ میں پہنچ کر وہی آیت پڑھی تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ بشرطیکہ چلنے کے علاوہ اور کوئی عمل نہ کیا ہو۔

تنبیہ: اگر ایک جگہ آیتِ سجدہ پڑھ کر اس طرح چلے کہ اُس چلنے سے مکان بدل جائے جیسے ایک کمرہ سے چل کر دوسرے کمرہ میں آجائے یا برآمدہ یا صحن میں یا مسجد سے باہر آجائے تو مجلس بدل جائے گی۔ اور اگر اس چلنے سے مکان نہ بدلے جیسے اکیلے کمرہ، کشتی، ریل کے ڈبہ یا مسجد میں چلنا پھرنا تو اس سے مجلس تبدیل نہیں ہوگی اور بار بار وہی آیت سجدہ پڑھنے سے ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ (غنیۃ المستملی، ردالمحتار، مراقی مع طحطاوی)

إِذَا تَكَرَّرَ مَجْلِسُ السَّامِعِ تَكَرَّرَ عَلَيْهِ وُجُوْبُ السَّجْدَةِ. سَوَاءٌ تَكَرَّرَ مَجْلِسُ الْقَارِئِ أَمْ لَا۔ يُكْرَهُ أَنْ يَقْرَأَ السُّوْرَةَ الَّتِيْ فِيْهَا السَّجْدَةُ وَيَتْرُكَ آيَةَ السَّجْدَةِ۔ إِذَا كَانَ السَّامِعُ غَيْرَ مُتَهَيِّئٍ لِلسُّجُوْدِ أُسْتُحِبَّ لِلْقَارِئِ أَنْ يُخْفِيَ تِلَاوَةَ آيَةِ السَّجْدَةِ۔

حلِّ لغات: مُتَهَيِّئٌ: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل مہموز اللام اجوف یائی از باب تفعُّل بمعنی تیار ہونا، آمادہ ہونا۔

ترجمہ: جب سننے والے کی مجلس بار بار بدلتی رہے تو اس پر سجدہ کا وجوب بھی بار بار ہوگا برابر ہے کہ پڑھنے والے کی مجلس بدلی ہو یا نہ بدلی ہو۔ مکروہ ہے یہ بات کہ وہ سورت جس میں (آیتِ) سجدہ ہو اس کو پڑھے اور آیت سجدہ کو چھوڑ دے۔ جب سننے والا سجدہ کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو پڑھنے والے کے لئے مستحب ہے یہ بات کہ آیت سجدہ کی تلاوت آہستہ کرے۔

تشریح: إِذَا تَكَرَّرَ الخ: اگر یہ صورت ہو کہ تلاوت کرنے والے کی مجلس تو ایک ہو البتہ سننے والے کی مجلس بدل گئی تو بالاتفاق سننے والے پر وجوبِ سجدہ مکرر ہوگا اور مجلس کی تبدیلی کا مطلب اوپر واضح کیا جا چکا ہے، جو تفصیل تلاوت کرنے والے کے بارے میں ہے بعینہٖ یہی تفصیل سامع (قرآن کی تلاوت سننے والے) کے بارے میں بھی ہے۔ اور اگر تلاوت کرنے والے کی مجلس بدلی مگر سننے والے کی مجلس نہ بدلی تو اصح اور مفتی بہ قول کے مطابق سننے والے پر سجدہ کا وجوب مکرر نہ ہوگا کیونکہ سامع کے حق میں سجدہ کے واجب ہونے کا سبب سننا ہے اور سننے کی مجلس میں تکرار نہیں۔ لہٰذا تمام سورت پڑھنا جس میں آیت سجدہ ہے اور صرف آیتِ سجدہ کو چھوڑ دینا مکروہِ تحریمی ہے

اس لئے کہ اس طرح کرنے میں آیتِ سجدہ سے اعراض کرنے کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے اور گویا سجدہ سے انکار ہے۔ اور بعض قرآن کو چھوڑنا لازم آتا ہے البتہ اس کا عکس مکروہ نہیں۔

اِذَا كَانَ السَّامِعُ غَيْرَ مُتَهَيِّئٍ الخ: جب پڑھنے والا اکیلا ہو تو جس طرح چاہے قراءت کرے زور سے یا آہستہ اور اگر وہاں کچھ لوگ بھی موجود ہوں تو اگر وہ لوگ سجدہ کرنے کے لئے تیار ہوں یعنی باوضو ہوں اور پڑھنے والے کا غالب گمان ہو کہ سجدہ ادا کرنا اُن کیلئے دشوار نہ ہوگا تو مناسب ہے کہ آیتِ سجدہ کو اونچی آواز سے پڑھے کیونکہ اس طرح کرنے میں اُن کو عبادت پر آمادہ کرنا ہے تاکہ لوگ بھی سجدہ کریں اور اگر وہ لوگ بے وضو ہوں یا غالب گمان ہو کہ مشقت میں پڑیں گے تو پھر آیتِ سجدہ آہستہ یعنی دل میں پڑھے اونچا نہ پڑھے۔

كَيْفِيَّةُ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ

كَيْفِيَّةُ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ أَنْ يَسْجُدَ سَجْدَةً وَاحِدَةً بَيْنَ تَكْبِيْرَتَيْنِ، تَكْبِيْرَةٍ عِنْدَ وَضْعِ جَبْهَتِهٖ عَلَى الْأَرْضِ لِلسُّجُوْدِ، وَتَكْبِيْرَةٍ عِنْدَ رَفْعِ الْجَبْهَةِ مِنَ السُّجُوْدِ. لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ التَّكْبِيْرِ وَلَا يَقْرَأُ التَّشَهُّدَ وَلَا يُسَلِّمُ بَعْدَ السُّجُوْدِ۔ رُكْنُ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ وَاحِدٌ وَهُوَ وَضْعُ الْجَبْهَةِ عَلَى الْأَرْضِ. أَوْ مَا يَقُوْمُ مَقَامَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ. وَالْإِيْمَاءِ لِلْمَرِيْضِ۔ وَالتَّكْبِيْرَتَانِ مَسْنُوْنَتَانِ۔ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَقُوْمَ ثُمَّ يَسْجُدَ لِلتِّلَاوَةِ۔

حلِّ لُغات: كَيْفِيَّةٌ: بمعنی حالت، طریقہ۔ جمع كَيْفِيَّات۔ مَسْنُوْنَتَانِ: تثنیہ ہے مَسْنُوْنَةٌ کی مَسْنُوْنَةٌ صیغہ واحد مؤنث، بحث اسم مفعول مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی اختیار کیا ہوا طریقہ، یہاں مراد آپ ﷺ سے ثابت شدہ طریقہ ہے۔

ترجمہ: سجدۂ تلاوت کا طریقہ: سجدۂ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سجدہ کرے دو تکبیروں کے درمیان۔ (۱) پہلی تکبیر اپنی پیشانی کو سجدہ کے لئے زمین پر رکھنے کے وقت۔ (۲) اور دوسری تکبیر سجدہ سے پیشانی کو اٹھانے کے وقت۔ تکبیر کہتے وقت اپنے ہاتھوں کو نہیں اٹھائے گا۔ اور نہ ہی التحیات پڑھے گا اور نہ ہی سجدہ کرنے کے بعد سلام پھیرے گا۔ سجدۂ تلاوت کا رکن ایک ہے اور وہ پیشانی کو زمین پر رکھنا، یا وہ چیز جو پیشانی کو زمین پر رکھنے کے قائم مقام ہو، یعنی رکوع اور اشارہ مریض کے لئے۔ اور دونوں تکبیریں سنت ہیں۔ اور مستحب یہ ہے کہ کھڑا ہو جائے پھر سجدۂ تلاوت کرے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے سجدۂ تلاوت کا طریقہ نیز سجدۂ تلاوت کے افعال بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ سجدۂ تلاوت کا اصل رکن یعنی فرض ایک ہی ہے اور وہ سجدہ ہے یا جو اس کے قائم مقام ہو مثلاً: نمازی کا سجدۂ تلاوت کی جگہ رکوع کرنا جیسا کہ نماز میں آیتِ سجدہ پڑھنے پر فوراً رکوع کیا جاتا ہے یا مریض اور مسافر کا اشارہ کرنا۔ اور سجدۂ تلاوت سے پہلے اور بعد میں دو تکبیریں کہنا مسنون ہیں، سجدۂ تلاوت کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے کھڑا ہو جائے اور زور سے اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے پھر سجدہ کر کے اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے یعنی سجدہ سے پہلے اور بعد میں قیام مستحب ہے لیکن اگر بیٹھے بیٹھے بھی سجدہ کر لیا تو بھی کوئی حرج نہیں نیز تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے، نیز سجدۂ تلاوت کے بعد نہ التحیات ہے اور نہ سلام کیونکہ یہ دونوں کام تحلیل کے لئے ہیں اور تحلیل یعنی نماز سے نکلنا یہ تقاضا کرتا ہے کہ پہلے تحریمہ ہو اور یہاں تکبیرِ تحریمہ نہیں۔

فائدہ: سجدۂ تلاوت کے دوران کیا پڑھے؟ اگر فرض نماز میں سجدۂ تلاوت کی نوبت آئے تو سجدہ میں نماز والی تسبیح: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" پڑھے، اور اگر نفل نماز میں سجدۂ تلاوت ادا کر رہا ہے یا صرف سجدۂ تلاوت ادا کر رہا ہے تو پھر مذکورہ تسبیح کے ساتھ ساتھ دیگر دُعائیں پڑھ سکتا ہے۔ مثلاً "سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ، وَصَوَّرَهٗ، وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ". یا "اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ عِنْدَكَ بِهَا أَجْراً وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْراً وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْراً وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ عَبْدِكَ دَاؤدَ ﷺ"۔

تنبیہ: سرّی نمازوں میں نیز جمعہ، عیدین (یا بڑے اجتماعات) میں امام کو چاہئے کہ وہ آیت سجدہ کی تلاوت نہ کرے، کیونکہ ان نمازوں میں مقتدیوں میں انتشار کا اندیشہ ہے۔

شُرُوْطُ الصِّحَّةِ لِسُجُوْدِ التِّلَاوَةِ هِيَ نَفْسُ شُرُوْطِ صِحَّةِ الصَّلَاةِ، غَيْرَ أَنَّ التَّحْرِيْمَةَ شَرْطٌ فِي الصَّلَاةِ وَلَيْسَتْ بِشَرْطٍ فِيْ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ۔ يَجِبُ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ فِيْ أَرْبَعَةَ عَشَرَ مَوْضِعاً فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ۔ ١۔ فِي الْأَعْرَافِ۔ ٢۔ فِي الرَّعْدِ۔ ٣۔ فِي النَّحْلِ۔ ٤۔ فِي الْإِسْرَاءِ۔ ٥۔ فِيْ مَرْيَمَ۔ ٦۔ أَلسَّجْدَةُ الْأُوْلٰى فِي الْحَجِّ۔ ٧۔ فِي الْفُرْقَانِ۔ ٨۔ فِي النَّمْلِ۔ ٩۔ فِيْ آلٓمّٓ أَلسَّجْدَةِ۔ ١٠۔ فِيْ صٓ۔ ١١۔ فِيْ حٰمٓ السَّجْدَةِ۔ ١٢۔ فِي النَّجْمِ۔ ١٣۔ فِي الْإِنْشِقَاقِ۔ ١٤۔ فِي الْعَلَقِ۔

حلّ لغات: **مَوْضِعٌ**؛ صیغہ واحد بحث اسم ظرف مثال واوی از باب فتح بمعنی جگہ۔ جمع **مَوَاضِعُ**۔

ترجمہ: سجدۂ تلاوت کے درست ہونے کی بعینہٖ وہی شرطیں ہیں جو نماز کے درست ہونے کی ہیں علاوہ اس کے کہ تحریمہ نماز میں شرط ہے اور سجدۂ تلاوت میں شرط نہیں۔ سجدۂ تلاوت قرآنِ کریم میں چودہ جگہوں میں واجب ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں سجدۂ تلاوت کی شرطیں اور سجدۂ تلاوت کے مقامات کو بیان فرمایا، چنانچہ سجدۂ تلاوت کے لئے وہی شرطیں ہیں جو نماز کی شرطیں ہیں، مثلاً سجدہ کرنے والے کا اَحداث اور نجاستوں سے پاکی، سترِ عورت، استقبالِ قبلہ اور نیت، طہارتِ مکان۔ مگر ایک فرق کے ساتھ کہ نماز میں تکبیرِ تحریمہ شرط ہے اور سجدۂ تلاوت میں شرط نہیں بلکہ سنت ہے۔ نیز جو چیزیں نماز کو فاسد کر دیتی ہیں وہ سجدۂ تلاوت کو بھی فاسد کر دیتی ہیں۔

فائدہ: سجدۂ تلاوت کی نیت میں اتنی بات کافی ہے کہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرتا ہوں، آیتِ سجدہ کی تعیین ضروری نہیں۔

سجدۂ تلاوت قرانِ کریم میں (۱۴) چودہ جگہوں پر واجب ہے جن کے پڑھنے یا سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہیں یعنی قرآن مجید میں آیات سجدہ چودہ ہیں: نمبر (۱)۔ پارہ ۹ سورۂ اعراف میں آیت نمبر ۲۰۶۔ نمبر (۲)۔ پارہ ۱۳ سورۂ رعد میں آیت نمبر ۱۵۔ نمبر (۳)۔ پارہ ۱۴ سورۂ نحل میں آیت نمبر ۵۰۔ نمبر (۴)۔ پارہ ۱۵ سورۂ اسرائیل میں آیت نمبر ۱۰۹۔ نمبر (۵)۔ پارہ ۱۶ سورۂ مریم میں آیت نمبر ۵۸۔ نمبر (۶)۔ پارہ ۱۷ سورۂ حج کا پہلا سجدہ آیت نمبر ۱۸۔ نمبر (۷)۔ پارہ ۱۹ سورۂ فرقان میں آیت نمبر ۶۰۔ نمبر (۸)۔ پارہ ۱۹ سورۂ نمل میں آیت نمبر ۲۶۔ نمبر (۹) پارہ ۲۱ سورۂ الٓم سجدہ آیت نمبر ۱۵۔ نمبر (۱۰)۔ پارہ ۲۳ سورۂ ص میں آیت نمبر ۲۴۔ نمبر (۱۱)۔ پارہ ۲۴ سورۂ حٰم سجدہ آیت نمبر ۳۸۔ نمبر (۱۲)۔ پارہ ۲۷ سورۂ نجم آیت نمبر ۶۲۔ نمبر (۱۳)۔ پارہ ۳۰ سورۂ انشقاق میں آیت نمبر ۲۱۔ نمبر (۱۴)۔ پارہ ۳۰ سورۂ علق میں آیت نمبر ۱۹۔

فائدہ: یاد رہے کہ سورۂ حج کا دوسرا سجدہ احناف رحمہم اللہ کے نزدیک واجب نہیں ہے شوافع رحمہم اللہ کے نزدیک واجب ہے اور سورۂ ص کا سجدہ احناف رحمہم اللہ کے نزدیک واجب ہے شوافع رحمہم اللہ کے نزدیک واجب نہیں ہے۔

چند متفرق مسائل

(۱) ممیز یعنی سمجھدار بچہ سے آیتِ سجدہ سننے پر سامع پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ (۲) سجدۂ تلاوت پوری آیت یا اکثر آیتِ سجدہ بشمولِ کلمۂ سجدہ کی تلاوت پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے، اگر کلمۂ سجدہ کو حذف کر کے پوری آیت پڑھی جائے یا صرف کلمۂ سجدہ پڑھا جائے، آگے پیچھے کچھ نہ پڑھا جائے تو سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا۔ (۳) آیتِ سجدہ کا صرف ترجمہ پڑھ لینے سے بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ (۴) اور اگر آیتِ سجدہ کو ہجے کر کے پڑھا تو نہ پڑھنے والے پر اور نہ سننے والے پر، کسی پر سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی نظر پڑنے یا دل میں پڑھنے سے واجب ہوتا ہے۔ (۵) سجدہ کی آیت سُن کر اگر فوراً سجدہ نہیں کر سکتا تو مستحب ہے کہ "سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ" پڑھ لے اور پھر کسی وقت سجدہ کر لے۔ (۶) امام کے لئے ایک اہم تنبیہ: سری نمازوں میں اور جمعہ وعیدین (یا بڑے اجتماعات) میں امام کو چاہیئے کہ وہ آیت سجدہ کی تلاوت نہ کرے، کیونکہ ان نمازوں میں مقتدیوں میں انتشار کا اندیشہ ہے، البتہ اگر آیتِ سجدہ قراءت کے اخیر میں واقع ہو رہی ہو کہ نماز کے سجدہ کے ضمن میں سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے تو حرج نہیں۔ (در مختار مع ردالمحتار، عالمگیری، نہر الفائق، جوہرہ، تسہیل)

صَلَاةُ الْجُمُعَةِ

دَلِيْلُ مَشْرُوْعِيَّتِهَا: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ. ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الجمعة۹) وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ، وَأَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا﴾ (رواه مسلم) وَقَالَ ﷺ أَيْضاً: ﴿مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُناً طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ﴾ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ جَهْرِيَّتَانِ وَهِيَ فَرْضُ عَيْنٍ مُسْتَقِلٌّ، وَلَيْسَتْ بَدَلاً عَنِ الظُّهْرِ، وَلٰكِنْ مَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ فُرِضَتْ عَلَيْهِ صَلَاةُ الظُّهْرِ أَرْبَعاً۔

حلِّ لُغات: ذَرُوْا: صیغہ جمع مذکر بحث امر حاضر معروف مثال واوی از باب ضرب بمعنی چھوڑنا، اس معنی میں اس مادہ سے مضارع اور امر کے علاوہ کوئی اور صیغہ مستعمل نہیں ہے۔ مَسَّ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف از باب سمع، نصر بمعنی چھونا، ہاتھ لگانا۔ اَلْحَصٰى: بمعنی کنکری۔ تَهَاوُناً: مصدر ہے باب تفاعل کا اجوف واوی سے بمعنی حقیر سمجھنا، سستی کرنا۔

ترجمہ: جمعہ کی نماز (کا بیان): اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لئے اذان کہی جائے تو تم اللہ کی یاد کی طرف فوراً چل پڑا کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو"۔ (بیان القرآن) اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "جو کوئی جمعہ کے دن وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر جمعہ کی نماز کے لئے آئے پس غور سے خطبہ سنے اور خاموشی اختیار کرے تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائینگے جو اس کے اور جمعہ کے درمیان ہوں اور تین دن کے مزید اور جس نے کنکری کو ہاتھ لگایا تو

یقیناً اس نے بے کار کام کیا"۔(رواہ مسلم) اور نیز فرمایا: "جس شخص نے سستی اور غفلت سے تین جمعے چھوڑ دیئے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگادیں گے"۔(ابو داؤد) جمعہ کی نماز دو رکعت ہیں اور جہری ہیں اور جمعہ مستقل فرض ہے ظہر کا بدل نہیں ہے لیکن جس شخص سے جمعہ کی نماز فوت ہو جائے تو اس پر ظہر کی نماز چار رکعت فرض ہو جاتی ہے۔

تشریح: دن رات کی پانچوں فرض نمازیں جن کے باجماعت پڑھنے کا حکم ہے اور ان کے علاوہ وہ سنن و نوافل جو انفرادی طور پر ہی پڑھے جاتے ہیں ان سب کے متعلق شریعت کے احکام سابق میں ذکر کئے جا چکے ہیں۔ ان کے علاوہ چند نمازیں اور ہیں جو صرف اجتماعی طور پر ہی ادا کی جاتی ہیں اور وہ اپنی مخصوص نوعیت اور امتیازی شان کی وجہ سے اس اُمت کا گویا شعار ہیں، ان میں سے ایک نمازِ جمعہ ہے جو ہفتہ وار ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں ہیں جو سالانہ ہیں۔ پہلے جمعہ کے احکام بیان کئے جاتے ہیں پھر اس کے بعد عیدین کے۔

اسلام میں جمعہ کے دن کی اہمیت: چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کی اہمیت اور فضیلت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام سے ثابت فرمایا۔ اللہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے روز نمازِ جمعہ کے لئے جب اذان کہی جائے تو تم اللہ کی یاد یعنی نماز و خطبہ کی طرف فوراً چل پڑو۔ ذکر سے مراد اس آیت میں نمازِ جمعہ اور خطبہ ہے اور دوڑنے سے مراد نہایت اہتمام کے ساتھ جانا ہے۔ اور خرید و فروخت چھوڑ دو اسی طرح دوسرے مشاغل جو جمعہ کے لئے جانے میں رکاوٹ بنیں۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اذانِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت کو اس آیت نے حرام کر دیا اس پر عمل کرنا بیچنے اور خریدنے والوں سب پر فرض ہے مگر اس کا عملی انتظام اس طرح کیا جائے کہ دکانیں بند کر دی جائیں تو خریداری خود بخود بند ہو جائے گی۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ جمعہ کا نفع باقی ہے اور خرید و فروخت کا نفع فانی ہے۔(معارف، بیان القرآن)

یہاں چند باتیں قابلِ لحاظ ہیں۔

(۱) **فضائلِ جمعہ:** جمعہ کی فضیلت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے یعنی فرائض، سُنن، آداب، مستحبات کا خیال رکھے اور پھر نمازِ جمعہ کے لئے حاضر ہو جائے اور متوجہ ہو کر خطبہ سنے اور خاموشی اختیار کرے تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں نیز تین دن کے مزید گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

تنبیہ: دوسرے جمعہ سے مراد بعض روایات کے مطابق آئندہ جمعہ اور بعض کے مطابق گذشتہ جمعہ ہے بہر حال ایک ہفتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: سورج جن دنوں پر طلوع ہوتا ہے ان میں سب سے بہتر اور افضل دن جمعہ کا ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اسی دن انہیں جنت میں بھیجا گیا، اسی دن وہ جنت سے باہر تشریف لائے اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی، (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف) نیز یہ بھی فرمایا: جمعہ کا دن اللہ کے نزدیک عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے بھی بڑھ کر ہے۔(مشکوٰۃ شریف) نیز یہ بھی فرمایا: جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ جس میں کوئی بھی مسلمان اللہ تعالیٰ سے جو بھلائی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور اس خیر سے سرفراز فرماتے ہیں۔(متفق علیہ، مشکوٰۃ) نیز فرمایا: جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب کو مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھتے ہیں۔(ترمذی)

(۲)**نمازِ جمعہ چھوڑنے کی نحوست اور وعید:** وعید کے سلسلہ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ جو شخص تین جمعے (بغیر کسی شرعی عذر کے) صرف سستی اور غفلت سے چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں یعنی ہدایت کے لئے اس کے دل کو سیل کر دیتے ہیں۔ (پھر وہ نیک عمل کی توفیق سے محروم ہی رہے گا) نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ منافق لکھ دیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ، مسند شافعی)

(۳)**لغوی تحقیق:** لفظِ جمعہ بضم المیم "جُمُعَةٌ" وسکون المیم "جُمْعَةٌ" وفتح المیم "جُمَعَةٌ" تینوں طرح پڑھا گیا ہے۔ تاہم پہلا قول ہی مشہور ہے اور اسی معروف تلفظ کے مطابق قرآن مجید میں اس لفظ کو ادا کیا جائے گا۔ (قاموس الفقہ، تسہیل، طحطاوی)

(۴) جمعہ اجتماع سے مشتق ہے اس روز لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ سے اس کا نام جمعہ رکھا گیا ہے یا اس وجہ سے کہ تمام اولادِ آدم اسی روز جمع کی جائے گی یا اس وجہ سے کہ آدم علیہ السلام حضرت حوا علیہا السلام سے زمین پر اسی روز ملے، یا اس لئے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کا سامانِ تخلیق اکٹھا کیا گیا تھا۔ (طحطاوی، تسہیل)

(۵)**جمعہ کا نام جمعہ:** جمعہ ہفتہ کا ساتواں دن ہے، زمانہ جاہلیت میں اس دن کو "عَرُوبہ" کہا جاتا تھا جس کے معنی "رحمت" کے ہیں، بعد کو چل کر یہ دن جمعہ سے موسوم ہوا، اور کہا جاتا ہے کہ کعب بن لُوَی پہلے شخص ہیں جس نے جمعہ کا نام جمعہ رکھا۔ اسی طرح عرب لوگ ہفتہ کے دن کو "شِیار" اتوار کے دن کو "اَوّل" پیر کو "اَھْوَن" منگل کو "جُبَار" بدھ کو "دُبَار" جمعرات کو "مُونِس" اور جمعہ کو "عَرُوبہ" کہتے تھے۔ (طحطاوی، تسہیل، قاموس)

(۶)**جمعہ کی فرضیت:** غالباً اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلا خطبہ ادا فرمایا وہ ۱ھ میں ہے چنانچہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقع پر مدینہ تشریف لائے پیر، منگل، چہار شنبہ کو قُبا میں قیام فرمایا جمعرات کو "مسجدِ قُبا" کی بنیاد رکھی اور جمعہ کو وہاں سے روانہ ہوئے اور بنو سالم کے محلہ میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی (جہاں آج کل مسجدِ جُمعہ بنی ہوئی ہے) جب کہ ابھی تک مسجدِ نبوی کی بنیاد بھی نہیں پڑی تھی اس روایت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جمعہ کی فرضیت مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے ہی ہو گئی تھی البتہ مکہ میں جمعہ کی ادائیگی ممکن نہیں تھی۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ جمعہ کی فرضیت ہجرت کے بعد مدینہ میں ہی ہوئی۔ (قاموس)

صَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ الخ: جمعہ کی نماز دو رکعت ہیں اور وہ بھی جہری ہیں اور نمازِ جمعہ فرضِ عین ہے اور اس کا فرضِ عین ہونا دلیلِ قطعی یعنی قرآن، حدیث، اجماع سے ثابت ہے لہٰذا اس کا انکار کفر ہے۔ اور مستقل فرض ہے ظہر کا بدل نہیں بلکہ ظہر کی نماز سے اہم ہے اس لئے کہ ہمیں جمعہ قائم کرنے کے لئے ظہر کو چھوڑنے کا حکم ہے اور ایک فرض کو دوسرے فرض کیلئے چھوڑنا یہ اس دوسرے فرض کے مؤکد ہونے کی علامت ہے۔ نیز جمعہ چھوڑنے کے بارے میں جو وعیدیں آئی ہیں وہ ظہر کو چھوڑنے کے بارے میں نہیں۔ نیز جو ثواب اور جو شرطیں جمعہ کی ہیں وہ ظہر کی نہیں۔ "وَلَيْسَتْ بَدَلاً عَنِ الظُّهْرِ" مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت "مُسْتَقِلٌ" کی وضاحت ہے۔ (طحطاوی مع مراقی، در مختار مع رد المحتار)

شُرُوْطُ فَرْضِيَّةِ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ

صَلَاةُ الْجُمُعَةِ تَفْتَرِضُ عَلَى الَّذِيْ تَتَوَفَّرُ فِيْهِ الشُّرُوْطُ الْآتِيَةُ: ١۔أَنْ يَّكُوْنَ ذَكَراً. فَلَاتَفْتَرِضُ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمَرْأَةِ۔٢۔أَنْ يَّكُوْنَ حُرّاً. فَلَاتَفْتَرِضُ عَلَى الرَّقِيْقِ۔٣۔أَنْ يَّكُوْنَ مُقِيْماً فِيْ مِصْرٍ. أَوْ فِيْ مَوْضِعٍ هُوَ فِيْ حُكْمِ الْمِصْرِ. فَلَاتَفْتَرِضُ عَلَى الْمُسَافِرِ. وَكَذَا لَاتَفْتَرِضُ عَلَى الْمُقِيْمِ فِي الْقَرْيَةِ۔٤۔أَنْ يَّكُوْنَ صَحِيْحاً. فَلَاتَفْتَرِضُ عَلَى الْمَرِيْضِ۔٥۔أَنْ يَّكُوْنَ مَأْمُوْناً. فَلَاتَفْتَرِضُ عَلَى الَّذِي اخْتَفٰى خَوْفاً مِنْ ظُلْمِ ظَالِمٍ۔

حلِّ لُغات: **اَلْآتِيَةُ**، صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل مہموز الفاء ناقص یائی از باب ضرب بمعنی آنے والی، مُنْدَرِجَۂ ذَیل۔ **تَتَوَفَّرُ**، اس صیغہ کی تحقیق پہلے گذر چکی ہے بمعنی کامل طور پر پایا جانا۔ **حُرٌّ**، بمعنی آزاد۔ جمع **أَحْرَارٌ**۔ **رَقِيْقٌ**، بمعنی غلام۔ جمع **أَرِقَّاءُ**۔ **مِصْرٌ**، بمعنی شہر۔ جمع **أَمْصَارٌ**۔ **إِخْتَفٰى**، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف ناقص یائی از باب افتعال بمعنی چھپنا۔

ترجمہ: جمعہ کی نماز کے فرض ہونے کی شرطیں: جمعہ کی نماز اس شخص پر فرض ہوتی ہے جس میں مُنْدَرِجَۂ ذَیل شرطیں کامل طور پر پائی جائیں۔(۱) ایک یہ ہے کہ (وہ شخص) مرد ہو، لہٰذا عورت پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔(۲) دوسری یہ ہے کہ (وہ) آزاد ہو، لہٰذا غلام پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔(۳) تیسری یہ ہے کہ (وہ) شہر میں یا ایسی جگہ میں مقیم ہو جو شہر کے حکم میں ہو، لہٰذا مسافر پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔ اور اسی طرح گاؤں میں رہنے والے پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔ (۴) چوتھی یہ ہے کہ (وہ) تندرست ہو، لہٰذا بیمار پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔(۵) پانچویں یہ ہے کہ (وہ) محفوظ ہو، لہٰذا جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے اس شخص پر جو کسی ظالم کے ظلم کے ڈر سے چھپ گیا ہو۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کی شرطوں کو بیان فرماتے ہیں۔ جمعہ کی شرطیں دو قسم کی ہیں: (۱) جمعہ کے فرض ہونے کی وہ شرطیں جن کا نمازی میں پایا جانا ضروری ہے اور وہ عام نمازوں کی شرطوں سے زیادہ ہیں۔(۲) جمعہ کے درست ہونے کی وہ شرطیں جن کا نمازی کے علاوہ میں پایا جانا ضروری ہے۔ اور دونوں قسم کی شرطوں میں فرق یہ ہے کہ اگر پہلی قسم کی شرطوں کے نہ پائے جانے کے باوجود نمازِ جمعہ پڑھ لی تو ادا ہو جائے گی لیکن اگر دوسری قسم کی شرطوں کے نہ ہونے کے وقت جمعہ پڑھا تو ادا نہیں ہو گا۔ (طحطاوی)

پہلے جمعہ کے فرض ہونے کی سات (۷) شرطیں بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ مسلمان جس میں درج ذیل تمام شرائط پائی جائیں تو اس پر نمازِ جمعہ فرض ہو جاتی ہے۔(۱) پہلی شرط: مرد ہونا، عورت پر جمعہ فرض نہیں کیونکہ عورت خاوند کی خدمت میں مشغول رہتی ہے۔(۲) دوسری شرط: آزاد ہونا، غلام پر جمعہ فرض نہیں کیونکہ وہ آقا کی خدمت میں مشغول رہتا ہے ہاں اگر آقا اجازت دے تو پھر فرض ہے۔(۳) تیسری شرط: کسی شہر میں یا ایسی جگہ جو شہر کے حکم میں ہو جیسے قصبہ، بڑے گاؤں میں مقیم ہونا، مسافر پر جمعہ فرض نہیں کیونکہ مسافر کے لئے جمعہ میں حاضر ہونے میں حرج اور تکلیف ہے اور نہ ہی کسی گاؤں دیہات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض ہے۔(۴) چوتھی شرط: تندرست ہونا، مریض پر جمعہ فرض نہیں اس لئے کہ مریض کے لئے حاضر ہونے میں حرج اور تنگی ہے۔ مریض سے مراد وہ شخص ہے جو ادائیگی جمعہ کے لئے مسجد تک جانے پر قدرت نہ رکھتا ہو یا قدرت تو رکھتا ہو لیکن بیماری کے بڑھ جانے کا یا دیر میں صحتیاب ہونے کا ڈر

ہو، نیز وہ تیمارداری کرنے والا بھی مریض کے حکم میں ہے کہ اگر وہ مریض کو چھوڑ کر چلا جائے تو مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو۔ نیز وہ بوڑھا بھی مریض کے حکم میں ہے جو انتہائی کمزور ہو چکا ہو۔

فائدہ: مذکورہ اشخاص پر جمعہ فرض نہ ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے جماعت کے ساتھ سوائے چار کے، غلام، یا عورت، یا بچہ، یا بیمار، اور بخاری شریف کی روایت میں مسافر کا بھی اضافہ ہے۔ (۵) پانچویں شرط: مامون ہونا، لہٰذا ہر وہ شخص جس کو کسی بھی دشمن (انسان ہو یا جانور) کا خطرہ ہو تو اس پر نمازِ جمعہ فرض نہیں نیز اس مقروض پر بھی جمعہ فرض نہیں جس کو قرض خواہ کی طرف سے کسی تکلیف کے پہنچنے کا خطرہ ہو جبکہ وہ قرض کی ادائیگی پر قدرت نہ رکھتا ہو، نیز قید اور گرفتاری کے خوف سے چھپنے والے پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، مراقی مع طحطاوی، الجوہرة النیرہ، قاموس الفقہ، تسہیل)

٦۔ أَنْ يَكُوْنَ بَصِيْراً، فَلَاتَفْتَرِضُ عَلَى الْأَعْمٰى۔ ٧۔ أَنْ يَكُوْنَ قَادِراً عَلَى الْمَشْيِ، فَلَاتَفْتَرِضُ عَلَى الَّذِيْ لَايَقْدِرُ عَلَى الْمَشْيِ۔ أَلَّذِيْ لَا تَجِبُ عَلَيْهِمُ الْجُمُعَةُ إِذَا صَلَّوْهَا صَحَّتْ صَلَاتُهُمْ وَسَقَطَ عَنْهُمُ الظُّهْرُ، بَلْ تُسْتَحَبُّ لَهُمْ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ۔ وَالْمَرْأَةُ تُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِهَا ظُهْراً لِأَنَّهَا قَدْ مُنِعَتْ عَنِ الْحُضُوْرِ فِي الْجَمَاعَةِ۔

حلّ لغات: بَصِيْراً: صیغہ واحد مذکر بحث صفتِ مشبہ صحیح از باب کَرُمَ بمعنی دیکھنے والا۔

ترجمہ: (٦) چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ بینا ہو، لہٰذا اندھے پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔ (٧) ساتویں یہ ہے کہ (وہ) چلنے پر قادر ہو، لہٰذا اس شخص پر جمعہ کی نماز فرض نہیں جو چلنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ وہ لوگ جن پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے جب وہ جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو ان کی نماز (جمعہ) درست ہو جائے گی اور ظہر کی نماز اُن سے ساقط ہو جائے گی بلکہ اِن لوگوں کے لئے جمعہ کی نماز (پڑھنا) مستحب ہے۔ اور عورت اپنے گھر میں ظہر کی نماز ادا کرے گی اس لئے کہ وہ جماعت میں حاضر ہونے سے روکی گئی ہے۔

تشریح: (٦) چھٹی شرط: بینا ہونا، نابینا پر جمعہ فرض نہیں ہے خواہ اس کے لئے کوئی رہبر ہو یا نہ ہو کیونکہ نابینا کے لئے جمعہ میں حاضر ہونے میں حرج ہے اور غیر کی وجہ سے قدرت رکھنے والا قادر شمار نہیں ہوتا۔

فائدہ: علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے اندھے پر نمازِ جمعہ فرض ہے جو بازار میں رہبر کے بغیر بلا مشقت چل پھر سکتا ہو اور لوگوں سے پوچھے بغیر کسی بھی مسجد میں جا سکتا ہو۔

(٧) ساتویں شرط: دونوں پاؤں کا سالم ہونا، لنگڑے پر جمعہ فرض نہیں کیونکہ لنگڑے کا جمعہ کے لئے حاضر ہونے میں حرج ہے، اسی طرح وہ شخص جسکے پاؤں کٹے ہوئے ہوں اس کا بھی یہی حکم ہے لہٰذا اگر ایک پاؤں شَل ہو یا کٹا ہوا ہو اور بغیر مشقت کے چلنا ممکن ہے تو پھر جمعہ فرض ہے۔

فائدہ: شدید بارش بھی عذر ہے نیز برف باری اور شدید کیچڑ بھی عذر ہے۔

أَلَّذِيْ لَا تَجِبُ عَلَيْهِمُ الخ: اگر مذکورہ بالا لوگ جن سے جمعہ ساقط ہے جمعہ کے لئے حاضر ہو گئے اور لوگوں کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی (مثلاً دیہات کا رہنے والا شہر جا کر جمعہ ادا کرلے یا مریض اور اپاہج کسی کے سہارے سے مسجد چلا جائے) تو ان کا فریضہ موقت (ظہر کی نماز) ادا

ہو جائے گا کیونکہ ان سے جمعہ کا معاف ہونا حرج کی وجہ سے تھا، جب ان لوگوں نے حرج اور مشقت کو برداشت کیا اور ہمت کر کے نمازِ جمعہ ادا کی تو یہ لوگ اس مسافر کی طرح ہو گئے جس نے حالتِ سفر میں روزہ رکھا، تو اس کا روزہ درست ہے اسی طرح ان لوگوں کی نمازِ جمعہ بھی درست ہے۔ بلکہ عذر کے ہوتے ہوئے جمعہ کی نماز پڑھ لینا مستحب ہے۔ (در مختار مع رد المحتار، غنیۃ المستملی، نہر الفائق، مراقی مع طحطاوی، الجوہرۃ النیرہ، کتاب الاختیار لتعلیل المختار)

شُرُوْطُ صِحَّةِ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ

لَاتَصِحُّ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ إِلَّا إِذَا تَوَفَّرَتِ الشُّرُوْطُ الْاٰتِيَةُ: ١۔ اَلْمِصْرُ وَفِنَاؤُهٗ. فَلَاتَصِحُّ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرٰى۔ وَتَصِحُّ إِقَامَةُ الْجُمُعَةِ فِيْ مَوَاضِعَ كَثِيْرَةٍ فِي الْمِصْرِ وَفِنَائِهٖ۔ ٢۔ أَنْ يَّكُوْنَ الْإِمَامُ أَوْ نَائِبُهٗ فِي الْجُمُعَةِ۔ ٣۔ أَنْ تُقَامَ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ فِيْ وَقْتِ الظُّهْرِ. فَلَاتَصِحُّ قَبْلَ وَقْتِ الظُّهْرِ وَلَا بَعْدَهٗ۔ ٤۔ اَلْخُطْبَةُ. إِذَا تُلْقٰى فِيْ وَقْتِ الظُّهْرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَابُدَّ مِنْ حُضُوْرِ وَاحِدٍ عَلَى الْأَقَلِّ مِنَ الَّذِيْنَ تَنْعَقِدُ بِهِمُ الْجُمُعَةُ لِسَمَاعِ الْخُطْبَةِ۔

حلِّ لغات: فِنَاءٌ: گھر کے سامنے کا میدان یہاں مراد، شہر سے باہر وہ جگہ جو شہر کی ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو۔ جیسے گھڑدوڑ کا میدان، اسٹیڈیم، ریلوے اسٹیشن، ائرپورٹ، کوڑا پھینکنے کی جگہ وغیرہ۔ جمع أَفْنِيَةٌ۔ تُلْقٰى: صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعلِ مضارع مجہول ناقص یائی از بابِ اِفعال بمعنی خطبہ دیا جائے۔

ترجمہ: جمعہ کی نماز کے درست ہونے کی شرطیں: جمعہ کی نماز درست نہیں ہوتی مگر جب آنے والی شرطیں پورے طور پر پائی جائیں۔ (۱) پہلی: شہر اور اس کا آس پاس، پس جمعہ کی نماز گاؤں میں درست نہیں ہے۔ اور جمعہ کی نماز شہر اور اطرافِ شہر میں بہت سی جگہ پڑھنا درست ہے۔ (۲) دوسری: امام یا اس کے نائب کا جمعہ میں موجود ہونا۔ (۳) تیسری: یہ کہ جمعہ کی نماز ظہر کے وقت میں ادا کی جائے، چنانچہ جمعہ کی نماز درست نہیں نہ ظہر کے وقت سے پہلے اور نہ ظہر کے وقت کے بعد۔ (۴) چوتھی: خطبہ دینا، جبکہ خطبہ نماز سے پہلے ظہر کے وقت میں دیا جائے۔ اور خطبہ سننے کے لئے ان لوگوں میں سے کم سے کم ایک آدمی کا موجود ہونا ضروری ہے جن سے جمعہ منعقد ہوتا ہے۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے فرض ہونے کی شرطوں کو بیان فرمایا۔ یہاں مذکورہ بالا عبارت میں جمعہ کے درست ہونے کی شرطوں کو بیان فرماتے ہیں جو کہ چھ ہیں: پہلی شرط شہر یا قصبہ کا ہونا، یا شہر اور قصبہ کے فِنا کا ہونا چنانچہ گاؤں یا جنگل میں نمازِ جمعہ درست نہیں۔ شہر کا ہونا ایک اہم شرط ہے لیکن خود احناف کے نزدیک اِس بارے میں کافی اختلاف ہے کہ مصر (شہر) کس طرح کی آبادی کو کہتے ہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاءِ کرام رحمہم اللہ سے بہت سے اقوال منقول ہیں: (۱) مصر: وہ جگہ ہے کہ جس میں امیر اور قاضی موجود ہو جو احکام جاری کرتا ہو اور شرعی سزاؤں کو قائم رکھتا ہو، مراد یہ ہے کہ شرعی سزاؤں (حدود، قصاص، چور کے ہاتھ کاٹنے، زانی، شرابی کو کوڑے لگانے) پر قدرت رکھتا ہو۔ (۲) مصر: ہر وہ جگہ ہے کہ اس آبادی کے وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے اکٹھے ہو جائیں تو وہاں کی سب سے بڑی مسجد ان کے لئے ناکافی ہو یعنی وہ لوگ اُس میں نہ سما سکیں۔ (۳) جس کی معمولی آبادی دس ہزار ہو۔ (۴) جہاں ہر پیشہ وخدمت کا آدمی موجود ہو، عام انسانی ضروریات کی چیزیں موجود ہوں اور قاضی بھی ہو۔

فائدہ: حقیقت یہ ہے کہ مصر اُن اِصطلاحات میں سے ہے کہ جن کا مدار عرف پر ہے کتاب وسنت میں اس کی تعیین نہیں کی گئی ہے۔ قوموں کے عرف میں جس زمانہ میں جو جگہ شہر کہلائے اور حکومت کی طرف سے جس کو شہر کی حیثیت دی جائے وہ "شہر" ہے اس لئے جس قدر تعریفات ہیں وہ اپنے اپنے زمانہ کے اعتبار سے ہیں۔ تاہم ہندوستان وغیرہ کے موجودہ حالات میں، کہ بعض علاقوں میں جمعہ ہی سے مسلمانوں کی شناخت رہ گئی ہے اور اِسی کے ذریعہ لوگ نماز اور اسلام سے اپنی وابستگی کا احساس کرتے ہیں اس لئے بقول مفتی ہند مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں زیادہ سختی کا موقف نہیں ہے۔ اور جس قدر گنجائش ممکن ہو پیدا کی جائے چنانچہ اکثر فقہاءِ احناف رحمۃ اللہ علیہم نے مذکورہ بالا اقوال میں سے دوسرے قول پر فتویٰ دیا ہے۔(در مختار مع ردالمحتار، قاموس الفقہ، تسہیل، کتاب الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، نہر الفائق)

قصبہ کی تعریف: ہمارے عُرف میں قصبہ اُس مستقل آبادی کو کہتے ہیں جہاں آبادی کم وبیش تین، چار ہزار کے لگ بھگ ہو، اور وہاں ایسا بازار ہو جہاں تیس، چالیس دُکانیں ہوں جو مستقل اور متصل ہوں اور بازار روزانہ لگتا ہو اور اس بازار میں روزمرہ کی ضروریات ملتی ہوں، مثلاً جُوتے کی دکان بھی ہو اور کپڑے کی دکان بھی ہو، غذا اور کریانے کی بھی ہو، دودھ اور گھی کی بھی، نیز وہاں ڈاکٹر، حکیم، مستری بھی ہو، ڈاکخانہ اور پولیس کا تھانہ اور چَوکی بھی ہو، لہٰذا جس بستی میں یہ شرائط موجود ہوں وہاں کے باشندوں پر نمازِ جمعہ ادا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ قصبہ شہر کے حکم میں ہے اور جو بستی اس طرح نہ ہو تو وہ دیہات کے حکم میں ہے وہاں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے۔

فِناء مصر: فِناءِ شہر سے مراد وہ جگہ ہے جو شہر سے متصل اور شہر کے ارد گرد ہو اور ضروریات اور کاموں کے لئے استعمال ہوتی ہو، جیسے قبرستان، گھوڑدوڑ کا میدان، اسٹیڈیم، سبزی منڈی، ریلوے اسٹیشن، عید گاہ وغیرہ مذکورہ بالا تفصیل اُس وقت ہے کہ جب آبادی اور اس کا فِناء متصل ہو اُن کے درمیان فاصلہ دوسو گز (۱۶ء۱۸۳ میٹر) سے کم ہو یا کوئی زرعی زمین یا کھیت وغیرہ حائل نہ ہو۔ تو یہ فِناء بھی شہر کے حکم میں ہے۔

وَتَصِحُّ إِقَامَةُ الْجُمُعَةِ الخ: بہتر ہے کہ جمعہ کی نماز ایک مقام میں ایک ہی مسجد میں سب لوگ جمع ہو کر پڑھیں تاکہ مرکزیت اور اجتماعیّت کا مقصد پورا ہو تاہم ایک مقام کی کئی مسجدوں میں بھی نمازِ جمعہ جائز ہے کیونکہ سارے شہر والوں کا ایک ہی جگہ جمع ہونے میں حرج ہے لہٰذا حسبِ سہولت ایک شہر میں کئی مقامات پر نمازِ جمعہ پڑھنا جائز ہے۔

دوسری شرط جمعہ کی ادائیگی کے لئے خلیفہ یا اس کے نائب کا ہونا ہے کیونکہ جمعہ ایک بڑی جماعت کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے تو اس میں کبھی تقدّم اور تقدیم میں جھگڑا واقع ہو سکتا ہے مثلاً ایک کہے گا کہ میں امامت کروں گا دوسرا کہے گا کہ میں امامت کروں گا یا ایک گروہ کہے گا کہ ہم فلاں کو امام بنائیں گے دوسرا گروہ کہے گا کہ نہیں بلکہ فلاں کو امام بنائینگے تو اس قسم کے فتنوں کو دفع کرنے کے لئے خلیفہ یا اس کا نائب ہونا ضروری ہے۔

تنبیہ: موجودہ زمانہ میں جبکہ خلافتِ اسلامیہ کی نعمتِ عظمٰی سے اُمتِ مسلمہ عرصہ سے محروم ہے۔ مسلم مملکتوں نے مذہب اور مساجد کو اپنے دائرۂ انتظام سے باہر کیا ہوا ہے، پھر ایک بڑی تعداد اُن ملکوں کی ہے جہاں مسلمان اقلیّت بن کر جی رہے ہیں، ان حالات میں جمعہ

کے لئے سلطان وغیرہ کی شرط لگانا عملاً جمعہ سے مسلمانوں کو محروم کر دینے کے مترادف ہوگا، اس لئے موجودہ حالات میں مساجد کی کمیٹیاں، متولیان اور جہاں یہ نہ ہوں وہاں علماء وصلحاء ہی سلطان کے قائم مقام ہیں اور مقررہ امامِ مسجد یا وہ شخص جس کو مقتدی آگے بڑھا دیں جمعہ قائم کرنے کے لئے کافی ہیں اور نائب حاکم کے حکم میں ہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ ظہر کا وقت ہو یعنی جمعہ کی نماز ظہر کے وقت میں صحیح ہوگی، ظہر کا وقت نکلنے سے باطل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگر ظہر کے وقت سے پہلے نماز پڑھ لی جائے یا نماز مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ظہر کا وقت ختم ہو گیا تو نمازِ جمعہ ادا نہ ہو سکے گی اور یہ نماز نفل ہو جائے گی، از سرِ نو ظہر کی نماز بنیتِ قضا ادا کرنی ہوگی۔ کیونکہ حضور ﷺ نے جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بھیجا تو فرمایا تھا "اِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ فَصَلِّ بِالنَّاسِ الْجُمُعَةَ" (جب سورج ڈھل جائے تو لوگوں کو جمعہ پڑھانا) نیز نبی کریم ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں نہ کبھی زوال سے پہلے اور نہ ظہر کا وقت نکلنے کے بعد جمعہ پڑھایا ہے بلکہ ہمیشہ زوال کے بعد جمعہ پڑھاتے تھے۔

چوتھی شرط خطبہ ہے لہٰذا اگر بغیر خطبہ کے نمازِ جمعہ ادا کی گئی، یا خطبہ وقتِ جمعہ کے آغاز سے پہلے دیا گیا تو نمازِ جمعہ درست نہیں ہوگی کیونکہ حضور ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں کوئی جمعہ بغیر خطبہ کے نہیں پڑھایا ہے اور خطبہ نمازِ جمعہ سے پہلے اور زوال کے بعد واجب ہے کیونکہ شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہے چونکہ ابتداءِ اسلام میں جمعہ کا خطبہ نماز کے بعد ہوا کرتا تھا مگر ایک خاص واقعہ کے نتیجہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ترتیب بدل دی۔ پھر خطبہ سننے کے لئے کم از کم ایک شخص کا موجود ہونا ضروری ہے چاہے وہ بہرا ہو یا سویا ہوا ہو بشرطیکہ ان لوگوں میں سے ہو جن سے جمعہ منعقد ہو سکتا ہے یعنی لائق امامت ہوں۔ چنانچہ ایک غلام یا ایک بیمار یا مسافر بھی اگر موجود ہو تو کافی ہے لیکن اگر بچہ یا عورت موجود ہو تو یہ کافی نہیں کیونکہ ان سے جمعہ منعقد نہیں ہوتا۔ باقی ایک بڑی تعداد کا خطبہ سننا شرط نہیں۔ (طحطاوی، قاموس الفقہ)

(٥) اَلْإِذْنُ الْعَامُّ. وَالْمُرَادُ بِالْإِذْنِ الْعَامِّ أَنْ يَكُوْنَ الْمَكَانُ الَّذِيْ تُقَامُ فِيْهِ الْجُمُعَةُ مُبَاحًا لِكُلِّ مَنْ أَرَادَ الدُّخُوْلَ فِيْهِ فَلَا تَصِحُّ الْجُمُعَةُ فِيْ دَارٍ أُغْلِقَ بَابُهَا عَلَى النَّاسِ۔ (٦) أَنْ تُقَامَ بِجَمَاعَةٍ. فَلَا تَصِحُّ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ إِذَا صَلَّوْهَا مُنْفَرِدِيْنَ. وَتَنْعَقِدُ الْجَمَاعَةُ فِيْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ بِثَلَاثَةِ رِجَالٍ سِوَى الْإِمَامِ۔ إِذَا أَمَّ الْمُسَافِرُ. أَوِ الْمَرِيْضُ فِيْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ صَحَّتِ الصَّلَاةُ۔

حلِّ لغات: **أُغْلِقَ**؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی مجہول صحیح از باب افعال بمعنی دروازہ بند کرنا۔ **أَمَّ**؛ صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مثبت معروف مہموز الفاء مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی امام بننا۔

ترجمہ: (٥) پانچویں: عام اجازت ہونا۔ اور عام اجازت سے مراد یہ ہے کہ وہ جگہ جہاں جمعہ ادا کیا جائے گا ایسی ہو کہ ہر اس شخص کو جو اس میں داخل ہونا چاہتا ہے اس کو اجازت ہو لہٰذا جمعہ درست نہیں اس گھر میں جسکا دروازہ لوگوں پر بند کر دیا گیا ہو۔ (٦) چھٹی: یہ ہے کہ جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے، لہٰذا جمعہ کی نماز درست نہیں ہوگی جب کہ لوگ اس کو اکیلے اکیلے پڑھیں۔ اور جمعہ کی نماز میں جماعت، امام کے علاوہ تین مردوں سے قائم ہو جاتی ہے۔ جب مسافر یا مریض جمعہ کی نماز میں امامت کرائے تو نماز درست ہو جائے گی۔

تشریح: یہاں سے جمعہ کی ادائیگی کے درست ہونے کی چھ شرطوں میں سے پانچویں اور چھٹی شرط کو ذکر کرتے ہیں: پانچویں شرط یہ ہے کہ "اذنِ عام" پایا جائے اذنِ عام سے مراد یہ ہے کہ مسجد کے دروازے تمام لوگوں کے لئے کُھلے ہوئے ہوں کسی کی طرف سے کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو لہٰذا اگر عام لوگوں کو مسجد آنے کی اجازت نہ ہو، یا کچھ لوگ آئیں اور دروازہ بند کر کے اندر جمعہ کی نماز ادا کرلیں تو جمعہ ادا کرنا صحیح نہ ہوگا، اسی طرح کوئی شخص اپنے مکان میں جمعہ کی نماز کا اہتمام کرے اور عام لوگوں کو نماز میں آنے نہ دے تو نمازِ جمعہ کی ادائیگی صحیح نہ ہوگی۔ البتہ اگر قلعہ کے اندر مسجد ہو اور مسجد میں نماز پڑھنے کی عام اجازت ہو لیکن کسی وجہ سے قلعہ کا دروازہ بند ہو تو باوجود اس کے کہ قلعہ کا دروازہ بند ہے جمعہ کی ادائیگی درست ہوگی۔

فائدہ: راقم سطور کا خیال ہے کہ ایسے مقامات جہاں پر خاص وعام کو آنے کی کھلی اجازت نہیں ہوتی جیسے فوجی چھاونی، جیل، فیکٹریاں اور کارخانے ایسے بڑے ائرپورٹ جو شہر کے اندر ہوں اور ان میں سینکڑوں لوگ ہر وقت موجود ہوں اُن میں داخلہ کی اجازت ہر کس وناکس کو نہ دینا انتظام کی وجہ سے ہے، تاکہ کوئی دشمن یا چور وغیرہ نہ گُھس آئے اسلئے ان تمام جگہوں میں جمعہ جائز ہوگا اور یہ رکاوٹ اذنِ عام کے مُنافی نہیں بشرطیکہ وہ شہر میں واقع ہوں اور بڑی فیکٹری، ائرپورٹ، فوجی یونٹوں کے تمام افراد کو نماز کی جگہ آکر جمعہ پڑھنے کی کھلی اجازت ہو۔ اور نمازِ جمعہ کے نمازی کو روکنے کے لئے گیٹ بند نہ کیا جاتا ہو۔

(٦) چھٹی شرط جماعت ہے۔ البتہ کتنے لوگوں کی جماعت ہو اس میں فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کے درمیاں اختلاف ہے البتہ راجح یہی ہے کہ امام کے علاوہ کم از کم تین مقتدیوں کا ہونا ضروری ہے۔ پھر یہ تعداد آغازِ نماز کے لئے ضروری ہے یعنی پہلی رکعت کے سجدہ تک، لہٰذا اگر امام نے تین مقتدیوں کے ساتھ نماز شروع کی اور ایک رکعت ادا کرنے کے بعد سارے مقتدی یا ان میں سے بعض چلے گئے تو امام دو رکعت نمازِ جمعہ اکیلے ہی مکمل کرے گا ضروری نہیں کہ نماز مکمل ہونے تک تین مقتدی اس کے ساتھ شریک رہیں۔

إِذَا أَمَّ الْمُسَافِرُ الخ: یعنی مسافر، بیمار، غلام وغیرہ (سوائے عورت اور نابالغ بچہ کے کیونکہ ان میں امامت کی اہلیت ہی نہیں) پر اگرچہ جمعہ فرض نہیں لیکن پھر بھی اِن کو جمعہ میں امام بنانا جائز ہے کیونکہ اِن پر جمعہ کا فرض نہ ہونا دفعِ حرج کے لئے بطورِ رخصت ہے باقی اِن میں اہلیت موجود ہے۔ لہٰذا جب یہ لوگ جمعہ ادا کرنے کے لئے حاضر ہوگئے اور مشقت برداشت کرلی تو یہ نماز فرض واقع ہوگی اور جب اُن کی نماز فرض واقع ہوگی تو ان کو امام بنانا بھی جائز ہے، اسی طرح اگر صرف یہ لوگ جمعہ میں امام کے پیچھے کھڑے ہوگئے تو جمعہ کی نماز ہو جائے گی کیونکہ جب یہ لوگ امام بن سکتے ہیں تو مقتدی تو بطریق اولیٰ بن سکتے ہیں۔

سُنَنُ الْخُطْبَةِ

تُسَنُّ الْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ فِي الْخُطْبَةِ: ١۔ أَنْ يَّكُوْنَ الْخَطِيْبُ طَاهِراً مِنَ الْحَدَثِ وَالنَّجَاسَةِ۔ ٢۔ أَنْ يَّكُوْنَ سَاتِراً لِعَوْرَتِهِ۔ ٣۔ أَنْ يَّجْلِسَ الْخَطِيْبُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَبْلَ الشُّرُوْعِ فِي الْخُطْبَةِ۔ ٤۔ أَنْ يُّؤَذَّنَ بَيْنَ يَدَيِ الْخَطِيْبِ۔ ٥۔ أَنْ يَّخْطُبَ قَائِماً۔ ٦۔ أَنْ يَّبْدَأَ الْخُطْبَةَ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ تَعَالىٰ۔ ٧۔ أَنْ يُّثْنِيَ عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهٗ۔ ٨۔ أَنْ يَّأْتِيَ بِالشَّهَادَتَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ۔

حلِّ لغات: خَطِيْبٌ؛صیغہ واحد مذکر بحث صفت مشبہ صحیح از باب کَرُم بمعنی واعظ ہونا، مقرر ہونا۔ اَلْمِنْبَرِ؛صیغہ واحد بحث اسم آلہ صغریٰ از باب ضرب بمعنی آواز بلند کرنے کی جگہ، بلند جگہ۔ جہاں سے واعظ یا خطیب لوگوں سے خطاب کرتا ہے۔ جمع مَنَابِرُ۔ خُطْبَةٌ؛ بمعنی تقریر، گفتگو۔ جمع خُطَبٌ۔ أَنْ يُّثْنِيَ؛ يُثْنِيَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف ناقص یائی از باب افعال بمعنی تعریف کرنا۔

ترجمہ: خطبہ کی سنتیں: مندرجۂ ذیل امور خطبہ میں مسنون ہیں: (۱) ایک یہ کہ خطیب ناپاکی اور گندگی سے پاک ہو۔ (۲) یہ کہ خطیب اپنے ستر کو چھپانے والا ہو۔ (۳) یہ کہ خطیب منبر پر بیٹھ جائے خطبہ کو شروع کرنے سے پہلے۔ (۴) یہ کہ اذان خطیب کے سامنے کہی جائے۔ (۵) یہ کہ (خطیب) کھڑے ہو کر خطبہ دے۔ (۶) یہ کہ خطبہ اللہ تعالیٰ کی تعریف سے شروع کرے۔ (۷) یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اُن الفاظ سے جو اللہ کی شان کے لائق ہیں۔ (۸) یہ کہ خطبہ میں شہادتین پڑھے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے درست ہونے کی شرطوں میں چوتھے نمبر پر خطبہ کو شرط قرار دیا تھا اب یہاں سے خطبہ کے متعلق سُنَن اور آداب کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ خطبہ میں کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ چنانچہ خطبہ کے متعلق یہاں چند مفید اور ضروری اَبحاث پیش کی جاتی ہیں: (۱) خطبہ کی حقیقت، (۲) خطبہ کا مضمون اور اُس کی مقدار، (۳) خطبہ کی سُنّتیں، (۴) خطبہ کے مکروہات، (۵) خطبہ کے درمیان سامعین کیا کریں۔

بحث (۱) **خطبہ کی حقیقت:** "خُطْبَہ" (خ کے پیش کے ساتھ) خطاب سے ماخوذ ہے اور حاضرین سے گفتگو کرنے کو کہتے ہیں، امر بالمعروف کا ایک اہم ذریعہ اجتماعی خطاب ہے اس لئے اسلام نے بھی خطبات کو مختلف عبادات کا جزء بنایا ہے جو اہلِ محلہ سے ہفتہ واری خطاب اور دعوت الی المعروف کا موقع فراہم کرتا ہے، عیدین تمام شہر والوں کی باہم ملاقات اور گُفت وشُنِید کی تقریب ہے۔ حج کے ذریعہ تمام عالم کے انسانوں تک خیر کی بات پہنچانے کا موقع بہم پہنچتا ہے، نمازِ استسقاء، کسوف خاص واقعات کے پس منظر میں پڑھی جاتی ہیں، ان نمازوں کے ساتھ بھی رسول اللہ ﷺ کا خطبہ دینا ثابت ہے، نکاح خوشی کا موقع ہے اور ضرورت تھی کہ اس مبارک موقع پر زوجین اور پورے سماج کو تقویٰ اور خدا ترسی کی تلقین کی جائے اس لئے اس موقع پر بھی خطبہ رکھا گیا۔

(۲) **خطبہ کی مقدار:** خطبہ کی کم سے کم مقدار ایک مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ"، یا "سُبْحَانَ اللّٰه"، یا "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه" کہنا ہے، لیکن تین آیاتِ قرآنیہ سے کم خطبہ پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک خطبہ کی کم سے کم مقدار تشہد کے بقدر ہے اس سے کم مکروہ ہے۔

(۳) **خطبہ کی سنّتیں:** خطبہ کے سُنَن اور آداب پندرہ ہیں جو درج ذیل ہیں: (۱) خطیب کا دونوں حدثوں (حدثِ اکبر یعنی جنابت سے اور حدثِ اصغر یعنی بے وضو ہونے) سے اور ہر قسم کی نجاست سے پاک ہونا۔ لہٰذا اگر جُنبی یا بے وضو ہونے کی حالت میں خطبہ دیا تو مکروہ ہوگا۔ اور اعادہ بہتر ہوگا۔ (۲) اتنے لباس کے ساتھ خطبہ دیا جائے جو عورت کو چھپانے والا ہو اگرچہ سترِ عورت ذاتی طور پر فرض ہے لیکن خطبہ کے حوالہ سے سنت ہے۔ (۳) خطیب کا خطبہ سے پہلے منبر پر بیٹھنا اور خطبہ منبر پر پڑھنا اگر منبر نہ ہو تو لاٹھی وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر

کھڑے ہو تا، بہتر ہے کہ منبر کے تین درجے ہوں تا کہ نبی اکرم ﷺ کے منبر مبارک سے موافقت ہو جائے۔(۴)خطیب کے سامنے اذان دی جائے جس پر متوارثاً سلف صالحین رحمہم اللہ کا عمل چلا آرہا ہے۔(۵)خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا، اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے البتہ بلاعذر دونوں خطبے یا کوئی ایک خطبہ بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے۔(۶)خطبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" سے شروع کرے نیز خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھنا بھی مسنون ہے۔(۷) اللہ کے شایانِ شان اللہ کی مدح وثنا کرنا۔(مراقی الفلاح مع الطحطاوی، تسہیل، قاموس الفقہ، درمختار، مع ردالمحتار)

۸۔أَنْ يَأْتِيَ بِالشَّهَادَتَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ۔ ۹۔أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي الْخُطْبَةِ۔ ۱۰۔أَنْ يَعِظَ النَّاسَ فِي الْخُطْبَةِ، وَيُذَكِّرَهُمْ، وَيَقْرَأَ آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ عَلَى الْأَقَلِّ۔ ۱۱۔أَنْ يُلْقِيَ خُطْبَتَيْنِ، وَيَفْصِلَ بَيْنَهُمَا بِالْجُلُوسِ الْخَفِيفِ۔ ۱۲۔أَنْ يَسْتَأْنِفَ الْخُطْبَةَ الثَّانِيَةَ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ تَعَالَى وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ وَالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ۔ ۱۳۔ أَنْ يَدْعُوَ فِي الْخُطْبَةِ الثَّانِيَةِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ۔ ۱۴۔ أَنْ تَكُوْنَ الْخُطْبَةُ بِصَوْتٍ جَهْوَرِيٍّ حَتّٰى يَتَمَكَّنَ الْقَوْمُ مِنْ سَمَاعِهَا۔ ۱۵۔ أَنْ يُخَفِّفَ الْخُطْبَةَ حَتّٰى تَكُوْنَ بِقَدْرِ سُوْرَةٍ مِنْ طِوَالِ الْمُفَصَّلِ۔

حلِّ لغات: يَعِظَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مثال واوی از باب ضرب بمعنی نصیحت کرنا، توبہ کرانے والی اور اصلاحِ اخلاق پر آمادہ کرنے والی باتیں یاد دلانا۔ يُلْقِيَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف ناقص یائی بمعنی خطبہ دینا۔ يَسْتَأْنِفَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مہموز الفاء از باب استفعال بمعنی از سرِ نو کوئی کام کرنا۔ صَوْتٌ جَهْوَرِيٌّ؛ بمعنی بلند آواز۔

ترجمہ: (۸) آٹھویں سنت یہ ہے کہ (خطیب) خطبہ میں کلمۂ شہادت پڑھے۔(۹) یہ ہے کہ خطبہ میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔ (۱۰) یہ ہے کہ خطبہ میں لوگوں کو نصیحت کرے اور یاد دہانی کرے اور کم سے کم قرآن کی ایک آیت پڑھے۔ (۱۱) یہ ہے کہ دو خطبے دے اور اُن کے درمیان معمولی بیٹھک سے فاصلہ رکھے۔(۱۲) یہ ہے کہ دوسرا خطبہ اللہ تعالیٰ کی حمد وتعریف سے اور آپ ﷺ پر درود سے شروع کرے۔(۱۳) یہ ہے کہ دوسرے خطبہ میں تمام مؤمن مردوں اور عورتوں کے لئے دُعا کرے اور ان کے لئے بخشش کی دُعا کرے۔ (۱۴) یہ ہے کہ خطبہ بلند آواز سے ہو تا کہ لوگوں کے لئے خطبہ کو سننا ممکن ہے۔(۱۵) یہ ہے کہ خطبہ میں تخفیف کرے یہاں تک کہ طوالِ مفصّل میں سے کسی سورت کی مقدار میں ہو۔

تشریح: (۸) آٹھویں سنت یہ ہے کہ (خطیب) خطبہ میں شہادتین پڑھے۔ شہادتین سے مراد کلمۂ شہادت ہے یعنی اللہ کی وحدانیت کی شہادت اور آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت دے۔(۹) نویں سنت یہ ہے کہ خطیب خطبہ میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔

تنبیہ: دورانِ خطبہ چوں کہ زبان سے ذکر اذکار ممنوع ہے اس لئے جب خطیب درود پڑھے تو سارے لوگ نبی کریم ﷺ کا نام نامی سننے پر صرف دل میں درود پڑھیں زبان سے نہیں۔ بعض جگہ یہ رواج ہے کہ خطیب کے آیتِ درود "إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ" پڑھتے وقت سارے لوگ زور سے درود شریف پڑھتے ہیں، یہ طریقہ شرعاً خلافِ سنت ہے۔

(۱۰) یہ ہے کہ خطبہ میں اللہ کی نافرمانیوں سے روکنے اور اُن گناہوں سے جو اللہ کی ناراضگی اور عذاب کا سبب بنتے ہیں ان سے ڈرانے کی وعظ و نصیحت کرے اور نجات دہندہ اعمال کی یاد دہانی کرائے۔ نیز "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ" پڑھ کر قرآن کی کوئی آیت بھی تلاوت کرے جیسا کہ آپ ﷺ نے "وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ" تلاوت کی۔ نیز "إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ الاية" کا پڑھنا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اور اس آیت کی جامعیت کی وجہ سے اس کے پڑھنے کا علماءِ امت میں رواج رہا ہے۔

(۱۱) یہ ہے کہ دو خطبے دے کیونکہ آج تک اِسی پر علماءِ امت کا عمل چلا آرہا ہے، تاہم دو خطبوں میں سے ایک بھی جمعہ کے منعقد ہونے کیلئے کافی ہے۔ نیز دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھ کر ہلکا سا وقفہ کرنا جو تین چھوٹی آیتوں کے بقدر ہو، یا تین بار سبحان اللہ کے بقدر ہو۔

تنبیہ: یہ وقفہ آرام کے لئے ہے بطورِ شرط نہیں لیکن اس کو چھوڑنا خلافِ سنت ہے۔

(۱۲) یہ سنت ترجمہ سے واضح ہے۔ یعنی اُن تمام امور کا اعادہ کرنا جو پہلے خطبہ میں کئے سوائے وعظ و نصیحت کے ان پر مزید ان باتوں کا اضافہ کرنا: (۱۳) دوسرے خطبہ میں وعظ و نصیحت کی جگہ ایمان والے مردوں، عورتوں کے لئے نعمتوں کے ملنے، بلاؤں کے دور ہونے، دشمنوں پر مدد، اور بیماریوں سے عافیت کی دعا کرے۔ نیز ان کے گناہوں کو بخشوانے کے لئے ان کے لئے استغفار بھی کرے۔ نیز بادشاہِ وقت کے لئے عدل اور احسان کی دُعا بھی کرے۔ (۱۴) خطبہ میں اتنا جہر کرنا اور بلند آواز سے پڑھنا کہ لوگوں تک آواز پہنچ جائے البتہ پہلے خطبہ کی بنسبت دوسرے خطبہ میں آواز ذرا کم بلند کی جائے۔

فائدہ: اگر لوگوں کو آواز نہ بھی پہنچے تب بھی خطبہ درست ہوگا۔

(۱۵) پندرھویں سنت یہ ہے کہ خطبوں کو زیادہ لمبا نہ کیا جائے بلکہ اتنی مقدار میں پڑھا جائے کہ طِوالِ مُفَصَّل کی سورتوں میں سے کسی ایک سورت کے برابر ہو اور بمقابلۂ نماز کے مختصر ہو۔ (اور طِوالِ مُفَصَّل کی سورتیں سورۂ حجرات سے لیکر بروج تک ہیں) کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ: نماز کو لمبا کرنا اور خطبہ کو مختصر کرنا آدمی کی سمجھداری کی نشانی ہے۔

چند متفرق مسائل

(۱) **خطبہ کی زبان:** خطبۂ جمعہ صرف عربی زبان میں دیا جائے، کسی اور زبان میں خطبہ دینا مکروہِ تحریمی اور قابلِ ترک ہے، عوام کو وعظ و نصیحت کی ضرورت ہو تو خطبہ کی عبارت میں تبدیلی کے بجائے کسی اور وقت (اذانِ خطبہ سے پہلے یا جمعہ کے بعد) وعظ کا معمول بنایا جائے۔ (۲) خطبہ کے دوران خطیب کو ہاتھ میں عصا لینا مستحب ہے۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ کا عمل ثابت ہے، لیکن اس کو ضروری قرار دینا اور نہ لینے والے کو ہدفِ ملامت بنانا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی پابندی نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھار ترک بھی کر دینا چاہیئے۔

(۳) دوسرے خطبہ میں آپ ﷺ کی آل و اصحاب، خلفاءِ راشدین، حضرت حمزہ و عباس رضی اللہ عنہم کے مناقب بیان کرے اور ان کے لئے بھی دُعا کرے جسکا مقصد ایک طرف تو روافض (شیعہ) کی تردید ہے جو خلفاءِ ثلاثہ (ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم) اور عام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور دوسری طرف ناصبیہ کی تردید ہے جو حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم کی ہتک کرتے ہیں، نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواجِ مطہرات کا بھی تذکرہ ہو تو بہتر رہے گا۔ (۴) کسی کتاب سے دیکھ کر خطبہ پڑھنا جائز ہے۔ (۵) خطبہ کے دوران خطیب سامعین کی طرف متوجہ ہو اور

سامعین کے لئے بھی مسنون ہے کہ وہ خطیب کی طرف متوجہ ہوں۔ (۶) خطبہ کے دوران آنحضرت ﷺ کا نامِ نامی آئے تو مقتدیوں کو بغیر زبان ہلائے اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا چاہیئے۔ نیز خطبہ کے اذان کا جواب بھی صرف دل ہی دل میں دیا جائے زبان سے کلماتِ اذان نہ دُہرائے اس لئے کہ خطیب کے منبر پر آنے کے بعد زبان سے ذکر اذکار کرنا ممنوع ہے۔ (در مختار مع رد المحتار، مراقی الفلاح مع طحطاوی)

فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ

يَجِبُ السَّعْيُ وَتَرْكُ الْبَيْعِ بِالْأَذَانِ الْأَوَّلِ۔ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ لِلْخُطْبَةِ فَلَا تَجُوْزُ صَلَاةٌ وَلَا كَلَامٌ فَلَا يَرُدُّ سَلَاماً، وَلَا يُشَمِّتُ عَاطِساً حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ۔ يُكْرَهُ لِلْخَطِيْبِ أَنْ يُطَوِّلَ الْخُطْبَةَ۔ يُكْرَهُ لِلْخَطِيْبِ أَنْ يَتْرُكَ شَيْئاً مِنْ سُنَنِ الْخُطْبَةِ۔ يُكْرَهُ الْأَكْلُ، وَالشُّرْبُ، وَالْعَبَثُ، وَالْإِلْتِفَاتُ لِلَّذِيْ حَضَرَ الْخُطْبَةَ۔ لَا يُسَلِّمُ الْخَطِيْبُ عَلَى الْقَوْمِ إِذَا قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ۔ اَلَّذِيْ أَدْرَكَ الْجُمُعَةَ فِي التَّشَهُّدِ، أَوْ سُجُوْدِ السَّهْوِ فَقَدْ أَدْرَكَ الْجُمُعَةَ وَ أَتَمَّ رَكْعَتَيْنِ۔ يُكْرَهُ لِلْمَعْذُوْرِ وَالْمَسْجُوْنِ أَنْ يُصَلِّيَ الظُّهْرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِجَمَاعَةٍ فِي الْمِصْرِ۔

حلِّ لغات: لَا يُشَمِّتُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی معلوم صحیح از باب تفعیل بمعنی چھینکنے والے کو "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہہ کر دُعا دینا۔ عَبَثاً: مصدر ہے باب سمع کا صحیح سے بمعنی کھیل کود کرنا۔

ترجمہ: جمعہ کی نماز سے متعلق چند اضافی باتیں: پہلی اذان پر جمعہ کے لئے چلنا اور خرید و فروخت کو چھوڑنا واجب ہو جاتا ہے۔ جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو نہ کوئی نماز جائز ہے نہ کوئی گفتگو، لہٰذا نہ سلام کا جواب دے، اور نہ چھینکنے والے کو "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہہ کر جواب دے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے۔ خطیب کے لئے مکروہ ہے کہ خطبہ کو بہت لمبا کرے۔ خطیب کے لئے مکروہ ہے یہ بات کہ خطبہ کی سنتوں میں سے کسی بھی سنت کو چھوڑے۔ مکروہ ہے کھانا اور پینا، اور کھیل کود میں مشغول ہونا اور ادھر اُدھر توجہ کرنا اس شخص کے لئے جو خطبہ میں حاضر ہو۔ خطیب جب منبر پر کھڑا ہو جائے تو لوگوں کو سلام نہ کرے۔ وہ شخص جس نے نمازِ جمعہ کو تشہد یا سجدۂ سہو میں پالیا تو تحقیق اس نے جمعہ کو پالیا اور وہ دو رکعتیں پوری کرلے۔ معذور اور قیدی کے لئے مکروہ ہے یہ بات کہ جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کریں۔

تشریح: جب مؤذن جمعہ کے دن پہلی اذان دے تو اسی وقت جمعہ کی طرف چلنا اور جمعہ کا اہتمام کرنا نیز خرید و فروخت کو ترک کرنا واجب ہو جاتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ" ترجمہ: "تم لوگ اللہ کے ذکر کی طرف چلو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو" نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جو جمعہ کے دن غسل کر کے اول وقت جمعہ کو چلا تو گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی دی اور جو دوسرے وقت میں چلا تو گویا اس نے گائے کی قربانی دی اور پھر تیسرے نمبر پر آنے والے نے گویا مینڈھے کی قربانی دی اور چوتھے نمبر پر آنے والے نے گویا مرغی کی قربانی دی اور اس کے بعد آنے والے نے گویا انڈے کی قربانی دی۔ البتہ جن پر جمعہ واجب نہیں اُن کو جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خرید و فروخت وغیرہ جائز ہے بشرطیکہ عاقدَین دونوں پر جمعہ واجب نہ ہو۔ اگر ایک پر جمعہ فرض ہے دوسرے پر نہیں تب بھی خرید و فروخت منع ہے۔ (امداد الفتاویٰ، طحطاوی)

اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ الخ: یعنی جمعہ کے دن جب خطیب خطبہ دینے کے لئے اپنے حُجرہ سے نکلے اور منبر پر آنے لگے یا اگر صف میں ہو تو منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو جائے تو اب لوگ نہ نوافل اور سُنَن پڑھیں نہ باتیں کریں، البتہ صاحب ترتیب آدمی قضاء نماز پڑھ سکتا ہے بلکہ اُس پر قضاء نماز پڑھنا جمعہ سے پہلے واجب ہے کیونکہ اِس کے بغیر جمعہ درست نہیں۔ نیز اگر اذان سے پہلے سُنّتیں شروع کر چکا ہو تو ان کو پورا کر سکتا ہے بشرطیکہ تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو لیکن مختصر طور پر ہی پوری کرے اور اگر صرف ایک رکعت پڑھ چکا ہو تو دو رکعت پوری کرے۔ نیز خطبہ کے اذان کا جواب دینا، اس اذان کے بعد دُعا مانگنا، سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کو جواب دینا یہ سارے کام نمازِ جمعہ کے ختم تک دور اور نزدیک ہر آدمی کے لئے ناجائز ہیں اس لئے کہ یہ واجب کام یعنی خطبہ سننے میں لگا ہوا ہے۔ البتہ دوسری اذان کا جواب اور درود شریف دل میں پڑھنا جائز ہے نیز دل میں دُعا مانگنا بھی جائز ہے مگر زبان کو حرکت نہ ہو۔ اسی طرح چھینکنے پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" دل ہی دل میں پڑھ لے۔

خطیب کا خطبہ کو بہت لمبا کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ سردیوں میں وقت مختصر ہوتا ہے اور گرمیوں میں گرمی، رش اور بھیڑ زیادہ ہوتی ہے۔

یُکْرَہُ الْاَکْلُ الخ: دورانِ خطبہ کھانا پینا، چلنا پھرنا، اسی طرح بولنا، دائیں بائیں دیکھنا یہ سارے کام مکروہِ تحریمی ہیں، البتہ اگر خطبہ کے وقت بچے شرارت کر رہے ہوں تو انہیں اشارہ سے روکا جا سکتا ہے نیز اگر مجبوری سے ضرورت پڑ جائے تو اشارہ کرنے کی گنجائش ہے مگر زبان کو حرکت نہ ہو۔

یُکْرَہُ لِلْمَعْذُوْرِ الخ: جس جگہ جمعہ ہوتا ہو جیسے شہر، وہاں جماعت کے ساتھ ظہر کی ادائیگی مکروہ ہے، گو جماعت میں شرکت کرنے والے معذور اور قیدی ہی کیوں نہ ہوں جن پر جمعہ واجب نہیں ہے، پھر یہ ظہر کی جماعت چاہے جمعہ سے پہلے ہو یا بعد میں، وجہ کراہت کی یہ ہے کہ اس سے جماعت میں کمی واقع ہونے کا خطرہ ہے۔ البتہ ایسی جگہ جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو جیسے دیہات تو وہاں مکروہ نہیں۔

چند متفرق مسائل

(۱) آجکل نمازِ جمعہ سے قبل تقریر کا دستور ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اذانِ اوّل اور خطبہ کے درمیان بہت وقفہ رکھا جاتا ہے جس سے لوگوں کا گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے اس لئے کہ لوگ یہ سمجھ کر کہ خطبہ میں ابھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے بدستور خرید و فروخت میں لگے رہتے ہیں، اس لئے بہتر یہ ہے کہ خطیب صاحب پہلے تقریر کریں پھر اذانِ اوّل دی جائے پھر سُنّتیں پڑھی جائیں اور پھر اذانِ ثانی اور خطبہ پڑھی جائیں۔ (۲) بہتر ہے کہ نمازِ جمعہ بھی خطیب ہی پڑھائے اس لئے کہ خطبہ اور نمازِ جمعہ دونوں گویا کہ ایک ہی قسم کے کام ہیں اس لئے کہ خطبہ شرط ہے اور نماز مشروط ہے البتہ اگر خطبہ کسی اور نے دیا اور جمعہ کسی اور نے پڑھایا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ (۳) جمعہ کے دن زوال کے بعد نمازِ جمعہ پڑھنے سے پہلے سفر پر نکلنا مکروہ ہے۔ (۴) جمعہ اور عید کی نماز میں اگر جماعت بڑی ہو اور امام کو سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو نہ کرے کیونکہ ہجوم زیادہ ہونے کی وجہ سے انتشار اور گڑبڑ مچ جائے گی۔ (۵) خطبہ کے دوران لوگ کس طرح بیٹھیں؟ کوئی خاص ہیئت مقرر نہیں البتہ حالتِ تشہد میں بیٹھنا بہتر ہے، نیز خطیب لوگوں کی طرف متوجہ ہو اور لوگ بھی خطیب کی طرف متوجہ ہوں۔ پہلے خطبہ میں دونوں ہاتھوں کو باندھ لینا اور دوسرے خطبہ میں رانوں پر رکھنا بے اصل بات ہے۔ بعض لوگ خطبہ کے تمام الفاظ ختم ہونے سے پہلے

نماز کے لئے کھڑا ہونا شروع کر دیتے ہیں یہ ناجائز ہے، خطبہ کا اخیر تک بیٹھ کر سننا واجب ہے۔ جب خطیب منبر سے اتر جائے تب جماعت کے لئے کھڑا ہونا چاہیئے۔ (٦) بہتر ہے کہ امام جمعہ کی نماز میں سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقون یا سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ پڑھے۔ (٧) کسی شہر میں آگے پیچھے مختلف اوقات میں جمعہ کی اذانیں ہوتی ہوں، تو اذان کے بعد جمعہ کی تیاری کے سلسلہ میں محلہ کی مسجد کی اذان کا اعتبار ہو گا۔ (٨) بقولِ صحیح ٨ھ میں منبر بنایا گیا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں ایک انصاریہ تھیں جن کا غلام نجار (بڑھیا) تھا ان کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پہنچا کہ بہتر ہو تا اگر تم اپنے غلام سے میرے لئے ایک منبر بنوا دیتیں، حسبِ ارشاد انہوں نے منبر بنا دیا جس میں تین سیڑھیاں تھیں اور مسجد شریف میں پہنچا دیا جس مقام پر اب منبر شریف ہے وہیں وہ مقدس منبر رکھ دیا گیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے تو وہ ستون جس سے پہلے آپ تکیہ لگاتے تھے فریاد کرنے لگا اور ایسی آواز سے رو دیا جیسے اونٹنی بولتی ہے بخاری کی روایت ہے کہ جیسے لڑکا چپ کیا جائے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے حال سے رونے لگے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر پڑے اور اس کو اپنے سینے سے لگا لیا یہاں تک کہ اس کا رونا موقوف ہو گیا یہ روایت صحیح اور مشہور ہے بعض نے اس کو متواتر کہا ہے۔ (علم الفقہ) (در مختار مع رد المحتار، مراقی الفلاح مع طحطاوی، غنیۃ المستملی، تسہیل، قاموس الفقہ، نہر الفائق، بحر الرائق، کتاب الاختیار)

صَلَاةُ الْعِيدَيْنِ

أَحْكَامُ الْعِيدَيْنِ: رَوَى أَبُو دَاوُدَ رحمه الله فِي سُنَنِهِ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ: ﴿قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ: مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: قَدْ أَبْدَلَكُمُ اللهُ بِهِمَا خَيْراً مِنْهُمَا يَوْمَ الْأَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ﴾ صَلَاةُ الْعِيدَيْنِ وَاجِبَةٌ، وَهِيَ رَكْعَتَانِ جَهْرِيَّتَانِ تُصَلّٰى بَعْدَ إِرْتِفَاعِ الشَّمْسِ قَدْرَ رُمْحٍ. وَفِيهَا تَكْبِيرَاتٌ تُسَمّٰى بِتَكْبِيرَاتِ الزَّوَائِدِ. ثَلَاثٌ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى بَعْدَ الثَّنَاءِ، وَثَلَاثٌ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ قَبْلَ الرُّكُوعِ. وَتُلْقَى الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلَاةِ۔

حلِ لغات: رُمْحٌ؛ بمعنی نیزہ۔ جمع رِمَاحٌ۔

ترجمہ: عیدین کے احکام: حضرت ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سُنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منور تشریف لائے جبکہ اہل مدینہ کے لئے دو دن ایسے تھے کہ جن میں کھیل کود کیا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کہ ان دو دنوں کی کیا حقیقت ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم زمانۂ جاہلیت میں ان دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہیں ان دونوں دنوں کے بدلے ان دونوں سے بہتر دن عطا فرمائے ایک بقر عید کا دن دوسرا عید الفطر کا دن۔ عیدین کی نماز واجب ہے اور وہ دو جہری رکعتیں ہیں جو سورج کے ایک نیزہ کے بقدر بلند ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہیں، اور اس میں کچھ تکبیریں ہیں جن کو تکبیرِ زوائد کا نام دیا جاتا ہے۔ تین (تکبیریں) پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد اور تین (تکبیریں) دوسری رکعت میں رکوع کرنے سے پہلے، اور خطبہ نماز کے بعد دیا جائے گا۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ جب جمعہ کے احکام کو بیان کرنے سے فارغ ہوگئے تو اب یہاں سے عیدین کے احکام کی تفصیل بیان فرماتے ہیں، چونکہ جمعہ اور عیدین آداب وشرائط کے اعتبار سے ایک ہیں یعنی جو شرطیں اور آداب جمعہ کی ہیں وہی عیدین کے بھی ہیں سوائے خطبہ کے کہ خطبہ جمعہ میں شرط ہے اور عیدین میں سنت، اِسی وجہ سے عیدین کی بحث کو جمعہ کے بعد لائے۔ نیز دونوں نمازیں دن کے وقت جمعِ عظیم کے ساتھ جہری قراءت کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ نیز جس پر جمعہ واجب ہے اس پر عیدین بھی واجب ہیں مگر جمعہ چونکہ فرض ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔

عیدین کا پسِ منظر: ہر قوم کے کچھ خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں جن میں اُس قوم کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے ہیں اور عمدہ کھانے پکاتے ہیں، اور دوسرے طریقوں سے بھی اپنی اندرونی مسرت وخوشی کا اظہار کرتے ہیں، یہ گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے اس لئے انسانوں کا کوئی طبقہ اور فرقہ ایسا نہیں جس کے ہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن نہ ہوں، اسلام سے پہلے لوگ دو دن تہوار منایا کرتے تھے "نَیرُوز، اور مِہرجَان" اور یہ دونوں تہوار غالباً موسم بہار کی آمد ورفت سے متعلق تھے۔ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اسلام میں بھی ایسے دو دن رکھے گئے ایک عید الفطر، دوسرا عید الاضحیٰ۔ بس یہی مسلمانوں کے اصلی، مذہبی، ملی تہوار ہیں۔ ان کے علاوہ مسلمان جو تہوار مناتے ہیں اُن کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے بلکہ اسلامی نقطۂ نظر سے ان میں سے اکثر خرافات ہیں۔ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا آغاز اُس وقت سے ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے عید الفطر اور عید الاضحیٰ ان دو تہواروں کا سلسلہ بھی اُسی وقت سے شروع ہوا۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ عید الفطر رمضان المبارک کے ختم پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ ۱۰/ ذی الحجہ کو۔ عید اصل میں "عَوْدٌ" سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ لوٹنے کے ہیں، اس کو عید کہنا ایک طرح کی نیک فالی ہے اور اس تمنا کا اظہار ہے کہ یہ روزِ مسرت بار بار آئے۔

عیدین کی نماز کا آغاز: ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی مسرت اور شادمانی کے اظہار کے طریقے بھی غیر مسلموں سے مختلف ہوں گے، اسی لئے ان دونوں دنوں میں دوگانہ نمازِ عید رکھی گئی ہے، جس میں اس حقیقت کا اظہار ہے کہ مؤمن کی خوشی کی انتہا یہی ہے کہ اس کی پیشانی اپنے خالق ومالک کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے۔

عیدین کی نماز کا ثبوت: عیدین کی نماز کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ" (الکوثر) "اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر" اس آیت میں اکثر مفسرین کے نزدیک نماز سے نمازِ عید ہی مراد ہے۔ جہاں تک سنت کی بات ہے تو آپ ﷺ سے تواتر کے ساتھ عیدین کا پڑھنا ثابت ہے۔ اور قرنِ اول سے آج تک تمام مسلمان ان نمازوں کو ادا کرتے آئے ہیں، چنانچہ عیدین کی نمازوں پر اُمتِ مسلمہ کا اجماع اور اتفاق رہا ہے۔

صَلَاۃُ الْعِیْدَیْنِ وَاجِبَۃٌ: چونکہ عید کی نماز پر آپ ﷺ نے بلاترک ہمیشگی اور پابندی فرمائی ہے اور یہ وجوب کی دلیل ہے۔

تُصَلّٰی بَعْدَ اِرْتِفَاعِ الشَّمْسِ الخ. نمازِ عید کا وقت: طلوعِ آفتاب کے بعد آفتاب کے کسی قدر یعنی ایک نیزہ بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے، تقریباً طلوعِ آفتاب کے پندرہ منٹ کے بعد شروع ہوتا ہے یعنی جب ہمارے کیلنڈروں کے حساب سے اشراق کا وقت شروع

ہو جائے۔ لیکن نماز کا ایسا وقت مقرر کرنا چاہیئے کہ لوگ تمام تیاریاں کر کے بسہولت عید گاہ میں حاضر ہو سکیں۔ نیز عید الفطر کی نماز میں کسی قدر تاخیر مسنون ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ صدقۃ الفطر نکل جائے اور نمازِ عید الاضحیٰ میں عجلت اور جلدی بہتر ہے تاکہ قربانی بروقت اور سہولت سے ہو سکے۔

وَفِيْهِمَا تَكْبِيْرَاتٌ: تکبیرات کے احکام: عیدین کی نماز میں کچھ تکبیراتِ زوائد کہی جاتی ہیں، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ تکبیرات چھ ہیں پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ اور ثناء کے بعد اور قراءت سے پہلے تین تکبیرات، اور دوسری رکعت میں قراءت مکمل ہونے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین تکبیرات، اس تفصیل کے مطابق دونوں رکعتوں میں نو (۹) تکبیریں ہوئیں چھ زوائد اور دو تکبیریں رکوع کی اور ایک تحریمہ کی۔ ان تکبیرات کے کہتے وقت امام و مقتدی سب کان کی لو تک ہاتھ اُٹھائیں گے، ان تکبیرات کے درمیان کوئی ذکر نہیں، البتہ ہر دو تکبیروں کے درمیان تین تسبیحات کے بقدر سکوت اور خاموشی اختیار کی جائے گی یہ وقفہ خاموشی ازدحام کے کم و بیش ہونے کے لحاظ سے کم اور زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور ہاتھ پہلی رکعت میں پہلی دو تکبیروں کے بعد اور دوسری رکعت میں تینوں تکبیروں کے بعد چھوڑے رکھیں گے ان تکبیراتِ زوائد کی حیثیت واجب کی ہے اس لئے ان کی بڑی اہمیت ہے۔

فائدہ: عید کی نماز میں مسبوق کیا کرے؟ چنانچہ اگر کوئی شخص تاخیر سے نماز میں شریک ہوا اور امام کو رکوع میں پایا تو یہ تکبیرات کہہ کر رکوع میں جائے، البتہ اگر امام کے ساتھ رکوع میں نہ مل سکنے کا خطرہ ہو تو آتے ہی رکوع میں شامل ہو کر بدون ہاتھ اُٹھائے تکبیرات کہے۔

وَتُلْقَى الْخُطْبَةُ الخ: جمعہ کی طرح شریعت نے عیدین میں بھی خطبہ رکھا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ہمیشہ نمازِ عیدین کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے تھے، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہم سے بھی یہی معمول نقل کیا گیا ہے۔ اس خطبہ کے احکام بھی وہی ہیں جو جمعہ کے ہیں البتہ بعض احکام میں فرق بھی ہے اور وہ دو طرح کا فرق ہے: (۱) یہ کہ جمعہ تو بغیر خطبہ کے جائز ہی نہیں ہو گا جبکہ عیدین بغیر خطبہ کے بھی جائز ہیں۔ (۲) جمعہ کا خطبہ نمازِ جمعہ سے پہلے ہوتا ہے اور عیدین کا خطبہ نمازِ عیدین کے بعد۔ بہتر اور مستحب یہ ہے کہ پہلے خطبہ کے آغاز میں مسلسل نو (۹) بار اور دوسرے خطبہ کے شروع میں مسلسل سات (۷) بار تکبیرات کہی جائیں۔ نیز دونوں خطبوں کے درمیان معمولی وقفہ کرنے کے لئے بیٹھ جانا چاہیئے۔ عید الفطر کے خطبہ میں خاص طور پر صدقۃ الفطر کے احکام اور عید الاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی اور تکبیراتِ تشریق کے احکام بیان کرنے چاہیئے۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، کتاب الاختیار، کبیری، تسہیل، قاموس الفقہ)

عَلٰى مَنْ تَجِبُ صَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ

لَاتَجِبُ صَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ إِلَّا عَلَى الَّذِيْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ۔ فَتَجِبُ صَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ عَلَى الرَّجُلِ الصَّحِيْحِ. الْحُرِّ. الْمُقِيْمِ. الْبَصِيْرِ. الْمَأْمُوْنِ إِذَا كَانَ قَادِراً عَلَى الْمَشْيِ۔ وَلَا تَجِبُ صَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ عَلَى الْمَرْأَةِ. وَالْمَرِيْضِ. وَالرَّقِيْقِ.

وَالْمُسَافِرِ، وَالْأَعْمٰى، وَالْخَائِفِ۔ وَكَذَا لَا تَجِبُ صَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ عَلَى الَّذِيْ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْمَشْيِ۔ اَلَّذِيْ لَا تَجِبُ عَلَيْهِ صَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ إِذَا صَلَّاهَا مَعَ النَّاسِ جَازَتْ صَلَاتُهٗ۔

حلِ لغات: رَقِيْقٌ: بمعنی غلام۔ جمع أَرِقَّاء۔

ترجمہ: عیدین کی نماز کس پر واجب ہے؟ عیدین کی نماز واجب نہیں ہے مگر اُسی شخص پر جس پر جمعہ کی نماز واجب ہے چنانچہ عیدین کی نماز واجب ہے اُس آدمی پر جو تندرست ہو، آزاد ہو، مقیم ہو، بینا ہو، پر امن ہو جب کہ چلنے پر قادر ہو۔ اور عیدین کی نماز واجب نہیں ہے عورت پر، اور بیمار پر، اور غلام پر، اور مسافر پر، اور اندھے پر، اور خوفزدہ پر۔ اور اسی طرح عیدین کی نماز واجب نہیں ہے اُس شخص پر جو چلنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ وہ شخص جس پر عیدین کی نماز واجب نہیں ہے جب وہ عیدین کی نماز لوگوں کے ساتھ پڑھ لے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔

تشریح: نمازِ عید کی بھی نمازِ جمعہ کی طرح دو قسم کی شرطیں ہیں: (۱) شرائطِ وجوب کہ کس پر عید کی نماز واجب ہے؟ (۲) شرائطِ صحتِ ادا۔ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ پہلی قسم (نمازِ عید کی شرائطِ وجوب) کو ذکر فرماتے ہیں اور اگلے عنوان سے دوسری قسم کی شرائط یعنی شرائطِ صحت کو ذکر کریں گے چنانچہ نمازِ عید کے واجب ہونے کی وہی شرطیں ہیں جو نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کی ہیں۔ یعنی آزاد ہونا، مقیم ہونا، تندرست ہونا، بینا ہونا، چلنے پر قادر ہونا نیز مرد ہونا۔ لہٰذا جس شخص میں یہ شرطیں موجود نہ ہوں تو اس پر عیدین بھی واجب نہیں ہے جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے وَلَا تَجِبُ الخ سے ان لوگوں کی فہرست ذکر کی ہے جن پر عیدین کی نماز واجب نہیں ہے۔

نوٹ: نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کا مطلب فرض ہونا ہے۔ یعنی واجب بمعنی لغوی ہے۔

شُرُوْطُ صِحَّةِ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ

لَاتَصِحُّ صَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ إِلَّا إِذَا اجْتَمَعَتِ الشُّرُوْطُ الْاٰتِيَةُ: ۱۔ اَلْمِصْرُ وَفِنَاؤُهٗ۔ ۲۔ اَلسُّلْطَانُ وَنَائِبُهٗ۔ ۳۔ اَلْإِذْنُ الْعَامُّ۔ ۴۔ اَلْجَمَاعَةُ۔ وَتَنْعَقِدُ الْجَمَاعَةُ فِيْ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ بِالْوَاحِدِ مَعَ الْإِمَامِ۔ ۵۔ اَلْوَقْتُ۔ يَبْتَدِئُ وَقْتُ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ إِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ قَدْرَ رُمْحٍ، وَيَنْتَهِيْ بِزَوَالِ الشَّمْسِ۔ تَصِحُّ صَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ بِدُوْنِ الْخُطْبَةِ، وَلٰكِنْ يُكْرَهُ ذَالِكَ۔ تَصِحُّ صَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ إِذَا قُدِّمَتِ الْخُطْبَةُ عَلَى الصَّلَاةِ وَلٰكِنْ يُكْرَهُ ذَالِكَ۔

حلِ لغات: يَنْتَهِيْ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف ناقص یائی از باب افتعال بمعنی انتہاء کو پہنچنا، ختم ہونا۔

ترجمہ: عیدین کی نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں: عیدین کی نماز درست نہیں ہوتی مگر جب آنے والی شرطیں پائی جائیں۔ (۱) شہر یا اُس کے اطراف کا ہونا۔ (۲) بادشاہ یا اس کے نائب کا ہونا۔ (۳) (عید گاہ میں جانے کی) عام اجازت کا ہونا۔ (۴) جماعت کا ہونا۔ عیدین کی نماز میں امام کے ساتھ ایک آدمی کے (شریک) ہونے سے بھی جماعت منعقد ہو جاتی ہے۔ (۵) وقت کا ہونا۔ عیدین کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے جب سورج نیزہ کے برابر بلند ہو جائے اور سورج کے ڈھلنے کے وقت ختم ہو جاتا ہے۔ عیدین کی نماز خطبہ کے بغیر درست ہو جاتی ہے تاہم ایسا کرنا مکروہ ہے عیدین کی نماز اس وقت بھی درست ہے جب خطبہ نماز سے پہلے دے دیا جائے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ شرائطِ ادائیگی بتانا چاہتے ہیں یعنی جب کسی شخص پر نمازِ عید واجب ہو جائے تو اسکے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مذکورہ تمام شرائط اُس شخص میں پائی جائیں اور یہ شرائط وہی ہیں جو جمعہ کی ادائیگی کے درست ہونے کی ہیں، البتہ دو طرح سے فرق ہے:(۱) خطبہ پڑھنا عیدین میں شرط نہیں ہے جبکہ جمعہ میں شرط ہے، کیونکہ شرط وہ ہوتی ہے جو مشروط سے مقدم ہو جبکہ عیدین کا خطبہ نمازِ عید کے بعد ہوتا ہے۔(۲) دوسرا عیدین کی نماز میں جماعت کے لئے امام کے ساتھ ایک مقتدی بھی کافی ہے۔(نہر الفائق، طحطاوی)

باقی فِناءِ شہر کی تفصیل مسافر کے احکام میں، نیز جمعہ کے احکام میں، بھی گذر چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔ اسی طرح بادشاہ یا اس کا نائب (قاضی، وزیر، گورنر، بادشاہ کا مقرر کردہ آدمی) نیز اِذنِ عام کا مطلب بھی جمعہ کے احکام میں گذر چکا ہے۔

فائدہ: اخیر زمانہ کے فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے جمعہ اور عیدین کی نماز کو قائم کرنے کے لئے اُن ملکوں میں جن میں اسلامی حکومت نہیں بادشاہ اور اس کے نائب کی شرط کو ختم کر دیا ہے۔ بلکہ متولیانِ مسجد، کمیٹی، علماء، صلحاء، بادشاہ کے قائم مقام ہیں ان کا مقرر کردہ شخص یا وہ شخص جس کو مقتدی پسند کر کے آگے بڑھا دیں جمعہ اور نمازِ عید قائم کرنے کے لئے کافی ہے۔

تَصِحُّ صَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ الخ: یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ عیدین کا خطبہ بھی سنت ہے اور اُس کا نماز کے بعد ہونا بھی سنت ہے۔ لہٰذا خطبہ کو بالکل چھوڑنا یا نماز سے پہلے دینا دونوں کام خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہیں۔(مراقی مع طحطاوی، کبیری، در مختار مع رد المحتار)

مَنْدُوْبَاتُ يَوْمِ الْفِطْرِ

تُسْتَحَبُّ الْأُمُوْرُ الْاٰتِيَةُ يَوْمَ الْفِطْرِ۔ ١۔ أَنْ يَنْتَبِهَ مِنَ النَّوْمِ مُبَكِّراً۔ ٢۔ أَنْ يُصَلِّيَ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِيْ مَسْجِدِ الْحَيِّ۔ ٣۔ أَنْ يَسْتَاكَ۔ ٤۔ أَنْ يَغْتَسِلَ۔ ٥۔ أَنْ يَلْبَسَ أَحْسَنَ ثِيَابِهٖ۔ ٦۔ أَنْ يَتَطَيَّبَ۔ ٧۔ أَنْ يَأْكُلَ قَبْلَ الذَّهَابِ إِلَى الْمُصَلّٰى۔ ٨۔ أَنْ يُؤَدِّيَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ قَبْلَ الذَّهَابِ إِلَى الْمُصَلّٰى إِذَا كَانَتْ صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَاجِبَةً عَلَيْهِ۔

حلِّ لغات: مَنْدُوْبَاتٌ: جمع ہے مَنْدُوْبَةٌ کی بمعنی مستحب۔ يَنْتَبِهُ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افتعال بمعنی نیند سے بیدار ہونا۔ مُبَكِّراً: اسم فاعل باب تفعیل صحیح سے بمعنی جلدی کرنا، صبح سویرے کوئی کام کرنا۔ اَلْحَيُّ: بمعنی محلّہ۔ جمع أَحْيَاء۔

ترجمہ: عید الفطر کے مستحبات: مُنْدَرِجَۂ ذیل کام عید الفطر کے دن مستحب ہیں:(۱) صبح سویرے نیند سے بیدار ہو جائے۔ (۲) فجر کی نماز محلّہ کی مسجد میں پڑھے۔(۳) مسواک کرے۔(۴) غسل کرے۔(۵) اپنے کپڑوں میں سے بہترین کپڑا پہنے۔ (۶) خوشبو لگائے۔ (۷) عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے (کچھ) کھائے۔(۸) عید گاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرے جبکہ صدقۂ فطر اُس پر واجب ہو۔

تشریح: عیدین کی شرائط بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے وہ اعمال بیان فرماتے ہیں جو عیدین میں مسنون ہیں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کاموں کو مستحبات کا نام دیا اس لئے کہ سنت مستحب کو شامل ہے۔ اور وہ بارہ کام ہیں:

(۱) عید کے دن خصوصاً صبح سویرے جاگنا تاکہ نشاط اور چستی کے ساتھ عبادت ادا کی جاسکے۔ (۲) فجر کی نماز بجائے جامع مسجد کے اپنے محلّہ کی مسجد میں پڑھنا تاکہ محلّہ کی مسجد کا حق ادا ہوسکے نیز تاکہ اس کا مسجد میں جانا خالص عبادت کے لئے ہو اس لئے کہ کبھی جامع مسجد جانے میں نماز کے ساتھ دیگر ضروریات پورا کرنے کی بھی نیت ہوتی ہے کیونکہ عام طور پر جامع مسجد بازار وغیرہ میں ہوتی ہے۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) غسل کرنا، اس لئے کہ یہ عید کا دن لوگوں کے جمع ہونے کا دن ہے جیسا کہ جمعہ کے دن لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ سے یہ سارے کام مستحب ہیں۔ نیز مسواک تو عام نمازوں میں بھی مستحب ہے تو عید کے دن بدرجۂ اولیٰ مستحب ہوگی۔

فائدہ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں غسل کو مستحب کہا حالانکہ غسل تو سنت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سنت مستحب پر مشتمل ہوتی ہے۔ نیز مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مسواک کو بھی مستحب کہا ہے اس لئے کہ باقی تمام نمازوں میں بھی نماز کے لئے کھڑے ہونے کے وقت مسواک مستحب ہے البتہ وضو میں مسواک سنّتِ مؤکّدہ ہے۔

(۵) اپنے پاس موجود کپڑوں میں سے جو عمدہ کپڑے ہوں ان کو زیبِ تن کرے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں سرخ دھاری دار یمنی چادریں استعمال فرمایا کرتے تھے یعنی جس میں سرخ اور سبز لکیریں ہوتی تھیں خالص سرخ نہیں کیونکہ وہ تو مکروہ ہے۔ نیز عید کے کپڑوں کا سفید ہونا ضروری نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگین کپڑے بھی عید میں استعمال فرمائے ہیں، البتہ سفید ہوں تو بہتر ہے۔ نیز کپڑوں کا نیا ہونا بھی ضروری نہیں اسی لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جدید نہیں کہا بلکہ احسن کہا یعنی بہتر ہوں چاہے نئے ہوں یا پرانے مگر دُھلے ہوئے ہوں۔ (۶) خوشبو لگانا، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عید کے دن خوشبو لگانے کا اہتمام فرماتے تھے، نیز یہ لوگوں کے جمع ہونے کا دن ہے اس لئے بھی مستحب ہے۔ (۷) عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز مثلاً حلوا، مٹھائی وغیرہ کھانا مستحب ہے، بہتر ہے کہ چھوارے یا کھجور کھائے، نیز چھوارے، کھجور طاق عدد کھائے۔ ہمارے ہاں ہندوستان، پاکستان میں جو عید کے دن سویاں اور دودھ کھانے کا رواج ہے یہ محض بے اصل ہے اس کو سنت نہیں سمجھنا چاہیئے۔ (۸) جس پر صدقۂ فطر واجب ہے اس کے لئے عید گاہ جانے سے پہلے پہلے ادا کرنا مستحب ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عید گاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ نیز دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کیا تو یہ مقبول صدقہ ہے اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو یہ ایک صدقہ ہے۔ نیز اس میں فقیر کی اعانت بھی ہے کہ فقیر کا دل نماز کے لئے فارغ ہوجائے گا اور وہ بھی عید کی خوشیوں میں دوسروں کے ساتھ شریک ہوجائے گا، اس لئے اگر رمضان میں دے دیا جائے تو اور بہتر ہے۔ تاکہ فقیر بھی عید کے لئے تیاری کرسکے۔ (در مختار مع رد المحتار، مراقی مع طحطاوی، نہر الفائق، غنیۃ المستملی، الجوہرۃ النیرہ، تسہیل، قاموس الفقہ)

۹۔ أَنْ يُكْثِرَ الصَّدَقَةَ حَسْبَ اسْتِطَاعَتِهِ۔ ۱۰۔ أَنْ يُظْهِرَ الْفَرَحَ وَالْبَشَاشَةَ۔ ۱۱۔ أَنْ يَبْتَكِرَ إِلَى الْمُصَلّٰى مَاشِياً مُكَبِّراً سِرّاً وَيَقْطَعَ التَّكْبِيْرَ إِذَا انْتَهٰى إِلَى الْمُصَلّٰى۔ ۱۲۔ أَنْ يَرْجِعَ مِنَ الْمُصَلّٰى بِطَرِيْقٍ آخَرَ۔ يُكْرَهُ التَّنَفُّلُ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ فِي الْبَيْتِ۔ كَذَا يُكْرَهُ التَّنَفُّلُ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ فِي الْمُصَلّٰى۔ وَكَذَا يُكْرَهُ التَّنَفُّلُ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ فِي الْمُصَلّٰى وَلَا يُكْرَهُ فِي الْبَيْتِ۔

حلّ لغات: یُکْثِرُ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افعال بمعنی بہت کرنا۔ اَلْبَشَاشَةُ: بمعنی ہنس مکھ ہونا، خوشی۔ یَبْتَکِرُ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب افتعال بمعنی جلدی آنا۔

ترجمہ: (۹) اپنی طاقت کے بقدر زیادہ سے زیادہ صدقہ دے۔ (۱۰) خوشی اور شادمانی ظاہر کرے۔ (۱۱) صبح کو جلدی عید گاہ کی طرف پیدل، آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے جائے۔ اور تکبیر بند کر دے جب عید گاہ پہنچ جائے۔ (۱۲) عید گاہ سے واپس آئے دوسرے راستہ سے۔ گھر میں عیدین سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح عیدین کی نماز سے پہلے عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اور اسی طرح عید گاہ میں عیدین کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے اور گھر میں مکروہ نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں بقیہ سنتیں ذکر فرماتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ: (۹) نویں سنت یہ ہے کہ بقدرِ وسعت صدقہ و خیرات کا خوب اہتمام کرے عام عادت سے زیادہ۔ (۱۰) عید کے دن اللہ کی نعمتوں اور اللہ کی اطاعت پر خوشی کا اظہار کرے بالخصوص کسی سے ملاقات کے وقت بشاشت کا اظہار کرے۔

(۱۱) **عیدگاہ کی آمد و رفت:** عیدین میں بہتر ہے کہ عید گاہ صبح سویرے جائے تاکہ جلدی جانے کی، نیز پہلی صف کی فضیلت حاصل کر سکے، نیز پیدل جائے کیونکہ آپ ﷺ کا پیدل ہی آنے جانے کا معمول تھا۔ نیز اس لئے بھی کہ آپ ﷺ سے عید اور جنازہ میں سوار ہو کر چلنا ثابت نہیں۔ نیز اس لئے بھی کہ یہ تواضع کے زیادہ قریب ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے تکبیراتِ تشریق آہستہ آواز سے کہے۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں: "اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ"۔ اور جب عید گاہ پہنچ جائے تو تکبیر کہنا بند کر دے۔ (۱۲) یہ بھی مستحب ہے کہ ایک راستہ سے جائے اور دوسرے راستہ سے واپس آئے چنانچہ آپ ﷺ کا معمول مبارک اس طرح تھا۔ نیز اس لئے بھی تاکہ قیامت کے دن اس کے اس نیک عمل پر گواہ زیادہ سے زیادہ ہوں۔

(در مختار مع رد المحتار، کبیری، کتاب الاختیار، مراقی مع طحطاوی، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، قاموس)

یُکْرَهُ التَّنَفُّلُ الخ: یہاں سے عیدین میں نوافل کے متعلق کچھ مکروہات کا بیان ہے: چنانچہ مذکورہ اوقات اور مقامات میں نوافل پڑھنا سب کے لئے مکروہ ہے چاہے اُس پر عیدین کی نماز واجب ہو یا نہ ہو، لہٰذا عورتوں کے لئے بھی عیدین کی نماز سے پہلے نوافل (اشراق وغیرہ) پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ آپ ﷺ سے پڑھنا ثابت نہیں باوجودیکہ آپ ﷺ کو نماز کا انتہائی شوق تھا۔ البتہ عید کی نماز کے بعد گھر آکر نوافل پڑھنا درست ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، کتاب الفقہ علی المذاہب، تسہیل، نہر الفائق)

کَیْفِیَّةُ صَلَاةِ الْعِیْدَیْنِ

إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تُصَلِّيَ صَلَاةَ الْعِيْدِ فَقُمْ مَعَ الْإِمَامِ نَاوِياً صَلَاةَ الْعِيْدِ وَمُتَابَعَةَ الْإِمَامِ، وَكَبِّرْ لِلتَّحْرِيْمَةِ ثُمَّ اقْرَإِ الثَّنَاءَ ثُمَّ كَبِّرْ مَعَ الْإِمَامِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَارْفَعْ يَدَيْكَ حِذَاءَ أُذُنَيْكَ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ ثُمَّ اسْكُتْ وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ سِرًّا أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. ثُمَّ يَقْرَأُ جَهْراً سُوْرَةَ الْفَاتِحَةِ، ثُمَّ يَضُمُّ إِلَى الْفَاتِحَةِ سُوْرَةً أُخْرَىٰ وَيُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ أَنْ يَقْرَأَ سُوْرَةَ الْأَعْلٰى فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى، ثُمَّ ارْكَعْ وَاسْجُدْ مَعَ الْإِمَامِ كَمَا تَرْكَعُ وَتَسْجُدُ فِي الصَّلَوَاتِ

الْيَوْمِيَّةِ فَإِذَا قُمْتَ مَعَ الْإِمَامِ لِلرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ أَنْصِتْ قَائِماً وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ سِرًّا بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقْرَأُ جَهْراً سُوْرَةَ الْفَاتِحَةِ ثُمَّ يَقْرَأُ سُوْرَةً أُخْرىٰ وَيُنْدَبُ لِلْإِمَامِ أَنْ يَقْرَأَ سُوْرَةَ الْغَاشِيَةِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ. فَإِذَا فَرَغَ الْإِمَامُ مِنَ الْقِرَاءَةِ وَكَبَّرَ فَكَبِّرْ مَعَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَارْفَعْ يَدَيْكَ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ. ثُمَّ ارْكَعْ. وَاسْجُدْ. وَأَكْمِلِ الصَّلَاةَ مِثْلَ الصَّلَوَاتِ الْيَوْمِيَّةِ فَإِذَا فَرَغَ الْإِمَامُ مِنَ الصَّلَاةِ. خَطَبَ خُطْبَتَيْنِ. يُعَلِّمُ النَّاسَ فِيْهِمَا أَحْكَامَ عِيْدِ الْفِطْرِ۔

حلِّ لغات: كَيْفِيَّةٌ؛ بمعنی حالت، طریقہ۔ جمع كَيْفِيَّاتٌ۔ قُمْ؛ صیغہ واحد مذکر حاضر بحث امر حاضر معروف اجوف واوی از باب نصر بمعنی کھڑا ہوجا۔ **قُمْ کی اصل:** اصل میں أُقْوُمْ تھا بروزن أُنْصُرْ واؤ متحرک ماقبل حرفِ صحیح ساکن واؤ کا ضمہ نقل کرکے ماقبل قاف کو دیدیا تو أُقُوْمْ بن گیا، شروع میں ہمزہ وصلی کی ضرورت باقی نہ رہی مابعد کے متحرک ہوجانے کی وجہ سے لہٰذا ہمزہ وصلی گر گیا قُوْمْ ہو گیا، واؤ التقاءِ ساکنین کی وجہ سے گر گئی قُمْ بن گیا۔ أَنْصِتْ؛ بمعنی خاموش ہوجا۔

ترجمہ: عیدین کی نماز پڑھنے کا طریقہ: جب آپ عید کی نماز پڑھنے کا ارادہ کریں تو آپ امام کے ساتھ کھڑے ہوجائیں عید کی نماز کی اور امام کی پیروی کی نیت کرتے ہوئے، اور تحریمہ کے لئے تکبیر (اللہ اکبر) کہیں پھر آپ ثناء پڑھیں پھر امام کے ساتھ تین مرتبہ تکبیر کہیں اور ہر مرتبہ میں اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے بالمقابل اُٹھائیں پھر خاموش ہوجائیں اور (اب) امام آہستہ "أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھے، پھر اونچی آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھے پھر سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت ملائے اور امام کے لئے مستحب ہے کہ وہ پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ پڑھے پھر آپ امام کے ساتھ رکوع اور سجدہ ویسا ہی کریں جیسا کہ روزانہ کی نمازوں میں آپ رکوع، سجدہ کرتے ہیں، پس جب آپ امام کے ساتھ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوجائیں تو آپ خاموش کھڑے رہیں اور امام آہستہ آواز سے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھے گا، پھر امام بلند آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھے گا پھر کوئی دوسری سورت پڑھے گا، اور امام کے لئے مستحب ہے یہ کہ دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھے، پس جب امام قراءت سے فارغ ہوجائے اور تکبیر کہے تو تو بھی اس کے ساتھ تین مرتبہ تکبیر کہہ، اور ہر مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھا، پھر رکوع کر اور سجدہ کر، اور نماز مکمل کر، روز مرہ نمازوں کی طرح پس جب امام نماز سے فارغ ہوجائے تو دو خطبے دے، جن میں لوگوں کو عید الفطر کے احکام سکھائے گا۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ عیدین کی ادائیگی کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرنے کا وہی طریقہ ہے جو عام نمازوں کا ہے البتہ ان میں دل سے نیت کرنے کے ساتھ زبان سے اس طرح کہے کہ نیت کرتا ہوں میں واجب نمازِ عید کی چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پیچھے اس امام کے، اور زائد تکبیرات کہنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد امام اور مقتدی اپنے ہاتھوں کو کانوں کی لَو تک اُٹھائیں اور تکبیر کہیں اس طرح تین مرتبہ کریں اور ہر تکبیر کے بعد تین مرتبہ تکبیر کہنے کے بقدر خاموشی اختیار کریں۔ ان تکبیروں کے درمیان کوئی ذکر نہیں، ہر تکبیر میں ہاتھ اُٹھانے کے بعد ہاتھ چھوڑیں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑنے کے بجائے باندھ لیں۔ پھر مقتدی خاموش ہوجائیں اور امام آہستہ آواز سے تعوّذ، تسمیہ پڑھے اور پھر اُونچی آواز سے سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے، پھر دوسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہوکر رکوع سے پہلے اُسی طرح یہ تین تکبیرات مقتدی اور امام کہیں، پہلی رکعت

اور دوسری رکعت کی تکبیروں میں فرق یہ ہے کہ پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لینے چاہئیں اور دوسری رکعت میں تیسری تکبیر کے بعد بھی ہاتھ چھوڑنے چاہئیں نیز پہلی رکعت کی تکبیریں قراءت سے پہلے ہیں جبکہ دوسری رکعت کی تکبیریں قراءت کے بعد ہیں یہ اس لئے تاکہ دونوں رکعتوں کی قراءتیں مسلسل ہوں بیچ میں فاصلہ نہ ہو جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے آگے خود کہا ہے۔ پھر نمازِ عید سے فارغ ہو کر امام دو خطبے دے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا یہی معمول تھا اِن خطبوں میں صدقۂ فطر کے احکام لوگوں کو سکھائے چنانچہ صدقۂ فطر کے متعلق پانچ باتوں کی تعلیم دے:(۱) صدقۂ فطر کس پر واجب ہے؟(۲) کس کے لئے واجب ہے؟ یعنی کس کو دے سکتا ہے۔(۳) کس چیز سے واجب ہے یعنی کیا کیا چیزیں دے سکتا ہے؟ (۴) کتنا واجب ہے؟ (۵) کس وقت واجب ہے؟ تاکہ جس نے صدقۂ فطر ادا نہیں کیا وہ ادا کرے۔ اس لئے کہ خطبہ اسی مقصد کے لئے مشروع ہوا ہے پھر مستحب یہ ہے کہ پہلے خطبہ کے شروع میں مسلسل نو تکبیریں کہے اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات تکبیریں کہے۔ نیز دونوں خطبوں میں جمعہ کی طرح معمولی سا وقفہ بھی کرے اور اگر آپ ﷺ کا نام نامی آجائے تو دل میں درود شریف پڑھے۔(مراقی مع طحطاوی، کتاب الاختیار، درمختار مع ردالمحتار)

إِذَا قَدَّمَ التَّكْبِيرَاتِ الزَّوَائِدَ عَلَى الْقِرَاءَةِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ جَازَتْ، وَلٰكِنَّ الْأَوْلٰى أَنْ يُقَدِّمَ الْقِرَاءَةَ عَلَى التَّكْبِيرَاتِ الزَّوَائِدِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ۔ يَجُوزُ تَأْخِيرُ صَلَاةِ الْعِيدِ إِلَى الْغَدِ إِذَا كَانَ لَهُ عُذْرٌ۔ اَلَّذِي فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْعِيدَيْنِ مَعَ الْإِمَامِ لَا يَقْضِيهَا لِأَنَّهَا لَا تَصِحُّ بِدُونِ الْجَمَاعَةِ۔

حلِّ لغات: اَلزَّوَائِدُ: جمع ہے زَائِدَۃٌ کی، عید کی تکبیروں کو زوائد اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تکبیرِ تحریمہ اور رکوع کی تکبیر سے زائد ہیں۔

ترجمہ: جب تکبیراتِ زوائد کو دوسری رکعت میں قراءت پر مقدم کردے تو جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ دوسری رکعت میں قراءت کو تکبیراتِ زوائد پر مقدم کرے۔ عید کی نماز کو کل تک مؤخر کرنا جائز ہے جب کہ اس کو کوئی عذر ہو۔ وہ شخص جس سے عیدین کی نماز امام کے ساتھ فوت ہو جائے تو وہ اس کی قضاء نہ کرے اس لئے کہ عید کی نماز بغیر جماعت کے درست نہیں ہے۔

تشریح: کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز آنے والے کل تک مؤخر کرسکتے ہیں اور یہ دوسرے دن کی نماز قضاء کہلائے گی۔ مثلاً بادل ہونے کی وجہ سے چاند کی گواہی عید کے دن زوال کے بعد دی گئی جبکہ نماز کا وقت گذر چکا ہے یا بارش کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ امام نے لوگوں کو عید کی نماز بر وقت پڑھائی لیکن زوال کے بعد پتہ چلا کہ بے وضو پڑھائی تھی تو اب ان تمام صورتوں میں دوسرے دن تک مؤخر کرنا جائز ہے کیونکہ تاخیر کے سلسلہ میں حدیث آئی ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو پیغمبر خدا ﷺ نے دوسرے دن نمازِ عید پڑھنے کا حکم دیا۔ لیکن اگر دوسرے دن بھی کوئی ایسا عذر پایا گیا جو نمازِ عید کے لئے رُکاوٹ ہو تو اب تیسرے دن نمازِ عید پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی۔

اَلَّذِي فَاتَتْهُ الخ: یعنی اگر کسی کی نمازِ عید امام کے ساتھ فوت ہوگئی اور امام کے ساتھ ادا نہ کرسکا تو وہ اس کی قضاء نہیں کرے گا اس لئے کہ نمازِ عید کی کچھ ایسی شرطیں ہیں جو تنہا آدمی سے پوری نہیں ہوسکتیں مثلاً جماعت کا ہونا، سلطان یا اس کے نائب کا ہونا وغیرہ پس چونکہ

منفرد (اکیلے نماز پڑھنے والے) میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتیں اس لئے اس کا اکیلے نمازِ عید پڑھنا بھی جائز نہیں ہوگا، اب یا تو کہیں دوسری جگہ جا کر نمازِ عید جماعت سے پڑھ لے یا گھر لوٹ کر چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں سورۃ الشمس تیسری میں سورۃ اللّیل چوتھی میں سورۃ الضحیٰ پڑھے یہ مستحب ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، تسہیل، نہر الفائق، در مختار مع رد المحتار)

أَحْكَامُ عِيدِ الأَضْحٰى

أَحْكَامُ عِيْدِ الْأَضْحٰى مِثْلُ أَحْكَامِ عِيْدِ الْفِطْرِ۔ وَصَلَاةُ عِيْدِ الْأَضْحٰى مِثْلُ صَلَاةِ الْعِيْدِ، إِلَّا أَنَّهُ يُؤَخِّرُ الْأَكْلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِيْ عِيْدِ الْأَضْحٰى، وَيُكَبِّرُ فِي الطَّرِيْقِ جَهْراً، وَيُعَلِّمُ أَحْكَامَ الْأُضْحِيَةِ، وَتَكْبِيْرِ التَّشْرِيْقِ فِيْ خُطْبَةِ عِيْدِ الْأَضْحٰى۔ يَجُوْزُ تَأْخِيْرُ صَلَاةِ عِيْدِ الْأَضْحٰى إِلَى الثَّانِيْ عَشَرَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ إِذَا كَانَ عُذْرٌ۔ يَجِبُ تَكْبِيْرُ التَّشْرِيْقِ مَرَّةً جَهْراً مِنْ بَعْدِ فَجْرِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَهُوَ الْيَوْمُ التَّاسِعُ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ إِلٰى عَصْرِ يَوْمِ الثَّالِثِ عَشَرَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ عَلٰى كُلِّ مَنْ صَلَّى الْفَرْضَ، سَوَاءٌ صَلّٰى جَمَاعَةً، أَوْ صَلّٰى مُنْفَرِداً، مُسَافِراً كَانَ أَوْ مُقِيْماً ذَكَراً كَانَ أَوْ أُنْثٰى، قَرَوِيّاً كَانَ أَوْ حَضَرِيّاً۔

حلِّ لغات: اَلْأَضْحٰى: جمع ہے اَلْأَضْحَاةُ کی بمعنی قربانی۔ **فائدہ:** یہ لفظ حرکات اور حروف کے تھوڑے تغیر اور تبدیلی کے اعتبار سے چار طرح سے نقل کیا گیا ہے: (۱) أُضْحِيَّةٌ ہمزہ کے پیش کے ساتھ، (۲) إِضْحِيَّةٌ ہمزہ کے زیر کے ساتھ ان دونوں کی جمع أَضَاحِيُّ ہے۔ (۳) ضَحِيَّةٌ ضاد کے زبر کے ساتھ اس کی جمع ضَحَايَا آتی ہے۔ (۴) اور أُضْحَاةٌ اس کی جمع أَضْحٰى آتی ہے، اور اسی کے مطابق بقرۂ عید کے دن کو "یوم الاضحیٰ" کہتے ہیں۔ معنیٰ ان تمام الفاظ کا ایک ہی ہے یعنی قربانی۔ اَلتَّشْرِيْقُ: بمعنی گوشت خشک کرنا، ایام التشریق، عید الاضحیٰ کے بعد کے تین دن ہیں، اس لئے کہ ان دنوں میں قربانی کا گوشت خشک کیا جاتا تھا۔ تکبیراتِ تشریق سے مراد وہ تکبیرات ہیں جن کا آغاز ماہِ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی نمازِ فجر کے بعد سے ہوتا ہے اور ۱۳/ تاریخ کی نمازِ عصر تک پڑھی جاتی ہیں۔ یوم عرفہ: ماہِ ذی الحجہ کی نویں تاریخ۔ قَرَوِيّاً: قَرْيَةٌ بمعنی دیہات، گاؤں کی طرف منسوب ہے بمعنی دیہاتی، گاؤں کا رہنے والا۔ حَضَرِيّاً: حَضَارَةٌ (بمعنی شہری زندگی) کی طرف منسوب ہے بمعنی شہری۔

ترجمہ: عید الاضحیٰ کے احکام: عید الاضحیٰ کے احکام عید الفطر کے احکام کی طرح ہیں اور عید الاضحیٰ کی نماز عید الفطر کی نماز کی طرح ہے، مگر یہ کہ عید الاضحیٰ میں کھانے کو نماز سے مؤخر کرے، اور راستہ میں بلند آواز سے تکبیر کہے، اور خطیب عید الاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی اور تکبیرِ تشریق کے احکام بتائے۔ عید الاضحیٰ کی نماز کو بارہ ذی الحجہ تک مؤخر کرنا جائز ہے جبکہ کوئی مجبوری ہو۔ تکبیرِ تشریق ایک مرتبہ بلند آواز سے کہنا عرفہ کے دن (اور یہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ ہے) کی فجر کے بعد سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر اس شخص پر واجب ہے جس نے فرض نماز پڑھی ہو، خواہ جماعت سے پڑھے یا اکیلے، مسافر ہو یا مقیم، مرد ہو یا عورت، دیہاتی ہو یا شہری۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں عید الاضحیٰ کے مخصوص احکام بیان فرماتے ہیں چنانچہ جو تفصیل عید الفطر کے احکام کے بارے میں بیان ہوئی وہی تفصیل عید الاضحیٰ کے احکام کی بھی ہے البتہ درج ذیل چار باتوں کا فرق ہے۔ (۱) عید الاضحیٰ کے موقع پر ان لوگوں کے لئے جو

قربانی کرتے ہوں مستحب ہے کہ قربانی ہی سے اپنے کھانے کی ابتداء کریں، چنانچہ حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ عید الاضحیٰ کے دن بغیر نماز پڑھے کھاتے نہیں تھے۔

فائدہ: اصح قول کے مطابق عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنے والے اور قربانی نہ کرنے والے ہر دو کے لئے کھانا نماز سے مؤخر کرنا مستحب ہے، ویسے اگر نماز سے پہلے کچھ کھائے تو بھی مکروہ نہ ہو گا۔

(۲) عید الاضحیٰ میں مسنون ہے کہ عید گاہ جاتے ہوئے زور سے تکبیرِ تشریق کہتا ہوا جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اُذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ" نیز آپ ﷺ کا بھی یہی معمول تھا۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں: "اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ"۔

(۳) نمازِ عید الاضحیٰ کے بعد امام دو خطبے پڑھے کیونکہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے۔ اور ان دونوں خطبوں میں لوگوں کو دو باتوں کی تعلیم دے ایک یہ کہ قربانی کے احکام سکھائے مثلاً قربانی کا نصاب کیا ہے؟، اور کس پر واجب ہے؟، کس کس جانور کی قربانی درست ہے؟، جانور کی عمر کیا ہونی چاہیئے؟، قربانی کا وقت کیا ہے؟ ذبح کا مسنون طریقہ کیا ہے؟، گوشت کی تقسیم کا طریقہ کار کیا ہے؟۔ اگر قربانی کے جانور میں کئی لوگ شریک ہیں تو شرکت کے مسائل وغیرہ۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ تکبیراتِ تشریق کے احکام بھی سکھائے کہ یہ تکبیرات کس پر واجب ہیں؟، اِن کا وقت کیا ہے؟، کب سے کب تک ہیں؟، ویسے مناسب یہ ہے کہ تکبیراتِ تشریق عید سے پہلے والے جمعہ میں سکھائے کیونکہ تکبیراتِ تشریق عید کے خطبہ سے پہلے ہی یعنی نویں ذی الحجہ کی صبح سے شروع ہوتی ہیں لہٰذا عید کے خطبہ سے پہلے اُن کی تعلیم مناسب ہے۔ اس لئے کہ ان خطبوں کا مقصد انہی باتوں کی تعلیم دینا ہے۔

تنبیہ: قربانی کے تفصیلی مسائل ان شاء اللہ کتاب کے اخیر میں آئینگے۔

(۴) اگر بقر عید کے دن اتفاقیہ کوئی عذر پایا گیا جو نماز سے رکاوٹ ہے مثلاً بارش، کرفیو وغیرہ تو پھر دوسرے دن نماز پڑھے اور اگر دوسرے دن بھی عذر باقی رہا تو تیسرے دن پڑھے اور ہر روز زوال سے پہلے پہلے پڑھے مگر تیسرے دن کے بعد تک مؤخر کرنا جائز نہیں کیونکہ بقر عید کی نماز قربانی کے وقت تک ہے اور قربانی کا آخری وقت تیسرا دن ہے لیکن بلا عذر دوسرے اور تیسرے دن تک مؤخر کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

فائدہ: یہ تاخیر بحیثیت اجتماعی ہے کہ سب لوگ نماز نہ پڑھ سکیں لیکن اگر کسی شخص کی تنہا نماز چھوٹ جائے تو اسے کوشش کرنی چاہیئے کہ شہر میں کہیں اور جماعت میں شریک ہو جائے لیکن اگر کہیں جماعت نہیں ملی اور نماز چھوٹ گئی تو اب اس کی قضاء نہیں اس لئے کہ نمازِ عید کے لئے جماعت شرط ہے اسی طرح اگر کسی کی نماز فاسد ہو گئی تو وہ بھی قضاء نہیں پڑھ سکتا۔

يَجِبُ تَكْبِيْرُ التَّشْرِيْقِ الخ: سے تکبیرِ تشریق کے مسائل بیان فرماتے ہیں۔

تشریق کا معنی ہے گوشت کو خشک کرنے کے لئے دھوپ میں رکھنا، عرب کی یہ عادت تھی کہ گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ کو قربانی کا گوشت خشک کیا کرتے تھے خراب ہونے سے بچانے کے لئے اس لئے ان تین دنوں کو ایامِ تشریق کہتے ہیں اور پھر اِن دنوں میں پڑھی

جانے والی تکبیرات کو تکبیراتِ تشریق کا نام دے دیا گیا۔ نویں تاریخ کی نمازِ فجر کے بعد سے اِس تکبیر کا آغاز ہوگا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ۱۳ ذی الحجہ کی نمازِ عصر تک کہے گا اور یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اِس طرح کُل ۲۳ نمازوں کے بعد ۲۳ تکبیریں ہوئیں۔ یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد فوراً بلا تاخیر ایک مرتبہ مردوں کے لئے بآوازِ بلند اور عورتوں کے لئے آہستہ آواز سے کہنا واجب ہے چاہے مقیم ہو یا مسافر، مرد ہو یا عورت، دیہاتی ہو یا شہری، جماعت سے نماز پڑھے یا تنہا۔ لہٰذا فرض کہنے سے جمعہ کی نماز بھی داخل ہوگئی کہ اس کے بعد بھی تکبیر کہی جائے گی اور نوافل اور وتر نکل گئے ان کے بعد نہیں کہی جائے گی۔ نیز اگر فرض کے بعد کہنے میں تاخیر کی، یا بات کی، یا قہقہہ مارا یا مسجد سے نکل گیا تو پھر تکبیر ساقط ہو جائے گی، اگر یہ کام جان بوجھ کر کئے تو گنہگار ہوگا ورنہ نہیں، پھر یہ تکبیر ایک مرتبہ کہنا واجب ہے اور ایک ہی مرتبہ کہنا سنت بھی ہے۔ نیز مسبوق پر تکبیرِ تشریق واجب ہے جب وہ اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرلے۔ (مراقی مع طحطاوی، درمختار مع ردالمحتار، کبیری)

چند متفرق مسائل

عید کی نماز میں مسبوق کیا کرے؟ عید کی نماز میں مسبوق ہونے کی کئی صورتیں ممکن ہیں، ہر ایک کا حکم الگ الگ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) جس کی نمازِ عید میں پہلی رکعت چھوٹ گئی وہ امام کے سلام پھیر دینے کے بعد جب کھڑا ہو تو اولاً ثناء، تعوّذ، تسمیہ، فاتحہ اور سورت پڑھے، پھر زائد تکبیرات کہے، اس کے بعد رکوع، سجدہ کر کے بقیہ نماز پوری کرے گا۔

(۲) اور جو شخص امام کے ساتھ اس حال میں آکر شریک ہوا کہ امام پہلی رکعت کی زائد تکبیرات کہہ کر قراءت شروع کر چکا تھا تو یہ مسبوق شخص تکبیرِ تحریمہ کہہ کر زائد تکبیرات کہے گا۔

(۳) اور اگر امام کو رکوع میں پایا تو اگر امام کے ساتھ رکوع چھوٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں تکبیرِ تحریمہ کہہ کر کھڑے کھڑے زائد تکبیرات بھی کہے پھر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے۔

(۴) اور اگر رکوع چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو تکبیرِ تحریمہ کہے پھر رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے، اور رکوع کی حالت میں ہاتھ اُٹھائے بغیر ہی تکبیراتِ زوائد کہے اور رکوع میں اگر زائد تکبیرات اور تسبیح دونوں کو ادا کر سکتا ہو تو دونوں کو جمع کرے ورنہ تسبیحات چھوڑ کر صرف تکبیرات کہے اس لئے کہ یہ واجب ہیں۔

(۵) اور اگر رکوع میں تکبیرات پوری کرنے سے پہلے امام نے سر اُٹھالیا تو کھڑا ہو جائے اور جتنی تکبیرات باقی رہ گئی ہوں وہ معاف ہو جائیں گی۔

مسئلہ: عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیرِ تشریق کہنا واجب ہے۔

مسئلہ: عیدین کی نماز کے بعد بھی دُعا مانگنا مثل تمام نمازوں کے مسنون و مستحب ہے مگر خطبہ کے بعد دُعا مانگنا ثابت نہیں۔

مسئلہ: عیدین اور جمعہ میں سجدۂ سہو کا حکم: عیدین اور جمعہ کی نماز میں اگر کوئی واجب ترک ہو جائے یا سجدۂ سہو کا وئی سبب پیش آجائے تو کثیر مجمع میں انتشار پھیلنے کے خوف سے جمعہ اور عیدین میں سجدۂ سہو نہ کیا جائے، اس لئے کہ مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنے کی صورت میں ناواقف عوام کی نماز خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

مسئلہ: اس زمانہ میں اکثر لوگ عید کی نماز شہر کی مسجدوں میں پڑھ لیتے ہیں عید گاہ نہیں جاتے ہیں حالانکہ عید گاہ جو آبادی سے باہر کھلے میدان میں واقع ہو، جانا سنّتِ مؤکدہ ہے اگر چہ جامع مسجد اتنی بڑی ہو کہ اس میں سارے لوگ سما سکتے ہوں، نبی اکرم ﷺ اپنی مقدس مسجد کو باوجود بے انتہا شرف وفضیلت کے عیدین کے دن چھوڑ دیتے تھے اور عیدین کی نماز پڑھنے کے لئے عید گاہ تشریف لے جاتے تھے۔ (غنیۃ المستملی، در مختار مع رد المحتار، الفتاویٰ السراجیہ، مراقی الفلاح مع طحطاوی، کتاب الفتاویٰ علی المذاہب، النہر الفائق، بدائع صنائع بحوالہ کتاب المسائل)

صَلَاةُ الْكُسُوْفِ وَالْخُسُوْفِ

رَوَى الْبُخَارِيُّ رحمه الله عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ: ﴿خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَائَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْمَسْجِدِ وَثَابَ النَّاسُ إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَإِنَّهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهُ. فَإِذَا كَانَ ذَالِكَ فَصَلُّوْا حَتَّى يَنْكَشِفَ مَا بِكُمْ﴾ يُسَنُّ عِنْدَ كُسُوْفِ الشَّمْسِ أَنْ تُصَلِّيَ بِالْجَمَاعَةِ رَكْعَتَانِ أَوْ أَرْبَعُ رَكْعَاتٍ۔ تُسَنُّ الْجَمَاعَةُ سُنَّةً مُؤَكَّدَةً فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ۔ وَلَا تُسَنُّ الْجَمَاعَةُ فِي خُسُوْفِ الْقَمَرِ بَلْ يُصَلِّي النَّاسُ فُرَادَىٰ بِدُوْنِ جَمَاعَةٍ عِنْدَ خُسُوْفِ الْقَمَرِ۔

حلِّ لغات: اَلْكُسُوْفُ، مصدر ہے باب ضرب سے بمعنی چاند میں گہن لگنا۔ ثَابَ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف اجوف واوی از باب نصر بمعنی اکٹھا ہونا۔ اِنْجَلَتْ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف ناقص واوی از باب انفعال بمعنی ظاہر ہونا، روشن ہونا۔ فُرَادیٰ، جمع ہے فَرْدٌ کی بمعنی اکیلے اکیلے۔

ترجمہ: سورج اور چاند گرہن کی نماز: حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج کو گرہن لگ گیا تو آپ ﷺ اپنی چادر کو کھینچتے ہوئے باہر تشریف لائے یہاں تک کہ آپ ﷺ مسجد پہنچے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے پاس اکٹھے ہوگئے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی تو سورج روشن ہو گیا چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: یقیناً سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور یقیناً ان دونوں کو کسی کی وفات اور کسی کی پیدائش کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، لہٰذا جب بھی اس طرح ہو تو تم نماز پڑھو یہاں تک کہ کھل جائے وہ چیز جو تمہارے اوپر واقع ہوئی ہے۔ سورج گرہن کے وقت مسنون ہے یہ بات کہ دو رکعت یا چار رکعت جماعت کے ساتھ پڑھی جائیں۔ سورج گرہن میں جماعت سنّتِ مؤکدہ ہے۔ اور چاند گرہن میں جماعت مسنون نہیں بلکہ لوگ چاند گرہن میں بغیر جماعت کے اکیلے اکیلے نماز پڑھیں۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے عیدین کی نماز کا ذکر فرمایا اب یہاں سے نمازِ کسوف (سورج گرہن) کا تذکرہ کرتے ہیں اس لئے کہ ان دونوں میں مناسبت ہے جس طرح عیدین کی نماز دن کے وقت بلا اذان واقامت ادا کی جاتی ہے اسی طرح نمازِ کسوف بھی ہے۔ "کسوف" کے معنی سورج گہن کے ہیں، اور "خسوف" کے معنی چاند گہن کے ہیں، گو عربی زبان میں "کسوف" کی جگہ "خسوف" اور "خسوف" کی جگہ "کسوف" کا استعمال عام ہے۔ سورج یا چاند کا گہن میں آجانا اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ اور اس کے جلال اور جبروت کی ایک نشانی ہے جس کا کبھی کبھی ظہور ہوتا ہے اور اس کا حق یہ ہے کہ اللہ کے بندے عاجزی کے ساتھ اُس قادر وقہار ذات کے سامنے جھک جائیں اور اُس سے رحم وکرم کی بھیک مانگیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ کوئی اہم، غیر معمولی اور خلافِ عادت واقعہ پیش آتا تو اس کو تذکیر اور اللہ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے استعمال کرتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مدینہ منورہ میں جب پہلی دفعہ سورج گہن کا واقعہ پیش آیا تو اتفاق سے یہ وہی دن تھا جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر خوار صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا ڈیڑھ سال کی عمر میں انتقال ہوا تھا۔ عربوں میں زمانۂ جاہلیت کے توہمات میں سے ایک خیال یہ بھی تھا کہ بڑے آدمی کی موت پر سورج کو گہن لگتا ہے۔ اور گویا وہ اُس شخص کے ماتم میں سیاہ چادر اوڑھ لیتا ہے۔ اس لئے لوگوں میں یہ چرچا ہونے لگا کہ صاحبزادۂ نبوی کی وفات کی وجہ سے گہن کا واقعہ پیش آیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ رنجیدہ تھے لیکن اس موقع سے ضروری سمجھا کہ بروقت اس غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم فرمایا اور دو رکعت نمازِ کسوف ادا فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس غلط خیال کی تردید فرمائی۔ جیسا کہ کتاب میں ذکر کردہ بخاری شریف کی روایت بھی اسی مضمون پر دلالت کر رہی ہے۔ سورج گرہن میں کم از کم دو رکعت اور زیادہ جتنی چاہے باجماعت ادا کرنا مسنون ہیں، لیکن اگر جماعت کا موقع نہ ہو تو اکیلے اکیلے بھی پڑھ سکتے ہیں۔ چاند گرہن میں جماعت مسنون نہیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں کئی مرتبہ چاند کو گہن لگ گیا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو نماز باجماعت کے لئے جمع کرنا ثابت نہیں اس لئے کہ رات کا وقت ہوتا ہے جس میں فتنہ کا بھی خوف ہے، اور جمع کرنا بھی مشکل ہے۔

لَيْسَ فِيْ صَلَاةِ الْكُسُوْفِ أَذَانٌ وَلَا إِقَامَةٌ وَلَا خُطْبَةٌ بَلْ يُنَادٰى "اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ"۔ يُسَنُّ لِلْإِمَامِ أَنْ يُطَوِّلَ الْقِرَاءَةَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فِيْ صَلَاةِ الْكُسُوْفِ۔ إِذَا فَرَغَ الْإِمَامُ مِنَ الصَّلَاةِ أَخَذَ يَدْعُوْ وَالْمُقْتَدُوْنَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهٖ حَتّٰى تَنْجَلِيَ الشَّمْسُ۔

حلِ لغات: **يُؤَمِّنُوْنَ**: صیغہ جمع مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مہموز الفاء از باب تفعیل بمعنی آمین کہنا، اور آمین کا معنیٰ ہوتا ہے "اے اللہ! تو قبول فرما"۔

ترجمہ: سورج گرہن کی نماز میں نہ اذان اور اقامت ہے اور نہ ہی خطبہ ہے، بلکہ آواز لگائی جائے گی "اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ" (یعنی نماز کھڑی ہونے والی ہے اور اجتماعی نماز کا اہتمام کیا گیا ہے) امام کے لئے مسنون ہے کہ سورج گرہن کی نماز میں قراءت اور رکوع اور سجدہ کو خوب لمبا کرے۔ جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو دعا مانگنا شروع کرے اور مقتدی حضرات امام کی دعا پر آمین کہتے رہیں یہاں تک کہ سورج روشن ہو جائے۔

تشریح: نمازِ کسوف میں قراءت خوب لمبی کرنا مسنون ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اول رکعت کو بقدر سورۂ بقرہ اور دوسری رکعت کو بقدر سورۂ آلِ عمران طویل کیا تھا۔ چنانچہ پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ یا اس کے بقدر اور دوسری رکعت میں سورۂ آلِ عمران یا اس کے بقدر تلاوت کرے، نیز قراءت آہستہ کی جائے اور رکوع، سجدوں کو دیر تک ادا کرنا مسنون ہے۔

إِذَا فَرَغَ الْإِمَامُ الخ: نماز کے بعد امام کو اختیار ہے چاہے تو روبقبلہ ہو کر دُعا کرے اور چاہے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے دُعا کرے اور لوگ مسلسل آمین کہتے رہیں یہاں تک کہ سورج گہن ختم ہو جائے۔ (مراقی الفلاح)

چند متفرق مسائل

(۱) **مکروہ وقت میں سورج گرہن**: اگر مکروہ وقت میں سورج گرہن ظاہر ہو مثلاً نصف النہار کے وقت یا عصر کے بعد تو ان اوقات میں نمازِ کسوف نہیں پڑھی جائے گی بلکہ لوگوں کو دُعا و استغفار میں مشغول ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ (۲) نیز جب تک گرہن باقی رہے نماز اور دعا میں مشغول رہنا مستحب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اتنی لمبی نماز ہو کہ گرہن کا پورا وقت نماز ہی میں صرف ہو جائے، لیکن اگر یہ نہ ہو سکے تو نماز کے بعد دعاؤں میں مشغول رہنا مستحب ہے تا آں کہ گرہن کا اثر بالکل ختم ہو جائے۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار)

صَلَاةُ الْإِسْتِسْقَاءِ

رَوٰى أَبُوْ دَاوُدَ رحمه الله فِيْ سُنَنِهٖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى فِي الْإِسْتِسْقَاءِ رَكْعَتَيْنِ كَصَلَاةِ الْعِيْدِ۔ اَلْإِسْتِسْقَاءُ هُوَ طَلَبُ الْعِبَادِ السَّقْيَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَى الْمَاءِ، وَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِسْتَسْقٰى فَدَعَا اللّٰهَ تَعَالٰى۔ لَا تُسَنُّ صَلَاةُ الْإِسْتِسْقَاءِ جَمَاعَةً عِنْدَ الْإِمَامِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رحمه الله۔ وَقَالَ الْإِمَامَانِ أَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رحمهما الله إِنَّ الْإِمَامَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ فِيْهِمَا وَيَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلَاةِ۔

حلِّ لغات: إِسْتِسْقَاءٌ، مصدر ہے باب استفعال کا ناقص یائی سے بمعنی پانی طلب کرنا۔ سُنَن، سے مراد یہاں امام ابوداؤد کی کتاب ہے جو ابوداؤد شریف سے مشہور ہے۔

ترجمہ: پانی طلب کرنے کی نماز: حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنی سُنَن میں نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پانی طلب کرنے میں عید کی نماز کی طرح دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ استسقاء وہ بندوں کا پانی کی ضرورت کے وقت اللہ سے پانی برسنے کی دُعا مانگنا ہے اور تحقیق یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے پانی طلب فرمایا پس اللہ سے دُعا مانگی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استسقاء کی نماز بطورِ جماعت کے مسنون نہیں۔ اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ: بے شک امام لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائے جن دو رکعتوں میں قراءت بلند آواز سے کرے گا اور نماز کے بعد دو خطبے دے گا۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ کسوف و خسوف کو بیان فرمایا اب یہاں سے نمازِ استسقاء کو بیان فرماتے ہیں دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں ہی نمازیں خوف کے وقت ادا کی جاتی ہیں۔

استسقاء: قرآنِ مجید نے اللہ تعالیٰ کی جن نعمتوں کا بار بار ذکر کیا ہے، ان میں ایک پانی بھی ہے، بلکہ فرمایا: "کہ ہم نے ہر چیز کو پانی ہی سے پیدا کیا ہے"، "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" (الانبیاء ۳۰) انسان کی زندگی کا مدار تو پانی پر ہے ہی، جتنے بھی ذی روح جانور ہیں، ان کی زندگی کی بقاء بھی پانی ہی پر منحصر ہے۔ استسقاء کے معنی یہی پانی طلب کرنے کے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: "صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ سے مدد چاہو" (البقرہ) استسقاء کے اصل معنی پانی طلب کرنے کے ہیں، اس لئے پانی کے لئے کی جانے والی دُعا اور نماز دونوں کو "استسقاء" کہتے ہیں۔ آپ ﷺ سے دونوں طریقے ثابت ہیں۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھنے کے سلسلہ میں ابوداؤد شریف کی روایت نقل فرمائی ہے۔

لَاتُسَنُّ الخ: نمازِ استسقاء انفراداً یعنی تنہا تنہا بھی پڑھی جاسکتی ہے چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نمازِ استسقاء کے لئے جماعت ضروری نہیں لیکن صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک نمازِ استسقاء کو جماعت کے ساتھ پڑھنا بہتر اور مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جماعت کے ساتھ یہ نماز ادا فرمائی ہے مگر ایک مرتبہ، جو استحباب کی دلیل ہے۔ ہاں اگر کسی وجہ سے نماز با جماعت کا موقع نہ ہو تو لوگوں کا جمع ہو کر انفرادی طور پر استسقاء کی نماز پڑھنا یا صرف اجتماعی دُعا کرنا بھی درست ہے۔ پھر نمازِ استسقاء کا وہی طریقہ ہے جو نمازِ عید کا ہے یعنی ازان و اقامت کے بغیر جماعت قائم کی جائے اور اونچی آواز سے قراءت کی جائے بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ پڑھے فرق صرف اتنا ہے کہ عید کی نماز میں زائد تکبیرات ہوتی ہیں اور استسقاء میں نہیں ہوتی ہیں۔ رکعت نماز پڑھانے کے بعد امام زمین پر کھڑے ہو کر ہی دو خطبے دے گا، (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، قاموس الفقہ)

يُسْتَحَبُّ أَنْ يَخْرُجَ النَّاسُ إِلٰى خَارِجِ الْعُمْرَانِ لِلْإِسْتِسْقَاءِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُتَوَالِيَاتٍ۔ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَخْرُجَ النَّاسُ مُشَاةً فِيْ ثِيَابٍ خَلِقَةٍ غَسِيْلَةٍ أَوْ مُرَقَّعَةٍ مُتَذَلِّلِيْنَ مُتَوَاضِعِيْنَ خَاشِعِيْنَ لِلّٰهِ تَعَالٰى نَاكِسِيْنَ رُؤُوْسَهُمْ۔ يُسْتَحَبُّ لِلنَّاسِ أَنْ يَتَصَدَّقُوْا كُلَّ يَوْمٍ قَبْلَ الْخُرُوْجِ لِلصَّلَاةِ كَذَا يُسْتَحَبُّ لَهُمْ أَنْ يَصُوْمُوْا۔ يُسْتَحَبُّ أَنْ يُكْثِرُوْا الْإِسْتِغْفَارَ مِنَ الذُّنُوْبِ۔

حلِّ لغات: اَلْعُمْرَانِ؛ بمعنی آبادی۔ مُتَوَالِيَاتٍ؛ صیغہ جمع مؤنث بحث اسم فاعل لفیفِ مفروق از باب تفاعل بمعنی پے در پے ہونا۔ مُشَاةً؛ صیغہ جمع مذکر مکسر بحث اسم فاعل ناقص یائی از باب ضرب بمعنی پیدل چلنا۔ خَلِقَةٍ؛ صیغہ واحد مؤنث بحث صفتِ مشبہ صحیح از باب سمع بمعنی بوسیدہ ہونا۔ غَسِيْلَةٍ؛ صیغہ واحد مؤنث بحث صفتِ مشبہ از باب ضرب بمعنی دُھلا ہوا ہونا۔ مُرَقَّعَةٍ؛ صیغہ واحد مؤنث بحث اسم مفعول صحیح از باب تفعیل بمعنی پیوند لگا ہوا۔ مُتَذَلِّلِيْنَ؛ بمعنی فروتنی کرتے ہوئے۔ مُتَوَاضِعِيْنَ؛ بمعنی عاجزی کرتے ہوئے۔ خَاشِعِيْنَ؛ بمعنی ڈرتے ہوئے۔ نَاكِسِيْنَ؛ صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل بمعنی سر جھکاتے ہوئے۔

ترجمہ: مستحب ہے یہ بات کہ لوگ استسقاء کے لئے آبادی سے باہر کی طرف نکلیں تین دن مسلسل۔ اور مستحب ہے یہ بات کہ لوگ پیدل نکلیں بوسیدہ دُھلے ہوئے کپڑوں میں یا پیوند لگے ہوئے کپڑوں میں فروتنی کرتے ہوئے، عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے، اللہ سے ڈرتے

ہوئے، اپنے سروں کو جھکاتے ہوئے۔ لوگوں کے لئے مستحب ہے یہ بات کہ ہر دن نماز کے لئے نکلنے سے پہلے صدقہ کریں۔ اسی طرح لوگوں کے لئے مستحب ہے کہ روزہ رکھیں۔ مستحب ہے یہ بات کہ گناہوں سے خوب معافی مانگیں۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نماز استسقاء کا مستحب طریقہ بیان فرماتے ہیں۔ جس میں (۱) پہلی بات نمازِ استسقاء کی جگہ کے متعلق ہے کہ نمازِ استسقاء اگر مکہ، مدینہ، بیت المقدس میں ہو تو مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی، اور مسجدِ اقصٰی میں پڑھی جائے گی، اس لئے کہ یہ مساجد انتہائی قابلِ شرافت اور باعثِ نزولِ رحمت ہیں، لیکن ان کے علاوہ دوسرے مقامات پر بہتر اور مستحب یہ ہے کہ عید گاہ یا آبادی سے باہر نکل کر صحرا میں نماز ادا کی جائے۔ (۲) دوسری بات یہ ہے تین دن لگاتار نکلیں اگر بارش ہو تو ٹھیک ہے ورنہ تین دن کے بعد نہ نکلیں کیونکہ اس سے زیادہ ثابت نہیں۔ (۳) لوگ پیدل چل کر جائیں سوار ہو کر نہیں۔ (۴) نیز اس دن نئے کپڑوں کے بجائے پرانے یا پیوند لگے ہوئے مگر دُھلے ہوئے کپڑے پہن کر جائیں نیز کپڑوں پر خوشبو بھی نہ لگائیں۔ (۵) چلتے ہوئے سر جھکائے رہیں، فروتنی اور عاجزی کی کیفیت ایک ایک ادا سے نمایاں ہو فضول بات چیت اور ہنسی مذاق نہ کریں۔ (۶) ہر روز نکلنے سے پہلے کچھ صدقہ وخیرات حسبِ استعداد کرلیا کریں۔ (۷) مستحب طریقہ یہ ہے کہ نمازِ استسقاء پڑھنے سے پہلے تین دن روزہ رکھا جائے، گناہوں سے خوب توبہ کی جائے اور اگر کسی کے ساتھ ظلم اور زیادتی ہوئی ہو تو اس کی تلافی کی جائے، نیز اہلِ حقوق کے حقوق واپس کئے جائیں۔ پھر چوتھے دن نکلیں۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، کبیری، جوہرہ)

يُسْتَحَبُّ أَنْ يُّخْرِجُوْا مَعَهُمُ الدَّوَابَّ، وَالشُّيُوْخَ الْكِبَارَ، وَالْأَطْفَالَ۔ يَقُوْمُ الْإِمَامُ لِلدُّعَاءِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعاً يَدَيْهِ۔ وَيُؤَمِّنُ الْمُقْتَدُوْنَ عَلٰى دُعَائِهٖ قَاعِدِيْنَ مُسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ۔ يَقُوْلُ الْإِمَامُ فِيْ دُعَائِهٖ: ﴿اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثاً مُغِيْثاً نَافِعاً غَيْرَ ضَارٍّ، عَاجِلاً غَيْرَ اٰجِلٍ، اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ۔ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ، أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغاً إِلٰى حِيْنٍ﴾

حلِّ لغات: اَلدَّوَابُّ: جمع ہے دَابَّةٌ کی بمعنی جانور، اسم فاعل کا صیغہ ہے مضاعف ثلاثی سے۔ شُيُوْخٌ جمع ہے شَيْخٌ کی بمعنی بوڑھا۔ غَيْثٌ: بمعنی بارش۔ جمع غُيُوْثٌ۔ مُغِيْثاً: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل اجوف واوی از باب افعال بمعنی مدد کرنا۔ بَهَائِمُ: جمع ہے بَهِيْمَةٌ کی بمعنی چارپایہ۔

ترجمہ: مستحب ہے یہ بات کہ لوگ اپنے ساتھ چوپایوں، سن رسیدہ بوڑھوں اور بچوں کو لے کر نکلیں۔ امام دعا کے لئے قبلہ رُو ہو کر ہاتھوں کو اُٹھا کر کھڑا ہو جائے اور مقتدی حضرات قبلہ رُو بیٹھ کر اس کی دعا پر آمین کہتے رہیں۔ امام اپنی دعا میں کہے: ”اے اللہ! تو ہمیں عطا فرما ایسی بارش جو ہو بھرپور، نفع بخش، غیر نقصان دِہ، جلدی نہ کہ تاخیر والی۔ اے اللہ! اپنے بندوں کو اور اپنے چوپایوں کو سیراب فرما، اور رحمت کو پھیلا دے، اور اپنے مردہ شہر کو زندہ فرما۔ اے اللہ! تو ہی اللہ ہے نہیں ہے کوئی مگر تو، تو بے نیاز اور ہم محتاج ہیں، ہم پر بارش برسا، اور بنادے وہ بارش جو تو نے اُتاری ہمارے لئے ذریعۂ قوت، اور ایک وقت تک ذریعۂ کفایت بنا“

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نمازِ استسقاء کے بقیہ مستحبات بیان فرماتے ہیں۔(۸) بے زبان جانوروں کو، کمزور اور عمر رسیدہ بوڑھوں کو اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو ساتھ لے کر نمازِ استسقاء کے لئے نکلیں گویا یہ اللہ تعالیٰ سے رحم کی اپیل ہے تاکہ اللہ کی رحمت ان کمزوروں کی وجہ سے خوب متوجہ ہو اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنی ماؤں سے جدا کیا جائے تاکہ آہ وبکاہ زیادہ ہو اور بچوں کے رونے کی وجہ سے ماحول رقت آمیز ہو جائے اس لئے کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے ''کہ تمہیں تمہارے کمزوروں ہی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے''(بخاری)(۹) امام دعا کس طرح کرے؟ صحیح حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے استسقاء کے وقت عام دعاؤں کے برخلاف ہتھیلیوں کا اندرونی حصہ زمین کی طرف اور ہتھیلیوں کی پشت کو آسمان کی طرف کرکے (یعنی اُلٹے ہاتھ کرکے) دعا فرمائی اسی وجہ سے فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے اِسی کیفیت کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا امام خطبوں سے فارغ ہو کر قبلہ رُخ ہو جائے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے، دعا زور سے بھی کی جاسکتی ہے اور آہستہ بھی۔ نیز عام دعاؤں میں ہاتھ سینہ تک اُٹھائے جائیں گے لیکن دعاءِ استسقاء میں ہاتھ سر تک اُٹھانا مسنون ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اتنا بلند فرمایا کہ بغل مبارک کی سفیدی نظر آنے لگی، البتہ سر سے اوپر نہ اُٹھائے۔(۱۰) اگر امام زور سے دُعا مانگ رہا ہو تو لوگ اس پر آمین کہتے جائیں گے۔

نمازِ استسقاء کی خاص دُعا: اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد کلمات ثابت ہیں جن میں سے مندرجہ بالا دُعا بھی ہے۔

متفرق مسائل

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک فالی کے طور پر چادر کو پلٹ دیا تھا۔(۲) استسقاء وہاں ہوگا جہاں پانی زیادہ مقدار میں نہ ہو مثلاً کوئی دریا، چشمہ، وغیرہ نہ ہو جن سے خود بھی پانی پئیں اور جانوروں کو بھی پلائیں نیز کاشت کی ضرورت کے لئے بھی پانی میسر نہ ہو یا پانی کی ناکافی مقدار ہو، تو ایسی صورت میں استسقاء مسنون ہے۔ لیکن اگر دریا، چشمہ وغیرہ سے گذارہ ہو تو صرف بارش کے لئے استسقاء نہیں کیونکہ استسقاء شدید ضرورت کے وقت ہوتا ہے۔(۳) اگر نمازِ استسقاء سے پہلے ہی بارش ہوگئی تو بھی اللہ کا شکر بجالانے کے لئے اور مزید بارش کے لئے حسبِ پروگرام جمع ہو کر نماز و دعا کا اہتمام کریں۔(۴) اگر ایک مرتبہ نمازِ استسقاء پڑھنے سے بارش ہو جائے تب بھی تین دن پورے کریں۔(در مختار مع رد المحتار، جوہرہ، مراقی مع طحطاوی، کبیری)

كِتَابُ الْجَنَائِز

مَاذَا يُفْعَلُ بِالْمُحْتَضَرِ؟

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾ اَلَّذِيْ ظَهَرَتْ عَلَيْهِ عَلَامَاتُ الْمَوْتِ يُسَنُّ اَنْ يُجْعَلَ عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ وَيُجْعَلَ وَجْهُهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ. كَذَا يَجُوْزُ اَنْ يُسْتَلْقٰى عَلٰى ظَهْرِهٖ بِحَيْثُ تَكُوْنُ رِجْلَاهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ۔ اَلَّذِيْ ظَهَرَتْ عَلَيْهِ عَلَامَاتُ الْمَوْتِ يُسْتَحَبُّ اَنْ يُلَقَّنَ بِالشَّهَادَتَيْنِ. وَصُوْرَةُ التَّلْقِيْنِ اَنْ يُؤْتٰى بِالشَّهَادَتَيْنِ عِنْدَهٗ جَهْرًا بِحَيْثُ يَسْمَعُ وَلٰكِنْ لَا يُقَالُ لَهٗ "قُلْ" لِئَلَّا يَقُوْلَ: "لَا" فَيُسَاءُ بِهِ الظَّنُّ۔ وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِ اَهْلُهٗ

أَهْلِهٖ وَأَقْرِبَائُهٗ وَجِيرَانُهٗ۔ وَيُسْتَحَبُّ تِلَاوَةُ سُورَةِ "يٰسِينَ" عِنْدَهٗ فَإِنَّهٗ قَدْ وَرَدَ فِي الْخَبَرِ "مَا مِنْ مَرِيضٍ يُقْرَأُ عِنْدَهٗ يٰسِينُ إِلَّا مَاتَ رَيَّانَ وَأُدْخِلَ فِي قَبْرِهٖ رَيَّانَ، وَحُشِرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَيَّانَ" (راوہ ابو داؤد)

حلِّ لغات: جَنَائِزُ؛ جمع ہے جَنَازَۃٌ کی یا جِنَازَۃٌ کی جیم کے فتحہ کے ساتھ بمعنی میت اور جیم کے کسرہ کے ساتھ بمعنی میت کا تابوت۔ اَلْمُحْتَضَرُ؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول صحیح از باب افتعال بمعنی قریب المرگ۔ یُسْتَلْقٰی؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع مجہول بمعنی گُدّی کے بل چت لٹایا جائے۔ تَلْقِیْن؛ مصدر ہے باب تفعیل کا بمعنی بالمشافہ سمجھانا۔ یُسَاءُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع مجہول اجوف واوی از باب ضرب بمعنی بُرا کرنا یہاں چونکہ ظن سے متعلق ہے تو بمعنی بد گمانی کرنا۔ جِیْرَانٌ؛ جمع ہے جارٌ کی بمعنی پڑوسی۔ رَیَّانٌ؛ صیغہ واحد مذکر بحث صفت مشبہ لفیفِ مقرون از باب سمع معنی سیر اب۔

ترجمہ: جنازے (کے احکام) کا بیان۔ قریب المرگ کے ساتھ کیا کیا جائے؟ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس کا آخری کلمہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا"۔ وہ شخص جس پر موت کی علامتیں ظاہر ہو جائیں تو مسنون ہے یہ بات کہ اسکو داہنے پہلو پر لٹادیا جائے اور اس کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ اس کو کمر کے بل چت لٹایا جائے اس طور پر کہ اس کے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف ہوں اور اس کے سر کو تھوڑا سا اٹھا دیا جائے تا کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔ وہ شخص جس پر موت کے آثار ظاہر ہوں تو مستحب یہ ہے کہ اُس کو "أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ" اور "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ" کی تلقین کی جائے۔ اور تلقین کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کے قریب کلمۂ شہادت بلند آواز سے کہا جائے اس طور پر کہ وہ سن لے، لیکن اس سے یہ نہ کہا جائے کہ تو پڑھ تا کہ وہ "نہ" نہ کہے کیونکہ اس کے متعلق بد گمانی پیدا ہو گی۔ اور مستحب ہے یہ کہ اس کے پاس اس کے گھر والوں میں نیک لوگ اور اس کے رشتہ دار اور اس کے پڑوسی آئیں۔ اور مستحب ہے اس کے پاس "سورۂ یٰسین" کی تلاوت کرنا، کیونکہ بے شک حدیث میں آیا ہے کہ "نہیں ہے کوئی مریض جسکے پاس سورۂ یٰسین پڑھی جائے مگر وہ مرے گا سیر اب ہو کر اور اپنی قبر میں دفن کیا جائے گا سیر اب ہو کر، اور قیامت کے دن اٹھایا جائے گا سیر اب ہو کر"۔ (ابو داؤد)

تشریح: کتاب الجنائز کی ما قبل کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ جب زندگی کی حالت میں نماز کے احکام کو بیان کرنے سے فارغ ہو گئے تو اب حالتِ موت کی نماز کو بیان فرماتے ہیں۔

میت کے بارے میں اسلامی تعلیمات: ہر انسان کو موت سے سابقہ پڑتا ہے، امیر ہو یا غریب، فقیر ہو یا بادشاہ، مسلم ہو یا غیر مسلم ہر ایک کے لئے ایک نہ ایک دن موت یقینی ہے، مرنے والے کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ یہ اہم ترین مرحلہ ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ نعش کو گھر میں تو رکھا نہیں جاسکتا، یقیناً اسے کہیں نہ کہیں منتقل کیا جائے گا، تو اب اس بارے میں طریقے مختلف ہو گئے، پارسیوں (مجوسیوں) نے یہ طریقہ اپنایا کہ مُردے کی نعش کو حرام خور پرندوں کے حوالہ کر دیتے ہیں جو منٹوں میں اس کا تکہ بوٹی کر دیتے ہیں، اور ہندوؤں نے اپنے مُردوں کی نعشوں کو آگ میں جلانے کا طریقہ اپنایا جس کی راکھ کو دریا میں بہا دیا جاتا ہے لیکن تمام معروف

آسمانی مذاہب کے یہاں مُردوں کو زمین میں دفن کرنے کا طریقہ ہے اور اس کی ابتداء قابیل اور ہابیل (آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں) سے ہوئی۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو حیران ہوا کہ نعش کو کیا کروں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی کے لئے کوا بھیجا۔

اَلْمُحْتَضَرُ: موت کے قریب ہونے کی حالت کو "احتضار" کہتے ہیں اس لئے کہ اس وقت موت یا ملک الموت حاضر ہوتا ہے، اسی سے "مُحْتَضَر" ہے بمعنی قریب بہ مرگ شخص۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے موقع اور محل کی مناسبت سے بطورِ برکت حدیث مبارک ذکر فرمادی۔

اَلَّذِیْ ظَهَرَتْ عَلَیْهِ عَلَامَاتُ الْمَوْتِ الخ: موت کے قریب ہونے کی علامت یہ ہے کہ پاؤں ڈھیلے پڑ جائیں کھڑے نہ ہو سکیں، کان کی لَویں جھک جائیں اور جبڑوں میں نرمی باقی نہ رہے، ناک ٹیڑھی ہو جائے، کنپٹیاں بیٹھ جائیں اس حالت میں (۱) مسنون ہے کہ اس شخص کو دائیں کروٹ پر قبلہ رُخ لٹادیا جائے اس لئے کہ مردے کو قبر میں رکھنے کی یہی کیفیت مسنون ہے بشرطیکہ اس طرح کرنے میں مشقت نہ ہو اگر مریض کو تکلیف ہو تو اپنے حال پر ہی چھوڑ دیا جائے، اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ مریض کو چت (سیدھا کہ چہرہ آسمان کی طرف ہو) لٹادیا جائے کیونکہ اس صورت میں میت کی آنکھیں بند کرنا، ٹھوڑی باندھنا، آسان ہے۔ لیکن سر کے نیچے کوئی تکیہ وغیرہ رکھ کر اس کو کسی قدر اونچا کر دیا جائے تاکہ چہرہ کا رُخ قبلہ کی طرف رہے۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ غرغرۃ کی حالت سے پہلے کلمۂ شہادتین کی تلقین کی جائے، تلقین کے معنی یاد دہانی کے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو اس کی موت کے وقت تلقین کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرتے وقت "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی تلقین کرو، جس کا طریقہ یہ ہے کہ نزع کی حالت میں بلند آواز سے کلمہ پڑھا جائے تاکہ مرنے والا بھی اس کی نقل کی کوشش کرے، مسلسل نہ پڑھے بلکہ تھوڑا تھوڑا وقفہ کرکے پڑھے اور جب ایک بار وہ کلمہ پڑھ لے تو دوبارہ تلقین نہ کرے لیکن تلقین میں اس بات کا خاص خیال رہے کہ مرنے والے کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ دیا جائے کیونکہ یہ سختی کا وقت ہے کہیں اس کی زبان سے کوئی نامناسب کلمہ نہ نکل جائے یا انکار نہ کر دے۔ **فَیُسَاءُ بِهِ الظَّنُّ**: کیونکہ اگر اس نے انکار کر دیا تو لوگ پھر بدگمانی میں مبتلا ہو جائیں گے کہ دیکھو آخر میں کلمہ کا انکار کر لیا۔ لیکن پھر بھی اگر کسی نے انکار کر لیا تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگے گا وہ مسلمان ہی ہے اس کے ساتھ مسلمانوں والا سلوک کیا جائے گا۔ (۳) تیسری بات یہ ہے کہ ایسے وقت میں اہلِ خیر اور دین دار حضرات کا مریض کے پاس بیٹھنا اور سورۂ یٰسین کی تلاوت کرنا مستحب ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس سورۃ کے پڑھنے سے روح کا نکلنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہاں پر خوشبو رکھنا بھی بہتر ہے۔ (در مختار مع رد المحتار، مراقی مع طحطاوی، الجوہرۃ النیرہ)

مَاذَا یُفْعَلُ بِالْمَیِّتِ قَبْلَ غُسْلِهٖ؟

اِذَا مَاتَ الْمُحْتَضَرُ نُدِبَ شَدُّ لَحْیَیْهِ بِعِصَابَةٍ عَرِیْضَةٍ تُرْبَطُ مِنْ فَوْقِ رَأْسِهٖ وَتُغْمَضُ عَیْنَاهُ۔ اَلَّذِیْ یُغْمِضُ عَیْنَیْهِ یَقُوْلُ: "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اَللّٰهُمَّ یَسِّرْ عَلَیْهِ اَمْرَهٗ، وَسَهِّلْ عَلَیْهِ مَا بَعْدَهٗ، وَاَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ، وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَیْهِ خَیْرًا مِّمَّا خَرَجَ مِنْهُ"۔ وَیُوْضَعُ عَلٰی بَطْنِهٖ شَیْءٌ ثَقِیْلٌ لِئَلَّا یَنْتَفِخَ۔ وَتُوْضَعُ یَدَاهُ بِجَنْبَیْهِ۔ وَلَا یَجُوْزُ وَضْعُ یَدَیْهِ عَلٰی صَدْرِهٖ۔ وَتُكْرَهُ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ جَهْرًا عِنْدَهٗ قَبْلَ اَنْ یُّغَسَّلَ۔ اِنَّمَا تُكْرَهُ الْقِرَاءَةُ اِذَا كَانَ الْقَارِئُ قَرِیْبًا مِّنَ الْمَیِّتِ، اَمَّا اِذَا كَانَ بَعِیْدًا عَنْهُ فَلَا كَرَاهَةَ۔ یُسْتَحَبُّ الْاِعْلَامُ بِمَوْتِهٖ۔ یُسْتَحَبُّ الْاِسْرَاعُ بِتَجْهِیْزِهٖ وَدَفْنِهٖ۔

حل لغات: لَحْيَيْهِ؛ اصل میں لَحْيَيْنِ تھا نونِ تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گئی، تثنیہ ہے لَحْيٌ کی بمعنی جبڑا، داڑھی اُگنے کی جگہ۔ عِصَابَةٌ؛ بمعنی پٹی۔ جمع عَصَائِبُ۔ تُرْبَطُ؛ صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع مجہول صحیح از باب نصر، ضرب بمعنی باندھنا۔ تُغْمَضُ؛ صیغہ واحد مؤنث غائب اثبات فعل مضارع مجہول صحیح از باب تفعیل بمعنی آنکھ بند کرنا۔ مِلَّةٌ؛ بمعنی مذہب۔ جمع مِلَلٌ۔ أَسْعِدْ؛ صیغہ واحد مذکر حاضر بحث امر حاضر معروف از باب افعال بمعنی نیک بخت بنانا۔ يَنْتَفِخُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف از باب افتعال بمعنی پھولنا۔ اَلْإِعْلَامُ؛ مصدر ہے باب افعال کا بمعنی اطلاع دینا۔ اَلْإِسْرَاعُ؛ مصدر ہے باب افعال کا بمعنی جلدی کرنا۔ (مصباح اللغات)

ترجمہ: میت کے ساتھ غسل دینے سے پہلے کیا کیا جائے؟ جب قریب المرگ شخص فوت ہو جائے تو ایک چوڑی پٹی کے ساتھ اس کے دونوں جبڑوں کو باندھنا مستحب ہے اور وہ پٹی اس کے سر کے اوپر سے باندھی جائے اور اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں۔ وہ شخص جو میت کی آنکھیں بند کرے گا تو وہ یہ دعا پڑھے: ترجمہ: "شروع اللہ کے نام سے اور رسول اللہ ﷺ کے دین پر، اے اللہ! اس میت پر اس کے معاملہ کو آسان فرما اور اس پر آئندہ مرحلہ کو آسان فرما، اور اس کو اپنی ملاقات سے مشرف فرما اور جہاں گیا ہے (یعنی آخرت) اس کو بہتر بنا اس جگہ سے جہاں سے گیا ہے (یعنی دنیا)"۔ اور اس کے پیٹ پر کوئی بھاری چیز رکھ دی جائے تاکہ نہ پھولے، اور اس کے دونوں ہاتھ اس کے دونوں پہلوؤں میں رکھ دیئے جائیں۔ اور اس کے ہاتھوں کو اس کے سینہ پر رکھ دینا جائز نہیں۔ اور غسل دیئے جانے سے پہلے اس کے پاس قرآنِ کریم کو بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے سوائے اس کے نہیں کہ قرآن پڑھنا اُس وقت مکروہ ہے جبکہ پڑھنے والا میت کے قریب ہو۔ بہر حال جب پڑھنے والا اُس سے دور ہو تو پھر کوئی کراہت نہیں۔ اُس کی موت کی خبر دینا مستحب ہے۔ میت (کے کفن دفن) کی تیاری اور اس کو دفن کرنے کے معاملہ میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نزع کی حالت کے احکام بیان فرمائے اب یہاں سے وہ احکام بیان فرماتے ہیں جن کا تعلق انتقال کے وقت سے لے کر غسل دینے تک کے درمیانی مرحلہ سے ہے۔ چنانچہ ان احکام میں سے (۱) پہلا حکم یہ ہے کہ روح پرواز کرتے ہی کسی کپڑے وغیرہ کے ذریعہ جبڑوں کو باندھ دینا چاہیئے اس طرح پر کہ ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر کپڑا لیا جائے اور سر کے اوپر لاکر گرہ لگا دی جائے، ٹھوڑی کو باندھنے کا حکم اس لئے ہے تاکہ منہ کھلا نہ رہ جائے اور بد ہیئتی نہ پیدا ہو، اور منہ میں کوئی کیڑا مکوڑا یا مکھی یا غسل کے وقت پانی داخل ہونے کا امکان نہ رہے، (۱) آنکھوں کو بھی نرمی سے بند کر دیا جائے اس لئے کہ حدیثِ پاک میں اِس کا حکم آیا ہے نیز آپ ﷺ نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اُن کی وفات کے بعد بند کر دی تھیں، آنکھیں بند کرتے وقت موقع کی مناسبت سے فقہاء نے اِس مذکورہ بالا دعا کی تلقین فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نام پر اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر میں یہ عمل انجام دے رہا ہوں۔

وَتُوْضَعُ الخ: پھر جوڑوں کو نرم کیا جائے تاکہ غسل دینے میں اور کفن پہنانے میں آسانی ہو اور نرم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مُردے کے ہاتھ بازو کی طرف لے جا کر کسی قدر کھینچ کر سیدھا کر دیا جائے، اسی طرح ہاتھ کی انگلیوں کو ہتھیلی کی طرف لے جا کر سیدھا کر لیا جائے اور پھر دونوں ہاتھوں کو دونوں پہلوؤں میں رکھ دیا جائے، سینہ پر رکھنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کا طریقہ ہے اور ہمیں

اُن کی مخالفت کا حکم ہے، اسی طرح پنڈلیوں کو رانوں سے اور رانوں کو پیٹ سے ملا کر انہیں بھی سیدھا کر لیا جائے نیز پیروں کے انگوٹھوں کو ملا کر کپڑے کی کترا پٹی سے باندھ دیں۔

يُسْتَحَبُّ الْإِعْلَامُ الخ: اب مستحب یہ ہے کہ میت کے دوست واحباب اور پڑوسیوں، رشتہ داروں میں اسکی وفات کا اعلان کر دیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ دوست واحباب نمازِ جنازہ میں شریک ہوں اور اس کے لئے دعا کریں اس لئے کہ آپ ﷺ نے بھی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نجاشی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر اُس دن دی جس دن ان کا انتقال ہوا۔ نیز اگر میت کوئی عالم زاہد اور متبرک وبزرگ شخصیت ہو تو شہر اور اسکے بازاروں میں بھی اس کا اعلان کر دینا اچھا ہے۔

يُسْتَحَبُّ الْإِسْرَاعُ الخ: میت کے انتقال کے اعلان کے بعد اسکی تجہیز وتکفین اور قبر کی تیاری میں جلدی کرنی چاہئے تاخیر نہ کی جائے، آج کل دور دراز سے رشتہ داروں کو بلانے کے لئے جو تکلیف روا رکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے تدفین میں جو گھنٹوں تاخیر ہوتی ہے وہ کسی بھی طرح مزاجِ شریعت کے موافق نہیں۔ (مراقی مع طحطاوی، الجوہرۃ النیرہ، در مختار، کبیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، البحر الرائق)

حُكْمُ غُسْلِ الْمَيِّتِ

غُسْلُ الْمَيِّتِ فَرْضُ كِفَايَةٍ عَلَى الْأَحْيَاءِ۔ إِذَا قَامَ بَعْضُ النَّاسِ بِغُسْلِ الْمَيِّتِ سَقَطَ الْفَرْضُ عَنِ الْبَاقِيْنَ۔ وَإِنْ لَمْ يَقُمْ أَحَدٌ بِغُسْلِهِ أَثِمَ الْجَمِيْعُ۔ وَ إِنَّمَا يُفْتَرَضُ غُسْلُ الْمَيِّتِ إِذَا وُجِدَتِ الشُّرُوْطُ الْآتِيَةُ: ۱۔أَنْ يَكُوْنَ مُسْلِماً. فَلَا يَجِبُ غُسْلُ الْكَافِرِ۔ ۲۔أَنْ يُوْجَدَ مِنَ الْمَيِّتِ أَكْثَرُ الْبَدَنِ. أَوْ نِصْفُهُ مَعَ رَأْسِهِ۔ ۳۔أَنْ لَا يَكُوْنَ شَهِيْداً قُتِلَ فِيْ إِعْلَاءِ كَلِمَةِ اللهِ فَإِنَّ الشَّهِيْدَ لَا يُغْسَلُ بَلْ يُدْفَنُ بِدَمِهِ وَثِيَابِهِ۔ ٤۔أَنْ لَا يَكُوْنَ سِقْطاً نَزَلَ مَيِّتاً غَيْرَ تَامِّ الْخَلْقِ۔ فَإِنْ نَزَلَ الْمَوْلُوْدُ حَيّاً بِأَنْ سُمِعَ لَهُ صَوْتٌ أَوْ رُؤِيَتْ لَهُ حَرَكَةٌ وَجَبَ غُسْلُهُ. سَوَاءٌ كَانَ قَبْلَ تَمَامِ مُدَّةِ الْحَمْلِ أَوْ بَعْدَهُ. كَذَا إِذَا نَزَلَ الْمَوْلُوْدُ مَيِّتاً وَهُوَ تَامُّ الْخَلْقِ فَإِنَّهُ يُغْسَلُ۔

حلِ لغات: أَحْيَاءٌ؛ جمع ہے حَيٌّ کی صیغہ جمع مذکر بحث صفت مشبہ لفیف مقرون از باب سمع بمعنی زندہ لوگ۔ أَثِمَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف مہموز الفاء از باب سمع بمعنی گناہ کرنا، گنہگار ہونا۔ سِقْطاً؛ سین کی تینوں حرکتوں کے ساتھ بمعنی ناتمام بچہ جو وقت سے پہلے ہی گر جائے۔ تَامُّ الْخَلْقِ؛ بمعنی اعضاء کی پوری بناوٹ والا۔

ترجمہ: مُردے کو نہلانے کے مسائل: مُردے کو نہلانا زندوں پر فرضِ کفایہ ہے۔ جب کچھ لوگ مُردے کو غسل دینے کا انتظام کریں تو بقیہ لوگوں سے فریضہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی شخص مُردے کو نہلانے کے لئے تیار نہ ہوا تو سب گنہگار ہونگے۔ اور سوائے اِس کے نہیں کہ اس وقت فرض ہے جبکہ مُندرجۂ ذیل شرطیں پائی جائیں۔ (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ (مرنے والا) مسلمان ہو لہٰذا کافر کو نہلانا واجب نہیں۔ (۲) یہ ہے کہ مُردے کے بدن کا اکثر حصہ موجود ہو یا آدھا بدن سر سمیت موجود ہو۔ (۳) یہ ہے کہ وہ ایسا شہید نہ ہو جو اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے شہید کیا گیا ہو۔ کیونکہ شہید کو غُسل نہیں دیا جاتا بلکہ اُس کو اُس کے خون اور کپڑوں کے ساتھ ہی دفن کیا جاتا ہے۔ (۴) یہ ہے کہ وہ ایسا مولود نہ ہو جو مردہ حالت میں نامکمل اعضاء والا پیدا ہوا ہو، پس اگر بچہ زندہ پیدا ہوا ایں طور کہ اس

کی آواز سنائی دی یا اس کی کوئی حرکت دکھائی دی تو اس کو غُسل دینا ضروری ہوگا۔ خواہ وہ مدتِ حمل مکمل ہونے سے پہلے پیدا ہوا ہو یا بعد میں، اسی طرح جب بچہ مردہ پیدا ہو جبکہ وہ پورے اعضاء والا ہو تو یقیناً اس کو بھی نہلایا جائے گا۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے چنانچہ اس میں پہلا مرحلہ مردے کو غُسل دینے کا ہے اس لئے ذیل میں غُسل کے احکام ذکر کئے جاتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص میت کو غسل دے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، اور جو میّت پر کفن ڈالے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے"۔ (ترغیب وترہیب)

أَنْ يُوْجَدَ مِنَ الْمَيِّتِ الخ: چنانچہ اگر صرف سر ملا یا آدھا جسم بغیر سر کے ملا تو اس کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ہی جنازہ پڑھی جائے گی بلکہ یوں ہی دفن کیا جائے گا۔

فَإِنْ نَزَلَ الْمَوْلُوْدُ حَيًّا الخ: بچہ پیدا ہونے کے بعد مر جائے یعنی پیدائش کے وقت اس میں زندگی کی کچھ رمق محسوس کی گئی یا اور کوئی زندگی کے آثار پائے گئے مثلاً آواز یا حرکت سنی یا دیکھی گئی تو اس پر انتقال کے بعد زندوں کے احکام جاری ہونگے یعنی اس کا نام رکھا جائے گا اور غسل دیا جائے گا اور نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور وراثت وغیرہ بھی جاری ہوگی۔

مرا ہوا بچہ پیدا ہوا: یعنی پیدائش کے بعد زندگی کے آثار اس میں بالکل نہیں پائے گئے تو نہ اس کا نام رکھا جائے گا اور نہ ہی اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی بلکہ اسے غسل دیکر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب)

كَيْفِيَّةُ غُسْلِ الْمَيِّتِ

يُوْضَعُ الْمَيِّتُ عَلٰى سَرِيْرٍ مُجْمَرٍ وِتْراً، وَتُسْتَرُ عَوْرَتُهٗ مِنَ السُّرَّةِ إِلَى الرُّكْبَةِ ثُمَّ تُنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُهٗ وَيُوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّؤُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ أَنَّهٗ لَا يُمَضْمَضُ وَلَا يُسْتَنْشَقُ بَلْ يُمْسَحُ فَمُهٗ وَأَنْفُهٗ بِخِرْقَةٍ مُبْتَلَّةٍ بِالْمَاءِ وَيُصَبُّ عَلَيْهِ الْمَاءُ الْمُغْلٰى بِسِدْرٍ أَوْ أُشْنَانٍ۔ أَمَّا إِذَا لَمْ يُوْجَدِ السِّدْرُ أَوِ الْأُشْنَانُ فَإِنَّهٗ يُغْسَلُ بِالْمَاءِ الْخَالِصِ۔ يُغْسَلُ رَأْسُهٗ وَلِحْيَتُهٗ بِالْخِطْمِيِّ أَوِ الصَّابُوْنِ۔ ثُمَّ يُضْجَعُ عَلٰى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ، وَيُصَبُّ عَلَيْهِ الْمَاءُ حَتّٰى يَصِلَ الْمَاءُ إِلٰى مَا يَلِي التَّخْتَ۔ ثُمَّ يُجْلَسُ مُسْنَداً إِلَى الْغَاسِلِ وَيُمْسَحُ بَطْنُهٗ مَسْحاً لَطِيْفاً وَيُغْسَلُ مَا يَخْرُجُ مِنْ قُبُلِ الْمَيِّتِ أَوْ دُبُرِهٖ، وَلَا يُعَادُ الْغُسْلُ ثُمَّ يُنَشَّفُ بِثَوْبٍ۔

حلِ لغات: مُجْمَرٌ؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول صحیح از باب افعال بمعنی دھونی دیا ہوا۔ مُبْتَلَّةٌ؛ صیغہ واحد مؤنث بحث اسم مفعول مضاعف ثلاثی از باب افتعال بمعنی تر۔ اَلْمُغْلٰى؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول ناقص یائی از باب افعال بمعنی جوش دیا ہوا۔ سِدْرٌ؛ بمعنی بیر کا درخت۔ جمع سُدُوْرٌ۔ أُشْنَانٌ؛ ایک قسم کی گھاس جو ہاتھ دھونے میں کام آتی ہے۔ اَلْخِطْمِيُّ؛ ایک قسم کی نباتات جو دواؤں میں کام آتی ہے، اردو میں اِس کو "گُلِ خیرو" کہتے ہیں۔ اَلصَّابُوْنَ؛ بمعنی صابن فارسی زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں اس کے لئے غاسول کا لفظ آتا ہے۔ يُنَشَّفُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع مجہول صحیح از باب ضرب بمعنی پانی کو کپڑے وغیرہ سے خشک کرنا۔

ترجمہ: مردے کو نہلانے کا طریقہ: مردہ کو ایسے تخت پر رکھا جائے گا جس کو طاق عدد میں (خوشبو کی) دھونی دی گئی ہو، اور ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر کو چھپایا جائے گا، پھر مردہ سے اُس کے کپڑے اُتار لئے جائیں گے اور اس کو وضو کرایا جائے گا جیسا کہ نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے علاوہ اِس کے کہ کُلی نہیں کرائی جائے گی اور نہ ہی ناک میں پانی ڈالا جائے گا بلکہ اس کے منہ اور اس کی ناک کو پونچھا جائے گا ایسے کپڑے سے جو پانی سے تر کیا گیا ہو اور اس پر ڈالا جائے گا بیری یا اُشنان سے اُبلا ہوا پانی، بہر حال جب بیری یا اُشنان نہ ملے تو خالص پانی سے ہی نہلایا جائے گا۔ اُس کے سر اور اُسکی داڑھی کو گُلِ خیرو یا صابن سے دھویا جائے گا۔ پھر اس کو اپنی بائیں کروٹ پر لٹایا جائے گا اور اُس پر پانی ڈالا جائے گا یہاں تک کہ پانی اُس حصہ تک پہنچ جائے جو نیچے کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ پھر اس کو دائیں کروٹ پر لٹایا جائے اور اس پر پانی ڈالا جائے یہاں تک کہ پانی اس حصہ تک پہنچ جائے جو نیچے کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ پھر اس کو بٹھایا جائے گا نہلانے والے کی طرف سہارا دے کر اور اس کے پیٹ کو نرمی کے ساتھ مَلا جائے گا اور دھویا جائے گا اس چیز کو جو نکلے میت کے اگلے اور پچھلے راستہ سے اور غسل کو نہیں دُہرایا جائے گا پھر مردہ (کے جسم) کو کسی کپڑے سے خشک کر لیا جائے گا۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ مردے کو غسل دینے کا مسنون طریقہ بیان فرماتے ہیں: اس پر فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ مردہ کو غسل دینا فرضِ کفایہ اور زندہ آدمیوں پر اس کا یہ حق ہے۔ مردہ کو سنت کے مطابق غسل دینے میں جو مراحل پیش آتے ہیں انہیں ترتیب کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) **پہلا مرحلہ:** میت کو جس تختہ پر غسل دیا جائے گا اس کو طاق عدد یعنی تین یا پانچ یا سات دفعہ لوبان یا کسی اور خوشبو مثلاً اگر بتی وغیرہ کی دُھونی دی جائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ خوشبو والے دھوویں کو تخت کے اِرد گرد گھما لیا جائے اور میت کو اس تختہ پر اس طرح لٹا دیا جائے کہ قبلہ اس کے دائیں جانب ہو اور مشرق اس کے بائیں جانب یعنی شمالاً جنوباً یا قبلہ رُو لٹا دیا جائے لیکن اگر اس طرح کرنے میں دشواری ہو تو جس طرف آسان ہو اُس طرف لٹا دیا جائے۔

(۲) **دوسرا مرحلہ:** مقامِ ستر یعنی ناف سے لے کر گھٹنے تک کو کسی کپڑے سے ڈھانک لیا جائے لیکن یہ کپڑا ناف سے لے کر پنڈلی تک لمبا ہو اور موٹا اتنا ہو کہ گیلا ہونے کے بعد اندر کا بدن نظر نہ آئے۔ پھر اِس کپڑے کے اندر ہی اندر سابقہ کپڑے (شروانی، کرتہ، بنیان، قمیص، شلوار) اتار دیئے جائیں تا کہ میت کی تطہیر ممکن ہو اور گرمی سے نعش کے خراب ہونے کا خطرہ نہ رہے۔

فائدہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اقدس سے کپڑے نہیں اتارے گئے بلکہ آپ کو کپڑوں کے ساتھ ہی غسل دیا گیا۔

(۳) **تیسرا مرحلہ:** مردہ کو استنجاء کرانے کا ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس مرحلہ کو بیان نہیں فرمایا اور وہ یہ ہے کہ غسل شروع کرنے اور وضو کرانے سے پہلے بائیں ہاتھ میں دستانہ پہن کر مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے استنجاء کرایا جائے اور پھر پانی سے صاف کیا جائے۔

فائدہ: چونکہ ناف سے لے کر زانو تک میت کے بدن کو نہ دیکھنا جائز ہے اور نہ ہاتھ لگانا اس لئے میت کو استنجاء کرانے اور غسل دینے میں اس جگہ کے لئے دستانے پہن لینا چاہیئے۔

(۴) **چوتھا مرحلہ:** وَيُوَضَّأُ الخ: اور وضو کرایا جائے لیکن وضو میں چہرہ سے ابتداء کرے نہ ہاتھوں کو گٹوں تک دُھلائیں نہ کلی کرائی جائے اور نہ ہی ناک میں پانی ڈالا جائے بلکہ کپڑے، روئی وغیرہ کا پھایہ تر کر کے ہونٹوں، دانتوں، مسوڑھوں پر پھیر کر پھینک دیں اسی طرح یہ عمل تین دفعہ کریں، پھر اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں کو روئی کے پھایوں سے صاف کریں۔

فائدہ: اگر اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ جو نماز کو نہیں سمجھتا تو اس کو وضو نہ کرایا جائے نیز اگر کسی شخص کا حالتِ جنابت میں یا کسی عورت کا حالتِ حیض ونفاس میں انتقال ہو جائے تو بھی منہ اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے بلکہ انگلی پر تر کپڑا لپیٹ کر پھیرنے کا زیادہ اہتمام کیا جائے۔ پھر ناک، منہ اور کانوں کے سوراخوں میں روئی رکھدیں تا کہ وضو اور غسل کے دوران پانی اندر نہ جائے۔ پھر منہ دُھلائیں پھر ہاتھ کہنیوں سمیت، پھر سر کا مسح کرائیں پھر تین دفعہ دونوں پیر دھلائیں۔

(۵) **پانچواں مرحلہ:** جب وضو مکمل ہو جائے تو زندگی کی حالت پر قیاس کرتے ہوئے اس پر پانی بہایا جائے، جس پانی سے میت کو غسل دیا جائے گا اس میں بیری کے پتے یا اُشنان (ایک قسم کی گھاس ہے جس کو ہاتھ دھونے میں استعمال کرتے ہیں اور یہ صابن کی طرح صفائی کا کام دیتی ہے) ڈال کر جوش دیا جائے اور اگر یہ میسّر نہ ہوں تو پھر خالص پانی نیم گرم کر کے اس سے غسل دیا جائے نیز سر کو اور اگر مرد ہو تو داڑھی کو بھی گُلِ خیرو، یا صابن وغیرہ جس سے بھی صاف ہو مَل کر اچھی طرح دھوئیں۔

(۶) **چھٹا مرحلہ:** پھر مردہ کو پہلے بائیں کروٹ پر اور پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر بیری یا اُشنان میں پکائے ہوئے نیم گرم پانی کو سر سے پیر تک ہر کروٹ پر تین دفعہ اتنا ڈالیں کہ نیچے کی جانب کروٹ تک پہنچ جائے۔ نیز پانی ڈالتے ہوئے بدن کو صابن کیساتھ آہستہ آہستہ مَلا بھی جائے۔

(۷) **ساتواں مرحلہ:** ثُمَّ يُجْلَسُ الخ: پھر میّت کو اپنے بدن کی ٹیک دے کر ذرا بٹھلانے کے قریب کر دیں اور اس کے پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ مَلیں اور دبائیں، اگر کچھ نجاست (پیشاب، پاخانہ وغیرہ) نکلے تو صرف اس کو پونچھ کر دھوئیں وضو اور غسل دُہرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس ناپاکی کے نکلنے کی وجہ سے وضو اور غسل میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ پھر اس کے سارے جسم کو تولیہ وغیرہ سے خشک کر دیا جائے تا کہ کفن گیلا نہ ہو جائے۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، قاموس الفقہ، کتاب الفقہ علی المذاہب، الجوہرۃ)

يُجْعَلُ الْحَنُوْطُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ وَرَأْسِهٖ۔ وَيُجْعَلُ الْكَافُوْرُ عَلٰى مَوَاضِعِ سُجُوْدِهٖ۔ وَلَا يُقَصُّ ظُفْرُ الْمَيِّتِ وَلَا شَعْرُهٗ۔ وَلَا يُسَرَّحُ شَعْرُ الْمَيِّتِ وَلَا لِحْيَتُهٗ۔ اَلْمَرْأَةُ تَغْسِلُ زَوْجَهَا إِذَا لَمْ يُوْجَدْ رَجُلٌ يَغْسِلُهٗ۔ وَالرَّجُلُ لَا يَغْسِلُ زَوْجَتَهٗ وَإِنْ لَمْ تُوْجَدْ اِمْرَأَةٌ تَغْسِلُهَا بَلْ يُؤَمِّمُهَا بِخِرْقَةٍ۔ يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَغْسِلَ الصَّبِيَّ وَالصَّبِيَّةَ الصَّغِيْرَةَ۔ وَيَجُوْزُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَغْسِلَ الصَّبِيَّةَ وَالصَّبِيَّ۔

حلِّ لغات: اَلْحَنُوْطُ: بمعنی ایک قسم کی مرکب خوشبو جو مُردوں کے جسم اور کفن پر لگاتے ہیں۔ اَلْكَافُوْرُ: ایک خوشبو دار گھاس جو ہندوستان اور چین میں اکثر پائی جاتی ہے۔ لَا يُقَصُّ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی مجہول مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی قینچی سے بال وغیرہ کاٹنا۔ لَا يُسَرَّحُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی مجہول صحیح از باب تفعیل بمعنی کنگھا کرنا۔ يُؤَمِّمُ: صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع مثبت معروف مثال یائی مضاعف ثلاثی از باب تفعیل بمعنی مریض وغیرہ کو تیمم کرانا۔ خِرْقَةٌ: بمعنی کپڑے کا ٹکڑا۔

ترجمہ: مردہ کی داڑھی اور سر پر خوشبو لگائی جائے گی۔ اور اُس کے سجدہ کے مقامات پر کافور لگایا جائے گا اور مردہ کے ناخن اور بال نہیں کاٹے جائیں گے اور مردہ کے بالوں کو کنگھا نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ہی اس کی داڑھی کو۔ عورت اپنے شوہر کو اُس وقت نہلا سکتی ہے جبکہ کوئی ایسا مرد نہ ملے جو اس کو غسل دے۔ اور مرد اپنی بیوی کو نہیں نہلا سکتا اگرچہ کوئی عورت نہ ہو جو اس کو غسل دے بلکہ شوہر کسی کپڑے کے ذریعہ اپنی بیوی کو تیمم کرادے۔ مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ چھوٹے بچے اور چھوٹی بچی کو نہلائے۔ اور عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ چھوٹی بچی اور چھوٹے بچے کو نہلائے۔

تشریح: پھر مرد کے سر اور داڑھی دونوں کے بالوں میں اور عورت کے سر کے بالوں میں خوشبو لگائیں نیز عورت کو زعفران بھی لگا سکتے ہیں لیکن مرد کو نہیں لگا سکتے جیسا کہ زندگی مین مردوں کے لئے ممنوع ہے۔ جو اعضاء سجدے میں زمین پر ٹکتے ہیں یعنی پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے، دونوں قدم اُن پر کافور لگایا جائے گا مرد اور عورت اس حکم میں برابر ہیں کیونکہ میت کو خوشبو لگانا سنت ہے اور اعضاءِ سجدہ کرامت کے زیادہ لائق ہیں نیز کافور کیڑے مکوڑوں سے حفاظت کا ذریعہ بھی ہے۔ مردہ کے بڑھے ہوئے ناخن اور بال بھی نہیں کاٹے جائیں گے کیونکہ ان کو بھی جزءِ میت ہونے کی وجہ سے دفنانا ہی پڑے گا لہٰذا الگ کرنے کا کوئی مطلب نہیں۔ اور میت کے سر اور چہرہ کے بالوں میں کنگھی بھی نہ کی جائے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیوں اپنی میت کی پیشانی پکڑ کر کھینچتے ہو؟ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو ناپسند فرمایا نیز کنگھی زینت کے لئے لگائی جاتی ہے اور مردہ زینت سے مستغنی ہو چکا ہے۔

مرنے کے بعد بیوی اور شوہر کا حکم: کسی کا شوہر مر جائے تو بیوی کے لئے اس کا چہرہ دیکھنا اور مردوں کے نہ ہوتے ہوئے نہلانا اور کفنانا درست ہے اور اگر بیوی مر جائے تو شوہر کے لئے اس کو نہلانا اور ہاتھ لگانا ممنوع ہے البتہ دیکھنا اور جنازہ اُٹھانا جائز ہے۔

نابالغ لڑکا اور لڑکی کے متعلق کتاب میں ذکر کردہ حکم اُس وقت ہے کہ جب اُن کو دیکھ کر شہوت نہ آتی ہو لیکن اگر نابالغ لڑکا اور لڑکی اتنے بڑے ہوں کہ انہیں دیکھنے سے شہوت آتی ہو تو پھر لڑکے کو صرف مرد اور لڑکی کو صرف عورتیں ہی غسل دیں گی۔ (مراقی مع طحطاوی، درمختار مع ردالمحتار، الجوہرۃ، کتاب الفقہ، کبیری)

چند متفرق مسائل

(۱) نہلانے کا جو طریقہ اوپر بیان ہوا یہ سنت ہے لیکن اگر کوئی اس طرح تین دفعہ نہ نہلائے بلکہ صرف ایک دفعہ سارے بدن کو دھو ڈالے تب بھی فرض ادا ہو جائے گا لیکن تین مرتبہ غسل دینا مسنون ہے۔ (۲) اگر میت کے اوپر پانی برس جائے یا کسی طرح سے پورا بدن بھیگ جائے تو یہ بھیگ جانا غسل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اسے غسل دینا بہر حال فرض ہے۔ اسی طرح جو شخص پانی میں ڈوب کر مر جائے تو وہ جس وقت نکالا جائے اس کو غسل دینا فرض ہے، اس لئے کہ میت کو غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور مذکورہ حالتوں میں زندہ لوگوں کی طرف سے غسل کا کوئی عمل نہیں ہوا۔ (۳) میت کو غسل دینے والے کے لئے بعد میں خود غسل کرنا مستحب ہے۔ (۴) میت کو نہلانے کی اجرت لینا جائز نہیں۔ (۵) بہتر ہے کہ میت کے پاس غسل دینے والے اور اس کے مُعاونین کے سوا کوئی نہ

رہے، اگر غسل دینے والے غسل دیتے وقت کوئی عمدہ بات دیکھیں مثلاً چہرہ کی نورانیت یا جسم کی خوشبو تو اس کو لوگوں کے سامنے بیان کر دیں ورنہ نہیں مثلاً چہرہ بگڑ گیا یا کالا ہو گیا تو کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرے ہاں! اگر میت مشہور بدعتی ہو تو اس کے عیب کو ظاہر کر دیں تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔ (ردالمحتار، غنیۃ المستملی)

أَحْكَامُ تَكْفِيْنِ الْمَيِّتِ

تَكْفِيْنُ الْمَيِّتِ فَرْضُ كِفَايَةٍ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ۔ إِذَا قَامَ الْبَعْضُ بِتَكْفِيْنِ الْمَيِّتِ سَقَطَ الْفَرْضُ عَنِ الْبَاقِيْنَ۔ وَإِنْ لَمْ يَقُمْ بِتَكْفِيْنِهٖ أَحَدٌ أَثِمَ الْجَمِيْعُ۔ أَقَلُّ الْكَفَنِ الَّذِيْ يَسْقُطُ بِهٖ فَرْضُ الْكِفَايَةِ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ هُوَ مَا يَسْتُرُ بِهٖ جَمِيْعُ بَدَنِ الْمَيِّتِ۔ يُكَفَّنُ الْمَيِّتُ مِنْ مَالِهِ الْخَالِصِ الَّذِيْ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهٖ حَقُّ الْغَيْرِ۔ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مَالٌ وَجَبَ تَكْفِيْنُهٗ عَلٰى مَنْ تَلْزَمُهٗ نَفَقَتُهٗ فِيْ حَالِ حَيَاتِهٖ۔ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِمَنْ تَلْزَمُهٗ نَفَقَتُهٗ مَالٌ كُفِّنَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ۔ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْمُسْلِمِيْنَ بَيْتُ الْمَالِ، أَوْ كَانَ لَهُمْ بَيْتُ مَالٍ وَلٰكِنْ لَا يُمْكِنُ الْأَخْذُ مِنْهُ وَجَبَ كَفَنُهٗ عَلٰى جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ الْقَادِرِيْنَ۔

حلِّ لغات: تَكْفِيْنٌ، مصدر ہے باب تفعیل کا بمعنی مردے کو کفن دینا۔

ترجمہ: مردے کو کفن دینے کے احکام: مردے کو کفن دینا مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے۔ جب کچھ ہی لوگ مردہ کو کفن دینے کا انتظام کریں تو بقیہ لوگوں کی طرف سے فریضہ ساقط ہو جائے گا، اور اگر کوئی ایک آدمی بھی مردہ کو کفن دینے کے لئے کھڑا نہ ہو تو سب لوگ گنہگار ہونگے۔ کفن کی کم سے کم مقدار جس کے ہونے سے مسلمانوں سے فرضِ کفایہ ساقط ہو جاتا ہے یہ وہ مقدار ہے کہ جس سے مردہ کا پورا بدن چھپ جائے۔ مردہ کو کفن دیا جائے گا اُس کے اُس خالص مال سے جس کے ساتھ کسی دوسرے کا حق متعلق نہ ہو، پس اگر اُس کے پاس مال نہ ہو تو اُس کو کفن دینا اس شخص کے ذمہ واجب ہو گا جس کے ذمہ مردہ کا نان نفقہ ہو مردہ کی زندگی میں۔ پس اگر اس شخص کے پاس جس کے ذمہ مردہ کا نان نفقہ ہو، کوئی مال نہ ہو تو اس کو بیت المال سے کفن دیا جائے گا۔ پس اگر مسلمانوں کا بیت المال نہ ہو یا ان کے پاس بیت المال تو ہو لیکن اس بیت المال سے لینا ممکن نہ ہو تو اس کا کفن ایسے چند مسلمانوں پر واجب ہے جو صاحبِ حیثیت ہوں۔

تشریح: یہاں سے مردہ کو کفن دینے کے احکام بیان فرماتے ہیں چنانچہ اسلام کے ممتاز احکام میں سے یہ بھی ہے کہ اُس نے نہایت باوقار انداز میں مردوں کو کفن دینے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کا ذمہ دار ہو، اُسے چاہئے کہ اس کے کفن کا بہتر انتظام کرے۔ (ترمذی جلد ۱) نیز بعض احادیث میں مردہ کو کفن دینے والے کے لئے بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مردہ کو کفن پہنائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں گاڑھے اور باریک ریشم کا جوڑا پہنائیں گے۔ (حاکم، الترغیب والترہیب) اس لئے جہاں تک ہو سکے بہتر سے بہتر انداز میں میت کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کرنا چاہئے۔ مندرجۂ بالا عبارت میں اس کے متعلق چند احکام ذکر کئے گئے ہیں جن کی وضاحت پیشِ خدمت ہے۔

تجہیز وتکفین کی ذمہ داری کس پر ہے؟ میت کے کفن کا سب سے پہلے اس کے ترکہ میں سے انتظام کیا جائے گا۔ مردہ اپنی زندگی میں عموماً جس قسم کا اور جتنا قیمتی کپڑا پہنا کرتا تھا کفن بھی اُسی حیثیت کا ہونا چاہئے۔ جو نہ بہت گھٹیا کپڑے کا ہو کہ اُس سے بخل ٹپکتا ہو

اور نہ اِسقدر قیمتی ہو کہ وہ اِسراف کی حد کو پہنچ جائے۔ ہاں! اگر کوئی عزیز اپنی خوشی سے کفن کا انتظام کردے تو پھر میّت کے ترکہ سے کفن خریدنا ضروری نہیں۔ پھر اگر میّت کا مال موجود ہو تو خود اُس کے مال سے تجہیز و تکفین ہوگی اور کفنِ مسنوں کی حد تک اخراجات قرض، وصیّت اور میراث سے پہلے کئے جائیں گے، فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ الخ: لیکن اگر اس کا کچھ مالِ متروکہ نہ ہو تو جو رشتہ دار اس کے وارث ہونگے انہیں پر اس کی تجہیز و تکفین کی ذمہ داری ہوگی۔

فائدہ: خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جن لوگوں کا نان نفقہ یعنی کھانا اور کپڑا زندگی میں جس شخص کے ذمہ ہوگا اُسی شخص کے ذمہ مرنے کے بعد ان لوگوں کا کفن بھی ہوگا۔ مثلاً عورت کا کفن اس کے شوہر پر، غلام کا کفن اس کے آقا پر وغیرہ۔

أَنْوَاعُ الْكَفَنِ

لِلْكَفَنِ ثَلَاثَةُ أَنْوَاعٍ: ١۔ كَفَنُ السُّنَّةِ۔ ٢۔ كَفَنُ الْكِفَايَةِ۔ ٣۔ كَفَنُ الضَّرُوْرَةِ۔ كَفَنُ السُّنَّةِ لِلرَّجُلِ: قَمِيْصٌ، إِزَارٌ، وَلِفَافَةٌ۔ وَكَفَنُ الْكِفَايَةِ لِلرَّجُلِ: إِزَارٌ، وَلِفَافَةٌ، وَيُكْرَهُ أَقَلُّ مِنْ ذَالِكَ۔ وَكَفَنُ الضَّرُوْرَةِ لِلرَّجُلِ: مَا يُوْجَدُ حَالَ الضَّرُوْرَةِ وَلَوْ بِقَدْرِ مَا يَسْتُرُ الْعَوْرَةَ۔ اَلْأَفْضَلُ أَنْ يَكُوْنَ الْكَفَنُ مِنْ ثَوْبٍ أَبْيَضَ مِنَ الْقُطْنِ۔ وَيَكُوْنَ الْإِزَارُ مِنْ قَرْنِ الرَّأْسِ إِلَى الْقَدَمِ۔ وَتَكُوْنَ اللِّفَافَةُ أَطْوَلَ مِنَ الْإِزَارِ قَدْرَ ذِرَاعٍ۔ وَيَكُوْنَ الْقَمِيْصُ مِنَ الْعُنُقِ إِلَى الْقَدَمِ۔ وَلَا تَكُوْنُ لِلْقَمِيْصِ أَكْمَامٌ۔

حلِ لغات: إِزَارٌ، بمعنی تہبند۔ جمع أُزُرٌ۔ لِفَافَةٌ، بمعنی بڑی چادر۔ جمع لَفَائِفُ۔ اَلْقُطْنُ، بمعنی روئی۔ قَرْنٌ، بمعنی انسان کے سر کا وہ حصہ جہاں پر جانور کے سینگ نکلتے ہیں۔ أَكْمَامٌ، جمع ہے كُمٌّ کی بمعنی آستین۔

ترجمہ: کفن کی قسمیں: کفن کی تین قسمیں ہیں: (۱) کفنِ سنّت۔ (۲) کفنِ کفایہ۔ (۳) کفنِ ضرورت۔ مرد کے لئے سنت کفن: کرتہ، تہبند، اور چادر ہے۔ اور مرد کے لئے کفنِ کفایہ: ایک تہبند اور ایک چادر ہے۔ اور اِس سے کم مکروہ ہے۔ اور مرد کے لئے کفنِ ضرورت وہ ہے جو ضرورت کے وقت ملے اگرچہ اتنی مقدار میں ہو جو ستر کو چھپالے۔ بہتر یہ ہے کہ کفن سفید روئی کے کپڑے کا ہو۔ اور تہبند سر کی چوٹی سے پاؤں تک ہو اور بڑی چادر تہبند سے ایک گز کی مقدار لمبی ہو اور کرتہ گلے سے لے کر پاؤں تک ہو اور کرتہ کے آستین نہ ہوں۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کفن کے تین درجے بیان فرمائے ہیں۔ (۱) کفنِ سنت، (۲) کفنِ کفایہ، (۳) کفنِ ضرورت۔ کفنِ سنت سے مراد کفن کی وہ مقدار ہے جو میّت کو پہنانا مسنون ہے۔ جو مردوں کے لئے تین کپڑے ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تین کفن پہنائے گئے تھے۔ (ترمذی) لہٰذا اگر کوئی شخص دو ہی کپڑوں میں کفن دیئے جانے کی وصیّت کرے تو اِس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان تین کپڑوں میں (۱) قمیص: یعنی کرتہ ہوگا جس میں آستین اور کَلی یعنی تریز نہیں ہوگا کیونکہ ان کی ضرورت زندوں کو ہوتی ہے۔ اور گردن سے پاؤں تک کے حصے کو شامل ہوگی۔ (۲) دوسرا کپڑا اِزار: یعنی تہبند ہے جو سر سے پاؤں تک کے حصے کو شامل ہوگا، (۳) تیسرا کپڑا لفافہ: یعنی بڑی چادر ہے جس میں سر سے پاؤں تک میّت کو لپیٹا بھی جاسکے اور اوپر نیچے سے باندھا بھی جاسکے جو لمبائی میں اِزار سے ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) زیادہ ہو۔

اَلْأَفْضَلُ الخ: کفن کا رنگ کیسا ہو؟ سفید کپڑا کفن کے لئے سب سے بہتر ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کو تین سفید سحولی کپڑوں میں ... گیا تھا البتہ نیا، پرانہ (دھلا ہوا) سب برابر ہیں۔

فائدہ: کفن کا کپڑا اُسی حیثیت کا ہونا چاہیئے جو مرد اپنی زندگی میں جمعہ، عیدین وغیرہ کے موقع پر استعمال کرتا تھا۔ اور عورت جو اپنی زندگی میں میکے یا شادی وغیرہ میں استعمال کرتی تھی۔ نیز قبل اس کے کہ میّت کو کفن پہنایا جائے کفن کو تین بار کسی خوشبودار چیز کی دھونی دے دینا مستحب ہے۔

تنبیہ: کفنِ کفایہ اور کفنِ ضرورت ترجمہ سے واضح ہیں مزید تفصیل بعد میں آ رہی ہے۔

كَيْفِيَّةُ تَكْفِيْنِ الرَّجُلِ

كَيْفِيَّةُ تَكْفِيْنِ الرَّجُلِ أَنْ تُوْضَعَ اللِّفَافَةُ أَوَّلًا ثُمَّ يُوْضَعَ الْإِزَارُ فَوْقَ اللِّفَافَةِ. ثُمَّ يُوْضَعَ الْقَمِيْصُ فَوْقَ الْإِزَارِ. ثُمَّ يُوْضَعَ الْمَيِّتُ. وَيُلْبَسَ الْقَمِيْصَ. ثُمَّ يُلَفُّ الْإِزَارُ مِنَ الْيَسَارِ. ثُمَّ يُلَفُّ الْإِزَارُ مِنَ الْيَمِيْنِ. ثُمَّ تُلَفُّ اللِّفَافَةُ مِنَ الْيَسَارِ. ثُمَّ تُلَفُّ اللِّفَافَةُ مِنَ الْيَمِيْنِ. وَيُعْقَدُ الْكَفَنُ عَلٰى طَرَفَيْهِ لِئَلَّا يَنْتَشِرَ۔

حلِّ لغات: **يُلَفُّ**؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع مجہول مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی لپیٹنا۔ **اَلْيَسَارُ**؛ بمعنی بایاں۔ **لِئَلَّا يَنْتَشِرَ**؛ بمعنی تاکہ نہ پھیلے۔

تنبیہ: **وَيُلْبَسَ الْقَمِيْصَ**؛ میں قمیص پر نصب ہے مفعولِ ثانی ہونے کی وجہ سے۔ اور مفعولِ اوّل یُلْبَسُ کی ضمیر ہے جو راجع ہے میّت کی طرف۔

ترجمہ: مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ: مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بڑی چادر بچھائی جائے پھر چادر کے اوپر تہبند بچھایا جائے، پھر تہبند کے اوپر کرتہ بچھایا جائے، پھر مردہ کو رکھا جائے اور کرتہ پہنایا جائے، پھر تہبند بائیں طرف سے لپیٹ دیا جائے، پھر تہبند دائیں طرف سے لپیٹ دیا جائے، پھر چادر کو بائیں طرف سے لپیٹ دیا جائے پھر چادر کو دائیں طرف سے لپیٹ دیا جائے اور کفن کو دونوں طرف گرہ لگادی جائے تاکہ نہ کھُلے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ مردہ کو جبکہ وہ مرد ہو کفن پہنانے کا سنت طریقہ بیان فرماتے ہیں جو ترجمہ ہی سے واضح ہے البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جب تہبند کے اوپر قمیص بچھانے لگیں تو قمیص کا نچلا نصف حصہ بچھائیں، اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دیں پھر میّت کو غسل کے تختہ سے آرام سے اُٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹادیں، اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے رکھا تھا اُس کو سر کی طرف الٹ دیں کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھادیں۔ پھر کرتہ، تہبند، اور چادر کو پہلے بائیں طرف سے لپیٹیں پھر دائیں طرف سے تاکہ داہنی جانب اوپر رہے، نیز کفن کو سر، کمر اور پیروں کے پاس سے کپڑے کی دھجی (ٹکڑے) سے باندھیں تاکہ کفن ہوا یا ہلنے جُلنے سے نہ کھلنے پائے۔ (درمختار مع ردالمحتار، مراقی مع طحطاوی)

كَفَنُ السُّنَّةِ لِلْمَرْأَةِ: لِفَافَةٌ، إِزَارٌ، قَمِيْصٌ، خِمَارٌ، وَخِرْقَةٌ۔ كَفَنُ الْكِفَايَةِ لِلْمَرْأَةِ: إِزَارٌ، لِفَافَةٌ، وَخِمَارٌ۔ كَفَنُ الضَّرُوْرَةِ لِلْمَرْأَةِ: مَا يُوْجَدُ حَالَ الضَّرُوْرَةِ۔ اَلْأَوْلٰى أَنْ تَكُوْنَ الْخِرْقَةُ مِنَ الصَّدْرِ إِلَى الْفَخِذَيْنِ۔ وَيَجُوْزُ أَنْ تَكُوْنَ الْخِرْقَةُ مِنَ الصَّدْرِ إِلَى السُّرَّةِ۔

حلِ لغات: خِمَارٌ: بمعنی اوڑھنی، دوپٹہ، سر بند۔ جمع اَخْمِرَةٌ، خُمُرٌ۔ خِرْقَةٌ: بمعنی کپڑے کا ایک ٹکڑا، سینہ بند۔ جمع خِرَقٌ۔

ترجمہ: عورت کا سنت کفن: ایک چادر، تہبند، کرتہ، دوپٹہ، سینہ بند ہے۔ عورت کا کفنِ کفایہ: تہبند، چادر، اور دوپٹہ ہے۔ عورت کا کفنِ ضرورت وہ ہے جو بوقتِ ضرورت مل جائے۔ بہتر یہ ہے کہ سینہ بند سینہ سے رانوں تک ہو اور جائز ہے یہ بات کہ سینہ بند سینہ سے ناف تک ہو۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مُردہ خواتین کا کفن بیان کیا جارہا ہے۔ چنانچہ عورت کے کفن کے مسنون کپڑے پانچ ہیں: (۱) اِزار: سر سے پاؤں تک مردوں کی طرح، (۲) لفافہ: اِزار سے لمبائی میں ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) زیادہ، (۳) کرتہ: بغیر آستین اور کَلی کے گلے سے پاؤں تک، (۴) سر بند: اسے خِمار اور اوڑھنی بھی کہتے ہیں یہ تین ہاتھ (ساڑھے چار فٹ) لمبا ہونا چاہیے، جس سے عورت کے سر اور چہرہ کو چھپایا جاسکے، (۵) سینہ بند: بغل سے رانوں تک ہو تو زیادہ اچھا ہے ورنہ ناف تک بھی درست ہے اور چوڑائی میں اتنا ہو کہ بندھ جائے۔

خلاصہ: یہ کہ عورت کے کفنِ سنت میں تین کپڑے تو بعینہٖ وہی ہیں جو مرد کے لئے ہوتے ہیں البتہ دو کپڑے زائد ہیں: (۱) سر بند، (۲) سینہ بند۔ اس لئے کہ امّ عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو جن عورتوں نے ان کو غسل دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کفن کے لئے یہی پانچ کپڑے عنایت فرمائے تھے۔ باقی کفنِ کفایہ اور کفنِ ضرورت ترجمہ سے واضح ہے مزید کچھ تفصیل بعد میں آرہی ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، تسہیل، قاموس، در مختار مع رد المحتار، کبیری)

كَيْفِيَّةُ تَكْفِيْنِ الْمَرْأَةِ

كَيْفِيَّةُ تَكْفِيْنِ الْمَرْأَةِ أَنْ تُبْسَطَ اللِّفَافَةُ أَوَّلاً ثُمَّ يُبْسَطَ الْإِزَارُ فَوْقَ اللِّفَافَةِ، ثُمَّ يُبْسَطَ الْقَمِيْصُ فَوْقَ الْإِزَارِ وَتُلْبَسَ الْقَمِيْصَ، وَيُجْعَلَ شَعْرُهَا ضَفِيْرَتَيْنِ عَلٰى صَدْرِهَا فَوْقَ الْقَمِيْصِ، ثُمَّ يُوْضَعَ الْخِمَارُ عَلٰى رَأْسِهَا، وَلَا يُلَفُّ الْخِمَارُ وَلَا يُعْقَدُ، ثُمَّ يُلَفُّ الْإِزَارُ مِنَ الْيَسَارِ، ثُمَّ يُلَفُّ الْإِزَارُ مِنَ الْيَمِيْنِ، ثُمَّ يُرْبَطُ الصَّدْرُ بِالْخِرْقَةِ، ثُمَّ تُلَفُّ اللِّفَافَةُ أَخِيْراً۔

حلِ لغات: ضَفِيْرَتَيْنِ: تثنیہ ہے ضَفِيْرَةٌ کی بمعنی گُندھے ہوئے بالوں کی ایک پٹی، چوٹی۔ مذکورہ بالا عبارت میں "أَنْ تُبْسَطَ اللِّفَافَةُ" کے بعد جتنے افعال ہیں ان سب کو بذریعہ عطف أَنْ مصدریہ کی وجہ سے منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور مستقل جملہ ہونے کی وجہ سے مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔

ترجمہ: عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ: عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے چادر بچھائی جائے، پھر چادر کے اوپر تہبند بچھائی جائے، پھر تہبند کے اوپر کرتہ رکھا جائے، اور عورت کو کرتہ پہنا دیا جائے، اور اس کے بالوں کو دو چوٹیاں بنا کر اس کے سینہ پر کرتہ کے

لپیٹ دیئے جائیں، پھر سر بند کو اس کے سر پر رکھا جائے، اور سر بند کو نہ لپیٹا جائے اور نہ ہی گرہ لگائی جائے، پھر تہبند کو بائیں طرف سے لپیٹا جائے، پھر تہبند کو دائیں طرف سے لپیٹا جائے، پھر سینہ کو سینہ بند سے باندھا جائے، پھر اخیر میں چادر کو لپیٹا جائے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مردہ عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ سکھایا جارہا ہے چنانچہ عورت کے لئے پہلے لفافہ یعنی بڑی چادر بچھائی جائے اس کے بعد سینہ بند کو رکھا جائے (مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو بیان نہیں فرمایا) اس کے بعد سینہ بند کے اوپر ازار یعنی تہبند کو بچھایا جائے پھر اس کے اوپر قمیص کا نچلا حصہ بچھا کر اوپر کا نصف حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دیا جائے، پھر میت کو غسل کے تختہ سے آرام سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹادیں اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف اس طرح الٹ دیں کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھادیں۔ پھر سر کے بالوں کے دو حصے کرکے قمیص کے اوپر سینہ پر ڈال دیں ایک حصہ دائیں طرف اور ایک حصہ بائیں طرف پھر سر بند یعنی دوپٹہ سر اور بالوں پر ڈالدیں اِس کو نہ باندھیں اور نہ ہی لپیٹیں پھر ازار لپیٹیں پہلے بائیں طرف سے اور پھر دائیں طرف سے، سر بند اس کے اندر آجائے گا، اس کے بعد سینہ بند بغلوں سے نکال کر سینہ کے اوپر دائیں بائیں باندھ لیں پھر آخر میں لفافہ اس طرح لپیٹیں کہ بایاں پلہ نیچے اور دایاں پلہ اوپر رہے اس کے بعد پیر، سر اور کمر کے پاس سے کفن دھجیوں سے باندھیں تاکہ ہوا وغیرہ سے راستہ میں نہ کھلے۔

تنبیہ: کفنِ کفایہ: مرد اور عورت کے لئے کفن کی وہ مقدار جو کافی اور جائز ہے اور اس سے کم کپڑوں میں کفن دینا مکروہ اور برا ہے وہ "کفن الکفایہ" کہلاتا ہے۔ مرد کے لئے اِزار اور لفافہ کفنِ کفایہ ہے اور عورت کے لئے تین کپڑے (اِزار، لفافہ، سر بند) کفن الکفایہ ہیں کیونکہ یہ وہ کم سے کم مقدار ہے جو عورت اپنی زندگی میں پہنتی ہے اور جن میں نماز بلا کراہت جائز ہے ان سے کم کپڑوں میں کفن دینا مکروہ ہے۔

کفنِ ضرورت: مجبوری اور لاچاری میں اگر پہلے دونوں قسم کا کفن دستیاب نہ ہو تو پھر جتنا کپڑا بھی ملے اس میں کفن دینا درست ہے خواہ وہ صرف ستر چھپانے کے لئے ہی کافی ہو، اِس کفن کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں۔ (مراقی مع طحطاوی، ردالمحتار، نہرالفائق، کتاب الفقہ علی المذاہب)

چند متفرق مسائل

(۱) **جنازہ پر چادر ڈالنے کا حکم:** جنازہ کے اوپر جو چادر ڈالی جاتی ہے یہ کفن میں داخل نہیں ہے اور مرد کے لئے ضروری بھی نہیں لیکن اگر کوئی ڈال دے اور قبر پر جاکر پھر اتار دے تو بھی کوئی حرج نہیں البتہ عورت کے جنازے پر چادر ڈالدینا پردہ کے لئے ضروری ہے مگر کفن میں یہ بھی داخل نہیں۔ چنانچہ اس کا کفن کے ہم رنگ ہونا بھی ضروری نہیں۔ (۲) اپنے لئے پہلے سے کفن تیار کرنا مکروہ نہیں ہے لیکن قبر تیار کرنا مکروہ ہے۔ (۳) برکت کے لئے آبِ زم زم میں تر کیا ہوا کفن دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ باعثِ برکت ہے۔ (امداد الفتاویٰ) (۴) کفن یا قبر میں عہد نامہ، یا کسی بزرگ کا شجرہ، یا قرآنی آیت یا کوئی دعا رکھنا درست نہیں، (۵) **مردہ مولود کا کفن:** جو حمل ساقط ہو جائے (گر جائے) یا جو بچہ مردہ پیدا ہوا اس کو کفنانے میں سنت طریقہ کی رعایت رکھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ کسی بھی کپڑے میں لپیٹ کر دفنا دینا کافی ہے ایسے بچے کی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ (۶) **جنازہ پر کلمہ والی چادر ڈالنا:** میت پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا

اللّٰہ"، آیۃ الکرسی، یا سورۃ یسین لکھی ہوئی چادر ڈالنا احترام کے خلاف ہے اور ناجائز ہے۔(۷)میت کو عمامہ باندھنا مکروہ ہے۔(۸)میت • تین موقعوں پر خوشبو لگانا مستحب ہے:(۱) جس وقت روح نکلے،(۲) جس وقت غسل دیا جائے،(۳) جس وقت کفن پہنایا جائے۔

أَحْكَامُ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ

اَلصَّلَاةُ عَلَى الْمَيِّتِ فَرْضُ كِفَايَةٍ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ-إِذَا صَلّٰى عَلَى الْمَيِّتِ وَاحِدٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ سَقَطَ الْفَرْضُ عَنِ الْبَاقِيْنَ-وَإِنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ أَحَدٌ أَثِمَ الْجَمِيْعُ-تَجِبُ صَلَاةُ الْجَنَازَةِ عَلٰى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ صَلَوَاتُ الْفَرْضِ إِذَا كَانَ عَالِماً بِمَوْتِهٖ-اَلَّذِيْ لَا يَعْلَمُ بِمَوْتِهٖ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ صَلَاةُ الْجَنَازَةِ- فِيْ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ رُكْنَانِ:١-اَلتَّكْبِيْرَاتُ الْأَرْبَعُ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ مِنْهَا بِمَنْزِلَةِ رَكْعَةٍ-٢-اَلْقِيَامُ، فَلَا تَصِحُّ صَلَاةُ الْجَنَازَةِ قَاعِداً بِدُوْنِ عُذْرٍ-

ترجمہ: جنازہ کی نماز کے مسائل: میت پر نماز پڑھنا مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے۔ جب میت پر مسلمانوں میں سے ایک نے بھی نماز پڑھ لی تو بقیہ مسلمانوں سے فریضہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر میت پر کسی ایک نے بھی نماز نہ پڑھی تو سب گنہگار ہونگے۔ جنازہ کی نماز اس شخص پر واجب ہے جس پر فرض نمازیں واجب ہیں جبکہ وہ مرنے والے کی موت سے واقف ہو۔ وہ شخص جو مرنے والے کی موت سے واقف نہ ہو اس پر نمازِ جنازہ واجب نہیں۔ نمازِ جنازہ میں دو فرض ہیں:(۱) چار تکبیریں، اور ان میں سے ہر تکبیر ایک رکعت کے درجے میں ہے۔(۲) کھڑا ہونا، لہٰذا بغیر عذر کے جنازہ کی نماز بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں ہے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ جب میت کے غسل اور کفن کو بیان کرنے سے فارغ ہو گئے تو اب یہاں سے نمازِ جنازہ کے احکام کو بیان کرنا شروع فرماتے ہیں کیونکہ غسل وغیرہ امور نمازِ جنازہ کے لئے شرط ہیں اور شرط مشروط پر مقدم ہوا کرتی ہے۔ "نمازِ جنازہ" در حقیقت اہلِ ایمان کی طرف سے اپنے مؤمن بھائی کے لئے بارگاہِ خداوندی میں مغفرت کی سفارش کی ایک باوقار شکل ہے اور اس سفارش کی قبولیت کا من جانب اللہ وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ ایک روایت ہے کہ جس میت پر مسلمانوں کی ایک جماعت نماز پڑھے جن کی تعداد سو (۱۰۰) تک پہنچ جائے اور وہ سب میت کی سفارش کریں تو ان کی سفارش میت کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ اور ایک روایت میں چالیس کا عدد بھی ہے۔ پھر صرف یہ نہیں کہ نمازِ جنازہ سے صرف میت کو فائدہ پہنچتا ہے، بلکہ خود نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کو بھی ہے اور ان کے لئے بھی مغفرت کا انتظام کیا جاتا ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ انسان کو اس کی موت کے بعد سب سے پہلے یہ بدلہ دیا جاتا ہے کہ اس کے جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اس لئے نمازِ جنازہ میں شرکت کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیئے۔ (طحطاوی)

اَلصَّلَاةُ عَلَى الْمَيِّتِ الخ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے یعنی فرضِ عین نہیں کیونکہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ" (تم اپنے ساتھی پر نمازِ جنازہ پڑھو) اگر فرضِ عین ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی پڑھتے۔ اسی وجہ سے کہ نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے اس کا منکر کافر ہے۔

پھر اِذَا صَلّٰى الخ: سے فرضِ کفایہ ہونے کا مطلب بیان کیا ہے کہ اگر ایک شخص نے بھی نمازِ جنازہ پڑھ لی تو فرضِ کفایہ ادا ہو گیا کیونکہ نمازِ جنازہ کے لئے جماعت شرط نہیں لیکن اگر کسی نے بھی نہ پڑھی بلکہ مسلمان میت کو بغیر نمازِ جنازہ کے دفن کیا گیا تو جن کو معلوم ہے وہ سب گنہگار ہونگے۔

تَجِبُ صَلَاةُ الْجَنَازَةِ عَلَى مَنْ الخ: نمازِ جنازہ کے فرض ہونے کی سب شرطیں وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں اور وہ پانچ ہیں: مثلاً (۱) عاقل ہونا۔ (۲) بالغ ہونا۔ (۳) مسلمان ہونا۔ (۴) نمازِ جنازہ پر قادر ہونا۔ البتہ اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے۔ (۵) کہ اس شخص کی موت کا علم بھی ہو۔ لہٰذا جس کو موت کا علم نہیں وہ معذور ہے اُس پر نمازِ جنازہ فرض نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ کے فرائض: نمازِ جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں: (۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، یہاں ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔ یعنی جیسے دوسری نمازوں میں رکعت ضروری ہے اسی طرح نمازِ جنازہ میں تکبیر ضروری ہے البتہ پہلی تکبیر اِس لحاظ سے کہ اس سے نماز شروع ہوتی ہے شرط اور تکبیرِ تحریمہ ہے اسی وجہ سے تو اس میں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں لیکن اِس لحاظ سے کہ رکعت کے قائم مقام ہے رکن ہے۔ (۲) نماز مکمل ہونے تک کھڑا رہنا، اگر بلا عذر بیٹھ کر یا سوار ہو کر نمازِ جنازہ پڑھی تو صحیح نہ ہوگی۔ ہاں اگر کیچڑ یا بارش کی وجہ سے سواری سے اترنا مشکل ہو تو سواری پر سوار ہو کر بھی پڑھ سکتا ہے۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار)

شُرُوْطُ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ

لَاتَصِحُّ الصَّلَاةُ عَلَى الْمَيِّتِ إِلَّا إِذَا وُجِدَتِ الشُّرُوْطُ الْآتِيَةُ۔ ١۔ أَنْ يَكُوْنَ الْمَيِّتُ مُسْلِماً. فَلَاتَجُوْزُ الصَّلَاةُ عَلَى الْكَافِرِ۔ ٢۔ أَنْ يَكُوْنَ الْمَيِّتُ طَاهِراً مِنَ النَّجَاسَةِ الْحَقِيْقِيَّةِ وَالْحُكْمِيَّةِ فَلَا تَجُوْزُ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ قَبْلَ غُسْلِهِ۔ ٣۔ أَنْ يَكُوْنَ الْمَيِّتُ حَاضِراً. فَلَاتَجُوْزُ الصَّلَاةُ عَلَى الْغَائِبِ۔ ٤۔ أَنْ يَكُوْنَ الْمَيِّتُ مُقَدَّماً عَلَى الْمُصَلِّيْنَ. فَلَاتَصِحُّ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ مَوْضُوْعاً خَلْفَهُمْ۔ ٥۔ أَنْ يَكُوْنَ الْمَيِّتُ مَوْضُوْعاً عَلَى الْأَرْضِ۔ كَذَا إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ مَوْضُوْعاً عَلَى سَرِيْرٍ مَوْضُوْعٍ عَلَى الْأَرْضِ جَازَتِ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ۔ فَلَاتَجُوْزُ الصَّلَاةُ إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ مَحْمُوْلاً عَلَى مَرْكَبٍ أَوْ عَلَى دَابَّةٍ۔ وَلَاتَجُوْزُ الصَّلَاةُ إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ مَحْمُوْلاً عَلَى أَيْدِي النَّاسِ، أَوْ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ۔ أَمَّا إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ مَوْضُوْعاً عَلَى مَرْكَبٍ. أَوْ عَلَى أَيْدِي النَّاسِ لِعُذْرٍ مِنَ الْأَعْذَارِ جَازَتِ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ۔

حلّ لُغات: مَرْكَبٌ؛ بمعنی سواری جمع مَرَاكِبُ۔

ترجمه: جنازہ کی نماز کی شرطیں: میت پر نمازِ جنازہ درست نہیں مگر جب آنے والی شرطیں پائی جائیں: (۱) یہ کہ مردہ مسلمان ہو، لہٰذا کافر پر نمازِ جنازہ درست نہیں۔ (۲) یہ کہ مردہ حقیقی اور حکمی ناپاکی سے پاک ہو، لہٰذا مردہ کو غسل دینے سے پہلے اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (۳) یہ کہ مردہ موجود ہو، لہٰذا غیر موجود (مردہ) پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (۴) یہ کہ مردہ نمازیوں سے آگے ہو، لہٰذا مردہ پر نمازِ جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے جب مردہ نماز پڑھنے والوں سے پیچھے رکھا ہوا ہو۔ (۵) یہ کہ میت زمین پر رکھی ہوئی ہو، اسی طرح جب میت ایسی چارپائی پر رکھی ہو جو چارپائی زمین پر رکھی ہوئی ہو تو اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، لہٰذا نمازِ جنازہ جائز نہیں ہے جبکہ میت

کسی سواری یا جانور پر اٹھائی گئی ہو۔ اور نمازِ جنازہ جائز نہیں جبکہ میت لوگوں کے ہاتھوں پر، یا ان کی گردنوں پر اٹھائی گئی ہو۔ بہر حال جب میت کسی سواری پر یا لوگوں کے ہاتھوں پر کسی عذر کی وجہ سے رکھی گئی ہو تو اس پر نمازِ جنازہ جائز ہے۔

تشریح: نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں: (۱) پہلی قسم کی شرائط: یہ وہ شرطیں ہیں جن کا جنازہ پڑھنے والوں میں پایا جانا ضروری ہے۔ (۲) دوسری قسم کی شرائط: وہ ہیں جن کا میت میں پایا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ جن شرطوں کا نمازیوں میں پایا جانا ضروری ہے یہ وہی شرائط ہیں جن کا عام دوسری نمازوں میں پایا جانا ضروری ہے وہ چھ ہیں: (۱) بدن کی طہارت، (۲) کپڑے کی پاکی، (۳) جگہ کا پاک ہونا، (۴) ستر کو چھپانا، (۵) قبلہ کی طرف منہ کرنا، (۶) نیت کرنا۔ ان شرطوں کو مصنف رحمۃ اللہ نے بیان نہیں فرمایا۔ دوسری قسم کی شرطیں جن کا میت میں پایا جانا ضروری ہے وہ بھی چھ ہیں لیکن مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پانچ ذکر کی ہیں اور چھٹی شرط "میت کے ستر کا چھپا ہوا ہونا" ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ اُن پانچ شرطوں میں سے جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو اس لئے کہ نمازِ جنازہ سفارش ہے اور سفارش صرف مسلمان کے لئے ہے کافر اس کا مستحق نہیں۔ لہٰذا کافر اور مرتد پر نمازِ جنازہ پڑھنا درست نہیں، مسلمان اگر چہ فاسق اور بدعتی ہو اُس پر نمازِ جنازہ پڑھنا درست ہے البتہ درج ذیل مسلمانوں پر نمازِ جنازہ پڑھنا درست نہیں: (۱) وہ شخص جو مسلمان حاکم برحق سے بغاوت کرتے ہوئے مارا جائے۔ (۲) وہ شخص جو ڈاکہ زنی کرتے ہوئے مارا جائے۔ (۳) وہ مسلمان جو قبائلی (جیسے پختون، بلوچ)، یا وطنی (پاکستانی او افغانی)، یا صوبائی (سندھی، پنجابی)، یا لسانی (سندھی، عربی، عجمی، پنجابی) تعصب کے لئے لڑتے ہوئے مارا جائے، البتہ مذکورہ لوگ اگر لڑائی کے بعد قتل کئے جائیں یا اپنی موت مر جائیں تو پھر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ میت نجاستِ حقیقیہ اور حکمیہ سے پاک ہو، لہٰذا اگر میت پر نجاست لگی ہو یا میت کو غسل نہ دیا گیا ہو تو اس پر نمازِ جنازہ درست نہیں، اس لئے کہ وہ ایک اعتبار سے قوم کا امام ہے اسی وجہ سے اس کو قوم کے آگے رکھنا ضروری ہے ہاں اگر کفنانے کے بعد نجاستِ حقیقیہ اس کے بدن سے نکل جائے اور اس کا بدن یا کفن ناپاک ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز درست ہے، دھونے کی ضرورت نہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ میت موجود ہو، اگر میت وہاں موجود نہ ہو تو نمازِ جنازہ صحیح نہ ہوگی چونکہ غائبانہ نمازِ جنازہ میں یہ شرط نہیں پائی جاتی لہٰذا غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ میت نماز پڑھنے والوں سے آگے ہو، اس لئے کہ وہ ایک اعتبار سے امام ہے۔

پانچویں شرط میت کا یا جس چارپائی یا تخت پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا۔ لہٰذا اگر بلا عذر میت کو لوگ اوپر اٹھائے ہوئے ہوں یا میت کسی سواری (جانور یا گاڑی وغیرہ) پر ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔ البتہ عذر ہو تو پھر جائز ہے جیسا کہ سخت کیچڑ یا اتنا پانی ہو کہ جنازہ کو زمین پر رکھنا مشکل ہو۔

سُنَنُ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ

تُسَنُّ الْأُمُوْرُ الْآتِيَةُ فِيْ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ: ١۔ أَنْ يَقُوْمَ الْإِمَامُ حِذَاءَ صَدْرِ الْمَيِّتِ سَوَاءٌ كَانَ الْمَيِّتُ ذَكَرًا أَوْ أُنْثٰى۔ ٢۔ أَنْ يَقْرَأَ الثَّنَاءَ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى۔ ٣۔ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الثَّانِيَةِ۔ ٤۔ أَنْ يَدْعُوَ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الثَّالِثَةِ إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ بَالِغًا ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثٰى، قَالَ فِيْ دُعَائِهٖ: ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا، وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا، وَغَائِبِنَا، وَصَغِيْرِنَا، وَكَبِيْرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَأَحْيِهٖ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْإِيْمَانِ﴾ وَإِذَا كَانَ الْمَيِّتُ صَبِيًّا قَالَ فِيْ دُعَائِهٖ: ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا، وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا، وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا﴾ وَإِذَا كَانَ الْمَيِّتُ صَبِيَّةً قَالَ فِيْ دُعَائِهٖ: ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا، وَاجْعَلْهَا لَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا، وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَمُشَفَّعَةً﴾ وَيَقْطَعُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيْمِ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الرَّابِعَةِ۔ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا عِنْدَ التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى۔ يُسْتَحَبُّ أَنْ تَكُوْنَ صُفُوْفُ الْمُصَلِّيْنَ ثَلَاثَةً، أَوْ خَمْسَةً، أَوْ سَبْعَةً، أَوْ نَحْوَهَا وِتْرًا۔

حلّ لغات: حِذَاءٌ: بمعنی مقابل و برابر۔ فَرَطًا: بمعنی پہلا پہنچا ہوا اجر۔ (مصباح)

ترجمہ: نمازِ جنازہ کی سنتیں۔ آنے والے کام جنازہ کی نماز میں مسنون ہیں: (۱) ایک یہ کہ امام میت کے سینہ کے برابر کھڑا ہو خواہ میت مرد ہو یا عورت۔ (۲) دوسری یہ کہ پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھے۔ (۳) یہ کہ دوسری تکبیر کے بعد حضور ﷺ پر درود شریف پڑھے۔ (۴) یہ کہ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرے۔ جب میت بالغ ہو خواہ مرد ہو یا عورت، تو اپنی دُعا میں یہ پڑھے: ترجمہ: اے اللہ! تو ہمارے زندہ، مردہ، حاضر، غائب، چھوٹے، بڑے اور مرد اور عورت کی بخشش فرما! اے اللہ! تو ہم میں سے جس کو زندگی بخشے تو اسے اسلام پر زندہ رکھ۔ اور ہم میں سے جس کو موت دے تو اس کو ایمان پر موت دے۔ اور جب میت بچہ ہو تو اپنی دُعا میں یہ کہے: ترجمہ: اے اللہ! تو اس کو ہمارے لئے پیشگی اجر بنا، اور اس کو ہمارے لئے ثواب اور ذخیرہ بنا، اور اِس کو ہمارے لئے ایسا سفارش کرنے والا بنا جس کی سفارش مقبول ہو۔ اور جب میت بچی ہو تو اپنی دُعا میں یہ کہے: ترجمہ: اے اللہ! تو اِس کو ہمارے لئے پیشگی اجر بنا، اور ہمارے لئے ثواب اور ذخیرہ کا سامان بنا، اور ہمارے لئے اِس کو ایسی سفارش کرنے والی بنا جس کی سفارش قبول ہو۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام کے ذریعہ نماز ختم کر دے۔ اپنے ہاتھ نہ اُٹھائے مگر پہلی تکبیر کے وقت۔ مستحب ہے یہ بات کہ نمازیوں کی صفیں تین، یا پانچ، یا سات ہوں یا اسی طرح طاق ہوں۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نمازِ جنازہ کی سنتیں بیان فرماتے ہیں جو کہ چار ہیں: (۱) پہلی سنت یہ ہے کہ امام میت کے سینہ کے برابر کھڑا ہو میت مرد ہو یا عورت، اس لئے کہ سینہ دل کی جگہ ہے اور دل میں ایمان کا نُور ہوتا ہے تو گویا کہ دل کے سامنے کھڑا ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے ایمان کی وجہ سے ہم اس کی سفارش کرتے ہیں۔

فائدہ: اگر کسی شخص کو نمازِ جنازہ کی دُعا یاد نہ ہو تو وہ صرف "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلَهٗ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" پڑھتا رہے، اور اگر کسی کو یہ بھی یاد نہ ہو سکے تو صرف چار تکبیر کہنے سے نماز ہو جاتی ہے، لہٰذا بلا عذر نماز نہ چھوڑے۔

نمازِ جنازہ ختم ہونے پرہاتھ کب چھوڑیں؟ چوتھی تکبیر کے بعد بہتر یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں اور اسکے بعد سلام پھیردیں تاہم سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ چھوڑنا بھی جائز ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں شدت اختیار نہ کی جائے۔

وَيَقْطَعُ الصَّلَاةَ الخ: چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا واجب ہے۔

يُسْتَحَبُّ الخ: مستحب یہ ہے کہ نماز میں شرکت کرنے والوں کی تین صفیں کردی جائیں اور اگر لوگ زیادہ ہوں تو بشرطِ سہولت طاق عدد کے اعتبار سے صفیں بنائی جائیں مثلاً تین، پانچ، سات وغیرہ۔ (مراقی مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، قاموس الفقہ)

فائدہ: نمازِجنازہ کے بعد اجتماعی دُعا کرنا: نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دُعا کرنے کو حضرات فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بدعت لکھا ہے، لہٰذا یہ واجب الترک ہے کیونکہ یہ دُعا خود سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے۔

فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِصَلَاةِ الْجَنَازَةِ

إِذَا صَلَّى الْوَلِيُّ عَلَى الْمَيِّتِ لَا تُعَادُ صَلَاةُ الْجَنَازَةِ عَلَيْهِ۔ إِذَا دُفِنَ الْمَيِّتُ بِدُوْنِ صَلَاةٍ عَلَيْهِ صُلِّيَ عَلَى قَبْرِهٖ مَا لَمْ يَتَفَسَّخْ۔ إِذَا تَعَدَّدَتِ الْجَنَائِزُ فَالْأَوْلٰى أَنْ يُّصَلّٰى عَلٰى كُلِّ جَنَازَةٍ عَلٰى حِدَةٍ۔ وَيَجُوْزُ أَنْ يُّصَلّٰى عَلَى الْجَنَائِزِ كُلِّهَا مَرَّةً وَاحِدَةً۔ إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ عَلَى الْجَنَائِزِ كُلِّهَا مَرَّةً وَاحِدَةً وُضِعَتِ الْجَنَائِزُ صَفًّا طَوِيْلًا قُدَّامَ الْإِمَامِ، وَوُضِعَتْ جَنَائِزُ الرِّجَالِ ثُمَّ جَنَائِزُ الصِّبْيَانِ، ثُمَّ الْمَوْلُوْدُ الَّذِيْ وُجِدَتْ بِهٖ حَيَاةٌ حَالَ الْوِلَادَةِ يُسَمّٰى وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ۔ اَلْمَوْلُوْدُ الَّذِيْ لَمْ تُوْجَدْ بِهٖ حَيَاةٌ حَالَ الْوِلَادَةِ لَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ بَلْ يُغْسَلُ، وَيُلَفُّ فِيْ ثَوْبٍ، وَيُدْفَنُ۔

حلّ لغات: لَمْ يَتَفَسَّخْ، صیغہ واحد مذکر غائب۔ بحث نفی جحد بلم در فعل مستقبل معروف صحیح از باب تفعّل بمعنی نہ پھٹا ہو۔ يُلَفُّ، صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع مجہول مضاعف ثلاثی از باب نصر بمعنی لپیٹنا۔

ترجمہ: چند اضافی باتیں جو جنازہ کی نماز سے متعلق ہیں: جب میّت کا ولی میت پر نمازِ جنازہ پڑھ لے تو دوبارہ میت پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائیگی۔ جب میّت کو قبر میں رکھ دیا جائے اُس پر نمازِ جنازہ کے بغیر تو اُس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی جب تک وہ پھٹی نہ ہو۔ جب جنازے کئی ہوں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازہ پر الگ الگ نماز پڑھی جائے، اور تمام جنازوں پر ایک ہی مرتبہ نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ جب امام تمام جنازوں پر ایک ہی مرتبہ نماز پڑھائے تو جنازے امام کے سامنے ایک لمبی صف بنا کر رکھ دی جائیں، اور مردوں کے جنازے رکھ دیئے جائیں پھر بچوں کے جنازے پھر عورتوں کے جنازے۔ وہ بچہ جس میں پیدائش کے وقت زندگی پائی گئی ہو اس کا نام رکھا جائے گا اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ وہ بچہ جس میں ولادت کے وقت زندگی نہ پائی گئی ہو تو اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی بلکہ اُس کو غسل دیا جائے گا اور کسی کپڑے میں لپیٹا جائے گا اور دفن کر دیا جائے گا۔

تشریح: إِذَا صَلَّى الْوَلِيُّ الخ: **جنازہ پر دوبارہ نماز پڑھنا:** اگر امامت کا مستحق شخص جنازہ کی نماز پڑھا چکا ہو تو اب دوبارہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر میّت کے ولی کی اجازت کے بغیر کسی غیر مستحق نے نمازِ جنازہ پڑھا دی ہو اور ولی اس نماز میں شریک

نہ ہو تو اب ولی کے لئے نمازِ جنازہ پڑھنا درست ہے، البتہ جو لوگ پہلے نماز پڑھ چکے ہیں وہ ولی کی اقتداء میں دوبارہ نماز نہ پڑھیں کیونکہ نمازِ جنازہ بطورِ نفل پڑھنا مشروع نہیں ہے۔

فائدہ: نمازِ جنازہ میں امامت کا مستحق: اگر اسلامی حکومت ہو تو نمازِ جنازہ کی امامت کا اوّلین حقدار حاکمِ وقت ہے گو تقویٰ اور پرہیزگاری میں اُس سے بہتر لوگ وہاں موجود ہوں، پھر اس کا نائب وہ نہ ہو تو قاضیٔ شہر، پھر اس کا نائب اِن لوگوں کے ہوتے ہوئے اِن کی اجازت کے بغیر دوسرے کو امام بنانا جائز نہیں۔ اور اگر یہ لوگ موجود نہ ہوں یا حکومت اسلامی نہ ہو تو زندگی میں جس محلّہ کی مسجد میں میت نماز پڑھتا رہا ہو اور اُس مسجد کے امام کی امامت سے خوش رہا ہو تو وہ امام ولیٔ میت کے مقابلہ میں بہتر ہے، بشرطیکہ وہ علم و تقویٰ میں ولیٔ میت پر فوقیت رکھتا ہو، اور اگر میت اس امام سے خوش نہ رہا ہو یا اس امام کے مقابلہ میں ولیٔ میت علم و تقویٰ میں افضل ہو تو پھر ولی ہی کو اولویت حاصل ہو گی۔ ولایت میں پہلا درجہ میت کے باپ کا ہے پھر بیٹے کا لیکن اگر میت کا لڑکا عالم ہو اور باپ جاہل تو پھر لڑکا ہی مقدم ہو گا۔

إِذَا دُفِنَ الْمَيِّتُ الخ: قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا: اگر کسی میت کو کسی وجہ سے مثلاً بھول یا جہالت کی وجہ سے جنازہ کے بغیر دفن کر دیا گیا ہو اور قبر پر مٹی بھی ڈال دی گئی تو جب تک اس کی نعش پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو اس وقت تک اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے گی اس کے بعد نہیں، اور نعش کے پھٹنے کی مدت ہر جگہ کے اعتبار سے نیز موسم کے اعتبار سے اور میت کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے۔ مثلاً ٹھنڈی جگہ میں نعش جلدی خراب نہیں ہوتی، ایسے ہی سخت زمین میں بھی جلدی خراب نہیں ہوتی، ایسے ہی پتلا آدمی جلدی خراب نہیں ہوتا۔

إِذَا تَعَدَّدَتِ الْجَنَائِزُ الخ: بیک وقت کئی جنازے جمع ہو جائیں: اگر ایک وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر ایک کی نمازِ جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے اس صورت میں جو سب سے زیادہ (علم و عمل میں) افضل ہو اس کی نمازِ جنازہ سب سے پہلے پڑھی جائے اور اگر سب پر ایک ہی ساتھ نماز پڑھی جائے تب بھی جائز ہے، سب کے لئے ایک ہی نماز کافی ہو جائے گی پھر اگر بالغ و نابالغ، مرد و عورت دونوں طرح کی اموات جمع ہو جائیں اور ان متعدد جنازوں پر ایک ہی نماز پڑھی جائے تو اُن کے درمیان صف بندی کے دو طریقے ہیں: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک طریقہ بیان فرمایا ہے۔ (۱) اس طرح صف بندی کی جائے کہ ایک لمبی صف بنادی جائے اور سب کے سر ایک طرف ہوں یعنی ایک جنازے کی پائنتی دوسرے کے سرہانے سے مل جائے جس طرح نماز میں بنتی ہے۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ جنازوں کو امام سے قبلہ کی طرف اس طور پر رکھا جائے کہ وہ آگے پیچھے ہوں کہ ہر ایک کا سینہ امام کے بالمقابل ہو جائے، اسی ترتیب پر عمل کرنا احسن ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی صورت بیان کی ہے۔ اس دوسری صورت میں اگر جنازے ایک جنس کے ہوں مثلاً سارے مرد ہوں تو ان میں جو شخص افضل ہو اُسے امام سے قریب رکھا جائے۔ اور اگر مختلف قسم کے ہوں کچھ مرد کچھ عورتیں، کچھ نابالغ بچے تو پھر امام کے سامنے مردوں کے جنازے رکھے جائیں پھر بچوں کے، پھر عورتوں کے، پھر نابالغ لڑکیوں کے۔
(در مختار مع رد المحتار، مراقی مع طحطاوی، البحر الرائق)

تُكْرَهُ الصَّلَاةُ عَلَى الْمَيِّتِ فِي مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ بِدُونِ عُذْرٍ۔ أَمَّا إِذَا صَلَّى عَلَى الْمَيِّتِ فِي مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ لِعُذْرٍ فَلَا كَرَاهَةَ۔ مَنْ وَجَدَ الْإِمَامَ بَيْنَ التَّكْبِيرَتَيْنِ يَنْتَظِرُ حَتَّى إِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ مَرَّةً أُخْرَى يَقْتَدِي بِالْإِمَامِ.

وَيُتَابِعُهُ فِيْ دُعَائِهٖ، ثُمَّ يَقْضِيْ مَا فَاتَهٗ مِنَ التَّكْبِيْرَاتِ۔ مَنْ فَاتَهٗ بَعْضُ التَّكْبِيْرَاتِ مَعَ الْإِمَامِ يَقْضِيْ مَافَاتَهٗ قَبْلَ أَنْ تُرْفَعَ الْجَنَازَةُ۔ مَنْ حَضَرَ بَعْدَ تَكْبِيْرَةِ الْإِحْرَامِ قَبْلَ التَّكْبِيْرَةِ الثَّانِيَةِ يَقْتَدِيْ بِالْإِمَامِ وَلَا يَنْتَظِرُ التَّكْبِيْرَةَ الثَّانِيَةَ۔ مَنْ حَضَرَ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الرَّابِعَةِ قَبْلَ السَّلَامِ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ۔ اَلَّذِيْ إِنْتَحَرَ يُغْسَلُ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ۔ لَا يُصَلّٰى عَلٰى مَقْتُوْلٍ كَانَ يَقْتَتِلُ عَنْ عَصَبِيَّةٍ۔ كَذَا لَا يُصَلّٰى عَلَى الَّذِيْ قَتَلَ أَبَاهُ أَوْ أُمَّهٗ ظُلْماً۔ كَذَا لَا يُصَلّٰى عَلٰى قَاطِعِ الطَّرِيْقِ إِذَا قُتِلَ حَالَ الْمُحَارَبَةِ۔

حلِّ لغات: إِنْتَحَرَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب افتعال بمعنی خودکشی کرنا۔ عَصَبِيَّةٌ؛ بمعنی فرقہ واریت، دھڑابندی، قوم پرستی۔

ترجمہ: جماعت سے نماز پڑھی جانے والی مسجد میں بغیر عذر کے نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ بہر حال جب کسی عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز پڑھی جانے والی مسجد میں میت پر نمازِ جنازہ پڑھے تو اِس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ وہ شخص جو امام کو دو تکبیروں کے درمیان پائے تو وہ انتظار کرے گا یہاں تک کہ امام دوسری مرتبہ تکبیر کہے تو امام کی اقتداء کرے گا۔ اور اپنی دُعا میں امام کی پیروی کرے گا۔ پھر قضاء کرے گا اُس چیز کی جو اس سے فوت ہوئی ہے یعنی تکبیریں۔ وہ شخص جس سے کچھ تکبیریں امام کے ساتھ چُھوٹ گئی ہوں تو وہ جنازے کے اٹھائے جانے سے پہلے وہ تکبیریں پوری کرے گا جو اِس سے چُھوٹ گئی ہوں۔ وہ شخص جو امام کی تکبیرِ تحریمہ کے بعد دوسری تکبیر سے پہلے حاضر ہوا تو وہ امام کی پیروی کرے گا اور دوسری تکبیر کا انتظار نہیں کرے گا۔ وہ شخص جو چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے پہنچ گیا تو اس سے نماز فوت ہوگئی۔ وہ شخص جو خودکشی کرے تو اس کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ اس مقتول پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی جو قوم پرستی کی وجہ سے لڑ رہا ہو۔ اسی طرح اس شخص پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی جس نے اپنے باپ یا اپنی ماں کو ناحق قتل کیا ہو۔ اسی طرح ڈاکو پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی جبکہ وہ عین لڑائی کی حالت میں مارا گیا ہو۔

تشریح: تُكْرَهُ الصَّلَاةُ عَلَى الْمَيِّتِ الخ: جنازہ کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو پنج وقتہ نمازوں کے لئے بنائی گئی ہو کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد میں میّت پر نماز پڑھی اس کے لئے کچھ ثواب نہیں۔ پھر مسجد میں نمازِ جنازہ کی کئی صورتیں ہیں سب مکروہ ہیں: یعنی خواہ صرف جنازہ مسجد کے اندر ہو امام اور قوم مسجد سے باہر ہوں یا میّت مسجد سے باہر ہو اور امام یا قوم مسجد میں ہوں یا امام، میّت اور کچھ لوگ مسجد سے باہر ہوں اور باقی قوم مسجد میں ہو۔ البتہ اگر بارش یا کسی واقعی عذر مثلاً مسجد کے علاوہ جگہ نہ ہونے کی بنا پر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی تو مکروہ نہیں۔ نیز یہاں مسجد کو پنج وقتہ نماز کے ساتھ مقیّد کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسجد جو خالص نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے بنائی گئی ہو جس کو جنازہ گاہ کہتے ہیں اُس میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے، اسی طرح مدرسہ اور عید گاہ میں بھی نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں۔ البتہ مسجدِ حرام اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

مَنْ وَجَدَ الْإِمَامَ بَيْنَ التَّكْبِيْرَتَيْنِ الخ: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں مسبوق کا حکم کیا ہے؟ اگر کوئی شخص نمازِ جنازہ میں ایسے وقت پہنچا کہ اس کے آنے سے پہلے کچھ تکبیریں ہو چکی تھیں، تو اس شخص کو دیگر نمازوں کی طرح آتے ہی

نمازِ جنازہ میں شریک نہیں ہونا چاہئے، بلکہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے جب امام اگلی تکبیر کہے تو یہ شخص بھی اب ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہے اور نماز میں شریک ہو جائے یہ اس کی تکبیرِ تحریمہ شمار ہوگی، پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص امام کے سلام کے بعد بقیہ تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے لیکن اگر کسی نے آتے ہی امام کی تکبیر کا انتظار کئے بغیر تکبیر کہہ کر نماز میں شرکت کی تو یہ شرکت معتبر تو ہے لیکن چونکہ نمازِ جنازہ کی ہر تکبیر رکعت کے قائم مقام ہے اور فوت شدہ رکعتوں کو امام کے سلام کے بعد ادا کیا جاتا ہے اس لئے جو تکبیر فوت ہوئی ہے مسبوق اسے شروع نہ کرے اور اگر شروع کی تو اس تکبیر کا کچھ اعتبار نہ ہوگا بلکہ امام کے سلام کے بعد اِس تکبیر کو بھی دوبارہ کہنا ہوگا جیسا کہ کوئی شخص سجدہ میں شریک ہو جائے تو یہ شرکت تو درست ہے لیکن وہ رکعت شمار نہیں ہوتی۔

مَنْ فَاتَتْهُ الخ: اگر جنازہ فوراً اُٹھائے جانے کا اندیشہ ہو تو اِن فوت شدہ تکبیروں کو کہنے کے وقت اِن کے درمیان کچھ پڑھنا ضروری نہیں بلکہ صرف تکبیریں پوری کرے۔

مَنْ حَضَرَ بَعْدَ تَكْبِيْرَةِ الْإِحْرَامِ الخ: اس مسئلہ کا مطلب یہ ہے کہ سُستی کی وجہ سے تکبیرِ تحریمہ میں تاخیر کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ چنانچہ ایک شخص امام کی تکبیرِ تحریمہ کے وقت تو حاضر تھا، لیکن سُستی اور غفلت یا نیت لمبی کرنے کی وجہ سے امام کے ساتھ تکبیرِ تحریمہ نہ کہہ سکا تو ایسا شخص امام کی دوسری تکبیر کہنے سے پہلے ہی امام کے ساتھ شریک ہو جائے امام کی دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے گویا یہ شخص مُدرک کہلائے گا اور امام کے ساتھ ہی سلام پھیر کر نماز مکمل کرے گا۔

مَنْ حَضَرَ بَعْدَ تَكْبِيْرَةِ الرَّابِعَةِ الخ: اس مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ امام چاروں تکبیریں کہہ چکا تھا تو اب یہ شخص نماز میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تو فرمایا کہ: نہیں ہو سکتا لیکن یہ حضرات طرفین رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب ہے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ شخص بھی فوراً امام کے سلام پھیرنے سے پہلے پہلے امام کے ساتھ شریک ہو جائے پھر امام کے سلام کے بعد تین تکبیریں جلدی کہہ دے جنازہ کے اُٹھنے سے پہلے پہلے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

اَلَّذِيْ اِنْتَحَرَ الخ: خودکشی کرنے والے کو غسل بھی دیا جائے گا اور نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی اس لئے کہ یہ ایک گنہگار مسلمان ہے جس نے خودکشی کا گناہِ کبیرہ کیا ہے زمین میں فساد مچانے والا نہیں بخلاف باقی تین شخصوں کے: (۱) عصبیت کی بنیاد پر لڑنے والا، (۲) ماں باپ کو ظلماً قتل کرنے والا، (۳) ڈاکو۔ ان پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی تاکہ دوسروں کو عبرت ہو کیونکہ یہ زمین میں فساد مچانے والے ہیں، البتہ اگر باپ کو ظلماً قتل نہیں کیا بلکہ کافر باپ کو کفار کی طرف سے لڑتے ہوئے یا باغی ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا تو کوئی حرج نہیں۔ (در مختار مع رد المحتار، مراقی الفلاح مع طحطاوی، غنیۃ المستملی، کتاب الفقہ، البحر الرائق)

كَيْفِيَّةُ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ

كَيْفِيَّةُ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ أَنْ يَقُوْمَ الْإِمَامُ حِذَاءَ صَدْرِ الْمَيِّتِ، وَيَصُفُّ الْمُقْتَدُوْنَ خَلْفَ الْإِمَامِ. ثُمَّ يَنْوِيْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ أَدَاءَ فَرِيْضَةِ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ عِبَادَةً لِلّٰهِ تَعَالٰى وَالْمُقْتَدِيْ يَنْوِيْ مُتَابَعَةَ الْإِمَامِ كَذَالِكَ. ثُمَّ يُكَبِّرُ لِلْإِحْرَامِ مَعَ رَفْعِ يَدَيْهِ عِنْدَ التَّكْبِيْرَةِ ثُمَّ يَقْرَأُ الثَّنَاءَ. ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَةً ثَانِيَةً بِدُوْنِ أَنْ يَرْفَعَ يَدَيْهِ. ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ. ثُمَّ

يُكَبِّرَ ثَالِثَةً بِدُوْنِ أَنْ يَّرْفَعَ يَدَيْهِ. ثُمَّ يَدْعُوْ لِلْمَيِّتِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ. ثُمَّ يُكَبِّرَ رَابِعَةً بِدُوْنِ أَنْ يَّرْفَعَ يَدَيْهِ. ثُمَّ يُسَلِّمَ تَسْلِمَتَيْنِ، تَسْلِيْمَةً عَنْ يَّمِيْنِهِ، وَتَسْلِيْمَةً عَنْ يَّسَارِهِ. اَلْإِمَامُ يَجْهَرُ فِي التَّكْبِيْرَاتِ، وَيُسِرُّ فِيْمَا عَدَا ذَالِكَ. وَالْمُقْتَدُوْنَ يُسِرُّوْنَ فِيْ كُلِّ ذَالِكَ۔

حلِ لغات: يُسِرُّ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف مضاعف ثلاثی از باب افعال بمعنی چھپانا، چھپکے سے بیان کرنا۔

ترجمہ: جنازہ کی نماز کا طریقہ: جنازہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ امام میت کے سینہ کے برابر کھڑا ہو جائے اور مقتدی حضرات امام کے پیچھے صف بنائیں، پھر ان میں سے ہر ایک نمازِ جنازہ کی فرضیت کی ادائیگی کی نیت کرے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے، اور مقتدی امام کی پیروی کی بھی نیت کرے، پھر تکبیرِ تحریمہ کہے، تکبیر کے وقت اپنے ہاتھوں کو اُٹھاتے ہوئے، پھر ثنا پڑھے، پھر دوسری تکبیر کہے اپنے ہاتھوں کو اُٹھائے بغیر، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، پھر تیسری تکبیر کہے اپنے ہاتھوں کو اُٹھانے کے بغیر، پھر میت اور مسلمانوں کے لئے دعا کرے، پھر چوتھی تکبیر کہے اپنے ہاتھوں کو اُٹھائے بغیر، پھر دو سلام پھیرے ایک سلام داہنی جانب اور ایک سلام بائیں جانب۔ امام تکبیریں باآوازِ بلند کہے گا اور اسکے علاوہ میں آہستہ آواز سے کہے گا۔ اور مقتدی حضرات ان تمام چیزوں میں آواز کو آہستہ رکھیں گے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ کا تفصیلی طریقہ بیان فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں نیت کے بعد تکبیرِ تحریمہ کہے پھر دیگر نمازوں کی طرح "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ" پڑھے پھر دوسری تکبیر کہہ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ثنا کے بعد درود شریف کا درجہ ہے۔ جیسا کہ تشہد کی بھی یہی ترتیب ہے اور خطبوں میں بھی یہی ترتیب ہے۔ پھر تیسری تکبیر کے بعد اپنے لئے، میت کے لئے، اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے کیونکہ اللہ کی ثنا اور درود شریف کے بعد دعا کا درجہ ہے اگر میت بالغ ہو تو چاہے مرد ہو یا عورت اس کی یہی دُعا ہے "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا الخ" اور اگر نابالغ لڑکا ہو تو اس کی اپنی اور نابالغ لڑکی ہو تو اس کی اپنی دُعا ہے۔ نیز نمازِ جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اُٹھائے باقی تکبیروں میں ہاتھ نہ اُٹھائے۔

أَحْكَامُ حَمْلِ الْجَنَازَةِ

حَمْلُ الْمَيِّتِ إِلَى الْمَقْبَرَةِ فَرْضُ كِفَايَةٍ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ۔ وَحَمْلُ الْمَيِّتِ عِبَادَةٌ كَذَالِكَ۔ فَيَنْبَغِيْ لِكُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يُّبَادِرَ إِلَى حَمْلِ الْجَنَازَةِ۔ فَقَدْ حَمَلَ النَّبِيُّ ﷺ جَنَازَةَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ۔ يُسَنُّ أَنْ يَّحْمِلَ الْجَنَازَةَ أَرْبَعَةُ رِجَالٍ۔ يُسَنُّ لِكُلِّ حَامِلٍ أَنْ يَّحْمِلَ الْجَنَازَةَ أَرْبَعِيْنَ خُطْوَةً۔ يُسْتَحَبُّ الْإِسْرَاعُ بِالْجَنَازَةِ إِسْرَاعاً غَيْرَ شَدِيْدٍ بِحَيْثُ لَا يُؤَدِّيْ إِلَى اضْطِرَابِ الْمَيِّتِ۔ اَلْمَشْيُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ أَفْضَلُ مِنَ الْمَشْيِ أَمَامَهَا۔ يُكْرَهُ الْجُلُوْسُ قَبْلَ أَنْ تُوْضَعَ الْجَنَازَةُ عَلَى الْأَرْضِ۔

حلِ لغات: مَقْبَرَةٌ؛ صیغہ واحد بحث اسم ظرف بمعنی قبرستان۔ مَقْبَرَةٌ میں "تا" تانیث کی نہیں بلکہ قبروں کی کثرت پر دلالت کرنے والی ہے جیسے مَدْرَسَةٌ میں "تا" تاءِ تانیث نہیں بلکہ کثرتِ درس پر دلالت کرنے والی ہے۔ يُبَادِرُ؛ صیغہ واحد مذکر اثبات فعل مضارع معروف صحیح از باب مفاعلہ بمعنی جلدی کرنا۔

ترجمہ: جنازہ کو اُٹھانے کے مسائل: میّت کو قبر تک اُٹھا کر لے جانا مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے۔ اور میّت کو اُٹھانا عبادت بھی ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ جنازہ اُٹھانے کی طرف سبقت کرے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اُٹھایا تھا۔ مسنون ہے یہ بات کہ چار آدمی جنازہ کو اُٹھائیں۔ ہر اُٹھانے والے کے لئے مسنون ہے یہ بات کہ جنازہ کو چالیس قدم اُٹھائے۔ جنازہ میں جلدی کرنا مستحب ہے ایسی جلدی جو انتہائی تیز نہ ہو اس طور پر ہو کہ میّت کی حرکت اور اضطراب تک نہ پہنچائے۔ جنازہ کے پیچھے چلنا بہتر ہے جنازہ کے آگے چلنے سے۔ زمین پر جنازہ کے رکھے جانے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ جنازہ اُٹھانے کے آداب بیان فرماتے ہیں: اس پر سب کا اتفاق ہے کہ میّت کو اُٹھانا قبر تک لے جانا اچھا اور نیک کام ہے بلکہ فرضِ کفایہ ہے جیسا کہ غسل دینا اور کفن پہنانا، اور نمازِ جنازہ پڑھنا فرضِ کفایہ ہے۔ اور چونکہ یہ ایک مستقل عبادت ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ شوق سے آگے بڑھ کر جنازہ کو کندھا دے جیسا کہ آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو کندھا دیا جس سے اس عمل کی اہمیت خوب ظاہر ہوتی ہے۔

آگے یُسَنُّ الخ سے جنازہ کو اُٹھانے کا مسنون طریقہ ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ: چار مرد جنازہ کو اُٹھائیں۔ "مرد" کہا اس لئے کہ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ چلنا مکروہ ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے ایک جنازہ میں عورتوں کو دیکھ کر پوچھا کہ کیا تم جنازہ کو اٹھاؤ گی؟ انہوں نے جواب دیا نہیں، پوچھا تم دفن کرو گی؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، تو فرمایا: کہ واپس چلی جاؤ، نیز مرد طاقتور ہوتے ہیں اور جنازہ کو اٹھانا مشقت کا کام ہے جو عورتوں کے لئے مشکل ہے اس لئے کہ عورتیں کمزور ہوتی ہیں۔ پھر یہاں چار کا عدد ذکر کیا ہے تاکہ اٹھانے میں آسانی ہو نیز اس میں میت کی عزت بھی ہے۔ پس اگر دو آدمیوں نے اُٹھایا ایک نے آگے سے اور دوسرے نے پیچھے سے تو یہ مکروہ ہے۔ پھر اُٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ چاروں اُٹھانے والے پہلے چارپائی کا پایہ پکڑیں پھر اس کے بعد کندھوں پر رکھیں، شروع ہی سے بلا عذر پشت پر اکندھے پر نہ رکھیں تاکہ ایسا محسوس نہ ہو جیسا کہ کوئی سامان اٹھاتے ہوں کیونکہ سامان عام طور سے سیدھا اُٹھا کر کندھوں پر رکھا جاتا ہے، اسی طرح کسی سواری پر رکھنا بھی مکروہ ہے البتہ اگر عذر ہو مثلاً قبرستان بہت دور ہے یا اور کوئی عذر ہو تو بلا کراہت سواری وغیرہ پر اُٹھانا جائز ہے، ہاں اگر چھوٹا بچہ ہو تو یہی بات کافی ہے کہ ایک ایک آدمی باری باری اس کو ہاتھ میں اٹھائے۔

یُسَنُّ لِكُلِّ حَامِلٍ الخ: جنازہ کو اٹھانے والا ہر ایک یہ طریقہ اختیار کرے کہ کم از کم چالیس قدم جنازہ اٹھائے جس کی صورت یہ ہونی چاہیئے کہ میت کی اگلی داہنی جانب سے شروع کرے اور اس کو اپنے داہنے کندھے پر رکھے یعنی دایاں کندھا چارپائی کے نیچے اور گردن اور بایاں کندھا باہر رہے گا اور دس قدم چلے، پھر پچھلی دائیں جانب کو دائیں کندھے پر رکھے اور دس قدم چلے، پھر میت کی اگلی بائیں جانب کو اپنے بائیں کندھے پر رکھے یعنی بایاں کندھا چارپائی کے نیچے ہو اور دایاں کندھا اور گردن باہر رہے اور دس قدم چلے، پھر آخر میں میت کی پچھلی بائیں جانب کو اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے تو یہ کُل چالیس قدم ہو گئے جس کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: کہ جس نے چالیس قدم تک جنازہ اُٹھایا اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جائینگے، نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ: جس نے جنازہ کو چاروں طرف سے اُٹھایا تو تحقیق اس نے اپنے بھائی کا حق ادا کر دیا۔ (طحطاوی مع مراقی، در مختار مع رد المحتار)

يُسْتَحَبُّ الْإِسْرَاعُ الخ: یعنی میت کو تیزی کے ساتھ لے کر چلنا مستحب ہے غَيْرَ شَدِيْدٍ مگر دوڑ کر نہ چلیں کیونکہ آپ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "مَادُوْنَ الْخَبَبِ" یعنی تیز تو چلیں مگر دوڑیں نہیں کیونکہ اس میں میت کی تحقیر بھی ہے اور گرنے کا اندیشہ بھی ہے۔ اور جلدی لے کر جانے کا حکم اس لئے شریعت نے دیا ہے کہ اگر میت نیک ہے تو اس کو بارگاہِ خداوندی میں جلدی پہنچانا مناسب ہے اور اگر خدانخواستہ بُرا آدمی ہے تو اس کو اپنی گردنوں سے جلدی دور کرنا مناسب ہے۔

فائدہ: اسی طرح کفن، دفن کے تمام کاموں میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ نیز جنازہ لے جانے میں سر کا حصہ آگے ہو۔

اَلْمَشْيُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ الخ: جنازہ کے پیچھے چلنا چاہئے آگے نہیں بالخصوص اگر چلنے والا کسی سواری پر سوار ہو اس لئے کہ حضرت بَرّاء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ آپ ﷺ نے ہمیں اِتباعِ جنائز کا حکم دیا ہے اور اِتباع پیچھے چلنے کو کہتے ہیں آگے چلنے کو نہیں۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ خود پیچھے چلتے تھے اور فرماتے کہ جنازہ کے پیچھے چلنے کو آگے چلنے پر اتنی فضیلت حاصل ہے جتنی کہ فرض نماز کو نفل پر فضیلت حاصل ہے۔

يُكْرَهُ الْجُلُوْسُ الخ: یعنی جب میت کو لے کر اس کی قبر تک پہنچ گئے تو جنازہ زمین پر رکھنے سے پہلے لوگ نہ بیٹھیں اگر بیٹھیں گے تو مکروہ ہوگا اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ جنازہ کو زمین پر رکھنے سے پہلے لوگ بیٹھیں نیز کبھی جنازہ میں لوگوں کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے تو بروقت مدد اسی وقت ممکن ہوگی کہ لوگ پہلے سے کھڑے ہوں۔ (طحطاوی مع مراقی، الجوہرۃ النیرہ، کتاب الفقہ علی المذاہب)

چند متفرق مسائل

(۱) جنازہ کے پیچھے چلنے والوں کو خاموش رہنا چاہئے دنیوی باتیں نہ کریں اور نہ ہی دائیں بائیں دیکھیں کیونکہ اس سے دل سخت ہو جاتا ہے بلکہ خاموش رہیں اور اگر ذکر کرنا چاہیں تو آہستہ۔ بلند آواز سے ذکر کرنا یا قرآن پڑھنا مکروہ ہے، پڑھنا ہی ہو تو دل ہی دل میں خوب تسبیح، تہلیل، استغفار پڑھے۔ کہ یہ موقع فکرِ آخرت اور اپنی موت کے متعلق غور اور تدبُّر کا ہے۔ (۲) عورتوں کے لئے جنازہ کے ساتھ چلنا مکروہ ہے۔ (۳) جنازہ کی نماز بھی اُن چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں، البتہ جنازہ کی نماز میں اتنی آواز سے ہنسنے سے کہ آس پاس والے سُن لیں وضو نہیں جاتا البتہ نمازِ جنازہ باطل ہو جائے گی۔ (۴) میت کی نماز میں اِس غرض سے دیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے، مکروہ ہے، تاہم اگر کسی عزیز کے انتظار میں کچھ تاخیر ہو تو اِس کی گنجائش ہے۔ (۵) وصیت کی کہ میری نمازِ جنازہ فُلاں پڑھائے، تو اس وصیت کو پورا کرنا لازم نہیں ہے، تاہم اگر اولیاءِ میت اُس سے نماز پڑھوانا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۶) جوتے پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم: اگر جگہ اور جوتے دونوں پاک ہوں تو جوتے پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا درست ہے، اور اگر جوتے نکال کر جوتے پر کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو اس صورت میں جوتے کا جو حصہ پیر سے لگا ہوا ہے اس کا پاک ہونا ضروری ہے اگرچہ تَلا ناپاک ہو، اسی طرح پاؤں میں پاک موزے ہوں تو بھی جوتوں پر کھڑا ہو کر نماز پڑھنا درست ہے۔ (۷) جو لوگ جنازہ میں شریک نہ ہوں ان کو جنازہ کی وجہ سے اُٹھ کر کھڑا نہیں ہونا چاہیئے۔ وہی لوگ کھڑے ہوں جو خود بھی ساتھ چلنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ (طحطاوی مع مراقی، در مختار مع رد المحتار، کبیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ)

أَحْكَامُ دَفْنِ الْمَيِّتِ

يُسَنُّ أَنْ يَكُوْنَ عُمْقُ الْقَبْرِ نِصْفَ قَامَةٍ عَلَى الْأَقَلِّ. فَإِنْ زَادَ عَلَى نِصْفِ الْقَامَةِ كَانَ أَفْضَلَ۔ الْأَوْلٰى أَنْ يُجْعَلَ اللَّحْدُ فِي الْقَبْرِ. وَلَايُشَقَّ إِلَّا إِنْ كَانَتِ الْأَرْضُ رَخْوَةً۔ يُوْضَعُ الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ مِنْ جِهَةِ الْقِبْلَةِ۔ اَلَّذِيْ يَضَعُ الْمَيِّتَ فِي الْقَبْرِ يَقُوْلُ: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ)﴾۔ يُوَجَّهُ الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ عَلٰى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ۔ تُحَلُّ عُقَدُ الْكَفَنِ بَعْدَ مَا يُوْضَعُ الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ۔ يُسْتَرُ الْقَبْرُ عِنْدَ وَضْعِ الْمَيِّتِ فِيْهِ إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ أُنْثٰى أَمَّا إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ ذَكَرًا فَلَايُسْتَرُ الْقَبْرُ۔

حلِّ لغات: عُمْقٌ: بمعنی گہرائی جمع أَعْمَاقٌ۔ اَللَّحْدُ: بمعنی بغلی قبر جمع أَلْحَادٌ۔ رَخْوَةٌ: بمعنی نرم۔

ترجمہ: میّت کو دفن کرنے کے مسائل: مسنون یہ ہے کہ قبر کی گہرائی کم سے کم آدھے قد کے برابر ہو، پس اگر آدھے قد سے زیادہ ہو تو بہتر ہے۔ بہتر یہ ہے کہ قبر میں لحد بنائی جائے اور صندوقی قبر نہ بنائی جائے ہاں اگر زمین نرم ہو۔ میت کو قبر میں قبلہ کی جانب سے رکھا جائے۔ وہ شخص جو میت کو قبر میں رکھے وہ کہے: "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ)" یعنی اللہ کے نام پر اور نبی اکرم ﷺ کی ملت پر رخصت کرتا ہوں۔ قبر میں میت کو داہنے پہلو پر لٹا کر قبلہ کی طرف اس کا رُخ کر دیا جائے۔ کفن کے گرہوں کو کھول دیا جائے میت کو قبر میں رکھنے کے بعد۔ میّت کو قبر میں رکھنے کے وقت قبر کو ڈھانپا جائے جبکہ میت عورت ہو، بہر حال جب میت مرد ہو تو قبر پر پردہ نہ کیا جائے۔

تشریح: نمازِ جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد اگلا مرحلہ چونکہ تدفین کا ہے اس لئے اب تدفین کے احکام ذکر کئے جاتے ہیں:

تدفین کا حکم: میّت کے غسل، کفن اور نمازِ جنازہ کی طرح دفن کرنا بھی فرضِ کفایہ ہے، اگر کسی نے بھی یہ فرض ادا نہیں کیا تو وہ سب لوگ گنہگار ہونگے جنہیں اسکی وفات کی خبر تھی۔ (ہندیہ، شامی)

انسانی احترام اسلام کا ایک اَساسی اصول ہے: یہ احترام جیسے اس نے زندگی میں قدم قدم پر قائم رکھا ہے، موت کے بعد بھی اس کا پورا پورا لحاظ کیا ہے۔ اول احترام اور ستر پوشی کی پوری رعایت کے ساتھ غسل دینے کا حکم ہے، غسل کے بعد سفید اور نئے یا کسی بھی اچھے اور صاف ستھرے کپڑوں میں کفن پہنانے کا حکم ہے، پھر احباب واقارب اور عام مسلمان جنازہ اپنے کندھوں پر اُٹھا کر آگے بڑھتے ہیں اور اپنے مُتوَفّٰی بھائی کے لئے زیرِ لب استغفار بھی کرتے جاتے ہیں، احترام کے ساتھ سامنے جنازہ رکھا جاتا ہے اور بچوں، بڑوں، چھوٹوں، اور بوڑھوں، جوانوں کی صفیں لگتی ہیں جو دست بستہ خدا سے اپنے بھائی کی مغفرت اور فلاحِ آخرت کے لئے دُعا گو ہوتے ہیں، اب اگلی منزل قبر کی ہے اسی شان واحترام کے ساتھ اہلِ ایمان کا قافلہ مسافرِ آخرت کو قبر تک لے جاتے ہیں، ہاتھوں ہاتھ قبر میں اتارتے ہیں اور جس خاک سے پیدا ہوا ہے اسی کی آغوش میں چھوڑ کر آتے ہیں، قدم قدم پر یہ خیال ہے کہ حرکت زیادہ نہ ہو، شور وشعب نہ ہو، بے پردگی نہ ہو، کوئی ایسا فعل نہ ہو جس سے زندگی میں آدمی کو اذیت ہوتی ہے۔ غور کیجئے! زندگی کے مصاحب کو آخرت کے سفر پر روانہ کرنے کا یہ کس قدر پاکیزہ، احترام آمیز، موقّر اور آدمیت سے ہم آہنگ طریقہ ہے۔

قبر کی گہرائی: قبر درمیانے قدوالے شخص یا میت کے نصف قد کے برابر گہری ہو اور اگر اس سے بھی زیادہ کردے سینہ تک یا پورے قد کے برابر تو یہ بہتر ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ نعش کی بدبو باہر نہ نکلے اور کوئی درندہ اسے نقصان نہ پہنچائے۔

قبر کی قسمیں: میت کے لئے کھودی جانے والی قبر دو طرح کی ہو سکتی ہے:(۱) لَحَد یعنی بغلی قبر۔(۲) شق یعنی صندوقی قبر۔

لَحَد یعنی بغلی قبر کی تعریف: پوری قبر کھود کر اسکے اندر قبلہ کی جانب گڑھا کھودا جائے جس میں میت کو رکھا جائے۔

شق یعنی صندوقی قبر کی تعریف: تقریباً ایک فُٹ قبر کھود کر اسکے بیچوں بیچ ایک گڑھا کھودا جائے جس کا طول میت کے قد کے برابر اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ نصف قد کے برابر ہو۔

اَلْأَوْلٰی الخ: اصل سنت بغلی قبر بنانا ہے یعنی قبر کھود کر قبلہ کی جانب لحد بنانا اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: کہ لحد ہمارے لئے ہے اور شق غیروں کے لئے ہے۔ لہٰذا جس جگہ مٹی سخت ہو وہاں بغلی قبر بنانی چاہیئے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ قبر کھود کر قبلہ کی جانب اتنی جگہ مزید کھودی جائے کہ جس میں بآسانی میت کو لٹایا جاسکے، اس کے بعد کچی اینٹوں سے اس حصہ کو بند کرایا جائے۔ البتہ جہاں کی زمین ایسی نرم ہو کہ بغلی قبر کھودنے میں قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو وہاں صندوقی قبر بنائی جائے جسکا طریقہ یہ ہے کہ قبر کھود کر اس کے بیچ میں ایک گڑھا بنایا جائے جس کی لمبائی، چوڑائی میت کے بدن کے مناسب ہو اور اس کو تختوں سے ڈھک دیا جائے۔ ہمارے علاقوں میں زمین نرم ہونے کی وجہ سے صندوقی قبر بنانے کا دستور ہے۔

یُوْضَعُ الْمَیِّتُ الخ: میت کو قبر میں کس طرح اُتاریں؟ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اُتاریں کیونکہ قبلہ معظم و محترم ہے لہٰذا اسی جانب سے داخل کرنا مستحب ہوگا جسکی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے اور اُتارنے والے قبلہ رُخ کھڑے ہوں، پھر میت کو اُٹھا کر قبر میں اُتاریں بشرطیکہ قبر کے کناروں کے ٹوٹنے یا گرنے کا خطرہ نہ ہو ورنہ سر یا پاؤں کی جانب سے داخل کر دیا جائے۔

فائدہ: قبر میں اُتارنے والوں کی تعداد طاق یا جفت ہونا ضروری نہیں کیونکہ آپ ﷺ کو چار آدمیوں نے اُتارا تھا (حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس، حضرت علی، حضرت صہیب رضی اللہ عنہم)۔ میت کو قبر میں کون اُتارے؟ اگر مرد ہو تو کوئی بھی مرد اُتار سکتا ہے اور اگر عورت ہو تو ضروری ہے کہ اُتارنے والے ایسے رشتہ دار ہوں جن سے اس عورت کا نکاح حرام ہے (ذِی رَحِم مَحْرَم)۔

اَلَّذِیْ یَضَعُ الْمَیِّتَ الخ: قبر میں اُتارنے والے میت کو قبر میں رکھتے ہوئے یہ دُعا پڑھیں: "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" بعض روایتوں میں "بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" بھی آیا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کو قبر میں اُتارتے وقت یہ کلمات پڑھے تھے۔

یُوَجَّهُ الْمَیِّتُ الخ: قبر میں میت کو کس طرح رکھا جائے؟ قبر میں میت کو داہنی کروٹ پر قبلہ رُو کر کے لٹانا چاہیئے صرف منہ قبلہ رُخ کر دینا کافی نہیں، اس کو فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے واجب قرار دیا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کروٹ دے کر میت کی پیٹھ کی طرف بڑا ڈھیلا رکھ دیں یا کروٹ دے کر میت کو قبر کی مشرقی دیوار سے لگا دیں۔

یُسْتَرُ الخ-میت کو قبر میں اُتارتے وقت پردہ: اگر میت عورت ہے تو اسے قبر میں اُتارتے وقت چاروں طرف سے چادر وغیرہ سے ذریعہ پردہ کر دیا جائے، تاکہ نامحرموں کی نظر اس کے کفن پر نہ پڑے اور عورت کے مَحرم ہی اسے قبر میں اُتاریں نامحرم وہاں سے ہٹ جائیں اور اگر میت مرد ہو تو پردہ نہ کیا جائے، ہاں کوئی عذر ہو تو جائز ہے جیسے دھوپ، بارش، سردی وغیرہ۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی، در مختار مع رد المحتار، نہر الفائق، غنیۃ المستملی)

يُسَدُّ الْقَبْرُ بِاللَّبِنِ أَوِ الْقَصَبِ بَعْدَ مَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِي اللَّحْدِ أَوِ الشَّقِّ- يُكْرَهُ أَنْ يُسَدَّ الْقَبْرُ مِنَ الْآجُرِّ، وَالْخَشَبِ إِلَّا إِذَا لَمْ يُوجَدِ اللَّبِنُ أَوِ الْقَصَبُ فَلَا كَرَاهَةَ- يُسْتَحَبُّ أَنْ يَحْثُوَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الَّذِيْنَ حَضَرُوْا دَفْنَهُ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ مِنَ التُّرَابِ بِيَدَيْهِ جَمِيعاً- يَقُولُ فِي الْأُوْلَى: ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ﴾ وَيَقُوْلُ فِي الثَّانِيَةِ: ﴿وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ﴾ وَيَقُوْلُ فِي الثَّالِثَةِ: ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى﴾ ثُمَّ يُهَالُ التُّرَابُ حَتّٰى يُسَدَّ قَبْرُهُ- وَيُجْعَلُ كَسَنَامِ الْبَعِيْرِ، وَلَا يُجْعَلُ مُرَبَّعاً- يَحْرُمُ الْبِنَاءُ عَلَى الْقَبْرِ لِلزِّيْنَةِ وَالتَّفَاخُرِ، وَكَذَا يُكْرَهُ الْبِنَاءُ لِلْإِحْكَامِ- وَيُكْرَهُ الدَّفْنُ فِي الْبَيْتِ، لِأَنَّ الدَّفْنَ فِي الْبَيْتِ مِنْ خَصَائِصِ الْأَنْبِيَاءِ عليهم السلام-

حلِّ لغات: یُسَدُّ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع مجہول از باب نصر بمعنی بند کیا جائے۔ اَللَّبِنُ؛ بمعنی کچی اینٹیں۔ اَلْقَصَبُ؛ بمعنی بانس، نرکل۔ اَلْآجُرُّ؛ بمعنی پکی اینٹیں۔ خَشَبٌ؛ بمعنی لکڑی۔ یَحْثُوْ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع معروف ناقص واوی از باب نصر بمعنی مٹی گرانا، ڈالنا۔ حَثَيَاتٌ؛ جمع حَثْوٍ کی بمعنی لَپ۔ یُهَالُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل مضارع مجہول اجوف یائی از باب ضرب بمعنی مٹی ڈالی جائے۔ سَنَامٌ؛ بمعنی کوہان جمع اَسْنِمَةٌ۔ اَلْإِحْكَامُ؛ مصدر ہے باب اِفعال کا بمعنی مضبوطی۔

ترجمہ: قبر کو کچی اینٹوں یا نرکل سے بند کر دیا جائے میت کو بغلی قبر یا صندوقی قبر میں رکھنے کے بعد۔ مکروہ ہے یہ بات کہ قبر کو پختہ اینٹوں اور لکڑی سے بند کر دیا جائے مگر یہ کہ جب کچی اینٹیں یا نرکل نہ ملے تو پھر کوئی کراہت نہیں۔ مستحب ہے یہ بات کہ اُن لوگوں میں سے جو دفن کے وقت موجود ہیں ہر ایک آدمی اپنے دونوں ہاتھوں سے مٹی کے تین لَپ ڈالے۔ پہلی مرتبہ میں کہے: "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ" "یعنی ہم نے تم کو اسی سے پیدا کیا"۔ اور دوسری مرتبہ میں کہے: "وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ" "یعنی ہم پھر تم کو اسی میں لوٹائیں گے" اور تیسری مرتبہ میں کہے: "وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى" "یعنی اور ہم تم کو دوبارہ اسی میں سے نکالیں گے"۔ پھر مٹی ڈال دی جائے یہاں تک کہ قبر کو بند کر دیا جائے، اور قبر کو اونٹ کے کوہان کی طرح بنایا جائے، اور چوکور نہ بنائی جائے۔ زینت اور فخر کے لئے قبر پر کوئی عمارت بنانا حرام ہے، اور اسی طرح مضبوطی کے لئے عمارت بنانا (بھی) مکروہ ہے، اور گھر میں دفن کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ گھر میں دفن کرنا انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔

تشریح: یُسَدُّ الْقَبْرُ الخ- **قبر کو بند کرنا:** جب میت کو قبر میں رکھ دیں تو قبر اگر لحد یعنی بغلی ہے تو اسے کچی اینٹوں سے بند کر دیا جائے اور اگر صندوقی قبر ہو تو اسکے اوپر لکڑی کے تختے یا سیمنٹ کے سلیب (تختے) رکھ کر بند کر دیا جائے۔ تختوں وغیرہ کے درمیان جو سوراخ اور جھریاں رہ جائیں اُن کو کچے ڈھیلوں، پتھروں یا گارے سے بند کر دیا جائے تاکہ میت کا چہرہ مٹی سے محفوظ رہے اسکے بعد مٹی

ڈالنا شروع کردیں۔ تاہم قبر کے اندر میت کے اِردگرد پکی اینٹیں یا لکڑی کے تختے اور چٹائی وغیرہ اشیاء نہ رکھی جائیں یہی مطلب ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا "یُکْرَہُ أَنْ یُسَدَّ الْقَبْرُ مِنَ الْاٰجُرِّ الخ" کہ پختہ اینٹوں اور لکڑی سے قبر بند کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ کام تو زینت اور مضبوطی کے لئے ہیں اور قبر بوسیدگی اور فنا کا گھر ہے لیکن اگر پکی اینٹ اور لکڑی میت کے اوپر ہوں تو پھر مکروہ نہیں۔

یُسْتَحَبُّ أَنْ یَحْثُوَ الخ: قبر پر مٹی ڈالنا: جو مٹی قبر کھودتے وقت نکلے وہ ساری مٹی دوبارہ قبر پر ڈال دی جائے، اِدھر اُدھر سے اور زیادہ مٹی نہ ڈالی جائے جبکہ بہت زیادہ ہو۔ ہاں اگر باہر کی مٹی تھوڑی سی ہو تو مکروہ نہیں۔ مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتدا کی جائے اور حاضرین میں ہر شخص تین دفعہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈالے۔

ثُمَّ یُھَالُ الخ: قبر اوپر سے کیسی ہو؟ قبر کو چوکور (مُربّع) بنانا مکروہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قبر کو کوہان نُما بنایا جائے اور زمین سے قبر کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہو۔

وَیُکْرَہُ الدَّفْنُ فِی الْبَیْتِ الخ: مکانات میں تدفین کے بجائے مسلمانوں کے عام قبرستان میں تدفین بہتر ہے، گھروں میں تدفین کا سلسلہ شروع ہو جائے تو دوسروں کے لئے دقت اور تنگی کا باعث ہوگا۔ آج کل مسجدوں میں تدفین کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے، اس میں کراہت اور بھی زیادہ ہے کہ اس سے عامۃ المسلمین کو مشکل پیش آتی ہے۔ اور آئندہ مساجد کی توسیع دشوار ہو جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تدفین یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کسی اور کو اس طرح کرنے کی اجازت نہیں۔ (مراقی مع طحطاوی، درمختار مع ردالمحتار، کبیری، قاموس الفقہ)

یَجُوْزُ دَفْنُ اَکْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ عِنْدَ الضَّرُوْرَۃِ۔ إِذَا دُفِنَ اَکْثَرُ مِنْ وَاحِدٍ فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ یُسْتَحَبُّ أَنْ یُّفْصَلَ بَیْنَ اثْنَیْنِ بِالتُّرَابِ۔ اَلَّذِیْ مَاتَ فِیْ سَفِیْنَۃٍ یُغْسَلُ وَیُکَفَّنُ، وَیُصَلّٰی عَلَیْہِ، ثُمَّ یُلْقٰی فِی الْبَحْرِ إِذَا کَانَ الْبَرُّ بَعِیْدًا، وَخِیْفَ عَلَی الْمَیِّتِ التَّغَیُّرُ۔ یُسْتَحَبُّ الدَّفْنُ فِی الْمَکَانِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ۔ یُکْرَہُ نَقْلُ الْمَیِّتِ اَکْثَرَ مِنْ مِیْلٍ اَوْ مِیْلَیْنِ۔ لَا یُنْبَشُ الْقَبْرُ إِذَا کَانَ الْمَیِّتُ قَدْ وُضِعَ لِغَیْرِ الْقِبْلَۃِ۔ کَذَا لَا یُنْبَشُ الْقَبْرُ إِذَا کَانَ الْمَیِّتُ قَدْ وُضِعَ عَلٰی جَنْبِہِ الْاَیْسَرِ۔ یَجُوْزُ نَبْشُ الْقَبْرِ إِذَا دُفِنَ مَعَ الْمَیِّتِ مَالٌ۔

حلِّ لُغات: خِیْفَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی مجہول اجوف واوی از باب سمع بمعنی ڈرنا۔ مِیْلٌ؛ بمعنی چار ہزار ہاتھ کی مسافت۔ اور ایک ہاتھ سے مراد چوبیس انگلی ہے جو ڈیڑھ فٹ کے برابر ہے تو میل چھ ہزار فٹ کا ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک میل شرعی انگریزی میل (جس کو کلومیٹر کہتے ہیں) سے دوسو چالیس گز بڑا ہوتا ہے۔ جمع اَمْیَالٌ۔ لَا یُنْبَشُ؛ صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی مجہول از باب نصر بمعنی کھود کر نکالنا۔

ترجمہ: ضرورت کے وقت ایک قبر میں ایک سے زیادہ (کئی) مُردوں کو دفن کرنا جائز ہے۔ جب ایک قبر میں ایک میت سے زیادہ کو دفن کیا جائے تو مستحب ہے یہ بات کہ ہر دو میتوں کے درمیان مٹی کے ذریعہ جدائی کی جائے۔ وہ شخص جو کشتی میں انتقال کر جائے اس کو نہلایا جائے گا اور کفن پہنایا جائے گا اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، پھر سمندر میں ڈال دیا جائے گا جبکہ خشکی دور ہو اور میت پر حالت

بدلنے کا ڈر ہو۔ میت کو اسی جگہ دفن کرنا مستحب ہے جس جگہ میں وہ انتقال کر جائے۔ ایک دو میل سے زیادہ میت کو منتقل کرنا مکروہ ہے۔ قبر نہیں کھولی جائے گی جبکہ میت کو غیر قبلہ رُو رکھدیا گیا ہو، اسی طرح قبر نہیں کھولی جائے گی جبکہ میت کو بائیں پہلو پر رکھدیا گیا ہو، قبر کھولنا جائز ہے جبکہ میت کے ساتھ کچھ مال دفن کر دیا گیا ہو۔

تشریح: یَجُوْزُ دَفْنُ اَکْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ الخ: ایک قبر میں کئی مردے دفن کرنا: معمول کے حالات میں ایک قبر میں ایک ہی نعش کی تدفین کی جاسکتی ہے، البتہ غیر معمولی حالات میں کہ بہت سی اموات پیش آگئی ہوں اور ان کی علیحدہ علیحدہ قبروں میں تدفین دشوار ہو مثلاً دفن کرنے والے تھوڑے ہوں یا کمزور ہوں یا دفن کے علاوہ کسی اہم کام میں مشغول ہوں تو پھر ایک قبر میں متعدد نعشیں دفن کی جاسکتی ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے غزوۂ اُحد کے موقع پر ایک ایک قبر میں دو دو تین تین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوگئے تھے دفن فرمایا تھا اور فرماتے کہ ان دونوں میں سے کون قرآن کا زیادہ حافظ ہے؟ تو جس کے بارے میں کہا جاتا تو آپ ﷺ اس کو قبر میں پہلے رکھتے، یعنی جو افضل ہو اس کو قبلہ کی جانب آگے پہلے رکھا جائے لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب ایک ہی قسم کے مُردے ہوں یعنی صرف مرد ہوں یا صرف عورتیں ہوں لیکن اگر مرد و عورت اور بچے سب کو ایک قبر میں دفن کرنے کی نوبت آئے تو پھر نماز کی صفوں کی ترتیب پر قبلہ کی سمت آگے مرد پھر بچہ پھر عورت کو رکھدیا جائے اور ہر دو نعش کے درمیان مٹی بچھا کر تھوڑا سا فاصلہ رکھا جائے تاکہ یہ "مٹی سے فاصلہ" ان کے لئے الگ قبر کے حکم میں ہو۔

اَلَّذِیْ مَاتَ فِیْ سَفِیْنَةٍ الخ: سمندر میں تدفین کا مسئلہ: اگر سمندری سفر میں موت واقع ہوگئی ہو اور ساحل دور ہے اور ساحل پر پہنچنے تک نعش کو رکھنے میں فساد اور تعفّن و بدبو کا اندیشہ ہے تو غسل اور کفن دینے اور نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد سمندر ہی میں تدفین کردی جائے گی جس کا طریقہ یہ ہے کہ نعش کے ساتھ کوئی وزنی چیز باندھ دی جائے گی تاکہ نعش پانی میں ڈوب جائے اور سطح سمندر پر نہ تیرے ورنہ تو نعش کے بے کفن اور عُریاں ہونے کا اندیشہ ہے۔

یُسْتَحَبُّ الدَّفْنُ الخ: جس جگہ انسان مر جائے اسی جگہ دفن کرنا چاہیئے یعنی اُسی محلّے یا اُسی بستی اور شہر کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیئے آج کل دور دراز تک نعشیں لے جا کر دفن کرنے کا جو رواج ہوگیا ہے وہ شریعت کے مزاج کے خلاف ہے اور محض تکلّف ہے۔ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی وفات ملکِ شام میں اور بقولِ بعض مکہ سے قریب ہی "حبشی" کے مقام پر ہوگئی، نعش مکہ لائی گئی اور یہیں دفن ہوئے۔ بعد کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قبر کی زیارت کے لئے تشریف لائیں تو فرمایا: کہ میں تدفین میں موجود ہوتی تو جہاں موت واقع ہوئی تھی وہیں آپ کو دفن کیا جاتا۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نیز دیگر فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے بھی دو میل سے زیادہ دوری پر نعش منتقل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

لَا یُنْبَشُ الْقَبْرُ الخ: یہاں سے آخر تک قبر کو کھودنے کی تین صورتیں ذکر کی ہیں جن میں سے پہلی دو میں قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے اور تیسری میں جائز ہے۔

متفرق مسائل

(۱)**تابوت میں دفن کرنا:** آج کل بعض ممالک میں مُردوں کی تدفین کے لئے تابوت کا استعمال کیا جاتا ہے، مسنون طریقہ تدفین کا یہ ہے کہ مٹی میں تدفین کی جائے۔اس لئے تابوت میں مردہ کی تدفین کو مکروہ قرار دیا گیا ہے خواہ وہ لکڑی کا ہو یا لوہے، پتھر کا، البتہ فقہاء نے حاجت کے موقع پر تابوت مین تدفین کی اجازت دی ہے اور حاجت سے مراد یہ ہے کہ زمین بہت زیادہ نرم ہو یا سیلاب زدہ یا دَلدَلی ہو یا وہاں قانونی طور پر صرف تابوت میں تدفین کی اجازت ہو۔اور اس صورت میں بھی بہتر یہ ہے کہ پہلے تابوت میں مٹی بچھادی جائے یا لیپ دی جائے اور دائیں بائیں کچھ کچی اینٹیں رکھ دی جائیں۔ (۲)**قبر پر کتبہ لگانا:** قبر بقاء کی جگہ نہیں بلکہ فناء کی جگہ ہے؛ لہٰذا اس پر باقاعدہ کتبہ لگا کر محفوظ کرنا روحِ شریعت کے خلاف ہے۔اس لئے بعض احادیث میں کتبہ لگانے کی ممانعت آئی ہے، خاص کر موقوفہ قبرستانوں میں کتبہ لگانے سے وہ قبر کی جگہ ایسی متعین ہو جاتی ہے کہ سالوں کے بعد بھی وہاں میت کو نہیں دفنایا جاسکتا، اب اگر ہر شخص کو کتبہ لگانے کی اجازت دی جائے تو بہت جلد قبرستان تنگ پڑ جائے گا، البتہ اگر کوئی مقتداء شخص ہو جس کی قبر کی زیارت کے لئے متعلقین آتے ہوں تو اس کے لئے قبر پر کوئی نشانی مثلاً نام اور تاریخ وفات وغیرہ بشمولِ کتبہ لگانے کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔البتہ قرآن مجید کی آیت، شعر اور میت کی مدح لکھنا بہر کیف ناجائز ہے۔(۳) تدفین کے بعد تھوڑی دیر قبر پر ٹھہرنا اور مُردہ کے لئے استغفار کرنا بھی سنت ہے۔(۴) نمازِ جنازہ کا اعلان کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے اور اپنے مُردہ بھائی کا جنازہ پڑھ کر اُس کا حق ادا کریں۔(قاموس الفقہ، بحر الرائق، الجوہرۃ النیرہ، غنیۃ المستملی)

أَحْكَامُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

تُسْتَحَبُّ زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ لِلرِّجَالِ۔ وَتُكْرَهُ زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ لِلنِّسَاءِ فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ۔ تُسْتَحَبُّ قِرَاءَةُ سُوْرَةِ يٰسِيْنَ عِنْدَ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ۔ يُكْرَهُ وَطْأُ الْقُبُوْرِ بِالْأَقْدَامِ۔ يُكْرَهُ النَّوْمُ عَلَى الْقُبُوْرِ۔ يُكْرَهُ قَلْعُ الْحَشِيْشِ وَالشَّجَرِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ۔

حلِّ لغات: وَطْأٌ؛ مصدر ہے باب سمع کا مہموز اللام مثال واوی سے بمعنی پاؤں سے روندنا۔ قَلْعٌ؛ مصدر ہے باب فتح کا بمعنی جڑ سے اُکھیڑنا۔ اَلْحَشِيْشُ؛ بمعنی خشک گھاس۔

ترجمہ: قبروں کی زیارت کے مسائل: مَردوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔اور عورتوں کے لئے اس زمانہ میں قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے۔قبروں کی زیارت کے وقت سورۂ یٰسین کی تلاوت کرنا مستحب ہے۔قبروں کو پیروں سے روندنا مکروہ ہے۔قبروں پر سونا مکروہ ہے۔قبرستان سے گھاس اور درخت اُکھاڑنا مکروہ ہے۔

تشریح: شروع شروع میں جب مسلمانوں کے کفر وشرک سے نکلے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا آپ ﷺ نے قبروں پر جانے سے منع فرمایا تھا تاکہ کوئی شرک اور قبر پرستی میں ملوث نہ ہو جائے، پھر جب اُمت کا مزاجِ توحید پختہ ہوا اور ہر قسم کے جلی اور خفی شرک سے دلوں میں نفرت پیدا ہو گئی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور فرمایا:"میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب (اجازت دیتا ہوں) تم قبروں کی زیارت کر لیا کرو، کیونکہ یہ زیارت دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر پیدا کرے گی"۔

يُسْتَحَبُّ لِلرِّجَالِ الخ: چنانچہ ہفتہ میں ایک روز قبرستان جانا چاہیئے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "جس شخص نے اپنے ماں باپ یا ان دونوں میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ زیارت کی تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائینگے اور وہ ماں باپ کا فرماں بردار لکھا جائے گا۔ جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اور پیر کا دن افضل ہے۔ قبرستان میں داخل ہو کر یوں سلام کہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ وَنَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ"۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو بھی اپنے مؤمن بھائی کی قبر پر گذرے اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہنچاتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ پھر میت کے پاؤں کی طرف سے قبلہ کی طرف پشت کر کے چہرے کے سامنے آکر کھڑا ہو کر دیر تک دُعا کرے اس لئے کہ کھڑا ہو کر دُعا کرنا سنت ہے اگر بیٹھنا چاہے تو زندگی میں میت کے ساتھ تعلق کے مطابق قریب یا دُور بیٹھے جس قدر میسّر ہو تلاوت کرے بالخصوص سورہ بقرہ مُفْلِحُوْنَ تک، آیۃ الکرسی، اٰمَنَ الرَّسُوْلُ، سورہ یٰسین، سورہ ملک، اَلتَّكَاثُرُ، سورہ اخلاص گیارہ بار، پڑھ کر ایصالِ ثواب کر دے۔

تنبیہ: زیارت احکامِ شریعت کے مطابق ہونی چاہیئے چنانچہ قبر کے اِرد گرد طواف نہ کرے، کسی پتھر کو بوسہ نہ دے، نہ ہی کسی چوکھٹ اور کسی لکڑی کو، اور نہ ہی قبر والے سے کچھ مانگے۔

وَتُكْرَهُ زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ لِلنِّسَاءِ الخ: چونکہ آج کل بالخصوص بڑے بڑے شہروں میں یہ بات عام ہو گئی ہے کہ عورتیں مردوں کی بنسبت قبروں پر زیادہ جاتی ہیں اور وہاں جاکر مزاروں کے دروازے چومتی ہیں، قبروں کے پاس بیٹھ کر روتی ہیں، قبروں کے سامنے سجدہ کرتی ہیں، قبروں پر مٹھائیاں، پھول وغیرہ چڑھاتی ہیں، گھنٹوں وہاں بیٹھ کر وقت گذارتی ہیں اور جوان قسم کے بے حیا لڑکے ان کا خوب مشاہدہ کرتے ہیں اور اپنے سروں پر گناہوں کا بوجھ جمع کرتے ہیں اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے: "لَعَنَ اللّٰهُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ"۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر عورت کا قبر پر جانا غم کو تازہ کرنے اور رونے کے لئے ہو یا جانا اس اندازے سے ہو کہ جو فتنہ کا ذریعہ بنے تب تو عورت کا نکلنا حرام ہے چاہے جوان ہو یا بوڑھی جیسا کہ اوپر حدیث میں گذر گیا (اللہ قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت کرے)۔ لیکن اگر عبرت حاصل کرنے کے لئے ہو اور شریعت کے مطابق پردہ میں نکلنا ہو تو پھر صرف بوڑھی عورتوں کو اجازت ہے جوان عورتوں کو کسی حال میں قبر پر جانے کی اجازت نہیں۔

تُسْتَحَبُّ قِرَاءَةُ سُوْرَةِ يٰسِيْنَ الخ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہو جائے اور سورہ یٰسین پڑھے (یعنی اسکا ثواب مُردوں کو ہدیہ کرے) تو اللہ تعالیٰ اس دن مُردوں سے عذاب کو ہلکا کر دیتے ہیں اور پڑھنے والے کو قبرستان کے مُردوں کی تعداد کے بقدر نیکیاں ملتی ہیں۔ نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایصالِ ثواب کے بارے میں پوچھا گیا کہ ہم میّت کی طرف سے صدقہ، حج، کرتے ہیں اور دُعا مانگتے ہیں تو کیا یہ اعمال ان کو پہنچتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بے شک یہ پہنچتے ہیں اور مُردے اِن سے ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں کوئی اُس طشتری (کھانے سے بھرا ہوا طبق) سے خوش ہوتا ہے جو اس کو ہدیہ کیا جائے۔

يُكْرَهُ وَطْأُ الْقُبُوْرِ الخ: قبروں کے اوپر چلنا مکروہ ہے کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے روکا ہے نیز اس میں مُردوں کی اہانت ہے۔

يُكْرَهُ النَّوْمُ الخ: قبر پر اسی طرح قبر کے قریب سونا، پیشاب، پائخانہ کرنا مکروہ ہے۔ نیز قبرستان سے تر گھاس اور درخت کو اکھاڑنا بھی مکروہ ہے اس لئے کہ جب تک وہ تر رہتا ہے اللہ کی تسبیح میں مشغول رہتا ہے اسی وجہ سے حضور ﷺ نے ایک ٹہنی کو دو ٹکڑے کیا اور ایک ایک ٹکڑا دو قبروں پر گاڑھ دیا جن میں مُردوں کو عذاب ہو رہا تھا آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: مجھے امید ہے کہ جب تک ٹہنیاں خشک نہ ہوں ان سے عذاب ہلکا کر دیا جائے گا۔ البتہ خشک گھاس اور درخت کو اکھاڑنے اور کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ (مراقی مع طحطاوی، درمختار مع ردالمحتار، کتاب الاختیار لتعلیل المختار، غنیۃ المستملی، البحرائق۔)

فائدہ: اپنے لئے زندگی میں ہی قبر بنانا یا تابوت رکھنا بہتر نہیں اس لئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں بیلچا، کدال تھا جو اپنے لئے قبر کھودنا چاہتا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے لئے قبر تیار نہ کر بلکہ اپنے آپ کو قبر کے لئے تیار کر، البتہ کفن تیار رکھنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے عام طور سے اس کی ضرورت پڑتی ہے بخلاف قبر کے، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ" ترجمہ: کوئی جی نہیں جانتا کہ کونسی جگہ وہ مرے گا۔ (طحطاوی، کبیری)

أَحْكَامُ الشَّهِيْدِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً. بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَنْ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝﴾ (آل عمران ۱۶۹، ۱۷۰) وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهٗ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيْدُ، يَتَمَنّٰى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ﴾ (رواہ البخاری ومسلم) اَلشَّهِيْدُ: هُوَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ قُتِلَ ظُلْماً، سَوَاءٌ قُتِلَ فِي الْحَرْبِ، أَوْ قَتَلَهٗ بَاغٍ، أَوْ قَتَلَهٗ قُطَّاعُ الطَّرِيْقِ۔

حل لغات: بَاغٍ؛ صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل ناقص یائی از باب ضرب بمعنی درازدستی کرنا، ظلم کرنا۔ قُطَّاعٌ؛ جمع ہے قَاطِعٌ کی بمعنی رہزن، ڈاکو۔

ترجمہ: شہید کے احکام: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کر بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس ان کو رزق بھی ملتا ہے۔ وہ خوش ہیں اُس پر جو اللہ نے دیا ان کو اپنے فضل سے اور (شہید) خوش ہوتے ہیں ان لوگوں کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس، ان کے پیچھے رہ گئے ہیں اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں ہے کوئی شخص جو جنت میں داخل ہو اس حال میں کہ وہ پسند کرے کہ دنیا کی طرف واپس آئے اور اسکو مل جائے وہ سب کچھ جو روئے زمین میں ہے مگر شہید، کہ وہ یہ تمنا کرے گا کہ دنیا کی طرف لوٹ آئے، پھر دس مرتبہ اسکو شہید کر دیا جائے بوجہ اس عزت و شرافت کے جو وہ دیکھے گا۔ شہید: وہ مسلمان ہے جو ناحق قتل کر دیا گیا ہو، خواہ وہ جنگ میں مارا گیا ہو یا کسی باغی نے اس کو قتل کیا ہو یا ڈاکوؤں نے اس کو قتل کیا ہو۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ عام مُردوں کے احکام سے فارغ ہو گئے تو اب خاص مُردہ یعنی شہید کے احکام بیان فرماتے ہیں، نیز شہید کے احکام کو مخصوص فضیلت کی وجہ سے مستقل ذکر فرماتے ہیں۔

شہید: شہادت سے نکلا ہے اور شہادت کے اصل معنی حاضر ہونے کے ہیں تو شہید یا تو بمعنی "مشہود" کے ہے یعنی شہید کو شہید اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جنت اس کے لئے حاضر کی جاتی ہے، یا بمعنی "شاہد" کے ہے گویا وہ اپنے رب کے سامنے زندہ اور حاضر ہے۔

شہادت: جس کا مقصد "راہِ حق میں اخلاص کے ساتھ اپنی جان قربان کر دینا یا بحالتِ مظلومی قتل ہو جانا ہے" اسلام کی نظر میں بہت اونچے درجہ کا عمل ہے ایسا شخص اخروی زندگی کے اعتبار سے انتہائی خوش نصیب اور خوش بخت قرار پاتا ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں شہیدوں کا مقام اور ان کی فضیلت کو قرآن اور حدیث سے ثابت کیا ہے، چنانچہ مذکورہ آیت میں شہداء کی چار فضیلتیں بیان کی گئی ہیں: (۱) پہلی فضیلت یہ ہے کہ "وَلَا تَقُوْلُوْا الخ" وہ مرتے نہیں اگرچہ ظاہری طور پر ان کا مرنا، قبر میں دفن کیا جانا محسوس ہوتا ہے۔ (۲) "یُرْزَقُوْنَ" انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا ہے اور رزق دنیا سے منتقل ہوتے ہی شہداء کے لئے جاری ہوتا ہے۔ (۳) "فَرِحِیْنَ" ہمیشہ خوش و خرم رہیں گے۔ (۴) "یَسْتَبْشِرُوْنَ" یعنی وہ اپنے جن متعلقین کو دنیا میں چھوڑ کر گئے ہیں تو ان شہداء کو ان کے متعلق یہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں رہ کر نیک عمل اور جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہیں تاکہ ان کو بھی یہاں آخرت میں آکر یہی نعمتیں اور درجاتِ عالیہ ملیں۔ یہ آیت اُحد کے شُہداء کے بارے میں اتری۔ نیز مذکورہ حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص یہ تمنا نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس آجائے جبکہ دنیا کی ساری چیزیں اس کو مل جائیں سوائے شہید کے کہ وہ اللہ کے پاس اپنا اعزاز دیکھ کر یہ تمنا کرے گا کہ کاش میں دنیا میں واپس جاؤں اور دس مرتبہ شہید ہو جاؤں۔

مذکورہ بالا آیات اور حدیث کے علاوہ متعدد آیتوں اور سینکڑوں احادیث میں شہداء کے فضائل ذکر کئے گئے ہیں: چنانچہ مسند احمد کی ایک روایت میں آیا ہے کہ شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۷/ انعامات ہوتے ہیں: (۱) خون کا پہلا فوارہ نکلتے ہی اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (۲) اور جنت میں اسکا ٹھکانا پہلے ہی دِکھلا دیا جاتا ہے۔ (۳) اس کو ایمانی جوڑا پہنا دیا جاتا ہے۔ (۴) اور اسے عذابِ قبر سے پناہ دی جاتی ہے۔ (۵) اسکے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک موتی دنیا و مافیہا سے بہتر اور شاندار ہو گا۔ (۶) اس کی بہتر (۷۲) بڑی آنکھوں والی حور سے شادی کرادی جائے گی۔ (۷) اور اس کی ستر قریبی رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (رواہ احمد، اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فی ثواب العمل الصالح) الغرض شہادت بہت بڑی سعادت ہے جس کی تمنا ہر مؤمن کو رکھنی چاہیے، چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں وارد ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "جو شخص صدقِ دل سے شہادت کا متمنی رہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں شہیدوں کے درجوں سے نوازیں گے اگرچہ اُس کی موت بستر پر آئی ہو"۔ (مسلم شریف عن سہل بن حُنیف۔ حدیث نمبر ۱۹۰۹)

اَلشَّہِیْدُ: ھُوَ الخ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ شہید کی اصطلاحی تعریف فرماتے ہیں کہ شہید وہ مسلمان ہے جو ظلماً قتل کیا گیا ہو، نیز جان بوجھ کر کسی دھاری دار آلے سے قتل کیا گیا ہو، سَوَاءٌ الخ برابر ہے کہ میدانِ جنگ میں لڑائی میں مارا جائے یا اُس مسلمان کو کوئی باغی، ڈاکو، چور (دن کو یا رات کو کسی بھی آلے سے) قتل کر دے (یا جلا دے)۔

فائدہ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تعریف میں ظلماً قتل ہو جانا کہا، لہٰذا اگر کوئی مسلمان بطورِ حدِ شرعی زنا یا ازروئے قصاص قتل کیا جائے تو وہ شہید نہیں کہلائے گا اس لئے کہ اس کا قتل مظلومانہ نہیں ہے۔

يَنْقَسِمُ الشَّهِيْدُ إِلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ: ١۔شَهِيْدُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَهُوَ الشَّهِيْدُ الْكَامِلُ۔ ٢۔شَهِيْدُ الْاٰخِرَةِ فَقَطْ۔ ٣۔شَهِيْدُ الدُّنْيَا فَقَطْ۔ ١۔أَلشَّهِيْدُ الْكَامِلُ: تَتَحَقَّقُ الشَّهَادَةُ الْكَامِلَةُ إِذَا كَانَ الْقَتِيْلُ مُسْلِماً، عَاقِلاً، بَالِغاً، طَاهِراً مِّنَ الْحَدَثِ الْأَكْبَرِ. وَمَاتَ عَقِبَ الْإِصَابَةِ بِحَيْثُ لَمْ يَنْتَفِعْ بِشَيْئٍ مِّنْ مَّرَافِقِ الْحَيَاةِ كَالْأَكْلِ، وَالشُّرْبِ، وَالنَّوْمِ، وَالْمُدَاوَاةِ وَلَمْ يَمْضِ عَلَيْهِ وَقْتُ صَلَاةٍ وَهُوَ يَعْقِلُ۔ حُكْمُ الشَّهِيْدِ الْكَامِلِ أَنَّهُ لَايُغْسَلُ بَلْ يُكَفَّنُ فِيْ أَثْوَابِهِ. وَيُصَلَّى عَلَيْهِ، وَيُدْفَنُ بِدَمِهِ وَثِيَابِهِ، وَيُزَادُ وَيُنْقَصُ فِيْ ثِيَابِهِ حَسْبَ الضَّرُوْرَةِ، وَيُكْرَهُ نَزْعُ جَمِيْعِ الثِّيَابِ عَنْهُ۔

حلِّ لُغات: عَقِبٌ: بمعنی پیچھے، بعد۔ مَرَافِقُ: جمع ہے مَرْفِقٌ کی بمعنی ہر وہ چیز جس سے نفع اُٹھایا جائے۔ مُدَاوَاۃٌ: مصدر ہے باب مفاعلہ کالفیفِ مقرون سے بمعنی علاج کرنا۔ لَمْ يَمْضِ: صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی جحد بلم در فعل مستقبل معروف ناقص یائی از باب ضرب بمعنی گزرنا۔ نَزْعٌ: مصدر ہے بمعنی اُتارنا۔

ترجمہ: شہید تین قسموں کی طرف منقسم ہوتا ہے: (۱) دنیا اور آخرت کا شہید، اور یہی کامل شہید ہے۔ (۲) صرف آخرت کا شہید۔ (۳) صرف دنیا کا شہید۔ (۱) کامل شہید: کامل شہادت اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ مقتول مسلمان، عاقل، بالغ اور بڑی ناپاکی سے پاک ہو اور چوٹ لگنے کے فوراً بعد ہی مر گیا ہو، اس طور پر کہ اس نے زندگی کے منافع سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا ہو جیسا کہ: کھانا، اور پینا، اور سونا، علاج معالجہ کرنا۔ اور اس پر عقل و ہوش کی حالت میں ایک نماز کا وقت نہ گذرا ہو۔ کامل شہید کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے گا بلکہ اس کو (انہی پہنے ہوئے) اپنے کپڑوں میں کفن دیا جائے گا اور اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور اس کو اپنے خون اور کپڑوں کے ساتھ دفن کیا جائے گا، اور ضرورت کے مطابق اس کے کپڑوں میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔ اور اس سے تمام کپڑے اُتار دینا مکروہ ہے۔

تشریح: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں شہید کے فضائل بیان فرمائے پھر شہید کی تعریف بیان فرمائی اب یہاں سے آگے شہید کی قسمیں اور اُن قسموں کے احکام بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: کہ شہید کی تین قسمیں ہیں: (۱) پہلی قسم: شہیدِ دُنیوی واخروی (شہیدِ کامل)، شہیدِ کامل کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیوی لحاظ سے بھی شہید ہو اور اُخروی لحاظ سے بھی۔ دنیوی لحاظ سے شہید ہونے کا مطلب کہ اس پر دنیا میں شہیدوں والے احکام لاگو ہوں، یعنی بغیر غسل کے اپنے خون آلود کپڑوں میں دفن کیا جائے۔ اور اُخروی لحاظ سے شہید ہونے کا مطلب کہ آخرت میں اُسے شہیدوں والا ثواب اور درجہ ملے۔ دوسری قسم: شہیدِ اُخروی: یہ وہ شہید ہوتا ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق آخرت میں درجۂ شہادت نصیب ہوگا، مگر دنیا میں اس کے ساتھ عام شہیدوں والا معاملہ نہیں کیا جاتا بلکہ عام مسلمان مُردوں کی طرح اسکو بھی غسل دیا جاتا ہے اور کفن پہنایا جاتا ہے۔ چونکہ اسکی شہادت کا ثمرہ صرف آخرت میں ظاہر ہوتا ہے اسلئے اسے شہیدِ اُخروی کہتے ہیں۔ تیسری قسم: شہیدِ دنیوی: یہ وہ میّت ہوتی ہے جس کے ساتھ دنیا میں (شرائط پائی جانے کی وجہ سے) شہیدوں والا معاملہ کرتے ہوئے غسل و کفن نہیں دیا جاتا۔ البتہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کی ریاؤ شہرت

والے جذبہ کی وجہ سے اُس کو شہادت کے درجہ سے محروم فرمادینگے۔ چونکہ اس میت کے ساتھ صرف دنیا میں شہیدوں والا معاملہ کیاجاتا ہے اس لئے اسکو شہیدِ دنیوی کہا جاتا ہے۔

شہید دنیوی واُخروی (شہید کامل) بننے کی شرائط: پہلی شرط: مسلمان ہو، لہٰذا غیر مسلم (کافر) کے لئے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہوسکتی۔ دوسری شرط: عاقل ہو، لہٰذا جو شخص حالتِ جنون میں ماراجائے اسے کامل شہید نہیں کہاجائے گا بلکہ صرف آخرت کے لحاظ سے شہید کہاجائے گا۔ تیسری شرط: بالغ ہو، لہٰذا جو بالغ ہونے سے پہلے ماراجائے اس کو کامل (دنیوی واُخروی) شہید نہیں کہاجائے گا بلکہ صرف اُخروی شہید کہاجائے گا۔ چوتھی شرط: حدثِ اکبر یعنی جنابت، حیض ونفاس سے پاک ہو لہٰذا اگر ان مذکورہ حالات میں شہید کردیاجائے تو اس کو شہیدِ کامل نہیں کہاجائے گا بلکہ وہ صرف اُخروی شہید ہوگا۔

وَمَاتَ عَقِبَ الْإِصَابَةِ الخ: سے پانچویں شرط بیان کرتے ہیں کہ اِصابۃ یعنی تیر وتلوار یا گولی وغیرہ لگنے اور زخمی ہونے کے بعد مرنے سے پہلے اس دوران میں دنیوی زندگی سے کوئی نفع (مثلاً خورد ونوش یا خواب وعلاج اسی طرح خرید وفروخت، زیادہ بات چیت دنیوی وصیت کا) نہ اُٹھایا ہو یا ہوش وحواس کی حالت میں نماز کا مکمل وقت نہ گزرا ہو۔ اگر مذکورہ بالا پانچ شرطیں نہ پائی گئیں یعنی مقتول کافر ہو یا پاگل ہو یا نابالغ بچہ ہو یا مرتے وقت مردہ جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں ہو یا زخمی ہونے کے بعد کوئی دنیاوی فائدہ اُٹھایا ہو تو اس پر کامل شہید کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ صرف اُخروی شہید ہوگا دنیوی نہیں لہٰذا اسکو غسل وکفن دیکر نمازِ جنازہ پڑھاجائے گا۔ البتہ عین ممکن ہے کہ وہ اپنے اخلاص کی بنیاد پر اللہ کے ہاں شہید کا اعلیٰ مقام حاصل کرلے۔

حُكْمُ الشَّهِيْدِ الْكَامِلِ الخ: اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے شہیدِ کامل کی شرطیں بیان فرمائیں اب یہاں سے شہیدِ کامل کا حکم بیان فرماتے ہیں: چنانچہ پانچ احکام ذکر کئے ہیں: (۱) اسکو غسل نہیں دیاجائے گا اور نہ ہی اس کے جسم سے خون صاف کیاجائے گا۔ البتہ اگر خون کے علاوہ کوئی اور گندگی لگی ہو تو اسے دھویاجائے گا۔ (۲) جو کپڑے شہید نے پہنے ہوں یعنی شہادت کے وقت جو کپڑے اس کے بدن پر موجود ہیں انہی کپڑوں میں شہید کو دفن کیاجائے گا۔ (۳) اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ کیونکہ شہید اگرچہ گناہوں سے پاک ہوچکا ہے لیکن دُعا سے تو کوئی بھی بے نیاز نہیں۔ (۴) وَيُزَادُ یعنی اگر پہنے ہوئے کپڑے عددِ مسنون سے کم ہوں تو عددِ مسنون (۳ کپڑے) پورا کرنے کے لئے کپڑے، اور زیادہ کئے جائیں گے۔ وَيُنْقَصُ اور اگر عددِ مسنون سے زائد ہوں جیسے پوستین، ٹوپی، بلٹ پروف جیکٹ، وہ اُتار لیاجائے گا۔ نیز وہ چیزیں جو جنسِ کفن سے نہ ہوں وہ بھی اُتاری جائینگی جیسے ہیلمٹ، خَود، بُوٹ، زرہ وغیرہ۔ (۵) وَيُكْرَهُ اور سارے کپڑے اُتارلینا مکروہ ہے تاکہ کوئی نشانی تو باقی رہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ شہیدِ کامل کے ساتھ اُحد کے شہداء والا سلوک کیاجائے گا اور ان کے ساتھ یہ سب کچھ کیا گیا تھا جو یہاں بیان ہوا۔ کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اِن کو کفن دو اِن کے خون کے ساتھ کیونکہ قیامت کے دن جو بھی زخم ہوگا وہ خون بہاتا ہوا آئے گا اس خون کا رنگ خون والا ہوگا اور خوشبو اس کی مشک کی ہوگی۔

فائدہ(۱): شہیدِ کامل بننے کی کچھ اور بھی شرائط ہیں جو بڑی کتابوں میں آجائیں گی۔(۲) اس پہلی قسم شہیدِ کامل میں وہ مسلمان بھی داخل ہے جو اپنی جان یا مال یا آبرو کی حفاظت کے لئے لڑتے ہوئے مارا جائے یا بے گناہ کسی ظالم مسلمان کے ہاتھ سے قتل کیا گیا بشرطیکہ ان تمام مذکورہ صورتوں میں قتل کرنے والے نے دھاری دار آلے سے قتل کیا ہو۔ (طحطاوی مع مراقی، غنیۃ المستملی، السنہر الفائق، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، در مختار مع الشامیہ)

۲۔ اَلْقِسْمُ الثَّانِیْ مِنَ الشُّهَدَاءِ هُوَ شَهِيْدُ الْاٰخِرَةِ فَقَطْ. وَهُوَ كُلُّ مَنْ فَقَدَ شَرْطاً مِنَ الشُّرُوْطِ السَّالِفَةِ سِوَى الْإِسْلَامِ. فَلَا تَجْرِیْ عَلَيْهِ أَحْكَامُ الشَّهِيْدِ، إِلَّا أَنَّهٗ شَهِيْدٌ فِی الْاٰخِرَةِ، وَلَهُ الْأَجْرُ الَّذِیْ وُعِدَ بِهِ الشُّهَدَاءُ۔ وَحُكْمُ هٰذَا الْقِسْمِ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنَّهُمْ يُغَسَّلُوْنَ، وَيُكَفَّنُوْنَ، وَيُصَلّٰى عَلَيْهِمْ مِثْلَ سَائِرِ الْمَوْتٰى۔

حلِّ لغات: فَقَدَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب اثبات فعل ماضی معروف صحیح از باب ضرب بمعنی گم کرنا، کھونا۔ اَلسَّالِفَةُ؛ صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل صحیح از باب نصر بمعنی گذرا ہوا، گذشتہ۔ سَائِرٌ؛ بمعنی کسی چیز کا بقیہ۔

ترجمہ: شہداء کی دوسری قسم وہ صرف آخرت کا شہید ہے؛ اور اُخروی شہید وہ شہید ہے جو گذشتہ شرطوں میں سے اسلام کے علاوہ کوئی شرط نہ رکھے (مفقود ہو) لہٰذا اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہونگے سوائے اسکے کہ وہ آخرت کے اعتبار سے شہید ہوگا، اور اس کو وہ اجر ملے گا جس کا شہیدوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور شہداء کی اس قسم کا حکم یہ ہے کہ ان کو غسل دیا جائے گا، اور کفن پہنایا جائے گا، اور ان پر باقی مُردوں کی طرح نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

تشریح: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ شہید کی دوسری قسم (صرف شہیدِ اُخروی) کی مختصر تعریف اور اسکا حکم بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جس میں مُندرجۂ بالا اُن شرطوں میں جن کا شہیدِ کامل میں پایا جانا ضروری ہے کوئی شرط سوائے اسلام کے نہ پائی جائے یعنی مسلمان ہونے کے علاوہ اگر باقی شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی اس میں مفقود ہو، "وَحُكْمُ هٰذَا الْقِسْمِ الخ" تو اس پر کامل شہیدوں والے احکام جاری نہ ہونگے، بلکہ اسکے ساتھ عام میت والا معاملہ کیا جائے گا۔ شہید کی اس قسم میں جو مسلمان داخل ہیں اُن کی چالیس سے زیادہ قسمیں ہیں، لیکن سب کا ذکر احادیث میں یکجا نہیں ملتا بلکہ متفرق احادیث میں ان کا ذکر موجود ہے، علماءِ محققین نے ان احادیث کے بارے میں مستقل رسالے تالیف کئے ہیں مثلاً (۱) اپنی جان و مال کے دفاع میں مارا جائے مگر زخم لگنے کے بعد دنیوی زندگی کا کوئی نفع "کھانا پینا راحت دوائی وغیرہ" اسے حاصل ہو۔ (۲) یا پیٹ کی بیماری میں وفات پائے۔ (۳) یا طاعون میں مر جائے۔ (۴) ریل، موٹر، جہاز سے گر جائے یا ایکسیڈنٹ میں مر جائے تو یہ بھی شہادتِ صُغریٰ ہے۔ (۵) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں طبعی موت واقع ہو جائے جیسے طالبِ علم یا ہر وہ شخص جو کسی بھی دینی سفر میں ہو۔ (۶) اسی طرح ڈوب کر یا سمندری سفر میں بیمار ہو کر مر جائے۔ (۷) جس پر کوئی عمارت گر جائے۔ (۸) نمونیہ، (۹) سل کی بیماری۔ (۱۰) آگ میں جل کر موت واقع ہوئی تو ان تمام مذکورہ صورتوں میں چونکہ یہ شہادتِ صغریٰ ہے تو آخرت میں فی الجملہ شہداء میں داخل ہونگے باقی شہداء کے دنیوی احکام ان پر جاری نہیں ہونگے۔

۳۔اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ مِنَ الشُّهَدَاءِ هُوَ شَهِيْدُ الدُّنْيَا فَقَطْ.وَهُوَ الْمُنَافِقُ الَّذِىْ قُتِلَ فِىْ صُفُوْفِ الْمُسْلِمِيْنَ فَإِنَّهُ لَا يُغْسَلُ وَيُكَفَّنُ فِىْ ثِيَابِهٖ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ مِثْلَ الشَّهِيْدِ الْكَامِلِ إِعْتِبَارًا بِالظَّاهِرِ۔

ترجمه: شہداء کی تیسری قسم وہ صرف دنیا کا شہید ہے؛ اور یہ وہ منافق ہے جو مسلمانوں کی صفوں میں قتل کر دیا گیا ہو تو اسکو غسل نہیں دیا جائے گا اور اپنے (انہی پہنے ہوئے) کپڑوں میں کفن دیا جائے گا، اور کامل شہید کی طرح اس پر نماز پڑھی جائے گی ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے شہید کی تیسری قسم صرف دنیوی شہید کی تعریف اور اسکا حکم بیان فرمایا ہے: کہ دنیوی شہید وہ منافق ہے یا وہ بدنیّت مسلمان ہے جو فاسد نیّت مثلاً ریا، شہرت وغیرہ کی بنیاد پر لڑے اور پھر قتل کر دیا جائے تو اس پر اگرچہ ظاہر کو دیکھتے ہوئے اور شرائط موجود ہونے کی وجہ سے شہیدوں والے احکام (بغیر غسل کے اپنے کپڑوں میں دفن) جاری ہونگے لیکن آخرت میں اسکو شہادت کا مرتبہ حاصل نہیں ہوگا۔ (قاموس، طحطاوی، شامی)

فائده: آج کل بڑے بڑے شہروں میں اور اجتماعات میں دھماکے کئے جاتے ہیں اسی طرح دشمن کی بمباری یا خود کش حملے کئے جاتے ہیں جن میں بے شمار بے گناہ مسلمان مر جاتے ہیں ایسے مقتولین دنیوی و اُخروی (کامل شہداء) شمار ہوتے ہیں لہٰذا ان کو غسل نہیں دیا جائے گا بلکہ بغیر غسل کے اپنے ہی پہنے ہوئے کپڑوں میں دفن کئے جائینگے۔ (تسہیل)

الحمدللہ آج بروز ہفتہ بوقت ۳ بجکر ۴۰ منٹ بمطابق ۱۷ جُمادی الاُولٰی ۱۴۳۹ھ / ۳ فروری ۲۰۱۸ء الفقہ المیسَّر (حصہ صلوٰۃ) پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَلَهُ الشُّكْرُ عَلٰى ذَالِكَ

مَصَادِرْ وَمَرَاجِع

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام اور تاریخ وفات
۱	کتاب الاختیار لتعلیل المختار	العلّامة عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی: ۶۸۳ھ
۲	فتاویٰ قاضی خان	للامام فخر الدین الحسن بن منصور المعروف بقاضی خان الاوزجندیؒ، المتوفی: ۵۹۲ھ
۳	البحر الرائق، شرح کنز الدقائق	العلّامة محمد بن حسین بن علی الطوری رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی: ۱۱۳۸ھ
۴	النہر الفائق، شرح کنز الدقائق	للامام سراج الدین محمود بن ابراہیم بن نجیم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی: ۱۰۰۵ھ
۵	الفتاویٰ السراجیۃ	العلّامة سراج الدین أبو محمد علی بن عثمان بن محمد التیمی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی: ۵۶۹ھ
۶	الدر المختار	العلّامة علاء الدین محمد بن علی الحصنی الاثری، المعروف بالحصکفیؒ، المتوفی: ۱۰۸۸ھ
۷	رد المحتار علی الدر المختار	العلّامة محمد امین بن عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی: ۱۲۵۲ھ
۸	حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح	للامام العلّامة احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی: ۱۲۳۱ھ
۹	غنیۃ المستملی، شرح منیۃ المصلی المعروف بکبیری	العلّامة الشیخ ابراہیم الحلبی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی: ۹۵۶ھ
۱۰	الجوہرۃ النیرۃ، شرح مختصر القدوری	للامام ابو بکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی: ۸۰۰ھ
۱۱	کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ	العلّامة عبد الرحمن الجزائری رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی: ۱۳۶۰ھ
۱۲	بہشتی زیور	حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی: ۱۳۶۲ھ
۱۳	معارف الحدیث	حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی: ۴ مئی ۱۹۹۷ء
۱۴	قاموس الفقہ	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہم
۱۵	کتاب المسائل	حضرت مولانا محمد سلمان منصور پوری صاحب مدظلہم
۱۶	تفہیم الفقہ	حضرت مولانا محمد نعیم صاحب مدظلہم
۱۷	تسہیل الحقائق	حضرت مولانا نصیب اللہ خان صاحب مدظلہم
۱۸	مصباح اللغات	ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی: ۱۹۷۱ء